جدید ایڈیشن

قرآن کریم کے معانی ومطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

پارہ ۱ تا ۵

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے، اور اگر عمل کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے

تسہیل شدہ ترجمہ

حضرت حکیم الاُمت مُجدّد المِلّت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن ودیگر تفاسیر

اگر آپ روزانہ
پندرہ بیس منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی ومطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہوجائیں گے

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

پانچ پارے
۱-۵

قرآن کریم کے معانی ومطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

جدید ایڈیشن پانچ پارے

اگر آپ روزانہ پندرہ بیس منٹ قرآن پاک کو دیں اور اس ''درسِ قرآن'' سے ایک درس پڑھیں تو انشاءاللہ آپ قرآنِ کریم کے معانی ومطالب کو سمجھنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلامِ پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے، اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

آیئے! ہم بھی روزانہ ایک درس قرآن پڑھنے کا معمول بنائیں اور اجروبرکات حاصل کریں۔

تسہیل شدہ ترجمہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن ودیگر تفاسیر

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ قرآن

تاریخ اشاعت.....................صفر المظفر ۱۴۳۰ھ
ناشر.....................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان
ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.....لاہور
مکتبہ رحمانیہ.........اُردو بازار .... لاہور
مکتبۃ الفاروق. مصریال روڈ چوہڑ ہڑ پال..راولپنڈی
دارالاشاعت.......اُردو بازار...........کراچی
مکتبۃ القرآن.......نیوٹاؤن.............کراچی
مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم الله الرحمن الرحيم

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

كتبه نفيس الحسيني اللاهوري ارتجالا في بغداد، ١٣ رمضان المبارك سنة ١٤٠٨ھ

لأخي في الإسلام الشيخ حسن الحلبي التركي

بسم الله الرحمن الرحيم

اقرأ باسم ربك الذي خلق

خلق الإنسان من علق

اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم

نفيس ١٣٩٦ھ

القرآن الحكيم

علم الإنسان ما لم يعلم

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اَمَّابَعۡدُ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیتے جاگتے معجزات میں سے ''قرآن کریم'' وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جوامت مسلمہ کی اصلاح اور دینی ودنیاوی ترقی کیلئے سب سے محکم پیغام خداوندی ہے۔ جوایک مسلمان کی انفرادی زندگی کیلئے مصلح ہے اور زندگی کے تمام امور میں بھی مینارہ نور ہے۔

اسی طرح امت کے اجتماعی امور کے بارہ میں بھی فوز وفلاح کے ان اصولوں پر مشتمل ہے جوفطری اور ابدی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کو چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود روز بروز اس کی حقانیت دوچند اور اس کی مبارک تعلیمات ہر ماحول ومعاشرہ کیلئے لائق عمل دستور العمل کی صورت میں سامنے آتی ہیں۔

آج کی مادیت اور سائنس وٹیکنالوجی کی حیران کن حد تک ترقی وایجادات.... قرآنی تعلیمات کوآشکارہ کرکے اسی آخری کتاب کے آغوش میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہیں۔ دین ودنیا کے وہ عقدے .... جووحی کی زبانی چند سادہ جملوں میں حل کئے گئے .... آج سائنس اپنی تمام تر ترقی اور انتہائی کاوشوں کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتی ہے جواہل اسلام کوقرآن کے ذریعے چودہ صدیوں قبل بتادیا گیا۔

قرآن کریم کی ان محکم اور انقلاب آفریں تعلیمات کو ہر فرد تک پہنچانے کیلئے ادارہ نے ''درس قرآن'' کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جوبفضل خداوندی نہ صرف عوام میں مقبول ہوا بلکہ اہل علم نے بھی اس کی مدد سے مساجد.... مدارس اور مجالس احباب میں قرآنی پیغام کو عام کرنے کا ذریعہ بنایا اور یومیہ درس کیلئے اس عام فہم ''درس قرآن'' کو زیر مطالعہ رکھا۔ اسی طرح دینی ذوق کی حامل خواتین نے بھی اس کے ذریعے ''درس قرآن'' کی مجالس آراستہ کیں اور اس کے بے پناہ منافع کھلی آنکھوں سامنے آئے۔

درس قرآن کی افادیت ومقبولیت کواللہ تعالیٰ کا فضل اور ان اکابر مفسرین کے اخلاص کی برکت ہی کہا جاسکتا ہے جو''درس قرآن'' کا مآخذ ہیں۔

زیر نظر ''درس قرآن'' کا جدید ایڈیشن ہے جسے قارئین کی سہولت کے پیش نظر پانچ پانچ پاروں میں شائع کیا گیا ہے اور ہر جگہ لفظی ترجمہ بھی علیحدہ دیا گیا ہے تاکہ متن اور ترجمہ پڑھتے وقت آسانی رہے اور جوحضرات لفظی ترجمہ پڑھنا اور یاد کرنا چاہیں ان کیلئے بھی سہل ہو۔

علاوہ ازیں اس جدید ایڈیشن میں تصحیح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور سابقہ تمام ایڈیشنوں میں رہ جانیوالی اغلاط کی درستگی کردی گئی ہے۔ تاہم اہل علم سے استدعا ہے کہ دوران مطالعہ جواغلاط نظر سے گزریں۔ براہ کرم ادارہ کو مطلع فرمادیں۔ تاکہ قرآن کریم کی یہ خدمت ہم سب کی محنت اور توجہ سے بہتر انداز میں ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ خدمت قرآن کے اس جدید ایڈیشن کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہم سب مسلمانوں کوقرآن پڑھنے' سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کی توفیق سے نوازیں آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

والسلام.....محمد اسحٰق غفرلہ.....صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غرضِ اشاعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ پر مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرت کی جو بنیاد پڑی اس نے ایسی ترقی کی کہ پورے عالم انسانیت کو اپنے سایہ میں لے لیا اور پوری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بج گیا۔

قرآنی تعلیمات کی راہنمائی نے انسانیت کو اپنی معراج تک پہنچایا، مثالی معاشروں کی بنیاد ڈالی، آج سائنس و ٹیکنالوجی کی ہوشربا ترقی کے باوجود انسانیت ان اعلیٰ اقدار کو ترس رہی ہے جن کا اسلام کے غلبہ کے دَور میں غلغلہ رہا ہے۔

قرآن کی تعلیمات نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، عمر بن عبدالعزیز، البیرونی و ابن بطوطہ، رومی و شیرازی، رازی و غزالی رحمہم اللہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات تخلیق کیں اور دیگر وہ خاندان جنہوں نے دَورِ اسلامی میں خلافت و بادشاہت کے منصب پر آکر انسانیت کی بے مثال خدمت کی جس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں جو کہ یقیناً تعلیماتِ قرآنی ہی کا معجزہ ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہی برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اسی دور میں ملتِ اسلامیہ کے عظیم مفکر و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زوال کے مرض کا علاج یہی تجویز کیا کہ مسلم عوام کو قرآنی تعلیمات کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اس وقت کی مروج زبان فارسی میں کیا اور مختصر تشریح بھی لکھی، پھر آپ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور اردو تراجم لکھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے درسِ قرآن مجید کے حلقے قائم کئے اور اس پر اتنی محنت کی کہ ایک وقت ایسا آیا جب برصغیر میں جہاں کہیں بھی تعلیم قرآن کا کوئی حلقہ قائم تھا وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی شاگرد یا شاگرد کا شاگرد ہی اس کا روحِ رواں تھا۔ جنگِ عظیم دوم خلافت عثمانی کے خاتمہ اور ملتِ اسلامیہ کے شیرازہ بکھرنے کے بعد کے حالات میں بھی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی کے غور و فکر اور تجربات کا نچوڑ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد یہی بیان فرمایا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کے دو

اسباب ہیں قرآن کریم سے دُوری اور فرقہ پرستی، چنانچہ آپ نے بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کی تجدید کی تا کہ عوام کو قرآنی مطالب تک رسائی میں آسانی ہو۔

اسلاف کی انہی کاوشوں نے ہمیں "درس قرآن" کے اس سلسلہ پر تیار کیا اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء عارف ربانی حضرت الحاج محمد شریف صاحب ملتانی رحمہ اللہ۔حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کی دعاؤں اور سرپرستی کی بدولت اور عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ (دار العلوم کبیر والا) حضرت نواب عشرت علی خان صاحب قیصرؔ مدظلہٗ اور والد محترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم کی توجہ اور تربیت کی بدولت ہم نے توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیا۔

الحمد للہ: درس قرآن کے اس سلسلہ کی تیاری "ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان" کے زیر انتظام "مجلس تحقیقات اسلامیہ" کے جید علماء کی نگرانی میں ہو رہا ہے جس کے اراکین میں درج ذیل علماء کرام شامل ہیں۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہم العالی (خیر المدارس ملتان) - حضرت مولانا محمد ازہر مدظلہ العالی (مدیر ماہنامہ الخیر)

حضرت مولانا مفتی منظور احمد مدظلہٗ (مفتی جامعہ قاسم العلوم) - حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ (فاضل خیر المدارس ملتان)

حضرت مولانا زاہد محمود ملتانی (استاذ جامعہ قاسم العلوم)

اس درس کی تیاری کیلئے مستند تفاسیر سے استفادہ کے علاوہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے "درسِ قرآن" کے اسلوب کو سامنے رکھا گیا ہے اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ منتخب کیا گیا ہے البتہ اس میں تسہیل کی غرض سے بعض بعض مقامات میں الفاظ کی نشست میں تبدیلی کی گئی ہے اور کہیں مشکل ومتروک الفاظ کو بھی بدلا گیا ہے۔اس دفعہ لفظی ترجمہ علیحدہ دیا گیا ہے تا کہ سلیس ترجمہ کے پڑھنے میں کوئی الجھن نہ ہو۔

طباعت واشاعت میں ہر ہر مرحلہ پر ہم نے قارئین کی آسانیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کام کیا ہے۔

قرآن مجید کے متن اور اس کے ترجمہ کو ممکنہ حد تک جلی خط میں رکھا ہے۔اس لئے کوشش کی جاتی ہے کہ مزید جدت پیدا کی جائے جس سے استفادہ پہلے سے زیادہ آسان ہو جائے۔

تمام مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ اس انقلاب انگیز دینی کام میں ہمارے دوش بدوش چلیں اور درس قرآن مجید کے سلسلہ کو اپنے حلقوں میں جاری کر کے دینی انقلاب کی طرف قدم بڑھائیں۔

اللہ پاک ہم سب کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور عمل کر کے اپنی دنیا وآخرت سنوارنے کی توفیق سے نوازیں۔آمین

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق فروری 2009ء

مدرسین وسامعین حضرات کی خدمت میں

چند گذارشات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب روزانہ درس قرآن کی مجلس میں بیٹھتے ہیں اس مبارک مجلس کا ثواب عظیم کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا!..... ''اے ابوذر اگر تو صبح کوایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے۔ اور اگر علم کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے''

اس حدیث کے پیش نظر ہم سب مسلمانوں کو ایسی مجالس درس میں شرکت کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر اپنی مسجد میں اس درس قرآن کا اہتمام ہو تو اس میں شرکت کو اپنے لیے سعادت سمجھنی چاہیے۔ کیا ہم مسلمان غفلت کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ کلام الٰہی کو سمجھنے کیلئے یومیہ دس پندرہ منٹ بھی نہیں دے سکتے؟ اس لیے جو لوگ درس قرآن میں بلاوجہ شرکت سے محروم رہتے ہیں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ انہیں

درج بالا حدیث کی روشنی میں ترغیب دی جائے تاکہ وہ بھی اس گوہر بے بہا سے محروم نہ رہیں۔

اور جو حضرات بفضل اللہ اہتمام سے اس درس میں شریک ہوتے ہیں ان کیلئے مزید ایسی ہدایات درج کی جاتی ہیں جن پر عمل کرنے کی برکت سے ہر مسلمان قرآن کریم کے انوار و برکات کا مشاہدہ کرسکتا ہے اور ماحول میں خوشگوار اسلامی تبدیلی کیلئے زمین ہموار کرسکتا ہے۔

ا- ''درس قرآن'' کی مجلس میں تمام نمازی حضرات صفوں کی ترتیب کو چھوڑ کر درس دینے والے مدرس کے گرد حلقہ بنالیں تاکہ واضح معلوم ہو کہ عشاق قرآن کی جماعت ہمہ تن علوم قرآنی سے مستفید ہورہی ہے۔

۲ - ''درس قرآن'' کی مجلس کو رسمی کارروائی سمجھ کر بوجھل دل کے ساتھ شریک ہونا بڑی محرومی کی بات ہے۔لہٰذا ہم میں سے ہر ایک خود کو پوری طرح مستعد کر کے بیٹھے اور اس نیت سے بیٹھے کہ اللہ پاک مجھے قرآن پاک سمجھنے اور پھر حسب توفیق عمل کرنے کی سعادت سے نوازے۔

۳ - پوری طرح دھیان سے درس قرآن سننے پر بھی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو درس کے بعد علیحدگی میں صاحب درس سے پوچھ لیں۔اور اگر وہ بات عوام الناس کیلئے بھی مفید ہو تو صاحب درس اگلے دن بغیر کسی کا نام لیے اس بات کا اعادہ کر دیں۔

۴ - اگر سب نمازی حضرات درس قرآن کے وقت اپنے سامنے قرآن مجید بھی رکھ لیں تو ترجمہ یاد کرنے اور اسکی بیان کردہ تشریح کو ذہن نشین کرنے میں بہت آسانی ہو۔لیکن اس شق پر عمل کرنے کیلئے احباب کسی صاحب علم کے مشورہ سے کوئی نظم بنالیں۔تاکہ کوئی اجتماعی سہولت برقرار رہے۔

۶ - قرآن کو سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے بغیر ممکن نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کو احادیث مبارکہ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس لیے درس قرآن کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی از حد ضروری ہیں۔اس سلسلہ میں بھی ادارہ کی طرف سے ''درس حدیث'' کی پہلی جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

اگر ہر مسجد میں صبح درس قرآن ہو اور شام کو درس حدیث کی مبارک مجلس کا انعقاد ہو۔تو معاشرہ میں خوشگوار اسلامی تبدیلی رونما ہو۔اور مسلمان دین کی برکت سے دنیا میں اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت حاصل کر سکیں اور آخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت جنت کی انمول نعمتوں سے مستفید ہو سکیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

یہ گذارشات درس دینے والے حضرات حلقہ احباب میں سنا دیں

والسلام

مجلس تحقیقات اسلامیہ ملتان

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے

مفسرین قرآن کریم کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ سورۃ بَقَرَہ کی تفسیر سے پہلے اِسْتِعَاذَہ اور تَسْمِیَہ یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کا بیان کرتے ہیں، ہم بھی پہلے اَسْتِعَاذَہ کا بیان کرتے ہیں۔

قرآن کریم کو پڑھنے، سننے کے آداب اور استعاذہ کا حکم

قرآن کریم کو ہاتھ لگانے اور چھونے کیلئے خود قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (پارہ ۲۷ سورۃ واقعہ) یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ یعنی بدوں طہارت و پاکی کے بغیر اور وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرح جب یہ کلام پڑھا جائے تو اس کے سننے کا احترام یہ بتایا گیا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۹ سورۃ اعراف) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے اسی طرح تلاوت قرآن کے آداب میں سے ایک ادب قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (پارہ ۱۴ سورۃ نحل) یعنی جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یعنی اس آیت میں "اِسْتِعَاذَہ" کا حکم دیا گیا ہے۔

استعاذہ کا معنی اور اس کے حکم کی حکمت

یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی پناہ چاہنا، پناہ مانگنا، پناہ میں آنا ہیں، اور قرآن کریم کی اصطلاح میں استعاذہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کو کہتے ہیں۔

اس میں نہ معلوم کتنی حکمتیں اور مصلحتیں ہو سکتی ہیں مگر ایک نہایت واضح مصلحت یہ ہے کہ شیطان کی ہمیشہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان کو نیکی سے روکے، برائی اور بے حیائی کے کاموں پر آمادہ کرے، جھوٹ بولنے کی ترغیب دے، اُس کے دِل میں وسوسہ پیدا کر کے اُسے یادِ الٰہی سے غافل کرے اور جو نیکی اپنی اہمیت اور عظمت کے لحاظ سے جتنی زیادہ موجب اجر و ثواب اور باعثِ قربِ الٰہی ہوتی ہے اتنا ہی شیطان اس سے باز رکھنے پر زور لگاتا ہے اور اپنے وسوسوں کے ذریعہ سے رکاوٹ بن جاتا ہے تو تلاوت قرآن جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور سب سے زیادہ قربِ الٰہی حاصل کرنے والی عبادت ہے اس کو شیطان کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔

اِسْتِعَاذَہ یعنی اَعُوْذ پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوگا جو خود حق تعالیٰ نے اسی اِسْتِعَاذَہ کے حکم والی آیت سے آگے ارشاد فرمایا یعنی اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (پارہ ۱۴ سورۃ نحل) اُس کا یعنی شیطان مردود کا زور نہیں چلتا اُن پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اس کی پناہ ڈھونڈی اُس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا، تو اِسْتِعَاذَہ یعنی اَعُوْذ پڑھنے کی اہمیت سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن کے علاوہ بھی ہم جب کسی نیکی کا ارادہ یا ابتداء کریں تو شیطان کے وسوسوں سے بچنے کیلئے ہمیں استعاذہ کے الفاظ پڑھنے چاہئیں جیسا کہ قرآن پاک کی دو آخری سورتوں میں بھی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ جن کو مُعَوَّذَتَیْن بھی کہتے ہیں یہی تعلیم دی گئی ہے۔

استعاذہ کے الفاظ

احادیث میں استعاذہ کے الفاظ جو وارد ہوئے ہیں اُن میں سب

سے افضل ومختار سب کے نزدیک اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے، حسب ذیل دوسرے الفاظ کیساتھ بھی اَعُوْذُ پڑھنا جائز ہے۔

۱- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم.

۲-اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم.

۳- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم. وغیرہ۔

استعاذہ کے پانچ فائدے

(۱) دین وہدایت پر استقامت۔(۲) شیطان مردود کے شر اور تکلیف سے بچاؤ۔(۳) اللہ کی حفاظت کے مضبوط قلعہ اور مقام قرب میں داخلہ۔(۴) پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی۔(۵) مالک زمین وآسمان کی مدد کا حاصل ہونا۔

اسی لئے انبیاء اور اولیاء نے بھی ہمیشہ استعاذہ کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے۔ جب زلیخا عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی نفسانی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اللہ کی پناہ عزیز مصر میرا مربی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار استعاذہ کا حکم ہوا سورہ مومنون میں ارشاد ہے: وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ، وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے، اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیاطین میرے پاس بھی آئیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استعاذہ کا حکم سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں بھی ہوا۔

فرشتوں اور شیطان کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قدرتوں کو آشکارا کرنا چاہا تو اس نے سب سے پہلے نور کو پیدا کیا اور اس نور سے مستقل مخلوق فرشتوں کی تخلیق ہوئی نورانیت کے سبب سے یہ فرشتے طبعاً اطاعت شعار اور عبادت گزار پیدا ہوئے غرور اور تکبر کی بجائے ان پر خوف وخشیت کا غلبہ طاری رہا، اسی لئے یہ ہر وقت اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے خائف رہتے ہیں۔ اور انہیں بارگاہِ رب العزت سے جو حکم بھی ملتا ہے اُسے بلا تاخیر اور بلا چون وچرا فوراً بجالاتے ہیں اور دن رات اللہ کی تسبیح وعبادت میں لگے رہتے ہیں، فرشتوں کے بعد جو دوسری مستقل مخلوق پیدا کی گئی وہ "جن" ہیں اور ان کی تخلیق آگ سے ہوئی جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے گو فرشتوں کی طرح جنات بھی ہم کو عام انسانی آبادی کی طرح نظر نہیں آتے لیکن قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جو تصریحات اس مخلوق کے متعلق موجود ہیں اس بناء پر ہمارا اعتقاد ویقین ہونا چاہیے کہ جنات بھی انسان کی طرح مستقل مخلوق ہیں، اور یہ بھی شریعت کے مکلف ہیں اور ان میں بھی موت وپیدائش کا سلسلہ ہے اور ان میں بھی نیک وبد، کافر ومسلم ہیں۔ چونکہ ان کی خلقت آگ سے ہے اس لئے ان کی طبیعت میں بڑی تیزی پائی جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے جنات زمین میں آباد تھے اور آسمان پر بھی آتے جاتے تھے جب جنات نے آپس میں زمین پر فتنہ وفساد اور خونریزی پھیلائی تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ جنات کو زمین کے اوپر سے دُور کیا جائے تا کہ زمین اُن کی آلودگی سے پاک ہو جائے چنانچہ فرشتوں نے زمین پر آکر بہت سے جنات کو قتل کیا اور بہتوں کو پہاڑوں اور جزیروں اور سمندر میں دھکیل دیا۔ انہیں جنات میں سے ایک ابلیس بھی تھا جس کا نام عزازیل تھا اور یہ بڑا عالم فاضل اور عبادت گزار تھا۔

شیطان کا کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس کا تخت سمندر میں ہے وہ روزانہ اپنے لشکر کی ٹکڑیاں بھیجتا رہتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کریں جو جتنا زیادہ لوگوں میں فتنہ پھیلاتا ہے اتنا ہی زیادہ ابلیس کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔(مسند احمد)

دُعاء کیجئے! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے، شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یا اللہ! ہم نے استعاذہ پڑھ کر آپ کے مقدس کلام کی تعلیم کا آغاز کیا ہے، آپ ہمیں کامیابی عطا فرمائیں صحیح اور نفع مند علم عطا فرمائیں اور مقبول عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں﴾

بِسْمِ اللّٰہِ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ب کا معنی ساتھ اور اسم کا معنی، نام۔ یہاں ایک فعل محذوف ہے اشرع جس کا معنی ہے میں شروع کرتا ہوں۔

الرحمن: بڑا مہربان، یہ اسم مبالغہ ہے، یعنی اس کے معنی میں زیادتی کا مفہوم بھی ساتھ ہوتا ہے اور الرحیم بھی اسی طرح ہے۔

بسم اللہ پڑھنے کی حکمت اور اہمیت

تلاوتِ قرآن ہو یا اور کوئی نیکی کا عمل اعوذ باللہ پڑھ کر محض شیطانی وساوس اور اس کے رخنے اور رکاوٹ سے پناہ مانگنا کافی نہیں ہے جب تک کہ حق تعالیٰ کی رحمت وشفقت اور اس کی توفیق بھی شامل حال نہ ہو اسی غرض وغایت کیلئے تلاوتِ قرآن سے پہلے اور استعاذہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کی اہمیت اور اس کی تاثیر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر اہم کام جو اللہ تعالیٰ کے نام سے یعنی بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے۔

دورِ جاہلیت کے طریقہ کا خاتمہ:

ایام جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے عربوں کی عادت تھی کہ وہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے اس رسمِ جاہلیت کو اس طرح مٹایا گیا کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس میں وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہوا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ آپ پڑھیے اپنے پروردگار کے نام کیساتھ جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں پارہ کی سورۂ نمل کی آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے نزول سے پہلے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِکَ اللّٰھُمَّ پڑھا کرتے تھے یا لکھوایا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن کی آیت بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا نازل ہوئی تو بِسْمِ اللّٰھُمَّ لکھوانا شروع کیا پھر جب آیت قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ نازل ہوئی تو رَحْمٰن کا اضافہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لکھوانے لگے اس کے بعد جب سورۂ نمل کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آپ نے پوری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے اور پڑھنے کا حکم دیا۔

ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو

دین یا دُنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا اور اس سے آغاز کرنا ضروری ہے تاکہ ہمارا ہر کام خیر وبرکت کے ساتھ پورا ہو جائے چنانچہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، اسی طرح کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اُترنے اور بیت الخلاء میں جانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

پورے قرآن کا خلاصہ بسم اللہ میں ہے

امام المفسرین امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے علوم پر اس طرح حاوی اور جامع ہے کہ گویا وہ تمام کتبِ سماویہ کا نچوڑ وخلاصہ ہے اور کل قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ

میں ہے یعنی جتنے مضامین قرآن کریم میں تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ان سب کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں موجود ہے اور اس سے بھی زیادہ کمال اعجازیہ ہے کہ پوری بِسْمِ اللّٰهِ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ کے ابتدائی حرف یعنی ''ب'' میں موجود ہے اور وہ اس طرح کہ مفسرین کے ایک قول کے مطابق اس ''با'' کے معنی ہیں ملانا، قریب کرنا اور غور کیا جائے تو تمام قرآن کریم کا منشا اور غرض وغایت ایک ہی ہے اور وہ بھٹکے ہوئے اور گمراہ انسانوں کو اللہ سے ملانا اور انسانوں کو خدا سے قریب کرنا اور یہی حرف ''ب'' کے معنی ہیں یعنی ملانا۔

اللہ رحمٰن اور رحیم

اللہ اس ذات واجب الوجود کا نام ہے جو یکتا اور بے مثال ہے اور تمام صفات کمال کا جامع ہے اور ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ومنزہ ہے اور جو سب کا خالق اور رازق ہے، یہ نام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا اور سب سے جامع نام ہے یہ نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا حضرات صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ نے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی لفظ اللہ کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔

رحمٰن: یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا مرتبہ اسم اللہ کے بعد تمام اسمائے حسنیٰ میں بلند معلوم ہوتا ہے اور یہ لفظ رحمٰن بھی اللہ جل شانہٗ کی ذاتِ عالی کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں۔ اگر عبد الرحمٰن جیسا مبارک نام رکھا جائے تو ہمیشہ پورا نام لیا جائے یعنی عبد الرحمٰن اور کبھی کسی حال میں تخفیف سے کام لے کر صرف رحمٰن کہہ کر نہ پکارا جائے اسی طرح رحمٰن اینڈ کو یا رحمٰن برادرز یا رحمٰن اینڈ سنز لکھنا، کہنا، سننا سب گناہ ہے۔

لفظ رحمٰن جو رحمت سے بنا ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہوئے ایسی رحمت کرنیوالا کہ کوئی اس جیسی رحمت نہ کر سکے بعض علماء نے صفت رحمٰن کا تعلق دُنیا اور اس کی ہر شے اور سب یعنی مؤمن و کافر ہر کسی کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہونا اور صفتِ رحیم کا (جس کا ذکر آگے آتا ہے) تعلق آخرت سے ہونا بیان کیا ہے تو یہاں ''بسم اللہ'' میں اسم رحمٰن کا ذکر فرما کر یاد دلایا گیا کہ رحمٰن ہی وہ شفیق و مہربان ذات ہے کہ جو ہمارے تمام کاموں کی تکمیل میں اپنی رحمت سے مدد فرمانے والی ہے اور جس کی رحمت ہی سے ہمارا کام یا عمل خاطر خواہ طریقہ سے انجام پا سکتا ہے۔

رحیم: یہ لفظ بھی لفظ رحمٰن کی طرح رحمت سے بنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے اور اس کے معنیٰ بھی صاحبِ رحمت اور مہربان کے ہیں مگر لفظ رحمٰن اور رحیم میں ایک خاص فرق ہے کہ لفظ رحمٰن صرف اللہ تعالیٰ کیلئے بولا جا سکتا ہے اور لفظ رحیم انسان کیلئے بھی بولا جا سکتا ہے چنانچہ خود قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

رحمٰن کے بعد رحیم لانے کی حکمت

کسی عمل کی تکمیل یا کسی کام کی غرض وغایت اس کا صحیح نتیجہ اور ثمرہ میسر ہونے میں ہے جیسے کہ مکان کی تعمیر کہ اس کی غرض و غایت جبھی پوری ہوتی ہے کہ جب تکمیل کے بعد اس میں سکونت اور رہائش بھی نصیب ہو ورنہ شداد کی جنت کی طرح اگر تکمیل کے بعد داخلہ اور قدم رکھنا میسر نہ آئے تو وہ کام اب بھی نا تمام اور نامکمل ہے اس لئے صحیح نتائج اور اچھے ثمرات کے حصول کیلئے اللہ کی صفت رحیمی کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ضروری ہے تاکہ عمل اپنے مقصد اور منشاء کے لحاظ سے پورا اور مکمل ہو جائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کا مطلب:

تلاوت کرنے والا تلاوت کے آغاز میں یا کسی اور نیک کام کی ابتداء میں جب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو گویا وہ اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہے کہ اے ربّ قدوس جس کام کا میں آغاز کر رہا ہوں اس کے ابتدائی اسباب اور سامان کا خالق بھی تو ہی ہے اور اسباب و سامان کو استعمال کرنے کی توفیق دینے والا بھی تو ہی ہے اور میرے اس کام پر اجر وثواب اور اچھے اور صحیح نتائج کا پیدا کرنا بھی تیرے ہی اختیار میں ہے، پس میرا یہ کام اللہ کی مدد اور رحمٰن کی توفیق و استعانت اور رحیم کی مشفقانہ شفقت ہی کے بھروسہ پر ممکن ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ کا احترام:

سورۂ نمل پارہ ۱۹ میں جو اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آیا ہے وہ سورۃ کا جزو ہے اس لئے بسم اللہ کا احترام قرآن کریم کی آیت ہی کی طرح واجب ہے اس کا بے وضو لکھنا، چھونا اور ہاتھ لگانا جائز نہیں اور جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں اس کو بطور تلاوت پڑھنا بھی جائز نہیں ہاں کسی کام کے شروع میں جیسے کھانے پینے سے پہلے بطور دُعاء پڑھنا یہ ہر حال میں جائز ہے۔

جب قرآن شریف کی تلاوت کی جائے اس وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ دونوں پڑھنا مشروع ہیں درمیان تلاوت میں جب ایک سورۃ ختم ہو کر دوسری سورۃ شروع ہو تو صرف بسم اللہ پڑھی جائے، سوائے دسویں پارہ کی سورۃ براءت جس کو سورۂ توبہ بھی کہتے ہیں وہاں بِسْمِ اللّٰہِ نہ لکھی ہوئی ہے نہ پڑھنی چاہئے البتہ اگر سورہ براءت (سورۂ توبہ) ہی سے تلاوتِ قرآن کا آغاز ہو تو عام طریقہ کے موافق اس سورۂ براءت کے شروع میں بھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنی چاہئے۔

حاجت براری کا عمل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ جب ایک ہزار مرتبہ ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لئے دُعاء کرے پھر پڑھنا شروع کرے ایک ہزار کے بعد پھر اسی طرح دو رکعت پڑھے اور دُعاء مانگے غرض اسی طرح بارہ ہزار بار ختم کرے ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ (تفسیر عزیزی، اعمال قرآنی)

دُعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی اہمیت و عظمت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا اللہ! ہمارا ہر کام آپ کی توفیق سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی توفیق سے انجام کو پہنچتا ہے،

آپ ہمارے ہر کام میں برکت ڈال دیں اور ہر برائی سے ہمیں محفوظ رکھیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اٰیاتُھا ۷ (۱) سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۵) رُکُوْعُھَا ۱

سورۃ فاتحہ مکی ہے

سُوْرَۃ: اصول یہی ہے کہ کتاب کو قارئین کی آسانی کیلئے مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن کریم کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ہر حصہ کو سورۃ کہتے ہیں۔ سورۃ کا معنی ''بلندی'' بھی ہے۔ قرآنی سورتوں کی دو قسمیں ہیں مکی اور مدنی، مکی وہ ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور ہجرت کے بعد جو نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۷ آیات۔ ۲۵ کلمات اور ۱۲۶ احروف ہیں۔

سورۃ کے نام:

اس سورۃ کا مشہور نام سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ ہے فاتحہ کے معنی ہیں ابتدا کرنیوالی، شروع یا آغاز کرنیوالی اس سورۃ کے ۲۵ نام ذکر کئے ہیں۔

۱-فاتحۃ الکتاب ۲-فاتحۃ القرآن

۳- اُمُّ الکتاب ۴- اُمُّ القرآن

۵- القرآنُ العظیم ۶-السبع المثانی

۷-الوافیہ ۸-الکنز ۹-کافیۃ ۱۰- الاساس

خصوصیات وفضائل:

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ نماز اسی سے شروع کی جاتی ہے، اور ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو، واجب یا نفل اس سورۃ کی تلاوت کو واجب قرار دیا گیا ہے دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ جو مکمل طور پر نازل ہوئی یہی سورۃ ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سورۃ ایک حیثیت سے پورے قرآن شریف کا متن ہے اور سارا قرآنِ کریم اس کی شرح ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورۃ فاتحہ کی نظیر نہ توراۃ میں نازل ہوئی، نہ انجیل و زبور میں اور نہ خود قرآن کریم میں کوئی دوسری سورۃ اس کی مثل ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی سب سورتوں میں عظیم ترین سورۃ فاتحہ ہے۔

شانِ نزول

حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنگل میں جاتا تھا ایک آواز میرے کان میں آتی تھی کہ کوئی شخص کہتا ہے یَا مُحَمَّدُ اور میں دیکھتا تھا کہ ایک تخت سنہرہ آسمان و زمین میں معلق ہے اور اس پر ایک شخص نورانی بیٹھا ہوا ہے میں اس آواز سے خوف زدہ ہوتا تھا جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا تو ورقہ بن نوفل نے جو کہ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے اور توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے اس حال کو بیان کیا انہوں نے کہا کہ آئندہ جب آپ وہ آواز سنیں تو خوف نہ کریں اور کان لگا کر سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی آواز آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا لبیک یعنی میں حاضر ہوں تب اُس نے کہا میں جبرئیل ہوں اور آپ اس امت کے نبی ہیں پھر مجھ سے کہا کہ کہو اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور پھر دوسری بار کہا کہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پوری سورۃ تک۔

اگر چہ اس سورۃ سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں میں یہ سورۃ نازل بھی سب سے پہلے ہوئی ہے بلکہ سب سے پہلے جن آیتوں سے نزولِ وحی کا آغاز ہوا وہ تیسویں پارہ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ کی ابتدائی

پانچ آیات ہیں قرآن کریم کی ترتیب تلاوت اور ہے اور اُس کی ترتیب نزول اور ہے آیاتِ قرآنیہ کا نزول تو وقت و حالات کے مطابق تھا اور جمع و تلاوت کی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے۔

خلاصہ مضامین

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی تعلیم کیلئے نازل فرمائی کہ حق تعالیٰ سے اس طرح دُعاء کیا کریں۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث قدسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے صلوٰۃ (یعنی سورۃ فاتحہ) کو اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا (یعنی حمد و ثنا میرے لئے اور دُعاء و درخواست بندہ کیلئے) جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد بیان کی اور جب وہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نے میری خصوصی تعریف کی اور جب بندہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو اس نے طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا اسے ملے گا۔

نماز میں فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

اس سورۃ کا نماز میں پڑھا جانا تو ضروری ہے مگر ہر نمازی کیلئے نہیں بلکہ جو امام ہو یا منفرد ہو یعنی اپنی تنہا نماز پڑھتا ہو اس کے لئے نماز میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کیلئے امام کے پیچھے سننا اور خاموش رہنا فرض و لازم ہے مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا جائز نہیں، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

''یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو نہایت غور اور توجہ کے ساتھ امام کی قراءت کی طرف کان لگا کر سنو اور بالکل خاموش رہو، امید ہے کہ اگر تم نے امام کی قرأت کو سنا اور خاموش کھڑے رہے اور امام کے ساتھ قرآن میں کوئی جھگڑا نہ کیا تو تم پر رحم کیا جائے گا یعنی مقتدیوں سے رحمت الٰہی کا وعدہ سننے اور چپ رہنے کے ساتھ مشروط ہے ورنہ پھر یہ وعدہ نہیں اور یہ آیت بالاجماع قراءت خلف الامام کے بارہ میں نازل ہوئی جیسا کہ امام بیہقی اور زرقانی نے اس کی تصریح کی ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے کہ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام پڑھے تو خاموش رہو اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ: لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی سو امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ یہ حکم امام اور منفرد کا ہے۔ احادیث دو قسم کی ہیں ایک وہ قسم ہے کہ جس میں امام اور منفرد کے احکام وارد ہوئے ہیں ان میں یہ آیا ہے کہ نماز میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور دوسری قسم احادیث کی وہ ہے کہ جس میں مقتدی کے احکام آئے ہیں ان تمام احادیث میں صرف یہی حکم آیا ہے کہ اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کہ جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔ امام کے احکام الگ ہیں اور مقتدی کے احکام الگ اپنی اپنی جگہ دونوں ٹھیک ہیں امام پڑھے اور مقتدی خاموش رہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کے معانی و مطالب صحیح سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اپنی مقدس کتاب سمجھنے کیلئے ہمارے سینے کھول دے۔ اس کے بیان کے لئے ہماری زبانوں کی گرہ کھول دیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ	مٰلِكِ	يَوْمِ	الدِّيْنِ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	رب	تمام جہان	جو بہت مہربان	رحم کرنیوالا	مالک	دن	بدلہ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے

آغازِ دُعاء اور اسکے آداب:

اَلْحَمْدُ: اس کا معنی ہے ثناء کرنا، تعریف کرنا، اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور تعریف کو حمد کہتے ہیں۔ مدح کا معنی ہے کسی کی صفات پر اس کی تعریف کرنا، خواہ اس کو وہ صفات اختیاری ہوں یا غیر اختیاری۔ جیسے زید کی تعریف کی جائے اس کی سخاوت پر اور اس کے حُسنِ صورت پر۔ سخاوت اس کا اختیاری فعل ہے اور حسن غیر اختیاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے شکر کا معنی ہے کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کرنا۔ لہٰذا حمد مدح کے مقابلہ میں خاص ہے کیونکہ حمد صرف صفاتِ اختیاریہ پر ہوتی ہے غیر اختیاریہ پر نہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و کمالات اختیاری ہیں حمد شکر کے مقابلہ میں عام ہے کیونکہ خواہ احسان ہو یا نہ ہو پھر بھی حمد ہوتی ہے چنانچہ ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

بندہ کی طرف سے نیاز مندانہ درخواست پیش کرنے کا جو کامل اور مکمل طریقہ تعلیم فرمایا گیا اس کی تفصیلات سنیے

پہلے ارشاد فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ساری تعریفیں اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں یعنی ہر قسم کی تعریف و ثنا ابتداء سے انتہاء تک، ازل سے ابد تک جہاں کہیں، جب کبھی اور جس طور پر ہو یا ہو سکتی ہو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے اور ہر حمد و ثناء کی مستحق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے ہر خوبی بدرجہ کمال اس کے اندر موجود ہے اس جیسا علم، اس جیسی قدرت کسی کو نہیں وہی ہر حمد و ستائش کا مستحق ہے، خواہ وہ ستائش زبان سے ہو یا دِل سے ہو یا دماغ سے ہو یا عبادتِ جسمانی سے ہو یا اعضا و جوارح اور ارکان سے ہو بہر حال اُسی کو ہر حمد زیبا ہے۔

آگے اس بات کی دلیل میں کہ وہی ایک ذاتِ ربّ قدوس قابل حمد کیوں ہے۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا، یعنی وہ تمام جہانوں کے مُربی ہیں، رَبّ کے معنی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو درجہ بدرجہ تمام مصلحتوں کی رعایت کے ساتھ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کی حد کو پہنچ جائے، لفظ رب اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک مشہور اور نہایت اہم نام ہے اور لفظ اللہ اور رحمٰن کی طرح صرف ربّ قدوس کی ذات کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عالمین جمع ہے عالم کی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی کو عالم کہتے ہیں جس میں دُنیا کی تمام جنس مثلاً انسان، فرشتے، جنات، حیوانات، جمادات، نباتات، چاند، سورج، ستارے سب شامل ہیں۔ اس طرح رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی تمام جنسوں کی تربیت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم میں عالَمین کا مفرد لفظ عالَم کہیں استعمال نہیں ہوا۔

آگے دوسری آیت میں فرمایا الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "رَحْمٰن"

اور "رَحِیْم" یہ دونوں لفظ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں جن میں صفت رحمت کا ذکر کیا گیا اور یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں جن میں رحمتِ الٰہی کی وسعت وکثرت کا بیان ہے۔ علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ رحمٰن ورحیم دونوں رحمت سے بنے ہیں مگر معنی اور مفہوم کے لحاظ سے الگ الگ اور جُدا ہیں۔ رحمٰن میں شان کرم ورحم کا عموم ہے اس لئے رحمٰن کی رحمت کا محل کافر بھی ہے، مؤمن بھی، نیک بھی ہے بد بھی، صالح بھی فاسق بھی، اچھا بھی بُرا بھی، اسی لئے اس کی رحمت کا ظہور اِسی دُنیا میں ہو رہا ہے کہ رحمٰن سب کو رزق دے رہا ہے سب کو راحت کے سامان عطا فرمائے۔ نفع رسانی کے دروازے سب کے سب کھولے ہوئے ہیں اس کی ہوا، بارش، گرمی سردی، زمین وآسمان، چاند، سورج، دریا وسمندر، نباتات، جمادات حیوانات سے بلا تمیز ہر شخص فائدہ حاصل کرتا ہے اس طرح دارِ دنیا مؤمن، کافر سب کیلئے باعثِ رحمت ہے، کافر کیلئے دُنیا اس لئے بھی رحمت ہے کہ وہ اپنے کفر سے اس دنیا میں توبہ کرسکتا ہے اور اگر توبہ نہ بھی کرے تو فی الحال عذابِ جہنم سے بچا رہنا ہی بڑی رحمت ہے۔

آگے تیسری آیت میں فرمایا گیا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ جو مالک ہیں روز جزا کے، یہاں دین کے معنیٰ جزا اور بدلہ کے ہیں، یعنی ایک دن اور زمانہ مقرر ہے جس میں اچھے بُرے بدعمل ونیکوکار، ظالم ومظلوم، سب کو ان کے دُنیا میں کیئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور اس دن یعنی یوم جزا میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہو گی اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت تمام کائنات پر آج بھی ہے تو روز جزا میں ملکیت کی خصوصیت جو آیت مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں فرمائی گئی کیا ہے؟ علماء مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ دُنیا میں بھی اگرچہ حقیقی اور مکمل ملکیت تمام کائنات پر صرف ربِ قدوس پروردگار عالم ہی کی ہے لیکن اُس نے اپنے کرم اور حکمتِ بالغہ سے ایک قسم کی ناقص ملکیت انسان کو بھی دُنیا میں عطا فرمادی ہے۔

سورۂ فاتحہ کی ان تین ابتدائی آیات یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ کہہ کر بندہ اپنی عرضی ودرخواست جو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو گویا وہ اپنی عرضی اور درخواست ربّ قدوس اور آقائے حقیقی کے شاہانہ القاب وآداب سے شروع کرتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

یا اللہ! ہم آپ کے بندے ہیں ہم آپ کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں ہماری اس حمد وثناء کو قبول فرمایئے،

اے اللہ اس دُنیا میں آنے سے پہلے بھی اور آنے کے بعد بھی آپ نے ہم پر احسان وانعام فرمائے،

اے اللہ! اپنے کرم اور انعامات واحسانات کو ہمارے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد عالم قبر اور عالم برزخ میں بھی ہمارے شاملِ حال رکھیئے گا اور پھر عالم آخرت میں بھی اپنے خصوصی کرم ورحم سے ہم سب کو نوازیئے گا۔ اور اپنی رضا کے مقام یعنی جنت میں ہم سب کا دائمی ٹھکانہ بنایئے گا۔ آمین یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

إِيَّاكَ	نَعْبُدُ	وَ	إِيَّاكَ	نَسْتَعِيْنُ	اِهْدِنَا	الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِيْمَ
صرف تیری ہی	عبادت کرتے ہیں	اور	صرف تجھ ہی سے	ہم مدد چاہتے ہیں	ہمیں ہدایت دے	راستہ	سیدھا

ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے اعانت کی درخواست کرتے ہیں بتا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا

بندہ کی عاجزی کا اظہار

إِيَّاكَ نَعْبُدُ: نَعْبُدُ فعل ہے، اس میں نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ہے جو فاعل ہے۔ إِيَّاكَ، مفعول ہے اگرچہ فعل مفعول پر مقدم ہوتا ہے مگر یہاں تخصیص کا مفہوم حاصل کرنے کی غرض سے مفعول کو مقدم کیا گیا ہے جب کہا جائے نَعْبُدُكَ تو معنی ہوگا ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور جب کہا جائے إِيَّاكَ نَعْبُدُكَ تو معنی ہے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ إِيَّاكَ: إِيَّا اور كَ ضمیر مفعول سے مرکب ہے۔ إِيَّا کا کلمہ فقط تلفظ کے لئے ساتھ لگایا گیا ہے اس إِيَّاكَ کو دوبارہ لانے سے مقصود ان دو جملوں کے مفہوم کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے۔

اس آیت میں دو جملے ہیں پہلا جملہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ جس میں بندگی اور عبادت کو خاص ذاتِ باری کے ساتھ مخصوص اور محدود کر دیا گیا ہے گویا کہ بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کر رہے ہیں کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کرتے۔

کسی کی نہایت درجہ تعظیم کیلئے دل و جان سے انتہائی اور غایت درجہ کی عاجزی اپنے ارادہ سے اختیار کرنے کا نام عبادت ہے اور دین کی اصطلاح میں جناب شارع ﷺ کی فرمانبرداری کا نام عبادت ہے، قولاً اور عملاً، اوامر میں بھی نواہی میں بھی، اگر کوئی کام شریعتِ مطہرہ کے حکم کے بغیر کیا جائے اگرچہ وہ عبادت ہی کی شکل کا ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے، دیکھئے نماز عبادات میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر اوقات مکروہ میں یا غصب کی ہوئی زمین میں اس کا پڑھنا گناہ ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں بندہ کی طرف سے اپنی عبدیت اور غلامی کے تعارف کے سلسلہ میں دوسرا جملہ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے یہاں بھی إِيَّاكَ سے حق تعالیٰ کی ذاتِ گرامی مراد ہے تو ترجمہ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا یہ ہوا کہ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتے۔ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر گویا بندہ اللہ کے حضور میں یہ اظہار کرتا ہے کہ ہماری حیثیت ایک عاجز اور درماندہ غلام کی سی ہے، جس کا سب کچھ آقا ہی کے لئے ہے اور جس کا سر اطاعت ہر وقت آقا کیلئے جھکا ہوا ہے اور اطاعت و بندگی کا یہ کل سرمایہ بھی ہماری قوت اور کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ بھی آقا ہی کی دی ہوئی توفیق اور مدد کا صدقہ ہے الغرض جب بندہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کہہ کر اپنے مالک، خالق، رازق اور مربی کو خطاب کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہتا ہے کہ اے خدا ہم تیری ذات و صفات کا اقرار کر چکے اسلئے ہم تیری ہی عبادت، پرستش اور بندگی کرتے ہیں ہمارے ظاہری اعضاء باطنی قویٰ اور جان و مال سے جو پرستش ہو سکتی ہے وہ تیرے ہی لئے مخصوص ہے اس میں کوئی شریک نہیں ہم تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی تسبیح و تقدیس تحمید و تمجید کرتے ہیں، تیرے ہی احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے جانی و مالی قربانی اور زکوٰۃ و خیرات و صدقات دیتے ہیں جو اس تمام عبادت و بندگی کا سرچشمہ ہیں اور تیری ہی اعانت کے طالب ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے پورے دین اور کامل اطاعت کا حاصل یہی دو چیزیں ہیں جو کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مقامِ خوف:

شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ جو ایک مشہور بزرگ اور ولی اللہ گزرے

ہیں ایک روز مغرب کی نماز کی امامت کر رہے تھے جس وقت کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ زبان سے نکلا تو بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ اے شیخ کیا ہوا تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جس وقت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں نے کہا خوف میرے دل پر غالب ہوا کہ کہیں میں اپنے اس کہنے میں جھوٹا نہ قرار دیا جاؤں۔ اسی واسطے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنے دل میں نادم اور شرمندہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر مرتبہ نماز میں اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہو کر اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر جھوٹ تو نہیں بول رہا۔ (تفسیر فتح العزیز)

غیر اللہ سے مدد مانگنے کی ممنوع صورتیں

وہ مخصوص استعانت وامداد جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور غیر اللہ کے لئے شرک ہے کون سی ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی اور انسان کو خدا تعالیٰ کی طرح قادر مطلق اور مختار مطلق سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے، یہ تو ایسا کھلا ہوا کفر ہے کہ عام مشرکین بت پرست بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں، اپنے بتوں، دیوتاؤں کو بالکل خدا تعالیٰ کی مثل قادر مطلق اور مختار مطلق یہ کفار بھی نہیں کہتے۔

دوسری قسم وہ ہے جس کو کفار اختیار کرتے ہیں اور قرآن اور اسلام اس کو باطل و شرک قرار دیتا ہے، اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں یہی مراد ہے کہ ایسی استعانت وامداد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے وہ یہ ہے کہ اللہ کی کسی مخلوق فرشتے یا پیغمبر یا ولی یا کسی دیوتا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اگرچہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کامل اختیارات اسی کے ہیں، لیکن اس نے اپنی قدرت واختیار کا کچھ حصہ فلاں شخص کو سونپ دیا ہے اور اس دائرے میں وہ خود مختار ہے یہی وہ استعانت واستمداد ہے جو مؤمن وکافر میں فرق اور اسلام وکفر میں امتیاز کرتی ہے، قرآن شریف اس کو شرک وحرام قرار دیتا ہے، بت پرست مشرکین اس کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔

ہدایت کے معنیٰ اور درجات:...... ہدایت کے معنیٰ ہیں کسی شخص کو منزلِ مقصود کی طرف مہربانی اور خیر خواہی کے ساتھ رہنمائی کرنا ہدایت کے مختلف درجات اور مختلف قسمیں ہیں: پہلی قسم ہدایت عامہ یا الہامی ہدایت ہے یعنی کوئی بات یا امر بطور القا کے دِل میں ڈال دی جائے یا اس کی فطرت میں داخل کر دی جائے، ہدایتِ خداوندی کا یہ درجہ اور قسم تمام مخلوقات کو شامل ہے۔ دوسری قسم یا دوسرا درجہ ہدایت کا مخصوص ہے انسان اور جنات کے ساتھ جن کو جوہر عقل عطا فرمایا گیا ہے اور یہ ہدایت انبیاء، اولیاء، علماء، صلحاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہر انسان کو پہنچتی ہے۔ تیسری قسم یا ہدایت کا تیسرا درجہ وہ ہے جو صرف مؤمنین ومتقین کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ فائض ہوتی ہے اور اسی ہدایت کا دوسرا نام توفیق الٰہی ہے۔

اب صراط مستقیم کو بھی جاننا چاہئے کہ اس سے کیا مراد ہے جس کی ہدایت اور جس پر ثبات واستقامت کی بندہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں دُعاء کرتا ہے۔ صراط کے معنیٰ ہیں راستہ کے مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ صراط اُس راستہ کو کہتے ہیں جس میں پانچ خصوصیات ہوں:

۱- وسیع وکشادہ ہو۔ ۲- مستقیم یعنی سیدھا ہو۔

۳- سب سے زیادہ نزدیک وقریبی ہو۔

۴- منزل مقصود پر پہنچانے والا ہو۔

۵- منزلِ مقصود کیلئے اس واحد راستہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ مستقیم کے معنیٰ توسط اور اعتدال کے ہیں جو افراط وتفریط کے درمیان ہو۔ یہاں آیت میں صراط مستقیم سے مراد دین حق ہے۔

الغرض اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ وہ جامع اور اہم ترین دُعاء ہے جو بندوں کو تعلیم فرمائی گئی کہ جس دُعاء سے نوع انسانی کا کوئی فرد بے نیاز نہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آپ کی عبادت وبندگی آپ ہی کی توفیق سے ممکن ہے۔ اے اللہ! اپنی ہدایت سے ہم کو نواز دے۔ اپنی کامل عبدیت اور غلامی ہم کو نصیب فرما اور صراط مستقیم پر چلنا اور اس پر ہمیشہ قائم رہنا مقدر فرما۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۟

صِرَاطَ	الَّذِيْنَ	اَنْعَمْتَ	عَلَيْهِمْ	غَيْرِ	الْمَغْضُوْبِ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	الضَّآلِّيْنَ
راستہ	اُن لوگوں کا	تونے انعام کیا	اُن پر	نہ	غضب کیا گیا	ان پر	اور نہ	جو گمراہ ہوئے
راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ اُن لوگوں کا جو گمراہ ہوگئے								

اَلَّذِيْنَ: یہ اسم موصول ہے جمع کیلئے آتا ہے اس کا معنی ہے جو لوگ، وہ جو، اسم موصول ہمیشہ اپنے بعد والے جملہ سے مل کر اپنے پچھلے جملہ کا حصہ بنتا ہے۔ **اَنْعَمْتَ**: تو نے انعام کیا، یہ لفظ انعام سے بنا ہے اور انعام کا معنی ہے وہ کیفیت جسے انسان لذیذ پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان چیزوں میں ہونے لگا جو لذت کا سبب بنتی ہیں۔

سیدھے راستہ کی نشانی اور انعام یافتہ لوگ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۟ میں جب بندہ نے صراط مستقیم پر چلنے اور قائم رہنے کی دُعاء کی تو اب آگے اس صراط مستقیم کی نشانی اور پہچان بتلائی گئی تا کہ صراط مستقیم کا تعین ہو سکے محض انسانی عقل سے صراط مستقیم کا پتہ چلانا مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لئے حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے صراط مستقیم کی علامت اور نشانی بتلا کر معین کر دیا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ یعنی اُن لوگوں کا جن پر آپ نے انعام کیا ہے۔

اب یہاں آیت میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ سے کون لوگ اور کون سے انعامات مراد ہیں، کیونکہ ویسے تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار اور ان گنت انعامات تمام انسانوں پر ہیں، خواہ مؤمن ہوں یا کافر، مطیع ہوں یا نافرمان۔ حتیٰ کہ اللہ کے باغی اور سرکش بھی دُنیاوی نعمتوں سے محروم نہیں، پھر نعمتیں کچھ دُنیاوی ہیں کچھ اُخروی، کچھ جسمانی ہیں کچھ رُوحانی، کچھ ظاہری ہیں کچھ باطنی تو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ میں یہاں وہ نعمتیں مراد ہیں جن کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا جیسے ایمان عمل صالح، توفیق الٰہی، تائید غیبی، نصرتِ خداوندی، تقویٰ و پرہیزگاری وغیرہ وغیرہ اور جن پر اللہ کے انعامات ہوئے اور ان نعمتوں سے سرفراز فرمائے گئے ان کی نشان دہی خود قرآن کریم میں پانچویں پارہ سورۂ نساء میں فرمائی گئی جہاں ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یعنی وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں،

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہی مذکورہ بالا چار گروہ "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ" کے مصداق ہیں، یا یوں کہیئے کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے یہ چار درجات ہیں جن میں سب سے اعلیٰ اور افضل انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے چن لیا اور جن کے پاس وحی الٰہی آئی اور جن کی تعلیم میں کسی غلطی کا امکان نہیں اور جو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہوئے۔

انبیاء کے بعد دوسرے درجہ پر صدیقین ہیں جو اپنے نبی کی اُمت میں سب سے زیادہ رتبہ کے لوگ ہوتے ہیں، صدیقین کے بعد شہداء ہیں جنہوں نے دین و ایمان کی محبت میں اپنی جان تک قربان کر دی اُن کے بعد صالحین ہیں جو احکام خداوندی کی ہر ممکن طریقہ سے پیروی کرتے ہیں اور جو اپنے نبی کی شریعت کے پورے متبع ہوتے ہیں تو اس مذکورہ بالا آیات سے صراط مستقیم کو اس طرح متعین کیا گیا کہ ان چار طبقوں کے حضرات جس راستہ پر چلے وہی صراط مستقیم ہے۔

اللہ کے غضب میں آنے والے:

صراط مستقیم کے مزید تعین کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ ان لوگوں کی بھی نشاندہی کر دی جائے جو صراط مستقیم سے ہٹ کر نامقبول، ناپسندیدہ اور باغیوں اور سرکشوں کے گروہ میں شامل ہوگئے تو فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۟

مَغْضُوْبِ: غضب سے ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور عذاب نازل ہوا، جنہوں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی اس کے نبیوں کو جھٹلایا اور حق کو مٹانے کی کوشش کی اور جو اپنے اعمال و افعال کی وجہ سے اللہ کے غضب اور غصہ کا نشانہ بنے۔

ضَآلِّيْنَ جس کے معنی گمراہ کے ہیں اور اس سے مراد ایسے لوگ

ہیں جو غلط راہ پر پڑ گئے، عام طور سے مفسرین نے لکھا ہے اور قرآن کی دوسری آیات واحادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد یہود ہیں اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ سے مراد نصاریٰ ہیں مگر محققین علماء نے لکھا ہے کہ آیت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں مراد یہود و نصاریٰ تک محدود کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ **مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ** میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو دین کے احکام کو جاننے پہچاننے کے باوجود شرارت اور نفسانی اغراض کیوجہ سے ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں احکامِ الٰہیہ کی تعمیل میں کوتاہی یعنی تفریط کرتے ہیں، جیسے عام طور پر یہود کا حال تھا کہ دُنیا کے ذلیل مفاد کی خاطر دین کو قربان کرتے اور انبیاء کی توہین کرتے۔ ضَآلِّیْن سے مراد وہ لوگ ہیں جو ناواقفیت اور جہالت کے سبب دین کے معاملہ میں غلط راستہ پر پڑ گئے اور دین کی مقررہ حدود سے نکل کر افراط اور غلو میں مبتلا ہو گئے جیسے نصاریٰ کہ نبی کی تعظیم میں اتنے بڑھے کہ خدائی درجہ تک پہنچا دیا، الغرض غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں بندہ اپنے خدا سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! ہم وہ راستہ نہیں چاہتے جو اغراض نفسانی کے تابع بدعمل اور دین میں افراط کرنیوالوں کا ہے اور نہ وہ راستہ چاہتے ہیں جو جاہل گمراہ اور دین میں غلو کرنے والوں کا ہے۔

سورۃ فاتحہ کا خلاصہ

سورۃ فاتحہ اپنے مفہوم اور انداز بیان کے اعتبار سے بارگاہِ الٰہی میں بندہ کی ایک درخواست ہے جس میں پہلے بندہ اپنے آقا کے القاب وآداب یعنی حمد وثناء بیان کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنا نیازمندانہ بندگی اور عبدیت کا تعارف پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنا دلی مقصد اور مُدعا عرض کرتا ہے اس کے بعد اطاعت شعار اور خاصانِ خدا کے ساتھ اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کر کے ان کے ساتھ اپنی وابستگی اور نامقبول ونا پسندیدہ اور لوگوں کے ساتھ اپنی بیزاری اور ان سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہے۔

آمین کہنا: اس سورۃ کے ختم پر آمین کہنا مسنون ہے، آمین کے معنی ہیں "اے اللہ ایسا ہی کر، اے اللہ تو قبول فرما" پس سورۃ فاتحہ کے خاتمہ پر آمین کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے وہی کر دے یعنی ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما، اور اہلِ انعام کے راستہ پر چلا اور اہلِ غضب اور اہلِ ضلال کے راستہ سے الگ رکھ، لفظ آمین کے بارہ میں تمام مفسرین اور علمائے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لفظ نہ جزو قرآن ہے اور نہ جزو سورۃ فاتحہ ہے اسی لئے قرآن شریف میں اس سورۃ فاتحہ کے بعد آمین لکھی نہیں جاتی بلکہ جس طرح تمام دعاؤں کے بعد آمین کہنا مسنون ہے اور اجابتِ دُعاء کے لحاظ سے ضروری ہے اسی طرح سورۃ فاتحہ کے بعد بھی مسنون ہے اختلاف صرف اس میں ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا بہتر ہے یا آواز سے، جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے کہ آہستہ کہنا بہتر ہے اور یہی مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے۔

ہر حاجت کیلئے اسم اعظم

سورۃ فاتحہ ہر مطلب کیلئے اسم اعظم ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ فجر کی سنت اور نماز فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ چالیس روز تک اس طرح پڑھے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی میم کو اَلْحَمْدُ کے لام کے ساتھ ملائیں (یعنی اس طرح پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تاختم) جو مطلب ہو حاصل ہوگا، اور اگر شفا مریض کی یا تندرست ہو جانا جادو کیے ہوئے کا منظور ہو پانی پر دم کر کے اس مریض کو پلا دیں (یعنی وہی ۴۱ مرتبہ روزانہ فجر کی سنت وفرض کے درمیان بطریق مذکور بالا پڑھ کر ۴۰ یوم پانی پر دم کر کے پلائیں) اور لکھنا اس سورت کا چینی کی پلیٹ یا پیالہ پر گلاب، مشک اور زعفران سے، اور دھو کر چالیس روز تک پلانا بیماریوں کے لئے مجرب ہے، اور درد سر اور پیٹ کے درد اور دوسرے دردوں کے اوپر پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

آخر شب میں ۴۱ بار سورۃ فاتحہ پڑھنے سے بے مشقت روزی ملتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ اس سورۃ فاتحہ کے انوار وبرکات سے ہم سب کو نوازیں اور اس سورت کے ذریعہ ہماری درخواست و دُعاؤں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشیں، یا اللہ ہمیں اپنے مقبولین یعنی انبیاء صدیقین، شہداء صالحین کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرما، اور گمراہ، باغی اور نافرمانوں کے راستہ سے ہم کو بچا کر اُن سے علیحدہ رکھنا اور صراطِ مستقیم کی ہم کو ہدایت نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اٰيَاتُهَا ۲۸۶	(۲) سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸۷)	رُكُوْعَاتُهَا ۴۰

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ

جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتانیوالی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالوں کو

الٓمّٓ	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ
الف لام میم	یہ	کتاب	نہیں شک	اس میں	ہدایت	پرہیزگاروں کیلئے

ذٰلِكَ: اسم اشارہ ہے، اس سے دور کی ایک چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہاں قریب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ **الْكِتٰبُ:** اسم ہے، اس سے مراد قرآن ہے۔ **لَا:** حرف نفی ہے اور یہاں پوری جنس کی نفی کیلئے ہے۔ **رَيْبَ:** مصدر ہے اس کا معنی ہے وہ شک جس کی حقیقت بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو جائے۔ **فِيْهِ:** اس میں فِیْ حرف ہے بمعنی میں اور ہٖ ضمیر ہے بمعنی وہ، اس۔ **هُدًى:** مصدر ہے اس کا معنی ہے لطف و کرم کے ساتھ راہنمائی کرنا۔ **لِلْمُتَّقِيْنَ:** ڈرنے والوں کیلئے، اس پر لام حرف ہے بمعنی کیلئے اور متقین کا معنی ڈرنے والے، تقوی والے، یہ اسم فاعل ہے۔

اس سورۃ کا نام بقرہ رکھنے کی وجہ

بَقَرَةٌ کے معنی گائے یا بیل کے ہیں، چونکہ اس سورۃ کے آٹھویں رکوع میں بنی اسرائیل کے زمانہ کے ایک واقعہ کا مفصل ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے بطور علامت سورۃ کا نام بقرہ مقرر ہوا۔

خصوصیات وفضائل اور شانِ نزول

یہ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے اور بہت سے احکام پر مشتمل ہے صحیح احادیث میں سورۂ بقرہ کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہے، ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا اعلیٰ اور برتر حصہ سورۂ بقرہ ہے، یوں تو قرآن کریم کی ساری سورتیں کلام اللہ ہونے کے لحاظ سے برابر ویکساں ہیں، البتہ مضامین کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے، سورۂ بقرہ میں چونکہ تمام بنیادی عقائد مثلاً توحید، رسالت، آخرت، جزا وسزا وغیرہ اور مرکزی اعمال مثل جہاد، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور بعض اہم معاملات مثل نکاح، طلاق، عدت، قصاص، وصیت، رہن، قرض، سود وغیرہ تفصیل سے مذکور ہیں اس لئے اسے اس لحاظ سے باقی سورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ بقرہ کو پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت وبدنصیبی ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے، ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سورۂ بقرہ کو تفسیر کے ساتھ پڑھا اور اس کا علم حاصل کیا تو اس کی تعلیم میں بارہ سال خرچ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سورۃ آٹھ سال میں پڑھی۔

مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد سب سے پہلے اس سورت کا نزول شروع ہوا اور مختلف اوقات میں مختلف آیتیں نازل ہوتی رہیں۔

یہود کا ایک پیشوا مالک بن صیف مسلمانوں کے دلوں میں بہت زیادہ شکوک ڈالا کرتا تھا اور کہتا کہ یہ کتاب وہ نہیں ہے جس کی خبر گزشتہ آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے اُس کے شک کو رفع کیا پھر چار آیات مسلمانوں کی مدح اور صفات میں اور دو آیات کافروں کی مذمت میں اور تیرہ آیات منافقوں کے احوال میں نازل فرمائیں۔

موجودہ ترتیب قرآن کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی دوسری

سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۹۱ ہے یعنی نوے سورتیں اس سے قبل مکہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۳ سورتیں اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئیں اس سورۃ میں ۲۸۶ آیات ۴۰ رکوعات، ۶۲۱۲ کلمات اور ۲۶۷۹۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

پچھلی سورۃ سے ربط

سورۂ فاتحہ میں اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے راہِ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی، سورۂ بقرہ کی ابتداء میں اس کی منظوری آ گئی کہ لو یہ کتاب سرچشمہ ہدایت ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور پھر سورۂ بقرہ میں ہدایت کا جامع و مکمل پروگرام بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ان تمام مضامین کی تشریح ہے جو سورۂ فاتحہ میں بیان کئے گئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، رحمت، آخرت، عبادت و استعانت، صراط مستقیم اور یہودیوں وعیسائیوں کی مغضوبیت۔

حروف مقطعات

اس سورۂ بقرہ کی ابتدا الٓمّٓ سے ہوئی ہے اس قسم کے حروف جو قرآن مجید کی ۲۹ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں کیونکہ ان میں کا ہر حرف جدا جدا پڑھا جاتا ہے۔

الٓمّٓ (وغیرہ) حروف تہجی بعض سورتوں کے شروع میں اللہ پاک اور اُس کے پیارے برگزیدہ رسول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس قسم کے اسرار اور رموز ہیں جن کے یقینی معنی کسی تیسرے کو معلوم نہیں ہیں اگر چہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ الف سے اللہ لام سے جبریل علیہ السلام اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، یعنی یہ قرآن اللہ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے یا تینوں حرف تین کلموں کے مخفف حروف ہیں یعنی انا اللہ اعلم (میں معبود ہوں سب سے زیادہ جاننے والا) وغیرہ لیکن معتبر قول یہی ہے کہ ان حروف مقطعات کے معنی معلوم کرنیکی کوشش ناجائز اور عبث ہے۔ عموماً ان حروف کے بعد کلام پاک کی عظمت وعزت کا ذکر ہے جس سے یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حروف اس لئے لائے گئے ہیں کہ لوگ اس کے مقابلے سے عاجز ہیں واللہ اعلم۔

ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے مطلب نہ بتلانے سے ضروریاتِ دین میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اس لئے آپ نے کچھ صراحت نہیں فرمائی۔

الغرض ان حروف کے متعلق یہی عقیدہ رکھے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور جس طرح آئے ہیں ان کی تلاوت کرنا چاہئے اور ان کے معنی کی تفتیش میں نہ پڑنا چاہئے واللہ اعلم بحقیقتہ۔

لاریب کتاب

اب سورۃ کی ابتدائی آیت ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ کی تفسیر سنیے۔ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہے "یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں، راہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔"

کسی زمانہ میں یہود اپنی کتابوں کی بشارت و پیشینگوئی کے مطابق مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہو گئے تھے نبی آخرالزماں کے انتظار میں، یہاں انہی کو خطاب ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جن کی خبر گزشتہ انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں، پھر یہود مدینہ میں سے مالک بن صیف یہودی مسلمانوں کے دِل میں شک ڈالتا تھا کہ یہ وہ کتاب نہیں، کہ جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ علمائے یہود جو حقیقت میں اپنی کتابوں کے سچے عالم تھے وہ قرآن کو سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور جو بغض وعناد اور دُنیا کے لالچ میں گرفتار تھے وہ اس سعادت سے محروم رہے تو یہاں قرآن کریم کے متعلق بتایا گیا کہ اس کی حقانیت میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، یہ خصوصیت قرآنِ کریم ہی کی ہے کہ اس کے تمام مضامین عقلِ سلیم

کے مطابق اور سب کے سب یقینی ہیں۔اب ظاہر ہے کہ جس کتاب کے مضامین اور مطالب اس درجہ قطعی اور یقینی ہوں کہ اس میں کہیں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو تو اس کتاب کے کتاب الٰہی ہونے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے جو شخص بھی خواہشات نفسانی اور اتباع شیطانی کا خیال ترک کر کے خالص دل سے طالب حق بن کر اس کلام میں غور کرے گا اور جذبات صادقہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ ضرور سمجھ لے گا کہ اس کتاب کے حق اور الہامی اور منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، یوں اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے کوئی شبہات و اعتراضات کرے تو یہ سمجھنے والے کی خود اپنی کم فہمی ہے اور اس کے باوجود یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کتاب میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

لاریب کتاب سے نفع اندوز ہونے کی شرط

آگے اس کتاب کی ایک صفت بتائی گئی ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ متقی اس کو کہتے ہیں جس میں تقویٰ ہو، بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ میں تقویٰ کے لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی ڈرنا، بچنا، خوف کھانا، اس طرح هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ کے معنیٰ ہوئے کہ یہ کتاب خدا سے ڈرنے والوں کیلئے مشعلِ ہدایت ہے یعنی اس قانون عام اور ہدایت تام سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں خوف خدا موجود ہو۔

اس کی دُنیاوی مثال بالکل یوں سمجھئے کہ ایک شخص جو حاکم یا بادشاہ سے نہیں ڈرتا وہ حاکم کے حکم اور قانون کا کیا احترام کرے گا اور وہ قانون اس کے لئے کیا مفید ہوگا بس ایسے مجرم کی آنکھ تو جبھی کھلتی ہے جب وہ پکڑا جاتا ہے اور جیل کی کوٹھری میں بند رکھا جاتا ہے بعض مفسرین نے تقویٰ کے اصطلاحی اور شریعت میں عرفی معنیٰ لیتے ہوئے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ کی تشریح اس طرح کی ہے کہ اصطلاح میں تقویٰ نفس کو ان چیزوں سے بچانے کو کہتے ہیں جو آخرت کے لحاظ سے ضرر رساں ہوں، اب یہ چیزیں خواہ از قسم عقائد ہوں یا اعمال وافعال واقوال واحوال ہوں، اب چونکہ ضرر کے درجات مختلف ہیں اسی لحاظ سے تقویٰ کے درجات بھی مختلف ہیں۔

پہلا اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کفر وشرک سے بچ کر اسلام میں داخل ہو اور اس عذاب دائمی سے اپنے کو بچالے۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ فرماتے ہیں متقی وہ قوم ہے جو شرک وبُت پرستی سے بچتی ہے اور خالص خدا ہی کی عبادت کرتی ہے۔

دوسرا وہ درمیانی درجہ یہ ہے کہ ہر طرح کے گناہ اور معصیت سے بچنا خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور خواہ ظاہری ہو یا باطنی، حضرت عمر ﷺ نے حضرت اُبی بن کعب ﷺ سے تقویٰ کے متعلق دریافت کیا تو یہ جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کبھی کانٹوں سے بھرے ہوئے راستہ پر بھی گزرے ہیں، فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت اُبی بن کعب ﷺ نے دریافت کیا کہ پھر آپ نے اس وقت کیا کیا؟ فرمایا کہ میں نے دامن چڑھائے بچا بچا کر قدم رکھے اور کانٹوں سے بچنے کیلئے اپنی جد وجہد کو خرچ کر ڈالا، حضرت اُبی بن کعب ﷺ نے کہا کہ امیر المؤمنین بس یہی تقویٰ ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈر کر اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے بچنے کیلئے اپنی پوری ہمت اور کوشش کو خرچ کر دینے کا نام تقویٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ذلت یا نقصان سے ڈر کر معصیت کو چھوڑا تو وہ تقویٰ نہیں صرف خدا کے ڈر سے گناہ چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔

تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے کو بچائے اور ایسی مباح اور حلال چیزوں سے بھی کنارہ کش ہو جائے جو معرفت الٰہی سے حجاب ہونے کا ذریعہ ہوسکتی ہوں یعنی باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو ماسویٰ اللہ میں مشغول کرے، یہ درجہ تقویٰ کا حقیقی اور کامل درجہ ہے اور اس مرتبہ کے متقی انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین ہوتے ہیں۔ اس طرح آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب الٰہی کافروں کو توحید کا راستہ دکھانے والی، فاسقوں اور گناہگاروں کو صغائر وکبائر سے بچنے کی ہدایت کرنے والی اور صالحین کو اولیاء اور صدیقین کے مراتب تک پہنچنے کا طریقہ دکھانے والی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

2

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ

الَّذِیْنَ	یُؤْمِنُوْنَ	بِالْغَیْبِ	وَیُقِیْمُوْنَ	الصَّلٰوۃَ	وَ	مِنْ	مَا	رَزَقْنٰھُمْ	یُنْفِقُوْنَ	وَ	الَّذِیْنَ	یُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَیْکَ
جولوگ	ایمان لاتے ہیں	غیب پر	اور قائم کرتے ہیں	نماز	اور	سے	جو	ہم نے انہیں دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	اور	جولوگ	ایمان رکھتے ہیں	اس پر جو	نازل کیا گیا	آپکی طرف

وہ (خدا سے ڈرنے والے) لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وَمَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلِکَ	وَ	بِالْاٰخِرَۃِ	ھُمْ	یُوْقِنُوْنَ	اُولٰٓئِکَ	عَلٰی	ھُدًی	مِّنْ	رَّبِّھِمْ	وَ اُولٰٓئِکَ	ھُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ
اور جو	نازل کیا گیا	سے	آپ سے پہلے	اور	آخرت پر	وہ	یقین رکھتے ہیں	وہی لوگ	پر	ہدایت	سے	اپنا رب	اور وہی لوگ	وہ	کامیاب

طرف اُتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اُتاری جا چکی ہے اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں اور یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب

مؤمنین کی صفات

مؤمنین متقین کی پانچ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صفت فرمائی یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔ کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، لُغت میں ایمان کے معنی تسلیم اور تصدیق کرنے کے ہیں، لیکن اصطلاح شریعت میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ جو خبر یا بات اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے لے کر آئے اس کو نبی کی سچائی کے اعتماد اور بھروسہ پر دل سے قبول کرنا اور اس کی تصدیق کرنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا یہ تو ایمان ہے اور اس کی ضد انکار و کفر ہے یعنی دین کی کسی ایک بات یا خبر کو نہ ماننا اور انکار کرنا کفر ہے۔ اور غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، ملائکہ، انبیاء متقدمین اور کتب سابقین، احوال برزخ علامات قیامت۔ احوال آخرت، حشر نشر، صراط و میزان، جنت و جہنم وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اسلام میں ایمان بالغیب ہی کی فضیلت ہے اور یہی مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ نزع کے وقت جب کہ مرنے والے کو اس عالم کی غائب چیزیں مثل ملائکہ، عذاب و ثواب، اور آثار جنت و جہنم دکھائی دینے لگیں تو پھر ایمان قبول نہیں، کیونکہ اس وقت ایمان بالغیب نہ ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خوشحالی ہے اس کو کہ جو بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لایا تو معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب کی بڑی قدر و قیمت ہے، اسی لئے سب سے پہلے متقین کی صفات میں سے پہلی صفت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ فرمائی جو عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ (ابوداؤد)

دوسری صفت فرمائی یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ نماز کے قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو اس کے تمام فرائض و واجبات سنن و مستحبات اور حقوق اور ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ نماز کو فریضہ خداوندی سمجھ کر محض رضائے الٰہی کی خاطر پورے حضور و اخلاص اور خشوع و خضوع اور سکونِ قلب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں فرمائی، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت بھی خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس

کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔

متقین کی تیسری صفت فرمائی وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ

لغت عرب میں رزق کا لفظ بڑے وسیع معنیٰ رکھتا ہے اور اس کے اندر ہر قسم کی نعمتیں آ جاتی ہیں خواہ ظاہری و مادی ہوں جیسے مال و اولاد، دولت وثروت، قوت وصحت وغیرہ یا باطنی وروحانی ہوں جیسے علم وہنر، عقل وحکمت، فہم وفراست وغیرہ، لہٰذا اللہ کے دیئے ہوئے مال ودولت، قوت صحت کے ذریعہ دوسروں کی مدد کرنا یا علم وحکمت سکھانا، یا مفید ومخلصانہ مشورہ سے تعاون کرنا، یا باطنی و روحانی فیض پہنچانا یہ سب اس آیت کے تحت داخل ہیں۔ پھر مِمَّا فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ ہمارے دیئے ہوئے مال کو بھی سب کا سب اور پورے کا پورا خرچ کرنا نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ خرچ کرنا ہے، اب جہاں تک مال کے خرچ کرنے کا تعلق ہے۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے لئے خرچ کرنے کی سات قسمیں ہیں:

(۱) زکوٰۃ مفروضہ کا ادا کرنا، خواہ وہ سونا چاندی حد نصاب تک ہونے کی وجہ سے فرض ہو یا مویشی یا مالِ تجارت یا زمین عشری کی وجہ سے فرض ہو۔ (۲) صدقہ فطر ادا کرنا جس کے اوپر شرعاً واجب ہو۔ (۳) خیرات وصدقات جیسے فقراء ومساکین کو دینا اور اعانت ضعیفوں، محتاجوں اور یتیموں کی اور قرضداروں کو قرض دینا اور مہمانوں کی مہمانداری کرنا۔ (۴) اوقاف للہ پر خرچ کرنا جیسے مسجد اور مدرسوں کا بنانا، ان کو قائم رکھنا اور ان سے متعلقات پر خرچ کرنا، کنواں رفاہِ عام کے لئے کھدوانا، مسافر خانہ اور مہمان سرائے بنوانا۔ (۵) مصارفِ حج خواہ اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے۔ (۶) مصارفِ جہاد۔ (۷) مصارف نفقاتِ واجبہ جیسے نفقہ عیال، نفقہ زوجہ، نفقہ محارم۔

الغرض متقین کی تیسری صفت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں ہیں، اس میں سے وہ اللہ کے لئے اللہ کے دین پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

آگے متقین کی چوتھی صفت فرمائی وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک تو اس کتاب پر ایمان رکھنے کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یعنی قرآن کریم، اور دوسرے ان کتابوں پر ایمان رکھنے کا، جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اُتریں، آج بھی ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے ساتھ دوسرے سابق انبیاء کرام کی کتابوں پر بھی ایمان رکھے اور اس کا مطلب یہ کہ گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کو اللہ کی طرف سے بھیجا مانا جائے اور انہیں سچا سمجھا جائے جب تک وہ غیر محرف رہیں کیونکہ رد وبدل اور تحریف ہونے کے بعد تو وہ دراصل کلام الٰہی ہی نہیں رہیں۔ اور اپنے اپنے زمانہ کے لئے واجب العمل مانا جائے مگر اب ان پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ قرآن نازل ہونے کے بعد پچھلی کتابیں اور شریعتیں سب منسوخ ہوگئیں، اب عمل صرف قرآن ہی پر ہوگا۔

آیت کے اس طرز بیان سے ایک اہم اصولی مسئلہ بھی نکل آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور آپ کی وحی آخری وحی کیونکہ اگر قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی بھی نازل ہونے والی ہوئی تو جس طرح اس آیت میں پچھلی کتابوں اور وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح آئندہ نازل ہونے والی کتاب اور وحی پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضروری ہوتا۔ صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس پچاس آیتوں میں آیا سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء پہلی وحی، پہلی کتابوں کا ذکر ہے کسی ایک آیت میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے والا ہے۔ جس پر ایمان لانا ہے۔

پانچویں صفت فرمائی گئی وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ آخرت سے مراد عالمِ آخرت ہے یعنی وہ عالم جو موجودہ سلسلہ زندگی کے

بعد شروع ہوگا، قرآن کریم جن حقیقتوں کو ماننے، قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے اور ان پر پورا پورا یقین کرنے کی پُر زور دعوت دیتا ہے اُن میں خدا کی ذات اور اس کی صفات یعنی توحید باری تعالیٰ کے بعد آخرت ہی کا مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبروں اور اُس کی نازل کی ہوئی ساری کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان و یقین رکھنے کی دعوت دی۔ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے، یہ عالم دنیا دار العمل ہے اور یہاں کی زندگی کے بعد عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایک دوسرا عالم دار الجزاء ہے جہاں انسان کے دنیا میں کئے ہوئے ایک ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا یہاں یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عالم آخرت کا اس عالم دنیا سے گہرا تعلق ہے آخرت کی زندگی ہمارے اس دنیا کے کاموں اور یہاں کی زندگی کا ہی نتیجہ ہوگی، تو متقین کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ قیامت اور اس کے بعد حشر و نشر، حساب کتاب، جزا و سزا، جنت و جہنم کا ثواب و عذاب جو کچھ ہونے والا ہے اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں یُوْقِنُوْنَ میں اشارہ اس طرف ہے کہ آخرت کی زندگی کی محض تصدیق کرنا مقصد کو پورا نہیں کرتا بلکہ آخرت کا ایسا یقین ضروری ہے جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو۔

مُتّقِین کی کامیابی:

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ۔ یعنی ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ نعمت ملی کہ راہِ حق نصیب ہوئی اور آخرت میں یہ دولت نصیب ہوگی کہ ہر طرح کی کامیابی ان کے لئے ہے۔ یہاں **مفلحون** کا ترجمہ "پورے کامیاب" سے کیا گیا ہے۔ **مفلحون** لفظ فلاح سے بنا ہے، جو عربی زبان میں بڑے وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں لفظ فلاح میں جمع ہیں تو یہاں حق تعالیٰ نے صاف اور واضح طور پر فرمایا کہ کامل فلاح دنیا اور آخرت کی بس انہی لوگوں کیلئے ہے جو متقین کی ان مذکورہ صفات سے متصف ہوں، اسی سے اسکی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی جو لوگ ان مذکورہ متقین کی صفات کو اختیار نہیں کرینگے وہ کبھی کامل فلاح کو نہیں پہنچ سکتے صحابہ کرام اور قرن اول کے اہل ایمان متقین کی صفات اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں جنہیں پوری پختگی حاصل تھی، دنیا نے ان کی کامیابیوں کو دیکھ لیا اور اللہ نے جو ان سے وعدے فرمائے تھے وہ سب پورے ہوئے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کامل نصیب فرمائیں اور اپنے متقین بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرمائیں اور ہم کو اس دُنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کا ذکر و فکر نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت دونوں جہان کی کامیابی نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

إِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	سَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَ	اَنْذَرْتَهُمْ	اَمْ	لَمْ	تُنْذِرْهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	خَتَمَ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ
بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	برابر	ان پر	خواہ	آپ انہیں ڈرائیں	یا	نہ	ڈرائیں	نہیں	ایمان لائیں گے	مُہر لگادی	اللہ	پر	انکے دل

بیشک جولوگ کافر ہوچکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ اُن کوڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے بند لگادیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر

وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞

وَعَلٰى	سَمْعِهِمْ	وَعَلٰى	اَبْصَارِهِمْ	غِشَاوَةٌ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ
اور پر	انکے کان	اور پر	انکی آنکھیں	پردہ	اور	انکے لئے	عذاب	بڑا

اُنکے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے سزا بڑی ہے

ضدی کافروں کے بارے میں تین وضاحتیں

کفر کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے اُن میں سے کسی چیز کے انکار وتکذیب کا نام کفر ہے۔ اس طرح جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات میں سے جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہے کسی ایک بات کو بھی حق نہ سمجھے اور اس کی تصدیق نہ کرے وہ کافر کہلائے گا۔

ان آیات سے مطلق ہر کافر کا بیان نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ یہاں وہ خاص قسم کے کافر مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا جن کے ضمیر ضد اور عناد کی وجہ سے مردہ اور دِل سیاہ ہوچکے ہیں ایسے کافروں کے بارہ میں ان آیات میں پہلی بات تو یہ بتائی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے کافروں کوڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ یہاں یہ شبہ بھی ہوسکتا ہے کہ پھر ایسے ضدی اور معاند کفار کو احکام سنانا اور تبلیغ کرنا فضول کام ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیکار اور بے فائدہ کام کیوں سپرد ہوا؟ اس کا جواب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہ دیا ہے کہ فعلِ عبث تو اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو یہاں اگر چہ ان ضدی کافروں کو فائدہ نہ ہو گا لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو فائدہ ہوگا کہ تبلیغ کا ثواب ملے گا پھر یہ فضول فعل کیسے ہوا۔

دوسری بات یہاں ان آیات میں ایسے ضدی اور معاند کفار کے بارہ میں بتائی گئی کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ یہ فرمانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی خطرناک مریض کو دیکھ کر اس کے مرنے کی پیش گوئی کر دے اور وہ مریض اس ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق واقعی مر بھی جائے تو اس سے ڈاکٹر پر کوئی الزام نہیں آئے گا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ ڈاکٹر کے کہنے سے وہ مر گیا ہے اگر نہ کہتا تو نہ مرتا۔ بلکہ کہا یہی جائے گا کہ خود ڈاکٹر کا یہ کہنا مریض کی حالت کے پیش نظر تھا جو صحیح نکلا اسی طرح یہاں اللہ تعالیٰ کے علم وخبر کو اُن کفار کی بے ایمانی اور بدحالی کا سبب نہیں کہا جائے گا بلکہ خود ان کفار کی بدعملی اور بے ایمانی کو اللہ تعالیٰ کی خبر کا سبب قرار دیا جائے گا یعنی ان کی بدحالی کا اندازہ کرکے اللہ تعالیٰ نے لَا يُؤْمِنُوْنَ کی خبر دی جو صحیح نکلی۔

تیسری بات جو یہاں بیان فرمائی گئی وہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ایک انسان کے علم ہدایت حاصل کرنے کے تین ہی ذریعہ ہیں۔ قلب یعنی دِل یہ تو علم وادراک کا اصل محل ہے۔ کان جس کے ذریعہ سے بات سنی جاتی ہے اور آنکھ جس سے انسان مشاہدات کرتا ہے لیکن جب کسی کے یہ تینوں ذرائع ماؤف ہو جائیں تو اس کی ہدایت کی کیا اُمید ہوسکتی ہے، اسی کو یہاں فرمایا گیا کہ ان کے دِلوں اور کانوں پر مہر لگ چکی ہے اوران کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے قبولِ حق کی تمام راہیں ان پر بند ہو چکی ہیں اس لئے وہ اب ایمان نہیں لائیں گے اوراس دولت سے ہمیشہ محروم رہیں گے اور پھراس کے نتیجہ میں عذابِ عظیم آخرت میں بھگتیں گے۔

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں وہ کسی کو بلاقصد سزا نہیں دیتے۔اس جگہ جوضدی اور معاند کفار کا انجام ذکر کیا گیا ہے وہ خودان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے دیکھئے جہاں تک قدرتِ خداوندی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، دیکھنے سننے کیلئے آنکھیں اور کان دیئے غور وفکر اور سوچنے سمجھنے کیلئے دل و دماغ اور عقل و شعور عطا فرمائے پھر واضح اور روشن دلائل کے دفتر اس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے کائنات میں ایسے نشانات و دلائل بے شمار ہیں! پھر خود انسان کی اپنی جان میں ایسے واضح اور روشن دلائل موجود ہیں کہ انسان اگر غور کرے تو حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر بس نہیں فرمایا بلکہ سیدھی راہ دکھانے اور عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ حق کو سمجھانے کے لئے پیغمبر بھی بھیجے جنہوں نے دن ورات اللہ کا پیغام لوگوں کو سنایا اوران پر حجت قائم کر دی لیکن اس کے باوجود انہوں نے محض ضد وعناد کی وجہ سے حق کو نہ مانا اور کفر وانکار پر ڈٹے رہے۔ نہ آنکھوں سے کام لیا نہ کانوں سے۔ نہ عقل وشعور کو ہی استعمال کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کفر وانکاران کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا اور اُن پر گمراہی کی ظلمت وتاریکی ایسی چھا گئی کہ اب وہ اس سے باز نہیں آسکتے۔ گمراہی کی اس کیفیت کو مہر یا بند سے تعبیر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اُن کے دِل وحواس پر مُہر کا لگنا اور سعادتِ ایمان سے ان کی ابدی محرومی یہ اُن کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے ایسا نہیں ہے کہ اس مہر کی وجہ سے انہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہو اس لئے وہ جو کفر پر اپنے اختیار سے مرتے دم تک قائم رہے اور انہوں نے اپنے ارادے سے ایمان پر کفر کو ترجیح دی اس کی سزا اُن کو آخرت میں عذابِ عظیم کی شکل میں ملے گی۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفراور ہر گناہ کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی مگر بعض گناہوں کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے جس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اصلاح حال کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور بُرائی کا احساس اس کے دِل سے جاتا رہتا ہے حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر مثل نقطہ کے ایک سیاہ نشان لگ جاتا ہے اگر اُس نے توبہ نہیں کی یا برابر گناہ کرتا رہا تو وہ نشان بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ گناہوں کے اثر سے قلب بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اوراس میں اچھے بُرے کی تمیز اور احساس نہیں رہتا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام وایمان پر استقامت نصیب فرمائے۔ یا اللہ! حق کو سمجھنے اوراس کو اپنانے کی ہر حال میں ہم کو توفیق عطا فرما اور ضد وعناد جو خالص کافرانہ خصلتیں ہیں ان سے ہمارے دلوں کو بالکل پاک فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَ	بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَمَا	هُمْ	بِمُؤْمِنِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ
اور سے	لوگ	جو	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور	دن پر	آخرت	اور نہیں	وہ	ایمان لانے والے	وہ دھوکہ دیتے ہیں	اللہ

اور لوگوں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں چالبازی کرتے ہیں اللہ سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	مَا	يَخْدَعُوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ	وَمَا	يَشْعُرُوْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ
اور جو لوگ	ایمان لائے	اور	نہیں	دھوکہ دیتے	مگر	اپنے آپ	اور نہیں	سمجھتے ہیں	میں	انکے دل (جمع)	بیماری

اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور واقع میں کسی کے ساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اسکا شعور نہیں رکھتے انکے دلوں میں بڑا مرض ہے

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

فَزَادَهُمُ	اللّٰهُ	مَرَضًا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ	
سو بڑھادی انکی	اللہ	بیماری	اور انکے لئے	عذاب	دردناک	کیونکہ	وہ جھوٹ بولتے ہیں	

سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے انکا مرض اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے

منافقوں کا بیان

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں پر اوس اور خزرج کے قبائل میں سے اکثر نے انصار مدینہ بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور دونوں قبیلوں میں سے اکثر خوش نصیب مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن یہود اب تک اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے محروم تھے۔ ان میں سے صرف ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سچے دین کو قبول کیا تھا اور اس وقت تک منافقوں کا خبیث گروہ قائم نہ ہوا تھا۔ لیکن جب اسلام کو فتوحات ہونے لگیں تو بہت سارے یہودی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں داخل ہو گئے مال غنیمت، صدقات کے لالچ اور مسلمانوں کی فتح کے خوف سے انہوں نے ایسا کیا، لیکن وہ آخرکار رسوا ہوئے اور بُری طرح ناکام و نامراد ہوئے۔ ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ظاہراً تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے مگر دل سے وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ اپنی اس منافقت سے اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جبکہ دراصل وہ خود دھوکے میں مبتلا ہیں لیکن بے سمجھی کی وجہ سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

آگے ان منافقین کے حال پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے یہاں ان منافقین کی باطن کی خرابی اور عقائد کے فساد کو مرض اور بیماری سے تعبیر فرمایا اور یہ لفظ مَرَضٌ ان کے نفاق، شک و تردّد، کذب و انکار در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایمان والوں سے عداوت، بغض، حسد وغیرہ سب کو شامل ہے۔ آگے بتایا گیا کہ شک و نفاق اور بغض و حسد کی یہ بیماری جو ان کے دلوں میں لگی ہوئی تھی کم ہونے کے بجائے

روز بروز بڑھتی ہی گئی جوں جوں اسلام اور مسلمانوں کو دشمنوں پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہوتا گیا۔اور جوں جوں دین اسلام کی شان و شوکت میں ترقی ہوتی گئی، ان کے دلوں میں جلن اور تکلیف اور ان کے سینوں میں بغض وحسد کی آگ بڑھتی گئی، جوں جوں قرآن نازل ہوتا اُن کا کفر ونفاق بڑھتا جاتا کیونکہ ہر آیت کے ساتھ وہ منافقانہ سلوک کرتے بظاہر اُسے مانتے لیکن دِل میں اُس کا انکار کرتے تو ان کی یہ بیماری انہی کی بداعمالیوں اور بدپرہیزیوں کا نتیجہ تھی آخر کار یہ اپنے اس خطرناک مرض کی وجہ سے ہلاکت میں پڑیں گے اور دائمی عذاب اور دردناک سزا کے مستحق ہوں گے اور یہ سزا ان کو مسلسل ان کی کذب بیانی اور نفاق پر لگاتار اصرار کی وجہ سے ملے گی۔

دل کی بیماریاں:

آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دلوں میں بیماریاں ہوتی ہیں اسی لئے تمام صوفیاء کرام اور مشائخان طریقت قلب کی صفائی، باطن کی درستی اور قلب کو تمام اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھنا ضروری فرماتے ہیں۔دل کی بیماریاں یہ ہیں: حسد، بغض، کینہ، عداوت، بیجا غصہ، بخل، مال کی محبت، حُبِ جاہ، حبِ شہرت، رعونت، دُنیا کی محبت، نخوت، تکبر، خود پسندی، ریا، ان تمام بیماریوں سے قلب کو پاک کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ جب بیماریوں سے دِل پاک ہوگا تو خوفِ خدا، زُہد، صبر، شکر، توکل، اخلاص، صدق، محبتِ الٰہی وغیرہ صفات سے دِل منور ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی ہر طرح کی روحانی بیماری سے محفوظ فرمائیں آمین۔

کیا اب بھی منافق ہیں؟

منافق کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوتا تھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ فلاں شخص دِل سے مسلمان نہیں، منافق ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے کسی قول وفعل سے کسی عقیدۂ اسلام کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہوجائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انقطاع وحی کے سبب اُن کے پہچاننے کی پہلی صورت تو باقی نہ رہی مگر دوسری صورت اب بھی موجود ہے جس شخص کے کسی قول وفعل سے اسلامی قطعی عقائد کی مخالفت یا اُن پر استہزاء یا تحریف ثابت ہو جائے وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کا نام قرآن کی اصطلاح میں ملحد ہے اَلَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا اور حدیث میں اس کو زندیق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے عمدہ شرح بخاری میں نقل کیا گیا ہے کہ بعدزمانہ نبوت کے نفاق کی یہی صورت ہے۔جس کو پہچانا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے والے کو منافق کہا جاسکتا ہے" تو معلوم ہوا کہ منافقوں کا وجود اسلام میں ہمیشہ رہا ہے اور اب بھی موجود ہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو ایمانِ کامل نصیب فرمائیں اور نفاق کی ہر چھوٹی بڑی خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اللہ تعالیٰ منافقین کی شرارت اور فتنوں سے اسلام اور خصوصاً اس ملک پاکستان کو پاک اور محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ! تمام دِلوں کی ظاہری و باطنی بیماریوں سے ہم کو نجات عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَا تُفْسِدُوْا	فِى الْاَرْضِ	قَالُوْٓا	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُصْلِحُوْنَ	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	الْمُفْسِدُوْنَ
اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	نہ فساد پھیلاؤ	زمین میں	وہ کہتے ہیں	صرف	ہم	اصلاح کرنیوالے	سُن رکھو	بیشک وہ	وہی	فساد کرنے والے

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں، یادرکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں

وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ

وَلٰكِنْ	لَّا يَشْعُرُوْنَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	كَمَآ	اٰمَنَ	النَّاسُ	قَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ	كَمَآ	اٰمَنَ
اور لیکن	وہ نہیں سمجھتے	اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	تم ایمان لاؤ	جیسے	ایمان لائے	لوگ	وہ کہتے ہیں	کیا ہم ایمان لائیں	جیسے	ایمان لائے

لیکن وہ اسکا شعور نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان

السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا

السُّفَهَآءُ	اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	السُّفَهَآءُ	وَلٰكِنْ	لَّا	يَعْلَمُوْنَ	وَاِذَا لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَاِذَا	خَلَوْا
بیوقوف	سن رکھو	خود وہ	وہی	بیوقوف	اور لیکن	نہیں	وہ جانتے	اور جب ملتے ہیں	جو لوگ	ایمان لائے	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں

لے آئے ہیں یہ بیوقوف یادرکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اسکا علم نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں

اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ

اِلٰى	شَيٰطِيْنِهِمْ	قَالُوْٓا اِنَّا	مَعَكُمْ	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُسْتَهْزِءُوْنَ	اَللّٰهُ	يَسْتَهْزِئُ	بِهِمْ	وَيَمُدُّ	هُمْ
پاس	اپنے شیطان	کہتے ہیں ہم	تمہارے ساتھ	محض	ہم	مذاق کرتے ہیں	اللہ	مذاق کرتا ہے	ان سے	اور بڑھاتا ہے	انکو

اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی استہزا کر رہے ہیں انکے ساتھ

فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

فِىْ طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	فَمَا	رَبِحَتْ	تِّجَارَتُهُمْ
انکی سرکشی میں	اندھے ہو رہے ہیں	یہی لوگ	جنہوں نے	مول لی	گمراہی	ہدایت کے بدلے	تو نہ	فائدہ دیا	انکی تجارت

اور ڈھیل دیئے جاتے ہیں انکو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران وسرگرداں ہو رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے سو سودمند نہ ہوئی انکی یہ تجارت

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ	وَمَا	كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ
اور نہ یہ ٹھیک طریقہ پر چلے۔	اور نہ	تھے	وہ ہدایت پانے والے

منافقین کی مزید خباثتیں

منافقین کئی طرح فساد پھیلاتے تھے کبھی مسلمانوں کے پوشیدہ راز فاش کرتے اور کافروں تک پہنچاتے کبھی کافروں کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے اور مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کرتے کبھی کافروں کے اعتراضات وشبہات ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے سامنے نقل کرتے تا کہ وہ مذبذب اور دین اسلام سے متزلزل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں نفاق خواہ دین کا ہو یا دُنیا کا خود ایک مستقل فساد ہے۔ دورویہ ہونے سے بڑھ کر کوئی فساد نہیں۔ جب ان منافقین سے کہا جاتا کہ تم یہ منافقانہ حرکات جن سے فساد پھیلتا ہے مت کرو تو جواب میں وہ کہتے کہ واہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ ہم نے جو مسلمانوں اور کافروں دونوں فریقوں سے میل جول کر رکھا ہے اس سے ہمارا مقصد دونوں فریقوں میں صلح اور آشتی کی فضا پیدا کرنا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ نئے دین کی وجہ سے یہ جو آپس میں جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے یہ ختم ہو جائے اور ملک وملت میں امن وامان ہو کر سلسلہ معاش وتجارت حسب سابق جاری ہو جائے۔ حق تعالیٰ منافقین کے اس قول اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ پر کہ ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں رَد فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ یعنی یہ لوگ مصلح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، حالانکہ فتنہ وفساد کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں کہ کفر وایمان اور شرک وتوحید کو ایک کرنا چاہتے ہیں اور جس کفر وشرک کو مٹانے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا یہ فتنہ پرداز پھر اسی فتنہ وفساد کو اپنی جگہ دوبارہ لانا چاہتے ہیں۔ ایک خباثت تو منافقین کی یہ بیان فرمائی گئی آگے ایک دوسری خباثت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لے آئے ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بیوقوف، منافقین ایسی بے باکانہ گفتگو غریب عوام مسلمانوں کے روبرو کر گزرتے تھے جن سے اُن کو کچھ اندیشہ نہ تھا لیکن باوجاہت اور صاحب اثر مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق اور خوشامد اور چاپلوسی کی باتیں کرتے تھے۔ ان منافقین نے لفظ **سفہاء** سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طنز کیا اور کہا کہ (معاذ اللہ) ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جو اپنے دُنیا کے نفع ونقصان کو بھی نہیں سوچتے۔

اور یہ اُس وقت کے منافقین ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ کے گمراہوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جوان کو صحیح دین کی راہ بتائے اس کو وہ بے وقوف وکم عقل قرار دیتے ہیں۔ مگر قرآنی ارشاد جیسا کہ منافقین مدینہ کے متعلق صحیح اور اٹل تھا۔ اسی طرح اب بھی اور آج بھی اٹل ہے اور وہ یہ ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے یہاں بھی حق تعالیٰ نے منافقین کا پرزور اور تاکید کے ساتھ رَد فرمایا کہ اصل میں بیوقوف وکم عقل تو وہ خود ہیں کہ جو دین الٰہی اور دین حق کو سچی طرح قبول کرنے والوں پر کم عقلی کا الزام لگا رہے ہیں اور پھر ان منافقین کی جہالت اور نادانی کا یہ عالم کہ اپنی اس کھلی ہوئی حماقت کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔

یہ آیت واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان اس قدر کامل اور نفاق سے بالکل پاک اور خدا کے نزدیک ایسا مقبول اور پسندیدہ ہے کہ اُسے منافقین کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا گیا نیز اس مؤمن اور مخلص جماعت کو بیوقوف کہنے والوں کو پرلے درجے کا احمق وبیوقوف قرار دیا گیا۔

آگے ان منافقین کی تیسری خباثت ظاہر فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ اور جب منافقین ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اور جب یہ منافقین اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم مسلمانوں سے تو استہزاء کرتے ہیں تو یہاں شیاطین سے مراد سردار و رؤسائے یہود اور منافقین اور کفر و شرک کے لیڈر ہیں۔ شیطان کا لفظ عربی زبان میں بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ہر سرکش اور بھڑکانے اور گمراہ کرنے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ انسان، جنات، حیوانات سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

آگے منافقین کی اس احمقانہ بات کا جواب دیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ یعنی یہ منافقین بے شعور سمجھتے ہیں کہ ہم دو رُخی برت کر مسلمانوں سے استہزا کرتے ہیں اور ان کو بیوقوف بنا رہے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ خود بیوقوف بن رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو ڈھیل دیکر خود انہی کے ساتھ استہزا کا سامان کر دیا ہے کہ جب اپنی شرارت اور کفر میں خوب کامل ہو جائیں اور جرم سنگین ہو جائے اس وقت پھر دفعتاً پکڑ لئے جائیں چونکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن منافقین کے استہزاء کے مقابلہ میں تھا اس لئے اس کو بھی استہزاء کہہ دیا گیا۔

اخیر میں ان منافقین کے بارہ میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝ یعنی ان منافقین کو تجارت کا سلیقہ بھی نہ ہوا کہ ہدایت جیسی اچھی چیز چھوڑ دی اور گمراہی جیسی بُری چیز خرید لی، منافقین اکثر چونکہ کاروباری اور تجارتی لوگ تھے اس لئے ان کو تجارت کی تمثیل سے سمجھایا گیا کہ ان لوگوں کو تجارت اور سوداگری کا بھی سلیقہ نہ آیا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو دین کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرما دے تا کہ ہم حق و باطل اور نیک و بد میں تمیز کر سکیں، اور حق کو اختیار کر لیں اور باطل سے گریز کریں۔

یا اللہ! اس دنیا کی زندگی میں ہم کو آخرت کی تجارت اور کمائی کی توفیق عطا فرما، اور دین کو کھو کر دنیا کے کمانے سے کامل طور پر بچا۔

یا اللہ! آج بھی جو منافقین ہمارے ملک میں یا عالم اسلام میں گھسے ہوئے ہیں ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور اُمتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دائمی عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ

مَثَلُهُمْ	كَمَثَلِ	الَّذِى	اسْتَوْقَدَ	نَارًا	فَلَمَّآ	اَضَآءَتْ	مَا حَوْلَهٗ	ذَهَبَ	اللّٰهُ	بِنُوْرِهِمْ	وَتَرَكَهُمْ
انکی مثال	جیسے مثال	وہ جس نے	آگ بھڑکائی	آگ	پھر جب	روشن کردیا	اسکا اردگرد	چھین لی	اللہ	انکی روشنی	اور انہیں چھوڑ دیا

انکی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کردیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گرداگرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کرلیا ہو

فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ

فِىْ	ظُلُمٰتٍ	لَا يُبْصِرُوْنَ	صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْىٌ	فَهُمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ	اَوْ	كَصَيِّبٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ
میں	اندھیرے	وہ نہیں دیکھتے	بہرے	گونگے	اندھے	سو وہ	نہیں لوٹیں گے	یا	جیسے بارش	سے	آسمان

اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو انکو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے یا اُن منافقوں کی ایسی مثال ہے

فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

فِيْهِ	ظُلُمٰتٌ	وَرَعْدٌ	وَبَرْقٌ	يَجْعَلُوْنَ	اَصَابِعَهُمْ	فِىْ	اٰذَانِهِمْ	مِّنَ	الصَّوَاعِقِ	حَذَرَ
اس میں	اندھیرے	اور گرج	اور بجلی کی چمک	وہ ٹھونس لیتے ہیں	اپنی انگلیاں	میں	اپنے کان	سبب	کڑک (بجلی)	ڈر

جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اُسمیں اندھیری بھی ہو اور رعد و برق بھی ہو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونسے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب

الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَآ اَضَآءَ

الْمَوْتِ	وَاللّٰهُ	مُحِيْطٌ	بِالْكٰفِرِيْنَ	يَكَادُ	الْبَرْقُ	يَخْطَفُ	اَبْصَارَهُمْ	كُلَّمَآ	اَضَآءَ
موت	اور اللہ	گھیرے ہوئے	کافروں کو	قریب ہے	بجلی	اُچک لے	انکی نگاہیں	جب بھی	وہ چمکی

اندیشہ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اُنکی بینائی اُسنے لی جہاں ذرا انکو بجلی کی چمک ہوئی

لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ

لَهُمْ	مَشَوْا	فِيْهِ	وَاِذَا	اَظْلَمَ	عَلَيْهِمْ	قَامُوْا	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَذَهَبَ	بِسَمْعِهِمْ
ان پر	چل پڑے	اس میں	اور جب	اندھیرا ہوا	ان پر	وہ کھڑے ہوئے	اور اگر	چاہتا	اللہ	چھین لیتا	انکی شنوائی

تو اسکی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو انکے گوش و چشم سلب کر لیتے

وَاَبْصَارِهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع

وَاَبْصَارِهِمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىْءٍ	قَدِيْرٌ	
اور انکی آنکھیں	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	

بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

منافقین کی دو قسمیں اور ان کی مثالیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو دِل سے اسلام کے پکے دشمن تھے اور دِل کھول کر کفر اختیار کئے ہوئے تھے مگر بظاہر زبان سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے اور مسلمانوں کے ہمدرد و رفیق ہونے کا دعویٰ کرتے تھے دوسرے وہ جو طبیعت کے کمزور اور دِل کے کچے تھے اور اسلام کے حق ہونے میں کبھی کبھی تردّد ہوتا تھا اور کبھی اسلام کی خوبیاں دیکھ کر کچھ کچھ اُدھر میلان ہونے لگتا تھا مگر جب اغراضِ نفسانی کا غلبہ ہوتا اور ذاتی دُنیوی مفاد پیشِ نظر ہوتا تو پھر وہ دلی میلان مبدل بہ انکار ہو جاتا۔ قرآن کریم نے ان آیات میں ان دنوں قسم کے منافقین کی مثالیں دی ہیں۔

پہلی قسم کے منافقین کی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے سخت اندھیری رات میں کہیں آگ جلائی ہو اور اس آگ کی روشنی سے اِردگرد کی تمام چیزیں روشن ہوگئیں اور وہ اس قابل ہو گیا ہو کہ اردگرد میں نفع نقصان کی چیزوں میں فرق کر سکے مگر اچانک اس کی آنکھ کی روشنی اللہ تعالیٰ نے چھین لی ہو کہ اب اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور وہ روشنی کے باوجود اندھوں کی طرح دیکھ بھال نہیں سکتا تو جس طرح یہ شخص روشنی ہونے کے بعد اندھیرے میں رہ گیا اسی طرح منافقین باوجود نورِ حق واضح ہونے کے ظلمت ضلالت میں جا پھنسے اور اس طرح جہالت و ضلالت کے اندھیرے میں پھنس کر اُن کی یہ حالت ہوگئی کہ گویا بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں اُن کے کان حق بات سننے کے قابل نہ رہے اور زبان ان کی حق بات کہنے کے لائق نہ رہی اور آنکھیں حق دیکھنے کے کام کی نہ رہیں تو ایسی حالت میں ان کے حق کی طرف رجوع ہونے کی کیا اُمید ہے۔

یعنی خدائے تعالیٰ نے ہدایت کی مشعل جلائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر دین اسلام کو روشن کیا تو مخلوق کو اس روشنی میں منزل مقصود کا راستہ معلوم ہو گیا لیکن منافق اندھے بن گئے اور جب آنکھ میں روشنی اور نور ہی نہیں تو مشعل کی روشنی سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، نہیں لوٹیں گے۔ یہ منافقین اگرچہ ظاہری طور پر بہرے نہیں تھے لیکن بہرہ اس لئے کہا گیا کہ وہ دین حق کی باتیں سنتے نہ تھے یا سنتے تو ٹال دیتے گویا کہ بہرے ہیں کہ سنتے ہی نہیں۔

اگرچہ ان منافقین کی زبانیں موجود تھیں لیکن سچی بات کہنے اور پوچھنے سے گریز کرتے تھے اور حق بات کا اقرار نہ کرتے تھے اس طرح گویا وہ گونگے ہوئے کہ بول ہی نہیں سکتے منافقین آنکھیں رکھنے کے باوجود اللہ کی نشانیاں اور راہِ حق دیکھ کر قبول نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں اندھا کہا گیا۔

دوسری قسم کے منافقین کہ جو دِل کے کچے تھے کہ کبھی اسلام کی خوبی دیکھ کر ادھر میلان ہوتا اور پھر اغراض نفسانی اور ذاتی مفاد پیش نظر ہوتا تو یہ میلان پھر بدل جاتا ایسے منافقین کے متعلق فرمایا گیا کہ اُن کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش ہو رہی ہو اور سخت اندھیری رات ہو اور بادل کی آواز اور بجلی کی چمک بھی ہو تو جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشہ موت سے انگلیوں کو ٹھونس لیتے ہیں اور بجلی کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان کی بینائی اس نے لی اور جہاں بجلی کی چمک اور روشنی ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے تو یہاں مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ جس طرح لوگ اندھیری طوفانی بارش میں کبھی چلنے سے رُک

جاتے ہیں کبھی موقع پا کر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح تردد میں پڑے ہوئے منافقین ہیں، کہ کبھی آثار غلبہ اسلام میں نور اسلام کی جھلک دیکھ کر اُدھر کو بڑھنے لگتے ہیں اور کبھی خود غرضی کی ظلمت میں پڑ کر حق سے رُک جاتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں بھی ان منافقین کا یہی حال رہے گا جبکہ لوگوں کو ان کے ایمان کے اندازہ کے مطابق نور ملے گا بعض کو کئی کئی میلوں تک کا، بعض کو اس سے بھی زیادہ، کسی کو اس سے کم یہاں تک کہ کسی کو اتنا نور ملے گا کہ کبھی وہ روشن ہوگا اور کبھی اندھیرا کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذرا سی دُور چل سکیں گے پھر ٹھہر جائیں گے پھر ذرا سی دور کا نور ملے گا پھر بجھ جائے گا اور بعض وہ بے نصیب بھی ہونگے کہ ان کا نور بالکل بجھ جائے گا یہ پورے منافق ہونگے۔

منافقین کو تنبیہ

الغرض منافقین کی یہ دونوں مثالیں بیان فرما کر اخیر میں ان کو ایک دھمکی دی جاتی ہے اور تنبیہ کی جاتی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ان کی خباثتوں اور شرارتوں اور منافقانہ رویہ پر ہر وقت اور ہر حال میں وہ ہلاک وتباہ وبرباد کئے جا سکتے ہیں اور ان کی دیکھنے اور سننے کی طاقتیں بھی سلب کی جا سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لئے حق کو چھوڑ کر ان کو مطمئن نہ ہو جانا چاہئے بلکہ اللہ کی قدرت سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہئے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں سزا دے سکتا ہے۔

اس وقت کے مسلمانوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ خدانخواستہ ہماری حالت تو کسی درجہ میں منافقین سے مشابہت نہیں رکھتی؟

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو سچا اسلام اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے نفوس کو پاک رکھیں اور اپنے نور ہدایت سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اعْبُدُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
اے	لوگو	تم عبادت کرو	اپنا رب	جس نے	تمہیں پیدا کیا	اور وہ لوگ جو	سے	تم سے پہلے	تاکہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ

اے لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمکو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	فِرَاشًا	وَ	السَّمَآءَ	بِنَآءً	وَ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجَ
جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	زمین	فرش	اور	آسمان	چھت	اور	اس نے اتارا	سے	آسمان	پانی	پھر نکالا

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

	بِهٖ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا	لَكُمْ	فَلَا	تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	
	اسکے ذریعہ	سے	پھل (جمع)	رزق	تمہارے لئے	سونہ	ٹھہراؤ	اللہ کیلئے	کوئی شریک	اور تم	جانتے ہو	

بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے اب تو مت ٹھراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو

توحید کی دعوتِ عام اور اس کے دلائل:

تمام انسانوں کو خطاب کر کے اُن کے سامنے اصل تقویٰ حاصل کرنے کی راہ واضح کی جاتی ہے اور دعوتِ توحید دی جاتی ہے، کیونکہ توحید کی پابندی ہی سے تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں تمام انسانوں کو خطاب کر کے حکم دیا جاتا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ

عبادت کے معنیٰ ہیں اپنی پوری طاقت مکمل فرمانبرداری میں صرف کرنا اور خوف وعظمت کے پیشِ نظر نافرمانی سے دُور رہنا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو عاجزی وادب کے ساتھ ماننا، اب اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ اعمال وعبادات بھی شامل ہیں اور صحیح عقائد وتصدیقات معاملات وسیاسیات آدابِ معاشرت و اخلاقیات وغیرہ بھی داخل ہیں۔ پھر یہاں یوں فرمایا کہ اپنے رب یعنی ہر وقت اور ہر حال میں پرورش کرنے والے کی عبادت کرو۔ یہاں لفظ "ربّ" کا انتخاب کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی آگئی کہ عبادت کا مستحق وہی ہے جو تمہیں پالتا ہے چنانچہ آگے فرمایا:

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

یعنی اُوپر جو "ربّ" کی عبادت کا حکم يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ میں دیا گیا تھا اس کی پہلی عقلی دلیل خَلَقَكُمْ میں دی گئی یعنی تمہیں پیدا کیا اور نعمت وجود سے سرفراز فرمایا اس لئے وہی عبادت کے لائق ہے۔

دوسری دلیل وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ میں دی گئی۔ یعنی تمہارے آباؤ اجداد اور دوسرے تمام انسانوں کا خالق بھی وہی ہے اور سب اپنے ایجاد وجود اور ہستی میں اس کے محتاج ہیں لہٰذا قابلِ

عبادت و پرستش وہی ہے پھر آگے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں یہ بتایا گیا کہ اس کی اطاعت گزاری اور عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں، بلکہ اس سے سراسر انسان ہی کا نفع ہے کہ اس کو عبادت سے تقویٰ کی صفت حاصل ہو جائے گی اور آتشِ جہنم سے بچ جائے گا۔

تیسری دلیل الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا میں دی گئی یعنی جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش کی طرح بنا دیا کہ تم اس پر چل پھر سکتے ہو بیٹھ سکتے ہو، لیٹ سکتے ہو اپنا گھر بار بنا سکتے ہو، اس پر اپنا کاروبار کر سکتے ہو یہ زمین نہ اتنی نرم ہے کہ جس پر قرار نہ ہو سکے، نہ لوہے کی طرح سخت ہے بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا گیا جو عام انسانی ضروریات زندگی میں کام دے سکے۔

چوتھی دلیل فرمائی وَالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً یعنی آسمان کو اللہ تعالیٰ نے خیمہ کی چھت کی طرح بنا کر کھڑا کر دیا، گویا یوں سمجھو کہ یہ سارا عالم بمنزلہ ایک مکان کے ہے کہ آسمان اس کی چھت ہے اور زمین اس کا فرش ہے اور چاند سورج اور ستارے وسیارے اس گھر کے شمع و چراغ ہیں۔

پانچویں دلیل فرمائی وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ یعنی بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے تمہارے لئے روزی پیدا کی، انسانوں کے روزمرہ کے کھانے پینے کی چیزیں مثلاً غلہ، اناج، سبزی، ترکاری، پھل، میوے ان سب کا زمین سے اُگنے اور پیدا ہونے کا انتظام اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا تو یہاں پانچ قسم کے دلائل اللہ تعالیٰ کے معبود اور اس کی ہی عبادت کرنے کیلئے دیئے گئے تاکہ ہر انسان غور کرلے کہ اس کو عدم سے وجود میں لانے والا، اور پھر انسانوں کی تربیت اور پرورش کے سارے سامان مہیا کرنے والا، بجز حق تعالیٰ جل وعلیٰ کے کوئی نہیں، تو عبادت و بندگی کا حق دار بھی اس کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اس لئے اخیر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی اے انسانو! جب تم نے جان لیا کہ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا، زمین و آسمان کا اور ساری کائنات کا خالق و مالک ورازق بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں، تو عبادت و بندگی کا دوسرا مستحق کون ہو سکتا ہے کہ اس کو خدا کا مقابل، ساجھی یا شریک ٹھہرایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ سے مکہ والوں کو خطاب ہوتا ہے اور یایھا الذین آمنوا سے اہل مدینہ مخاطب ہوتے ہیں چونکہ مکہ میں مسلمان کم اور کافر زیادہ تھے اس لئے (اے لوگو) جو دونوں فریق پر بولا جا سکتا ہے استعمال ہوتا ہے اور مدینہ میں مسلمان زیادہ اور کافر کم تھے اس لئے (مسلمانو) کہہ کر خطاب ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اپنی ذاتِ عالی کی معرفت کاملہ عطا فرمائیں۔

یا اللہ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق ہم کو نصیب فرما، اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی عبادت ہم سے ہو جاتی ہے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ

وَاِنْ	کُنْتُمْ	فِیْ	رَیْبٍ	مِّمَّا	نَزَّلْنَا	عَلٰی	عَبْدِنَا	فَاْتُوْا	بِسُوْرَةٍ	مِّنْ	مِّثْلِهٖ	وَ	ادْعُوْا	شُهَدَآءَکُمْ
اوراگر	تم ہو	میں	شک	سے جو	ہم نے اُتارا	پر	اپنا بندہ	تو لے آؤ	ایک سورۃ	سے	اس جیسی	اور	بلالو	اپنے مددگار

اوراگرتم لوگ کچھ خلجان میں ہواس کتاب کی نسبت جوہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پرتواچھا پھرتم بنالاؤ ایک سورت جواسکے ہم پلہ ہواور بلالواپنے حمائتیوں کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ	کُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ	فَاِنْ	لَّمْ تَفْعَلُوْا	وَلَنْ تَفْعَلُوْا	فَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِیْ
سے	سوا	اللہ	اگر	تم ہو	سچے	پھر اگر	تم نہ کرسکو	اور ہر گز نہ کرسکوگے	توڈرو	آگ	جسکا

جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو پھر اگر تم یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

وَقُوْدُهَا	النَّاسُ	وَ	الْحِجَارَةُ	اُعِدَّتْ	لِلْکٰفِرِیْنَ
اسکا ایندھن	انسان	اور	پتھر	تیار کی گئی	کافروں کیلئے

آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے واسطے

معجزۂ قرآن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت سے معجزات عطا ہوئے لیکن ان تمام معجزات میں سب سے بڑا علمی معجزہ قرآن پاک ہے جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے خود ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے گئے کہ جنہیں دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے اور میرا معجزہ خدا کی وحی یعنی قرآن پاک ہے، اس لئے مجھے اُمید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت اور نبیوں کے بہت زیادہ ہوں گے۔ لیکن کفار مکہ اور مشرکین عرب کو قرآن پاک کے دلیل نبوت یعنی وحی الٰہی ہونے میں شک اور شبہ تھا اور ان کا یہ کہنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام مصنفین کی طرح اس کو خود ہی تھوڑا تھوڑا تصنیف کر لیتے ہیں اور لوگوں کو کلامِ الٰہی بتا کر سنا دیتے ہیں، منکرین ومشرکین کے اس الزام کو دلیل کے ساتھ رفع فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں پہلے فرمایا جاتا ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

یعنی اس کتاب کے کلامِ الٰہی ہونے میں تو ذرہ برابر کوئی شک وتردد نہیں جیسا کہ ابتدائے سورۃ ہی میں بتا دیا گیا ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں، لیکن اگر تم قصور فہم یا عناد کیوجہ سے اس کتاب کے بارہ میں جس کو ہم نے اپنے بندہ پر بتدریج نازل کیا کسی شک اور شبہ وتردد میں مبتلا ہو گئے ہو تو تم بھی اُسی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ جو فصاحت وبلاغت اور ہدایت وارشاد علوم ومعارف، حُسنِ معانی اور لطائف اور احکام میں اس کتاب کے مشابہ ہو لے آؤ۔ کیونکہ تم بھی اہلِ زبان ہو اور تم بھی اسی قوم، اسی شہر اور اسی ملک کے افراد ہو بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمی ہیں یعنی پڑھنا لکھنا بھی نہیں

3

جانتے اور تم تو شعر و شاعری، سخن پروری اور قوتِ کلامیہ میں بڑھ چڑھ کر ہو اور تم تو ہر مجلس میں اور میلے میں شاعری اور خطابت کا مقابلہ کرنے جاتے ہو لیکن اس قوت کلامی کے باوجود پورا قرآن نہ سہی اس کا نصف یا ثلث بھی نہ سہی اس کی کسی ایک چھوٹی سی سورۃ ہی کے برابر تم تصنیف کر دیکھو۔ اور اگر تم تنہا نہیں بنا سکتے تو وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ یعنی اپنے مددگاروں کو اپنے فصحاء و بلغاء اور جن و انس کو جمع کر کے ان سے بھی امداد حاصل کر لو اور اس کی مثل ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔

یہ ایک کھلا ہوا قرآنی چیلنج تھا کہ جو اپنے بے مثال اور بے مثل ہونے کے بارہ میں دیا گیا، اور صرف یہیں اس مدنی سورۃ میں نہیں بلکہ اس سے قبل کئی مکی سورتوں میں بھی دُنیا کے سامنے یہ چیلنج پیش کیا اگرچہ قرآن ساری دُنیا کیلئے آیا لیکن اس کے بلاواسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے جن کو اور کوئی علم و فن آتا تھا یا نہیں مگر زبان دانی اور فصاحت و بلاغت میں وہ اپنے کو اقوامِ دُنیا سے ممتاز جانتے تھے قرآن ان کو مخاطب کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں میرے کلام الٰہی ہونے میں کچھ شبہ ہے تو تم میری جیسی ایک ہی سورۃ بنا کر دکھا دو۔

اب غور کیجئے کہ کفار مکہ اور مشرکین عرب نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور مغلوب کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا جان، مال، عزت، آبرو سب کچھ سردھڑ کی بازی لگائی اور سبھی کچھ کر گزرے مگر یہ کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا اور چند سطریں اس کلامِ الٰہی کے مقابلہ میں پیش کر دیتا آج قریب چودہ سو برس کا طویل زمانہ گزر رہا ہے کوئی شخص قرآن کا مثل نہ لا سکا شام، دمشق، بیروت، مصر، فلسطین وغیرہ میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں ان میں تو ایسے ایسے ادیب اور ماہر زبان موجود ہیں جنہوں نے لغاتِ عربیہ پر بڑی ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں لیکن وہ قرآن کی ایک ہی سورۃ کے برابر لکھنے کی جرأت نہ کر سکے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر ہے اس پر اتنا ہی زیادہ رُعب کلامِ قرآنی کا غالب آجاتا ہے۔

ایک ایک لفظ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے، پھر کلام کی ترتیب الفاظ کی بندش، عبارت کی روانی، معانی کی نورانیت، مضمون کی پاکیزگی، سونے پر سہاگہ ہے، بار بار پڑھو دِل نہ اُکتائے، مضامین سمجھتے جاؤ اور ختم نہ ہوں یہ قرآن پاک ہی کا خاصہ ہے۔

آگے فرمایا فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور بیشک ایسا نہ کر سکو گے یعنی ایک اعجاز تو قرآن کریم کا یہ بتایا گیا کہ کوئی اس کے مثل کبھی نہیں لا سکتا اور دوسرا اعجاز یہ ہے کہ پہلے ہی پیشگوئی فرما دی گئی اور غیب کی خبر دے دی گئی کہ قیامت تک کوئی شخص اس کے مثل کلام نہیں لا سکتا چنانچہ بحمد اللہ چودہ سو برس گذر گئے اور ہر زمانہ میں قرآن کے مخالفین رہے ہیں مگر کوئی اب تک ایسا نہ کر سکا اور نہ قیامت تک ایسا ممکن ہے اب اسکا نتیجہ فرمایا جاتا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

یعنی جب یہ قطعاً معلوم ہو گیا کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر اُتارا گیا خدا کے سچے پیغمبر ہیں تو اے منکرین اگر اب بھی تم کفر و انکار پر اڑے رہے تو تمہارا ٹھکانا جہنم کی آگ ہوگی جس کا ایندھن خدا کے نافرمان بندے اور پتھر ہوگا اور جو تم جیسے منکرین و معاندین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ سے اور قرآن کریم کی دوسری آیات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جہنم پیدا شدہ اور اب موجود ہے۔ احادیث سے بھی یہی ظاہر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دِن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوگی اور وہ فرشتے اُسے کھینچتے ہوئے لائیں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وَ	بَشِّرِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اور	خوشخبری دو	جولوگ	ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کئے	نیک	کہ	انکے لئے	باغات	بہتی ہیں	سے	انکے نیچے	نہریں

اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبران لوگوں کو جوایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بیشک اُنکے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی انکے نیچے سے نہریں

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ

كُلَّمَا	رُزِقُوْا	مِنْهَا	مِنْ	ثَمَرَةٍ	رِزْقًا	قَالُوْا	هٰذَا	الَّذِيْ	رُزِقْنَا	مِنْ	قَبْلُ	وَاُتُوْا	بِهٖ
جب بھی	کھانے کودیا جائیگا	اس سے	سے	کوئی پھل	رزق	وہ کہیں گے	یہ	وہ جوکہ	ہمیں کھانے کودیا گیا	سے	پہلے	حالانکہ انہیں دیا گیا	اس سے

جب بھی دیئے جائیں گے وہ لوگ اُن بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی انکو

مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

مُتَشَابِهًا	وَلَهُمْ	فِيْهَا	اَزْوَاجٌ	مُطَهَّرَةٌ	وَّهُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
ملتا جلتا	اور انکے لئے	اس میں	بیویاں	پاکیزہ	اور وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور انکے واسطے ان بہشتوں میں بیویاں ہونگی پاک صاف کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے

بَشِّرْ : فعل امر واحد مذکر حاضر، بمعنی تو خوشخبری دے، تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کے نیچے نہریں بہنے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں

۱- باغوں کے نیچے زیرِ زمین بہتی ہوں۔

۲- نہریں باغات کے مالکوں کے حکم کے مطابق بہتی ہیں۔

۳- یہ نہریں صرف باغات کی آب پاشی کیلئے نہیں بلکہ اور بھی صفات ہیں کہ ان کا پانی عمدہ ترین ہوگا خالص وعمدہ دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ جَنّٰتٍ : یہ جَنَّةٌ کی جمع ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنتیں سات ہیں

۱- جنت الفردوس، ۲- جنت عدن ۳- جنت النعیم

۴- دار الخلد ۵- جنت الماویٰ ۶- دار السلام

۷- علیین۔ اَزْوَاجٌ یہ زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے اور ہم مثل چیزیں خواہ نر ہوں خواہ مادہ۔

مؤمنین کیلئے جنت کی خوشخبری:

گزشتہ آیت میں تصدیق رسالت محمدی کے سلسلہ میں قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے تمام منکرین کو چیلنج دیا گیا تھا اور کہا تھا اب جو بھی اس قرآن کا منکر ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرے گا تو وہ آخرت میں عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا اب ان کے مقابلہ میں اس آیت میں بشارت اور خوشخبری سنائی جاتی ہے ان کو جو اس قرآن پر ایمان رکھنے والے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ کلام نازل ہوا ان کو اللہ کا سچا رسول مانتے ہیں کہ آخرت میں ان کو جنت کے باغات نصیب ہوں گے اور وہاں طرح طرح کی لازوال نعمتیں اور راحتیں میسر ہوں گی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بشارت دے دیجئے اور خوشخبری سنا دیجئے اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن کریم پر ایمان لائے اور احکام الٰہیہ کے مطابق اعمالِ صالحہ کیے۔

اب وہ بشارت اور خوشخبری کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ ایسے لوگوں کے لئے جنت یعنی عجیب قسم کے باغات ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

جنت لغت میں باغ کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں اس خاص جگہ کا نام ہے جو مومنین و مسلمین اور نیکوں و متقین کو آخرت میں عطا ہوگی اور جہاں خیر ہی خیر، انعام ہی انعام، راحت ہی راحت، چین ہی چین، نعمت ہی نعمت ہوگی اور وہ بھی ابدالآباد کے لئے کہ ان کو زوال اور فنا نہ ہوگا۔

اب آگے جنت کے بعض حالات اور وہاں کی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

یعنی اہل جنت کو جنت کے پھل جب ایک مرتبہ دینے کے بعد دوسری مرتبہ دیئے جائیں گے تو وہ ان پھلوں کی ظاہری شکل وصورت پہلے دیئے گئے پھلوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے کہیں گے کہ یہ پھل تو وہی ہیں جو ہم کو پہلے دیئے گئے تھے۔ جو ہم کھا چکے ہیں لیکن جب ان کو کھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان کا ذائقہ پہلے پھلوں سے بالکل مختلف اور جدا ہے یعنی جنت میں جو پھل جنتیوں کو دیا جائے گا وہ ظاہری شکل وصورت میں پہلے دیئے گئے پھلوں سے ملتا جلتا ہوگا مگر ذائقہ ہر ایک کا جداگانہ ہوگا۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ پھلوں کے متشابہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جنت کے پھل صورت اور شکل میں دُنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے تو جب اہل جنت کو جنت میں پھل ملیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو دُنیا میں ہمیں ملا کرتے تھے مگر جنت کے پھلوں کو دنیا کے پھلوں سے کیا نسبت؟۔

پھر یہ کہ جنت میں صرف اعلیٰ غذائیں اور مکانات ہی نہ ہوں گے بلکہ اعلیٰ درجہ کی مادی لذیذ غذاؤں کے ساتھ سکون و راحت قلب کے لئے حسبِ منشا رفیق بھی ملیں گے یعنی جنتیوں کو پاک وصاف بیویاں بھی نصیب ہونگی جو ہر قسم کی ظاہری و باطنی گندگیوں سے پاک صاف ہونگی ظاہری گندگیاں جیسے میل کچیل، غلاظت وکثافت، بول و براز، حیض ونفاس وغیرہ اور باطنی گندگیاں جیسے ناشائستہ اخلاق، ناپسندیدہ عادات، کج خلقی، بیوفائی وغیرہ۔ اور پھر یہ تمام جنت کی نعمتیں عارضی اور وقتی نہ ہونگی کہ کچھ مدت کے بعد زائل ہو جائیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوں گی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے ان بشارتوں کا مستحق بنائے اپنی رضا کے مقام جنت میں جگہ عطا فرمائے نجات اور جنت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہے ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا چیز ہیں۔

یا اللہ! اپنے فضل سے ہمیں دنیا و آخرت کی سرخروئی عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

إِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَسْتَحْيِ	أَنْ	يَّضْرِبَ	مَثَلًا	مَا	بَعُوْضَةً	فَمَا	فَوْقَهَا	فَأَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
بیشک	اللہ	نہیں شرماتا	کہ	وہ بیان کرے	کوئی مثال	جو	مچھر	خواہ جو	اس سے اوپر	سو جو لوگ	ایمان لائے

ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کر دیں کوئی مثال خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو

فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

فَيَعْلَمُوْنَ	أَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	وَأَمَّا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَيَقُوْلُوْنَ	مَاذَا	أَرَادَ	اللّٰهُ	بِهٰذَا
وہ جانتے ہیں	کہ وہ	حق	سے	انکے رب	اور جن لوگوں نے	کفر کیا	وہ کہتے ہیں	کیا	ارادہ کیا	اللہ	اس سے

وہ تو یہی یقین کرینگے بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے انکے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہیں گے

مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ الَّذِيْنَ

مَثَلًا	يُضِلُّ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَيَهْدِيْ	بِهٖ	كَثِيْرًا	وَمَا يُضِلُّ	بِهٖ	إِلَّا	الْفٰسِقِيْنَ	الَّذِيْنَ
مثال	وہ گمراہ کرتا ہے	اس سے	بہت لوگ	اور ہدایت دیتا ہے	اس سے	بہت لوگ	اور نہیں گمراہ کرتا	اس سے	مگر	نافرمان	جو لوگ

وہ کون مطلب ہوگا جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اسکی وجہ سے بہتوں کو اور گمراہ نہیں کرتے ہیں

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ

يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ	اللّٰهِ	مِنْ بَعْدِ	مِيْثَاقِهٖ	وَيَقْطَعُوْنَ	مَا	أَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖ	أَنْ	يُّوْصَلَ
توڑتے ہیں	وعدہ	اللہ	سے۔ بعد	پختہ اقرار	اور کاٹتے ہیں	جس	حکم دیا	اللہ	اس سے	کہ	وہ جوڑے رکھیں

اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنیوالوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اسکے استحکام کے بعد اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۭ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

	وَيُفْسِدُوْنَ	فِي	الْأَرْضِ	أُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ	
	اور وہ فساد پھیلاتے ہیں	میں	زمین	وہی لوگ	وہ	نقصان اٹھانے والے	

اللہ تعالیٰ نے انکو وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے

منکرین کے اعتراضات اور ان کا جواب:

گزشتہ آیات میں قرآن کریم کی حقانیت ثابت فرمانے کے لئے تمام منکرین قرآن کو چیلنج دیا گیا اب جب اُن سے اس چیلنج کا مقابلہ نہ ہوسکا تو انہوں نے قرآن کریم میں دوسرے اعتراضات وشبہات نکالنے شروع کئے کہ اس کلام میں کہیں مکھی اور کہیں مکڑی

اور مچھر کی مثالیں دی ہیں اور یہ قرآن اگر اللہ کا کلام ہے تو اس میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر نہ ہونا چاہئے۔ اور اس کتاب میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہے اس لئے یہ (نعوذ باللہ) اللہ کی کتاب نہیں معلوم ہوتی، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور جس عنوان سے اعتراض کیا گیا تھا اسی عنوان سے اعتراض کو رد فرمایا گیا منکرین نے اعتراض اس عنوان سے بیان کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو شرم نہیں آتی کہ وہ مکھی اور مکڑی و مچھر کی مثالیں بیان کرے تو اُسی عنوان سے ان کا اعتراض رد فرمایا گیا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا

بے شک اللہ تعالیٰ کو اس بات سے کچھ شرم نہیں آتی کہ کوئی مثال بیان کرے کسی مچھر کی یا اس چیز کی جو حقارت میں مچھر سے بھی بڑھ کر ہو۔ کیونکہ مثال کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ بات جس کے لئے مثال دی گئی ہے خوب واضح اور روشن کر کے ذہن نشین کر دی جائے اب یہ مقصد جس مثال سے بہترین طریقہ پر پورا ہو سکے وہی مثال بہترین کہلائے گی خواہ وہ چیز جو مثال میں پیش کی گئی ہے بجائے خود کیسی ہی معمولی اور حقیر ہو مثال کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مثال دینے والے کے مطابق ہو اس لئے منکرین کا یہ اعتراض کرنا بیوقوفی اور نادانی کی دلیل ہے کہ مچھر مکھی مکڑی کا ذکر مثال میں کیا جائے۔

آگے بتایا گیا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا یعنی ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جن کے دِل و دماغ میں کفر کیوجہ سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہے اور ایمان والوں کو ایسے شبہات، اعتراضات پیدا نہیں ہوتے۔ ایمان والے تو اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا رسول ہونے اور قرآن کریم کے اللہ کا کلام ہونے پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں اور اللہ و رسول کی باتوں پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اگر اپنے کلام میں کوئی مثال بیان فرماتے ہیں تو اہلِ ایمان کوشش کرتے ہیں کہ اس مثال کا اصلی مطلب سمجھ لیں اور مثال سے جو سبق دینا مقصود ہے اس پر غور کریں لیکن کفار و منکرین جو اللہ کی توحید، اور رسول کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور جن کے دِل میں حق کی تلاش و جستجو نہیں ہوتی وہ صرف اسی ٹوہ اور فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں کسی نہ کسی طرح کوئی عیب ڈھونڈیں اور خواہ مخواہ اس پر اعتراض کریں۔

نزولِ قرآن کا مومن و منکر پر اثر:

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا ہے مؤمنین اس پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اس سے ان کا نور ہدایت اور دوبالا ہو جاتا ہے اور جن کو گمراہ فرماتا ہے یا گمراہ چھوڑتا ہے وہ منکرین ہیں کہ کلام الٰہی کے انکار سے اور اُس پر نکتہ چینی سے اُن کی تاریکی ضلالت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی گمراہی اور بڑھ جاتی ہے اور اس کی مثال بالکل ایسی۔ ہے جیسے کہ فاسد المزاج کو جس قدر بہتر اور مقوی غذا دی جائے اُسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

آگے اسی مضمون کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ یعنی ان مثالوں سے گمراہی صرف انہی لوگوں کا حصہ ہوتا ہے جو فاسق یعنی بے حکم اور نافرمان ہیں اور جن کو اس فسق کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی، ورنہ جن میں کچھ حق طلبی اور خوف خداوندی ہوتا ہے وہ تو ہدایت ہی حاصل کرتے ہیں یہاں آیت میں فاسق سے کافر ہی مراد ہے ورنہ ویسے تو قرآنِ کریم میں

فاسق کا لفظ کافر اور گنہگار مومن دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔

منکروں کی صفات:

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہاں فاسقین جن سے مراد کفار ومنافقین ہیں ان کی تین خصلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

اول یہ کہ وہ اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے توڑتے رہتے ہیں۔

ہر انسان چونکہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے اس کے معبود ہونے کا اقرار اور عہد کر چکا ہے اب اس زندگی میں جو آدمی باوجود پیغمبروں کی یاد دہانی اور وحی کی راہنمائی کے اس کا انکار کرتا ہے تو وہ عہد توڑنے والا ہے اور عہد بھی جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا ہے چنانچہ کافر و مشرک سب اس عہد الست کو توڑنے والے ہیں۔

دوسری خصلت فاسقین کی یہ بیان فرمائی کہ وہ توڑتے ہیں اور قطع کرتے ہیں ان تعلقات کو کہ جن کو اللہ نے جوڑنے اور وابستہ رکھنے کا حکم دیا ہے اس میں وہ تمام تعلقات آ گئے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہیں جن کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے اور وہ تعلقات بھی آ گئے جو باہم بندوں کے آپس میں ہیں جن کو حقوق العباد کہا جاتا ہے جس میں اپنے ماں باپ کے، عزیز و اقربا کے، اپنے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے عام مسلمانوں کے اور عام انسانوں کے حقوق سب آ گئے۔ انہی حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے کا نام دین اسلام یا شریعتِ اسلام ہے اور ان کو توڑنا فسق ہے۔

تیسری خصلت یا نشانی فاسقین کی یہ فرمائی کہ وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اس میں ظاہری فساد بھی آ گئے جیسے کسی پر ظلم کرنا کسی کی حق تلفی کرنا کسی کی بے آبروئی کرنا، کسی کا مال لے لینا وغیرہ اور باطنی فساد بھی آ گئے جیسے کفر کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت یا حسد رکھنا انہی تین خصائل کو تیرھویں پارہ سورۂ رعد آیت ٢٥ میں بیان فرمایا گیا کہ ایسوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اُس جہان میں بڑی خرابی ہوگی اور یہاں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو پورا خسارہ اور نقصان اُٹھانے والے ہیں کہ دُنیا کی راحت چین وسکون قلب اور آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے کیونکہ عداوت وحسد میں ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ اپنے دشمن کو کس طرح گزند پہنچاؤں اس کی ترقی کس طرح روکوں یہ تو ہوا دنیا کا خسارہ اور نقصان اور آخرت کا نقصان ظاہر ہے کہ رشد و ہدایت کے بدلہ گمراہی کو خریدا اور منعم حقیقی کو چھوڑ کر اس سے تعلق قطع کیا اس سے بڑھ کر اور کیا آخرت کا نقصان ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام پر ایمانِ صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں، اور اس میں شک و تردّد سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ روزِ ازل عالم ارواح میں ہم نے جو عہد کیا تھا حق تعالیٰ ہم کو اس پر قائم رکھیں اور اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں دین دُنیا کی کامیابی و کامرانی نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے خسارہ سے ہم کو بچائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

كَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	كُنْتُمْ	اَمْوَاتًا	فَاَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	يُحْيِيْكُمْ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ
کسطرح	تم کفر کرتے ہو	اللہ کا	اور	تم تھے	بے جان	تو اُسنے تمہیں زندگی بخشی	پھر	تمہیں مارے گا	پھر	تمہیں جلائے گا	پھر	اسکی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

بھلا کیونکر ناشکری کرتے ہو اللہ کیساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان سو تمکو جاندار کیا پھر تمکو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے پھر انہی کے پاس لے جائے جاؤ گے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ

هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	لَكُمْ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	ثُمَّ	اسْتَوٰى	اِلَى	السَّمَآءِ	فَسَوّٰىهُنَّ	سَبْعَ
وہ	جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	جو	میں	زمین	سب	پھر	قصد کیا	طرف	آسمان	پھر انکو ٹھیک بنادیا	سات

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست کر کے بنادیئے

سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

سَمٰوٰتٍ	وَ	هُوَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
آسمان	اور	وہ	ہر	چیز	جاننے والا

ان کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔

انعاماتِ الٰہیہ کی یاد دہانی

ان آیات میں پہلے اس بات پر اظہار تعجب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات کے ہوتے ہوئے اس کی وحدانیت، خالقیت اور دیگر کمالات وصفات کا یہ ظالم منکرین کس طرح کفر و انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ انسان اپنی اصل حقیقت پر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ یہ پہلے معدوم اور نیست تھا اللہ ہی نے اُس کو نیست سے ہست اور معدوم سے موجود فرمایا اور اس کو زندگی عطا کی۔

چنانچہ فرمایا تم نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے محض بے جان تھے سو تم کو جاندار کیا پھر اللہ ہی تم کو موت دے گا پھر زندہ کریگا یعنی قیامت کے دِن پھر اُس ہی کے پاس لے جائے جاؤ گے یعنی میدانِ قیامت سے حساب کتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کئے جاؤ گے وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف یعنی اس کی تکمیل وتخلیق کی طرف سو درست کر کے بنا دیئے اُن کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور اسلام اور ایمان سے نوازا۔

یا اللہ اپنی طاعت وبندگی کی ہم کو توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی سعادت نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ

وَاِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّیْ	جَاعِلٌ	فِی	الْاَرْضِ	خَلِیْفَةً	قَالُوْٓا	اَتَجْعَلُ	فِیْهَا	مَنْ
اور جب	کہا	تمہارا رب	فرشتوں سے	کہ میں	بنانے والا	میں	زمین	ایک نائب	انہوں نے کہا	کیا تو بنائے گا	اسمیں	جو

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے

یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ

یُّفْسِدُ	فِیْهَا	وَیَسْفِكُ	الدِّمَآءَ	وَنَحْنُ	نُسَبِّحُ	بِحَمْدِكَ	وَنُقَدِّسُ	لَكَ	قَالَ	اِنِّیْ	اَعْلَمُ
فساد کرے گا	اسمیں	اور بہائے گا	خون	اور ہم	بے عیب کہتے ہیں	تیری تعریف کیساتھ	اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں	تیری	اسے کہا	بیشک میں	جانتا ہوں

لوگوں کو جو فساد کریں گے اسمیں اور خون ریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپکی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ

مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ	وَعَلَّمَ	اٰدَمَ	الْاَسْمَآءَ	كُلَّهَا	ثُمَّ	عَرَضَهُمْ	عَلَی	الْمَلٰٓئِكَةِ	فَقَالَ	اَنْۢبِـُٔوْنِیْ
جو	تم نہیں جانتے	اور سکھائے	آدم	نام	سب چیزیں	پھر	انہیں سامنے کیا	پر	فرشتے	پھر کہا	مجھ کو بتاؤ

اس بات کو جسکو تم نہیں جانتے اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں پھر فرمایا کہ بتاؤ مجھ کو

بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

بِاَسْمَآءِ	هٰۤؤُلَآءِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	لَا عِلْمَ	لَنَا	اِلَّا	مَا	عَلَّمْتَنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ
نام	ان	اگر	تم ہو	سچے	انہوں نے کہا	تو پاک ہے	علم نہیں	ہمیں	مگر	جو	تو نے ہمیں سکھایا	بیشک تو	تو

اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہمکو ہی علم نہیں مگر وہی جو کچھ ہمکو آپ نے علم دیا بیشک آپ بڑے علم والے

الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ

الْعَلِیْمُ	الْحَكِیْمُ	قَالَ	یٰۤاٰدَمُ	اَنْۢبِئْهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ	فَلَمَّا	اَنْۢبَاَهُمْ	بِاَسْمَآئِهِمْ	قَالَ	اَلَمْ
جاننے والا	حکمت والا	اس نے فرمایا	اے آدم	انہیں بتادے	انکے نام	سو جب	اس نے انہیں بتائے	انکے نام	اسنے فرمایا	کیا نہیں

حکمت والے ہیں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم بتادو انکو ان چیزوں کے اسماء سو جب بتادیئے انکو آدمؑ نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا

اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

اَقُلْ	لَّكُمْ	اِنِّیْ	اَعْلَمُ	غَیْبَ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَاَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ	وَمَا	كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ
میں نے کہا	تمہیں	کہ میں	جانتا ہوں	چھپی ہوئی باتیں	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور میں جانتا ہوں	جو	تم ظاہر کرتے ہو	اور جو	تم چھپاتے ہو

میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو

باطنی نعمتوں کی یاددہانی

اُوپر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر جو ظاہری انعامات فرمائے ہیں جیسے زمین اور آسمان بنانا اور زمین پر ہر قسم کے سامان انسانوں کی ضرورت اور فائدہ کے پیدا کرنا اُن کا ذکر فرمایا تھا جس سے مقصود اپنی توحید کی طرف دعوت دی تھی۔ اب نعمت کی دوسری قسم یعنی باطنی نعمتیں جو بنی نوع انسان کو عطا فرمائی گئیں ان کو یاد دلا کر انسانوں کو اللہ کا شکر گزار اور مطیع و فرمانبردار بندہ بننے کی دعوت دی جارہی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جو تمام بنی نوع انسان کے جدامجد اور پہلے انسان ہیں ان کے شرف و فضیلت کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اللہ نے ان کو کس طرح اپنی قدرت سے پیدا کیا، انکو کیسی علم کی دولت دی ان کو مسجود ملائکہ بنایا اور ان کو اپنا نائب اور خلیفہ ہونے کی عزت بخشی اور تمام انسانوں کو انہی کی اولاد ہونے کا فخر عطا فرمایا اور اسی غرض سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن پاک کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف سورتوں میں ان سورتوں کے مضامین کے مناسب بیان فرماتا ہے یہاں اس سورۃ میں ان آیات میں جو فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں فرشتوں نے یہ سنا تو حیرت میں رہ گئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اگر اس ہستی کی پیدائش کی حکمت یہ ہے کہ وہ دن رات تیری تسبیح و تہلیل کرے اور تقدیس و بزرگی بیان کرے تو اس کے لئے ہم حاضر ہیں جو ہر لحہ تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اور بے چون و چرا تیرا حکم بجالاتے ہیں اور یہ بنی نوع انسان جن کو آپ پیدا کرنے کا ارادہ فرما رہے ہیں، ان میں اچھے بُرے سب طرح کے ہوں گے ان میں کوئی مفسد اور سفاک بھی ہوگا (اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو کسی طرح معلوم کرادی ہوگی کہ بنی آدم میں بھلے بُرے سب طرح کے ہوں گے) تو آدم کی تخلیق اور اس کے خلیفہ بنانے میں کیا حکمت ہے یہ ملائکہ نے معلوم کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اول تو اس کا ایک حاکمانہ طرز سے جواب دیا کہ تخلیق آدم اور خلافت ارضی کی حقیقت اور اُس کی ضرورت سے تم واقف نہیں اس کا علم مکمل طور پر مجھ ہی کو ہے دوسرا جواب حکیمانہ انداز سے دیا گیا تاکہ ملائکہ کو حضرت آدم کی برتری اور اپنے عجز اور درماندگی کا مشاہدہ ہو جائے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر اپنی عظیم المرتبت صفت "علم" سے نوازا اور ان کو علم اشیاء عطا فرمایا یعنی تمام موجودات روئے زمین کی چیزوں کے نام اور اُن کے خواص و آثار کا علم دے دیا اور پھر فرشتوں کے سامنے وہ چیزیں پیش کر کے ارشاد فرمایا کہ تم ان اشیاء کے متعلق کیا علم رکھتے ہو؟ وہ لاعلم تھے کیا جواب دیتے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا اس پر آدم علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ فرشتوں کو ان کے اسماء بتائیں، چنانچہ آدم علیہ السلام نے فوراً سب بتا دیئے اور اس طرح آدم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری کی ایک اہم صورت کا اظہار کیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک طرح مُعلِّم کا درجہ دیا گیا اور فرشتوں کو طالب علم کا۔ بہرحال یہ ثابت فرمادیا گیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ آدم علیہ السلام میں سب جمع ہیں۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو بنی نوع انسان میں پیدا کیا اور اس نے ہم کو دنیا میں اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی اور اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ	اَبٰى	وَاسْتَكْبَرَ	وَكَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ
اور جب	ہم نے کہا	فرشتوں کو	تم سجدہ کرو	آدم کو	تو انہوں نے سجدہ کیا	سوائے	ابلیس	اس نے انکار کیا	اور تکبر کیا	اور وہ ہوگیا	سے	کافروں

اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ میں گر جاؤ آدم کے سامنے سو سب سجدہ میں گر پڑے بجز ابلیس کے کہ اسنے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہوگیا کافروں میں سے

انسانیت کی فضیلت:

گزشتہ آیات میں یہ ثابت ہوگیا کہ صلاحیت خلافت کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام میں موجود ہیں اور منصب خلافتِ الٰہیہ کے حضرت آدم علیہ السلام ہی مستحق ہیں تو اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی اے نبی آدم تم خاص طور پر اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو تمہارے باپ حضرت آدم کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا کہ سب مل کر سجدۂ تعظیمی بجا لاؤ تا کہ تمہارے باپ کی فوقیت اور فضیلت اور شرف و برتری عملی طور پر ظاہر ہو جائے۔ انسانوں کو چاہئے وہ اس احسان کو یاد کریں اور اللہ کے شکرگزار بندے بن کر فرمانبرداری اختیار کریں۔

سجدہ کا معنی اور قسمیں

لغت میں سجدہ کے معنی ہیں سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا لیکن شرعی اصطلاح میں اُس کے خاص معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیئے ہیں، سجدہ چونکہ انتہائی تعظیم کا نشان ہے اس لئے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سجدہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز قرار نہیں دیا اور غیر اللہ کے لئے سجدہ قطعاً ممنوع فرمادیا۔ سجدہ کی دو قسمیں ہیں ایک سجدۂ عبادت یعنی کسی کو معبود سمجھ کر سجدہ کرنا اس قسم کا سجدہ تو تمام گزشتہ ملتوں میں بھی کفر و شرک رہا ہے اور کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہا

دوسری قسم سجدۂ کی سجدۂ تحیت و تکریم ہے یعنی بطور تعظیم کسی کے سامنے سر جھکانا جیسے ابتدائی ملاقات میں سلام مصافحہ اور معانقہ اور دست بوسی کی اس وقت اجازت ہے۔ گزشتہ اور سابقہ شریعتوں میں یہ سجدۂ تعظیم و تکریم بطور سلام کے مشروع تھا۔ لیکن چونکہ شریعتِ محمدیہ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی شائبہ شرک سے بھی پاک رکھنا منظور تھا اس لئے اس شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ موجود ہیں کہ جس سے سجدۂ تعظیمی کا ممنوع اور حرام ہونا ثابت ہے۔ تو جس سجدہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا تھا وہ سجدۂ تعظیم و تکریم اور احترام آدم کیلئے تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا تھا تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سجدۂ عبادت نہ تھا اس لئے کہ سجدۂ عبادت سوائے خدا کے کسی کو کرنا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کفر کا حکم نہیں دیتے۔

ابلیس کا غرور اور اس کا انجام

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ یعنی سب فرشتے حکم الٰہی بجا لائے اور سب نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کیا اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ اس نے کہنا نہ مانا اور غرور کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

ابلیس کے لفظی معنی ہیں سخت نا اُمیدی کے باعث غمگین ہوکر

ششدر اور متحیر ہو جانے والا یہ شیطان کا لقب ہے جس کا مشہور نام عزازیل تھا، چونکہ شیطان رحمتِ حق سے نا اُمید ہے اس لئے اس کا لقب ابلیس ہوا۔

جب تمام ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا تو ابلیس بھی بسبب ملائکہ کے ساتھ ہونے کے اس حکم میں داخل تھا لیکن ابلیس نے اس حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا اور تکبر کیا اور جیسا کہ قرآن پاک کی کئی سورتوں میں ذکر ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا کہ جب تجھ کو میں نے سجدہ کا حکم دیا تھا تو پھر کس بات نے تجھ کو ایسا کرنے سے روکا؟ اس پر ابلیس لعین نے جواب دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، ابلیس کا مقصد یہ تھا کہ میں آدم سے افضل ہوں لہٰذا میں آدم کے آگے نہیں جھک سکتا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نافرمانی نے اسے راندۂ درگاہ بنا دیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا اور اس غرور و تکبر کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہوا۔

ابلیس علم و معرفت میں ایسا مقام رکھتا تھا کہ اسے طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا مگر اس کے کبر و غرور کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشی ہوئی معرفت اور علم و فہم کی دولت اس سے سلب کر لی۔

درسِ عبرت

ابلیس کا یہ واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہِ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ سرمایۂ صد ہزار عبرت ہے چند عبرتیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱- تکبر ایسا بڑا گناہ ہے کہ جس نے ابلیس کا ستیاناس کر دیا اور اس کو راندۂ بارگاہِ الٰہی بنا دیا کبر اور غرور خواہ سینہ کے اندر چھپا ہو مذموم اور ممنوع ہے اور کبر ہمیشہ ذلت کے غار میں گراتا ہے۔

۲- خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہئے، شیطان اس کی مرضی پر راضی نہ ہوا اس لئے اس کا نتیجہ خراب ہوا۔

۳- انسان اپنے علم، عبادت، ریاضت پر مغرور نہ ہو اور اپنے موجودہ ایمان و عمل اور علم و معرفت پر غرہ نہ ہو کیونکہ اعتبار انجام کا ہے اور معلوم نہیں کہ انجام کس کا کیسا ہو، شیطان کی ہزاروں برس کی عبادت انجام میں اس کے لئے مفید نہ ہوئی۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

۴- خدا تعالیٰ کے احکام سے سرتابی کرنا اور اس کی شان میں گستاخی کرنا سخت گناہ اور جرم عظیم ہے۔

۵- حکم الٰہی بجالانے میں جلدی اور مستعدی برتنی چاہئے ڈھیل اور سستی نہ کرنا چاہئے جیسا کہ ملائکہ کے عمل سے ظاہر ہوا کہ حکم ملتے ہی سب سجدہ میں فوراً چلے گئے۔

۶- انسان کو جو نعمتِ الٰہی خواہ وہ ظاہری نعمت ہو یا باطنی حاصل ہو اس پر ناز گھمنڈ اور مغرور ہو کر نافرمانی نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر نعمت کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر اس پر ادائے شکر کرنا چاہئے۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، یا اللہ کبر و غرور جیسی شیطانی خصلت سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ابلیس لعین کے انجام سے ہمیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

وَ	قُلْنَا	يٰاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	وَكُلَا	مِنْهَا	رَغَدًا	حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا	تَقْرَبَا	هٰذِهِ
اور	ہم نے کہا	اے آدم	تم رہو	تم	اور تمہاری بیوی	جنت	اور تم دونوں کھاؤ	اس سے	اطمینان سے	جہاں	تم چاہو	اور نہ	قریب جانا	اس

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اسمیں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا

الشَّجَرَةَ	فَتَكُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	فَاَزَلَّهُمَا	الشَّيْطٰنُ	عَنْهَا	فَاَخْرَجَهُمَا	مِمَّا	كَانَا	فِيْهِ	وَقُلْنَا
درخت	پھر تم ہو جاؤ گے	سے	ظالم (جمع)	پھر ان دونوں کو پھسلایا	شیطان	اس سے	پھر انہیں نکلوا دیا	سے جو	وہ تھے	اسمیں	اور ہم نے کہا

درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں پس لغزش دے دی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے سو برطرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جسمیں وہ تھے

اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

اهْبِطُوْا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	وَلَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَّمَتَاعٌ	اِلٰى	حِيْنٍ
تم اتر جاؤ	تمہارے بعض	بعض کے	دشمن	اور تمہارے لئے	میں	زمین	ٹھکانہ	اور سامان	تک	وقت

اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تمکو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک معیاد معین تک

حضرت انسان کی جنت میں رہائش شیطان کی عداوت اور زمین کو روانگی

وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

یہاں وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ یعنی تمہاری بی بی سے مراد حضرت حواء ہیں جو اُس وقت پیدا ہو چکی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو۔ علماء محققین نے لکھا ہے کہ یہ جنت وہی جنت تھی کہ جو بعد قیام قیامت اہل ایمان کا ٹھکانہ ہے الغرض حضرت آدم علیہ السلام پر انعامات پر انعامات ہو رہے ہیں چنانچہ آپ کے اُنس کیلئے بی بی حوا کو پیدا فرمایا پھر دونوں کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔

پھر آگے ایک مزید انعام کا بیان ہے وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا یعنی حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو فرمایا کہ جنت کے پھل اور میوے بافراغت استعمال کرتے رہو، نہ اُن کے حاصل کرنے میں تمہیں کسی محنت کی ضرورت ہوگی اور نہ فکر کہ یہ غذا کم یا ختم ہو جائے گی۔

مگر اس انعام کے ساتھ ایک شرط لگا دی گئی اور وہ یہ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی کسی خاص درخت کی طرف اشارہ کر کے فرما دیا گیا کہ اس کے قریب بھی نہ جانا اس حکم سے اصل مقصد تو یہ تھا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا مگر تاکید کے طور پر فرمایا گیا کہ اس کے پاس بھی نہ جانا مراد یہی ہے کہ اس کا پھل کھانے کے لئے اس کے پاس نہ جانا۔

آگے بطور تنبیہ و تاکید یہ بھی فرما دیا گیا کہ اگر ایسا کیا تو

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی اگر تم نے شجر ممنوعہ سے کھا لیا تو تم ظالمین میں سے ہو جاؤ گے یہاں آیت میں لفظ ظالمین استعمال ہوا ہے یعنی اگر ایسا کرو گے تو ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اب یہاں کس مناسبت سے ظلم کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کو سمجھ لیجئے محاورہ میں ظلم بے انصافی، زبردستی، ستمگاری، شرک، گناہ، تقصیر کے لئے استعمال ہوتا ہے ظلم کے اصل معنیٰ ہیں غیر کی مِلک میں تصرف کرنا اور حد سے گزر جانا۔

علماء نے لکھا ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے اول ظلم وہ جو انسان سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہوتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے بڑا ظلم کفر و شرک اور نفاق ہے۔ دوسرا ظلم وہ جو انسان سے دوسرے انسانوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ تیسرا ظلم وہ ہے جو انسان سے اپنے نفس کے بارہ میں سرزد ہوتا ہے یہاں فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ میں یہی ظلم مراد ہے۔ جس کے معنی ہوئے کہ کہیں تم بھی ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ کہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور درحقیقت یہ تینوں ظلم نفس ہی پر ظلم ہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ جب شیطان نے دیکھا کہ میں تو یوں مردود کیا گیا اور حضرت آدم کا یوں اعزاز و اکرام ہو رہا ہے تو اس فکر میں لگا کہ کسی نہ کسی طرح ان سے انتقام لینا چاہئے خیر خواہ اور ہمدرد و ناصح بن کر حضرت آدم اور حواء کے روبرو آیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ انجام کار تمہارا کیا ہوگا؟ آخر کار تمہارے واسطے موت ہے حضرت آدم نے پوچھا کہ موت کیا ہے؟ تو شیطان نے اپنے تئیں مُردہ جانور کی صورت بنا کر ان کے روبرو ڈال دیا اور جس طور سے کہ نزع کی اور رُوح نکلنے کی تکلیف ہوتی ہے ان کو دکھائی تو حضرت آدم کو خوف ہوا اور پوچھا کہ اس حالت سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیا ہے؟ شیطان نے کہا میں تم کو ایک درخت کا پتہ بتاتا ہوں جس کا پھل کھانے سے ہرگز موت نہ آئے گی اور تمہاری بادشاہی کبھی فنا نہ ہوگی تو انہوں نے کہا وہ درخت کون سا ہے تو شیطان نے اُسی درخت کو بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو منع کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا ہے تو شیطان نے جواب دیا کہ تمہارے رب نے تم کو اس واسطے اس درخت سے منع نہیں فرمایا کہ اس کے پھل کھانے سے تم کو کچھ ضرر پہنچے گا بلکہ اس واسطے منع فرمایا ہے کہ تم اس درخت کے پھل کھانے سے فرشتوں کے مانند ہو جاؤ گے کہ وہ بالکل خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور کھانے پینے کی فکر نہیں رکھتے اور اگر تم کو یہ حالت حاصل ہو جائے گی تو زمین کی خلافت تم سے انجام نہ ہو سکے گی۔

یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کے خیال میں پُر ہو گئی اور ایسے اسباب جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اسوقت احاطہ ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھا لیا۔

بس یہ لغزش ہونی تھی اور اس کا کھانا تھا کہ سب عیش و آرام بہشت کا رخصت ہوا اور اس کے کھاتے ہی اس کی تاثیر یہ ظاہر ہوئی کہ جنتی لباس اُتر گیا اور حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا شرم کے مارے درختوں کے پتے بدن سے چمٹانے لگے اور عتابِ الٰہی شروع ہوا چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ

یعنی حضرت آدم اور بی بی حوا کو بطور عتاب کے یہ جتایا گیا کہ ایک سزا تو ظاہری یہ ہے کہ یہاں یعنی جنت سے زمین پر جاؤ، دوسری سزائے باطنی اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تمہاری اولاد کے

درمیان باہم عداوتیں ہوں گی جس سے لطفِ زندگی بہت کچھ کم ہو جائے گا اور اب تم کو زمین پر کچھ عرصہ ٹھہرنا ہے اور ایک میعاد معین تک کام چلانا ہے یعنی زمین پر جا کر بھی دوام نہ ملے گا کچھ مدت کے بعد اس گھر کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔

حضرت آدم وحواء کہاں اُترے:

اس میں مفسرین کے اقوال بہت مختلف ہیں کہ جنت سے دنیا میں کون کہاں پر اُترا اکثر مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدم جنت سے نکل کر سراندیپ یعنی سری لنکا یا سیلون میں اُترے اور حضرت حوا جدہ میں اُتریں اور وہیں سکونت پذیر ہوئیں اسی لئے جدہ کا نام جدہ ہوا۔ جدہ عربی زبان میں دادی کو کہتے ہیں لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کس سرزمین میں رہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ ایشیائی ملکوں میں رہتے تھے بعض کہتے ہیں کہ عرب بالخصوص حجاز میں رہتے تھے اور وہیں کہیں اُن کی قبر ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر منیٰ میں مسجد خیف میں ہے اور حضرت حوا کی قبر جدہ میں ہے فراق جنت کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا کی ملاقات مقام عرفات میں ہوئی اور وہیں ایک دوسرے کو پہچانا اسی لئے عرفات کو عرفات یعنی پہچان کی جگہ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ۲۰۰ برس تک اپنی توبہ کی فکر میں گریہ وزاری کرتے رہے اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ اگر تمام بنی آدم کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو زیادہ رہیں۔

آیات کا سبق

۱-ممنوع اور ناجائز امور سے بچنے کیلئے مشتبہ اور شک وشبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔

۲- خداوند تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے انسان خود اپنا نقصان کرتا ہے۔

۳-شیطان انسان کا دشمن ہے اور ہر طریقہ سے شیطان بہکاتا ہے۔

۴-منتہی اور کامل بھی شیطان کے مکروفریب سے مامون نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام کے اُس وقت کامل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ شیطان کے مکروفریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ گزشتہ تقصیرات کو اپنی رحمتِ کاملہ سے معاف فرمائیں اور اپنے احکام کی ظاہراً و باطناً فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمیں صحیح معنوں میں انسان بنائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا

فَتَلَقّٰی	اٰدَمُ	مِنْ	رَّبِّهٖ	كَلِمٰتٍ	فَتَابَ	عَلَیْهِ	اِنَّهٗ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِیْمُ	قُلْنَا	اهْبِطُوْا	مِنْهَا
پھر حاصل کرلئے	آدم	سے	اپنا رب	کچھ کلمے	پھر اُسنے توبہ قبول کی	اُسکی	بیشک وہ	وہ	توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنیوالے	ہم نے کہا	تم اُتر جاؤ	یہاں سے

بعدازاں حاصل کرلئے آدمؑ نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کیساتھ توجہ فرمائی اُن پر بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہم نے حکم فرمایا

جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

جَمِیْعًا	فَاِمَّا	یَاْتِیَنَّكُمْ	مِّنِّیْ	هُدًی	فَمَنْ	تَبِعَ	هُدَایَ	فَلَا	خَوْفٌ	عَلَیْهِمْ	وَلَا	هُمْ	یَحْزَنُوْنَ
سب	پس جب	تمہیں پہنچے	میری طرف سے	کوئی ہدایت	سوجو	چلا	میری ہدایت	تو نہ	کوئی خوف	اُن پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے

نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کریگا میری اس ہدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اُس پر

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

	وَ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰیٰتِنَا	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیت	وہی	دوزخ والے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے	

اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کرینگے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہونگے دوزخ والے وہ اسمیں ہمیشہ کو رہیں گے

حضرت آدم علیہ السلام کی پشیمانی کلماتِ توبہ اور قبولیت:

جب آدم علیہ السلام جنت سے اُتارے گئے تو ان کو اپنی اس غلطی پر بہت ندامت اور پشیمانی تھی اور ایک مدت تک زمین پر پریشان حال اپنی خطا پر روتے اور گریہ وزاری کرتے رہے بالآخر حق تعالیٰ کو رحم آیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو خود ہی معافی طلب کرنے کے لئے کچھ کلمات سکھا دیئے اور ان پر توجہ فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

ارشاد ہوتا ہے فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (پھر حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ یعنی معذرت کے کلمات تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر یعنی توبہ قبول کر لی، بے شک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان) یہاں اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ کا صراحت سے ذکر ہے لیکن آپ کی بی بی حضرت حوا بھی توبہ میں اور اس کے قبول ہونے میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

لکھا ہے کہ ایک روز کف دست اپنی پیشانی پر رکھ کر اور سر زانو میں ڈال کر رونے میں مشغول تھے جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ کی یہ حالت دیکھی تو واپس جا کر بارگاہِ الٰہی میں یہ حقیقت عرض کی حکم ہوا کہ آدم کے پاس پھر جاؤ اور کہو کہ میری نعمتوں کو یاد کریں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا بیشک مجھ سے یہ تقصیر سرزد ہوئی تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ میری رحمت

میرے غصہ پر غالب ہے، تمہاری تضرع اور زاری پر میں نے رحم کیا اور تمہاری تقصیر سے درگزر کیا اور ارشاد ہوا کہ ان کلمات کو پڑھ کر دعاء کرو وہ کلمات کیا تھے جن کی تلقین ہوئی اکثر کا قول یہی ہے کہ وہ کلمات رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تھے جو کہ سورۃ اعراف آٹھویں پارہ میں آئے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کریگا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو یقیناً ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہوجائینگے بعض روایات میں دوسرے کلمات بھی آئے ہیں۔

دُنیا میں رہنے کا حکم اور مؤمن وکافر کا انجام:

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کے بعد بھی چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں رکھنے میں ہزاروں حکمتیں و مصلحتیں مضمر تھیں اور دُنیا میں ہدایت اور حضراتِ انبیاء ومرسلین کی بعثت کا سلسلہ جاری کرنا تھا اور بنی نوع انسان کا دُنیا میں پھیلانا اور ان کو احکامِ شرعیہ کا مکلف بنانا اور ان میں خلافتِ الٰہیہ کا قائم کرنا منظور تھا اس لئے زمین پر اُترنے کا پہلا حکم منسوخ نہیں فرمایا گیا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم فی الحال اسی دنیا میں رہو اور اے اولادِ آدم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جب دُنیا میں تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت آئے یعنی احکام شرعیہ بذریعہ انبیاء کے پہنچیں تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے آخرت میں ان کو یہ ثمرہ ملے گا کہ نہ اُن پر کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے یعنی آسمانی ہدایات کی پیروی کرنے والوں کے لئے دو انعام ہونگے ایک یہ کہ دُنیا سے گزر کر ان پر کوئی خوف نہ ہوگا دوسرے وہ غمگین نہ ہوں گے اور ان کے مقابل وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی نہیں کریں گے اور کفر وانکار کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے دوزخ والے اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

اب یہاں اس آیت میں بھی قرآن پاک کی دوسری متعدد آیات میں بھی کفر وتکذیب کی سزا دائمی عذاب جہنم بتائی گئی ہے اور اسی کے مقابل اسلام اور ایمان کی جزا ابد الآباد یعنی ہمیشہ جنت کی نعمتوں میں رہنا بتایا ہے۔

سوال: اگر کوئی غیر مسلم ۵۰ یا ۱۰۰ سال اپنی زندگی کے کفر پر رہا تو اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کیونکر مناسب ہوئی؟ اسی طرح اگر کوئی مسلم اپنی تمام زندگی کے ۵۰ یا ۱۰۰ سال اسلام پر رہ کر اپنی زندگی ختم کر کے مر گیا تو اس کی جزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت کس طرح مناسب ہوئی؟

جواب: یہ اصول تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ سزا جرم کے مناسب ہونی چاہئے مگر تناسب کے معنی یہ تو نہیں کہ جرم اور سزا دونوں کا زمانہ بھی یکساں ہو اگر یہی بات ہے تو چاہئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ تک ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہوکر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دے دے جتنا زمانہ اُن کے جرم کا ہے اگر حاکم ایسا کرے تو کیا آپ اس کو انصاف مانیں گے اور سزا کو جرم کے مناسب کہیں گے؟ ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جرم اور سزا میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو اب تم خود فیصلہ کرلو کہ قرآن نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں اور یہ جرم شدید ہے یا نہیں؟ شاید آپ

4 کہیں کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ اس کی سزا ابدالآباد جہنم ہو تو جواب یہ ہوگا کہ یہ خیال آپ کو اس لئے پیدا ہوا کہ آپ نے صرف فعل کی ظاہری صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا اور جزا کا مدار محض ظاہری صورت پر نہیں ہے بلکہ نیت کو بھی اس میں بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اصل مدار نیت پر ہی ہے اور نیت تو کافر کی یہی ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ابدالآباد تک اس حالت پر رہوں گا اس لئے اپنی نیت کے موافق اس کو ابدالآباد جہنم کا عذاب وسزا ہوگی اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت تو یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اُس کیلئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔ (بیان القرآن حضرت تھانویؒ)

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی نصیحتیں:

اب یہاں اس سورۃ میں ان آیات پر حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ختم ہوا جس میں بنی نوع انسان کو متعدد وہ عظیم احسانات جتائے گئے جو انسانوں کے اول باپ یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پر حق تعالیٰ نے فرمائے اور اس قصہ کو بیان فرمانے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا مربی اور خالق اور رازق اور محسن ہونا بتایا تھا جس سے کفار کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ ان احسانات کے باوجود تم کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناشکری کرتے ہو اور اس کے احسانوں کو بھلاتے ہو اور اس کی توحید کا انکار کرتے ہو اور غیروں کا دم بھرتے ہو۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ نے ہم پر جو انعامات واحسانات فرمائے ہیں ان پر ہم کو شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سے جو خطائیں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائیں اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو اپنے جملہ احکام کی پیروی اور فرمانبرداری نصیب فرما، اور ہر طرح کی کجی گمراہی اور نافرمانی سے ہماری حفاظت فرما۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ . آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ

يٰبَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَوْفُوْا	بِعَهْدِيْٓ	اُوْفِ
اے اولاد	یعقوب	تم یاد کرو	میری نعمت	جو	میں نے بخشی	تمہیں	اور پورا کرو	میرا وعدہ	میں پورا کروں

اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کروں گا میں

بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

بِعَهْدِكُمْ	وَاِيَّايَ	فَارْهَبُوْنِ
تمہارا وعدہ	اور مجھ ہی سے	ڈرو

تمہارے عہد کو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

یہودیوں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں غور وفکر کی دعوت

آیت کی ابتداء يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! اب جو کچھ اس آیت میں خطاب فرمایا گیا ہے اس کی تفسیر سے پہلے بنی اسرائیل کے متعلق کچھ ضروری تشریح لکھی جاتی ہے: بنی کے معنی ہیں اولاد اور اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ، اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور اسی اعتبار سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور بعد کی نسل کو بنی اسرائیل کا لقب ملا انہی کو یہود بھی کہتے ہیں اس طرح بنی اسرائیل کے جدِ امجد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے یہ حجاز میں آباد ہوئے اور ان کی نسل میں نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے اُن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد شام و فلسطین میں آباد ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو اپنے بھائیوں کی بد خواہی کی وجہ سے غلام بن کر مصر میں فروخت ہوئے اور پھر مصر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبری عنایت فرمائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ اقتدار میں حضرت یعقوب علیہ السلام بمعہ اپنے خاندان سمیت مصر میں آ گئے تھے اور یہیں آباد ہو گئے تھے یہاں ان کی نسلوں کو خوب ترقی ہوئی مگر کچھ زمانہ کے بعد اہل مصر نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا اور بنی اسرائیلیوں کو غلاموں کی طرح بنا لیا اور ان پر مصری طرح طرح کے ظلم وستم کرتے رہے بالآخر بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جن کو اللہ نے پیغمبری عطا فرمائی اور جن کی مخالفت کے باعث اس وقت کے بادشاہ مصر کی جس کا لقب فرعون تھا تباہی ہوئی اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت مصر سے نکل کر وادی سینا آ گئے، پھر ملک شام میں ان کو حکومت و سلطنت عطا ہوئی اور اسی قوم بنی اسرائیل میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے نبی اور بادشاہ ہوئے اور یہ زمانہ بنی اسرائیل قوم کا بہترین زمانہ تھا پھر دین کی مخالفت اور انبیاء کی دشمنی کے باعث یہ قوم مصائب کا شکار ہوئی اور اس قوم پر زبردست تباہی آئی جس کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔

یہاں يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے خطاب اُن یہود کو ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں آباد تھے اور یہود کے مدینہ میں آباد ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ ملک

شام سے ایک جماعت یہود کی خانہ کعبہ کی زیارت کیلئے آئی تو راستہ میں مقام یثرب میں (جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر مدینہ منورہ ہو گیا) وہ اُترے اور یہاں وہ آثار پائے گئے جو تورات میں خاتم الانبیاء کے ہجرت کر کے آنے کی جگہ بتائی گئی تھی۔ نیز وحی نبوت سے بھی ان کو اطلاع دی گئی کہ نبی آخر الزمان کے وطن سے ہجرت کے بعد قیام کی یہی جگہ ہے اس لئے یہود کی ایک جماعت نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہم لوگ یہیں رہنا چاہئے ہیں تاکہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت ونبوت پر ایمان لائیں چنانچہ وہ وہیں آباد ہوگئے اور انہیں خاتم الانبیاء کا اتنا شوق تھا کہ ان میں سے جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کر دیتا کہ اگر تیرے زمانہ میں خاتم الانبیاء کا ظہور ہو تو میرا اسلام عرض کر کے میرے اُن پر ایمان لانے کی کیفیت عرض کر دینا، اسی طرح ایک مدتِ دراز گزر گئی۔

ان کی آبادی کے بعد یمن کے دو باشندے اوس اور خزرج بھی یہاں آکر آباد ہو گئے، یہودیوں کی نسل بھی رفتہ رفتہ بڑھ گئی اور یمنی قبائل بھی کثیر ہو گئے اور اوس وخزرج کی اولاد بعد میں یہودیوں پر غالب آ گئی جب یہود ان یمنی قبائل سے تنگ ہوتے تو اُن سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم پیغمبر آخر الزمان کی حمایت میں تم لوگوں سے جہاد کریں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں ہوئی تو اس زمانہ میں کچھ یمنی مدینہ کے باشندے قریش مکہ سے معاہدہ کرنے کی غرض سے مکہ آئے اور چونکہ یہود سے خاتم النبیین کی شناخت اور علامت سن چکے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً ایمان لے آئے اور انصار مدینہ بن گئے یہودیوں کے دلوں میں اس بات سے عداوت کی آگ بھڑک اٹھی

تھی اور انصار مدینہ کو بہکانے کے لئے توریت میں تحریف کر کے اور معنی بگاڑ کر کے بیان کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو یہود نے دانستہ انکار کیا پھر یہود مدینہ یعنی بنی اسرائیل کو یہ بھی شاق تھا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لائیں کیونکہ انسان کا یہ ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو بمشکل مانتا ہے جب کہ حُبِّ جاہ وریاست دل میں پیوست ہو۔ اس لئے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ

یعنی اے یہود میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو تمہارے باپ دادا کو میں نے عنایت کی تھیں عذاب فرعون سے اُن کو نجات دی اُن کے دشمن فرعون کو غرق کیا، سمندر میں اُن کے واسطے راستے کھول دیئے بیابان جنگل میں مَنّ سَلْویٰ جیسی غذا بے محنت ان کو عطا کی سلطنت، بادشاہت عطا فرمائی ان کے علاوہ اور بہت سے احسان کئے جو تورات میں مذکور ہیں اور جو تم کو معلوم ہیں، لہٰذا ان انعامات کو یاد کرو اور اپنے اس عہد کو پورا کرو جو تم نے کیا تھا اور اس میں سب سے اہم معاہدہ یہ بھی شامل تھا کہ میرے تمام رسولوں پر ایمان لانا اور چونکہ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی رسولوں کے زمرہ میں شامل ہیں اس لئے ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا بھی تم پر واجب ہوا۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا اور دُنیا وآخرت کی کامیابی عطا کروں گا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے احسان مند اور شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں اے اللہ! ہم نے جو عہد عالمِ ارواح میں کیا تھا اور جو عہد کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اس زندگی میں کیا ہے اے اللہ اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس عہد پر مستقیم رہنے کی دولت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ

وَاٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلْتُ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	وَلَا	تَكُوْنُوْٓا	اَوَّلَ	كَافِرٍ	بِهٖ	وَ	لَا تَشْتَرُوْا	بِاٰيٰتِيْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا
اورتم ایمان لاؤ	اسپر جو	میں نے نازل کیا	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	تمہارے پاس	اور نہ	ہو جاؤ	پہلے	کافر	اسکے	اور	عوض نہ لو	میری آیات	قیمت	تھوڑی

اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتانے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت بنو تم سب میں پہلے انکار کرنے والے

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

وَاِيَّايَ	فَاتَّقُوْنِ	وَلَا	تَلْبِسُوا	الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوا	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ
اور مجھ ہی سے	ڈرو	اور نہ	ملاؤ	حق	باطل سے	اور (نہ) چھپاؤ	حق	جبکہ تم	جانتے ہو	اور قائم کرو	نماز

اس قرآن کے اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو اور خلط مت کرو حق کو ناحق کیساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ	ارْكَعُوْا	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ
اور ادا کرو	زکوۃ	اور	رکوع کرو	ساتھ	رکوع کرنے والے

تم جانتے بھی ہو اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ

یہودیوں کو ایمان و اعمال صالحہ کی دعوت اور ان کی دین فروشی پر تنقید:

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ یعنی یہود کو خطاب کر کے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کتاب یعنی قرآن پر جو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے ایمان لاؤ اول تو محض اس وجہ سے کہ قرآن کو بھی اللہ ہی نے نازل کیا ہے، جیسے تم تورات پر اس وجہ سے ایمان لائے کہ اللہ نے اس کو اُتارا ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب ہے اس لئے اس پر بھی ایمان لاؤ۔ اس کے علاوہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے یہ اُس کتاب جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی یعنی تورات اس کے کتابِ الٰہی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ اور مت بنو تم سب سے پہلے انکار کرنے والے تو یہ اس بنا پر کہ پہلا فرقہ اہلِ کتاب میں یہود کا ہے جو مدینہ و خیبر وغیرہ میں آباد تھے اور دُوسرا فرقہ نصاریٰ کا شام و یمن وغیرہ میں آباد تھا پس یہود جو اہل علم بھی کہلاتے تھے اور خاندانِ نبوت سے تھے وہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا انکار کریں گے تو نصاریٰ بھی ان کا دیکھا دیکھی انکار کریں گے اس لئے فرمایا کہ اے یہود تم اہلِ کتاب میں سے اس قرآن کے پہلے منکر مت بنو کیونکہ اگر اہلِ کتاب کے لئے تم انکار میں بانی ہو گے تو بعد میں قیامت تک جتنے اہل کتب منکر ہوتے رہیں گے ان کا وبال بھی تمہارے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ اور مت لو میرے احکام کے بدلہ میں حقیر معاوضہ اور مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو۔

علماء یہود کی یہ عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء میں کبھی عمداً کسی عقیدہ اور غرض کے ثابت کرنے کیلئے کچھ گھٹا بڑھا دیتے تھے۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کی حیثیت سے ظاہر نہ ہوئے تھے تو سابق کتب انبیاء میں آپ کی صفات، نشانیاں اور بشارتیں دیکھ کر علمائے یہود غائبانہ آپ کی تعریف اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور جب آپ ظاہر ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اکثر علمائے یہود خاندانی تعصب اور دیگر دنیاوی اغراض کی بناء پر آپ سے حسد کرنے لگے اور اپنی کتابوں کی بشارتوں کو جو خاتم الانبیاء کے متعلق تھیں الٹنے پلٹنے لگے اور کچھ کا کچھ کہنا شروع کر دیا اس لئے علمائے یہود کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ تم دُنیوی اغراض اور اتباع نفس کے لئے میری آیات واحکامات کو نہ بیچو یعنی میرے احکام چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دُنیائے ذلیل وقلیل کو وصول مت کرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی جان بوجھ کر دانستہ نہ حق کو ناحق کے ساتھ گڈمڈ کرو کہ دیکھنے والے کو حق بات کا پتہ نہ چلے اور نہ حق بات کو براہِ راست چھپانے کی کوشش کرو حالانکہ تم جانتے ہو کہ حق کو باطل کے ساتھ ملانا اور حق کو چھپانا کس قدر مذموم ہے۔

اعمال صالحہ کی دعوت

ایمان کے بعد یہودیوں کو اعمال صالحہ کی دعوت ہے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اعمالِ صالحہ دو قسم کے ہیں ایک اعمال ظاہری، دوسرے اعمال باطنی پھر اعمالِ ظاہری کی دو قسمیں ہیں۔ عبادتِ بدنی اور عبادت مالی یہاں ایک ایک جز کو ذکر کر دیا یعنی عبادت بدنی میں عظیم الشان عبادت نماز ہے اس لئے نماز کے قائم کرنے کا حکم دیا اور عبادت مالی میں عظیم الشان زکوٰۃ ہے اس لئے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا اور اعمالِ باطنی میں عاجزی وخشوع وخضوع نہایت اہم ہے جو حاصل ہوتا ہے اہلِ تواضع کی معیت سے اس لئے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ کی تخصیص فرمائی یعنی اہل کتاب میں سے یہود کو پہلے دعوت دی گئی ایمان اور قبول اسلام کی اور اس کے بعد شریعتِ اسلامیہ میں سے نماز، زکوٰۃ اور تواضع باطنی کا حکم دیا گیا، اور یہ تینوں عمل علاوہ عظیم الشان ہونے کے یہود کی حالت کے بہت مناسب تھے اس لئے اُن کی تخصیص فرمائی گئی نماز سے اُن کی حُبِّ جاہ کم ہوگی زکوٰۃ سے حُبِّ مال گھٹے گی اور تواضع باطنی سے حسد وغیرہ میں کمی آئے گی اور یہی مرض یہود میں زیادہ تھے مراد یہ ہے کہ ایمان لا کر پورے پورے امتِ محمدیہ میں شامل ہو جاؤ اور اسلام کے تمام احکام قبول کرلو۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم پر حقیقی اور سچا ایمان نصیب فرمائیں اور اس کے احکام کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

ہم دین کے مقابلہ میں دُنیا کے طلب گار نہ بنیں۔

یا اللہ! ہم کو اسلامی احکام کی ظاہراً و باطناً پوری پابندی نصیب فرما خصوصاً نماز با جماعت کی توفیق کاملہ عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا

أَتَأْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِالْبِرِّ	وَ	تَنْسَوْنَ	أَنْفُسَكُمْ	وَأَنْتُمْ	تَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ	أَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ	وَ	اسْتَعِيْنُوْا
کیا تم حکم دیتے ہو	لوگ	نیکی کا	اور	تم بھول جاتے ہو	اپنے آپ	حالانکہ تم	پڑھتے ہو	کتاب	کیا۔ پھر نہیں	تم سمجھتے	اور	تم مدد حاصل کرو

کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے اور مدد لو

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ أَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ	وَ	إِنَّهَا	لَكَبِيْرَةٌ	إِلَّا	عَلَى	الْخٰشِعِيْنَ	الَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	أَنَّهُمْ	مُلٰقُوْا
صبر سے	اور نماز	اور	وہ	بڑی (دشوار)	مگر	پر	عاجزی کرنیوالے	وہ جو	یقین رکھتے ہیں	کہ وہ	رُوبرو ہونیوالے

صبر اور نماز سے اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جنکے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اسکا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں

رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

رَبِّهِمْ	وَ	أَنَّهُمْ	إِلَيْهِ	رٰجِعُوْنَ
اپنا رب	اور	یہ کہ وہ	اسکی طرف	لوٹنے والے

اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔

یہود کی دولت پرستی کا علاج

مدینہ اور اطراف مدینہ میں رہنے والے بعض یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے اور اسلام کو قبول کر چکے تھے ان کی جب علمائے یہود سے دین کے معاملہ میں گفتگو ہوتی تو خفیہ طور پر علمائے یہود ان سے یہی کہتے کہ بے شک یہ پیغمبر برحق ہیں تم اس دین اسلام کو مت چھوڑنا اور تم اس پر قائم رہتے ہوئے اطاعتِ محمد یہ کئے جاؤ ہم کسی مصلحت سے اسلام قبول نہیں کر سکتے اس پر اللہ تعالیٰ ان علمائے یہود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی اس آیت میں علمائے یہود کو شرم دلائی گئی کہ تم یہ کیا کرتے ہو کہ دوسروں کو تو قبولِ اسلام کی ہدایت کرتے ہو اور خود اس کے قبولیت کے اظہار سے گریز کرتے ہو اور اپنی ہدایت ونجات سے غافل ہو یعنی ایسا نہ کرنا چاہئے اور تم کو بھی اسلام قبول کر لینا چاہئے۔

چنانچہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم بے عمل کی مثال شمع کی سی ہے کہ دوسروں کو روشنی پہنچاتی ہے اور اپنے کو جلاتی ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمت کے دنیا دار واعظ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے تھے مگر اپنی خبر نہ لیتے تھے۔

علمائے یہود خود بھی سمجھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں مگر حُبّ مال اور حُبّ جاہ یہ دو خصلتیں ان کو ایمان نہ لانے دیتی تھیں اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو ہمارے ہدیے اور نذرانے بھی بند ہو جائیں گے اس لئے آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج ارشاد فرمایا: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی اگر تم کو

حُبّ مال اور حُبّ جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہو تو صبر اور نماز سے مدد لو یعنی ایمان لا کر صبر و نماز کا التزام کرو کیونکہ صبر سے حُبّ مال گھٹ جائے گی اور نماز سے حُبّ جاہ کم ہوگی کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی، عاجزی اور خاکساری ہے۔

صبر کا مطلب یہ ہے کہ اپنی لذات و شہوات پر قابو حاصل کرلو اور نفس کو ترک لذات و شہوات کا عادی بناؤ، اور جب رفتہ رفتہ بدخواہشات اعتدال پر آ جائیں گی تو پھر مال کی فراوانی کی ضرورت نہ رہے گی نہ اس کی محبت ایسی غالب آئے گی کہ اپنا نفع ونقصان کچھ نہ سوجھے اس طرح حُبّ مال سے نجات مل جائے گی۔

نماز کے آسان ہونے کی تدبیر اور خشوع والوں کی صفات

وَ اِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ گویا اس میں تدبیر بتا دی نماز کے آسان ہونے کی پھر آگے خشوع اور عاجزی کرنیوالوں کی علامت بتائی گئی اور ارشاد ہوا۔ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ خاشعین وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اس کا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں یعنی ان خیالات سے ان کے دلوں میں اُمید و خوف کے جذبات پیدا ہوں گے اُمید یہ کہ جب اپنے رب سے ملیں گے تو اس وقت کریم رب کی طرف سے خدمات کا خوب انعام ملے گا اور خوف یہ کہ جب رب کی طرف واپس جائیں گے تو اس وقت حساب کتاب بھی دینا ہوگا تو خاشعین جو خدا کے عذاب وعقاب سے بھی ڈرتے ہیں اور ثوابِ عظیم اور انعام و اکرام کی بھی اُمید رکھتے ہیں ان کے لئے نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی فرحت و مسرت کا باعث ہوگی۔

ہر مشکل کا حل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر مشکل اور مہم میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور امت کو بھی احادیثِ مبارکہ میں آپ نے یہی تعلیم فرمایا جس کو صلوٰۃُ الْحَاجَة کہا جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے نفس کی اصلاح کی فکر نصیب فرمائیں، صبر اور نماز سے استعانت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو جتنا دین کا علم حاصل ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

يٰبَنِيْٓ	اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	وَاتَّقُوْا	يَوْمًا
اے اولاد	یعقوب	تم یاد کرو	میری نعمت	جو	میں نے بخشی	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تمہیں فضیلت دی	پر	زمانہ والے	اور ڈرو	اس دن

اے اولاد یعقوبؑ کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمکو انعام میں دی تھی اور اس کو کہ میں نے تمکو تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی تھی اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ

لَا تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ	نَّفْسٍ	شَيْـًٔا	وَّلَا	يُقْبَلُ	مِنْهَا	شَفَاعَةٌ	وَّلَا	يُؤْخَذُ	مِنْهَا	عَدْلٌ
نہ بدلہ بنے گا	کوئی شخص	سے	کسی	کچھ	اور نہ	قبول کی جائیگی	اس سے	کوئی سفارش	اور نہ	لیا جائے گا	اس سے	کوئی معاوضہ

نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کرسکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہوسکتی ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جاسکتا ہے

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

وَّلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ
اور نہ	اُن	مدد کی جائے گی

اور نہ اُن لوگوں کی طرف داری چل سکے گی۔

بنی اسرائیل پر انعاماتِ الٰہیہ کا تفصیلی تذکرہ:

گزشتہ پورے رکوع میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے اجمالی طور پر اپنی بعض نعمتیں یاد دلائی تھیں ان آیات سے اُن انعامات واحسانات کا تفصیلاً بیان فرمایا جاتا ہے اور مقصد اس سے یہی ہے کہ یہود مدینہ ایک طرف تو خداوند کریم کی اپنی قوم پر گزشتہ عنایتوں اور نوازشوں کو دیکھیں اور دوسری طرف اپنے قوم کی گزشتہ تقصیرات اور کوتاہیوں کو دیکھیں تو لامحالہ حق تعالیٰ سے شرمائیں اور گزشتہ سے سبق لیتے ہوئے اب حق تعالیٰ کے احکام کو قبول کرلیں اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کو جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اس پر ایمان لے آئیں۔

قبل از اسلام تمام اقوام عالم پر فضیلت

چنانچہ ان آیات میں پہلے ارشاد فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

تو یہاں سب سے پہلے نعمت تفضیل کو ذکر فرمایا دنیا میں ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ دین اور دنیا کی دونوں سعادتیں کسی ایک جگہ جمع ہو جائیں لیکن بنی اسرائیل کی صدہا سالہ تاریخ ہے کہ خدا نے اس قوم کو عزوشرف بخشا چنانچہ اس قوم بنی اسرائیل کو دنیا کی بادشاہت کے ساتھ دین کی بادشاہت بھی عطا کی دنیوی بادشاہوں میں حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام جیسے اولوالعزم بادشاہ بھی ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو قریب دو ہزار سال کا زمانہ ہے اس میں قریباً ۷ ہزار انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اب جبکہ سید الانبیاء والمرسلین نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو بنی اسرائیل کو ان کی گزشتہ فضیلت یاد دلا کر اب جدید فضیلت کے حصول کی دعوت دی جارہی ہے کہ اگر اپنی گزشتہ فضیلت اور شرف وعزت کو باقی رکھنا ہے تو نبی آخر الزمان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور آپ

کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرلو مگر افسوس کہ بنی اسرائیل نے من حیث القوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرایا اور نتیجہ میں مغضوب علیہم اور ضآلین کے نام سے موسوم ہوئے اور جو لوگ ایمان لائے وہ خیر الامم کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

قیامت کے حساب سے ڈرنے کی دعوت:

آگے دوسری آیت میں ترہیب یعنی ڈراوا اور دھمکی دی جا رہی ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا یعنی اگر تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہ آئے اور اسلام کو قبول نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کا اتباع نہ کیا تو خوب سمجھ رکھو اور ڈرتے رہو کہ ایک دن مرنا ضرور ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن حساب کتاب کیلئے حاضر ہونا ہے اس روز وہاں عذابِ الٰہی کو کوئی شخص کسی طرح دفع نہ کر سکے گا نہ تو کوئی شخص تمہاری ذمہ داری لے سکے گا کہ تمہاری جانب سے تمام حقوق و محاسبہ اپنے سر پر لے لے اور نہ کوئی تمہاری سفارش کر کے عذاب معاف کرا سکے گا اور نہ کوئی مال و دولت یا اور کوئی معاوضہ دے کر تمہارے جرم کا عوض دے سکے گا اور نہ یہ ممکن ہیں اور رہائی کی کوئی شکل نہیں تو پھر تم کو عذابِ الٰہی کا خوف کرنا چاہئے اور اسلام کو قبول کر کے شریعتِ محمدیہ کا پیرو بن جانا چاہئے۔

یہود کے باطل عقیدہ کی تردید:

اس آیت میں یہود کے اس باطل عقیدہ کا بھی رد ہو گیا کہ جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کے قیامت کے دن اپنے آباء واجداد کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے تو یہاں بتا دیا گیا کہ منکرین اسلام کے حق میں کسی قسم کی شفاعت قبول نہ ہوگی یہاں یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اس آیت میں مطلق شفاعت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ کفار و منکرین اور اسلام سے انحراف کرنے والوں کی شفاعت کی نفی مقصود ہے گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت جو قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کی نفی مقصود نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ نے جو ہم کو امتِ مسلمہ میں پیدا فرما کر شرف و فضیلت بخشا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس شرف و عزت کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اُمتی ہونا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر طرح کی کجی و گمراہی سے محفوظ رکھئے اور قرآن پاک کا اتباع ہر حال میں نصیب فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ

وَاِذۡ	نَجَّيۡنٰكُمۡ	مِّنۡ	اٰلِ	فِرۡعَوۡنَ	يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ	سُوۡٓءَ	الۡعَذَابِ	يُذَبِّحُوۡنَ	اَبۡنَآءَكُمۡ	وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ
اور جب	ہم نے تمہیں رہائی دی	سے	آل	فرعون	وہ تمہیں دکھ دیتے تھے	برا	عذاب	وہ ذبح کرتے تھے	تمہارے بیٹے	اور زندہ چھوڑ دیتے تھے

اور جب کہ رہائی دی ہم نے تمکو متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے کاٹتے تھے تمہارے بیٹوں کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے

نِسَآءَكُمۡ ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ

نِسَآءَكُمۡ	وَفِىۡ	ذٰلِكُمۡ	بَلَاۤءٌ	مِّنۡ	رَّبِّكُمۡ	عَظِيۡمٌ	وَاِذۡ	فَرَقۡنَا	بِكُمُ	الۡبَحۡرَ	فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ
تمہاری عورتیں	اور میں	اس	آزمائش	سے	تمہارا رب	بڑی	اور جب	ہم نے پھاڑ دیا	تمہارے لئے	سمندر	پھر تمہیں بچالیا

تمہاری عورتوں کو اور اسمیں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری اور جب شق کردیا ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھر ہم نے بچالیا تمکو

وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾	وَاَغۡرَقۡنَا	اٰلَ فِرۡعَوۡنَ	وَ	اَنۡتُمۡ	تَنۡظُرُوۡنَ	
اور غرق کردیا متعلقین فرعون کو اور تم معائنہ کر رہے تھے۔	اور ہم نے ڈبو دیا	آل فرعون	اور	تم	دیکھ رہے تھے	

یہود کو دو انعامات کی یاد دہانی، آزادی اور بحر قلزم میں راستہ ملنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور قریب ۴۰۰ برس کے اندر ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی مصر کے بادشاہوں کو جن کا لقب فرعون ہوتا تھا ان کو غیر ملکی بنی اسرائیلیوں کا مصر میں رہنا پسند نہ تھا اور خود برسرِ حکومت ہونے کیوجہ سے ان سے ٹیکس لیتے۔ ذلیل کام کراتے، عورتوں سے سوت کتواتے اور کپڑا بنواتے مردوں سے راج مزدوری کا کام لیتے اور کھیت جتواتے ایک رات فرعون مصر یعنی ولید بن مصعب نے خواب دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس کی طرف سے آئی ہے۔ جس نے تمام مصر کو گھیر لیا اور چن چن کر ایک ایک قبطی یعنی مصری کے گھر میں گھس گئی اور اس کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کے مکانات میں وہ نہیں گئی اور وہ محفوظ رہے فرعون مصر نے صبح کو تمام کاہنوں کو جمع کر کے اس خواب کی تعبیر پوچھی اس خواب کو سن کر کاہنوں نے بالاتفاق کہا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو وہ قتل کر دیا جائے البتہ لڑکی چھوڑ دی جائے چنانچہ جب بڑی تعداد بنی اسرائیل کے بچوں کی قتل ہو چکی تو سرداران قبط نے جمع ہو کر فرعون سے درخواست کی کہ ان بنی اسرائیلیوں سے ہمارے تمام محنت و مشقت کے اور ذلیل خدمات کے کام متعلق ہیں اگر یہ قتل عام یونہی جاری رہا تو انجام کار یہ ذلیل کام بھی ہم ہی کو کرنا پڑیں گے یہ سن کر فرعون نے ترمیم کی کہ ایک سال قتل جاری رہے اور دوسرے سال بند رہے۔ جس سال یہ قتل موقوف تھا اس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور جس سال قتل جاری تھا اُس سال حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت سے موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور خود اُسی فرعون بادشاہ مصر کے محل میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرائی۔

دوسری آیت میں دوسرا خصوصی انعام واحسان کا ذکر فرمایا گیا یعنی اے یہود مدینہ وہ زمانہ اور اس وقت کو بھی یاد کرو جبکہ ہم نے محض تمہاری وجہ سے راستہ دینے کو سمندر کو شق کر دیا۔ یہ قصہ اس وقت ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر میں بنی اسرائیلی گھرانے میں پیدا ہوکر فرعون کے محل میں پرورش پا کر جوان ہوئے اور پھر ایک مصری کے نادانستہ قتل ہو جانے کیوجہ سے فرعون کی گرفت سے بچ کر مدین چلے گئے اور وہاں سے کافی عرصہ بعد پھر اللہ کے پیغمبر بن کر مصر میں واپس آئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کسی طرح نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکمِ الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو خفیہ لے کر مصر سے راتوں رات چلے جاؤ۔ راستہ میں سمندر یعنی بحر قلزم پڑا اور پیچھے سے فرعون مع اپنے لشکر کے ان کے تعاقب میں آ پہنچا اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے سمندر شق ہو گیا اور اس میں خشک راستے ظاہر ہو گئے جن پر گزر کر بنی اسرائیل تو سمندر پار کر گئے اور جب فرعون تعاقب کی غرض سے انہی راستوں پر سے گزرنے کے لئے اندر سمندر میں گھسا اُس وقت سمندر کا پانی اپنے سابق حال پر ہو گیا اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سب ڈوب کر ختم ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود مدینہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آج عاشورہ کا دن ہے اس مبارک دن میں بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھوں سے نجات حاصل ہوئی اور فرعون غرق ہو کر ہلاک ہوا تو موسیٰ علیہ السلام بطریق شکر کے اس دن کا روزہ رکھتے تھے تو ہم بھی ان کی پیروی میں روزہ رکھتے ہیں۔

مسئلہ:

عاشورہ کا روزہ نویں تاریخ کے روزہ کے ساتھ ملا کر رکھنا مسنون ہے صرف عاشورہ والے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

الغرض یہاں آیات میں دو خصوصی واقعات اور احسانات جو قوم بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ نے فرمائے تھے یہود مدینہ کو یاد دلائے گئے مزید انعامات واحسانات کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ اپنے شب و روز کے احسانات اور انعامات کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں، اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہمیں شامل فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

وَاِذْ	وٰعَدْنَا	مُوْسٰى	اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَاَنْتُمْ	ظٰلِمُوْنَ
اور جب	ہم نے وعدہ کیا	موسیٰ	چالیس	رات	پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	انکے بعد	اور تم	ظالم (جمع)

اور جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے تجویز کرلیا گوسالہ کو موسیٰ کے بعد اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

ثُمَّ	عَفَوْنَا	عَنْكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	وَاِذْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَالْفُرْقَانَ
پھر	ہم نے معاف کردیا	تم سے	اسکے بعد	یہ	تاکہ تم	احسان مانو	اور جب	ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور جدا جدا کرنیوالے احکام

پھر بھی ہم نے درگزر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کی چیز

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اِنَّكُمْ	ظَلَمْتُمْ	اَنْفُسَكُمْ	بِاتِّخَاذِكُمُ
تاکہ تم	ہدایت پالو	اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	اے قوم	بیشک تم	تم نے ظلم کیا	اپنے اوپر	تم نے بنالیا

اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو اور جب موسیٰ نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنے اس گوسالہ کی تجویز سے

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

الْعِجْلَ	فَتُوْبُوْٓا	اِلٰى	بَارِئِكُمْ	فَاقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	عِنْدَ	بَارِئِكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ
بچھڑا	سو تم رجوع کرو	طرف	پیدا کرنیوالا	سو تم ہلاک کرو	اپنی جانیں	یہ	بہتر	تمہارے لئے	نزدیک	تمہارا پیدا کرنیوالا	اسنے توبہ قبول کی	تمہاری

سو تم اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو پھر بعض آدمی بعض آدمیوں کو قتل کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے خالق کے نزدیک پھر حق تعالیٰ تمہارے حال پر متوجہ ہوئے

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

اِنَّهٗ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ
بیشک	وہ	توبہ قبول کرنیوالا	رحم کرنے والا

بیشک وہ تو ایسے ہی ہیں کہ توبہ قبول کرلیتے ہیں اور عنایت فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنالینا پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ان کی توبہ کو قبول کرلینا اور یہود مدینہ کو تنبیہ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ فرعون کے غرق ہوجانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے ساتھ بحر قلزم کو پار کر کے وادی تیہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوہِ طور پر ایک مہینہ ہماری عبادت میں مشغول رہو تو کتاب توریت عطا کی جائے گی۔ کیونکہ اول یہی حکم ہوا تھا، پھر دس رات وہاں رہنے کا اور حکم ہوا جب ایک ماہ بعد موسیٰ علیہ السلام واپس نہ آئے تو بنی اسرائیل میں کھلبلی مچ گئی اور سامری نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تو انتقال کرگئے اور تمہارے لئے کسی معبود کا

ہونا ضروری ہے تو تم میرے پاس سونے کے زیورات جمع کرو میں تمہارے لئے ایک معبود بنا دوں، چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل اور بلی پوجتے تھے بنی اسرائیل بھی ان کی طویل صحبت کی وجہ سے محسوس پرستی کی طرف مائل تھے۔ سامری نے تمام بنی اسرائیل سے حاصل کردہ زیورات کو ڈھال کر ایک گائے کا بچھڑا بنایا۔غرق فرعون کے وقت حضرت جبریلؑ بشکل انسانی گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے تھوڑی سی مٹی اُس نے اُٹھائی تھی وہ اس کے پاس محفوظ تھی اُس خاک کو اُس نے بچھڑے کے پیٹ میں ڈال دیا جس سے اس میں جان سی پڑ گئی اور وہ چلانے لگا سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے اور بنی اسرائیل اس کو سجدہ کرنے لگے حضرت ہارون علیہ السلام جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں چھوڑ کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے تھے انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور ان کو گوسالہ پرستی سے روکنے پر مارنے اور قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام خاموش ہو گئے اور سوائے تھوڑے سے بنی اسرائیلیوں کے سب گوسالہ پرستی میں مشغول ہو گئے۔ چالیس رات کی مدت کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے احکام کی تختیاں لے کر واپس ہوئے تو بنی اسرائیل کی یہ حرکت دیکھ کر بڑے جوش وغضب میں آئے اور اپنے بھائی و جانشین حضرت ہارون پر بھی خفا ہوئے کہ میں تم کو اپنا نائب بنا کر گیا تھا تم نے ان کو منع کیوں نہ کیا انہوں نے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے منع ضرور کیا مگر یہ مانے نہیں، اور میں سختی کرتا تو یہ مجھے قتل کر ڈالتے پھر سامری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت کیا کی؟ اس نے کل واقعہ بتا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بددعا دی جس کی وجہ سے وہ کوڑھی ہو گیا اور کوئی اس کے پاس نہ آتا تھا نہ وہ کسی کو چھو سکتا تھا اور اسی حالت سے وہ مر گیا بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ اس بچھڑے کو دریا میں پھینک دو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اس گناہ سے توبہ کا حکم بنی اسرائیل کیلئے آیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی ......اِلٰی......التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۞

یعنی بنی اسرائیل کی توبہ کیلئے یہ صورت تجویز ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ کا یہ حکم آیا کہ بنی اسرائیل آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی ان کو اپنے گھروں سے باہر دروازہ پر نہتے ہو کر بیٹھنے کا حکم ہوا اس طرح کہ اپنے سروں کو جھکا کر اپنے زانو پر رکھ لیں اور جنہوں نے کہ بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی ان کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تلوار لے کر نکلنے کا حکم ہوا تا کہ یہ ان پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اب چونکہ قتل ہونے والوں میں قتل کرنے والوں کے باپ بھائی بھتیجے، بھانجے، عزیز دوست تھے۔اس لئے قتل کرنے میں ان کو طبعی شفقت کے باعث تردد ہوا اور ہاتھ رُکا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سیاہ غبار بھیج دیا اور اس قدر تاریکی چھا گئی کہ کوئی کسی کو دیکھ نہ سکتا تھا اور اسی اندھیرے میں قتل شروع ہوا مفسرین نے لکھا ہے کہ صبح سے شام تک ستر ہزار آدمی قتل ہوئے، عورتیں اور بچے بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی رحم آیا اور سر برہنہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی تو اس پر حکم الٰہی ہوا کہ اچھا ہم نے مرے ہوئے اور زندوں کی سب کی توبہ قبول کی جو مارا گیا اس کو شہید کا اجر دیا اور جو زندہ رہا اس کی بھی توبہ قبول ہوئی اور اس کو جہاد کا ثواب دیا اس طرح آپس میں باپ بیٹوں اور بھائیوں میں قتل وخون موقوف ہوا اور خدائے تَوَّابُ الرَّحِیم نے ساری قوم کو اس گوسالہ پرستی کے جرم عظیم سے معاف فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے یہود کو ان کی قوم بنی اسرائیل پر کیا ہوا ایک احسان اور جتایا تا کہ یہود مدینہ اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اپنی قوم پر سن کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام قبول کرلیں۔

پھر بنی اسرائیل کی قبولیت توبہ کا جو واقعہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا اس سے ظاہر ہوا کہ پچھلی امتوں میں توبہ کی قبولیت کیلئے کیسے کیسے سخت احکام ہوتے تھے اور وہ اُن کو بھی قبول کر لیتے تھے۔ اس اُمت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا انعام واحسان ہے کہ کتنا آسان طریق توبہ کا مقرر فرمایا کہ سوائے سچی ندامت کے اور کچھ طلب نہیں فرماتے۔

چالیس دن کی خصوصیت:

یہاں ان آیات میں اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً یعنی ۴۰ رات کی مدت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عبادت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تو علماء نے لکھا ہے کہ صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ہاں چلہ کی اصل اسی سے ثابت ہے، اور جس چیز کی خاص طور پر تکمیل مقصود ہوتی ہے تو اس کیلئے ۴۰ کا عدد منتخب ہوتا ہے۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر ۴۰ دن تک کیا گیا اور حدیث شریف میں ہے کہ رحم مادر میں ۴۰ روز تک نطفہ رہتا ہے پھر ۴۰ روز تک عَلَقَۃٌ یعنی خون بستہ پھر ۴۰ روز تک مُضْغَۃٌ یعنی گوشت کا لوتھڑا، اس کے بعد رُوح پھونکی جاتی ہے، اسی طرح نبوت ورسالت کی بعثت کیلئے ۴۰ کا عدد خاص کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی عمر شریف کے ۴۰ سال پورے کرنے پر ہوئی۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں ۴۰ نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو تو اس کیلئے دوزخ سے برأت لکھی جائے گی اور عذاب اور نفاق سے بھی برأت لکھی جائے گی تو معلوم ہوا کہ اس عدد ۴۰ کو عروج وترقی سے کوئی خاص مناسبت ہے۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! آپ نے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین کا اُمتی ہونا نصیب فرمایا۔
آپ نے ہم کو قرآن جیسی نعمت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام کی دولت عطا فرمائی۔
اے اللہ! ہمیں ان انعامات واحسانات کی سچی قدردانی نصیب فرما۔ ہمیں ہدایت کے راستہ پر قائم رکھ اور استقامت نصیب فرما۔ اے اللہ! ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

وَاِذْ	قُلْتُمْ	يٰمُوْسٰى	لَنْ نُّؤْمِنَ	لَكَ	حَتّٰى	نَرَى	اللّٰهَ	جَهْرَةً	فَاَخَذَتْكُمُ	الصّٰعِقَةُ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰ	ہم ہرگز نہ مانیں گے	تجھے	جب تک	ہم دیکھ لیں	اللہ	کھلم کھلا	پھر تمہیں آلیا	بجلی کی کڑک

اور جب تم لوگوں نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو آپڑی تم پر کڑک بجلی

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ

وَاَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ	ثُمَّ	بَعَثْنٰكُمْ	مِنْ	بَعْدِ	مَوْتِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	وَظَلَّلْنَا	عَلَيْكُمُ
اور تم	تم دیکھ رہے تھے	پھر	ہم نے تمہیں زندہ کیا	سے	بعد	تمہاری موت	تاکہ تم	احسان مانو	اور ہم نے سایہ کیا	تم پر

اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر ہم نے تمکو زندہ کر اُٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے اور سایہ افگن کیا ہم نے تم پر ابر کو

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا

الْغَمَامَ	وَاَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمُ	الْمَنَّ	وَ	السَّلْوٰى	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَ	مَا ظَلَمُوْنَا
بادل	اور ہم نے اتارا	تم پر	من	اور	سلوا	تم کھاؤ	سے	پاک چیزیں	جو	ہم نے تمہیں دیں	اور	انہوں نے ظلم نہیں کیا ہم پر

اور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

وَلٰكِنْ	كَانُوْا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ
اور لیکن	تھے	اپنی جانیں	وہ ظلم کرتے تھے

لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کا مرنا پھر زندہ ہونا اور بادلوں کا سایہ اور من وسلویٰ

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور سے توریت لاکر پیش کی کہ یہ کتاب ہے اللہ تعالیٰ کی تو بعض گستاخ بنی اسرائیلیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے کہہ دیں کہ یہ ہماری کتاب ہے تو بے شک ہم کو یقین آجائے گا موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی فرمایا کہ چلو کوہِ طور پر یہ بات بھی ہوجائے گی۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے اپنی قوم سے ستر آدمی اس کام کے لئے منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور پر روانہ کئے وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا کلام ان لوگوں نے خود سنا تو اس

وقت اور رنگ لائے کہ ہم کو تو کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی نہ معلوم کون بول رہا ہوگا اگر خدا کو ہم دیکھ لیں تو بیشک مان لیں چونکہ دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتا اس لئے اس گستاخی پر اُن پر بجلی آپڑی اور سب ستر آدمی ہلاک ہوگئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا الٰہی میں ان کو بنی اسرائیل کے نمائندہ کی حیثیت سے لایا تھا کہ یہ واپس جاکر بنی اسرائیل کے سامنے گواہی دیں گے۔ اب یہ تو مر گئے میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ وہ

یہی سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر غصہ میں خود میں نے کسی تدبیر سے ان کا کام تمام کرا دیا ہوگا تو مجھ کو بنی اسرائیل کی تہمت سے بچا لیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش اور دُعاء کے مطابق ان ستر اشخاص کو دوبارہ زندہ فرما دیا، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرکے آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے یہود میرے اس احسان کو یاد کرو کہ میں نے بنی اسرائیل کے ان ستر منتخب اشخاص کو موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشی اور اس کا شکر ادا کرو اور شکر ادا کرنے کی صورت یہی ہے کہ میرے احکام کی فرمانبرداری قبول کرو۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور اس کی ذاتِ عالی سے بیجا مطالبہ کرنا بہت بڑا جرم و گناہ ہے اور اس کی سخت سزا ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اور ہر ارشاد کو شک وشبہ کے بغیر بلا چوں وچرا دل سے تسلیم کرلیا کریں۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ

بنی اسرائیل نے بحر قلزم پار کرکے میدان سینا جس کو وادی تیہ بھی کہتے ہیں قدم رکھا تو لق و دق بے آب و گیاہ میدان تھا جہاں شدید گرمی تھی اور دُور دُور تک سبزی اور پانی کا پتہ نہ تھا اس لئے بنی اسرائیل گھبرا اُٹھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔ ہم تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے یہاں تو پینے کیلئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہِ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم دیا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعمیل ارشاد کی تو فوراً بارہ سوت اس پتھر سے اُبل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کیلئے جُدا جُدا چشمے جاری ہو گئے۔ بنی اسرائیل کو جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اب کہنے لگے کہ پانی کا تو انتظام ہو گیا لیکن زندگی کیلئے صرف پانی تو کافی نہیں ہے ہم اب کھائیں کہاں سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر رب العٰلمین کی درگاہ میں دُعاء کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دُعاء قبول ہوئی پریشان نہ ہو، ہم غیب سے اس کا انتظام بھی کئے دیتے ہیں چنانچہ رات کو شبنم کی صورت میں من گرتی تھی اور یہ نہایت شیریں حلوہ کی مانند تھی اس من کا ترجمہ اکثر مفسرین نے ترنجبین سے کیا ہے۔ اور دن میں بٹیروں کے غول کے غول زمین پر اُترتے اور پھیل جاتے بنی اسرائیل ان کو بآسانی ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور بھون کر کھاتے اس طرح روزانہ بغیر زحمت و تکلیف کے ان کو یہ دونوں نعمتیں غیب سے مہیا ہو جاتیں اور یہ ان دونوں لطیف چیزوں سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ تنبیہ کردی تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے موافق من و سلویٰ روزانہ کام میں لائیں اور دوسرے دن کیلئے ذخیرہ نہ کریں کچھ عرصہ تک تو بنی اسرائیل بے محنت یہ آسمانی کھانے کھاتے رہے آخر خلاف حکم الٰہی من وسلویٰ اکٹھا کرنا شروع کیا جس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے من وسلویٰ نازل ہونا بند ہو گیا اور جمع کیا کرایا بھی سڑ گیا، اسی وادی تیہ یا میدان سینا میں بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ گرمی کی شدت ہے اور سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تپش اور گرمی ہماری زندگی کا خاتمہ کردے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تشفی دی اور بارگاہِ قدس میں عرض کیا کہ جب آپ نے اس قوم پر بڑے انعامات اور فضل وکرم کی بارش کی ہے تو اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعاء قبول ہوئی اور آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر

5

سایہ افگن ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے ہوئے جاتے بادلوں کا سایہ اُن کے سروں پر رہتا انہی انعامات واحسانات کی طرف یہ آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اے بنی اسرائیل ہم نے وادی تیہ میں تم پر ابر کا سایہ کیا خزانہ غیب سے تم پر من وسلویٰ اُتارا۔ اور تم نے حکمِ الٰہی کے خلاف حرص ولالچ میں پڑ کر ان چیزوں کا ذخیرہ کرنا شروع کیا جو ذخیرہ کرتے وہ سڑ جاتا اور من وسلویٰ کا نازل ہونا بند ہو گیا تم نے ہمارا کچھ بھی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا ایسا رزق کھویا جس میں نہ دُنیا کی مشقت تھی اور نہ آخرت کا حساب تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت:

اس آیت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی فضیلت دوسرے حضرات انبیاء کے صحابہ پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے سخت دھوپ اور گرمی میں غزوات کئے اور جہاد کے سفر کئے مگر کبھی اس کے خواہشمند نہ ہوئے کہ بنی اسرائیل کی طرح ہم پر من وسلویٰ نازل کیا جائے اور دھوپ سے بچاؤ کیلئے بادل بھیج دیا جائے حالانکہ نبی اکرم سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اگر دُعاء فرماتے تو ضرور ایسا ہو جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

خلاصۂ آیات:

الغرض اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی وہ خاص خاص رحمتیں اور انعامات جو قوم بنی اسرائیل پر ہوئے برابر بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی اس قوم کی غلطیاں اور جرائم کو بھی ظاہر فرمایا جاتا ہے تاکہ وہ یہود جو نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے وہ نصیحت پکڑیں اور گزشتہ کے تجربات سے سبق حاصل کر کے اب اس غلطی سے باز آجائیں جو وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے میں کر رہے تھے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا اور افضل المرسلین پر ایمان لانا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان انعامات واحسانات کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

وَاِذْ	قُلْنَا	ادْخُلُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	فَكُلُوْا	مِنْهَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	رَغَدًا	وَّادْخُلُوْا	الْبَابَ	سُجَّدًا
اور جب	ہم نے کہا	تم داخل ہو	اس	بستی	پھر کھاؤ	اس سے	جہاں	تم چاہو	بافراغت	اور تم داخل ہو	دروازہ	سجدہ کرتے ہوئے

اور جب ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس سے جس جگہ رغبت کرو بے تکلفی سے اور دروازے میں داخل ہونا جھکے جھکے

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا

وَّقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	نَّغْفِرْ	لَكُمْ	خَطٰيٰكُمْ	وَسَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	قَوْلًا
اور کہو	بخش دے	ہم بخش دینگے	تمہیں	تمہاری خطائیں	اور عنقریب زیادہ دیں گے	نیکی کرنیوالے	پھر بدل ڈالا	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	بات

اور کہتے جانا کہ توبہ ہے ہم معاف کردیں گے تمہاری خطائیں اور ابھی ابھی مزید برآں اور دینگے دل سے نیک کام کرنے والوں کو سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ

غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

غَيْرَ	الَّذِیْ	قِيْلَ	لَهُمْ	فَاَنْزَلْنَا	عَلَى	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ
دوسری	وہ جو کہ	کہی گئی	انہیں	پھر ہم نے اتارا	پر	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	عذاب	سے	آسمان	کیونکہ	وہ نافرمانی کرتے تھے

جو خلاف تھا اس کلمہ کے جسکی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے

بنی اسرائیل کی سرکشی کا ایک اور واقعہ:

ایک قول تو یہ ہے کہ اس آیت میں قَرْیَۃ سے بَیْتُ الْمَقْدِس مراد ہے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل چالیس سال کے بعد میدان تیہ سے یوشع بن نون علیہ السلام کی معیت میں نکلے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات میدان تیہ میں ہو چکی تھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے عہد نبوت بنی اسرائیل نے جب ملک شام میں جہاد کر کے فتح حاصل کی اس وقت حضرت یوشع کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم اس شہر بیت المقدس کے دروازہ میں سجدۂ شکر کرتے ہوئے اور زبان سے استغفار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے داخل ہو اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ خطاؤں کو معاف فرمادیں گے اور تم میں سے جو لوگ نیک ہیں ان کو ان کی نیکیوں کے عوض میں اور زیادہ عطا فرمائیں گے لیکن اس حکم کے خلاف بنی اسرائیل میں جو نافرمان اور غلط کار تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین کردہ الفاظ کو چھوڑ کر تمسخر اور استہزاء کے طور پر کچھ اور ہی الفاظ شہر میں داخلے کے وقت کہے۔ روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے حِطَّۃٌ کے بجائے جس کے معنیٰ توبہ کے ہیں حِنْطَۃٌ کی رَٹ شروع کر دی جس کے معنیٰ گیہوں کے ہیں اور قولی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہوں نے عملاً بھی اللہ کے حکم کی مخالفت کی چنانچہ دروازے سے جھک کر عاجزی سے گزرنے کے بجائے اکڑتے اور اتراتے ہوئے گزرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کے حکم کو تمسخر سے بدل دیا ان پر آسمانی عذاب نازل کیا گیا اور یہ عذاب طاعون کی بیماری کی صورت میں اُن پر مسلط کیا گیا اور لکھا ہے کہ اس طاعون سے ستر ہزار بنی اسرائیل مرے۔ دوسرا قول یہ

ہے کہ یہ قصہ بھی زمانہ وادی تیہ کا ہے کہ جب بنی اسرائیل من وسلوٰی کھاتے کھاتے اُکتا گئے اور اپنے معمولی کھانے ملنے کی موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تو ان کو ایک شہر میں جانے کا حکم ہوا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی اور معمولی چیزیں ملیں گی اور اس شہر میں اندر جانے کے متعلق قولی اور فعلی ادب جو اوپر کی آیت میں تعلیم ہوا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دیا گیا مگر بنی اسرائیل کے نافرمانوں نے اس حکمِ خداوندی کی نافرمانی کی جیسا کہ بیان فرمایا گیا: الغرض اس واقعہ کو یہود مدینہ کو سنانے سے یہی مقصود ہے کہ تم اپنی قوم بنی اسرائیل کی گزشتہ حالت کو سن کر عبرت حاصل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور وقتی تقاضہ کے مطابق اسلام کو قبول کر لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرلو۔

فتح کے وقت اظہارِ عاجزی:

جب فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو انتہائی تواضع اور سکینی کے آثار آپ پر طاری تھے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے جب ملک ایران فتح کیا اور کسریٰ کے شاہی محلات میں فاتحانہ داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق آٹھ رکعتیں نماز شکرانہ کی پڑھیں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل وکرم سے ہم پر بے شمار انعامات واحسانات فرما رکھے ہیں ان پر ہم کو شکر گزاری اور احسان مندی کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم وہمت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہر طرح کے عذاب وگرفت سے ہم کو محفوظ و مامون فرمایئے اور ہم سے جو کوتاہیاں اب تک سرزد ہوئی ہیں ان پر توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذِ اسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

وَاِذِ	اسْتَسْقٰى	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	فَقُلْنَا	اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَانْفَجَرَتْ	مِنْهُ
اور جب	پانی مانگا	موسیٰ	اپنی قوم کیلئے	پھر ہم نے کہا	مارو	اپنا عصا	پتھر	تو پھوٹ پڑے	اس سے

اور جب موسیٰ نے پانی کی دُعاء مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم نے حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں چیز پر مارو بس فوراً اس سے پھوٹ نکلے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَيْنًا	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ أُنَاسٍ	مَّشْرَبَهُمْ	كُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	مِنْ	رِّزْقِ	اللّٰهِ
بارہ	چشمے	جان لیا	ہر قوم	اپنا گھاٹ	تم کھاؤ	اور پیو	سے	رزق	اللہ

بارہ چشمے معلوم کر لیا ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع کھاؤ اور پیو اللہ تعالیٰ کے رزق سے

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

وَلَا تَعْثَوْا	فِي	الْأَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ
اور نہ پھرو	میں	زمین	فساد مچاتے

اور حد سے مت نکلو فساد کرتے ہوئے سرزمین میں۔

بنی اسرائیل کیلئے پتھروں سے چشمے پھوٹنا

یہ قصہ بھی وادی تیہ یعنی جزیرہ نما سینا کے لق ودق بیابان اور ریگستان کا ہے تیہ میں بنی اسرائیل جب دھوپ گرمی اور کھانے پینے کی تکالیف میں مبتلا ہوئے اور پانی کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے دُعاء کی تو ایک خاص پتھر کو صرف عصاء مارنے سے قدرت خداوندی سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور بارہ کی تعداد میں یہ حکمت و مصلحت تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے جن کا لقب اسرائیل تھا بارہ فرزند تھے اور ہر ایک اولاد کا ایک خاندان تھا اس طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اور ان کو انتظامی معاملات میں الگ الگ ہی رکھا جاتا تھا اور ہر قبیلہ کے جدا جدا سردار تھے اس لئے بارہ چشمے بہ نکلے اور ہر قبیلہ نے ایک ایک چشمہ لے لیا اور بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حکم دیا گیا کہ اللہ کے اس خاص رزق سے جو اللہ نے خاص طور پر بغیر ظاہری اسباب کے عطا فرمایا کھاؤ پیو اور دل و جان سے اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ کا رزق کھا کر اس کی نافرمانی نہ کرو اور زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو یعنی زمین پر اللہ کی معصیت نہ کرو۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک چوگوشہ پتھر تھا بیل پر لاد دیا جاتا تھا جہاں اُترتے رکھ دیتے اور عصا مارتے ہی اس میں سے نہریں بہ نکلتیں اور جب کوچ کرتے اُٹھا لیتے نہریں بند ہو جاتیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنتی پتھر تھا اور ایک قول میں ہے کہ یہ پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور یونہی ہاتھوں ہاتھ پہنچتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام کو ملا تھا اور انہوں نے یہ لکڑی اور پتھر دونوں موسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشمہ پھوٹنا

بخاری شریف کی ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پانی کی کمی ہوگئی آپ نے فرمایا تلاش کرو کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہو تو لے آؤ۔ صحابہ

ایک برتن لے آئے جس میں ذراسا پانی تھا آپ نے برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت لو میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے۔

معجزہ کی حقیقت:

معجزہ درحقیقت نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوتا اور معجزہ کہلاتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے ہر ناممکن چیز بھی ممکن ہے اس لئے اگر قدرتِ خداوندی اپنے پیغمبر کے ہاتھ سے کوئی ایسا عمل دکھا دے جو عام سلسلہ اسباب کے بغیر عالم وجود میں آجائے تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے جب خدائے تعالیٰ کے رسول دُنیا میں آئے تو ان کے ساتھ صدق ودیانت اور حسن خلق اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیوں کے ساتھ ایک قوتِ قاہرہ جس کا دوسرا نام تائید ایزدی ہے وہ بھی ساتھ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔اسی قوتِ قاہرہ کا نام معجزات ہے۔

یہودِ مدینہ کو تنبیہ:

الغرض اس آیت میں بھی قوم بنی اسرائیل پر ایک عظیم الشان احسان فرمایا گیا تھا، یہود مدینہ کو یاد دلایا گیا تا کہ وہ احسان مانیں اور خدا کی قدرت کے معترف ہو کر اس کی نافرمانی سے بچیں اور ان کے بڑوں کو جو نصیحت وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ (اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے) کی گئی اس کا یہ بھی خیال کریں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائیں کہ اللہ کا دیا ہوا رزق کھا کر اُسی کی نافرمانی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں اپنی فرمانبرداری اور تابع داری نصیب فرمائیں اور اسی پر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

وَاِذْ	قُلْتُمْ	يٰمُوْسٰى	لَنْ نَّصْبِرَ	عَلٰى	طَعَامٍ	وَّاحِدٍ	فَادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُخْرِجْ لَنَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰ	ہرگز نہ صبر کرینگے	پر	کھانا	ایک	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	نکالے ہمارے لئے	اس سے جو	اُگاتی ہے

اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں

الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ

الْاَرْضُ	مِنْ	بَقْلِهَا	وَقِثَّآئِهَا	وَفُوْمِهَا	وَعَدَسِهَا	وَبَصَلِهَا	قَالَ	اَتَسْتَبْدِلُوْنَ	الَّذِىْ
زمین	سے (کچھ)	ترکاری	اور ککڑی	اور گندم	اور مسور	اور پیاز	اس نے کہا	کیا تم بدلنا چاہتے ہو	جو کہ

کہ جو زمین میں اُگا کرتی ہیں ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

هُوَ اَدْنٰى	بِالَّذِىْ	هُوَ	خَيْرٌ	اِهْبِطُوْا	مِصْرًا	فَاِنَّ	لَكُمْ	مَّا سَاَلْتُمْ	وَ	ضُرِبَتْ	عَلَيْهِمُ	الذِّلَّةُ
وہ ادنیٰ	اس سے جو	وہ	بہتر	تم اترو	شہر	پس بیشک	تمہارے لئے	جو تم مانگتے ہو	اور	ڈال دی گئی	ان پر	ذلت

جو اعلیٰ درجہ کی ہے کسی شہر میں اُترو البتہ تمکو وہ چیزیں ملیں گی جنکی تم درخواست کرتے ہو اور جم گئی اُن پر ذلت اور پستی اور مستحق ہو گئے

وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

وَالْمَسْكَنَةُ	وَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانُوْا	يَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَيَقْتُلُوْنَ
اور محتاجی	اور وہ لوٹے	غضب کیساتھ	سے	اللہ	یہ	اس لئے کہ وہ	وہ تھے	وہ انکار کرتے	آیتوں کا	اللہ	اور قتل کرتے تھے

غضب الٰہی کے یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

النَّبِيّٖنَ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوْا	وَّكَانُوْا	يَعْتَدُوْنَ	
نبیوں کو	ناحق	یہ	اس لئے کہ	انہوں نے نافرمانی کی	اور تھے	حد سے بڑھتے	

پیغمبروں کو ناحق یہ اس وجہ سے کہ اُن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے

بنی اسرائیل کی مغضوبیت اور اس کے اسباب

وادی تیہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بے محنت ومشقت کے لطیف غذا من وسلویٰ عطا فرما رکھی تھی۔ صاف ستھرا شیریں پانی پینے کو مرحمت کیا تھا لیکن بنی اسرائیل سے ایک ہی قسم کے کھانے یعنی من وسلویٰ پر صبر نہ ہوسکا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہر

روز ہم کو من وسلویٰ ہی ملتا ہے ہم کو یہ بات پسند نہیں ہماری طبیعت اور چیزوں کو بھی چاہتی ہے ایک قسم کا کھانا کھاتے کھاتے ہماری طبیعت اُکتا گئی۔ آپ ہمارے لئے خدا سے دُعا فرمائیں کہ زمین کی سبزی ترکاریاں، ککڑی، گیہوں، مسور پیاز ہم کو عطا کرے اس سے ہمارا ذائقہ بدلے گا اور کچھ لطف حاصل ہوگا بنی اسرائیل کی اس درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کیسی سمجھ رکھتے ہو کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اور بہتر وعمدہ کے بدلہ میں کمتر چیز کو چاہتے ہو وہ رزق الٰہی یعنی من وسلویٰ جو لطیف و بابرکت ہے، ایسی بیش بہا سہل الحصول لطیف غذا کو چھوڑ کر ادنےٰ درجہ کی چیزوں کو مانگتے ہو جو صرف اس جسمانی زبان سے متعلق ہیں اور پھر بغیر مشقت ومحنت کے وہ تم کو حاصل بھی نہیں ہوسکتیں آخر کیوں اس کو پسند کرتے ہو لیکن بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو نہ مانا اور اپنی درخواست پر اصرار کیا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں مانتے تو کسی شہر میں جا کر اُترو وہاں تم کو یہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار وجوہات ظاہر فرمائے کہ جن کے سبب سے اس قوم یہود پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا پہلی وجہ فرمائی یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے) یعنی اللہ کی آیات اور احکام پر خوشی خوشی عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خواہ مخواہ بال کی کھال اتارتے کٹ حجتی اور بے جا اعتراضات کرتے تھے۔ دوسری وجہ فرمائی وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ (اور نبیوں کا ناحق خون کرتے تھے) ابو داؤد میں حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے تین سو انبیاؤں کو قتل کیا ہے جن میں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی شامل ہیں۔ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب والا قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی گمراہی کا پیشوا یا تصویر بنانے والا۔ تیسری وجہ یہ فرمائی ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یعنی وہ حد سے بڑھ جاتے تھے اپنے اعمال واقوال اور عقائد میں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) یوسف نجار کا بیٹا اور جادوگر کہتے تھے اور حضرت مریم علیہا السلام پر (معاذ اللہ) بدکاری کا الزام لگاتے تھے یہ سب اُن کی بہتان بندی اور افترا پردازی تھی، انہی سب وجوہات کی بناء پر اللہ نے اس یہود قوم کو دُنیا میں ذلت اور اپنے غضب کی سزا دی۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! ہم کو قرآن وسنت کا اتباع کامل نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہم کو اپنے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ! ہم اتباع شریعت، اتباع قرآن اور اتباع سنت چھوڑ کر نفس اور شیطان کی گمراہیوں میں پھنس گئے ہیں۔ ہمیں پھر بھولا ہوا سبق یاد دلا دے اور ہمارے ملک قوم اور معاشرہ کی اصلاح فرما دے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما دے اور اس ملک میں شریعتِ اسلامیہ کا بول بالا فرما دے۔

اے اللہ! حاکم ومحکوم، چھوٹے اور بڑے ہر ایک کو ہدایت سے نواز دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اِنَّ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ	هَادُوْا	وَالنَّصٰرٰى	وَالصّٰبِـِٕيْنَ	مَنْ	اٰمَنَ	بِاللهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
بیشک جولوگ	ایمان لائے	اور جولوگ	یہودی ہوئے	اور نصاریٰ	اور صابی	جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور روزِ آخرت

یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾

	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَلَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	
	اور عمل کرے	نیک	تو انکے لئے	انکا اجر	پاس	انکا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	

اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے انکے پروردگار کے پاس اور کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہونگے

نجات کا معیار ایمان اور عملِ صالح ہے:

یہود مدینہ جن کو یہ واقعات و حالات بسلسلہ تبلیغ اسلام سنائے جارہے ہیں، ان کو خیال گزر سکتا تھا کہ اب تو معذرت کر کے اگر ہم ایمان لانا بھی چاہیں تو حق تعالیٰ کے نزدیک غالباً قبول نہ ہو اور اب ہم کچھ بھی کریں ہمارے آباؤ اجداد کے جرائم کے سبب سے ہماری دینی و دنیوی ذلت دُور نہیں ہو سکتی تو اس خیال کے رفع کے لئے اس آیت میں ایک قانون کلی بیان فرمایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محض نام ولقب کوئی چیز نہیں اور نہ اُن کے ہاں کسی مخصوص نسل یا قوم کی خاندانی عزت اور امتیاز قابلِ اعتبار ہے اللہ کے ہاں ایمان اور اعمال صالحہ پر دار و مدار ہے۔ پس کوئی مسلمان ہو یا یہودی، عیسائی ہو یا صابی ہو اللہ کے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں، جو شخص عقائد و اعمال میں پوری اطاعت اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے کیسا ہی ہو اللہ کے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت دین محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ ہوا کہ جو سچا مسلمان ہو جائے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا۔ گویا اس آیت میں لوگوں کی نجات کے لئے تین باتوں کا ہونا ضروری فرمایا۔ ایک تو اللہ کو ماننا اور جب اللہ کو مانیں گے تو اس کے احکام کو بھی مانیں گے اور اللہ کے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوئے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا بھی اللہ کے ماننے میں شامل ہو گیا دوسرے آخرت کو ماننا جب آخرت کو مانیں گے تو عذاب ثواب، جزاوسزا، جنت وجہنم کو بھی مانیں گے۔ تیسرے اعمال صالحہ یعنی نیک کام کرنا اور نیک کام وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نیک بتلایا ہے اور جس طریقہ سے بتلایا ہے گویا اللہ اور رسول کے احکامات کی اتباع کا نام عمل صالح ہے۔

فائدہ: مسلمان سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہے، یہود وہ جو اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہتے ہیں اور نصاریٰ سے مراد دین عیسویٰ کے پیروکار اور صابی سے مراد وہ فرقہ ہے جو ستاروں کی یا فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔

تمام آیات‘ انبیاء‘ فرشتوں اور آسمانی کتب پر ایمان بھی ضروری ہے:

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانا نجات کیلئے کافی ہے انبیاء اور ملائکہ اور آسمانی کتب

وغیرہ پر ایمان لانا ضروری نہیں قرآن کریم کی صدہا آیات اور نصوص اس بات پر صراحۃً دلالت کر رہی ہیں کہ جو شخص انبیاء اور ملائکہ کا انکار کرے وہ قطعاً کافر ہے کیونکہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانا اس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک انبیاء اور ملائکہ اور آسمانی کتب پر ایمان نہ لائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور آخرت کے احوال کی معرفت کا ذریعہ انبیاء اور کتب آسمانی ہیں اور کتب آسمانی کا نزول فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ ایمان باللہ اور ایمان بیوم الآخرۃ موقوف ہے ایمان بالانبیاء اور ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب پر اس لئے یہاں ان تین چیزوں پر ایمان لانے کو علیحدہ نہیں بیان فرمایا گیا یہاں ایمان باللہ کا ذکر اجمالی ہے باقی تفصیلی ذکر قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ بقرہ دوسرے پارہ آیت نمبر ۱۷۷ اور ۲۵۸ میں تفصیل موجود ہے۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں سب کو اللہ کے سچے رسول مانیں یہ نہیں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسے یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہ مانا جیسا کہ چھٹے پارہ سورۂ نسآء میں وضاحت موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ مطلب اس آیت کا اور اس قانون کا جو فرمایا گیا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں جو بھی صحیح معنی میں ایمان لے آئے اور عمل صالح اختیار کرے وہ عذابِ الٰہی سے نجات پا جائے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو اور ایسوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے اُن کے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور وہاں جا کر بوجہ ایمان صالح کے کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں اُن پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے یعنی ان تمام شرارتوں کے بعد بھی اگر اسلام قبول کرلیں تو گزشتہ سب معاف ہو جائے گا اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی ذات اور اپنی صفات اور یومِ آخرت پر حقیقی اور سچا و پکا ایمان نصیب فرمائیں اور اس ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بھی نصیب فرمائیں۔ اور اس کا اجر وثواب اپنی رحمت سے ہم کو آخرت میں عطا فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیجئے کہ جن کو آخرت میں پہنچ کر نہ خوف ہوگا نہ غم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

وَ	إِذْ	أَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ	خُذُوْا	مَآ اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَّاذْكُرُوْا	مَا	فِيْهِ
اور	جب	ہم نے لیا	تم سے اقرار	اور ہم نے اٹھایا	تمہارے اوپر	کوہ طور	پکڑو	جو ہم نے تمہیں دیا	مضبوطی سے	اور یاد رکھو	جو	اسمیں

اور جب ہم نے تم سے قول وقرار لیا اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر معلق کر دیا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تمکو دی ہے مضبوطی کیساتھ اور یاد رکھو جو احکام اسمیں ہیں جس سے توقع ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَلَوْلَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ
تاکہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ	پھر	تم پھر گئے	بعد	اس	پس اگر نہ	فضل	اللہ	تم پر	اور اسکی رحمت

کہ تم متقی بن جاؤ پھر تم اس قول و قرار کے بعد بھی پھر گئے سو اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم نہ ہوتا

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

لَكُنْتُمْ	مِّنَ	الْخٰسِرِيْنَ	وَلَقَدْ	عَلِمْتُمُ	الَّذِيْنَ	اعْتَدَوْا	مِنْكُمْ	فِي السَّبْتِ	فَقُلْنَا	لَهُمْ	كُوْنُوْا
تو تم تھے	سے	نقصان اٹھانیوالے	اور البتہ	تم نے جان لیا	جنہوں نے	زیادتی کی	تم سے	ہفتہ کے دن میں	تب ہم نے کہا	ان سے	تم ہو جاؤ

تو ضرور تم تباہ ہو جاتے اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے تجاوز کیا تھا دوبارہ یوم ہفتہ کے سو ہم نے ان کو کہہ دیا

قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

قِرَدَةً	خٰسِئِيْنَ	فَجَعَلْنٰهَا	نَكَالًا	لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا	وَمَا	خَلْفَهَا	وَمَوْعِظَةً	لِّلْمُتَّقِيْنَ
بندر	ذلیل	پھر ہم نے اسے بنایا	عبرت	سامنے والوں کیلئے	اور جو	اسکے پیچھے	اور نصیحت	پرہیزگاروں کیلئے

کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ پھر ہم نے اسکو ایک عبرت بنادیا اُن لوگوں کیلئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے اور اُن لوگوں کیلئے بھی جو مابعد زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت ڈرنے والوں کیلئے

پہاڑ معلق کر کے یہودیوں سے احکام تسلیم کرانا

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ بنی اسرائیل فرعونیوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار اصرار کرتے تھے کہ ہمارے لئے احکام کی ایک مستند آسمانی کتاب لا دیجئے تاکہ اس پر عمل کر سکیں جب موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر کتاب تورات عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لا کر قوم کو دکھلائی اور سنائی تو کہنے لگے کہ توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں اس پر ہم سے عمل نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ سب احکام ان کی حالت اور اُس وقت کے مناسب ہی تھے۔ اُن کی اس نافرمانی اور بغاوت پر حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اُٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو کہ یا تو اس کتاب کے احکام کو قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ تم پر ابھی گرا دیا جائے گا یہ دیکھ کر بنی اسرائیل ڈر کے مارے کانپنے لگے اور ان میں مخالفت کی جرأت باقی نہ رہی تو اب چار و ناچار توریت کے حکموں کو مجبوراً قبول کرنا پڑا۔

سوال: دین میں تو جبر و اکراہ نہیں تو پھر بنی اسرائیلیوں پر پہاڑ

لٹکا کر انہیں تورات کے احکام قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے پر کیوں مجبور کیا گیا؟

جواب: ابتداءً کسی کو قبولِ اسلام یا ایمان پر مجبور کرنے کی تو دین اجازت نہیں دیتا یعنی عام کافر پر یہ جبر نہیں کریں گے کہ تو ایمان لے آ اور مسلمان ہو جا ورنہ تجھ کو مار ڈالیں گے، اسی لئے جہاد میں جزیہ بھی ہے کہ اس کے قبول کرنے سے بھی جہاد رک جاتا ہے البتہ بخوشی قبول ایمان و اسلام کے بعد اگر کوئی شخص دین کے دستور سے بغاوت کرے گا تو اُسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا یہ بنی اسرائیل پہلے اپنی رضا و رغبت سے ایمان لا چکے تھے اور اب اپنے دین کے دستور سے یعنی توراۃ سے جو اس وقت ان کا دستور تھا بغاوت کر رہے تھے اس لئے اُسے برداشت نہیں کیا گیا۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ یعنی تمہاری بدعہدی اور عہد شکنی کا اقتضا تو یہ تھا کہ تم کو فوراً عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا مگر پھر اللہ نے اپنا فضل و مہربانی تم پر فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت شمویل علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو بھیج کر تمہاری ہدایت اور راہِ راست پر لانے کا سامان کیا، یہ خدا کا فضل تھا ورنہ یہود تو دنیا میں اپنی تباہی اور عذاب آخرت کا سامان کر ہی چکے تھے۔

ہفتہ کے دن کے بارہ میں حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنیوالوں کا انجام

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو سال بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں کی ملک شام کے غربی جانب سمندر کے کنارے ایک آبادی تھی جس کا نام ایلہ تھا اس میں تقریباً اسی ہزار یہودی آباد تھے اور ان کی تجارت کا مدار مچھلیوں پر تھا سنیچر کے روز جس کو سبت کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شکار کھیلنے یا کاروبار دُنیوی کرنے کی سخت ممانعت تھی جیسا کہ توریت میں حکم تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور امتحاناً یہ صورت کر دی کہ سنیچر ہی کے دِن بڑی کثرت سے مچھلیاں پانی کی سطح پر تیر کر آ جایا کرتی تھیں اور باقی دِنوں میں پانی کے اندر رہا کرتی تھیں یہ حالت ایک عرصہ تک قائم رہی تو اس بستی کے یہودیوں کو حیلہ سازی اور کوئی تدبیر نکالنے کی فکر ہوئی کہ اللہ کے حکم کی ظاہری صورت بھی برقرار رہے یعنی سنیچر کے دن شکار نہ کرنے کا حکم بھی پورا ہو جائے اور مچھلیاں جو اسی دن کثرت سے آتیں وہ بھی ہاتھ لگ جائیں پس پہلے تو ایک شخص نے یہ حرکت کی کہ سنیچر کے روز ایک مچھلی پکڑ کر ڈورے سے باندھ کر پانی میں چھوڑ دی اور پانی کے کنارے ایک کیل گاڑ کر ڈوری کا کنارہ اس کیل سے باندھ دیا تاکہ مچھلی جا نہ سکے پھر اتوار کا دن ہوا تو اس کو پکڑ لایا اسی طرح اُس نے دوسرے سنیچر کو کیا رفتہ رفتہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اسی طرح خفیہ خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کر دی اور اسی طرح کچھ عرصہ تک کرتے رہے پھر یہ لوگ دلیر ہو گئے اور علی الاعلان سمندر کے کنارے قریب قریب گھرے حوض اور تالاب کھود لئے اور سمندر سے نالیاں کاٹ کر حوضوں تک پہنچا دیں سنیچر کے دن حسب معمول مچھلیاں پانی کی سطح پر آتی تھیں اور نالیوں میں ہوتی ہوئی حوضوں میں آ جاتیں اور وہ نالیوں کو بند کر دیتے تاکہ واپس نہ جا سکیں اور اتوار کے دن یہ مچھلیاں پکڑ لیتے اور علانیہ بازاروں میں فروخت کرتے بنی اسرائیل کے پیغمبر وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے منع فرمایا کہ ایسی حرکت نہ کرو تو تقریباً بارہ سو یہودی تو حضرت داؤد علیہ السلام سے متفق

رہے بلکہ پہلے ہی سے یہ لوگ اس حیلہ سازی اور چالبازی میں شریک نہ تھے اور دوسروں کو بھی اس جرم سے منع کرتے تھے باقی یہود کے دو گروہ ہو گئے ایک علی الاعلان مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرنے والا دوسرا گروہ خود تو شکار نہ کرتا لیکن دوسروں کو شکار کرنے سے منع بھی نہ کرتا تھا۔

بہر حال اس دن عبادت کی بے حرمتی حکمِ الٰہی کی نافرمانی اور تعدی اور گناہوں کی وجہ سے اس بیباک فرقہ کو بندروں کی صورت پر مسخ کر دیا گیا اور تین دن کے اندر یہ مجرم گروہ اپنے اپنے مکانوں کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ شدہ قوم تین دن کے اندر سب ہلاک ہو گئی تھی اور ان کی کوئی نسل نہیں یہ بندر جواب موجود ہیں اور جو اس وقت بھی موجود تھے یہ تو جانور ہیں جو اسی طرح پیدا کئے گئے تھے۔

یہ واقعہ اگرچہ بنی اسرائیل کے ایک فرقہ کا ہوا تھا مگر اس واقعہ کو خود بنی اسرائیل کی تاریخ اور کتابوں میں کافی اہمیت حاصل تھی اور یہ عبرت انگیز واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود بھی خوب جانتے تھے اسی لئے یہاں آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ یعنی یقیناً تمہیں اُن لوگوں کا علم بھی ہے۔

آگے اس سزائے مسخ کی حکمت ارشاد فرمائی گئی کہ یہ سزا بندر بنا دیئے جانے کی اس لئے دی گئی کہ نافرمانوں کو عبرت اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہو۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے بھی یہ واقعہ باعثِ عبرت ہوا اور بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے بھی باعثِ نصیحت ٹھہرا تا کہ سب لوگ اللہ کے حکم کی نافرمانی کے انجام سے آگاہ اور خبردار رہیں اور زندگی کے ہر معاملہ میں محتاط اور خدا سے ڈرنے والے رہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمیں اپنے اور اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا پابند بنا کر رکھیں اور شریعت کے احکام میں حیلہ سازی اور چالبازی سے کامل طور پر بچائیں۔

یا اللہ! ہمیں گزشتہ اقوام کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنیوالا دل عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

وَ اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَاْمُرُكُمْ	اَنْ	تَذْبَحُوْا	بَقَرَةً	قَالُوْا	اَتَتَّخِذُنَا	هُزُوًا
اور جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	بیشک	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	کہ	تم ذبح کرو	ایک گائے	وہ کہنے لگے	کیا تم کرتے ہو ہم سے	مذاق

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تمکو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک گائے ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۶۷) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ

قَالَ	اَعُوْذُ	بِاللّٰهِ	اَنْ اَكُوْنَ	مِنَ الْجٰهِلِيْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَنَا	مَا هِيَ
اسنے کہا	میں پناہ لیتا ہوں	اللہ کی	کہ ہوجاؤں	جاہلوں سے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	بتلائے	ہمیں	کیسی ہے وہ

موسیٰ نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا

قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَا فَارِضٌ	وَلَا	بِكْرٌ	عَوَانٌ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	فَافْعَلُوْا	مَا
اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	گائے	نہ بوڑھی	اور نہ	چھوٹی عمر	جوان	درمیان	اس	پس کرو	جو

اسکے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ بالکل بوڑھی ہو نہ بہت بچہ ہو پٹھی ہو دونوں عمروں کے اوسط میں سو اب کرڈالو

تُؤْمَرُوْنَ (۶۸) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ

تُؤْمَرُوْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَنَا	مَا	لَوْنُهَا	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	صَفْرَآءُ
تمہیں حکم دیا جاتا ہے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	وہ بتادے	ہمیں	کیسا	اسکا رنگ	اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتاہے	کہ وہ	ایک گائے	زرد رنگ

جو کچھ تمکو حکم ملا ہے کہنے لگے کہ درخواست کردیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ اسکا رنگ کیسا ہو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کی گائے ہو

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (۶۹) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ

فَاقِعٌ	لَّوْنُهَا	تَسُرُّ	النّٰظِرِيْنَ	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَنَا	مَا هِيَ	اِنَّ	الْبَقَرَ
گہرا	اسکا رنگ	اچھی لگتی	دیکھنے والے	انہوں نے کہا	دعا کریں	ہمارے لئے	اپنا رب	وہ بتادے	ہمیں	وہ کیسی	کیونکہ	گائے

جسکا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو کہنے لگے کہ ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کردیجئے کہ ہم سے بیان کردیں کہ اسکے اوصاف کیا ہوں کیونکہ ہمکو

تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ (۷۰) قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

تَشٰبَهَ	عَلَيْنَا	وَاِنَّا	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَمُهْتَدُوْنَ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَا ذَلُوْلٌ
اشتباہ ہوگیا	ہم پر	اور بیشک ہم	اگر	چاہا	اللہ	ضرور ہدایت پالیں گے	اسنے کہا	بیشک وہ	فرماتا ہے	کہ وہ	ایک گائے	نہ سدھی ہوئی

اس گائے میں اشتباہ ہے اور ہم ضرور ان شاءاللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائیں گے موسیٰ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو ہل میں چلی ہوئی ہو

تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

تُثِيرُ	الْأَرْضَ	وَلَا	تَسْقِي	الْحَرْثَ	مُسَلَّمَةٌ	لَا	شِيَةَ	فِيهَا	قَالُوا	الْآنَ	جِئْتَ	بِالْحَقِّ
جوتتی	زمین	اور نہ	پانی دیتی	کھیتی	بے عیب	نہیں	کوئی داغ	اس میں	وہ بولے	اب	تم لائے	ٹھیک بات

جس سے زمین جوتی جائے اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو کہنے لگے اب آپ نے پوری بات فرمائی

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿۷۱﴾

فَذَبَحُوهَا	وَمَا كَادُوا	يَفْعَلُونَ
پھر انہوں نے ذبح کیا اسکو	اور وہ لگتے نہ تھے	وہ کریں

پھر اسکو ذبح کیا اور کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے۔

بنی اسرائیل کے مقتول کی تحقیق اور خدا پرستی وماں کی فرمانبرداری کا انعام

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت بڑا مالدار تھا اور اس کے صرف ایک لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہ تھا بھتیجے کو خیال آیا کہ میں اسے کیوں نہ مار ڈالوں تاکہ اس کی لڑکی سے نکاح بھی کرلوں اور قتل کی تہمت دوسروں پر رکھ کر دیت بھی وصول کروں اور مقتول کے مال کا مالک بھی بن جاؤں۔ ایک دن موقع پا کر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور لاش کو اپنے گاؤں سے باہر دوسرے گاؤں میں ڈال دیا اور صبح کو خود اس کے خون کا مدعی ہوا اور دوسرے گاؤں کے آدمیوں پر قتل کا الزام لگایا اس گاؤں کے آدمیوں نے انکار کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں گاؤں والے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے آخر کچھ سمجھدار لوگ بھی تھے انہوں نے کہا لڑائی کیوں کرتے ہو اللہ کے پیغمبر یعنی موسیٰ علیہ السلام ہم میں موجود ہیں اُن سے چل کر دریافت کرو وہ جس شخص کا نام بتادیں بس وہی قاتل ہے چنانچہ یہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی حکم الٰہی ہوا کہ ایک گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر رکھو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا دیا تو بنی اسرائیل نہایت بے باکی اور بدتمیزی سے کہنے لگے کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں ہم تو قاتل کا نام دریافت کرتے ہیں اور آپ گائے ذبح کرنے کو کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نعوذ باللہ جاہل نہیں ہوں مسائل شرعیہ کے موقع پر مذاق جاہلوں کا کام ہے اللہ عزوجل کا حکم یہی ہے تو بجائے اس کے کہ نبی کے حکم کی تعمیل کرتے اس میں حجت بازی کرنے لگے اور طرح طرح کے سوالات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گائے کے متعلق کرنے لگے کہ وہ کیسی گائے ہے اس کا رنگ کیسا ہے اس کی عمر کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بنی اسرائیل کسی گائے کو بھی ذبح کر دیتے تو کافی ہو جاتا لیکن انہوں نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر سختی کی۔

الغرض پہلا سوال بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے گائے کی عمر کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب دیا گیا کہ نہ تو وہ بالکل بوڑھی ہو نہ بالکل بچہ ہو بلکہ درمیانی عمر کی ہو جس کو ادھیڑ یا پٹھیا بھی کہتے ہیں لیکن بنی اسرائیل نے ایک دوسرا سوال پھر کیا کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے؟ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا زرد رنگ اور وہ بھی خوب گہرا ہونا بیان کر دیا بنی اسرائیل اب بھی مطمئن نہ ہوئے اور پھر ایک تیسرا سوال موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا کہ اُس گائے کے اوصاف کیا ہوں کیونکہ ہم کو ابھی شبہ باقی ہے اور اب کی بار ان شاء اللہ ہم

ٹھیک سمجھ جائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ گائے عمدہ سالم اور بے عیب ہے نہ تو ہل میں چلی ہوئی نہ اس سے زمین جوتی گئی نہ کنوئیں میں جوڑی گئی کہ اس سے پانی کی کھینچائی ہوئی، غرض وہ ہر طرح سالم اور بے داغ ہے یہ سن کر کہنے لگے کہ اب آپ نے پوری اور صاف بات فرمادی اب ہم ان شاء اللہ اس گائے کو تلاش کر کے خرید لیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تو کبھی بھی پتہ نہ چلتا اور قیامت تک وہ اس گائے کو حاصل نہ کر سکتے۔

اُدھر بنی اسرائیل میں ایک نیک اور خدا پرست آدمی تھا اور اس کی بیوی بھی ایسی ہی تھی اور ان کے پاس ایک بچھیا تھی اور اُن کے ایک ہی بچہ تھا اس خدا پرست آدمی کے انتقال کا وقت آ گیا مرتے وقت اس شخص نے اپنی بیوی کے مشورہ سے اس بچھیا کو جنگل میں چھڑوا دیا اور خدا تعالیٰ کی امانت میں دے دیا اور بارگاہِ الٰہی میں دُعاء کی کہ الٰہی اس بچھیا کو میں تیری امانت میں اپنے چھوٹے بچہ کیلئے دیتا ہوں اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا یتیم بچہ کو نیک والدہ پرورش کرتی رہی جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو وہ بھی بڑا نیک سعید اور اپنی ماں کا فرمانبردار نکلا ایک روز اس کی والدہ نے کہا کہ بیٹا فلاں جنگل میں ایک بچھیا تمہارے باپ نے خدا کی امانت میں تیرے لئے سپرد کی تھی تو اس کو اب جا کر لے آ بیٹا جنگل میں گیا اور امانت الٰہی کا نام لے کر گائے کو آواز دی تو وہ گائے فوراً دوڑی ہوئی چلی آئی یہ لڑکا گائے کو لیکر اپنی والدہ کے پاس آیا اس کی والدہ نے کہا کہ اس کو بازار میں لے جا کر فروخت کر دو لیکن یہ ہدایت کر دی کہ جو دام لگیں بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچنا یہ لڑکا گائے کو لے کر بازار میں گیا تو وہاں ایک شخص نے کچھ قیمت لگائی مگر لڑکے نے کہا کہ میں اپنی والدہ سے اجازت اور مشورہ کے بعد جواب دوں گا اس نے کہا کہ اگر تم بغیر مشورہ کے دے دو تو دو چند قیمت دیتا ہوں لیکن اس لڑکے نے گائے نہ دی اور والدہ سے آ کر تذکرہ کیا والدہ نے منع کر دیا دوسرے روز اسی خریدار نے دو چند قیمت لگائی لیکن پہلے روز کی طرح ماں ہمیشہ دینے سے انکار کرتی رہی اور اس طرح روز قیمت میں اضافہ ہوتا رہا ایک روز عورت نے لڑکے سے کہا کہ یہ خریدار یا تو کوئی فرشتہ ہے یا کوئی خدا رسیدہ بزرگ ہے تم میری طرف سے اُن سے مشورہ لینا کہ ہمیں اس گائے کا کیا کرنا چاہئے چنانچہ لڑکے نے ایسا ہی کیا تو اس شخص نے جواب دیا کہ تم اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اس گائے کی ضرورت اور تلاش ہوگی اور وہ اس کی خریداری کے درپے ہوں گے اور تم سے اس کے ہم وزن سونا دے کر خریدیں گے تم اس وقت فروخت کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اُدھر بنی اسرائیل مطلوبہ گائے کی تلاش میں تھے اور وہ اسی صالح یتیم لڑکے کی نکلی جس کی بنی اسرائیل نے منہ مانگی قیمت ادا کی اور اس کو خرید کر ذبح کیا۔

پھل کو میٹھا بنانے کا عمل

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ کو پڑھ کر اگر کوئی پھل کاٹا جائے تو وہ ان شاء اللہ میٹھا اور خوش ذائقہ نکلے گا۔ (اعمال قرآنی)

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو وہ اسلام اور ایمان نصیب فرمائیں کہ جو ہم مولائے کریم کا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم سنیں اس پر دل و جان سے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنے والے اور اپنے احکام کا ہم کو پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ظاہراً اور باطناً ہر حال میں ہم کو اپنی شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۷۲ فَقُلْنَا

وَاِذْ	قَتَلْتُمْ	نَفْسًا	فَادّٰرَءْتُمْ	فِيْهَا	وَاللّٰهُ	مُخْرِجٌ	مَا كُنْتُمْ	تَكْتُمُوْنَ	فَقُلْنَا
اور جب	تم نے قتل کیا	ایک آدمی	پھر تم جھگڑنے لگے	اسمیں	اور اللہ	ظاہر کرنیوالا	جو تم تھے	چھپاتے	پھر ہم نے کہا

اور جب تم لوگوں نے ایک آدمی کا خون کردیا پھر ایک دوسرے پر اسکو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جسکو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے ہم

اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۷۳

اضْرِبُوْهُ	بِبَعْضِهَا	كَذٰلِكَ	يُحْيِ	اللّٰهُ	الْمَوْتٰى	وَيُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
اسے مارو	اسکا ٹکڑا	اس طرح	زندہ کریگا	اللہ	مُردے	اور تمہیں دکھاتا ہے	اپنے نشان	تاکہ تم	غور کرو

نے حکم دیا کہ اسکو اسکے کوئی سے ٹکڑے سے چھوادو اسی طرح حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کردیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر تم کو دکھاتے ہیں اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

ثُمَّ	قَسَتْ	قُلُوْبُكُمْ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَهِيَ	كَالْحِجَارَةِ	اَوْ	اَشَدُّ	قَسْوَةً	وَاِنَّ	مِنَ	الْحِجَارَةِ
پھر	سخت ہوگئے	تمہارے دل	بعد	اس	سو وہ	پتھر جیسے	یا	اس سے زیادہ	سخت	اور بیشک	سے	پتھر

ایسے ایسے واقعات کے بعد تمہارے دِل پھر بھی سخت ہی رہے تو اُنکی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں اُن سے زیادہ اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

لَمَا	يَتَفَجَّرُ	مِنْهُ	الْاَنْهٰرُ	وَاِنَّ	مِنْهَا	لَمَا	يَشَّقَّقُ	فَيَخْرُجُ	مِنْهُ	الْمَآءُ	وَاِنَّ	مِنْهَا	لَمَا يَهْبِطُ
البتہ	پھوٹ نکلتی ہیں	اس سے	نہریں	اور بیشک	اس سے (بعض)	البتہ جو	پھٹ جاتے ہیں	تو نکلتا ہے	اس سے	پانی	اور بیشک	اس سے	البتہ گرتا ہے

جن سے نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہوجاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۷۴

مِنْ	خَشْيَةِ	اللّٰهِ	وَ	مَا اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
سے	ڈر	اللہ	اور	نہیں اللہ	بے خبر	سے جو	تم کرتے ہو

خوف سے اُوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں

مردے کا زندہ ہونا اور بنی اسرائیل کی سنگ دلی

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ہم نے حکم دیا کہ اس مقتول کی لاش کو اس بقرہ کے کسی گوشت کے ٹکڑے سے چھوادو۔ اس طرح چھوانے سے وہ زندہ ہو کر قاتل کا نام بتادے گا چنانچہ جب گائے کا ٹکڑا مقتول

6 کی لاش پر رکھا گیا تو مقتول نے زندہ ہو کر اپنے بھتیجے کا نام بتا دیا اور اس طرح جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے ظاہر فرما دیا گیا اور مقتول قاتل کا نام بتا کر پھر گر پڑا اور مر گیا اس پر قاتل کو یعنی مقتول کے بھتیجے کو پکڑا گیا اور قصاص لیا گیا اور میراث سے بھی محروم رکھا گیا اور اسی وقت سے یہ حکم ہو گیا کہ قاتل ہمیشہ میراث سے محروم رہے گا اگر چہ قاتل مقتول کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

یعنی اے بنی اسرائیل چاہئے تو تمہیں یہ تھا کہ ان تمام گزشتہ واقعات، انعامات، احسانات اور آیات و معجزات اور تخویفات اور تبشیرات کے بعد تمہارے دِل نرم ہو جاتے ان میں خوف پیدا ہو جاتا اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کے احکام کی پیروی کرتے اور سچی نیت سے اس کی اطاعت کرتے مگر اس کے باوجود تمہارے دِل سخت ہو گئے اور تم نے بڑھ چڑھ کر حدود اللہ کو توڑا اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کی اور سخت بھی کیسے پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی سخت تم سنگدل ہو بعضے تو پتھر بھی ایسے ہیں کہ ان سے تو کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ ان سے بڑی بڑی نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اُوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں گویا ہیبتِ الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرتے ہیں اور تمہارے دِلوں میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

الغرض یہاں آیت میں بتایا گیا کہ بعض انسانوں کے دِل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں پھر کوئی نصیحت اور عبرت ان کے لئے مفید اور سود مند نہیں ہوتی دل کی سختی یعنی قساوت قلبی کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ خدا سے غافل بناتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ ''اے اللہ میں دل کی سختی اور غفلت سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' ایک حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار چیزیں بدبختی کی نشانی ہیں۔ ایک خوف خدا سے آنکھوں سے آنسو نہ بہنا۔ دوسرے دِل کا سخت ہونا۔ تیسرے امیدوں کا بڑھ جانا۔ چوتھے حرص، طمع اور لالچ کا پیدا ہو جانا۔

قیامت کے دن زندہ ہونے کی دلیل

جس طرح اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے عدل و قصاص جاری کرنے کے لئے عارضی طور پر تھوڑی دیر کیلئے ایک خاص ضرورت اور مصلحت کے لئے مردہ کو تمہارے روبرو زندہ فرمایا اور اس مردہ کا کلام تم نے اپنے کانوں سے سنا اِسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محض جزا دینے اور عدل قائم کرنے کے لئے اور انصاف کیلئے دوبارہ اپنی قدرتِ کاملہ سے مُردوں کو محض اپنی قدرت سے زندہ فرمائے گا اور سب کا انصاف کرے گا اور مظلوم کا ظالم سے قصاص اور بدلہ لے گا۔

اخیر میں بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے بنی اسرائیل اگر چہ تم اپنی قساوتِ قلبی کی وجہ سے خدا سے غافل ہو گئے مگر خوب سمجھ لو وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ کہ اللہ تمہارے اعمال و افعال سے بے خبر نہیں۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو قلب سلیم عطا فرمائیں اور قساوت قلبی کے مرض سے محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں سے بچائیں جو دل کو سخت کرنے والی ہیں اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو سعادت کی نشانی ہے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَفَتَطْمَعُوْنَ أَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ

أَفَتَطْمَعُوْنَ	أَنْ	يُؤْمِنُوْا	لَكُمْ	وَقَدْ كَانَ	فَرِيْقٌ	مِنْهُمْ	يَسْمَعُوْنَ	كَلَامَ اللّٰهِ	ثُمَّ	يُحَرِّفُوْنَهٗ
کیا پھر تم توقع رکھتے ہو	کہ	مان لیں گے	تمہارے لئے	اور تھا	ایک فریق	ان سے	وہ سنتے ہیں	اللہ کا کلام	پھر	وہ بدل ڈالتے ہیں اسکو

کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسکو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٥ وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْآ اٰمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَا

مِنْ بَعْدِ	مَا عَقَلُوْهُ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ	وَإِذَا	لَقُوْا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَالُوْا	اٰمَنَّا	وَإِذَا	خَلَا
بعد	جو انہوں نے سمجھ لیا	اور وہ	جانتے ہیں	اور جب	وہ ملتے ہیں	جو لوگ	ایمان لائے	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں

اسکو سمجھنے کے بعد اور جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے یہ بعضے (منافق یہودی) دوسرے بعضے (علانیہ) یہودیوں

بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ قَالُوْآ أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ

بَعْضُهُمْ	إِلٰى	بَعْضٍ	قَالُوْا	أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ	بِمَا	فَتَحَ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	لِيُحَآجُّوْكُمْ	بِهٖ	عِنْدَ
انکے بعض	پاس	بعض	کہتے ہیں	کیا بتاتے ہو انہیں	جو	ظاہر کیا	اللہ	تم پر	تاکہ وہ حجت لائیں تم پر	اسکے ذریعہ	سامنے

کے پاس تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتادیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کردی ہیں (توارة میں) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تمکو حجت میں مغلوب کردینگے کہ دیکھو یہ مضمون

رَبِّكُمْ ۭ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٧٦ أَوَلَا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝٧٧

رَبِّكُمْ	أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	أَوَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	أَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يُسِرُّوْنَ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ
تمہارا رب	تو کیا تم نہیں سمجھتے	کیا	نہیں وہ جانتے	کہ	اللہ	جانتا ہے	جو	وہ چھپاتے ہیں	اور جو	وہ ظاہر کرتے ہیں

اللہ کے پاس (سے تمہاری کتاب میں آیا ہے) کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے کیا انکو اسکا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے ان چیزوں کی بھی جنکو وہ مخفی رکھتے ہیں اور انکی بھی جنکا وہ اظہار نہیں کردیتے ہیں

صحابہ کرامؓ سے خطاب ان سنگدلوں سے ایمان کی امید نہیں ہے
اور یہود کے مختلف گروہوں کی تفصیل

أَفَتَطْمَعُوْنَ أَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ اے مسلمانو! کیا یہ سارے قصے سن کر اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے یعنی جو لوگ ایسے بے باک اور اغراضِ نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے اور کسی کی نصیحت کب سننے والے ہیں، ان کی شقاوت قلبی اور خباثت تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان سے ایمان و اسلام کی توقع بیکار ہے۔

یہود اپنی خباثت کے لحاظ سے پانچ گروہ تھے اس لئے ہر گروہ اور ان کی خباثت کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

پہلا گروہ......احبار و رہبان

اول پہلے گروہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے: وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یہود کے احبار و رہبان یعنی دینی پیشوا یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے آخری رسول ہیں اور توراۃ میں جس آخری پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر جان بوجھ کر وہ ان آیات میں تحریف کرتے جن میں آپ کے اوصاف مذکور تھے، اور ان کی یہ تحریف کسی غلط فہمی پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ دیدہ و دانستہ تھی۔

دوسرا گروہ......منافقین

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کی منافقت کا ذکر فرما رہے ہیں، بعض یہود مسلمانوں کی خبریں اور حالات معلوم کرنے اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے دب کر رہنے پر جب مجبور ہوئے تو منافقانہ اسلام لائے یہ منافقین جب مسلمانوں سے ملتے جلتے تو مسلمانوں کی خوشامد میں اور اپنے ایمان و اسلام کی سچائی جتانے کے لئے مسلمانوں سے جو تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت اور پیش گوئیاں اور علامات آئی تھیں بیان کرتے اس پر اُن کے علماء اور سرداران کو ملامت کرتے کہ بیوقوفو! تم اپنے علم اور اپنی کتاب میں سے مسلمانوں کو اسلام اور قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے ثبوت اور سند کیوں دیتے ہو ایسی باتیں مسلمانوں سے کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت اور بحث میں مغلوب کر دیں گے اور تم کو قائل کریں گے کہ ہمارے دین، مذہب، رسول اور کتاب کی حقانیت تو تمہاری کتاب میں بھی آئی ہے ۔ پس اہل ایمان کو یہ بتایا گیا کہ جو لوگ ایسے عیار و چالاک اور بد باطن دھوکہ باز ہوں وہ تمہاری دعوت اسلام کیسے قبول کریں گے۔

آگے اللہ تعالیٰ ان منافقین اور ان ملامت گروں کی حماقت پر تنبیہ فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ

یعنی اگر ان منافقین نے اپنا کفر مسلمانوں سے چھپایا تو کیا اور اگر ان ملامت گروں نے اللہ کے رسول کے متعلق بشارات وغیرہ کے مضامین چھپائے تو کیا۔ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جا بجا اسی قرآن کے ذریعہ مطلع کر دیا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا اور سچا مسلمان بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام قرآن پاک کی سچی عظمت ہمارے قلوب میں عطا فرمائیں اور اس کا اتباع کامل ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ منافقوں کی خصلت و عادات سے ہم کو محفوظ رکھئے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۷۸ فَوَيْلٌ

وَمِنْهُمْ	اُمِّيُّوْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	الْكِتٰبَ	اِلَّآ	اَمَانِيَّ	وَاِنْ	هُمْ	اِلَّا	يَظُنُّوْنَ	فَوَيْلٌ
اوران میں	اَن پڑھ	وہ نہیں جانتے	کتاب	سوائے	آرزوئیں	اور نہیں	وہ	مگر	گمان سے کام لیتے ہیں	سوخرابی

اور اُن میں بہت سے نا خواندہ ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن دل خوش کن باتیں اور وہ لوگ اور کچھ نہیں خیالات پکا لیتے ہیں تو بڑی خرابی اُنکی ہوگی

لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ

لِّلَّذِيْنَ	يَكْتُبُوْنَ	الْكِتٰبَ	بِاَيْدِيْهِمْ	ثُمَّ	يَقُوْلُوْنَ	هٰذَا	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	لِيَشْتَرُوْا	بِهٖ
ان کیلئے جو	لکھتے ہیں	کتاب	اپنے ہاتھوں سے	پھر	وہ کہتے ہیں	یہ	سے	پاس	اللہ	تا کہ وہ حاصل کریں	اس سے

جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں

ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۷۹ وَقَالُوْا

ثَمَنًا	قَلِيْلًا	فَوَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	كَتَبَتْ	اَيْدِيْهِمْ	وَوَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	يَكْسِبُوْنَ	وَقَالُوْا
قیمت	تھوڑی	سوخرابی	ان کیلئے	اس سے جو	لکھا	انکے ہاتھ	اورخرابی	ان کیلئے	اس سے جو	وہ کماتے ہیں	اورانہوں نے کہا

سو بڑی خرابی آوے گی انکو اسکی بدولت جسکو انکے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی انکو اسکی بدولت جسکو وہ وصول کرلیا کرتے تھے اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ

لَنْ تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدَةً	قُلْ	اَتَّخَذْتُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	عَهْدًا	فَلَنْ	يُّخْلِفَ
ہرگزنہیں چھوئے گی	آگ	سوائے	دن	چند	کہدو	کیاتم نے لیا	پاس	اللہ	کوئی وعدہ	کہ ہرگز نہ	خلاف کرے گا

ہمکو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کرلئے جاسکیں آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جسمیں اللہ تعالیٰ اپنے

اللّٰهُ عَهْدَهٗ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۸۰ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ

اللّٰهُ	عَهْدَهٗ	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ	بَلٰى	مَنْ	كَسَبَ	سَيِّئَةً	وَّاَحَاطَتْ	بِهٖ
اللہ	اپنا وعدہ	کیا	تم کہتے ہو	پر	اللہ	جو	تم نہیں جانتے	کیوں نہیں	جس نے	کمائی	کوئی برائی	اور گھیرلیا	اسکو

معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جسکی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے کیوں نہیں جو شخص

خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۸۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

خَطِيْٓـَٔتُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اسکی خطائیں	پس یہی لوگ	آگ والے (دوزخی)	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے	اور جولوگ	ایمان لائے

قصداً بُری باتیں کرتا رہے اور اُسکو اُسکی خطا احاطہ کرلے سوایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائیں

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور انہوں نے کئے	اچھے عمل	یہی لوگ	جنت والے	وہ	اسمیں	ہمیشہ رہیں گے

اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے

یہود کا تیسرا گروہ......اَن پڑھ عوام

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ
اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے اس لئے خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی خصوصیت ظاہر کرتے کبھی کہتے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور محبوب ہیں، کبھی کہتے کہ جنت ہمارے باپ دادا کی میراث ہے، ہمارے سوا اس میں کوئی اور نہیں جائے گا۔ کبھی کہتے کہ ہمارے بڑے ہمیں بخشوادیں گے اور ہمیں سزا نہیں ہو گی ان بے بنیاد باتوں اور دِل خوش کن خوشخبریوں پر ناخواندہ یہود کا طبقہ خوش تھا کیونکہ وہ خود تو کتابی علم رکھتے نہ تھے محض اپنے بڑوں سے سنی سنائی باتوں پر جھوٹی اُمیدیں اور توقع رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی جہالت اور حماقت کو ظاہر فرماتے ہیں کہ جو اَن پڑھ اور جاہل یہود نے بلا سند دِل خوش کن باتیں یاد کر رکھی ہیں یہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ جھوٹے اور بے بنیاد خیالات ہیں جس کی وجہ کچھ تو ان کے فہم کی کمی کہ حقائق واقعیہ کی تحقیق کہاں نصیب اور کچھ ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور خیانت۔

چوتھا گروہ......خائن علماء

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ......الی......وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

علمائے یہود اپنے عوام کی رضا جوئی کے واسطے غلط سلط مسائل اور احکام بتا دیتے جس سے اُنہیں عوام سے کچھ نذرانہ و معاوضہ وصول بھی ہو جاتا اور انکی نظر میں وجاہت اور وقعت بھی رہتی اسی غرض سے لفظاً یا معناً تورات میں کچھ ردّ و بدل اور اُلٹ پھیر بھی کرتے رہتے تھے ان کی اس حرکت پر انہیں وعید سنائی گئی۔

پانچواں گروہ......آرزو پرست

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً

گویا ان یہود کا عقیدہ یہ تھا کہ ان کے اعمالِ بد کے بدلے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی سزا دی بھی تو وہ گنتی کے صرف چندروز کے لئے ہوگی وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ یہود کے اس دعوے کی تردید میں حق تعالیٰ اپنے آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہود سے پوچھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ
عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے تم نے کوئی اللہ سے عہد لیا ہوا ہے تو پھر وہ یقیناً اُسے پورا کرنے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تو اُن سے ایسا کوئی عہد نہیں کیا ہے۔

آگے اُن کی جھوٹی آرزوؤں کی مزید تردید ہے۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

"جو شخص قصداً بری باتیں کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا و قصور اس طرح احاطہ کرلے کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے سو ایسے لوگ اہل جہنم ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہود چونکہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے تھے اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری پیغمبر تسلیم کرتے تھے اور اس طرح دونبیوں کا انکار کرتے تھے اور انکار نبوت کفر ہے پس یہودی کافر ٹھہرے، اس لئے اس آیت میں جو قانون اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اُس کی رُو سے یہودیوں کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کی سزا ملے گی، اس کے بعد آگے اللہ تعالیٰ پر اور تمام انبیاء پر ایمان لانے اور اس کے ساتھ عمل صالح کرنے کی جزا بھی فرمادی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

"اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہلِ جنت ہوتے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہاں ان آیات میں کافر اور مؤمن نیک عمل کا ضابطہ بیان ہوا ہے اور مؤمن بدعمل کا ضابطہ دوسری آیات اور احادیث میں ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہود کے غلط گمان اور ان کے باطل عقیدہ کی تردید فرمادی اور نجاتِ کامل کا دارومدار اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور اعمال صالحہ کو بتایا گیا۔

امت مسلمہ کیلئے مقام فکر

اہلِ اسلام اپنی کتاب اور سنت پر سختی سے عمل پیرا رہیں ورنہ پچھلی قوموں کا جو حشر ہوا اور ان کے متعلق جو وعیدیں قرآن پاک نے بیان کی ہیں وہ کہیں اس امت پر بھی اللہ اور رسولِ پاک کی نافرمانیوں کی بدولت صادق نہ ٹھہریں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی جب تک کہ نہ کرنے لگے میری امت اگلے زمانوں کے طریقوں کو بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یعنی بے تفاوت جو اگلے زمانہ کے کافروں کی رسمیں تھیں سو میری اُمت بھی کرے گی اصحاب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجوسی اور نصاریٰ کی طرح لوگ ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کون لوگ ہیں سوائے ان کے یعنی انہیں کے قدم بقدم چلیں گے۔

دُعاء کیجئے:

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اپنی کتاب سے سچی اور پکی محبت نصیب فرمائیں، یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو سبق، عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	لَا تَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا
اور جب	ہم نے لیا	پختہ عہد	بنی اسرائیل	تم عبادت نہ کرنا	سوائے	اللہ	اور	ماں باپ سے	حسن سلوک

اور جب لیا ہم نے قول وقرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گذاری کرنا

وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

وَذِي الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى	وَالْمَسٰكِيْنِ	وَقُوْلُوْا	لِلنَّاسِ	حُسْنًا	وَّاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا
اور قرابت دار	اور یتیم (جمع)	اور مسکین (جمع)	اور تم کہنا	لوگوں سے	اچھی بات	اور تم قائم کرنا	نماز	اور دینا

اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا

الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

	الزَّكٰوةَ	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْكُمْ	وَاَنْتُمْ	مُّعْرِضُوْنَ	
	زکوۃ	پھر	تم پھر گئے	سوائے	چند ایک	تم میں سے	اور تم	پھر جانے والے	

زکوۃ پھر تم اس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کرکے ہٹ جانا

یہودیوں سے لئے گئے عہد:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''اور وہ زمانہ یاد کرو جب لیا ہم نے توریت میں قول وقرار بنی اسرائیل سے۔''

یہاں بتایا گیا کہ سب سے پہلا عہد جو بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے توریت میں احکام کی پابندی کا لیا گیا تھا وہ یہ کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اسی کو کارساز مالک ومختار سمجھیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں توحید چونکہ حق اللہ ہے اور تمام اعمال کی روح وجان ہے اس لئے سب سے پہلے اس کا ذکر فرمایا پھر حق اللہ کے بعد حق العباد ہے اور بندوں میں والدین کے حقوق سب پر مقدم ہیں اس لئے حق اللہ کے بعد ماں باپ سے حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کماحقہٗ ادا کرنے کا حکم دیا والدین کے حقوق بہت ہیں مثلاً ان کا اکرام واحترام کرنا اُن کے جائز احکام کی تعمیل کرنا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اگر والدین مشرک ہوں اور شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں اُن کی اطاعت جائز نہیں البتہ اُن سے حسنِ سلوک پھر بھی فرض ہے والدین کے بعد رشتہ داروں، تیموں اور غریبوں سے حسنِ سلوک یعنی مالی امداد کا حکم دیا گیا اور بنی اسرائیل سے اِس امر کا بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آئیں اور ایسی باتیں کریں جو سراپا حسن اخلاق ہوں اور بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا بھی عہد لیا گیا تھا اور یہاں نماز وزکوۃ سے وہی نماز وزکوۃ مراد ہے جو بنی اسرائیل پر توراۃ کے حکم کے موافق فرض تھی۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی:

بنی اسرائیل نے اس عہد اور اقرار کے ساتھ کیا معاملہ کیا اس کے

متعلق ارشاد ہے: ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ یعنی تم نے یہ عہد پورے نہ کئے اور اُن سے رُوگردانی کی توحید کو چھوڑ دیا اور شرک اختیار کر لیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور اپنے دوسرے بزرگوں کو خدا کے نائب اور کارساز مانا، انسانی حقوق بھی پامال کئے اور نماز روزہ سے بھی لاپروائی کی گویا اس طرح حقوق اللہ اور حقوق العباد سب ہی سے منہ موڑا اور تم میں سے بہت تھوڑے اس عہد و اقرار پر قائم رہے تو جو یہ جرم کرے وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہنے کے لائق ہے اور یہ اعراض اور عہد شکنی تو تمہاری خصلت اور عادت ہی ہو چکی ہے کہ اللہ سے عہد و پیمان کرتے ہو مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں یہ خبر دی گئی کہ بنی اسرائیل نے اس قول و قرار اور عہد و پیمان کو جو انہوں نے حق تعالیٰ سے کئے تھے توڑ دیئے اور اس عہد شکنی کی سزا چند روزہ عذاب نہیں جیسا کہ یہود نے اپنے زعم میں سمجھ رکھا تھا بلکہ دائمی شدید عذاب جہنم ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس نافرمان قوم بنی اسرائیل کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ کے احکام سے انحراف و اعراض جو یہود کی خصلت تھی اہلِ اسلام کو اس سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم میں سے جن کے والدین موجود ہوں ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق ہم کو نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	لَا تَسْفِكُوْنَ	دِمَآءَكُمْ	وَلَا	تُخْرِجُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	مِّنْ	دِيَارِكُمْ	ثُمَّ
اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	نہ تم بہاؤ گے	اپنوں کے خون	اور نہ	تم نکالو گے	اپنوں	سے	اپنی بستیاں	پھر

اور جب ہم نے تم سے یہ قول وقرار لیا کہ باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو ترکِ وطن مت کرانا پھر تم نے اقرار بھی کرلیا اور اقرار بھی ایسا

اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا

اَقْرَرْتُمْ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	هٰٓؤُلَآءِ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَتُخْرِجُوْنَ	فَرِيْقًا
تم نے اقرار کیا	اور تم	گواہ ہو	پھر	تم	وہ لوگ	قتل کرتے ہو	اپنوں کو	اور تم نکالتے ہو	ایک فریق

جیسے تم شہادت دیتے ہو پھر تم یہ موجود ہو کہ باہم قتل وقتال بھی کرتے ہو اور ایک دوسرے کو ترکِ وطن بھی کراتے ہو اُن اپنوں کے مقابلے میں امداد کرتے ہو

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ

مِّنْكُمْ	مِّنْ	دِيَارِهِمْ	تَظٰهَرُوْنَ	عَلَيْهِمْ	بِالْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاِنْ	يَّاْتُوْكُمْ	اُسٰرٰى	تُفٰدُوْهُمْ
اپنے سے	سے	انکے وطن	تم چڑھائی کرتے ہو	ان پر	گناہ سے	اور سرکشی	اور اگر	وہ آئیں تمہارے پاس	قیدی	تم بدلہ دیکر چھڑاتے ہو انہیں

گناہ اور ظلم کیساتھ اور اگر اُن لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کرا کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات ہے کہ

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ

وَهُوَ	مُحَرَّمٌ	عَلَيْكُمْ	اِخْرَاجُهُمْ	اَفَتُؤْمِنُوْنَ	بِبَعْضِ	الْكِتٰبِ	وَتَكْفُرُوْنَ	بِبَعْضٍ	فَمَا	جَزَآءُ
حالانکہ وہ	حرام کیا گیا	تم پر	نکالنا انکا	تو کیا تم ایمان لاتے ہو	بعض حصہ	کتاب	اور انکار کرتے ہو	بعض حصہ	سو کیا	سزا

تمکو انکا ترکِ وطن کرا دینا بھی ممنوع ہے کیا تو کتاب کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام پر ایمان نہیں رکھتے؟ سو اور کیا سزا ہو ایسے شخص کی

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى

مَنْ	يَّفْعَلُ	ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	اِلَّا	خِزْيٌ	فِى	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يُرَدُّوْنَ	اِلٰى
جو	کرے	یہ	تم میں سے	سوائے	رسوائی	میں	زندگی	دنیا	اور قیامت کے دن	وہ لوٹائے جائیں گے	طرف

جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز رسوائی کے دنیاوی زندگانی میں اور روز قیامت کو بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے

اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫

اَشَدِّ الْعَذَابِ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ
سخت عذاب	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	یہی لوگ	وہ جنہوں نے	خرید لی	زندگی	دنیا	آخرت کے بدلے

اور اللہ بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال سے یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے دنیوی زندگانی کو لے لیا ہے بعوض آخرت کے

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٨٦﴾

فَلَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	يُنْصَرُونَ
سو ہلکا نہ کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	وہ	مدد کئے جائیں گے

سو نہ تو انکی سزا میں تخفیف دی جائے گی اور نہ کوئی انکی طرف دار کرنے پائے گا

یہود کی کچھ اور عہد شکنیاں

یعنی بنی اسرائیل سے تورات میں یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہیں اور خانہ جنگی سے اجتناب کریں اپنے کسی بھائی کو گھر سے نہ نکالیں یا کسی کو آزار پہنچا کر ایسا تنگ نہ کریں کہ وہ ترک وطن پر مجبور ہو اور نہ ہی کسی کو قتل کریں مگر یہود نے ان دونوں مذکورہ عہدوں سے بھی عہد شکنی کی جیسا کہ آگے بتایا گیا: ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۤءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ''پھر اس اقرار صحیح کے بعد تم جیسے ہو یہ آنکھوں کے سامنے موجود ہی ہو کہ باہم قتل و قتال بھی کرتے ہو''

یعنی ان پر تین حکم واجب تھے اول قتل نہ کرنا، دوم وطن سے خارج نہ کرنا، سوم اپنی قوم میں سے کسی کو گرفتار اور اسیر دیکھیں تو روپیہ خرچ کر کے چھڑا دینا سو ان لوگوں نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا تھا اور سوم کا اہتمام کرتے تھے اور تفصیل اُن کی اس طرح ہے کہ ابتدائے اسلام میں اہلِ مدینہ میں دو قومیں آباد تھیں اوس اور خزرج اور ان میں باہم عداوت رہتی تھی اور کبھی کبھی جنگ و قتال کی بھی نوبت آتی تھی اور مدینہ کے گرد و نواح میں دو قومیں یہود کی آباد تھیں بنی قریظہ اور بنی نضیر۔ اوس اور بنی قریظہ باہم دوست اور حلیف تھے اور خزرج اور بنی نضیر باہم دوست اور حلیف تھے جب اوس اور خزرج کی باہم جنگ ہوتی تو دوستی اور حلیف ہونے کی وجہ سے یہود بنی قریظہ تو اوس کے مددگار ہوتے اور یہود بنی نضیر خزرج کے حامی بنتے تو جنگ و قتال میں جہاں اوس اور خزرج مارے جاتے اور بے گھر ہوتے ان کے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی اور اس طرح یہود بنی قریظہ کے آدمیوں کے قتل اور اخراج میں بنی نضیر کا ضرور اثر اور دخل ہوتا اور بنی نضیر کے بعض آدمیوں کے قتل و اخراج میں بنی قریظہ کا دخل و اثر ہوتا البتہ یہود کی دونوں جماعتوں میں سے اگر کوئی جنگ میں اسیر و قیدی ہو جاتا تو ہر جماعت اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اسیر کو رہائی دلا دیتے اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ اسیر کو رہا کرا دینا ہم پر از روئے مذہب واجب ہے اور اگر قتل و اخراج کے معین بننے پر کوئی اعتراض کرتا تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے کہ اپنوں کے مقابلہ میں امداد کرتے ہو دوسروں کی ظلم و گناہ کے ساتھ دوسروں سے مراد اوس اور خزرج ہیں کہ اوس بنی قریظہ کی موافقت میں بنی نضیر کے مخالف تھے اور خزرج بنی نضیر کی موافقت میں بنی قریظہ کے مخالف تھے اور گناہ و ظلم دو لفظ لانے میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوتے ہیں حق اللہ بھی کہ حکم الٰہی کی تکمیل نہ کی اور حق العبد بھی کہ دوسرے کو تکلیف پہنچی۔ ایک طرف تو خدا کی نافرمانی کی کیونکہ اس نے اپنے بھائی بندوں کے قتل و اخراج سے منع کیا ہے دوسری طرف قتل و اخراج کے ذریعہ اپنے قومی بھائیوں پر ظلم کیا اور ان کی حق تلفی کی۔ چنانچہ یہود کی اسی عہد شکنی پر شکایت و ملامت کی جاتی ہے اور یہود کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

"تو کیا کتاب توریت کے بعض احکام پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام پر ایمان نہیں رکھتے۔"

یعنی فدیہ دے کر بھائی بندوں کو قید سے چھڑا لینا توریت کے ایک حصہ کو مان لیا اور ایک حصہ کو ٹھکرا دیا کہ بھائی بندوں کے قتل واخراج کی پروانہ کی۔

یہود کے جرم کی سزا:

خدا کے بعض حکموں کو ماننا اور بعض حکموں کو نہ ماننا یہ بڑا جرم ہے اور خدائی احکام کے ساتھ ایک قسم کا استہزا ہے اس لئے آگے اس جرم کی سزا کی تصریح فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞

یعنی یہاں یہود کے لئے ان کی بدعہدیوں اور بداعمالیوں کے باعث دو سزاؤں کا ذکر فرمایا ایک دنیا کی سزا کہ ذلت اور رسوائی نصیب ہوگی اور دوسری آخرت کی سزا کہ اَشَدِّ الْعَذَابِ میں گرفتار کیا جائے گا اَشَدِّ الْعَذَابِ سے مراد جہنم کا ابدی عذاب ہے اور وہ نہایت سخت اس لحاظ سے ہوگا کہ وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ چونکہ دنیا کی سزا یعنی ذلت ورسوائی کا وقوع یہود مدینہ کے لئے اس طرح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت میں مسلمانوں کے ساتھ نقضِ عہد کرنے کے سبب یہود بنی نضیر کو ذلت وخواری کے ساتھ جلاوطن کیا گیا اور بنی قریظہ کے یہود مردوں کو قتل کیا گیا اور اُن کی عورتوں بچوں کو غلام بنایا گیا جیسا کہ ان واقعات کو سورۂ احزاب اور سورۂ حشر میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

یہود کی بداعمالیوں کی وجہ:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ...... الیٰ ...... وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی یہود کے تمام جرائم، تمام بداعمالیاں اور بدکرداریاں، خدائی احکام سے نافرمانی، اپنی کتاب پر نہ چلنا، اپنے رسولوں کا کہنا نہ ماننا وغیرہ وغیرہ اس سب کی خاص وجہ یہی تھی کہ وہ دُنیا کی زندگی کو سامنے رکھتے تھے اور آخرت کو پس پشت ڈال دیتے تھے، جہاں دین و دنیا کا مقابلہ پڑتا وہ دُنیا کو ترجیح دیتے اور دین وآخرت کی پروا نہ کرتے قوم بنی اسرائیل کا یہ مرض ایسا تھا گویا یہی جڑ اور بنیاد تھی ان کی تمام بداعمالیوں کی اور یہ مرض اتنا اہم ہے کہ اس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ یہ مرض یعنی دنیا کو آخرۃ پر ترجیح دینا نہایت مہلک ہے۔ اور اسی میں گرفتار ہو کر یہود نے دُنیا میں رسوائی وذلت کی سزا اور آخرت میں ابدی عذابِ جہنم کی سزا مول لی اور ان کے عذاب میں قطعاً کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ مذکورہ عذاب سے بچانے کے لئے انہیں کسی طرف سے کسی قسم کی مدد پہنچے گی نہ دولت دنیا کے ذریعہ انہیں عذاب سے چھڑایا جا سکے گا، نہ اُن کے اسلاف کی وجاہت اور بزرگی ان کے کام آسکے گی اور نہ ہی انہیں اپنے بزرگوں کی سفارش اور کارسازی سے نجات مل سکے گی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ یہود کی اس خصلت سے کہ بعض خدائی احکام کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا امت مسلمہ کو کامل طور پر بچائیں اور ہم نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر جو عہد کر لیا ہے اس کے ایفاء اور ادائیگی حقوق کی توفیق عطا فرمائیں آپس کی خونریزی اور ایک دوسرے پر ظلم وستم جس پر یہود کو آخرت ودنیا میں سزا کی وعید سنائی گئی اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو ان جرائم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَقَفَّيْنَا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	بِالرُّسُلِ	وَاٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ
اور البتہ ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور ہم نے پے درپے بھیجے	اسکے بعد	رسول	اور ہم نے دی	عیسیٰ	مریم کا بیٹا	کھلی نشانیاں

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور انکے بعد یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلائل عطا فرمائے

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ	اَفَكُلَّمَا	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	بِمَا	لَا تَهْوٰٓى	اَنْفُسُكُمُ	اسْتَكْبَرْتُمْ
اور اسکی مدد کی	روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ	کیا پھر جب	آیا تمہارے پاس	کوئی رسول	اسکے ساتھ جو	نہ چاہتے	تمہارے نفس	تم نے تکبر کیا

اور ہم نے انکو روح القدس سے تائید دی کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جنکو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تم نے تکبر کرنا شروع کردیا

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

فَفَرِيْقًا	كَذَّبْتُمْ	وَفَرِيْقًا	تَقْتُلُوْنَ
سوایک گروہ	تم نے جھٹلایا	اور ایک گروہ	تم قتل کرنے لگے

سو بعضوں کو تم نے جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کرڈالتے تھے۔

یہود کی راہنمائی کیلئے ہزاروں انبیاء کی بعثت:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ یعنی تمہاری ہدایت ورہنمائی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کا ایک دستور دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا قطعی حکم دیا گیا اور اس کے علاوہ بہت سے احکام دیئے گئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے دُنیا سے چلے جانے کے بعد وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں توریت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے اور اُن کی وفات کے بعد بھی انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری رکھا کہ اللہ کے عہدوں کو یاد دلاتے رہیں اور شریعت موسویہ کی پیروی اور اس پر استقامت کی تلقین کرتے رہیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل میں پیغمبر آئے مثلاً حضرت یوشع، حضرت شمعون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عزیر، حضرت حزقیل، حضرت الیاس، حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام وغیرہ یہ سب حضرات موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے اور بنی اسرائیل کی اصلاح وتربیت کیلئے تلقین کرتے رہے۔

پھر خاندان بنی اسرائیل کے اخیر میں

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

یعنی حضرت عیسیٰ کو رشد وہدایات کی واضح کتاب انجیل عطا فرمائی گئی تھی اور کھلے ہوئے روشن معجزات دیئے گئے تاکہ ان کی نبوت میں کسی کو شک وشبہ نہ رہے مثلاً مردوں کو باذن الٰہی زندہ کرنا، کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو تندرست کرنا وغیرہ اور اللہ تعالیٰ نے روح القدس جن سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں سے تائید دی تھی جو ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور دشمنوں سے اُن کی حفاظت کرتے تھے ولادت سے لے کر آسمان پر چڑھنے کے وقت تک آپ کے محافظ رہے۔

یہودیوں کی سنگدلی کی انتہاء:

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ......الی...... وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

یعنی اے یہود ہم نے تمہارے اسلاف کو سمجھانے کے لئے ہزاروں پیغمبر بھیجے تورات وانجیل میں واضح دلائل کے ساتھ انہیں مسئلہ توحید سمجھایا ان کے اطمینانِ قلب کی خاطر پیغمبروں نے معجزات دکھائے مگر اس کے باوجود بھی جب کوئی پیغمبر دعوتِ توحید لے کر آیا اور خدا کی طرف سے دوسرے احکام پہنچائے جو ان کی خواہش اور منشاء کے مطابق نہ ہوئے تو فوراً ان کا انکار کیا اور غرور سے ان کو حقیر سمجھا اور اے یہود تمہارا یہ رویہ کسی ایک پیغمبر کے ساتھ نہ تھا بلکہ تم نے ہر پیغمبر کی آمد پر یہی کچھ کیا کہ ڈٹ کر اس کی مخالفت اور تکذیب کرتے اور یہ ان کی انتہائی خباثت اور سنگدلی تھی کہ جب موقع مل جاتا تو خدا کے پیغمبر کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکتے چنانچہ یہود نے حضرت یحیٰ وزکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے ساتھ اپنی دانست میں یہود نے تو ان کو سولی پر چڑھا دیا مگر حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کی شبیہ کا ایک دوسرا شخص بنادیا جس کو یہود نے دار پر چڑھادیا پھر ان کا یہ ایذا رسانی کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ختم نہ ہوا بلکہ نبی آخرالزمان سیدالانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک تک جاری رہا یہود نے ایک بار آپ پر سحر کیا ایک بار بکری کے گوشت میں ملاکر زہر دیا ایک بار دیوار کے نیچے فریب سے بٹھا کر چاہا کہ ایک بھاری پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر گرا دیں جس سے آپ شہید ہو جائیں مگر حق تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا خیبر میں یہود کے زہر آلود کئے ہوئے بکری کے گوشت کا ایک لقمہ آپ نے چکھ لیا تھا جس کے متعلق صحیح حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں فرمایا کرتے تھے کہ میں اس زہر آلود لقمہ کا اثر ہمیشہ محسوس کرتا تھا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ زہر کے اثر نے میری رگِ جان کاٹ دی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس نافرمان قوم یہود کے واقعات سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت عطا فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ یہود کی اس خصلت سے کہ احکام الٰہیہ میں سے جس کو دل چاہا مانا اور جس کو دل نہ چاہا نہ مانا اُمتِ مسلمہ کو بچائیں اور ہمیں دین حنیف اور شریعتِ اسلامیہ کا اتباع کامل نصیب فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ

وَقَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ	بَلْ	لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَقَلِيْلًا	مَّا يُؤْمِنُوْنَ	وَلَمَّا	جَآءَهُمْ	كِتٰبٌ
اور انہوں نے کہا	ہمارے دل	پردہ میں	بلکہ	ان پر لعنت	اللہ	انکے کفر کے سبب	سو تھوڑے	جو ایمان لاتے ہیں	اور جب	انکے پاس آئی	کتاب

اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ انکے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں اور جب انکو ایک ایسی کتاب پہنچی

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِمَا	مَعَهُمْ	وَكَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	يَسْتَفْتِحُوْنَ	عَلَى	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
سے	پاس	اللہ	تصدیق کرنے والی	اُسکی جو	انکے پاس	اور وہ تھے	اس سے پہلے	فتح مانگتے	پر	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)

جو من جانب اللہ ہے اُسکی تصدیق کرنے والی ہے جو انکے پاس ہے حالانکہ اس سے پہلے بیان کرتے تھے کفار سے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ

فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	مَا	عَرَفُوْا	كَفَرُوْا بِهٖ	فَلَعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	بِئْسَمَا	اشْتَرَوْا	بِهٖ	اَنْفُسَهُمْ
سو جب	آیا انکے پاس	جو	وہ پہچانتے تھے	اسکے منکر ہوگئے	سو لعنت	اللہ	پر	کافر (جمع)	بُرا ہے جو	بیچ ڈالا انہوں نے	اسکے بدلے	اپنے آپ

پھر جب وہ چیز آ پہنچی جسکو وہ پہچانتے ہیں تو اُسکا انکار کر بیٹھے سو خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر وہ حالت بُری ہے جسکو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ

اَنْ	يَّكْفُرُوْا	بِمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	بَغْيًا	اَنْ	يُّنَزِّلَ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖ	عَلٰى	مَنْ يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ
کہ	وہ منکر ہوئے	اس سے جو	نازل کیا	اللہ	ضد	کہ	نازل کرتا ہے	اللہ	سے	اپنا فضل	پر	جو وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندے

یہ کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی محض ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر اسکو منظور ہو نازل فرما دے

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾

فَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	عَلٰى	غَضَبٍ	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ
سو وہ کما لائے	غضب	پر	غضب	اور کافروں کیلئے	عذاب	رسوا کرنے والا

سو وہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہوگئے اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کر کے یہود دو گنے غضب کے مستحق بنے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی جب قرآن کریم میں یہود کے عقائد فاسدہ اور شبہات باطلہ کا بالکل استیصال فرما دیا اور کوئی معقول جواب اور قابلِ قبول دلیل ان کے پاس نہ رہی تو جاہلانہ جواب پر اُتر آئے اور ازراہِ غرور و تکبر خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور فخریہ

کہتے کہ ہمارے دِل غلاف میں محفوظ ہیں۔ ہمارے دل تو پہلے ہی علم وحکمت سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کی ضرورت نہیں اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ یعنی اسلام اور قرآن سے ان کی نفرت اور انکار کی وجہ وہ نہیں جو یہ یہود بیان کرتے ہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے مسلسل انکار اور ضد وعناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں راندۂ درگاہ کر دیا ہے انہیں اپنی رحمت سے دُور کر کے ان سے ایمان کی توفیق چھین لی ہے اس لئے حق بات اُن پر اثر نہیں کرتی یہ غلاف نہیں بلکہ اللہ کی لعنت کی نشانی ہے کفر اور لعنت کے زنگ نے ان کے دلوں کو سیاہ اور زنگ آلود کر دیا ہے اس لئے یہ لوگ بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہیں۔

آگے انہی یہود کے متعلق ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ ...... الیٰ ...... فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچانتے تھے کہ یہی نبی آخرالزماں ہیں مگر عناد اور حسد کی وجہ سے مِنْ حَيْثُ الْقَوْم آپ پر ایمان نہیں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جب کبھی یہود اور مشرکین عرب میں لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب خدا کی سچی کتاب لے کر خدا کے عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں ایسا تباہ و برباد کریں گے کہ تمہارا نام ونشان مٹا دیں گے۔

لیکن جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تمام نشانیاں آپ میں دیکھ لیں اور پہچان لیا مگر چونکہ آپ عرب میں سے تھے اور بنی اسرائیل کے خاندان سے نہ تھے حسد کیا اور اپنی ریاست و سیادت کھوئے جانے کے خیال سے باوجود آپ کو پہچان لیا پھر بھی آپ کی نبوت کا انکار کرنے لگے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ...... الیٰ ...... وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

یعنی یہود نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بجائے تکذیب کی اور آپ پر ایمان لانے کی بجائے کفر کیا اور آپ کی نصرت وامداد کے بدلہ مخالفت اور دشمنی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اوصاف کو ظاہر کرنے کا حکم ان کو تورات میں دیا گیا تھا ان اوصاف کو چھپایا اور خود غرضی اور نفس پرستی کی وجہ سے حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کیا اور ضد اور حسد کی وجہ سے کفر پر اڑے رہے تو اس وجہ سے اپنے آپ کو غضبِ الٰہی کا سزاوار بنایا، اسی کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا کہ بہت ہی بُری حالت ہے جس کو ان یہود نے اختیار کیا اور وہ حالت یہ ہے کہ یہ ایسی چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے پیغمبر پر نازل فرمائی یعنی قرآن مجید، اس کا انکار کرتے ہیں اور انکار بھی محض اس ضد پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نسلِ عربی سے پیدا فرما کر اپنی نبوت اور وحی سے کیوں سرفراز فرمایا گویا ان کے اندر یہ حسد کی آگ بھڑکی کہ نبوت ان کی قوم بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی اور اس ضد میں آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے وہ نبوت و رسالت کے حقدار کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنا فضل وکرم جس بندہ کو چاہے عطا فرماتا ہے تو یہود پر ایک تو توراۃ کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر غضب تھا ہی اب دوسرا غضب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے پر نازل ہوا۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ یعنی ایسا عذاب کہ جس میں ذلت ورسوائی ہو یہ قیامت میں کفار کیلئے مخصوص ہوگا جس سے علاوہ جسمانی تکلیف کے ذلت وخواری بھی ہوگی اور برخلاف کفار کے مؤمن گناہ گار کے لئے عذاب گناہوں کی نجاست کو دُور کرنے کے لئے ہوگا جلانے کیلئے نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَا	اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا	نُؤْمِنُ	بِمَا	اُنْزِلَ عَلَيْنَا	وَيَكْفُرُوْنَ	بِمَا	وَرَآءَهٗ
اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	تم ایمان لاؤ	اس پر جو	نازل کیا اللہ نے	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لاتے ہیں	اسپر	جو نازل کیا گیا ہم پر	اور انکار کرتے ہیں	اس سے جو	اسکے علاوہ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تو کہتے ہیں ہم اس کتاب پر ایمان لائینگے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اُسکے علاوہ ہیں

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ

وَهُوَ	الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِمَا	مَعَهُمْ	قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ	مِنْ قَبْلُ	اِنْ	كُنْتُمْ
حالانکہ وہ	حق	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	انکے پاس	کہدیں	سو کیوں	تم قتل کرتے رہے	اللہ کے نبی (جمع)	اس سے پہلے	اگر	تم ہو

انکا وہ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تصدیق کرنے والی بھی ہیں اُسکی جو اُنکے پاس ہے آپ کہیئے کہ پھر کیوں قتل کیا کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو اس سے قبل کے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ	وَلَقَدْ	جَآءَكُمْ	مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ	وَاَنْتُمْ
مومن (جمع)	اور البتہ	تمہارے پاس آئے	موسیٰ	کھلی نشانیوں کیساتھ	پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	اسکے بعد	اور تم

زمانے میں اگر تم ایمان رکھنے والے تھے اور موسیٰؑ تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے اسپر بھی تم لوگوں نے گوسالہ کو تجویز کرلیا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور تم ستم

ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ

ظٰلِمُوْنَ	وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَكُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ	خُذُوْا	مَآ اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ	وَاسْمَعُوْا
ظالم (جمع)	اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	اور ہم نے بلند کیا	تمہارے اوپر	کوہِ طور	پکڑو	جو ہم نے دیا تمہیں	مضبوطی سے	اور سنو

ڈھا رہے تھے اور جب ہم نے تمہارا قول وقرار لیا تھا اور طور کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا تھا اور جو کچھ ہم تمکو دیتے ہیں ہمت کیساتھ اور سنو اُنہوں نے کہہ دیا

قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَعَصَيْنَا	وَاُشْرِبُوْا	فِىْ	قُلُوْبِهِمُ	الْعِجْلَ	بِكُفْرِهِمْ	قُلْ	بِئْسَمَا	يَاْمُرُكُمْ	بِهٖ
وہ بولے	ہم نے سُنا	اور نافرمانی کی	اور رچا دیا گیا	میں	انکے دل	بچھڑا	بسبب انکے کفر	کہدیں	کیا ہی بُرا جو	تمہیں حکم دیتا ہے	اسکا

کہ ہم نے سن لیا اور ہم سے عمل نہ ہوگا اور انکے قلوب میں وہی گوسالہ پیوست ہوگیا تھا اُنکے کفر کی وجہ سے آپ فرمادیجئے کہ یہ افعال تو بہت بُرے ہیں

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

اِيْمَانُكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
ایمان تمہارا	اگر تم ہو	مومن

جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو دے رہا ہے اگر تم اہل ایمان ہو۔

7

یہود کے دعوائے ایمان کی حقیقت

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی خواہ تورات ہو یا انجیل ہو یا قرآن ہو جو کتاب بھی اللہ نے نازل کی خواہ وہ کسی پیغمبر پر ہو اس پر ایمان لاؤ تو یہود اُس کے جواب میں کہتے ہیں:

قَالُوْا نُؤْمِنُ...... اِلٰی...... لِمَا مَعَهُمْ

ہم تو فقط اسی کتاب پر ایمان لائیں گے جو خاص ہم پر ہمارے نبی کے واسطے سے نازل کی گئی ہے اس شرط اور قید لگانے سے ان کا حسد بھی علاوہ کفر کے صاف ظاہر ہے کہ جو کتاب بنی اسرائیل پر اُتری اس پر تو ایمان لائیں گے اور جو کتاب بنی اسمٰعیل پر اُتری اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہ محض حسد کی بنا پر اپنی کتاب کے سوا تمام کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ تورات کے سوا اور جو کتابیں خدا تعالیٰ نے نازل کیں وہ سب فی نفسہ حق ہیں یعنی سچی اور واقعہ کے مطابق ہیں اور اس کتاب کی تصدیق بھی کرنے والی ہیں جو ان یہود کے ہاتھ میں ہے یعنی توراۃ مثلاً قرآن مجید جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ اصولِ دین میں پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور وہی دعوتِ توحید پیش کرتا ہے جو اُن کی توراۃ میں موجود ہے تو قرآن کا انکار توراۃ کا بھی انکار ہے۔

آگے یہود کے توراۃ پر دعوئے ایمان کو ایک اور طرح رد فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

یعنی تم اللہ کے پیغمبروں کو قتل کرتے چلے آئے ہو حالانکہ وہ پیغمبر تو تورات ہی کے مطابق حکم دیتے تھے اور شریعتِ موسویہ کی تائید اور تجدید کے لئے مبعوث ہوئے تھے جیسے شعیا اور حضرت زکریا اور یحییٰ علیہم السلام تو توراۃ نے تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ وہ تو انبیاء کی اطاعت کا حکم دیتی ہے۔ اس لئے تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تم اپنی قوم کے انبیاء کو مانتے ہو اور اس کتاب اور وحی کو مانتے ہو جو تم پر نازل ہوئی اگر تمہارا اپنی قوم کے انبیاء اور کتاب پر ایمان ہوتا تو تم اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کرتے تو معلوم ہوا کہ نہ توریت پر تمہارا ایمان ہے نہ شریعتِ موسویہ پر۔

یہاں آیت میں جو یہود کا یہ قول نقل کیا گیا کہ ہم صرف تورات پر ایمان لائیں گے اور دوسری کتاب پر ایمان نہ لائیں گے یہ صریح کفر ہے اور اس قول کے ساتھ ان کا یہ دعویٰ کہ ہم ایمان والے ہیں اپنی کتاب اور اپنے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کو تین طرح رد فرمایا ہے۔

اول یہ کہ جب دوسری کتاب کی حقانیت اور واقعیت بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے اور ان کا بھی منجانب اللہ ہونا ثابت ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ اور ایسا کرنے سے ایمان کہاں رہا۔

دوسرے یہ کہ ایک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب قرآن کریم کی خبر اور اس پر ایمان لانے کا حکم خود توراۃ میں موجود ہے تو پھر قرآن کے انکار سے خود توراۃ کا انکار لازم آتا ہے تو اپنے ایمان کا دعویٰ کیسے کرتے ہو۔

تیسرے یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تمام کتبِ سماویہ میں کفر ہے تو تمہارے اسلاف نے جو بعض نبیوں کو قتل کیا اور قاتلین کو تم اپنا مقتدا اور پیشوا جانتے ہو گویا ان کے اس فعل سے تم راضی ہو تو اس طرح بھی تورات کے ساتھ تمہارا کفر ہوا۔ ان تین دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرمایا کہ یہود کا دعوئے ایمان بالکل غلط ہے اور وہ قرآن کا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کفر میں مبتلا ہیں۔

یہود کے کفر کی اور دلیل

آگے یہود کے دعوئے ایمان میں جھوٹا ہونے کی اور دلیل

دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى...... الٰی...... وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

یعنی تم تو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کفر کر چکے ہو اور وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید و رسالت کی نہایت واضح اور روشن دلیلیں لے کر آئے جو اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی تھیں کہ عبادت اور بندگی اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پھر بھی تم نے یعنی تمہارے قوم یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد ہی ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تو اگرچہ بچھڑے کو معبود بنانے کا معاملہ ان یہود مدینہ کے ساتھ پیش نہیں آیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نزول قرآن کے وقت موجود تھے اور جن سے آیات میں خطاب ہو رہا ہے مگر چونکہ یہ یہود مدینہ اپنے اجداد کے حامی اور طرف دار رہتے تھے اس لئے فی الجملہ یہ بھی ردّ میں شامل ہیں۔

آگے یہود کے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ...... الٰی...... فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

یعنی تمہارے اسلاف نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی جیسی فرمانبرداری کی اور جیسا ایمان لائے وہ تو ان واقعات سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو انہوں نے گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور جب تورات کے احکام کی تعمیل سے تمہارے اسلاف نے انکار کیا اور ان کے سروں پر پہاڑ معلق کر دیا تو اس وقت ڈر کے مارے ظاہر میں تو کہہ دیا کہ ہم نے احکام سن لئے مگر باطن میں یہی کہا کہ ہم سے ان پر عمل نہ ہو گا تو یہ تھیں تمہارے اسلاف کے ایمان کی صفات۔

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اگر تم واقعی مؤمن ہو تو یہ خوب ایمان ہے جو تم سے ایسے ناشائستہ اور بُرے افعال کا ارتکاب کراتا رہا، یعنی قتل انبیاء، شرک، گوسالہ پرستی اور تورات کا انکار، یہ تمام امور قبیحہ اور افعالِ شنیعہ تو حقیقی ایمان کے بالکل خلاف ہیں لہٰذا تمہارا اپنے انبیاء اور اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو ان قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کرنے والا دل اور دماغ عطا فرما اور ہم کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا۔

اے اللہ! ہم نے بھی کلمہ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر ایک قول و قرار کر لیا ہے ہمیں اس قول و قرار پر استقامت اور اُس کی پابندی نصیب فرما اور اس اقرار کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

قُلْ	اِنْ كَانَتْ	لَكُمُ	الدَّارُ الْاٰخِرَةُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	خَالِصَةً	مِنْ دُوْنِ	النَّاسِ	فَتَمَنَّوُا	الْمَوْتَ
کہدیں	اگر ہے	تمہارے لئے	آخرت کا گھر	پاس	اللہ	خاص طور پر	سوائے	لوگ	تو تم آرزو کرو	موت

آپ کہہ دیجئے کہ اگر عالم آخرت محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھا دو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ	اَبَدًا	بِمَا قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالظّٰلِمِيْنَ
اگر	تم ہو	سچے	اور وہ ہرگز اسکی آرزو نہ کرینگے	کبھی	بسبب جو آگے بھیجا	انکے ہاتھ	اور اللہ	جاننے والا	ظالموں کو

اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی اسکی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان کے اعمال کے جو اپنے ہاتھوں میں سمیٹے ہیں اور حق تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ	اَحْرَصَ	النَّاسِ	عَلٰى حَيٰوةٍ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا	يَوَدُّ	اَحَدُهُمْ	لَوْ يُعَمَّرُ	اَلْفَ
اور البتہ تم پاؤ گے انہیں	زیادہ حریص	لوگ	زندگی پر	اور سے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	چاہتا ہے	انکا ہر ایک	کاش وہ عمر پائے	ہزار

اور آپ انکو حیات کا حریص اور آدمیوں سے بڑھ کر پائیں گے اور مشرکین سے بھی بڑھ کر اُن میں کا ایک ایک اس ہوس میں ہے کہ اسکی عمر ہزار

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

سَنَةٍ	وَمَا هُوَ	بِمُزَحْزِحِهٖ	مِنَ	الْعَذَابِ	اَنْ يُّعَمَّرَ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ
سال	اور وہ نہیں	اسے دُور کرنیوالا	سے	عذاب	کہ وہ عمر دیا جائے	اور اللہ	دیکھنے والا	جو	وہ کرتے ہیں

برس کی ہو جائے اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ کسی کی بڑی عمر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے سب پیشِ نظر ہیں انکے اعمال

یہود کے اس دعویٰ کی تردید کہ جنت ہمارے لئے ہی ہے

قُلْ اِنْ كَانَتْ......الیٰ...... اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان یہود سے جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائے گا اور آخرت کی نعمتیں ہمارے لئے مخصوص ہیں یہ کہہ دیجئے کہ تم موت کی تمنا کر کے دکھاؤ کیونکہ جس کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد وہ لازمی طور پر جنت میں جائیگا تو اُسے موت کی تمنا کرنے میں کوئی ڈر نہ ہونا چاہئے۔ اُسے چاہئے کہ موت کی تمنا کرے تا کہ یہاں کے مصائب سے نجات پا کر ہمیشہ کیلئے راحت و آرام کی زندگی حاصل کر سکے جس تک پہنچنے کا راستہ سوائے موت کے اور کوئی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ دارِ آخرت

صرف تمہارے لئے ہے تو ایک بار زبان سے کہو اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا ''اے اللہ ہم کو موت دے دے۔'' اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جو یہودی بھی دُعاء کرے گا اس کے حلق کا لعاب مہلک ہو جائے گا اور اس کے گلے کو بند کر دے گا اور وہ فی الفور مر جائے گا چنانچہ یہودیوں نے اس کلمہ کے کہنے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔

واضح رہے کہ یہ خطاب اور چیلنج اُن یہود کے لئے مخصوص تھا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہی وہ نبی برحق ہیں جن کی پیشین گوئی توراۃ میں ہے اور چونکہ ان کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے چیلنج کے بعد اگر ہم نے موت کی تمنا کی تو موت ضرور آئے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو جائے گا اس لئے ڈر کے مارے موت کی تمنا نہ کی۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ

یعنی اگر چہ وہ موت کی تمنا نہ کریں اور موت سے کتنا ہی بھاگیں لیکن ایک نہ ایک دن موت ضرور آئے گی اور ان سب اعمال کفریہ پر ان کو سزا ملے گی یعنی جو کفر اور بدکاریاں مثلاً تحریف تورات، اخفائے حق، انکار قرآن، عداوتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ افعال ذمیمہ ان سے سرزد ہوئے ہیں اور یہ اپنا باطل و کفر پر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کا حق اور ایمان پر ہونا خوب جانتے تھے اور آخرت میں سزا اور پکڑ سے ڈرتے ہیں اس وجہ سے یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ ......الی...... بِمَا يَعْمَلُوْنَ

یعنی ان یہودیوں کو تمام لوگوں سے زیادہ اس دنیوی زندگی کی آرزو و چاہت ہے یہاں تک کہ جو لوگ مشرک ہیں جیسے عرب کے بت پرست اور فارس کے مجوس آتش پرست اُن سے بھی زیادہ ان کو دُنیا میں جینے کی حرص ہے مشرک تو آخرت کے قائل ہی نہیں اس لئے ان کے لئے جو کچھ ہے وہ یہی دُنیا کی زندگی ہے اور ساری سعادت و فلاح اسی حیاتِ فانی سے وہ وابستہ سمجھتے ہیں اسی بناء پر ان کو دُنیوی زندگی کی حرص زیادہ ہوتی ہے لیکن ان یہودیوں کا عجیب حال ہے کہ باوجود اقرار آخرت کے اور باوجود دعویٰ ان کو مشرکین سے بھی زیادہ دُنیا کی زندگی کی آرزو و خواہش ہے اور ہزاروں برس جینے کی حرص ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، اور یہ طویل عمر کے اس لئے آرزومند ہیں کہ جہاں تک ہو سکے دنیوی لذائذ سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو عذابِ آخرت سے بچے رہیں اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی کتنی ہی عمر ہو لیکن ان کی درازی عمر ان کو عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتی۔ بالآخر ان کو مر کر عذابِ الٰہی میں گرفتار ہونا پڑے گا اور اپنی بد اعمالیوں کی سزا بھگتنی ہو گی کیونکہ اللہ اُنکے اعمال و افعال سے بخوبی واقف ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آخرت میں اپنے مقبولین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمایئے، اور آخرت کی سزا اور گرفت سے اپنی رحمت سے محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! ایمان اور اسلام کی موت کے ساتھ ہمیں اس دارِ فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کرنا نصیب فرما، اور جب تک کی زندگی اِس دُنیا میں ہمارے لئے مقدر فرمائی ہے ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اس دُنیوی زندگی کی قدر کرنا نصیب فرما اور ایک ایک لمحہ اپنی مرضیات میں گذارنا نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

قُلْ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِّجِبْرِيْلَ	فَاِنَّهٗ	نَزَّلَهٗ	عَلٰى قَلْبِكَ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ
کہدیں	جو	ہو	دشمن	جبرئیل کا	تو بیشک اسنے	یہ نازل کیا	تیرے دل پر	حکم سے	اللہ	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	اس سے پہلے

آپ یہ کہئے کہ جو شخص جبریل سے عداوت رکھے (وہ جانے) سو انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے خداوندی حکم سے اسکی یعنی قرآن کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

وَهُدًى	وَّبُشْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا	لِّلّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَرُسُلِهٖ	وَجِبْرِيْلَ
اور ہدایت	اور خوشخبری	ایمان والوں کیلئے	جو	ہو	دشمن	اللہ کا	اور اسکے فرشتے	اور اسکے رسول	اور جبرئیل

اپنے سے قبل والی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا اور پیغمبروں کا اور جبریل کا

وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

وَمِيْكٰلَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	عَدُوٌّ	لِّلْكٰفِرِيْنَ	وَلَقَدْ	اَنْزَلْنَا	اِلَيْكَ	اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ	وَمَا يَكْفُرُ	بِهَا
اور میکائیل	تو بیشک اللہ	دشمن	کافروں کا	اور البتہ	ہم نے اتاری	آپکی طرف	نشانیاں واضح	اور نہیں انکار کرتے	اس کا

اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا اور ہم نے تو آپکے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں اور کوئی انکا انکار نہیں کرتا

اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اِلَّا	الْفٰسِقُوْنَ	اَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا	عَهْدًا	نَّبَذَهٗ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
مگر	نافرمان	کیا	جب بھی	انہوں نے عہد کیا	کوئی عہد	توڑ دیا اسکو	ایک فریق	ان سے	بلکہ	اکثر انکے	ایمان نہیں رکھتے

مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں اور جب کبھی بھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا اسکو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ اُن میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ

وَلَمَّا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَهُمْ	نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِّنَ	الَّذِيْنَ
اور جب	آیا۔ اُن	ایک رسول	سے	طرف	اللہ	تصدیق کرنیوالا	اسکی جو	اُنکے پاس	پھینک دیا	ایک فریق	سے	جنہیں

جو یقین نہیں رکھتے اور جب اُنکے پاس ایک پیغمبر آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تصدیق بھی کر رہے ہیں اُس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے ان اہل کتاب میں کے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	كِتٰبَ اللّٰهِ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ	كَاَنَّهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	
	کتاب دی گئی (اہل کتاب)	اللہ کی کتاب	پیچھے	اپنی پیٹھ	گویا کہ وہ	جانتے نہیں	

ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ ہی کو پس پشت ڈال دیا جیسے انکو گویا اصلاً علم ہی نہیں

یہود کی جبریل علیہ السلام سے دشمنی

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مشہور روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع فرمائی تو یہودیوں نے اپنے چند علماء آپ کے پاس بھیجے ان علمائے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ سے چند وہ باتیں پوچھتے ہیں کہ جن کو سوائے انبیاء کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ نے صحیح جواب دے دیا تو آپ قطعی وہ نبی ہیں جن کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے چنانچہ انہوں نے چار سوال کئے۔

۱- سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کیا تھا؟

۲- نبی اُمی جن کا ذکر تورات میں ہے ان کی کیا علامت ہے؟

۳- پیٹ کے اندر بچہ لڑکا یا لڑکی کس طرح ہو جاتا ہے؟

۴- آپ کے پاس وحی یا خبر کون لاتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک شدید مرض لاحق ہوا تھا اور جب مرض طویل ہو گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائیں تو میں اپنا بہترین کھانا پینا ترک کر دوں گا یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ، خدائے تعالیٰ نے انہیں صحت عطا فرمائی اور انہوں نے اپنی نذر پوری کی اور اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا وہ نبی اُمی جس کا تورات میں ذکر ہے اسکے صفات میں سے یہ بات ہوگی کہ اس کی آنکھیں سوئیں گی لیکن دل بیدار رہے گا تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی رقیق اور زرد ان دونوں پانیوں میں جو پانی اللہ کے حکم سے غالب آجاتا ہے بچہ ایسا ہی ہو جاتا ہے چوتھے سوال کا جواب آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس وحی لاتے ہیں اور ہر نبی کے پاس جبرئیل ہی وحی لے کر جاتے تھے یہود بولے کہ آپ نے سب کچھ صحیح بتایا لیکن جبرئیل ہمارا جانی دشمن ہے وہی عذاب لے کر آتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کو انہی نے ہلاک کیا ہے۔ اگر میکائیل آپ کے پاس وحی لاتے تو بیشک ہم آپ پر ایمان لے آتے کیونکہ میکائیل خوب ہیں کہ بارش رحمت ان کے متعلق ہے تو اس بہانہ سے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر دیا چنانچہ اس قصہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ ...... اِلٰى ...... وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

نزولِ قرآن کا طریقہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی کلام کے نازل ہونے کے دو طریقہ ہیں، ایک یہ کہ وہ کلام اول کان پر پہنچے اور پھر کان سے دل تک پہنچے، یہ طریقہ تو عام اور متعارف ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اول لفظ و معنیٰ سب سے پہلے دِل میں اُتریں اور پھر دل سے کان اور زبان تک پہنچیں یہ طریقہ اہل اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآن کریم کا نزول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طریق پر ہوتا تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے یاد کرنے میں بار بار پڑھنے کی حاجت نہ ہوتی تھی اور قرآن آپ کے قلب میں ایسا محفوظ ہو جاتا کہ پھر آپ اس کو بھولتے نہیں اور ایک ہی مرتبہ نازل ہو کر آپ کو یاد ہو جاتا تھا اس لئے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ قرآن لانے والے کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے۔ البتہ خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو اس کی خود یہ حالت ہے کہ تصدیق کر

رہا ہے اپنے سے قبل والی آسمانی کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنا رہا ہے ایمان والوں کو پس قرآن ہر حال میں کتاب سماوی قابلِ اتباع ٹھہرا پھر جبریل علیہ السلام کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے۔

اب رہا خود مسئلہ عداوت جبریل کا سو اس کا فیصلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک خود اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنا یا اس کے دوسرے ملائکہ سے یا اُس کے رسولوں سے یا خود میکائیل سے جن کی دوستی کا یہ یہود دم بھرتے ہیں ان سب سے عداوت رکھنا اور جبرئیل علیہ السلام سے عداوت رکھنا یہ سب ہم پلہ شمار کئے جاتے ہیں اور ان سب عداوتوں کا قانون ارشاد ہوتا ہے۔

مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبۡرِیۡلَ وَمِیۡکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ یعنی صرف یہود ہی اللہ کی دشمنی کے مصداق نہیں اور نہ صرف حضرت جبرئیل کی عداوت ہی موجب کفر و بال ہے بلکہ جو شخص بھی خدا کا دشمن ہو اللہ کی ذات وصفات کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اس کفر کا نتیجہ اس کو بھگتنا پڑے گا، کیونکہ اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ ......الی...... بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے واضح دلائل اور کھلی نشانیاں دی ہیں کہ ان کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ضد وعناد کی وجہ سے فسق وفجور کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے اور یہ یہود تو ضد وعناد اور تمرد وسرکشی میں اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ ایسے واضح دلائل کا بے کھٹکے انکار کر دیتے ہیں اور ان کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے جب کبھی کوئی عہد دین کے معاملہ میں کیا اُسے پورا نہ کیا بلکہ ان میں ہمیشہ ایک جماعت عہد شکنی پر کمر بستہ رہی۔ گویا عہد شکنی غداری اور نافرمانی اُن کی قومی خصوصیت ہے تو جن کی خبث باطن کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی کتاب اور اپنے رسول کو بھی مخلصانہ نہ مانیں تو بھلا دوسرے قوم کے نبی اور اس کی کتاب کو کیوں ماننے لگے اور یہاں جو آیت میں نَّبَذَہٗ فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ فرمایا یعنی ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے اس عہد کو نظر انداز کر دیا ہو گا تو ایک جماعت اور فریق کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ ان یہود میں بعض نے تورات کے عہد کو پورا کیا حتی کہ اخیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بعض مخلصانہ اور صادقانہ ایمان لے آئے مگر چونکہ یہود قوم کی اکثریت بد عہد اور نافرمان تھی اس لئے پوری قوم ہی بدعہد اور نافرمان بتائی گئی۔ اگلی آیت میں بھی اسی وجہ سے ایک فریق کی تخصیص ہے۔

یہود نے خود تورات کو پس پشت ڈال دیا:

وَلَمَّا جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ ......الی...... کَاَنَّہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہود خود اپنی کتاب یعنی تورات کو بھی پس پشت ڈال رہے ہیں کیونکہ توراۃ میں آپ کی نبوت کی خبر موجود تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کر رہے ہیں تو اس حالت میں آپ پر ایمان لانا تو عین تورات پر بھی عمل تھا جس کو یہود بھی کتاب اللہ جانتے ہیں مگر باوجود اس کے بھی ان اہل کتاب کے ایک فریق نے خود اپنی کتاب اللہ یعنی تورات کو اس طرح پس پشت ڈال دیا یعنی ان تمام خبروں سے جو تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق تھیں ایسے انجان بن گئے جیسے کہ ان کو اس کا کوئی علم ہی نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو سچائی اور وفاداری کے ساتھ اسلام سے وابستہ رکھیں۔ ہم نے جو عہد کلمہ طیب لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پڑھ کر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو سچائی کے ساتھ اس عہد پر قائم رکھیں اور تا زیست اس عہد کا حق پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

وَاتَّبَعُوْا	مَا	تَتْلُوا	الشَّيٰطِيْنُ	عَلٰى	مُلْكِ	سُلَيْمٰنَ	وَمَا كَفَرَ	سُلَيْمٰنُ	وَلٰكِنَّ	الشَّيٰطِيْنَ
اورانہوں نے پیروی کی	جو	پڑھتے تھے	شیطان	میں	بادشاہت	سلیمانؑ	اور کفر نہ کیا	سلیمانؑ	لیکن	شیطان (جمع)

اورانہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جسکا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں اور حضرت سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ

كَفَرُوْا	يُعَلِّمُوْنَ	النَّاسَ	السِّحْرَ	وَمَآ اُنْزِلَ	عَلَى	الْمَلَكَيْنِ	بِبَابِلَ	هَارُوْتَ	وَمَارُوْتَ
کفرکیا	وہ سکھاتے	لوگ	جادو	اور جو نازل کیا گیا	پر	دو فرشتے	بابل میں	ہاروت	اور ماروت

اورحالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے اور اُس سحر کا بھی یہ لوگ اتباع کرتے ہیں کہ اُن دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا بابل میں جنکا نام ہاروت وماروت تھا

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ

وَمَا يُعَلِّمٰنِ	مِنْ اَحَدٍ	حَتّٰى	يَقُوْلَآ	اِنَّمَا	نَحْنُ	فِتْنَةٌ	فَلَا تَكْفُرْ	فَيَتَعَلَّمُوْنَ	مِنْهُمَا	مَا يُفَرِّقُوْنَ
اور وہ نہ سکھاتے	کسی کو	یہاں تک	وہ کہہ دیتے	صرف	ہم	آزمائش	پس تو کفر نہ کر	سو وہ سیکھتے	ان دونوں سے	جس سے جدائی ڈالتے

اوروہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سوتو کہیں کافر مت بن جانا سولوگ ان دونوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے

بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ

بِهٖ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَزَوْجِهٖ	وَمَا هُمْ	بِضَآرِّيْنَ	بِهٖ	مِنْ اَحَدٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	وَيَتَعَلَّمُوْنَ
اس سے	درمیان	خاوند	اور اسکی بیوی	اور وہ نہیں	نقصان پہنچانے والے	اس سے	کسی کو	مگر	حکم سے	اللہ	اور وہ سیکھتے ہیں

جسکے ذریعہ سے کسی مرد اور اسکی بیوی میں تفریق پیدا کردیتے تھے اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے حکم سے اور ایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں

مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ قف

مَا يَضُرُّهُمْ	وَلَا	يَنْفَعُهُمْ	وَلَقَدْ	عَلِمُوْا	لَمَنِ	اشْتَرٰىهُ	مَا لَهٗ	فِى الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ
جوانہیں نقصان پہنچائے	اور نہ	انہیں نفع دے	اور البتہ	وہ جان چکے	جس نے	یہ خریدا	نہیں اس کیلئے	آخرت میں	کوئی حصہ

جوان کو ضرر رساں ہیں اور انکو نافع نہیں ہیں اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اسکو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

وَ	لَبِئْسَ	مَا شَرَوْا	بِهٖ	اَنْفُسَهُمْ	لَوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَمَثُوْبَةٌ
اور	البتہ بُرا	جوانہوں نے بیچ دیا	اس سے	اپنے آپ کو	کاش	وہ جانتے ہوتے	اور اگر	وہ	وہ ایمان لاتے	اور پرہیزگار بن جاتے	تو ٹھکانہ پاتے

اور بیشک بُری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش انکو عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو خدا تعالیٰ کے

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	خَيْرٌ	لَوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ
یہاں کا معاوضہ بہتر تھا کاش انکو عقل ہوتی۔	سے	پاس	اللہ	بہتر	کاش	وہ جانتے ہوتے

یہود کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا......الی......يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیاطین اور جنات حسبِ معمول آسمان تک چڑھ جاتے اور فرشتوں میں باہم احکامِ الٰہی کا تذکرہ جو ہوتا اس کو غور سے سنتے اور جب ان کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت میں یہ حادثہ یا واقعہ دُنیا میں پیش آئے گا تو نیچے واپس آ کر کاہنوں کو ان تمام واقعات کی اطلاع کر دیتے یہ کاہن اس میں کچھ اور جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں سے بیان کرتے اور لوگ ان باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھ لیتے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل میں یہ اس بات نے اعتقادی شکل اختیار کر لی کہ جنات و شیاطین غیب داں ہوتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس قسم کی سب کتابوں کو جمع کرا کے ایک صندوق میں رکھ کے اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا اور لوگوں میں اس قسم کی کفر آمیز باتیں کہنے کی ممانعت کرا دی حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جنات و شیاطین نے جاہلوں کو ورغلایا اور دفن شدہ کتابیں نکلوا کر کہا کہ انہی کتابوں کی بدولت سلیمان جن وانس پر حکومت کرتے تھے اور درحقیقت نبی نہ تھے بلکہ جادوگر تھے اور جادو سے ہی انہوں نے سب کو مسخر کر رکھا تھا۔ بنی اسرائیل نے اُن کتابوں کا مطالعہ کر کے کفریات کی پیروی کی اور برابر حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر جانتے رہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نبی ہونا بیان فرمایا تو یہود مدینہ کہنے لگے کہ آپ سلیمان علیہ السلام کو بھی انبیاء کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ جادوگر تھے نبی نہ تھے، یہود کے اس خیال کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اس سحر و کفر کی پیروی کی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہدِ حکومت میں شیاطین جن وانس پڑھا کرتے تھے معارف نبوت اور احکامِ الٰہیہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا صرف شیاطین کا شائع کردہ باطل خیال تھا کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے جادو کے زور سے انہوں نے سب کو مسخر کر رکھا تھا حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے نہ کفر کیا نہ سحر کے زور سے کسی کو مسخر کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو سحر اور جادو کی تعلیم دیتے تھے اور لوگ ان کی پیروی کرتے تھے اور اسی طرح وہی سحر متوارث چلا آ رہا ہے جس کا چرچا یہود مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا حتی کہ ان یہود نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر دیا تھا جس کے اثر سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہو گئی تھی آپ نے حق تعالیٰ سے دُعاء کی اس پر آپ کو وحی سے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ورد کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ کو بالکل شفا ہو گئی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہود ایک دوسری قسم کے سحر کا بھی اتباع کرتے ہیں جو کہ ان دو فرشتوں کو ایک خاص حکمت کی بنا پر دیا گیا تھا جو شہر بابل میں رہتے تھے اور جن کا نام ہاروت و ماروت تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا أُنْزِلَ عَلَى......الی......اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

''اور یہ یہود اس سحر کا بھی اتباع کرتے ہیں جو کہ ان دونوں فرشتوں پر ایک خاص حکمت کے واسطے نازل کیا گیا جو شہر بابل

میں رہتے تھے جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔"

ایک زمانہ میں دُنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا بہت چرچا ہو گیا تھا اور اس کے عجیب و غریب اثرات کو دیکھ کر عوام کو اس کی حقیقت اور معجزات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں خلط اور اشتباہ ہونے لگا اور بعضے ساحروں کو مقدس سمجھنے لگے اور بعضے اس کو نیک عمل سمجھ کر سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی کو دفع کرنے کے لئے بابل میں دو فرشتے انسانی جامہ میں ہاروت و ماروت نام کے اس کام کے لئے بھیجے کہ وہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور اس کے اصول و فروع سے مطلع کر دیں تا کہ نبی کے معجزے اور جادو گر کے جادو میں اشتباہ رفع ہو جاوے اور سحر پر عمل کرنے سے اور ساحروں کی اتباع کرنے سے لوگ بچیں۔ انہوں نے بابل میں آ کر اپنا کام شروع کیا اور سحر کے اصول فروع ظاہر کر کے اس عمل بد سے بچنے اور ساحرین سے نفرت اور دُوری رکھنے کی تنبیہ و تاکید کی اور بنظر اصلاح اور احتیاط یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ لوگوں کو سحر کے اصول و فروع بتانے سے قبل یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو ہمارے یہ بتانے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں ان چیزوں پر مطلع ہو کر کون شخص اپنے دین کی حفاظت و اصلاح کرتا ہے کہ شر سے آگاہ ہو کر اس سے بچے اور کون اپنا دین خراب کرتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم سے تو یہ کہہ کر سیکھ لو کہ میں بچنے کے لئے پوچھ رہا ہوں اور پھر اس کی خرابی میں خود ہی مبتلا ہو جاؤ اور ایمان برباد کر لو ان یہود نے اس سحر کا بھی اتباع کیا۔

لیکن ان فرشتوں کی تنبیہ کے باوجود لوگ اس جادو کو ناجائز طور پر استعمال کرنے لگے اور زیادہ تر خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کے لئے اسے استعمال کرتے۔

ساحرین کی اس حرکت کو ظاہر فرمانے کے بعد اس حقیقت کو بھی بتلا دیا گیا کہ اس سحر اور جادو کے عمل سے جو بھی آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا سے ہوتے ہیں اس سحر و جادو سے کسی کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

اخیر میں یہود کو ایمان و تقویٰ کی تعلیم فرماتے ہوئے مقصود کو ظاہر فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ ...... اِلٰى ...... لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

خلاصہ یہ کہ یہود جنہوں نے کتاب اللہ کا اتباع چھوڑ کر سحر کا اتباع اختیار کر رکھا تھا ان کو بتایا گیا کہ یہ سحر کا اتباع جس کے عوض انہوں نے اپنی آخرت کو بیچ ڈالا بہت ہی بُری چیز ہے اگر یہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے اور اللہ کے ڈر و خوف کی زندگی گزارتے تو انہیں اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا جو یقیناً اس کفر و سحر سے بہتر ہے کاش کہ ان یہود کو عقل ہوتی کہ وہ اس حقیقت کو سمجھتے۔

جادو کی حقیقت اور حکم

اصطلاح قرآن و سنت میں سحر ہر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو مثلاً ایسے منتر جن میں کفر و شرک کے کلمات ہوں یا کواکب و نجوم کی عبادت ہو کسی کو ناحق قتل کر کے اس کا خون استعمال کرنا یا جنابت و نجاست کی حالت میں رہنا اور طہارت و پاکیزگی سے اجتناب کرنا اس لئے اس کا سیکھنا سکھانا بھی حرام ہوا اس پر عمل کرنا بھی حرام ہے، البتہ اگر مسلمانوں سے دفع ضرر کے لئے بقدر ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی گمراہی اور کفر و شرک کی باتوں سے کامل طور پر بچنا اور علیحدہ رہنا نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے باطل اور شیطانی خیالات سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم کو ایمان و تقویٰ کی دولت عطا فرما کر اپنی رضا والی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقُوْلُوْا	رَاعِنَا	وَقُوْلُوا	انْظُرْنَا	وَاسْمَعُوْا	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ کہو	راعنا	اور کہو	انظرنا	اور سنو	اور کافروں کیلئے	عذاب	دردناک

اے ایمان والو! تم "راعنا" مت کہا کرو اور "انظرنا" کہہ دیا کرو اور سن لیجیو اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

مَا يَوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَلَا	الْمُشْرِكِيْنَ	اَنْ	يُّنَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	خَيْرٍ	مِّنْ
نہیں چاہتے	جن لوگوں نے	کفر کیا	سے	اہل کتاب	اور نہ	مشرک (جمع)	کہ	نازل کی جائے	تم پر	سے	بھلائی	سے

ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ ان اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے کسی طرح کی بہتری نصیب ہو

رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾

	رَّبِّكُمْ	وَاللّٰهُ	يَخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ يَّشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ	
	تمہارا رب	اور اللہ	خاص کر لیتا ہے	اپنی رحمت سے	جسے چاہتا ہے	اور اللہ	فضل والا	بڑا	

اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کیساتھ جسکو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں

یہودِ مدینہ کی ایک شرارت کے متعلق مسلمانوں کو تنبیہ

یہود مدینہ نے ایک شرارت ایجاد کی تھی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر لفظ رَاعِنَا سے آپ کو خطاب کرتے۔ لفظ راعِنَا کے معنے یہود کی عبرانی زبان میں بیوقوف اور شیخی باز کے تھے مگر عربی زبان میں رَاعِنَا کا مطلب ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو یا ہماری رعایت کیجئے یا ہمارے حال پر توجہ فرمایئے۔ اس لئے عربی داں اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے اور شرارتاً یہود کبھی زبان دبا کر رَاعِیْنَا کہتے جس کے معنی ہوئے ہمارا چرواہا، مسلمانوں کو اس فاسد معنی اور یہود کی اس گندی ذہنیت کا علم نہ تھا کہ جس نیت اور جس معنی میں وہ اس لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے تھے بلکہ مسلمان یہ سمجھ کر کہ علمائے اہل کتاب حضرات انبیاء کے آداب سے بخوبی واقف ہیں جب ان کے علماء یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو مسلمانوں نے سمجھا یہ لفظ تعظیم کا ہے اس لئے مسلمانوں نے بھی اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا اس سے ان شریر یہود کو اور گنجائش ملی آپس میں بیٹھ کر ہنستے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آگئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا ...... الٰی ...... عَذَابٌ اَلِيْمٌ

یہاں ایمان والوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے لفظ رَاعِنَا کہنے سے منع فرما دیا اور اس کی جگہ اگر ضرورت ہو تو لفظ

اُنْظُرْنَا کہنے کی ہدایت فرمائی مقصد اس ممانعت سے یہی ہے کہ اگرچہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس لفظ رَاعِنَا کو اچھے معنی میں بولتے ہیں لیکن یہود کو اس لفظ کے دوسرے معنی میں استعمال کرنے کا موقع مل جاتا ہے لہٰذا حکم ہوا کہ مسلمان اس لفظ کا استعمال ہی چھوڑ دیں اور اس کے ہم مطلب اور مرادف دوسرا لفظ اُنْظُرْنَا استعمال کریں تاکہ کافروں کو بدتہذیبی کا حیلہ ہی نہ ملے۔

یہاں آیت میں اہلِ ایمان کو لفظ رَاعِنَا کے استعمال کی ممانعت فرما کر وَاسْمَعُوْا کا حکم فرمایا، جس کے لفظی معنی ہیں اور سن لو۔ اس سے مراد بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ یہ حکم جو اس آیت میں دیا جا رہا ہے اس کو اچھی طرح سن لو اور یاد رکھو اور بعض مفسرین نے وَاسْمَعُوْا سے یہ مراد لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائیں اس کو نہایت غور و توجہ سے سنو کہ تم کو طلب سوال اور طلب رعایت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ آگے فرمایا: وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے یعنی یہ یہود جو دلوں میں کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں یہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے کافر ہیں اور ان کی سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امت محمدیہ کی خصوصیت

قرآنِ کریم میں یہ پہلا موقع ہے کہ جہاں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے براہِ راست مسلمانوں کو خطاب فرمایا گیا ہے قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے ۸۸ جگہ خطاب فرمایا ہے چنانچہ اس آیت میں یہ پہلا موقع ہے سابقہ آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا خطاب صرف انبیاء کرام سے ہوتا تھا کہ اپنی امت کو یہ احکام پہنچا دیں اللہ تعالیٰ نے اس امتِ مسلمہ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ بلا واسطہ براہِ راست اس امت کو مخاطب فرمایا۔

یہود کا مسلمانوں سے حسد

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ......الیٰ...... مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یعنی مشرکین بت پرست یا دہریئے ہوں یا اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ہوں ان میں کوئی نہیں چاہتا اور پسند نہیں کرتا کہ پروردگار کی طرف سے مسلمانوں پر کسی طرح کی خیر و بھلائی برکت و نعمت نازل ہو، مشرکین عرب تو جہالت سے حسد کرتے اور جلن سے کہتے کہ بنی ہاشم میں ایک پیغمبر ہو اور تمام عرب کے ہاتھ اسکی طرف پھیلے ہوں ہم اس کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے اہل کتاب یہود اگرچہ بعثت رسول کے منتظر تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا کیونکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں برابر نبوت چلی آئی ہے۔ جب اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کو حسد ہوا کہ غیر قوم میں سے نبی کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے کیونکہ وہ بڑے فضل والا ہے یعنی خاندانی وجاہت اور نسلی امتیاز کو فضل الٰہی میں کیا دخل ہے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور حکیم ہے اس کی حکمت و مشیت میں کسی کو دخل نہیں جس کو چاہتا ہے اپنی رسالت سے سرفراز فرماتا ہے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ کا یہ بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا اور ہم کو اس پر ایمان رکھنے کی دولت عطا فرمائی کفار مشرکین جو مسلمانوں کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ ہمیں ان کی مشابہت اور متابعت سے بچائیں اور ہمیں جو احکام قرآن و حدیث کے پہنچیں ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَآ اَوْ مِثْلِہَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی

مَا نَنْسَخْ	مِنْ اٰیَۃٍ	اَوْ نُنْسِہَا	نَاْتِ	بِخَیْرٍ	مِنْہَا	اَوْ مِثْلِہَا	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰہَ	عَلٰی
جو ہم منسوخ کرتے ہیں	کوئی آیت	یا اسے بھلا دیتے ہیں	لے آتے ہیں	بہتر	اس سے	یا اس جیسا	کیا نہیں	تو جانتا	کہ اللہ	پر

ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ

كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

كُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ	اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰہَ	لَہٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا	لَكُمْ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰہِ
ہر شے	قادر	کیا تو نہیں جانتا	کہ	اللہ	اس کیلئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین	اور نہیں	تمہارے لئے	سے	اللہ کے سوا

ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور تمہارا حق تعالیٰ کے سوا

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۰۷﴾

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ	مِنْ	وَلِیٍّ	وَلَا نَصِیْرٍ
کوئی یار و مددگار بھی نہیں۔	کوئی	حامی	اور نہ مددگار

یہود کا قرآن کریم پر اعتراض

یہود مسلمانوں سے کہتے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور تمہاری شریعت الہامی ہے تو احکام تورات وغیرہ کو اس نے کیوں منسوخ کیا اور پھر خود ہی اپنی شریعت کے بعض احکام کو ایک وقت نافذ کیا اور پھر دوسرے وقت موقوف کیا جیسے پہلے تمہارا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا پھر مسجد الحرام کی طرف ہو گیا۔

یہود کے اعتراض کا جواب

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَآ اَوْ مِثْلِہَا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اعتراض کے جواب میں بتلایا کہ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یعنی اس کے حکم یا حکم و تلاوت دونوں کو منسوخ و موقوف کرتے ہیں یا بالکل لوگوں کے ذہنوں سے اس کے الفاظ ہی فراموش کر دیتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت و حکمت ہوتی ہے۔

اس آیت میں کسی آیت قرآنی کے منسوخ ہونے کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں سب کو جمع کر دیا ہے نسخ کے معنی لغت میں مٹانا، بدلنا، بے کار کرنا، زائل کرنا اور لکھنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح کتاب و سنت میں نسخ ایک حکم کی بجائے کوئی دوسرا حکم جاری کرنے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ دوسرا حکم یہی ہو کہ سابق حکم بالکل ختم کر دیا جائے یا یہ ہو کہ اسکی جگہ دوسرا عمل بتلایا جائے اس پر امت کے جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں اس آیت میں نسخ سے مراد کسی حکم کا زائل کرنا یعنی منسوخ و موقوف کرنا ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ کہ حکم منسوخ کی جگہ دوسرا حکم نازل کیا جائے جیسے ایک سال کی عدت کا حکم منسوخ کر کے چار ماہ اور دس دن کا حکم نازل کر دیا دوسری قسم یہ ہے کہ پہلا حکم اٹھا لیا جائے اور کوئی جدید حکم اس کی جگہ نہ اُتارا جائے جیسے ابتداء میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم تھا بعد میں اُٹھا لیا گیا تو اس طرح نسخ احکام صرف اوامر و نواہی میں جاری ہوتا ہے اخبار یعنی جو باتیں

خبر سے متعلق ہیں ان میں نسخ جاری نہیں ہوتا اور اوامر و نواہی میں باقتضائے مصلحت تغییر و تبدیل تمام عقلائے عالم کے نزدیک مسلم ہے دنیا کی حکومتوں اور اداروں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور و معروف ہے لیکن انسانوں کے احکام میں نسخ کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا بعد میں حقیقت معلوم ہوئی تو حکم بدل دیا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا اُس وقت کے حالات کے مناسب تھا اور آگے آنے والے واقعات و حالات کا اندازہ نہ تھا جب حالات بدلیں گے اس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا دوسرا حکم دینا ہوگا یہ جانتے ہوئے آج ایک حکم دے دیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی قرارداد سابق کے مطابق حکم بھی بدل دیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دو روز اس دوا کے استعمال کرنے کے بعد مریض کا حال بدلے گا اس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنا ہوگی یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن اپنی دوا تجویز کرتا ہے جو اس دن کے مناسب ہے دو دن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے اللہ جل شانہٗ کے احکام میں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں میں صرف یہی آخری صورت نسخ کی ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی ہے ہر آنے والی نبوت اور ہر جدید نازل ہونے والی کتاب نے پچھلی نبوت اور کتاب کے بہت سے احکام منسوخ کر کے نئے احکام جاری کئے اور اسی طرح ایک ہی نبوت و شریعت میں ایسا بھی ہوتا رہا کہ کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا پھر بتقاضائے حکم خداوندی اس کو بدل کر دوسرا حکم نافذ کر دیا گیا اس لئے ایسے نسخ میں کوئی اشکال یا اعتراض عقلی و نقلی نہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یعنی اے معترض کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں بس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے آگے ارشاد ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

اور اے معترض کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص انہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی یعنی جب ان کی قدرت و سلطنت میں کوئی شریک و سہیم نہیں ہے تو مصلحت کی رعایت کر کے ایک حکم بدل دینے اور دوسرا حکم دے دینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے اور اسے حکم جاری کر دینے سے بھی مانع نہیں اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار بھی نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ اپنے احکام پر ہم کو ایمان صادق اور یقین کامل نصیب فرمائیں اور اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ان میں شکوک و شبہات کی باتوں سے بچائیں اے اللہ! آپ ہر حال میں ہمارے حامی و مددگار ہیں اور آپ کی نصرت و حمایت سے ہمارے دین و دنیا کے تمام معاملات درست و راست ہو جائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَکُمْ کَمَا سُئِلَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ

اَمْ تُرِیْدُوْنَ	اَنْ	تَسْئَلُوْا	رَسُوْلَکُمْ	کَمَا	سُئِلَ	مُوْسٰی	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ	یَّتَبَدَّلِ	الْکُفْرَ
کیاتم چاہتے ہو	کہ	سوال کرو	اپنارسول	جیسے	سوال کئے گئے	موسیٰ	اس سے پہلے	اورجو	اختیارکرلے	کفر

ہاں کیاتم مسلمان یہ چاہتے ہوکہ اپنے رسول سے درخواستیں کروجیسا کہ اسکے قبل حضرت موسیٰ سے بھی درخواستیں کی جاچکی ہیں اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کرے

بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۱۰۸ وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْ بَعْدِ

بِالْاِیْمَانِ	فَقَدْ ضَلَّ	سَوَآءَ	السَّبِیْلِ	وَدَّ	کَثِیْرٌ	مِنْ	اَھْلِ الْکِتٰبِ	لَوْیَرُدُّوْنَکُمْ	مِنْ	بَعْدِ
ایمان کے بدلے	سووہ بھٹک گیا	سیدھا	راستہ	چاہا	بہت	سے	اہل کتاب	کاش تمھیں لوٹادیں	سے	بعد

بلاشک وہ شخص راہ راست سے دور جا پڑا ان اہلِ کتاب میں سے بہتیرے دِل سے یہ چاہتے ہیں کہ تمکو تمہارے ایمان لائے پیچھے

اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

اِیْمَانِکُمْ	کُفَّارًا	حَسَدًا	مِنْ عِنْدِ	اَنْفُسِھِمْ	مِنْ بَعْدِ	مَا	تَبَیَّنَ	لَھُمُ	الْحَقُّ	فَاعْفُوْا
تمہارے ایمان	کفرمیں	حسد	وجہ سے	اپنے دل	بعد	جبکہ	واضح ہوگیا	ان پر	حق	پس تم معاف کردو

پھر کافر کر ڈالیں محض حسد کی وجہ سے جوکہ خود اُنکے دِلوں ہی سے ہے حق واضح ہوئے پیچھے خیر معاف کرو

وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۱۰۹ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا

وَاصْفَحُوْا	حَتّٰی	یَاْتِیَ	اللّٰہُ	بِاَمْرِہٖ	اِنَّ	اللّٰہَ	عَلٰی	کُلِّ	شَیْءٍ	قَدِیْرٌ	وَاَقِیْمُوا	الصَّلٰوۃَ	وَاٰتُوا
اوردرگزرکرو	یہاں تک	لائے	اللہ	اپناحکم	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	اورتم قائم کرو	نماز	اوردیتے رہو

اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور

الزَّکٰوۃَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۱۱۰

الزَّکٰوۃَ	وَمَا	تُقَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِکُمْ	مِنْ خَیْرٍ	تَجِدُوْہُ	عِنْدَ اللّٰہِ	اِنَّ	اللّٰہَ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	بَصِیْرٌ
زکوٰۃ	اورجو	آگےبھیجوگے	اپنے لئے	بھلائی	تم پالوگے اسے	اللہ کے پاس	بیشک	اللہ	جوکچھ تم کرتے ہو	دیکھنے والا

زکوٰۃ دیئے جاؤ اور جونیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہوگے حق تعالیٰ کے پاس اسکو پالوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کودیکھ بھال رہے ہیں

کثرتِ سوال کی ممانعت

یہودِ مدینہ کواگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کابشارات اور معجزات سے یقین ہوچکا تھا مگر حسد وعناد کی وجہ سے برابر ایسی حرکتیں کرتے رہتے کہ اہل اسلام کوطرح طرح کے شکوک اور شبہات دین میں پیدا ہوں یہود کے کہنے سننے سے بعض سیدھے سادے مسلمان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلٹے سیدھے سوالات کرتے تھے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو فضول اور کثرت سوالات سے روک دیا جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے کیونکہ کثرت سوال کی عادت بہت بُری ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَکُمْ کَمَا سُئِلَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ

یعنی کیا تم بھی اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سوالات کرنا چاہتے ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ان یہود کے بڑوں نے سوالات کر کے غضب الٰہی اپنے اوپر بلایا تھا۔ مثلاً یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو ان آنکھوں سے اپنے سامنے نہ دیکھ لیں گے ایمان نہ لائیں گے جس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور ان کو ہلاک کر دیا الغرض غیر ضروری اور فضول سوال کی خصلت نہایت مذموم ہے۔ مسلم و بخاری کی ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضول کلام کثرتِ سوال اور اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے کی ممانعت ایک اور مقصد سے بھی ہوئی ہے۔ بار بار سوال کرنے سے اپنے اوپر خود پابندی اور مشکلات کا اضافہ کرنا ہے آسان حکم مشکل ہو جاتا ہے جن باتوں میں آزادی ہوتی ہے حکم آنے سے ان باتوں میں پابندی لگ جاتی ہے جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوا۔

تو جب اہلِ اسلام کو بھی غیر ضروری اور کثرت سوال سے منع فرما دیا گیا تو غیروں کا تکبر سرکشی اور عناد سے سوال کرنا گویا کفر کو ایمان کے بدلے مول لینا ہے اور سیدھی راہ سے ہٹ کر جہالت اور گمراہی میں گھر جانا ہے۔ اسی کو ارشاد فرمایا گیا:

وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ

اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کی باتیں کرے بلاشک وہ شخص راہِ راست سے دُور جا پڑا یعنی احکامِ خداوندی میں حجتیں نکالنا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلجھنا اور لایعنی سوالات کرنا۔ یا اللہ کے کسی حکم کو غیر مناسب سمجھنا یہ سب کفر کی بات ہے مؤمن اور مسلمان کا تو یہ فریضہ ہے کہ جو حکم اللہ اور اسکے رسول کا پہنچا اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اسکی اطاعت پر کمر بستہ ہو گیا۔

یہود کی طرف سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی کوششیں:

وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ ...... الیٰ ...... عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

جب جنگِ احد میں مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے شکست اور نقصان اُٹھایا تو یہود جو شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت عمار بن یاسر کو بہکانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اگر تم دین برحق پر ہوتے تو شکست کیوں کھاتے اب اگر تم ہمارے دین کی طرف رجوع کرو گے تو زیادہ ہدایت پاؤ گے حضرت عمارؓ نے جواب دیا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے یہود بولے کہ ہاں عہد توڑنے کا بڑا گناہ ہے اس پر حضرت عمارؓ نے فرمایا تو میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ ہوں دین اسلام پر قائم رہوں گا اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھروں گا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کر معاہدہ توراۃ کو توڑ بیٹھے اس کے بعد حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ میں اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں۔ اسلام میرا دین ہے، قرآن میری کتاب ہے۔ کعبہ میرا قبلہ ہے مؤمنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں اس کے بعد ہر دو حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض

8 کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ اے مسلمانو! یہ یہود قرآن اور دین میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں اور مسلمانوں کو بہکاتے ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل کتاب کی دلی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کو ایمان واسلام سے پھیر کر کافر بنادیں اور اس غرض فاسد کا کوئی محرک اور باعث تمہاری جانب سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ بلاوجہ محض حسد کی بنا پر کہ جو خود اُن کے ناپاک اور گندے نفسوں سے پیدا ہوا ہے اور پھر تعجب یہ ہے کہ اُن کی یہ کوشش اور حسد کسی شک وشبہ کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے بعد کہ حق ان کو خوب واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کا دین ان کی کتاب اور ان کا رسول سب سچے ہیں تورات اور دیگر کتب سابقہ میں خاتم النبیین کے جو فضائل اور صفات بیان کئے گئے ہیں وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک میں وہ دیکھ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود جیسے خود کافر ہیں مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان ان یہود کے حسد وعناد کے مقابلہ میں حتی الامکان ان سے درگزر کریں اور انتقامی شکل نہ اختیار کریں یعنی نہ زبان سے فی الحال ان کو برا بھلا کہو اور نہ فی الحال ان سے کوئی جنگ وجدال اور قتل وقتال کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ اور حکم دے دے (مراد اس سے جہاد اور قتال اور جزیہ کا حکم ہے) اور فی الحال جو جہاد وقتال کے حکم میں تاخیر کی گئی ہے تو یہ کسی عجز اور کمزوری کی بناء پر نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن اس تاخیر میں کچھ حکمتیں ہیں چنانچہ بعد میں جب آیاتِ جہاد نازل ہوئیں تو مسلمانوں نے کچھ یہود کو تو جنگ میں قتل کیا اور کچھ کو جلاوطن کر کے نکال بھگایا۔

دشمنانِ دین کے حملوں سے تحفظ

آگے اہلِ اسلام کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم دشمنانِ دین کے مقابلہ میں سرِ دست نمازیں پابندی سے پڑھے جاؤ اور جن پر زکوٰۃ فرض ہے زکوٰۃ دیئے جاؤ چنانچہ ارشاد ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ...... الٰی ...... اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

یہاں سے معلوم ہوا کہ دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور ان کے حسد وعناد کی مضرتوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں کی خاص طور پر تلقین فرمائی۔ ایک تو نماز کی پابندی دوسرے زکوٰۃ کی ادائیگی۔ اگر ان دونوں چیزوں کی پابندی اہل اسلام میں ہوگی تو دشمنانِ اسلام کی کوشش اہل اسلام کو دین سے ہٹانے کی کامیاب وکارگر نہ ہو سکیں گی۔ اسی سے اِس کی ضد بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر اہلِ اسلام میں ان دو چیزوں کی پابندی نہ ہوگی تو پھر دشمنوں کی سازشیں اور حملے کارگر ہو جائیں گے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ دین میں شک وشبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے اہلِ اسلام کو محفوظ فرمائیں اور ان کے تمام حربے ناکام فرمائیں۔ اور اسلام وایمان کی برکت سے ہمارے تمام معاملات کو درست فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

وَقَالُوْا	لَنْ يَّدْخُلَ	الْجَنَّةَ	اِلَّا	مَنْ	كَانَ	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تِلْكَ	اَمَانِيُّهُمْ	قُلْ	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ
اور انہوں نے کہا	ہرگز داخل نہ ہوگا	جنت	سوائے	جو	ہو	یہودی	یا	نصرانی	یہ	جھوٹی آرزوئیں	کہہ دیجئے	تم لاؤ	اپنی دلیل

اور یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جانے پائے گا علاوہ ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا اُن لوگوں کے جو نصرانی ہوں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہئے کہ اپنی دلیل لاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ

اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَلَهٗ	اَجْرُهٗ	عِنْدَ
اگر تم ہو	سچے	کیوں نہیں	جس	جھکادیا	اپنا چہرہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار	تو اسکے لئے	اسکا اجر	پاس

اگر تم سچے ہو ضرور دوسرے لوگ جاوینگے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے

رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪

رَبِّهٖ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ	لَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	لَيْسَتِ	النَّصٰرٰى	عَلٰى	شَيْءٍ
اسکا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور	نہ وہ	غمگین ہوں گے	اور کہا	یہود	نہیں	نصاریٰ	پر	کسی چیز

پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں

وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَتِ	النَّصٰرٰى	لَيْسَتِ	الْيَهُوْدُ	عَلٰى شَيْءٍ	وَهُمْ	يَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور کہا	نصاریٰ	نہیں	یہود	کسی چیز پر	حالانکہ وہ	پڑھتے ہیں	کتاب	اسی طرح	کہا	جو لوگ

اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ یہ سب کتابیں پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ جو کہ

لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لَا يَعْلَمُوْنَ	مِثْلَ	قَوْلِهِمْ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ
علم نہیں رکھتے	جیسی	انکی بات	سو اللہ	فیصلہ کریگا	انکے درمیان	قیامت کے دن	جس میں	وہ تھے	اسمیں	اختلاف کرتے

بےعلم ہیں اُنکا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کردیں گے قیامت کے دن ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کررہے تھے

یہود ونصاریٰ کے دعووں کی تردید

اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ جنت ہمارا ہی حصہ ہے ہمارے سوا اور کسی کو سعادتِ اخروی اور نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس مضمون میں یہود کے ساتھ نصاریٰ بھی شریک تھے وہ بھی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ سچائی صرف اُن کے پاس ہے اور نجات حاصل کرکے وہی جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کے اس دعوے کو رد فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ تو کہئے کہ اچھا اپنی دلیل لاؤ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو، آگے ارشاد ہوتا ہے:

بَلٰی یہ یہود و نصاریٰ تو کیا دلیل لائیں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں البتہ ہم اس کے خلاف کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور دوسرے لوگ جنت میں جائیں گے پھر اس پر دلیل ارشاد ہے کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جو کوئی شخص اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی اور اس کے ساتھ وہ مخلص بھی ہو کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو محض کسی مصلحت سے ظاہرداری نہ ہو تو ایسے شخص کو اُس کی اس فرمانبرداری کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر قیامت میں کوئی اندیشہ ناک واقعہ پڑنے والا ہے اور نہ ایسے لوگ اُس روز مغموم ہونے والے ہیں کیونکہ فرشتے اُن کو بشارتیں سنا کر بے فکر کر دیں گے حاصل اس دلیل کا یہ ہوا کہ جب یہ قانون بالا مسلم ہے تو اب صرف یہ دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق آتا ہے سو یہ ظاہر ہے کہ کسی حکم کے منسوخ ہو جانے کے بعد اُس پر چلنے والا کسی طرح فرمانبردار نہیں کہا جا سکتا پس یہودی و نصرانی نزول قرآن کے بعد توراۃ اور انجیل کے حکم پر چل کر فرمانبردار نہیں ہو سکتے اور یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے کہ نبوت اور شریعت محمدیہ کو قبول کر لیا پس یہی جنت میں داخل ہونے والے ثابت ہوئے اور مخلص کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ منافقین نکل گئے کہ وہ شرعاً کفار ہی میں داخل ہیں اور مستحق نار ہیں، آگے ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْیَهُودُ ...... الیٰ ...... فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ

نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہود کے بھی بڑے بڑے علماء حاضر ہوئے علمائے یہود میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی کتاب انجیل کا انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے اور صاف کہہ دیا کہ عیسائیو تمہارا کچھ بھی مذہب نہیں ہے۔ اس پر عیسائیوں میں سے ایک شخص نے تورات کے آسمانی کتاب ہونے سے انکار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کی اور یہود کے مذہب کو بیہودہ بتلایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودی تو عیسائیوں کو گمراہ اور بدراہ بتلاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور عیسائی یہودیوں کو بدراہ اور گمراہ کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ کو نہیں مانتے حالانکہ ہر ایک فرقہ اپنی اپنی کتاب پڑھتا ہے یہود تورات پڑھتے ہیں جس میں آئندہ آنے والے روح القدس کی تصدیق موجود ہے اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے لیکن محض نفسانیت سے ایک دوسرے کو گمراہ بتلاتے ہیں اور اسی طرح عرب کے مشرکین اور بت پرست جن کو آسمانی کتاب کا کوئی علم نہیں وہ بھی اسی خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ یہود و نصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے اور ہم ہی حق پر ہیں ان سب کے اقوال کا رد فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز عملی فیصلہ فرما دیں گے اور عملی فیصلہ یہ ہوگا کہ اہل حق کو جنت میں اور اہلِ باطل کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا کون ناحق پر۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی ایمان اور اسلام نصیب فرمائیں اور اس کی برکات سے دین و دنیا میں متمتع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی تعلیمات اور شریعتِ اسلامیہ کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	مَنَعَ	مَسٰجِدَ اللّٰهِ	اَنْ	يُّذْكَرَ	فِيْهَا	اسْمُهٗ	وَسَعٰى	فِيْ	خَرَابِهَا
اور کون	بڑا ظالم	سے۔جو	روکا	اللہ کی مسجدیں	کہ	ذکر کیا جائے	اُنمیں	اسکا نام	اور کوشش کی	میں	اسکی ویرانی

اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں انکا ذکر کیے جانے سے بندش کرے اور اُنکے ویران ہونے میں کوشش کرے

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ

اُولٰٓئِكَ	مَا كَانَ	لَهُمْ	اَنْ	يَّدْخُلُوْهَا	اِلَّا	خَآئِفِيْنَ	لَهُمْ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ	وَّلَهُمْ
یہ لوگ	نہ تھا	ان کیلئے	کہ	وہاں داخل ہوتے	مگر	ڈرتے ہوئے	ان کیلئے	دنیا میں	رسوائی	اور ان کیلئے

ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا ان لوگوں کو دُنیا میں بھی رُسوائی ہوگی اور ان کو

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ

فِي الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	وَلِلّٰهِ	الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ	فَاَيْنَمَا	تُوَلُّوْا	فَثَمَّ	وَجْهُ اللّٰهِ
آخرت میں	عذاب	بڑا	اور اللہ کیلئے	مشرق	اور مغرب	سو جس طرف	تم منہ کرو	تو اس طرف	اللہ کا سامنا

آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی اور اللہ ہی کی مملوک ہیں مشرق بھی اور مغرب بھی تو تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو اُدھر اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اِنَّ	اللّٰهَ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
بیشک	اللہ	وسعت والا	جاننے والا

کیونکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں کامل العلم ہیں۔

مشرکین کے دعوائے حق پرستی کی تردید

اہل عرب میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین بھی تھے یہ مشرکین بھی اہلِ کتاب کی طرح یہی دعویٰ کرتے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے سوا سب بے دین و گمراہ ہیں۔

حق تعالیٰ ان کی مذمت فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ.....الی.....عَذَابٌ عَظِيْمٌ

۶ ہجری ماہ ذی قعدہ کے پہلے ہفتہ میں دوشنبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمعہ صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ سے مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا چاہا لیکن مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک دیا اور مکہ میں داخل نہ ہونے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے فرمایا کہ بَيْتُ الْعَتِيْقِ خانہ کعبہ سے تو کسی کو روکا نہیں جاتا پھر تم مجھے کیوں روکتے ہو؟ مشرکین کہنے لگے کہ ہم ایسے لوگوں کو نہیں آنے دیں گے جنہوں نے بدر کے روز ہمارے باپ، چچا اور بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ بہر حال مشرکین سے ایک صلح نامہ پر راضی نامہ ہوگیا اور اُس سال مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ انہی کفار و مشرکین کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرح یہ مشرکین عرب بھی مسلمانوں سے دِلی عداوت رکھتے ہیں اور ظلم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ مذہبی

فریضہ سے روکتے ہیں اور مسجد حرام جیسی مقدس جگہ میں مسلمانوں کو اللہ کا نام نہیں لینے دیتے اور اس طرح خانہ خدا کو بے رونق اور ویران کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خود ان لوگوں کو ان مقاماتِ مقدسہ میں انتہائی ادب اور خوف سے جانا چاہئے تھا نہ یہ کہ ایسے متبرک مقام میں گندگی اور مرے ہوئے جانوروں کی انتڑیاں وغیرہ ڈالتے تو یہ حق پر تو کیا ہوئے جیسا کہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ایسے ظالم لوگوں کے لئے اس دُنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں تو عذابِ عظیم ہوگا ہی۔

یہاں اس آیت میں مشرکین اور کفار مکہ کے متعلق جو دُنیوی ذلت اور رسوائی کی پیشینگوئی فرمائی گئی تھی وہ بحمد للہ ان کے حق میں پوری ہوئی اور وہ اس طرح کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ اس سال کے بعد حج میں کوئی مشرک نہ آنے پائے چنانچہ سرزمین عرب کفار و مشرکین سے پاک ہو گئی اور سب وہاں سے نکال دیئے گئے۔

جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ حکم اس آیت کا عام ہے ہر شخص جو مسجد میں ذکر اللہ سے منع کرے اور خانہ خدا کو ویران کرنے کی کوشش کرے اس آیت کے حکم میں داخل ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے یہ آیت اور بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی حقیقی آبادی اور رونق صرف ظاہری عمارت کی شان و شوکت اور زیب و زینت اور رنگ و روغن سے نہیں بلکہ حقیقی آبادی ذکر اللہ سے ہے۔

مسلمانوں کو تسلی:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ایسے مسلمان جنہیں مسجد الحرام میں جانے اور اللہ کے ذکر و عبادت سے روکا گیا تھا اُن کی تسلی و تسکین کیلئے ارشاد فرمایا گیا کہ بسبب روک دینے مسجد حرام سے ملول نہ ہوں کیونکہ تمام مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس جگہ بھی اُس کی عبادت و بندگی کریں گے اللہ تعالیٰ وہیں حاضر و ناظر ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک بار مسلمان کسی سفر جہاد میں تھے شب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن تاریکی کی وجہ سے قبلہ کی سمت محسوس نہ ہوئی ہر چند کوشش کی مگر قبلہ کا صحیح رُخ معلوم نہ ہو سکا آخر کار سب نے اپنے اپنے گمان اور خیال کے اعتبار سے جدھر قبلہ سمجھا اُسی طرف کو رُخ کر کے نماز پڑھ لی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس بنا پر حاصل مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے لئے ہے ہر طرف اسی کا جلوہ ہے اگر تاریکی وغیرہ کے عذر سے سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو سکے تو جدھر کو بھی منہ کر کے اللہ کو سجدہ کر لو گے سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اللہ ہر طرف ہے کسی خاص سمت و جہت میں محدود نہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو شرک و کفر کی گمراہیوں سے بچا کر ایمان و اسلام کی ہدایت و نعمت نصیب فرمائی۔

یا اللہ! ہمیں اپنی مساجد کی عزت و عظمت عطا فرما اور ہمیں ان کے آباد رکھنے والوں میں بنا آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

وَقَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ	بَلْ لَّهٗ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ
اور انہوں نے کہا	بنالیا	اللہ	بیٹا	وہ پاک ہے	بلکہ اس کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور زمین	سب	اس کیلئے	زیر فرمان

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ بلکہ خاص اللہ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اُنکے محکوم ہیں

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

بَدِیْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاِذَا	قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	یَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَیَكُوْنُ
پیدا کرنے والا	آسمانوں	اور زمین	اور جب	وہ فیصلہ کرتا ہے	کوئی کام	تو بھی	کہتا ہے	اسے	"ہوجا"	تو وہ ہوجاتا ہے

موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کا پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اسکو فرما دیتے ہیں کہ ہوجا بس وہ ہوجاتا ہے

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے
ایک غلط عقیدے کا رد

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا "اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے"

بعض یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عیسائی یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا کہتے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات میں اس کی خبر دی گئی ہے۔

پانچ دلیلیں، اس غلط قول اور باطل عقیدہ کے ردّ میں بیان فرمائی جاتی ہیں۔

پہلی دلیل لفظ سُبْحٰنَهٗ میں دی گئی یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین (معاذ اللہ) یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا رکھی ہے حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا ہونا عقلاً بھی ناممکن ہے اس لئے کہ بیٹا باپ کے مماثل اور مشابہ اور ہم جنس ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ بے مثل اور بیچون و چگون ہے ورنہ بیٹا اگر باپ کے ہم جنس نہ ہو تو پھر وہ بیٹا اُس باپ کا فرزند نہ ہوگا نیز بیٹے کا باپ کے ہم جنس نہ ہونا ایک عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، نیز باپ اولاد کا محتاج ہوتا ہے اور اولاد سے پہلے بیوی کا محتاج ہوتا ہے کہ اولاد بغیر زوجہ کے عادۃً ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ صَمَدْ یعنی بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔

دوسری دلیل بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں فرمائی یعنی اُس کے لئے کوئی اولاد نہیں بلکہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں خاص اُسی کی مملوک ہیں یعنی تمام کائنات کا وہی مالک ہے اور جب وہ مالک و خالق ٹھہرا تو والد اور ولد کا تعلق کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ ملکیت اور ابنیت جمع نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ مملوک و مخلوق مالک اور خالق کے ہم جنس نہیں اور فرزند باپ کے ہم جنس ہوتا ہے۔

تیسری دلیل كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ فرمائی یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے تمام کے تمام جن میں فرشتے، جنات اور انسان سب ہی شامل ہیں اور جن میں حضرت عزیر اور حضرت مسیح بھی داخل ہیں سب اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں، بعضے برضا و رغبت

جیسے فرشتے اور انبیاء کرام اور مؤمنین صالحین اور بعضے جبراً وقہراً جیسے شیاطین الانس والجن اور کفار و فجار یہ کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کے ارادہ اور مشیت کو ٹال سکے اور اس کے حکم سے سرتابی کر سکے اور کافر و فاجر جو ظاہراً حق تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں وہ تکوینی اور باطنی طور پر اللہ ہی کی دی ہوئی قدرت سے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت و مصلحت سے اُن کو معصیت کی قدرت دی ہے ورنہ اگر وہ قدرت نہ دیتا تو کوئی معصیت نہ کرسکتا غرض یہ کہ تمام موجودات اُسی کے قبضہ و تصرف میں ہے جس کو چاہے مارے جس کو چاہے جلادے کوئی اُس کے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتا اور جس کی یہ شان ہو اس کا کوئی ہم جنس اور مماثل نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے۔ نہ اُس کی نظیر ہے، نہ شبیہ، نہ مثل، نہ مانند۔

چوتھی دلیل یہ فرمائی کہ وہ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یعنی اللہ نے تمام عالم کو عدم سے وجود کا جامہ پہنایا کوئی مادہ اور صورت پہلے سے موجود نہ تھا بغیر کسی تشبیہ اور تمثیل کے محض اپنی قدرت سے تمام کائنات کو پردہ عدم سے وجود میں لایا تو جس کی قدرت اتنی عظیم اور عجیب ہو اس کو کسی معاون و مددگار جس میں اولاد بھی داخل ہے کی کیا ضرورت؟

پانچویں دلیل یہ فرمائی وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تخلیق اور ایجاد میں اسباب اور وسائل کی ضرورت نہیں صرف اُس کا حکم اور اشارہ کافی ہے ارادۂ الٰہی کے ساتھ ساتھ فوراً اس چیز کا وجود ہو جاتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے تو جو اللہ اتنا زبردست قادر ہو اور ایسی عظیم قدرت والا ہو اس کو نہ کسی شریک کار کی ضرورت ہے نہ کسی نائب نہ معاون نہ مددگار کی۔ لہٰذا نہ اُس کے کوئی وَلَدْ ہے نہ نائب۔

الغرض یہاں ان پانچ دلائل سے یہود کا عقیدہ کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور مشرکین عرب کا عقیدہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں سب کا رَدّ ہوگیا اور ان عقائد کی وجہ سے یہ تینوں فرقے باطل ٹھہرے نہ کہ حق پر جیسا کہ ان تینوں میں سے ہر فرقہ دعویٰ کرتا تھا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو توحید پر ایمان والا بنایا۔

یا اللہ! ہر حال میں ہم کو صحیح اسلامی اور ایمانی عقائد پر قائم رکھنا اور اپنی ذات عالی اور قدرت کا یقین کامل نصیب فرما اور ہر طرح کے کفر و شرک اور گمراہی کی باتوں سے ہماری حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ	لَوْلَا	يُكَلِّمُنَا	اللّٰهُ	اَوْ	تَاْتِيْنَآ	اٰيَةٌ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
اور کہا	جو لوگ	علم نہیں رکھتے	کیوں نہیں	ہم سے کلام کرتا ہے	اللہ	یا	ہمارے پاس آتی	کوئی نشانی	اسی طرح	کہا	جو لوگ

اور جاہل یوں کہتے ہیں کہ ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آجائے اسی طرح وہ لوگ بھی کہتے چلے آئے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ

مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّثْلَ	قَوْلِهِمْ	تَشَابَهَتْ	قُلُوْبُهُمْ	قَدْ بَيَّنَّا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ	اِنَّآ
ان سے پہلے	جیسی	انکی بات	ایک جیسے ہوگئے	انکے دل	ہم نے واضح کردیں	نشانیاں	لوگوں کیلئے	یقین رکھتے ہیں	بیشک ہم

جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان ہی کا سا قول ان سب کے قلوب باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ہم نے تو بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کردی ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین چاہتے ہیں

اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

	اَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا	وَّنَذِيْرًا	وَّلَا تُسْئَلُ	عَنْ	اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ	
	آپ کو بھیجا	حق کیساتھ	خوشخبری دینے والا	اور ڈرانے والا	اور نہ آپ سے پوچھا جائے گا	سے	دوزخ والے	

ہم نے آپکو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہیئے اور ڈراتے رہیئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی بازپرس نہ ہوگی۔

رسالت کے متعلق کافروں کے شبہات کا ازالہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ

یعنی جاہل یہود ونصاریٰ اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرتے کہ خود اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتے خواہ فرشتوں کے بغیر جیسے خود فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں یا فرشتوں کے واسطے سے جیسے پیغمبروں سے بطور وحی بات کرتے ہیں اور اس کلام میں یا تو خود ہم کو احکام بتادیں کہ دوسرے رسول کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہے یا کم از کم اتنا ہی کہہ دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے رسول ہیں تو ہم آپ کی رسالت کے قائل ہو کر آپ کی اطاعت کرنے لگیں یا اگر کلام نہیں فرماتے تو ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل نبوت ورسالت کی آجائے۔

پس جو یہود ونصاریٰ اور مشرکین اپنے جہل سے یہ مطالبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے ان کے متعلق حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ ...... الیٰ ...... لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

یعنی یہ منکرین جیسی جہل وگمراہی کی باتیں نبوت ورسالت کے متعلق کہتے ہیں ایسی ہی جاہلانہ باتیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کے متعلق کہی تھیں اور یونہی سرکشی وکفر کیا تھا ہٹ دھرمی، عناد اور سرکشی ان سب ہی کا شیوہ تھا۔ ان کے قلوب ہی ٹیڑھے ہیں یہ حسب مطالبہ معجزہ اور نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اور یہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین تو کوئی ایک ہی دلیل یا نشانی رسالت محمدیہ کے ثبوت میں مانگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تو بہت سی دلیلیں اور نشانیاں رسالتِ محمدیہ کے ثبوت میں ظاہر فرمادی ہیں اور کھلے کھلے معجزات اپنے رسول کو عطا

فرمائے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچائی، امانت، پاکبازی اور عقل وفہم میں بے مثال ہونا۔ قرآن کریم کا ہر طرح سے بے مثال ہونا۔ مخالفین کا اُس کے مقابلہ میں عاجز رہنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج میں تشریف لے جانا۔ لکڑی کے ستون کا آپ کی جدائی سے رونا۔ آپ کے دست مبارک میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا' دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہہ نکلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے پھیرنے سے سخت بیماریوں کا دور ہو جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء سے بادل کا فوراً اُٹھ آنا اور بارش ہونا اور پھر آپ کے اشارہ سے بادل کا ہٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔

پھر آیت کے اخیر میں حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہماری بیان کی ہوئی نشانیاں اور دلائل اُن ہی لوگوں کے لئے مفید اور نافع ہو سکتی ہیں جو یقین اور اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ ان معترضین کو محض ضد وعناد ہے۔ حق طلبی ان کو منظور ہی نہیں سوایسوں کو تسلی وتشفی نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے اور یہ معجزات اور نشانیاں دیکھتے بھی ہیں تو اُس کو سحر پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ومشرکین جن میں یہود ونصاریٰ بھی شامل تھے کی جہالت اور عناد سے تنگی ہوتی اور ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کو غم ہوتا اس لئے آگے حق تعالیٰ آپ کی تسلی فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر خلق کی طرف بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوشخبری سناتے رہئے اور نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈراتے رہئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہیں ہوگی (کہ ان لوگوں نے کیوں دین حق قبول نہیں کیا اور کیوں جہنم میں گئے، اس لئے آپ اپنا کام کرتے رہئے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر، آپ کا کام تو پیغامِ الٰہی پہنچا دینا ہے ماننا نہ ماننا بندوں کا کام ہے اس کا حساب اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔)''

اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیاتِ قرآن پاک میں آئی ہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو اپنا سچا بندہ اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمارے قلوب میں یقین کی دولت عطا فرما۔ اور اپنی رضا کے مقام یعنی جنت میں ہمارا ٹھکانا بنا اور غصہ اور غضب کے مقام جہنم سے ہم کو بچنا نصیب فرما آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ

وَلَنْ تَرْضَىٰ	عَنْكَ	الْيَهُودُ	وَلَا	النَّصَارَىٰ	حَتَّىٰ	تَتَّبِعَ	مِلَّتَهُمْ	قُلْ	إِنَّ	هُدَى	اللَّهِ
اور ہرگز راضی نہ ہونگے	آپ سے	یہودی	اور نہ	نصاریٰ	جب تک	آپ پیروی (نہ) کریں	انکا دین	کہدیں	بیشک	ہدایت	اللہ

اور کبھی خوش نہ ہوں گے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ انکے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں آپ کہہ دیجئے کہ حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے

هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ

هُوَ	الْهُدَىٰ	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ	أَهْوَاءَهُمْ	بَعْدَ	الَّذِي	جَاءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	مَا لَكَ	مِنَ اللَّهِ
وہی	ہدایت	اور اگر	آپ نے پیروی کی	اُن کی خواہشات	بعد	وہ جو کہ (جبکہ)	آپ کے پاس آگیا	سے	علم	نہیں آپ کیلئے	اللہ سے

جسکو خدا نے بتایا ہے اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں انکے غلط خیالات کا علم آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے

مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ

مِنْ	وَلِيٍّ	وَلَا	نَصِيرٍ	الَّذِينَ	آتَيْنَاهُمُ	الْكِتَابَ	يَتْلُونَهُ	حَقَّ	تِلَاوَتِهِ	أُولَٰئِكَ
کوئی	حمایت کرنیوالا	اور نہ	مددگار	جنہیں	ہم نے دی	کتاب	اسکی تلاوت کرتے ہیں	حق	اسکی تلاوت	وہی لوگ

نہ مددگار جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اسکی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے

يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٢١﴾

يُؤْمِنُونَ بِهِ	وَمَنْ	يَكْفُرْ بِهِ	فَأُولَٰئِكَ	هُمُ	الْخَاسِرُونَ
ایمان رکھتے ہیں اس پر	اور جو	انکار کریں اسکا	وہی	وہ	خسارہ پانے والے

ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے

یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے:
وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى یعنی ان یہود ونصاریٰ میں سے ضدی اور معاند اور متعصب لوگوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع کی تو ان کو کیا توفیق ہوتی وہ تو یہاں تک اپنے باطل خیالات میں بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر میں ہیں شروع شروع میں بعض مباح امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت فرما لیتے تھے اس غرض سے کہ یہ کچھ نرم ہو کر اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ آپ اس خواہش کو چھوڑ دیجئے کہ جس سے یہ یہود ونصاریٰ راضی ہو کر موافق ہو جائیں ان کا آپ سے راضی ہونا محال اور ناممکن ہے وہ اس غرور میں ہیں کہ ہم کتب الٰہیہ کے علوم کے حامل اور علمبردار ہیں ہم کسی کا کیوں اتباع کریں۔ ہم تو سب کے مقتداء اور سردار ہیں لہٰذا جو شخص اپنے آپ کو مقتداء سمجھتا ہو وہ مقتدی بننے پر کب راضی ہو سکتا ہے یہود ونصاریٰ کے اس خیال

خام کے جواب میں تلقین فرمائی گئی کہ ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق اللہ کی ہدایت ہر زمانہ میں وہی ہدایت ہے جو اُس زمانہ کا نبی اور رسول لے کر آئے اور گزشتہ ہدایتیں اگر چہ اپنے اپنے وقت پر ہدایتیں تھیں مگر منسوخ ہو جانے کے بعد وہ ہُدیٰ ہُدیٰ نہیں رہتی بلکہ ہوائے نفس بن جاتی ہے اور نفسانی خواہشات کا اتباع بھی ہدایت نہیں ہو سکتا اسی سلسلہ میں آگے ارشاد ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ...... الی ...... مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

"اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں تو آپ کے لئے اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی یار ہو گا نہ مددگار" یہاں یہ خطاب ظاہراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ مقصود سنانا معاندین کو ہے عناد کی بناء پر ان کو مخاطب بھی نہیں بنایا اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ گو یہاں خطاب لفظاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مراد اُمت ہی ہے اور اصل حکم اسی کو ہے اور اس طرز مخاطبت سے مقصود مسئلہ کی اہمیت پر زور دینا ہے کہ منکروں کی طرف میلان پر ایسا معاملہ بفرض محال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے تو دوسروں کا تو کیا ذکر، یہاں تک تو اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ایسے لوگوں کا ذکر تھا جو اسلام کی مخالفت کرتے تھے اور بوجہ تعصب و عناد و حسد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتے تھے۔ آگے ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو حق پرست تھے۔

یہود و نصاریٰ کے حق پرست لوگ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ ...... الی ...... هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یعنی وہ یہود و نصاریٰ جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب تورات و انجیل دی اور وہ اسکی تلاوت اس طرح کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے یعنی اُس کے احکامات کو دل سے مانا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف اور رد و بدل لفظی یا معنوی نہیں کی تو ایسے لوگ البتہ دین حق پر ایمان لے آتے ہیں یعنی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ نبی آخر الزماں پر ایمان نہیں لاتے وہ درحقیقت اپنی اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں رکھتے اور توریت و انجیل میں تحریف کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی جو بشارتیں اُن کی کتاب میں مذکور ہیں ان کا انکار کرتے ہیں پس یہی لوگ خسارہ والے ہیں کہ اپنی کتاب پر جو ایمان رکھتے تھے وہ بھی ہاتھ سے گیا اور جو ثمرات و انعاماتِ الٰہیہ دین حق پر ایمان سے عطا ہوتے اُن سے بھی محروم رہے اور اس طرح اپنا ہی نقصان کیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر اہل کتاب نیک نیتی اور اخلاص سے کام لیں اور ضد و نفسانیت اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں اور قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو جائیں تو ان کو دو گنا اجر ملے گا جس کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر اب تک ظاہر ہوتی آئی ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہوتی رہیں گی اللہ تعالیٰ اس دین محمدی کی حفاظت فرمائیں اور دُنیا میں اس کی شوکت اور غلبہ کو بلند فرمائیں آمین۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ ہمیں اور تمام اُمتِ مسلمہ کو ایمان و اسلام پر مضبوطی سے جمے رہنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس دور میں امت مسلمہ میں یہود و نصاریٰ کی معاشرت، تہذیب و تمدن کی طرف جو میلان پیدا ہو گیا ہے اس سب سے اس امت کو بچا لیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ
اے بنی اسرائیل	تم یاد کرو	میری نعمت	جو کہ	میں نے انعام کی	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تمہیں فضیلت دی	پر	زمانے والے

اے اولاد یعقوبؑ میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جنکا میں نے تم پر انعام کیا اور اُسکو کہ میں نے تمکو بہت لوگوں پر فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے جسمیں کوئی شخص کسی شخص کیطرف

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	لَا تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ نَّفْسٍ	شَيْئًا	وَلَا يُقْبَلُ	مِنْهَا	عَدْلٌ	وَلَا	تَنْفَعُهَا	شَفَاعَةٌ
اور ڈرو	وہ دن	بدلہ نہ ہوگا	کوئی شخص	کسی شخص سے	کچھ	اور نہ قبول کیا جائے گا	اس سے	کوئی معاوضہ	اور نہ	اسے نفع دے گی	کوئی سفارش

سے نہ کوئی مطالبہ ادا کرنے پائے گا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائیگا اور نہ کسی کو کوئی سفارش مفید ہوگی

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾	وَلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ
اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا۔	اور نہ	ان	مدد کی جائے گی

بنی اسرائیل کو انعاماتِ الٰہیہ کی پھر یاددہانی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

"اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے ان احسانوں کو جو میں نے تم پر کئے ہیں"

بنی اسرائیل کو اس سورت میں تین مرتبہ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ان کو اپنے خطاب سے مشرف و سرفراز فرمایا اور اس نسبت کو یاد دلا کر شکر اور اطاعت کی دعوت دی اور ارشاد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو اس حیثیت سے یاد کرو کہ وہ میرا عطیہ تھیں میری نسبت کے شرف و عزت کو دیکھو اور یاد کرو اور پھر اس حیثیت کو دیکھو کہ اس نعمت کا میں نے تم پر محض اپنی مہربانی سے انعام کیا تھا تمہارا کوئی استحقاق نہ تھا اور اس امر کو یاد کرو کہ میں نے تم کو محض اپنے فضل سے سارے جہان کے لوگوں پر فضیلت اور بزرگی دی تھی یہ بزرگی میرا عطیہ تھا تمہاری ذاتی شے نہ تھی کہ تم سے جدا نہ ہو سکے تم اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ یہ بزرگی تم سے چھینی نہیں جاسکتی اگر اس فضیلت اور بزرگی کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو ہمارے رسول کی اطاعت کرو اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ گویا اس قوم کو آخرت کے نتائج سے پھر آگاہ کیا جارہا ہے کہ دنیا میں تو انسان کسی کی مدد سے بدلہ یا معاوضہ سے سفارش یا زور سے بچ سکتا ہے لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے کوئی چیز بھی کام نہ دے گی۔ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

نعمتوں کی یاددہانی کا مقصد

مقصود وہی دعوتِ اسلام اور حقانیت اسلام کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کی شکرگزاری میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ ورنہ پھر انکار کی صورت میں تم عذاب قیامت سے بچ نہیں سکتے۔

اہل ایمان کیلئے شفاعت ثابت ہے

یہاں جس سفارش اور شفاعت کا ذکر ہے کہ قیامت میں کارآمد اور مفید نہ ہوگی وہ ان کے لئے ہے جو صاحبِ ایمان نہ ہوں اہلِ ایمان کو انبیاء اولیاء وغیرہ کی شفاعت سے قیامت میں ضرور نفع ہوگا جیسا کہ قرآنِ کریم کے دوسرے مواقع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور جو اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ

وَاِذِ	ابْتَلٰٓی	اِبْرٰھٖمَ	رَبُّہٗ	بِکَلِمٰتٍ	فَاَتَمَّھُنَّ	قَالَ	اِنِّیْ	جَاعِلُكَ	لِلنَّاسِ	اِمَامًا	قَالَ	وَمِنْ	ذُرِّیَّتِیْ
اور جب	آزمایا	ابراہیم	انکا رب	چند باتوں سے	تو وہ پوری کردیں	اسنے فرمایا	بیشک میں	تمہیں بنانے والا ہوں	لوگوں کا	امام	اسنے کہا	اور سے	میری اولاد

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انکے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ انکو پورے طور سے بجالائے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمکو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا

قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

قَالَ	لَا یَنَالُ	عَھْدِی	الظّٰلِمِیْنَ
اس نے فرمایا	نہیں پہنچتا	میرا عہد	ظالم (جمع)

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کسی کو ارشاد ہوا کہ میرا عہد خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔

ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ اور اسکے مقاصد

اول: یہ کہ امامت اور پیشوائی کا مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے امتحان میں کامیاب اور درست نکلے ظالم اور فاسق ہو کر امامت اور دینی سرداری و پیشوائی کا خیال بالکل غلط ہے۔

دوم: یہ بتانا ہے کہ خانہ کعبہ جو اہل اسلام کا قبلہ ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا بنایا ہوا ہے۔ اس کی فضیلت اور بزرگی میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا اور اہلِ اسلام کا قبلہ وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

سوم: یہ ملت اسلام وہی ملت ابراہیمی ہے۔

چہارم: یہ کہ اُمتِ مسلمہ اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور بعثت کی دُعاء سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر وہی ہوسکتا ہے کہ جو ملتِ اسلام کو قبول کرے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

پنجم: یہ کہ بنی اسرائیل کا یہ خیال کرنا کہ نبی آخر الزماں ہمارے خاندان سے نہیں اس لئے ہم اُن پر ایمان نہیں لائیں گے یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے تھے ایک اسحاق علیہ السلام جن کے بیٹے اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

ایک مدت تک نبوت و رسالت حضرت اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں رہی اب وہ فضیلت حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو پہنچی یعنی نبوت و رسالت اب بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونوں ہی بیٹوں کے لئے برکت کی دُعاء مانگی تھی پس یہود کو چاہیئے کہ اب نبی آخر الزماں پر ایمان لائیں کہ جو ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور جن کا ظہور دُعاء ابراہیمی کی برکت و ثمرہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں:

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مختلف امتحانات اور ان میں اُن کی کامیابی اور پھر اس کے انعام وصلہ کا بیان فرمایا ہے پھر جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ازراہِ شفقت اپنی اولاد کے لئے بھی اسی انعام کی درخواست کی تو انعام پانے کا ایک ضابطہ ارشاد فرمادیا گیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کی منظوری مشروط صورت میں دی گئی کہ یہ انعام آپ کی ذریت کو بھی ملے گا مگر جو لوگ ذرّیت میں

نافرمان فاسق اور ظالم ہوں گے وہ یہ انعام نہ پاسکیں گے۔

ان آزمائشوں کے ذریعے اپنے خلیل علیہ السلام کی تربیت کر کے آپ کے درجات و مقاماتِ عالیہ تک پہنچانا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جلالت شان کو نمایاں فرمانا مقصود تھا۔

پہلا امتحان تو یہی تھا کہ پوری قوم حتی کہ اپنا خاندان اور گھرانہ سب بت پرستی میں مبتلا تھے سب کے عقائد و رسوم سے مختلف ایک دین حنیف اُن کو عطا کیا گیا اور اس کی تبلیغ اور قوم کو اس کی طرف دعوت دینے کا بارگراں آپ پر ڈالا گیا آپ نے پیغمبرانہ جرأت و ہمت کے ساتھ بے خوف و خطر قوم کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف بلایا بت پرستی کی شرمناک رسم کی خرابیاں مختلف عنوانات سے بیان کیں۔ عملی طور پر بتوں کے خلاف جہاد کیا اور بادشاہِ وقت نمرود اور اس کی قوم نے آپ کو آگ میں ڈال کر زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا اللہ کے خلیل نے ان سب بلاؤں پر راضی ہو کر اپنے آپ کو آگ میں ڈال دینے کے لئے پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امتحان میں اپنے خلیل کو کامیاب پایا تو آگ کو حکم فرما دیا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۔" اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور ذریعۂ سلامتی بن جا۔"

دوسرا امتحان یہ لیا گیا کہ اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے خداوندی کی تڑپ میں قوم و وطن کو بھی خیر باد کہہ دیا اور ملک شام میں چلے آئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ حکم ملا جو تیسرا امتحان تھا کہ بی بی ہاجرہؓ اور ان کے شیر خوار بچہ اسمٰعیل کو ساتھ لے کر شام سے کوچ کر جائیں۔ آپ دونوں کو ساتھ لے کر چلے جب چٹیل میدان اور گرم ریگستان اور بے آب و دانہ سنسان بیابان جہاں نہ آدم نہ حیوان، نہ چرند پرند، آجاتا ہے جہاں اب بَیْتُ اللّٰه کی تعمیر اور شہر مکہ معظمہ آباد ہے تو اس بے آب و گیاہ میدان میں آپ کو اُتار دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ بی بی اور بچہ کو یہیں چھوڑیں اور خود ملک شام کو واپس ہو جائیں۔ اللہ کے خلیل حکم پاتے ہی تعمیل ارشاد میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک تھیلی کھجوروں کی اور ایک مشکیزہ پانی کا دے کر بیوی بچہ کو چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں تعمیل حکم میں اتنی تاخیر بھی گوارا نہیں کہ بیوی کو یہ اطلاع ہی دے دیں۔ حضرت ہاجرہ جب آپ کو جاتے ہوئے دیکھتی ہیں تو پکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس لق و دق میدان میں چھوڑ کر ہم کو آپ کہاں جا رہے ہیں؟ مگر آپ کچھ جواب نہیں دیتے مگر وہ بی بی بھی حضرت خلیل اللہ کی بیوی تھیں سمجھ گئیں کہ یہ ماجرا کیا ہے اور کہنے لگیں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت ہاجرہؓ کو جب حکمِ خداوندی کا علم ہو گیا تو فرمایا کہ اچھا جائیے جس مالک نے آپ کو چلے جانے کا حکم فرمایا ہے وہ ہمیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر رحمت خداوندی نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو پالا اور خشک زمین سے پانی کا ایک چشمہ جس کو آج تک زم زم کہتے ہیں نکال دیا پھر آبادی کا سامان ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی تشریف لاتے اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو دیکھ جاتے جب حضرت اسمٰعیل بڑے اور سمجھدار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ چوتھا امتحان لیتے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم خداوندی ہوتا ہے کہ بچہ کو ہمارے نام پر قربان کر دو اور اپنے ہاتھ سے اپنے پیارے بچہ کو ذبح کر دو پھر اس خواب کی تعمیل میں جو واقعہ پیش آیا وہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل سے اپنا یہ خواب بیان فرمایا تو فرزند سعید نے بخوشی اپنی جان قربان کرنے کی آمادگی ظاہر فرمائی۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صاحبزادے کو منیٰ کے جنگل میں لے جانا اور اپنی طرف

سے حکم حق جل وعلا کی پوری تعمیل میں حضرت اسمٰعیل کے گلے پر پوری طاقت سے چھری پھیر دینا مگر چھری کا ایک بال بھی نہ کاٹنا اور پھر جنت سے ایک فدیہ کا آنا اور اُس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذبح کرنا اور اس سنتِ ابراہیمی کا آنے والی دنیا کے لئے دائمی سنتِ قربانی بن جانا اور حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا سے ارشاد فرمانا کہ خواب میں جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اس کو پورا کر دیا۔

ان امتحانات کی تکمیل اور کامیابی کا انعام اور صلہ یہ ملا إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کو لوگوں کا امام و پیشوا بنانے والا ہوں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے متعلق یہ خوشخبری سنائی گئی تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درخواست پیش فرمائی قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (میری اولاد میں بھی) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری اولاد اور نسل سے بھی امام و نبی بنایئے۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوا قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ یعنی آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اس کا ضابطہ سن لیجئے کہ میرا یہ عہدہ ظالموں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو نہیں ملے گا۔

چنانچہ ایک مدتِ دراز تک امامت و قیادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے اندر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں رہی لیکن جب وہ ظلم کے مرتکب ہوئے اور شرک اور تحریف تورات و انجیل اور قتل انبیاء اور نافرمانی احکام وغیرہ وغیرہ میں مبتلا ہوئے اور منصب امامت کے بالکل اہل نہ رہے تو یہ امامت بنی اسرائیل سے بدل کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوگئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہود جو دعویدار تھے کہ نبوت ہمارا ہی ورثہ ہے اور امامت و نبوت و رسالت بنی اسرائیل ہی میں ہوتی چلی آئی ہے اس لئے ہم اسمٰعیلی نبی کا اتباع نہیں کر سکتے تو اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اور یہ ثابت فرمایا گیا کہ امامت اور پیشوائی کا منصب و مرتبہ جب ہی ملتا ہے کہ جب اللہ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری ہو اور اللہ کے امتحان میں کامیاب نکلے ظالم اور فاسق ہو کر نہ امامت اور دینی پیشوائی کسی کو ملی ہے نہ آئندہ ملے گی خدا پرست انسانوں ہی کے لئے امامت و نبوت مخصوص رہی خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا اسمٰعیلی۔ سلسلہ نسب کو کوئی دخل نہیں ہے پھر دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ظالمین و فاسقین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچالیں۔ ہر حال میں ہمارے دین کی حفاظت فرمائیں اور اسلام پر ہم کو استقامت بخشیں۔ اے اللہ! ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرما اور ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرما اور اسلام کی بدولت دین و دنیا میں عزت، غلبہ اور شوکت نصیب فرما آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ

وَاِذْ	جَعَلْنَا	الْبَيْتَ	مَثَابَةً	لِّلنَّاسِ	وَاَمْنًا	وَاتَّخِذُوْا	مِنْ	مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ	مُصَلًّى	وَعَهِدْنَآ
اور جب	بنایا ہم نے	خانہ کعبہ	اجتماع کی جگہ	لوگوں کیلئے	اور امن کی جگہ	اور تم بناؤ	سے	''مقام ابراہیم''	نماز کی جگہ	اور ہم نے حکم دیا

اور جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور امن مقرر رکھا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے

اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	اَنْ	طَهِّرَا	بَيْتِىَ	لِلطَّآئِفِيْنَ	وَالْعٰكِفِيْنَ	وَالرُّكَّعِ	السُّجُوْدِ
ابراہیم کو	اور اسمٰعیل کو	کہ وہ	پاک رکھیں	میرا گھر	طواف کرنے والوں کیلئے	اور اعتکاف کرنیوالے	اور رکوع کرنیوالے	سجدہ کرنیوالے

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے

خانہ کعبہ کی فضیلت

یہود خانہ کعبہ کی بزرگی اور فضیلت کے قائل نہ تھے اور حج بیت اللہ کو بھی ایک فضول حرکت جانتے تھے اور کہتے کہ یہ صرف عرب کے جاہلوں کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ نہیں اور نہ اس کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور نہ حاجیوں اور طواف کرنے والوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کے اس خیال باطل کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مرجع خلائق اور مقام امن ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا

''اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مقام امن ہمیشہ سے مقرر رکھا۔''

یہاں آیت کے اس جملہ میں الْبَيْتَ جس کے لفظی معنی گھر کے ہیں اس سے مراد بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں مَسْجِدُ الْحَرَامُ میں واقع ہے۔

یہاں اس آیت میں بَيْتُ اللهِ یعنی خانہ کعبہ کی فضیلت کے سلسلہ میں دو باتیں فرمائی گئیں ایک تو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ فرمایا دوسرے وَاَمْنًا۔

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کے معنی ہیں آدمیوں کے لئے بار بار لوٹنے یا رجوع کرنے کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو یہ خاص فضیلت بخشی ہے کہ وہ ہمیشہ مرجع خلائق بنا رہے گا اور لوگ بار بار اُس کی طرف جانے کے آرزومند رہیں گے چنانچہ اہلِ ایمان کبھی اس کی زیارت سے سیر نہیں ہوتے بلکہ ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ زیارت و طواف کا شوق لے کر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے دِل میں خانہ کعبہ کا شوق جذبِ مقناطیسی کی طرح ڈال دیا ہے اس لئے لاکھوں آدمی دور دراز سے وہاں آتے ہیں اور بیت اللہ ہی کا وصف ہے کہ بار بار حج کرتے ہیں اور دِل نہیں بھرتا۔

دوسری صفت بیت اللہ کی وَاَمْنًا فرمائی یعنی امن کی جگہ، خانہ کعبہ کی عمارت اور اس کے اِردگرد کا علاقہ جو حرم میں داخل ہے اُس میں خونریزی یا جانوروں کا شکار قطعاً ممنوع ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی عربوں میں دستور تھا کہ حرم میں اپنے باپ اور بھائی کا قاتل بھی کسی کو ملتا تو انتقام نہیں لیتے تھے اور عام جنگ و

9 قتال کو بھی حرم میں حرام سمجھتے تھے۔ شریعت اسلام میں بھی یہ حکم اسی طرح باقی رکھا گیا۔

فتح مکہ کے دن صرف چند گھنٹوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ارض حرم میں قتال کو جائز کیا گیا تھا مگر اسی وقت پھر ہمیشہ کیلئے حرام کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں اس کا اعلان فرما دیا تھا الغرض اس درجہ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے امن کی جگہ بنایا۔

مقامِ ابراہیم

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ''اور بناؤ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ'' یہاں مقامِ ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں چنتے تھے اور جوں جوں دیواریں بلند ہوتی جاتی تھیں وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا تھا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر اور گارا دیتے اور دُعاء کرتے جاتے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کا نشان بطور معجزہ پڑ گیا تھا۔ اب سعودی عرب کے شاہ فیصل کے زمانہ میں موٹے شیشے کے اندر یہ پتھر محفوظ کر دیا ہے خانہ کعبہ کے طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف اس مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کی جاتی ہے۔ جسے طواف کے نفل کہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی پاکی کا حکم

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ یعنی یہود و نصاریٰ جو حج بیت اللہ کے منکر تھے اُن کو یہاں جتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بَيْتُ الْعَتِيْق کو طواف کرنے والوں اور حج و عمرہ میں آنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھا کرو یعنی خانہ کعبہ ہر طرح کی نجاست و گندگی خواہ ظاہری ہو یا باطنی اس سے پاک صاف رہنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ کی طہارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے صرف شریعت محمدیہ ہی میں نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ میں سوائے عبادت و بندگی اور خدا پرستی کے دنیوی مشاغل ناجائز ہیں نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کوئی مشرک اور کافر شرک و کفر کی نجاست باطنی کے ساتھ بیت اللہ میں داخل نہ ہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے گھر بیت اللہ شریف کی عزت و بزرگی کو اور بلند فرمائیں اور اپنے اس مقدس گھر کی حاضری کی توفیق ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے حرم محترم بیتُ اللہ کی سچی محبت وعظمت عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو مرنے سے پہلے اپنے بیت الحرام کی زیارت کا شرف نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا بَلَدًا	اٰمِنًا	وَّارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ	بِاللّٰهِ
اور جب	کہا	ابراہیمؑ	اے میرے رب	بنا	یہ شہر	امن والا	اور روزی دے	اسکے رہنے والے	سے	پھل (جمع)	جو	ایمان لائے	ان سے	اللہ پر

اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اسکو ایک شہر بنا دیجئے امن والا اور اسکے بسنے والوں کو پھلوں سے عنایت کیجئے اُنکو جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	قَالَ	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاُمَتِّعُهٗ	قَلِيْلًا	ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗٓ	اِلٰى	عَذَابِ النَّارِ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ
اور	آخرت کا دن	اس نے فرمایا	اور جو	اس نے کفر کیا	اسے نفع دوں گا	تھوڑا	پھر	مجبور کرونگا اسکو	طرف	دوزخ کا عذاب	اور بُری	لوٹنے کی جگہ

اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس شخص کو بھی جو کہ کافر رہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتاؤنگا پھر اسکو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچاؤں گا اور ایسے پہنچنے کی جگہ تو بہت بُری ہے

شہر مکہ کیلئے ابراہیم علیہ السلام کی دُعائیں

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ ...... اِلٰى ...... وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے کئی دُعائیں مانگیں۔ سب سے پہلی دُعاء حق تعالیٰ سے یہ فرمائی کہ اس جنگل بیابان چٹیل میدان غیر آباد جگہ کو آپ ایک شہر بنا دیں تا کہ یہاں سکونت میں وحشت نہ ہو اور ضروریاتِ زندگی بآسانی میسر ہو جائیں۔

دوسری دُعاء یہ فرمائی کہ اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے یعنی جو قتل وغارت گری کی آفات سے مامون و محفوظ ہو۔

تیسری دُعاء یہ فرمائی کہ اس جگہ رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دُعائیں قبول فرمائیں اور مکہ مکرمہ ایک ایسا شہر آباد ہو گیا کہ اپنی آبادی کے علاوہ ساری دُنیا کا مرجع بن گیا اطرافِ عالم سے مسلمان وہاں پہنچنے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں اور مکہ کو ایسا دارالامن بنایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی کفار مکہ حرم کے اندر کشت وخون نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پردیسی مکہ سے باہر کسی کو قتل کر کے شہر کے اندر آجاتا تھا تو کوئی اس سے قصاص نہیں لے سکتا تھا اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت والے کتنی ہی خرابیوں اور کفر وشرک میں مبتلا ہونے کے باوجود بیت اللہ اور اس کے ماحول حرم کی تعظیم وتکریم کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔

شریعتِ اسلامیہ میں تو مکہ کے چوطرفہ کئی کئی میل تک کی سرزمین حرم میں داخل ہے کہ نہ اُس میں کوئی شکار کھیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ وہاں کے درخت کاٹے نہ گھاس اُکھاڑے۔

تیسری دُعاء یعنی اہلِ مکہ کو رزق دینے والی دُعاء نے قبولیت کی عجیب شان اختیار کی کہ مکہ جیسے خشک ریگستانی مقام میں دُور دُور سے ہر قسم کی چیز اس شہر میں آتی ہے اور مکہ سے نزدیک طائف کا ایک ایسا خطہ بنا دیا کہ جس میں ہر طرح کے بہترین پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور ہر طرح کی سبزی ترکاریاں وغیرہ روز کے روز مکہ میں پہنچتی رہتی ہیں الغرض کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کی برکت کا ظہور آج تک ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عام رزاقیت

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دُعاء میں صرف اہلِ ایمان کی تخصیص فرمائی یعنی دُعاء یہ تھی کہ یہاں کے رہنے

والوں کو جو صاحبِ ایمان ہوں اُن کو پھلوں کی روزی عطا فرما۔ علمائے مفسرین نے وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ اس سے قبل جیسا کہ گذشتہ درس نمبر ۵۵ (آیت نمبر ۱۲۴) میں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست پر ارشاد فرمایا تھا کہ میرا عہدۂ نبوت و امامت ظالموں یعنی کافروں اور نافرمانوں کو نہیں پہنچے گا یعنی یہ روحانی نعمت نبوت و رسالت اقتدار دینی و امامت صرف صاحبِ ایمان لوگوں کو دی جائے گی اور اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَدَباً اپنی دُعاء میں قید لگا دی اور کافروں کو شامل نہیں کیا لیکن چونکہ رزق مادی اور رزق روحانی میں فرق ہے نبوت اور جسمانی پرورش کا سامان جدا جدا چیزیں ہیں۔ روزی اللہ کی شان رَزّاقیت کے طفیل سب نیک و بد، کافر و مؤمن کو ملتی ہے اس لئے آگے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں رب العلمین ہوں سب کا رزاق ہوں اس لئے مؤمن کو بھی ثمرات سے رزق دوں گا اور کافر کو بھی جیتے جی رزق دوں گا لیکن پھر مرنے کے بعد کافر کو لاچار اور بے بس بنا کر کشاں کشاں عذابِ نار تک پہنچایا جائے گا اور بیشک جہنم بہت بُری جگہ ہے یعنی دُنیا میں تو کوئی ٹھکانا اگر ایک طرح بُرا ہوتا ہے تو کسی دوسری طرح اچھا بھی ہوتا ہے مگر جہنم تو کفار کے لئے ایسا ٹھکانا ہوگا کہ جو کسی اعتبار سے بھی اچھا نہیں ہر طرح سے بُرا ہی بُرا ہے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اس مقدس شہر کی عظمت و بزرگی اور بڑھائیں اور وہاں کی برکتیں اور نعمتیں اور زیادہ فرمائیں۔

یا اللہ! اپنے اس مقدس و محترم سرزمین مکہ کی زیارت ہم سب کو زندگی میں نصیب فرما۔

یا اللہ! اس امن والے شہر کی روزی زندگی میں ہم سب کو نصیب فرما اور وہاں کی حاضری اور برکتوں اور نعمتوں سے ہم میں سے کسی کو محروم نہ فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ

وَاِذْ	يَرْفَعُ	اِبْرٰهٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ	الْبَيْتِ	وَاِسْمٰعِيْلُ	رَبَّنَا	تَقَبَّلْ	مِنَّا	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ
اور جب	اٹھاتے تھے	ابراہیمؑ	بنیادیں	سے	خانہ کعبہ	اور اسمٰعیلؑ	اے ہمارے رب	قبول فرمالے	ہم سے	بیشک تو	تو	سننے والا

اور جب کہ اٹھارہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل علیہ السلام بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے ہیں

الْعَلِيْمُ (۱۲۷) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا

الْعَلِيْمُ	رَبَّنَا	وَاجْعَلْنَا	مُسْلِمَيْنِ	لَكَ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِنَا	اُمَّةً	مُسْلِمَةً	لَكَ	وَاَرِنَا	مَنَاسِكَنَا
جاننے والا	اے ہمارے رب	اور ہمیں بنالے	فرماں بردار	اپنا	اور	سے	ہماری اولاد	اُمت	فرمانبردار	اپنی	اور ہمیں دکھا	حج کے طریقے

جاننے والے ہیں اے ہمارے پروردگار اور ہمکو اپنا اور زیادہ مطیع بنالیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپکی مطیع ہو اور ہمکو ہمارے حج کے احکام

وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۲۸) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

وَتُبْ عَلَيْنَا	اِنَّكَ	اَنْتَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ	رَبَّنَا	وَابْعَثْ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِنْهُمْ
اور ہماری توبہ قبول فرما	بیشک	تو	توبہ قبول کرنیوالا	رحم کرنیوالے	اے ہمارے رب	اور بھیج	ان میں	ایک رسول	ان سے

بھی بتلادیجئے اور ہمارے حال پر توجہ رکھئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر اُن ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۲۹)

يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِكَ	وَيُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَيُزَكِّيْهِمْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
وہ پڑھے	ان پر	تیری آیتیں	اور انہیں تعلیم دے	”کتاب“	اور حکمت (دانائی)	اور انہیں پاک کرے	بیشک	تو	غالب	حکمت والا

جو ان لوگوں کو آپکی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور انکو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں اور انکو پاک کردیں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرۃ کامل الانتظام

تعمیر کعبہ کے عمل کی قبولیت کیلئے دُعاء:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ ...... الٰی ...... اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

یعنی جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر اور گارا اُٹھا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چنائی فرماتے۔ اور جیسا کہ نیک بندوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے اعمال کے غیر مقبول ہونے سے ڈرتے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بھی خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے نہایت عجز و انکسار سے دُعائیں کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب اپنے فضل سے ہماری اس خدمت اور کوشش کو قبول فرما کیونکہ تو ہماری دُعاؤں کا خوب سننے والا اور ہمارے دِل کی حالت یعنی نیت کو خوب جاننے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بڑے سے بڑا عمل کرے تو اس پر ناز نہ کرے بلکہ الحاح و زاری کے ساتھ دُعاء کرے کہ میرا یہ عمل قبول ہو جائے۔

تین اور دُعائیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا ...... الٰی ...... اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

پہلی دُعاء یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا مسلم اور حکم بردار بندہ

یعنی ہم کو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری پر قائم رکھنا اور ہمیشہ ہم کو اپنی اطاعت گزاری کی توفیق عطا فرمانا تا کہ آپ کی مرضی کے خلاف ہم سے کبھی کوئی فعل سرزد نہ ہو۔

دوسری دُعاء یہاں یہ فرمائی کہ اے اللہ ہماری ذریت میں ایک اُمتِ مسلمہ پیدا فرما یعنی ایسی اُمت اور ایسی قوم پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو اور نام بھی اس قوم کا مسلم اور مسلمان ہو یعنی صفت بھی اس کی اسلام یعنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری ہو اور اسی نام یعنی اسلام سے پکاری جائے یہاں اِس دُعاء میں جس امت کا ذکر ہے وہ بنی اسمٰعیل ہی میں سے ہے جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

تیسری دُعاء یہ فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے دربار کی حاضری یعنی حج وطواف وغیرہ کے احکام اور آداب بھی بتا دیجئے تا کہ آدابِ عبودیت اور آدابِ دربار میں ہم سے کوئی تقصیر نہ ہو جائے تاہم ہم انسان ہیں سہو ونسیان سے مرکب ہیں ہم سے اگر آداب دربار میں کوئی سہو اور تقصیر ہو جائے تو ہم پر توجہ وعنایت فرمانا اور ہماری تقصیر سے درگزر کرنا بے شک آپ ہی بڑی توجہ اور عنایت فرمانے اور مہربانی کرنے والے ہیں۔ چنانچہ مقاماتِ حج کو بذریعہ جبرئیل امین دکھا کر متعین کر دیا گیا اور احکام حج کی واضح تلقین وتعلیم فرما دی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دُعاء

یہاں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے جو دُعاء فرمائی اور جس اُمت مسلمہ کے لئے دُعاء کی وہ یہی امت اسلامیہ ہے اور اس امت مسلمہ میں جس پیغمبر کے مبعوث ہونے کی دُعاء کی وہ ذات گرامی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے رسول ہوئے ہیں اور بجز ذاتِ گرامی کے مکہ یا اس کے اطراف میں کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کی بدولت لوگوں نے علم وحکمت وتزکیہ حاصل کیا ہو خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ اُن کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا اور میں اپنے معاملہ کی ابتداء بتاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کا مظہر ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اگر یہود ونصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معتقد ہیں اور آپ کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ رسالتِ محمدیہ کا اتباع اختیار کریں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا یہ بہت بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم کو امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرما اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا

وَمَنْ	يَّرْغَبُ	عَنْ	مِّلَّةِ	اِبْرٰهٖمَ	اِلَّا	مَنْ	سَفِهَ	نَفْسَهٗ	وَلَقَدِ	اصْطَفَيْنٰهُ	فِي الدُّنْيَا
اورکون	منہ موڑے	سے	دین	ابراہیم	سوائے	جس نے	بیوقوف بنایا	اپنے آپ	اور بیشک	ہم نے اسے چُن لیا	دنیا میں

اور ملّتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے اُن (ابراہیم) کو دُنیا میں منتخب کیا

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

وَاِنَّهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ	اِذْ قَالَ	لَهٗ	رَبُّهٗ	اَسْلِمْ	قَالَ	اَسْلَمْتُ	لِرَبِّ
اور بیشک وہ	آخرت میں	سے	نیکوکار (جمع)	جب کہا	اسکو	اسکا رب	سر جھکادے	اس نے کہا	میں نے سر جھکادیا	رب کیلئے

اور وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں جبکہ اُن سے انکے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

الْعٰلَمِيْنَ	وَوَصّٰى	بِهَا	اِبْرٰهٖمُ	بَنِيْهِ	وَيَعْقُوْبُ	يٰبَنِيَّ	اِنَّ اللّٰهَ	اصْطَفٰى	لَكُمُ	الدِّيْنَ
تمام جہان	اور وصیت کی	اسکی	ابراہیم	اپنے بیٹے	اور یعقوبؑ	میرے بیٹو	بیشک اللہ	چُن لیا	تمہارے لئے	دین

اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹوں کو اور یعقوب (علیہ السلام) بھی میرے بیٹو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ

فَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
پس تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اور تم	مسلمان (جمع)

سو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

ملت ابراہیمی کی فضیلت

وَمَنْ يَّرْغَبُ ...... الیٰ ...... لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

حضرت عبد اللہ بن سلام نے جو کہ یہودی سے مسلمان ہوئے تھے اور اپنے دین کے بڑے عالم تھے اپنے دو بھتیجوں سے جن کا نام سلمہ اور مہاجر تھا یہ فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں فرمایا ہے کہ میں بنی اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو اُن پر ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو کفر کرے گا اس پر خدا کی پھٹکار ہوگی اور وہ ملعون ہوگا یہ سن کر سلمہ نے تو اسلام قبول کرلیا لیکن مہاجر نے انکار کیا اور وہ نہ مانا اُس کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ملتِ ابراہیمی سے صرف وہی شخص روگردانی کرسکتا ہے جس میں ذرا عقل نہ ہو اور جو دین کی سمجھ سے بالکل کورا ہو کیونکہ یہ ملت عین دینِ فطرت ہے کوئی سلیم الفطرۃ انسان اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ آگے اس کی علت بیان فرمائی کہ اس ملت کا شرف و فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ملت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دُنیا میں بھی عزت و بزرگی عطا فرمائی اور عہدہ رسالت کیلئے منتخب کیا اور آخرت میں بھی اُن کو اپنی مخصوص نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اور چونکہ حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتِ ابراہیمی کی تجدید کی لہٰذا جو شخص

ملتِ اسلامیہ کا منکر ہے وہ ملتِ ابراہیمی کا منکر ہے۔

ملتِ ابراہیمی کا بنیادی اصول:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ ملت ابراہیمی کا بنیادی اصول اور پوری حقیقت ایک لفظ اسلام میں مضمر ہے جس کے معنی ہیں اطاعتِ حق اور یہی رُوح وخلاصہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب ومسلک کا اور اسلام یعنی اطاعتِ حق ہی وہ چیز ہے جس کے لئے یہ ساری کائنات پیدا کی گئی اور جس کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے اور آسمانی صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو وصیت:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک زندہ رہے اسی ملت اسلام پر قائم رہے اور جب اس دنیا سے انتقال کا وقت آیا تو اپنے سب بیٹوں کو اسی ملتِ اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی ۔جن میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق بھی تھے اور پھر اسی طرح حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے کہا کہ اے میرے بیٹو! تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دین اسلام پسند کیا ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں پس تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر پختہ اور قائم رہو یعنی بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اس سے بھی ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت یہودیت یا نصرانیت کی وصیت نہیں کی بلکہ حالت اسلام پر قائم رہنے اور اسی پر مرنے کی وصیت کی۔

مقصودِ آیات:

الغرض یہاں یہود ونصاریٰ کو بتایا گیا کہ جن بزرگوں کو تم مانتے ہو اور جن کے دین پر تم چلنے کا دعویٰ کرتے ہو وہ تو اپنی اولاد کو اپنے اُسی دین کی پیروی کا حکم دے گئے جس پر وہ خود کاربند تھے یعنی دین توحید اور ملتِ اسلام اس لئے اگر تم انہیں پیشوا مانتے ہو تو ان کے اصل دین کا اتباع کرو اور وہ اصل دین اب وہی ہے جس کی طرف نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے ذریعے دعوت دے رہے ہیں۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام عطا فرمایا۔
یا اللہ! ہم کو اسلام کی سچی محبت عطا فرما، اسلامی قوانین کی ہم کو پیروی نصیب فرما اسلامی شریعت کا ہم کو ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ

اَمْ كُنْتُمْ	شُهَدَآءَ	اِذْ	حَضَرَ	يَعْقُوْبَ	الْمَوْتُ	اِذْ قَالَ	لِبَنِيْهِ	مَا تَعْبُدُوْنَ	مِنْ بَعْدِىْ
کیا تم تھے	موجود	جب	آئی	یعقوبؑ	موت	جب اس نے کہا	اپنے بیٹوں کو	کس کی تم عبادت کروگے؟	میرے بعد

کیا تم خود موجود تھے جس وقت یعقوبؑ کا آخری وقت آیا جس وقت انہوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس کی پرستش کروگے

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ

قَالُوْا	نَعْبُدُ	اِلٰهَكَ	وَاِلٰهَ	اٰبَآئِكَ	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ	اِلٰهًا	وَّاحِدًا	وَّنَحْنُ
انہوں نے کہا	ہم عبادت کرینگے	تیرا معبود	اور معبود	تیرے باپ دادا	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحٰق	معبود	واحد	اور ہم

انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جسکی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ	تِلْكَ	اُمَّةٌ	قَدْ خَلَتْ	لَهَا	مَا كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَّا كَسَبْتُمْ	وَلَا تُسْئَلُوْنَ
اسی کے	فرمانبردار	یہ	ایک امت	گزرگئی	اس کیلئے	جواس نے کمایا	اور تمہارے لئے	جو تم نے کمایا	اور تم سے نہ پوچھا جائے گا

اسی کی اطاعت پر رہیں گے یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی اُنکے کام اُن کا کیا ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾

عَمَّا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اسکے بارہ میں	جو وہ کرتے تھے

اُنکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی۔

یہود کے دعوے کی تردید

یہود دعویٰ کرتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی ساری اولاد کو بلا کر کہا تھا کہ تم اپنے مذہب یہودیت کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ہمیشہ یہودی رہنا پھر ہم مسلمانوں کے کہنے میں آکر ان کی وصیت کی کس طرح مخالفت کر سکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہود کے قول کی تردید فرمائی گئی اور یہود کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ...... الٰی ...... وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے یہود کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ تم کو کیا معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے مرتے وقت اپنی اولاد کو کیا وصیت کی تھی؟ کیا تم اُن کی وفات کے وقت وہاں موجود تھے؟ مراد یہ ہے کہ تم لوگ نہ اُس زمانہ میں موجود تھے نہ کوئی طریقہ صحیح علم کا تمہارے پاس ہے نہ تورات میں اس کا بیان ہے پھر تم کو یہ کہاں سے خبر ہوئی کہ یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔

پھر حق تعالیٰ خود ہی حقیقت حال کا اظہار فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بات یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی پرستش کروگے؟ تو بیٹوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم اُس ذات پاک کی پرستش کریں گے جو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے اور جس کی بندگی حضرت

ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت اسحٰق علیہم السلام کرتے آئے ہیں اور ہم اُسی ایک خدا کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وصیت کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پڑی کہ اس زمانہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں تھے مصر کے بادشاہ کے علاوہ عام مصری یعنی قبطی کافر تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو خطرہ ہوا کہ کہیں مصریوں کی صحبت بد کی وجہ سے یہ بھی غیر اللہ کی پرستش نہ کرنے لگیں۔

آباء پر فخر کی تردید:

تِلْكَ اُمَّةٌ ......الی...... كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یعنی اے یہود اگرچہ تم ان بزرگوں کی اولاد ہو اور تم اس نسبت پر فخر و ناز کرتے ہو لیکن وہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی ایک جماعت تھی جو گزر گئی اور دُنیا سے رخصت ہوتے وقت دین حق پر قائم رہنے کی وصیت کر گزری اس جماعت کے لئے وہ اعمال کام آئیں گے جو اُس نے کئے اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کام آئیں گے تم کو ان سے کیا علاقہ ہے؟ بدون اتباع کے محض بزرگوں کا انتساب تم کو آخرت میں کوئی نفع نہیں دے گا تم کو کفرو شرک اور فسق وفجور میں مبتلا ہو کر اُن کی نیکیوں سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور نہ وہ تمہاری بدکاریوں کے ذمہ دار ہوں گے تم سے آخرت میں ان کے اعمال کے متعلق کوئی سوال نہ ہوگا ہر شخص سے اپنے اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

مسئلہ: خاندانی بزرگی یا مقبولین کا نافع نہ ہونا اس شخص کیلئے ہے کہ جو عقائد میں اپنے بزرگوں کا مخالف ہو یہود و نصاریٰ کا یہی حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جو عقائد قطعیہ سے ہے یہ لوگ اُسی میں مخالف تھے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں مبتلا ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے عقیدہ سے مخالفت رکھتے ہوئے اس آیت قرآنی اور فیصلہ کے مطابق ان یہود و نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا دیگر انبیاء علیہم السلام کی بزرگی سے کوئی نفع نہ پہنچے گا اور نہ یہ انبیاء ان کی قیامت میں شفاعت کریں گے البتہ مؤمنین کیلئے قرآن کریم کی دوسری آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء وصلحاء کی شفاعت حق ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام پر ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ! ایمان واسلام کی برکت سے میدانِ حشر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ! اس دنیا میں اپنے محبوبین اور مقبولین کی محبت اور اُن سے تعلق ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ! یہودیت ونصرانیت کا جو فتنہ دُنیا میں پھیلتا جا رہا ہے اس فتنہ عظیمہ سے ہماری اور ہماری نسلوں اور تمام اہلِ اسلام کی حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ

وَقَالُوْا	كُوْنُوْا	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تَهْتَدُوْا	قُلْ	بَلْ مِلَّةَ	اِبْرٰهٖمَ	حَنِيْفًا	وَمَا كَانَ	مِنَ
اور انہوں نے کہا	ہو جاؤ	یہودی	یا	نصرانی	تم ہدایت پالوگے	کہہ دیجئے	بلکہ دین	ابراہیم	ایک اللہ کے ہو جانیوالے	اور نہ تھے	سے

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جسمیں کجی کا نام نہیں اور ابراہیم علیہ السلام

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

الْمُشْرِكِيْنَ	قُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلٰى	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ
مشرکین	کہدو	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	طرف	ابراہیم	اور اسمٰعیل

مشرک بھی نہ تھے کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَمَا	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَمَا	اُوْتِيَ	النَّبِيُّوْنَ	مِنْ رَّبِّهِمْ
اور اسحٰق	اور یعقوبؑ	اور اولاد یعقوبؑ	اور جو	دیا گیا	موسیٰؑ	اور عیسیٰؑ	اور جو	دیا گیا	نبیوں	انکے رب سے

اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ
ہم فرق نہیں کرتے	درمیان	کسی ایک	ان سے	اور ہم	اسی کے	فرمانبردار

اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا اُنکے پروردگار کیطرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں

یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی اور اسکا جواب

گذشتہ آیات میں واضح و روشن دلائل کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو دین حق قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی انہوں نے حسد و عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اُلٹا مسلمانوں سے کہتے کہ ہمارا دین قبول کرلو تو تمہیں ہدایت حاصل ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان باطل مذاہب کی دعوت دینے والوں کو جواب دینے کی تلقین فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا ...... الٰی ...... وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

تو یہاں اس آیت میں یہود و نصاریٰ کی دعوت کے جواب میں مسلمانوں کو دو جواب تعلیم فرمائے گئے۔

ایک جواب تو یہ کہ یہود و نصاریٰ سے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم ہرگز کبھی بھی یہودی یا نصرانی نہ ہونگے بلکہ ہم ملت ابراہیمی یعنی خالص توحید پر قائم رہتے ہوئے اسلام دین حق کے متبع رہیں گے۔

اور دوسرا جواب یہ تعلیم فرمایا گیا کہ ان سے کہہ دیا جائے کہ تمہارے دین میں شرک کی آمیزش ہوگئی ہے اور یہودیت و

نصرانیت علاوہ منسوخ ہونے کے شرک کی گندگی سے آلودہ ہے مثلاً یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (نعوذ باللہ) اور شرک کو ہر نبی نے گمراہی بتایا۔

ملتِ ابراہیمی پر ایمان کی تفصیل:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ...... اِلٰی ...... وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

گویا اس آیت میں ملتِ ابراہیمی کی تفصیل بیان کی گئی اور اہل اسلام کو یہ تعلیم دی گئی کہ تم یہود و نصاریٰ سے یہ کہہ دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں یعنی ہم نے اللہ کو وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ مان لیا ہے۔ وہی ساری مخلوق کا خالق و رازق ہے وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے نہ اُس کا کوئی شریک اور ساجھی ہے نہ اُس کے کوئی اولاد اور بیٹا ہے وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے وہی حساب کتاب لینے والا ہے۔ اور وہی جزا و سزا کا دینے والا ہے ہم نے دِل سے قرآن پاک اور ان تمام احکام کو جو بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے سچا مان لیا اور ہمارا ان صحیفوں پر بھی یقین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کئے گئے اور اس پر بھی جو حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اور انبیاء اولادِ یعقوب علیہم السلام پر نازل کیا گیا یعنی جو کچھ ان انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہمارا سب پر ایمان و یقین ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو جو تورات و انجیل عطا کی گئی تھی ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کتابیں آسمانی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو مخلوق کی ہدایت کے لئے اُتارا تھا اور یہ سب پیغمبر برحق تھے اور صرف انہی کو نہیں بلکہ اللہ کے تمام پیغمبروں کو ہم برحق جانتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا گیا اس کو بھی برحق مانتے ہیں خواہ ان کے نام اور حال ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں لیکن ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پیغمبر معصوم اور مبلغین توحید تھے اور ہم کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب کی تکذیب نہیں کرتے سب اپنے اپنے زمانہ میں حق پر تھے اور اُن کی شریعت اُس زمانہ میں واجب العمل تھی اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں یعنی ہمارا مقصود حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور خالص فرمانبرداری ہے اس نے جس زمانہ میں جس کو چاہا پیغمبر بنا کر بھیجا اور جیسا چاہا حکم دیا پس اخیر میں ہم کو دین محمدی عطا فرمایا تو ہم نے اس کو دل و جان سے اختیار کرلیا۔

پس یہ حاصل ہے اس ملت کا جس پر ہم قائم ہیں اور جس میں کسی کو انکار اور سرتابی کی گنجائش نہیں گویا حاصل مضمون آیت کا یہ ہوا کہ دیکھو ہمارا دین کیسا اِنصاف و حق کا ہے کہ ہم سب انبیاء کو مانتے ہیں سب کی کتابوں کو سچا منزل من اللہ مانتے ہیں اور سب کے معجزات کو برحق جانتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بے جا تعصب اور ہٹ دھرمی سے محفوظ رکھے اور صحیح معنوں مسلم بنائے۔

یا اللہ! ہم محتاج ہیں تیری مہربانی سے ہمارا کام بنے گا تو ہم پر مہربانی فرما، ہمیں دین پر استقامت عطا فرما، ہمیں ہر قسم کی گمراہی، تعصب اور گناہ سے محفوظ فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ

فَاِنْ	اٰمَنُوْا	بِمِثْلِ	مَآ اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	فَقَدِ اهْتَدَوْا	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	هُمْ	فِيْ	شِقَاقٍ
پس اگر	وہ ایمان لائیں	جیسے	تم ایمان لائے	اس پر	تو وہ ہدایت پاگئے	اور اگر	انہوں نے منہ پھیرا	تو بیشک وہی	وہ	میں	ضد

سو اگر وہ (یہود ونصاریٰ) بھی اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم ایمان لائے ہو تب وہ بھی راہ پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو برسرِ مخالفت ہیں ہی

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	صِبْغَةَ اللّٰهِ	وَمَنْ	اَحْسَنُ	مِنَ	اللّٰهِ	صِبْغَةً
پس عنقریب آپ کیلئے انکے مقابلہ میں کافی ہوگا	اللہ	اور وہ	سننے والا	جاننے والا	رنگ اللہ کا	اور کس	اچھا	سے	اللہ	رنگ

تو آپ کی طرف سے اُن سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں ہم اس حالت میں رہیں گے جسمیں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا اور کون ہے جسکے رنگ دینے کی حالت

وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾

وَنَحْنُ	لَهٗ	عٰبِدُوْنَ
اور ہم	اسی کی	عبادت کرنیوالے

اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو اور ہم اُسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

معیاری ایمان

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا یہاں آیت میں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ یعنی جس طرح تم ایمان لانے کے مخاطب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں یعنی حضرات صحابہ کرام کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور معتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے اختیار فرمایا اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ جو ایمان و اعتقاد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، انبیاء، آسمانی کتب، یوم قیامت، آخرت، جنت، جہنم وغیرہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام نے اختیار فرمایا بس وہی ایمان و اعتقاد اللہ کے نزدیک مقبول ہے جو اس کے خلاف ہے وہ اللہ کے نزدیک نامقبول اور مردود ہے۔

اس تصریح سے اُن تمام باطل فرقوں کا دعوائے ایمان کا رد ہو گیا جو ایمان سے بے بہرہ ہونے کے باوجود دعوئے ایمان کرتے تھے مشرکین عرب میں سے تو بعض نے فرشتوں کے وجود ہی کا انکار کیا اور بعض نے ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا ان دونوں گروہوں کی بھی تردید بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ سے ہوگئی۔

ضدیوں سے اللہ نمٹ لیں گے

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہاں فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ فرما کر نہ صرف یہ واضح کر دیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے مخالفین کی زیادہ فکر نہ کریں خود اللہ تعالیٰ اُن سے نبٹ لیں گے بلکہ فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا اور مخالفین کو مغلوب ہونے کی پیشین گوئی بھی فرمائی چنانچہ خدا کے فضل سے تھوڑی ہی مدت کے بعد یہ وعدہ پورا کر دیا گیا اور یہود و نصاریٰ اور کفار عرب کو مغلوب کر دیا گیا ہجرت کے تیسرے سال فرقہ یہود بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا گیا اور ملک شام کی جانب نکال دیا گیا اور ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ

احزاب سے فراغت پا کر یہود بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا اور اس قبیلہ کے تمام یہود سوائے عورتوں اور بچوں کے مارے گئے اور ان کا مال ضبط کیا گیا اور پھر بجز ان کے عیسائی بھی مطیع ہو گئے تو جہاں تک اس وعدہ کا تعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھا وہ آپ کے زمانہ حیات ہی میں پورا ہو گیا۔

عیسائیوں کی رسم کی تردید اور حقیقت کا بیان

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ

یعنی اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم نے اللہ کا رنگ قبول کر لیا ہے یعنی اس مقدس دین اسلام کے رنگ میں رنگے گئے ہیں اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی و عبادت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں اس آیت میں نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید ہو گئی نصاریٰ میں قدیم دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جب وہ کسی کو عیسائی بناتے ہیں یا ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس پر رنگین پانی چھڑکتے ہیں یا رنگ دار پانی میں بٹھاتے ہیں جس کو اب بھی عیسائیوں کے ہاں بپتسمہ کی رسم کہا جاتا ہے اور عیسائی اس فعل کو نجات اور حصولِ سعادت کا ذریعہ جانتے ہیں گویا ان کے نزدیک عیسائیت کا رنگ ظاہری رنگین پانی سے چڑھتا ہے اس آیت میں ان کے عقیدہ اور خیالات کی تردید فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہو سکتا ہے یہ پانی کا رنگ تو دھل کر ختم ہو جاتا ہے اس کا بعد میں کوئی اثر نہیں رہتا اصل رنگ تو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ہے جس کو اللہ کا رنگ کہنا چاہئے اور جو انسان کے دل اور روح کو رنگین کر دیتا ہے اور جو باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے اور اللہ کے اس پاک رنگ سے بہتر اور کون سا رنگ ہو سکتا ہے اور یہ رنگ حقیقی ہے کہ جو نجات و سعادت کا کفیل ہو سکتا ہے نہ کہ ظاہری رنگین پانی میں غوطہ دینے سے نجات ہو سکتی ہے۔

اخیر میں وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ فرما کر کہ ہم اُسی کی بندگی و غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں مسلمان کی ایک صفت یہ ظاہر فرمائی گئی کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے اور عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے حکم کی تابعداری کا نام عبادت ہے۔ خواہ وہ عبادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہو یا حقوق العباد ہوں یا معاملات ہوں یا تعلقات ہوں یا تجارت حرف و صنعت ہو یا حکومت و سلطنت ہو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دین و ایمان کے معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو ایمان و اعتقاد اپنائے اور دنیا میں پھیلائے ہم کو اور تمام اُمت مسلمہ کو اُسی پر جمنا نصیب فرما۔

یا اللہ! دین اسلام کے حقیقی رنگ میں ہم کو ایسا رنگ دے کہ پھر ساری عمر یہ رنگ نہ چھٹے۔

یا اللہ! اس دور فتن میں اُمتِ مسلمہ میں جو افراط و تفریط کی گمراہی گھس رہی ہے اس سے ہماری اور تمام امت اسلامیہ کی حفاظت فرما اور ہدایت حق و صراط مستقیم پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو شقاق و نفاق کی خصلتوں سے بچا اور ہر حال میں اتباع حق کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ وَنَحْنُ

قُلْ	اَتُحَآجُّوْنَنَا	فِی اللّٰہِ	وَھُوَ	رَبُّنَا	وَرَبُّکُمْ	وَلَنَا	اَعْمَالُنَا	وَلَکُمْ	اَعْمَالُکُمْ	وَنَحْنُ
کہہ دیجئے	کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو؟	اللہ کے بارہ میں	حالانکہ وہی	ہمارا رب	اور تمہارا رب	اور ہمارے لئے	ہمارے عمل	اور تمہارے لئے	تمہارے عمل	اور ہم

آپ فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمکو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تمکو تمہارا کیا ہوا ملے گا

لَہٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ

لَہٗ	مُخْلِصُوْنَ	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ	اِنَّ	اِبْرٰھٖمَ	وَاِسْمٰعِیْلَ	وَاِسْحٰقَ	وَیَعْقُوْبَ
اسی کے	خالص	کیا	تم کہتے ہو	کہ	ابراہیمؑ	اور اسمٰعیل	اور اسحٰق	اور یعقوبؑ

اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کیلئے اپنے کو خالص کر رکھا ہے یا کہے جاتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ

وَالْاَسْبَاطَ	کَانُوْا	ھُوْدًا	اَوْنَصٰرٰی	قُلْ	ءَاَنْتُمْ	اَعْلَمُ	اَمِ اللّٰہُ	وَمَنْ	اَظْلَمُ
اور اولادِ یعقوبؑ	تھے	یہودی	یا نصرانی	کہہ دیجئے	کیا تم	زیادہ جاننے والے	یا اللہ	اور کون	بڑا ظالم

اور اولاد یعقوب یہود یا نصاریٰ تھے اے نبی (ﷺ) کہہ دیجئے کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا

مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْکَ اُمَّۃٌ

مِمَّنْ	کَتَمَ	شَھَادَۃً	عِنْدَہٗ	مِنَ اللّٰہِ	وَمَا	اللّٰہُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	تِلْکَ	اُمَّۃٌ
سے۔ جس	چھپائی	گواہی	اسکے پاس	اللہ سے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو	یہ	ایک امت

جو ایسی شہادت کا اخفا کرے جو اُسکے پاس منجانب اللہ پہنچی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں یہ ایک جماعت تھی

قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

قَدْخَلَتْ	لَھَا	مَا	کَسَبَتْ	وَلَکُمْ	مَاکَسَبْتُمْ	وَلَاتُسْئَلُوْنَ	عَمَّا	کَانُوْایَعْمَلُوْنَ
گزر چکی	اس کیلئے	جو	اس نے کمایا	اور تمہارے لئے	جو تم نے کمایا	اور تم سے نہ پوچھا جائے گا	اس سے جو	وہ کرتے تھے

جو گزر گئی انکے کام اُنکا کیا ہوا آئے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آئے گا اور تم سے انکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

یہود و نصاریٰ کے بے دلیل جھگڑوں کی تردید

یہود و نصاریٰ جن پر ہر طرح دلائل و براہین سے حجت پوری ہو چکی ضد وعناد ہی میں دعوے بلا دلیل برابر کئے جاتے تھے کہ مسلمان باطل پر ہیں اور یہود مدینہ اس معاملہ میں اہل اسلام سے حجت کرتے چنانچہ ان کے اس خیال باطل کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک دوسرے طرز پر جواب کی تعلیم و تلقین فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا.... الی.... قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان یہود و نصاریٰ سے فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ اب بھی ہم سے حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ کے معاملہ میں کہ وہ ہم کو آخرت میں نہ بخشیں گے حالانکہ وہ ہمارا تمہارا سب کا رب اور مالک ہے سو ربوبیت میں تو تمہارے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا یہ تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے صرف حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے دین کو شرک وغیرہ سے خالص کر رکھا ہے بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک سے بھی مخلوط ہے اور اب بھی اپنے حق پر ہونے کے ثابت کرنے کو یہی کہے جاتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام میں جو انبیاء گزرے ہیں یہ سب یہود یا نصاریٰ تھے اور اس طرح اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو اس کے جواب میں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مختصر سی بات ان سے کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ۔

یہود و نصاریٰ کا حق کو چھپانا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

یعنی جب تورات و انجیل میں بھی نبی آخر الزماں کی واضح بشارتیں بیان ہو چکیں تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو ایسی شہادت کو چھپا لے اور اُس کا اظہار نہ کرے خصوصاً ایسے برگزیدہ نبی اور ایسے عظیم الشان رسول کے متعلق جس کے اتباع میں حصولِ نجات موقوف ہے جو سید الانبیاء اور ختم المرسلین ہیں جن کی رسالت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جن کی رسالت کے اقرار کا ہر ایک شخص مکلف ہے اور اے اہل کتاب اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے نبی آخر الزماں کے متعلق جو شہادتیں تم اپنی کتابوں کو چھپاتے ہو اور نصوص توریت و انجیل میں تحریف اور تغییر و تبدل کرتے ہو یہ سب اللہ کی نظروں کے سامنے ہے وہ خوب دیکھتا، سنتا اور جانتا ہے۔ تم کو تمہارے ان اعمال بد کی سزا ضرور دے گا۔

یہود و نصاریٰ اپنے آباء سے کٹ گئے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی اے یہود و نصاریٰ تم کو اب ان انبیاء کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں رہا وہ پاکبازوں کی ایک جماعت تھی سو گزر چکی ان کی توحید اور ان کے ایمان و اعمال سے ان کو فائدہ ہوگا تم کو کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر ان کی

نیکیوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تم کو تمہارے جو افعال و اعمال ہیں ان کا بدلہ ملے گا ایسی ہی آیت اوپر بھی قریب گزر چکی ہے لیکن	تاکید اور مبالغہ کیلئے اس کو پھر مکرر لائے کہ ایمان لاؤ اور اعمال کرو آباؤ اجداد کے بھروسہ پر نہ رہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا، اور قرآنِ کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں، ہر حال میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور دُنیا اور آخرت میں اپنی خاص رحمتوں سے نوازیں۔

یا اللہ! ہمیں اسلام کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور اسلام پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ یہودیت و نصرانیت کا جو فتنہ دُنیا میں پھیل رہا ہے اس کے خاتمہ کا وقت قریب فرما اور دین اسلام کے دنیا میں غالب آنے کا وقت نزدیک فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

سَيَقُوْلُ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا

عَلَيْهَا	كَانُوْا	الَّتِيْ	قِبْلَتِهِمُ	عَنْ	وَلّٰهُمْ	مَا	النَّاسِ	مِنَ	السُّفَهَآءُ	سَيَقُوْلُ
اس پر	وہ تھے	وہ جس	ان کا قبلہ	سے	انہیں (مسلمانوں کو) پھیر دیا	کس	لوگ	سے	بیوقوف	اب کہیں گے

اب تو یہ بیوقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان کو ان کے قبلہ سے جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدل دیا'

تحویل کعبہ پر یہود کا اعتراض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو بحکم خداوندی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی رغبت اور دلی خواہش یہی تھی کہ آپ کا قبلہ پھر وہی آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ قرار دیا جائے اور آپ کو امید بھی تھی کہ آپ کی تمنا پوری کی جائے گی اس لئے آپ تحویل قبلہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔

بہر حال ۱۶ یا ۱۷ ماہ تک آپ مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جس کے بعد خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا تو یہود و مشرکین اور منافقین طرح طرح کے اعتراض اور طعن کرنے لگے یہود کہنے لگے کہ پہلے تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو ہمارے انبیاءؑ کا قبلہ تھا اب اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ یہود کی عداوت کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے بعض کہنے لگے کہ اللہ اپنے احکام کو کیوں منسوخ کرتا ہے؟ کیا اس کو پہلے سے مصلحت کا علم نہیں؟

یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں طعن کرنے والوں کے حال سے خبر دی اور بطور پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ عنقریب جب تحویل قبلہ کا حکم آپ کو ملے گا تو اس وقت احمق اور بےوقوف لوگ اس بات پر اعتراض کریں گے کہ یہ مسلمان بیت المقدس کی طرف سے کیوں پھر گئے تو گویا یہ آیت تحویل قبلہ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ''اب تو یہ بیوقوف لوگ ضرور ہی کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے کہ بیت المقدس تھا جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے دوسری سمت کی طرف بدل دیا۔''

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطاء فرما اور یہود و نصاریٰ جن علمی اور عملی بے راہ رویوں کی وجہ سے مردود ہوئے ہمیں ان سے محفوظ رکھ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

قُلْ	لِلّٰهِ	الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ	يَهْدِيْ	مَنْ يَّشَآءُ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُسْتَقِيْمٍ
آپ کہدیں	اللہ کے لئے	مشرق	اور مغرب	وہ ہدایت دیتا ہے	جس کو چاہتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا

آپ فرما دیجئے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو خدا ہی چاہیں سیدھا راستہ بتلا دیتے ہیں۔

یہودیوں کے اعتراض کا جواب

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ معترضین تحویل قبلہ پر اعتراض کریں تو آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ سب سمتیں خواہ مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں، ہر سمت اسی کی ہے، وہ ہر طرف ہے اور اللہ تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے وہ جس سمت کو چاہیں قبلہ مقرر فرما دیں اور جس سمت کو چاہیں منسوخ کر دیں یعنی کسی خاص سمت و جہت میں کوئی تقدس نہیں رکھا اللہ تعالیٰ کیلئے برابر ہیں وہ جدھر اور جس چیز کو چاہے نماز کے لئے رُخ مقرر کر دے اور اللہ تعالیٰ کا چاہنا ہمیشہ قانون حکمت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ ہم نے کسی عداوت یا تعصب میں قبلہ کو نہیں بدلا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلا ہے اور ہم تو حکم کے بندے ہیں پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اُدھر منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملا ہے تو اس حکم کی تعمیل کریں گے کیونکہ اس کے احکام کی تعمیل ہی اصل ہدایت وعبادت ہے، غلام اور بندہ کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ پہلے یہ حکم کیوں دیا تھا اور اب یہ حکم کیوں دیا اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا کرتے ہیں اور سیدھی راہ یہی ہے کہ انسان ہر حکم حق جل شانہٗ کی فرمانبرداری کیلئے ہمہ وقت تیار رہے جو حکم مل جائے بے چوں وچرا اس پر عمل کرے۔

تو اس آیت میں جہاں اللہ کے حکم اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کو سفیہ یعنی احمق کم عقل، بیوقوف ٹھہرایا ہے وہیں مؤمنوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ اُن کا کام صرف حکم کی بجا آوری ہے، جدھر انہیں متوجہ ہونے کا حکم دیا جائے یہ اُسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو یہاں سے معلوم ہوا کہ سلامتی اور امن طریق میں ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بلا چوں وچرا اختیار کر لیا جائے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے بیت اللہ کو ہمارا قبلہ بنایا، اللہ تعالیٰ ہمارے قبلہ کی افضلیت و بزرگی کو اور بلند فرمائیں اور ہمیں اپنے محترم قبلہ سے صحیح تعلق نصیب فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

الرَّسُوْلُ	وَيَكُوْنَ	النَّاسِ	عَلَى	شُهَدَآءَ	لِتَكُوْنُوْا	وَسَطًا	اُمَّةً	جَعَلْنٰكُمْ	وَكَذٰلِكَ
رسول	اور ہو	لوگ	پر	گواہ	تاکہ تم ہو	معتدل	امت	ہم نے تمہیں بنایا	اور اسی طرح

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم گواہ ہو لوگوں کے مقابلہ میں اور تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

شَهِيْدًا	عَلَيْكُمْ	
گواہ	تم پر	رسول اللہ گواہ ہوں۔

امتِ محمدیہ کی خصوصیت

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یہاں آیت میں اُمتِ محمدیہ کی تعریف میں اُمتِ وسط کا لفظ استعمال فرمایا گیا، وسط کے معنی اوسط اور معتدل کے ہیں اور خیر الامور اور افضل اشیاء کو بھی وسط کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں اس لفظ کی تفسیر عدل سے کی گئی ہے جو بہترین کے معنی میں آیا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اس آیت میں اُمتِ مسلمہ کی ایک امتیازی فضیلت اور خصوصیت کا ذکر ہے کہ اس کو ایک معتدل امت بنایا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں اس امت کو میدان حشر میں یہ فضیلت و امتیاز حاصل ہوگا کہ سارے انبیاء علیہم السلام کی امتیں جب اپنے انبیاء کی ہدایت، پیغام رسانی اور تبلیغ دین سے مکر جائیں گی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر یہ کہیں گی کہ نہ ہمارے پاس کوئی کتاب آئی نہ کسی نبی نے ہمیں کوئی ہدایت کی اُس وقت امتِ محمدیہ انبیاء علیہم السلام کی طرف سے گواہی میں پیش ہوگی اور یہ شہادت دے گی کہ انبیاء علیہم السلام نے ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی ہدایات ان کو پہنچائیں اور تبلیغ دین کا حق ادا کیا اور اپنی اپنی قوم کو راہِ حق پر لانے کی پوری کوشش کی، اس پر دوسرے انبیاء کے کفار و منکرین جرح کریں گے کہ اس امتِ محمدیہ کا تو ہمارے زمانہ میں وجود بھی نہ تھا۔ اس امت کو ہمارے معاملات کی کیا خبر اس کی گواہی ہمارے معاملہ میں کیسے قبول کی جا سکتی ہے امتِ محمدیہ اس کا جواب دے گی کہ بیشک ہم تمہارے زمانہ میں موجود نہ تھے مگر تمہارے واقعات و حالات کی خبر ہمیں ایک صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب نے دی جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس کی خبروں کو اپنے معائنہ سے زیادہ صحیح اور سچا سمجھتے ہیں اس لئے ہم اپنی شہادت میں حق بجانب اور سچے ہیں اس وقت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے کہ بیشک انہوں نے جو کہا وہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری تعلیم کے ذریعہ ان کو یہ صحیح حال معلوم ہوئے چنانچہ اس گواہی کے نتیجہ میں کفار و منکرین سب مجرم قرار دیئے جائیں گے، محشر کے ان واقعات کی تفصیل متعدد احادیث میں مجملاً اور مفصلاً مذکور ہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں اس امت میں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے اسی طرح ہمیں ایمان و اعمال میں ثابت قدم رکھیں خاتمہ ایمان پر ہو اور میدان حشر میں گواہی کی یہ فضیلت ہمیں نصیب ہو۔ آمین ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❀❀ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❀❀

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

وَمَاجَعَلْنَا	الْقِبْلَةَ	الَّتِیْ	كُنْتَ	عَلَيْهَا	اِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ	يَّتَّبِعُ	الرَّسُوْلَ	مِمَّنْ
اور نہیں مقرر کیا ہم نے	قبلہ	وہ جس	آپ تھے	اس پر	مگر	تا کہ ہم معلوم کر لیں	کون	پیروی کرتا ہے	رسول	اس سے جو

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کیلئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون تو رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو

يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ

يَنْقَلِبُ	عَلٰى	عَقِبَيْهِ	وَاِنْ	كَانَتْ	لَكَبِيْرَةً	اِلَّا	عَلَى	الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ
پھر جاتا ہے	پر	اپنی ایڑیاں	اور بیشک	یہ تھی	بھاری بات	مگر	پر	جنہیں	ہدایت دی	اللہ

ہٹا جاتا ہے اور یہ قبلہ کا بدلنا بڑا گراں ہوا مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

وَمَاكَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِيْعَ	اِيْمَانَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ
اور نہیں	اللہ	کہ وہ ضائع کرے	تمہارا ایمان	بیشک	اللہ	لوگوں کے ساتھ	بڑا شفیق	رحم کرنیوالا

اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

تحویل قبلہ کے حکم کی حکمت

وَمَاجَعَلْنَا الْقِبْلَةَ .... هَدَى اللّٰهُ مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ بننا بعض عرب پر گراں ہوا تھا کہ وہ کعبہ کو مانتے تھے اور اُس کا منسوخ ہونا یہود پر گراں ہوا کہ وہ کعبہ کو نہ مانتے تھے چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد بعض ضعیف الایمان یا وہ جن کے دلوں میں کچھ نفاق تھا اسلام سے بھی پھر گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو اپنی قوم کے دین کی طرف پھر گئے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز ہو گیا کیونکہ جو لوگ صادق الیقین اور سچے معتقد اور جان نثار اور دِل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بلا خوف و تردد قبول کیا

اور جو لوگ تعصب قومی یا ملی میں گرفتار تھے وہ نکتہ چینی کرنے لگے الغرض تحویل قبلہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ راز یہاں ظاہر فرمایا کہ اس قبلہ کے بدلنے میں امتحان منظور تھا کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

یہود کی وسوسہ اندازی

بعض یہودیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالنے کے لئے دریافت کیا کہ تم میں سے جو مسلمان اُس زمانہ میں مرے ہیں جبکہ تم لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو وہ گمراہی پر مرے (نعوذ باللہ)

مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی طرف پھر جانے کا حکم دیا لیکن ہمارے اُن بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی زمانہ میں اُن کا انتقال ہو گیا، اُس وقت آیت کا یہ حصہ نازل ہوا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصل چیز فی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی فرمانبرداری ہے یہی ہدایت ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ

قَدْ نَرٰی	تَقَلُّبَ	وَجْهِكَ	فِی	السَّمَآءِ	فَلَنُوَلِّیَنَّكَ	قِبْلَةً	تَرْضٰىهَا	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
ہم دیکھتے ہیں	بار بار پھرنا	آپ کا منہ	میں طرف	آسمان	تو ضرور ہم پھیر دینگے آپکو	قبلہ	اسے آپ پسند کرتے ہیں	پس آپ پھیر لیں	اپنامنہ

ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اُسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔	طرف	مسجد حرام (خانہ کعبہ)

تحویل قبلہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر تھوڑے عرصہ کیلئے بیت المقدس کو امتحان کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ کو قرار دیدیا جائے اور آپ اُس کی دُعاء فرما رہے تھے اور اُس کی قبولیت کے امیدوار تھے، اُس لئے وحی کے انتظار میں آپ کی نظر بار بار آسمان کی طرف اٹھ جاتی تھی کہ شاید فرشتہ تحویل قبلہ کا حکم لے کر آ جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو دِل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور اُمید وحی میں بار بار آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھتے ہیں اُس کو ہم دیکھ رہے ہیں اور چونکہ ہمیں آپ کی خوشی پورا کرنا منظور ہے اس لئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو اُسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جو آپ کو پسند ہے"

چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو پورا فرما دیا۔ اور حکم فرمادیا کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (لو پھر ہم حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے)

مسجد قبلتین: احادیث میں آتا ہے کہ قبلہ بدلنے کا یہ حکم نماز کی حالت میں نازل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد میں ظہر کی نماز با جماعت ادا فرما رہے تھے، دو رکعت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ چکے تھے کہ یہ حکم نازل ہوا تو نماز ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پوری کیں، مدینہ منورہ کی اس مسجد کو "مسجد قبلتین" کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے اور حجاج وزائرین جو مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں وہ یہاں اس مسجد قبلتین میں بھی دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں کی حاضری نصیب فرمائیں اور بار بار نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ

وَحَیْثُ مَا	كُنْتُمْ	فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	شَطْرَهٗ	وَاِنَّ	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	لَیَعْلَمُوْنَ
اور جہاں کہیں	تم ہو	سو پھیر لیا کرو	اپنے منہ	اسکی طرف	اور بیشک	جنہیں	دی گئی کتاب (اہل کتاب)	وہ ضرور جانتے ہیں

اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہے اُن کے

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾

	اَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	یَعْمَلُوْنَ	
	کہ یہ	حق	سے	ان کا رب	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	وہ کرتے ہیں	

پروردگار ہی کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ اُن کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے۔

تحویل قبلہ کا عام حکم

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ تحویل قبلہ کا حکم تھا، آگے صراحت کے ساتھ اس حکم کو تمام اہلِ اسلام کیلئے اور تمام جگہوں کیلئے عام کردیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ (اور یہ حکم تحویل قبلہ کچھ تخصیص نہیں بلکہ قانون عام ہے کہ تم سب لوگ (یعنی اہلِ اسلام) جہاں کہیں موجود ہو خواہ مدینہ میں یا اور جگہ حتی کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہو تو تب بھی نیز ہر جگہ نماز کے اندر اپنے چہروں کو اسی مسجد حرام کی طرف کیا کرو۔ گویا یہ تمام اُمت مسلمہ کو ہمیشہ کیلئے حکم ہوگیا کہ مسلمان جس جگہ بھی ہوں خواہ سفر میں خواہ گھر میں شہر میں یا جنگل میں، دشت میں یا صحراء میں غرض ہر حالت میں نماز پڑھتے وقت کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا فرض ہے۔

اہلِ کتاب کو تنبیہ

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾ یعنی ان یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو علامات بیان کی گئی ہیں اور جو پیشینگوئیاں بیان کی گئی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے قبلہ کی جہت کیا ہوگی تو گویا یہ جانتے ہوئے بھی یہ یہود و نصاریٰ محض عناداً اس تحویل قبلہ کے حکم کو اللہ کا حکم نہیں مانتے، اس لئے اہلِ کتاب کو متنبہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے یعنی ان کو اس حق پوشی کی سزا دی جائے گی۔ اور ان الفاظ کے ضمن میں یہ حقیقت بھی آ گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کا احتساب کرتا رہتا ہے اور مجرموں کو سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے دِلوں میں اپنے قبلہ کی سچی حرمت وعظمت عطاء فرمائیں اور زندگی میں ہم سب کو وہاں کی حاضری کا شرف وسعادت نصیب فرمائیں یہود و نصاریٰ جو ہمارے قبلہ کے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار فرمائیں، اور ان کی دشمنی سے اہلِ اسلام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

وَلَئِنْ	اَتَيْتَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	بِكُلِّ	اٰيَةٍ	مَا تَبِعُوْا	قِبْلَتَكَ	وَمَا	اَنْتَ	بِتَابِعٍ
اور اگر	آپ لائیں	جنہیں	دی گئی کتاب (اہل کتاب)	تمام	نشانیاں	وہ پیروی نہ کرینگے	آپ کا قبلہ	اور نہ	آپ	پیروی کرنیوالے

اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی اُن کے

قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ

قِبْلَتَهُمْ	وَمَا	بَعْضُهُمْ	بِتَابِعٍ	قِبْلَةَ	بَعْضٍ	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	مِنْ
ان کا قبلہ	اور نہیں	ان سے کوئی	پیروی کرنیوالا	قبلہ	کسی	اور اگر	آپ نے پیروی کی	انکی خواہشات	اسکے

قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے اور ان کا کوئی فریق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ اُن کے نفسانی خیالات کو

بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

بَعْدِ	مَا جَآءَكَ	مِنَ الْعِلْمِ	اِنَّكَ	اِذًا	لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	
بعد	کہ آچکا آپ کے پاس	علم	بیشک	آپ	اب سے	بے انصاف	

اختیار کرلیں آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ یقیناً ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔

یہود کی ضد اور عناد

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ.... وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ

یعنی اور باوجود اُن لوگوں کے سب کچھ سمجھنے کے اُن کی ضد کی یہ حالت ہے کہ اگر آپ ان اہل کتاب کے سامنے دنیا بھر کی دلیلیں جمع کر کے پیش کر دیں جب بھی یہ بھی آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور ان کی موافقت کی اُمید اس لئے نہ رکھنا چاہیے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونیوالا نہیں اس لئے آپ بھی اُن کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے پس کوئی صورت موافقت کی نہ رہی۔ اور جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے ان کی آپس میں بھی موافقت نہیں کیونکہ ان کا کوئی فریق بھی دوسرے فریق کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا، مثلاً یہود نے بیت المقدس لے رکھا تھا اور نصاریٰ نے مشرق کی سمت کو اپنا قبلہ بنا رکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت

آگے ارشاد ہوتا ہے: وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ گویا اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح اہل کتاب ناحق پر اڑے ہوئے ہیں اور اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں چاہتے تو وہ بھی سمجھ لیں کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ایسے نہیں کہ ان کی باتوں میں آجائیں وہ تو ہمارے تابع فرمان ہیں اور ہماری مرضی کے حامل ہیں وہ ان کی باطل خواہش کی پیروی ہرگز نہیں کریں گے نہ اُن سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا حکم آجانے کے بعد اُن کے قبلہ کی طرف توجہ کریں۔

کیونکہ اپنی یا دوسروں کی خواہش پرستی کرنا یہ صریح ظلم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تو بوجہ معصوم ہونے کے یہ امر محال اور قطعاً ناممکن تھا کہ آپ کسی معاملہ میں نعوذ باللہ باطل کا اتباع کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا

اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا	يَعْرِفُوْنَ	اَبْنَآءَهُمْ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا
اور جنہیں	ہم نے دی	کتاب	وہ اسے پہچانتے ہیں	جیسے	وہ پہچانتے ہیں	اپنے بیٹے	اور بیشک	ایک گروہ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول اللہ کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعضے ان میں سے

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

مِّنْهُمْ	لَيَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ
ان سے	وہ چھپاتے ہیں	حق	حالانکہ وہ	وہ جانتے ہیں	حق	سے	آپ کا رب	پس آپ نہ ہو جائیں	سے

امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں اخفا کرتے ہیں یہ امر واقعی من جانب اللہ ہے سو ہرگز شک و شبہ لانے

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

الْمُمْتَرِيْنَ
شک کرنے والے

والوں میں شمار نہ ہونا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہود کا عناد

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ ... مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ یعنی یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کے ذریعہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخرالزمان آئیں گے اور ان کی صفات اور بشارتیں ان کتابوں میں صاف صاف بتلادی گئیں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق بنا کر بھیجے گئے تو ان اہل کتاب نے وہ تمام نشانیاں اور صفات آپ میں پائیں جو ان کی کتابوں میں درج تھیں اور وہ اچھی طرح پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخرالزمان ہیں لیکن محض ضد و عناد اور حسد و تعصب کیوجہ سے انہوں نے آپ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا اور ان تمام پیشینگوئیوں کو جو ان کی کتابوں میں موجود تھیں چھپانے لگے اور یوں ظاہر کرنے لگے جیسے وہ پیشینگوئیاں انہوں نے پڑھی ہی نہیں اس طرح درحقیقت ان اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہچان تو لیا اور بعض اہل کتاب آپ پر ایمان بھی لے آئے مگر بعضے باوجود یہ کہ آپ کی رسالت کو خوب جانتے تھے مگر چھپاتے تھے حالانکہ یہ امر واقعی من جانب اللہ صاف ثابت ہو چکا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو اسلام لانے سے پہلے یہود کے زبردست عالم تھے انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتلایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹوں سے زیادہ پہچانتے ہیں بیٹے میں تو شک ہوسکتا ہے کہ شاید بیوی نے خیانت کی ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی شک نہیں ہوسکتا آپ کی صفات اور علامات ہماری کتابوں میں موجود ہیں آپ کو دیکھتے ہی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی برحق ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو اور تمام امتِ مسلمہ کو اپنے دین وملت، اپنے قبلہ، اپنی شریعت، اپنی کتاب اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی عزت وعظمت اور محبت اور اتباع نصیب فرما اور اپنی یا دوسروں کی نفسانی خواہشات کے اتباع سے بچنا نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

وَلِكُلٍّ	وِجْهَةٌ	هُوَ	مُوَلِّيْهَا	فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يَاْتِ بِكُمُ	اللّٰهُ
اور ہرایک کیلئے	ایک سمت	وہ	اس طرف رُخ کرتا ہے	پس تم سبقت لے جاؤ	نیکیاں	جہاں کہیں	تم ہوگے	لے آیگا تمہیں	اللہ

اور ہر شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا رہا ہے سوتم نیک کاموں میں لگا ہو کرو تم خواہ کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تم

جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

جَمِيْعًا	اِنَّ اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَ	مِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
اکٹھا	بیشک اللہ	پر	ہر	چیز	قدرت رکھنے والا	اور	جہاں سے	آپ نکلیں	پس کرلیں	اپنا رُخ

سب کو حاضر کر دیں گے بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَاِنَّهٗ	لَلْحَقُّ	مِنْ رَّبِّكَ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
طرف	مسجد حرام	اور بیشک یہی	حق	آپ کے رب سے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

مسجد حرام کی طرف رکھا کیجئے اور یہ بالکل حق ہے منجانب اللہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلا بے خبر نہیں

ظاہر پرست نہ بنو حقیقت پسندی اختیار کرو

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ... اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قبلہ کا مقرر ہونا کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ صرف اُسے ہی حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے ہر اُمت کے لئے اپنا اپنا قبلہ رہا ہے اور وہ اُسی کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتی رہی، اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اس قبلہ کی بحث کو چھوڑ کر اپنے دین کے نیک کاموں میں لگو اور جو نیکیاں کہ مقصود بالذات ہیں مثلاً نماز، روزہ، ذکر الٰہی خلق خدا کے ساتھ نیکی وغیرہ اس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو اور اسے ہی دینداری کی اصل بنیاد سمجھو۔

نیکی کی تعریف یہی ہے کہ جو کام شریعت کے مطابق ہو اور مقصد محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہو اگر ظاہر میں تو کام شریعت کے مطابق کیا مگر باطن میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود نہ ہو تو وہ نیکی نہ ہوگی یا اسی طرح باطن میں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود ہے مگر کام شریعت کے حکم کے موافق نہیں تو جب بھی وہ نیکی نہیں کہلائے گی اور اسی سے "نیکی" کی ضد یعنی "بدی" کو سمجھ لیا جائے کہ ہر وہ کام جو شریعت کے حکم کے خلاف ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو وہ بدی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کرنے کیلئے آخرت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا عقیدہ اور خیال ضروری ہے جب کسی کو یہ کامل یقین ہوگا کہ اُس کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور وہاں جواب دہی کرنی ہے اور جزا و سزا کا ملنا لازمی ہے تو پھر اس کو ہر طرح کی نیکی کرنا آسان ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں نیکی و برائی کا صحیح فرق سمجھنے اور نیکیوں کو اپنانے اور برائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

وَمِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَحَيْثُ	مَا كُنْتُمْ
اور جہاں سے	آپ نکلیں	پس کرلیں	اپنا رخ	طرف	مسجد حرام	اور جہاں کہیں	تم ہو

اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھئے اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ

فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	شَطْرَهٗ	لِئَلَّا	يَكُوْنَ	لِلنَّاسِ	عَلَيْكُمْ	حُجَّةٌ	إِلَّا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ
سو کرلو	اپنے رُخ	اس کی طرف	تاکہ نہ	رہے	لوگوں کیلئے	تم پر	کوئی دلیل	سوائے	وہ جو کہ	بے انصاف	ان سے

اپنا چہرہ اُسی کی طرف رکھا کرو تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو نہ رہے مگر اُن میں جو بے انصاف ہیں تو ایسے لوگوں سے

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

فَلَا تَخْشَوْهُمْ	وَاخْشَوْنِيْ	وَلِأُتِمَّ	نِعْمَتِيْ	عَلَيْكُمْ	وَلَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ
سو تم نہ ڈرو اُن سے	اور ڈرو مجھ سے	تاکہ میں پوری کردوں	اپنی نعمت	تم پر	اور تاکہ تم	ہدایت پاؤ

اندیشہ نہ کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اور تاکہ تم پر جو میرا انعام ہے اس کی تکمیل کردوں اور تاکہ تم راہ پر رہو

بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی تعمیم وتاکید

تحویل قبلہ کا حکم جس وقت نازل ہوا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت حضر میں تھے یعنی مدینہ منورہ میں قیام تھا اور چونکہ قبلہ کا حکم ایک مہتم بالشان حکم تھا اس لئے سفر کیلئے الگ حکم بھی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَمِنْ حَيْثُ - الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ اب کسی کو یہ گمان ہوسکتا تھا کہ کہیں یہ حکم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہو اس لئے آگے تمام اہل اسلام کو مخاطب کرکے فرمایا گیا، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

تحویل قبلہ کی ایک اور حکمت

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ...... وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اور یہ حکم تحویل قبلہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ ان مخالف لوگوں کو تمہارے مقابلے میں اس گفتگو کی مجال نہ رہے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی نبی موعود آخرالزمان ہوتے تو ان کی علامت تو یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہوگا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تحویل قبلہ کیا ہے ہاں مگر جو ان میں بالکل ہی بے انصاف ہیں وہ اب بھی کٹ حجتی نکال لیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو اتنے نبیوں کے خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، لیکن جب ایسے مہمل اعتراضوں سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تو ایسے لوگوں سے اصلا اندیشہ مت کرو اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو اور مجھ سے ڈرتے رہو کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پائے اور ہم نے ان سب احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی تاکہ تم پر جو کچھ میرا انعام واکرام متوجہ ہے تم کو آخرت میں داخلِ بہشت کرکے اس کی تکمیل کردوں اور تاکہ دنیا میں تم راہ حق پر کہ اسلام ہے قائم رہنے والوں میں رہو۔"

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

كَمَآ	اَرْسَلْنَا	فِيْكُمْ	رَسُوْلًا	مِّنْكُمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِنَا	وَ	يُزَكِّيْكُمْ	وَيُعَلِّمُكُمُ	الْكِتٰبَ
جیسا کہ	ہم نے بھیجا	تم میں	ایک رسول	تم میں سے	وہ پڑھتے ہیں	تم پر	ہمارے حکم	اور	اور پاک کرتے ہیں تمہیں	اور سکھاتے ہیں تم کو	کتاب

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

	وَالْحِكْمَةَ	وَيُعَلِّمُكُمْ	مَا	لَمْ تَكُوْنُوْا	تَعْلَمُوْنَ	
	اور حکمت	اور سکھاتے ہیں تمہیں	جو	تم نہ تھے	جانتے	

اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مقاصد

حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اُس کی مقبولیت کی دُعاء کی تھی اور ساتھ ہی ایک امت مسلمہ کے پیدا ہونے کی اور اس اُمت میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث ہونے کی بھی دُعاء کی تھی، چنانچہ ان دُعاؤں کی قبولیت میں ایک نعمت کا ذکر تو اوپر فرمایا گیا کہ خانہ کعبہ کو مرجع خلائق اور قبلہ عالم بنایا۔

اب آگے دوسری نعمت یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارہ میں جو فرمائی گئی تھی اُس کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بھی بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا ...... مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

اول تو یہ کہ آپ کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ لوگوں کا تزکیہ نفس فرماتے ہیں یعنی لوگوں کی رُوحانی تربیت فرما کر ان کے عقائد اعمال و اخلاق کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ آپ لوگوں کو کتاب اللہ کے الفاظ کی کیفیت ادا، اُس کے مطالب ومعانی اور اسرار ورموز سکھاتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ آپ لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں بتلاتے ہیں اور اپنی سنت اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ کتاب اللہ کے احکام کی صحیح تعبیر وتصویر بتاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ وہ تمام امور دین جن کا لوگوں کو علم نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی اور ذریعہ سے ان کا علم حاصل کر سکیں، ایسے تمام امور میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وتعلیمات پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾

فَاذْكُرُونِيْ	أَذْكُرْكُمْ	وَاشْكُرُوا لِي	وَلَا	تَكْفُرُونِ
سو یاد کرو مجھے	میں یاد رکھوں گا تمہیں	اور تم شکر کرو میرا	اور نہ	ناشکری کرو میری

ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گذاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو۔

ذکر وشکر کا حکم: یہاں تک حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں مثلاً کعبہ کا قبلہ مقرر ہونا اور اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہونا، پھر ایسے عظیم الشان رسول کی امت اور تابع ہونا، اس لئے ان نعمتوں کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کے یاد کرنے اور ان پر شکر گذار ہونے ناشکری نہ کرنے کا حکم فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿﴾ یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ امت مسلمہ کو تین باتوں کا حکم دے رہے ہیں۔

پہلا حکم یہ دیا گیا کہ منعم حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر دم یاد رکھو، اور اللہ کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اُس کی بتائی ہوئی راہ پر پوری ہمت اور شوق سے چلتا رہے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، سوتے جاگتے کھاتے پیتے، غرض ہر وقت ہر کام میں، ہر حال میں ہر آن میں اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی رضا اور پسند کو مقدم رکھے۔

دوسرا حکم امت مسلمہ کو یہ دیا جا رہا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو اور شکر کی بہترین شکل یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسی کے حکم کے مطابق اُس کے رضا کے کاموں میں لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے کام کرنے کی جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کے اندر رہ کر کام کیا جائے اس سے نعمتوں میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ تیرہویں پارہ سورۃ ابراہیم میں وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا، اور اسی اضافہ اور زیادتی کو برکت بھی کہتے ہیں۔

شکر: اہل تحقیق کے نزدیک شکر کی حقیقت عاجزانہ طور پر نعمت منعم کا اعتراف کرنا ہے، بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا لہٰذا بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ ساتھ کرنا اور اللہ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اقرار کرنا۔

تیسرا حکم یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اس کی بخشی ہوئی طاقتوں اور قوتوں کی ناقدری اور ناشکری نہ کرو، ناشکری سے نہ صرف نعمت چھن جاتی ہے بلکہ شدید عذاب اور سزا بھی ملتی ہے۔

کفرانِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نعمت کو جس غرض کے لئے پیدا کیا ہے اُسے ہٹا کر کسی دوسرے کام یا دوسری غرض میں صرف کرنا مثلاً آنکھ کو اللہ تعالیٰ نے دو کاموں کیلئے پیدا کیا ہے ایک تو یہ کہ انسان اس سے اس جہاں میں اپنی حاجات کی راہ سے واقف ہو دوسرے یہ کہ وہ حق تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات کو دیکھے اور اللہ کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عظمت سے واقف ہو اب ان کے علاوہ جب آنکھ کو کسی اور کام میں یعنی کسی گناہ معصیت یا ناجائز امر میں کام لائے گا تو یہ آنکھ کی نعمت کا کفران ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی ہم کو عطا فرما اور اپنی ہر چھوٹی بڑی نعمت کا ہم کو قدر دان اور شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھ اور ہر طرح کے کفرانِ نعمت سے ہم کو محفوظ فرما، اور گذشتہ میں ہم سے جو کفرانِ نعمت کی معصیت سرزد ہوئی ہو تو اپنی رحمت سے اسے معاف فرما آمین۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❀❀ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❀❀

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	اسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ
اے	جو کہ	ایمان لائے	تم مدد مانگو	صبر سے	اور نماز	بیشک	اللہ	ساتھ	صبر کرنے والے

اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

ذکر وشکر حاصل کرنے کا نسخہ: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر اور شکر کرنے اور کفرانِ نعمت نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اِس لئے اس آیت میں حق تعالیٰ مسلمانوں کو ذکر و شکر کے حاصل کرنے اور کفرانِ نعمت سے بچنے کیلئے ایک طریقہ تعلیم فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ یعنی اگر نفس پر احکامِ شرعیہ شاق اور گراں ہوں تو اُن کے آسان ہونے کا ایک علاج صبر ہے دوسرا علاج نماز ہے، گویا یہ نسخہ اکسیر قرآنی دو جزو سے مرکب ہے، ایک صبر دوسرے نماز۔ اور یہ بھی ہے کہ مشکلات ومصائب کے ہجوم کے وقت بھی مشکل کشائے حقیقی سے برابر تعلق جوڑے رہو۔ اس پر بھروسہ رکھو اور اسی کے آگے جھکتے رہو۔

صبر: صبر کے اصلی معنی اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں، قرآن اور سنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں:

ایک: اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکنا۔

دوسرے: نفس کو طاعات وعباداتِ الٰہیہ اور احکام شرعیہ کی پابندی پر مجبور کرنا۔

تیسرے: مصائب اور آفات پر صبر کرنا یعنی جو مصیبت آ گئی اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار رہنا، یہ تینوں شعبے صبر کے فرائض میں داخل ہیں اور ہر مسلمان پر تینوں طرح کے صبر کا پابند ہونا لازم ہے، قرآن و حدیث کی اصطلاح میں صابرین انہی لوگوں کا لقب ہے جو تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہیں۔

صبر کے فضائل قرآن وحدیث میں بکثرت ہیں جس کسی نے ترقی حاصل کی ہے اس صبر ہی کی بدولت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے صابر بندوں میں شامل فرمادیں، آمین۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی عام معیت تو کافرو فاسق، مومن وصالح سب کو حاصل ہے لیکن یہاں خصوصی معیت مراد ہے اور اسی خصوصی معیت کا احساس تھا کہ جس نے صحابہ کرامؓ کو بے پناہ قوت وجرأت کا مالک بنا دیا تھا۔

ابھی اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ میں صبر کی فضیلت آ چکی تھی مگر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کہہ کر اسے اور زیادہ مؤکد کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ہر وقت صبر کے اسلحہ سے مسلح رہنا چاہیے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز،صبر کی اہمیت کو سمجھنے اور اس اسلحہ سے مسلح ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

لَا	لٰكِنْ	وَ	اَحْيَآءٌ	بَلْ	اَمْوَاتٌ	اللّٰهِ	سَبِيْلِ	فِيْ	يُّقْتَلُ	لِمَنْ	تَقُوْلُوْا	وَلَا
نہیں	لیکن	اور	زندہ	بلکہ	مُردہ	اللہ	راستہ	میں	مارے جائیں	اسے جو	کہو	اور نہ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں اُن کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے نہیں

تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾	تَشْعُرُوْنَ	
ادراک کر سکتے۔	تم شعور رکھتے	

شہید کا مقام

یہ آیت شہدائے بدر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ شہدائے بدر میں چھ آدمی تو مہاجرین میں سے تھے اور آٹھ انصار سے۔ لوگ ان کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہائے فلاں شخص مرگیا اور دنیا کی نعمت اس سے چھوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کے ازالہ اور ان کے درجات پر آگاہ کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

چنانچہ چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں بھی ارشاد ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا، بل احیآء عند ربهم یرزقون۔ یعنی اے مخاطب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کئے گئے ان کو اور مردوں کی طرح مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ ہیں اور اپنے پروردگار کے مقرب یعنی مقبول ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

زندہ ہونے کا مطلب

شہداء کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسم کی سی قوت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے وہ زمین آسمان جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔ (تفسیر مظہری)

شہید کی خصوصیات

اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اُسی طرح اس کو نماز پڑھ کر دفن کر دیں دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں انہی خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے ہاں جو اشیاء کفن کی جنس سے نہیں جیسے ہتھیار، زرہ، پوستین وغیرہ وہ بدن سے نکال لی جائے۔ اس طرح دریا میں ڈوب کر مرنے والا' دستوں کے مرض میں اور تپ دق میں ہلاک ہونے والا' بچہ کی ولادت میں بحالت نفاس مرنے والی عورت بھی آخرت کے اجر وثواب کے لحاظ سے شہداء میں شامل ہیں جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔

دنیا والوں کے محدود حواس

آیت کے اخیر میں جو فرمایا گیا وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ یعنی اس عالم دنیا میں رہتے ہوئے ان حواس کے ساتھ عالم برزخ کی حیات شہداء کا تم ادراک نہیں کر سکتے کیونکہ اس عالم دنیا کی کیفیت اور احوال اور ہیں اور مرنے کے بعد عالم برزخ کی کیفیات اور احوال اور ہیں، تو اس عالم دنیا میں رہ کر انسان نہ تو پوری طرح عالم برزخ کی کیفیات اور احوال کا ادراک کر سکتا ہے اور نہ ان کو کما حقہ سمجھ سکتا ہے اور اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ ایک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے پیدائش سے پہلے اس عالم دنیا کی کیفیات اور احوال کو نہیں سمجھ سکتا، اس لئے کوئی بات خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے جب قرآن وحدیث اس کو بیان کر دے تو مؤمن کا اس پر ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	بِشَیْءٍ	مِنَ	الْخَوْفِ	وَالْجُوْعِ	وَنَقْصٍ	مِنَ	الْاَمْوَالِ
اور ضرور ہم آزمائیں گے تمہیں	کچھ	سے	خوف	اور بھوک	اور نقصان	سے	مال جمع

اور تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال و جان

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ

وَالْاَنْفُسِ	وَالثَّمَرٰتِ	وَبَشِّرِ	الصّٰبِرِیْنَ	الَّذِیْنَ	اِذَا	اَصَابَتْهُمْ	مُّصِیْبَةٌ
اور جان جمع	اور پھل جمع	اور خوشخبری دیں آپ	صبر کرنے والے	وہ جو	جب	پہنچے انہیں	کوئی مصیبت

اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے کہ اُن پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

قَالُوْا	اِنَّا لِلّٰهِ	وَاِنَّا	اِلَیْهِ	رٰجِعُوْنَ
وہ کہیں	ہم اللہ کیلئے	اور ہم	اس کی طرف	لوٹنے والے

تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

صبر وامتحان کے اور مواقع

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ پہلے شہداء کا تذکرہ ہوا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مقام یعنی شہادت حاصل کی اب یہ فرمایا جارہا ہے کہ تھوڑی تھوڑی تکلیف سے وقتاً فوقتاً تم سب کا امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا۔ جان مال عزت وغیرہ ہر چیز کے متعلق خوف واندیشہ حاجت کے ہوتے ہوئے حرام مال سے اجتناب روزہ کے ذریعہ بھوک برداشت کرنا مال کی کمی کے باوجود رشوت' سود اور خیانت وغیرہ سے بچتے رہنا اور مالی نقصان مثلاً چوری ہوجائے یا آگ لگ جائے تو بھی صبر سے کام لینا یہ سب امتحان کے مواقع ہیں۔ جو ان میں کامیاب ہوگئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت وہدایت کا انعام ملے گا۔

صبر والوں کی نشانی

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

یہاں تعلیم یہ دی گئی کہ مسلمان کو جب بھی کوئی مصیبت پیش آوے تو اس کو کہنا چاہئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اس کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ سے ہمیں تین باتیں معلوم ہوئیں۔

۱- یہ کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، انسان کے رنج وغم اور درد و حسرت کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے اور جب ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے کہ جو چیز بھی ہے سب اللہ کی ہے پھر رنج و ملال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ ۲- یہ کہ دنیا کی رنج و تکلیف خواہ کتنی ہی بڑی ہو سب آنی جانی فانی اور عارضی ہیں یہ ختم ہوجائیں گی اور عنقریب انہیں چھوڑ کر مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضری دینی ہوگی۔ ۳- یہ معلوم ہوا کہ یہ مصیبتیں اور آزمائشیں یوں ہی بیکار نہیں، ان کا اجر وثواب عالم آخرت میں ضرور ملے گا۔

یہاں لفظ مصیبت کا مفہوم بھی سمجھ لینا چاہئے جو بہت وسیع اور عام ہے جو شے بھی مسلمان کو ناگوار گذرے بس وہی اس کے حق میں مصیبت ہے اور اس پر اس کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کو پڑھنا چاہئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں یہ کلمہ تمام مصیبتوں کا علاج ہے۔

11

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اُولٰٓئِكَ	عَلَيْهِمْ	صَلَوٰتٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَرَحْمَةٌ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُهْتَدُوْنَ
یہی لوگ	ان پر	عنایتیں	سے	ان کا رب	اور رحمت	اور یہی لوگ	وہ	ہدایت یافتہ

ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی اُن کے پروردگار کی طرف سے ہونگی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگی

صبر کرنے والے دنیا میں اس حقیقت تک پہنچنے والے کہ کوئی چیز اپنی نہیں حتیٰ کہ اپنی جان اور روح کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گے تو وہاں بھی سب کچھ پالیں گے۔ اور جس نے رحمت عامہ اور خاصہ کو پالیا اُس سے دنیا و آخرت کی کونسی نعمت رہ سکتی ہے؟

صبر والوں کا انعام

اب اوپر جو بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ فرمایا گیا تھا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صابرین کو بشارت سنا دیجئے تو آگے اس بشارت کی تفصیل فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

یعنی صابرین کیلئے حق تعالیٰ نے یہاں تین باتوں کی بشارت دی ہے، ایک تو یہ کہ اللہ کی عنایات اور نوازشات ان پر ہونگی، دوسرے اللہ کی رحمت اُن پر ہوگی اور تیسرے یہ کہ انہیں ہدایت نصیب ہوگی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ان صبر والوں کو دو برابر کی چیزیں یعنی صلوٰت اور رحمت اور ایک درمیان کی چیز یعنی ہدایت ملتی ہے، ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان والے پر پے در پے مصیبتیں پڑتی رہتی ہیں کبھی جان پر صدمہ ہے کبھی مال میں نقصان ہے اور یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس گناہوں سے پاک جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت ہی ہے کہ تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دنیا کے نقصان کو آخرت کے دائمی اجر و نفع سے بدل دیتے ہیں۔ اور عوامی زبان میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ کا ترجمہ ہوگا "بس یہی لوگ تو پہنچے ہوئے ہیں"

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے صابر و شاکر بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو صبر کی توفیق عطاء فرما کر اپنی خصوصی رحمتوں عنایتوں اور نوازشوں سے نوازیں اور اپنی ہدایات پر ہم کو قائم رکھیں، آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا

إِنَّ	الصَّفَا	وَالْمَرْوَةَ	مِنْ	شَعَآئِرِ	اللّٰهِ	فَمَنْ	حَجَّ	الْبَيْتَ	أَوِ	اعْتَمَرَ	فَلَا
بیشک	صفا	اور مروہ	سے	نشانات	اللہ	پس جو	حج کرے	خانہ کعبہ	یا	عمرہ کرے	تو نہیں

تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے اس پر

جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

جُنَاحَ	عَلَيْهِ	أَنْ	يَطَّوَّفَ	بِهِمَا	وَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَإِنَّ	اللّٰهَ	شَاكِرٌ	عَلِيْمٌ
کوئی حرج	اس پر	کہ	وہ طواف کرے	ان دونوں	اور جو	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو بیشک	اللہ	قدر دان	جاننے والے

ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمد و رفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ قدردانی کرتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ کے صبر کی یادگار صفا و مروہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بچہ حضرت اسمٰعیل کو وادی فاران میں چھوڑ گئے تھے اور حضرت اسمٰعیل ابھی دودھ پیتے بچہ ہی تھے تو حضرت ہاجرہؓ کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا اور بچہ بھی پیاس کے مارے بے چین ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ انتہائی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں انہی دو پہاڑیوں پر اِدھر سے اُدھر گھبراتی ہوئی دوڑتی تھیں تاکہ کہیں پانی کا چشمہ دکھائی دے جائے حضرت ہاجرہؓ کا اِدھر سے اُدھر صفا و مروہ پہاڑیوں پر آنا جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس درجہ مقبول ہوا کہ حج و عمرہ میں اسی یادگار کو تازہ کرنے کیلئے صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان چلنا اور کچھ حصہ میں دوڑنا جس کو سعی کہتے ہیں ہر حج اور عمرہ کرنے والے پر لازم قرار دیا گیا۔

مشرکین نے صفا مروہ پر دو بت رکھے ہوئے تھے اور صفا مروہ کا طواف کرتے تھے جب زمانہ اسلام کا آیا اور مسلمانوں کو سعی بین الصفا والمروۃ کا حکم ہوا تو مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کیلئے ہوتا تھا اور بتوں کی تعظیم اسلام میں ممنوع ہے اس لئے صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

کہ بالتحقیق کوہ صفا اور کوہ مروہ اور پہاڑوں کی طرح معمولی پہاڑ تھے مگر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے رضا بالقضا کی برکت سے خدا کی یادگاروں میں سے ہو گئے اور ان کا طواف مناسک حج سے بنا دیا گیا سو جو شخص حج بیت اللہ کا یا عمرہ کا ارادہ کرے اس پر صفا اور مروہ کی سعی اور طواف میں ذرہ برابر گناہ نہیں یعنی مسلمانوں کو اس میں کافروں کی مشابہت سے شبہ میں نہ پڑنا چاہیے، یہ صفا اور مروہ دراصل شعائر الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کا طواف و سعی سراسر خیر و عبادت ہے اور یہ حق تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جو شخص کوئی خیر و نیکی شوق و رغبت سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی فرماتے ہیں اور اس خیر کرنے والے کی نیت اور خلوص کو خوب جانتے ہیں یعنی بقدر اخلاص کے اس کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو تمام شعائر الٰہیہ کی تعظیم کرنا نصیب فرما، اور صفا و مروہ کی پہاڑیاں جو شعائر اللہ میں سے ہیں اُن کی زیارت اور وہاں کی سعی حج و عمرہ میں نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْتُمُوْنَ	مَآ اَنْزَلْنَا	مِنَ	الْبَيِّنٰتِ	وَالْهُدٰى	مِنْۢ بَعْدِ	مَا بَيَّنّٰهُ
بیشک	جولوگ	چھپاتے ہیں	جونازل کیا ہم نے	سے	کھلی نشانیاں	اور ہدایت	اس کے بعد	ہم نے واضح کر دیا

جو لوگ اُن مضامین کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور ہادی ہیں اس حالت کے بعد کہ ہم اُن کو

لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

لِلنَّاسِ	فِي الْكِتٰبِ	اُولٰٓئِكَ	يَلْعَنُهُمُ	اللّٰهُ	وَيَلْعَنُهُمُ	اللّٰعِنُوْنَ	اِلَّا	الَّذِيْنَ
لوگوں کیلئے	کتاب میں	یہی لوگ	لعنت کرتا ہے ان پر	اللہ	اور لعنت کرتے ہیں ان پر	لعنت کرنے والے	سوائے	وہ لوگ جو

کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور لعنت کرنیوالے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر جو لوگ

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾

تَابُوْا	وَاَصْلَحُوْا	وَبَيَّنُوْا	فَاُولٰٓئِكَ	اَتُوْبُ	عَلَيْهِمْ	وَاَنَا	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ
انہوں نے توبہ کی	اور اصلاح کی	اور واضح کیا	پس یہی لوگ ہیں	میں معاف کرتا ہوں	انہیں	اور میں	معاف کرنے والا	رحم کرنیوالا

توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا

اہلِ کتاب کی حق پوشی اور اس کی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ .... وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اہلِ کتاب یعنی یہودی وعیسائی دنیوی لالچ تعصب اور عناد کی وجہ سے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو بدل دیا کرتے اور اصل حکم کو چھپاتے اور ان کے قدیم آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں کے متعلق جو بشارتیں اور پیشینگوئیاں موجود تھیں ان کو ظاہر نہ کرتے تھے اور عرب کے ناخواندہ لوگوں کو اور اپنے حامیوں کو شبہات میں ڈال کر گمراہ کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں آگاہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی باتیں اور شرعی مسائل جان بوجھ کر چھپایا کرتے ہیں جس طرح کہ اس عالم کیلئے جو لوگوں میں اللہ کی باتیں پھیلائے ہر چیز اُس کیلئے دُعاء کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں اور ہوا کے پرند بھی اسی طرح ان لوگوں پر جو حق بات اللہ ورسول کی جانتے ہوئے چھپاتے ہیں اور دانستہ حق سے گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں ان پر ہر چیز لعنت بھیجتی ہے صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے کسی شرعی امر کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ جانتے ہوئے اُسے چھپالے تو اُسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

توبہ کی دعوت اور شرط

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

یہاں اللہ تعالیٰ نے قبولیت توبہ کے تین شرائط بیان فرمائے ہیں: (۱) ایک توبہ یعنی گناہ اور غلطی کے احساس واعتراف کے ساتھ اُسے آئندہ ترک کرنے کا تہیہ کر لینا۔ (۲) دوسرے اصلاح یعنی گناہ اور خرابی سے پیدا شدہ برائیوں کی درستی کرنا۔ (۳) تیسرے جن امورِ حق کو چھپا کر وہ جرم کے مرتکب ہوئے تھے انہیں بیان کر دینا، ظاہر کر دینا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ اگر کافر بھی سچے دل سے رجوع کرے تو اس کی توبہ بھی قبول ہے اور یہی تین شرائط یعنی ماضی حال اور مستقبل کے متعلق علماء نے ہر گناہ سے توبہ کی تکمیل کیلئے بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

إِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَمَاتُوْا	وَهُمْ	كُفَّارٌ	أُولٰٓئِكَ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ
بیشک	جولوگ	کافر ہوئے	اور وہ مر گئے	اور وہ	کافر	یہی لوگ	ان پر	لعنت	اللہ	اور فرشتے

البتہ جو لوگ اسلام نہ لائیں وہ اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا

وَالنَّاسِ	أَجْمَعِيْنَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	لَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا
اور لوگ	تمام	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	نہ ہلکا ہوگا	ان سے	عذاب	اور نہ

اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُسی لعنت میں رہیں گے اُن سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا اور نہ

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

هُمْ	يُنْظَرُوْنَ
انہیں	مہلت دی جائے گی

اُن کو مہلت دی جائے گی۔

کافروں کی سزا

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا .... لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ

بالتحقیق ان میں سے جولوگ اسلام نہ لائیں اور اسی حالتِ کفر یعنی غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر وہ لعنت مذکورہ اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی ایسے طور پر برسا کرے گی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی لعنت میں رہیں گے یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دُور بھی رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا یہی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت اُن پر سے جہنم کا عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ اُن کو کسی میعاد تک مہلت دی جائے گی۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے اور کفر کی موت مرنے کا انجام بتلایا گیا۔

مسئلہ: اہل سنت کے ہاں کسی متعین گنہگار پر لعنت جائز نہیں ہے البتہ کسی کو متعین کئے بغیر مبہم و مطلق صورت میں جائز ہے۔ مثلاً یہ کہ "چور پر لعنت ہو" صحیح حدیث میں مومن پر لعنت کرنے کو اُس کے قتل کے مشابہ بتایا گیا ہے اور بلکہ متعین کافر پر بھی اُس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں۔ آیت میں مَاتُوْا کی قید نے واضح کر دیا کہ یہاں جن پر لعنت آئی ہے اُن کی موت ہی کفر پر ہو چکی تھی اور اصل مدار خاتمہ پر ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا، اور قرآن کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں، ہر حال میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور دُنیا اور آخرت میں اپنی خاص رحمتوں سے نوازیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ

وَاِلٰـهُكُمۡ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الرَّحۡمٰنُ	الرَّحِيۡمُ	اِنَّ	فِىۡ	خَلۡقِ	السَّمٰوٰتِ
اور معبود تمہارا	معبود	ایک یکتا	نہیں	عبادت کے لائق	سوائے اسکے	نہایت مہربان	رحم کرنیوالا	بیشک	میں	پیدائش	آسمانوں

اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی رحمٰن ہے رحیم ہے بلاشبہ آسمانوں کے

وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ

وَالۡاَرۡضِ	وَ	اخۡتِلَافِ	الَّيۡلِ	وَالنَّهَارِ
اور زمین	اور	بدلتے رہنا	رات	اور دن

اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں

مشرکین کے خیال کی تردید

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ گذشتہ آیات میں جب کفر پر مرنے والوں کو دائمی عذاب جہنم کی سزا سنائی گئی تو بعض کفار کے دِل میں شیطان یہ خیال پیدا کر سکتا تھا کہ اور بھی ہیں جن کو خدائی اختیارات حاصل ہیں یا وہ خدائی کے حصہ دار ہیں، اگر ایک نے عذاب میں ڈالا تو دوسرے کی طرف ملتجی ہو جاویں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس شیطانی خیال کو بھی باطل فرما دیا اور بتلا دیا وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

اپنی صفت وحدانیت والوہیت کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنا الرَّحۡمٰنُ اور الرَّحِيۡمُ ہونا بیان فرمایا، الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ یعنی دنیا اور آخرت میں ہر چھوٹی بڑی نعمت، تربیتِ جسمانی و رُوحانی، صحت و دولت، علم و ہدایت اُسی نے مہیا کیے جسمانی و روحانی قوی مرحمت فرمائے، تو جب وہی ان تمام چیزوں کا عطاء کرنے والا ہے اور دین دُنیا میں سب اُسی کی رحمت کے محتاج ہیں تو اور کس کا منہ ہے کہ معبودیت والوہیت کا دعوٰی کر سکے۔

توحید ذات وصفات کی آٹھ دلیلیں

وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ...... وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ

۱- پہلی چیز آسمانوں اور زمین کی پیدائش بیان کی گئی، آسمانوں کی بلندی، لطافت کشادگی پر غور کیجئے پھر ان میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے لاکھوں نہیں کروڑوں ستارے اور سیارے، اس طرح کہ ہر ایک کی شانُ جدا، ہر ایک کا رنگ جدا، ہر ایک کی حرکت جُدا، تو اس عجیب و غریب نظام کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کارخانہ کسی علیم، قدیر، مُدبر حکیم اور قادرِ مطلق کے قبضہ قدرت میں ہے۔ علیٰ ہذا زمین کی پیدائش میں بھی اس کی وحدانیت اور کمال قدرت و رحمت کی دلیل ہے تمام عالم کے بسنے والوں کیلئے زمین اُن کے قدموں کے تلے بچھی ہوئی ہے اسی زمین پر رہتے سہتے ہیں اور اپنی مرضی کے موافق آرام دہ مکانات بناتے ہیں اسی زمین سے پیدا شدہ غذاؤں اور پھلوں، چشموں اور نہروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، سونا، چاندی، پیتل، تانبا، لوہا وغیرہ سب اسی زمین میں اللہ کی قدرت سے نکلتا ہے۔ ان سب سے اللہ کی قدرت وحکمت ظاہر ہے اور یہ سب اس قادر مطلق ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

۲- دوسری دلیل دن اور رات کا اختلاف ارشاد فرمائی، دِن گذرتا ہے تو رات آتی ہے۔ رات جاتی ہے تو دن آتا ہے اگر دن نہ ہوتا فقط رات ہی ہوتی تو عالم ہمیشہ تاریکی اور ظلمت کی مصیبت میں گرفتار ہوتا اور چلنا، پھرنا کام کاج کرنا مشکل ہو جاتا اور اگر رات نہ ہوتی فقط دن ہی دن ہوتا تو اس راحت و آرام چین وسکون سے جو رات کی نیند اور سکون سے حاصل ہوتا ہے اس سے تمام جہان محروم ہو جاتا جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان، زمین، چاند، سورج کی ڈور ہے وہی ذات باری تعالیٰ کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

وَالْفُلْكِ	الَّتِيْ	تَجْرِيْ	فِي	الْبَحْرِ	بِمَا	يَنْفَعُ	النَّاسَ	وَمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ السَّمَآءِ
اور کشتی	جو کہ	بہتی ہے	میں	سمندر	ساتھ+جو	نفع دیتی ہے	لوگ	اور جو کہ	اتارا	اللہ	آسمانوں سے

اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا

مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

مِنْ	مَّآءٍ	فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	وَبَثَّ	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	دَآبَّةٍ
سے	پانی	پھر زندہ کیا	اس سے	زمین	اس کے مرنے کے بعد	اور پھیلائے	اس میں	سے	ہر قسم	جانور

پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

وَّتَصْرِيْفِ	الرِّيٰحِ	وَالسَّحَابِ	الْمُسَخَّرِ	بَيْنَ	السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ
اور بدلنا	ہوائیں	اور بادل	تابع	درمیان	آسمان	اور زمین	نشانیاں	لوگوں کیلئے	عقل والے

اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مقید رہتا ہے، دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ ...... لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

۳۔ تیسری دلیل کشتی اور جہاز کے پانی پر چلنے کی دی گئی، ایک تولہ لوہا تانبا ایک منٹ کیلئے پانی پر نہیں ٹھہرتا مگر جہاز و کشتی جس میں منوں لوہا اور تانبا لگا ہوتا ہے ان جہاز اور کشتیوں کو پہاڑ جیسی موجوں سے بچانا اور ہوا موافق رکھنا سب اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۴۔ چوتھی دلیل آسمان سے مینہ کا اُتارنا یعنی بادل سے بارش کا نازل کرنا ارشاد فرمائی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرتِ کاملہ کی پکی نشانی ہے۔ ہزارہا من پانی بادلوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے، جس کو فرشتے ہوا میں اِدھر اُدھر لئے پھرتے ہیں جہاں جس قدر ضرورت ہوتی ہے مشیت الٰہی کے حکم سے برساتے ہیں۔

۵۔ پانچویں دلیل اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں دی گئی یعنی بارش اور پانی سے خشک اور تپتی ہوئی مُردہ زمین میں ازسرِ نو جان پڑنا اور اس سے غلہ، اناج، گھاس پات، پھل پھول کے درخت اُگانا، یہ سب اُسی قدرت والے کا کام ہے۔

۶۔ چھٹی دلیل زمین پر ہر قسم کے حیوانات کے پھیلا دینے میں دی گئی، حیوانات کی ہزارہا انواع و اقسام ہیں، اُن کی گنتی اور شمار انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ پھر ان سب کی حفاظت کرنا انہیں ان کی غذا کے موافق روزیاں پہنچانا، یہ سب قدرتِ الٰہی کا کام ہے۔

۷۔ ساتویں دلیل ہواؤں کے بدلنے میں دی گئی کبھی ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور کبھی گرم لُو کا چلنا کہیں ہوا کم ہونا کہیں زیادہ ہونا، یہ سب قدرتِ خداوندی کا انتظام ہے اُس کے حکم سے یہی ہوا کہیں رحمت بن کر انسانوں کے زیست کا ذریعہ ہے۔ کہیں اس کے حکم سے قہر و جلال بن کر ہلاکت کا سبب ہو جاتی ہے۔

۸۔ آٹھویں دلیل ابر کا آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہونے میں دی گئی یہ بھی اس پروردگار عالم کے کمال قدرت کی دلیل ہے کہ باوجود ہزارہا ٹن پانی سے بھرا ہوا بادل فضا میں معلق رہتا ہے، وزن سے نیچے نہیں گرتا۔

ان دلائل اور نشانیوں کو بیان فرما کر کہ جو ایک قادرِ مطلق، مختارِ کل، حکیم و علیم واحد و یگانہ صانع کا پتہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا: یعنی یہ عقلمندوں کیلئے قدرتِ خدا کی نشانیاں ہیں، جن سے عقلمند اور سمجھ رکھنے والے لوگ اپنے معبود حقیقی کے وجود کو پالیتے ہیں۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّتَّخِذُ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَنْدَادًا	يُّحِبُّوْنَهُمْ	كَحُبِّ	اللّٰهِ	وَالَّذِيْنَ
اور سے	لوگ	جو	بناتے ہیں	سے	سوائے	اللہ	شریک	محبت کرتے ہیں ان سے	جیسے محبت	اللہ	اور جو لوگ

اور ایک آدمی وہ ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں اُن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے اور جو مؤمن ہیں

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ

اٰمَنُوْٓا	اَشَدُّ	حُبًّا	لِّلّٰهِ
ایمان لائے	سب سے زیادہ	محبت	اللہ کیلئے

ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

مشرکین کی غیر اللہ سے محبت

گذشتہ آیات سے خدا کی ذات وصفات و وحدانیت اور خالق کائنات ہونا ثابت ہوگیا تو اہلِ عقل اور صاحب فہم انسان کیلئے عقل کا تقاضا یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت و محبت کیلئے مخصوص کرے لیکن بعض بیوقوف اور نافہم لوگ باوجود کھلی ہوئی دلیلوں کے پھر شرک میں مبتلا ہیں اور خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں، غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسی خدائے پاک ذات کی کرنی چاہیے تھی اسی کو یہاں ان آیات میں ارشاد فرمایا جاتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ اور ایک آدمی وہ بھی ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریکِ خدائی قرار دیتے ہیں اور اُن کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے۔

اہلِ ایمان کی اللہ تعالیٰ سے محبت

اہل ایمان کی کیا حالت ہوتی ہے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے ہی نفع و ضرر کو وابستہ جانتے ہیں، ذات وصفات الٰہی میں کسی کو شریک نہیں کرتے اور سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں اپنا جان و مال فدا کرنے کو تیار ہوتے ہیں اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے مقابل کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔

محبت الٰہی کی پہچان اور علامتیں تو بہت ہیں مگر تین خاص علامتیں جو علمائے محققین نے لکھی ہیں وہ یہ ہیں:

۱......انسان نفس کی خواہش پر حق تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دیتا ہو اور اس کے حکم کی تعمیل کو ہر کام پر مقدم سمجھتا ہو یعنی حدود شرعیہ کا ہر وقت لحاظ رکھتا ہو۔

۲......اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شائق ہو اور موت سے گھبراتا نہ ہو، اور اگر زندگی چاہتا بھی ہو تو محض اس لئے کہ معرفت حق جتنی زیادہ حاصل ہواتنی ہی بہتر ہے۔

۳......حکم الٰہی اور قضا وقدر پر راضی رہتا ہو کہ اچھا بُرا جو کچھ بھی پیش آتا ہے اس پر زبان یا دل سے شکوہ نہیں کرتا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت سے نوازے، ہر نیک عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت میں اضافہ ہو، ذکر اللہ کی پابندی نصیب ہو اور اللہ والوں کی محبت و صحبت نصیب ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ

وَلَوْ	يَرَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اِذْ يَرَوْنَ	الْعَذَابَ	اَنَّ	الْقُوَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّاَنَّ
اور اگر	دیکھ لیں	وہ جنہوں نے	ظلم کیا	جب دیکھیں گے	عذاب	کہ	قوت	اللہ کیلئے	تمام	اور یہ کہ

اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اُس وقت کو جبکہ دیکھیں گے عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کیلئے ہے اور یہ کہ

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا

اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعَذَابِ	اِذْ تَبَرَّاَ	الَّذِيْنَ	اتُّبِعُوْا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْا	وَرَاَوُا
اللہ	سخت	عذاب	جب بیزار ہو جائیں گے	وہ لوگ جو	پیروی کی گئی	سے	جنہوں نے	پیروی کی	اور وہ دیکھیں گے

اللہ کا عذاب سخت ہے جبکہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اُن لوگوں سے صاف الگ ہوجاویں گے جو انکے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اور سب

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

الْعَذَابَ	وَتَقَطَّعَتْ	بِهِمُ	الْاَسْبَابُ
عذاب	اور کٹ جائیں گے	ان سے	وسائل

عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے اسوقت سب قطع ہو جائیں گے۔

غیر اللہ سے عقیدت کا انجام:

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ وہ کافر لوگ جو غیر اللہ سے محبت اور انکی پرستش کرتے ہیں اا رکھتے ہیں کہ اُن کے معبود مصیبت کے وقت اُن کے کام آئیں گے تو ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگرچہ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ مصیبت کے وقت محبوب محب کے کام آئے لیکن قیامت کے روز جب یہ باطل پرست عذاب الٰہی کو دیکھیں گے اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ کامل قدرت و غلبہ خدا ہی کیلئے ہے اور عذاب الٰہی بہت سخت ہے اور خدا ہی کے قبضہ میں عذاب دینا ہے اور یہ باطل معبود عذابِ الٰہی سے بچا نہیں سکتے تو اس وقت ان کی خواہش اور تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں ہم شرک و نافرمانی نہ کرتے۔

ہولناک منظر:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ یعنی آخرت کا ایک ہولناک اور حسرت ناک منظر وہ ہوگا جبکہ ان مشرکین کے متبوعین یعنی وہ ذی اثر پیشوا اور سردار جن کے کہنے پر عوام مشرکین چلتے تھے ان عام مشرکین سے صاف الگ ہوجائیں گے جو اُن کے کہنے پر چلتے تھے اور سب خواص و عوام عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم اُن میں جو تعلقات تھے کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ اس وقت سب قطع ہوجاویں گے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں فقط اپنی ہی محبت عطاء فرمائے اور دنیا و آخرت کی سرفرازی سے کامیاب کرے، ہر قسم کے شرک، ریاء وغیرہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْا	لَوْ اَنَّ	لَنَا	كَرَّةً	فَنَتَبَرَّاَ	مِنْهُمْ	كَمَا	تَبَرَّءُوْا	مِنَّا
اور کہیں گے وہ	وہ جنہوں نے	پیروی کی	کاش کہ	ہمارے لئے	دوبارہ	تو ہم بیزاری کرتے	اس سے	جیسے	انہوں نے بیزاری کی	ہم سے

اور یہ تابع لوگ کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ جانا مل جائے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۗ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

كَذٰلِكَ	يُرِيْهِمُ	اللّٰهُ	اَعْمَالَهُمْ	حَسَرٰتٍ	عَلَيْهِمْ	وَمَا هُمْ	بِخٰرِجِيْنَ	مِنَ النَّارِ
اسی طرح	انہیں دکھائے گا	اللہ	ان کے عمل	حسرتیں	ان پر	اور نہیں وہ	نکلنے والے	آگ سے

اللہ تعالیٰ یوں ہی اُن کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے اُن کو دکھلا دیں گے اور ان کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔

ناکام حسرت:

اور جب یہ تابع لوگ یعنی عام مشرکین اپنے پیشواؤں کی یہ طوطا چشمی دیکھیں گے تو بڑے جھنجھلا دیں گے اور اپنے پیشواؤں سے صاف اور کورا جواب سُن کر بڑی حسرت اور نا اُمیدی کے عالم میں گرفتار ہوں گے مگر اُس وقت اور تو کچھ ہو نہ سکے گا۔ جھلا کر یوں کہیں گے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا

اور یہ تابع لوگ کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو دُنیا میں بس ذرا ایک دفع جانا مل جاوے تو ہم بھی اُن سے اتنا بدلہ تو لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنا تابع ہونے کی ترغیب دیں تو ہم بھی انہیں صاف ٹکہ سا جواب دے کر علیحدہ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے اس وقت صاف الگ ہو بیٹھے مگر ان تجویزوں اور سوچ بچار سے اُس وقت کیا ہاتھ آوے گا ایسے مشرکین و باطل پرستوں کیلئے آگے ارشاد ہوتا ہے:

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۗ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ

اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے اُن کو دکھلا دیں گے اور ان تابعین اور متبوعین سب کو جہنم سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا کیونکہ شرک کی سزا دائمی جہنم ہے۔ اور ان کی یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی اور یہ خلش کانٹا بن کر کھٹکتی رہے گی۔

اس طرح کا دائمی عذاب کافروں ہی کیلئے ہوگا مگر مسلمانوں کو اس طرح کی آیات پڑھ کر غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ دائمی عذاب تو کافروں کیلئے ہے الحمدللہ ہمیں تو نہیں ہوگا۔ مگر دوستو! ایک لحہ کا عذاب بھی نہ جانے کس طرح کا ہوگا اس لئے کبھی بھی غفلت اور سستی کا شکار نہ ہونا چاہئے ایک ایک لحہ کا عمل نہ جانے آخرت کی کتنی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کوئی لحہ بھی غفلت میں یا گناہ میں ہرگز مشغول نہ ہونا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت کاملہ نصیب فرمائیں اور اپنی رضا والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں

یا اللہ! اپنے کرم سے ہمیں آخرت کی خیر و خوبی نصیب فرما اور میدان حشر میں حسرت و ندامت سے بچا، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	كُلُوْا	مِمَّا	فِى الْاَرْضِ	حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَّلَا	تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ
اے	لوگ	تم کھاؤ	اس سے جو	زمین میں	حلال	پاک	اور نہ	پیروی کرو	قدمجع

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ
شیطان	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا

شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

بندوں کے حرام کہنے سے کوئی چیز حرام نہیں بن جاتی

مشرکین عرب اپنے معبودوں کو خوش کرنے کیلئے سانڈ وغیرہ جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے تھے کہ وہ جہاں چاہیں گھومیں پھریں اور کھائیں پئیں ایسے جانوروں کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ بنایا ہوا تھا کہ اُن کا کھانا، ان کا دودھ پینا اور اُن سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں۔ اس طرح یہ مشرکین اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کر دیتے تھے ان آیات میں بتلایا گیا کہ جن حلال اور طیب چیزوں کو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھا ہے وہ حرام نہیں شرعی حلال پاک چیزوں کی تحریم کا ارتکاب کر کے شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور اُس کے جاری کئے ہوئے طریقوں سے پرہیز کرو۔

حلال اور طیب رزق:

حلال وہ ہے جس کی شریعتِ اسلامیہ نے ممانعت نہ کی ہو اور اسے جائز کہا ہو، حرام اور ناپسندیدہ نہ قرار دیا ہو۔ طیب وہ ہے جو حلال ہو ساتھ ہی نجاست و گندگی سے بالکل پاک صاف ہو، ظاہری نجاست سے بھی اور باطنی نجاست سے بھی یعنی کسی غیر کا حق اُس سے متعلق نہ ہو غصب، خیانت، رشوت، سود وغیرہ یا کسی اور ناجائز طریقہ سے اُسے حاصل نہ کیا گیا ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان لانے اور نماز پڑھنے کی فرضیت کے بعد رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اپنے حلال سے رزق عطاء فرما اور حرام سے بچا، ہمیں حلال اور پاکیزہ رزق وافر عطاء فرما جسے کھا کر ہم تیرا شکر ادا کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

لَا تَعْلَمُوْنَ	مَا	عَلَى اللّٰهِ	تَقُوْلُوْا	وَاَنْ	وَالْفَحْشَآءِ	بِالسُّوْٓءِ	يَاْمُرُكُمْ	اِنَّمَا
تم نہیں جانتے	جو	اللہ پر	تم کہو	اور یہ کہ	اور بے حیائی	بُرائی	تمہیں حکم دیتا ہے	صرف

وہ تو تم کو اُن ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے۔

شیطان کا کام

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یہاں اس آیت میں شیطان کی دو خصوصیتیں بیان کی گئیں۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ کہ وہ ہمیشہ انسانوں کو برائی بدی اور بے حیائی ہی سکھاتا ہے اور کسی نہ کسی شرارت فتنہ وفساد ہی پر اُکساتا ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ کہ وہ انسان کو ترغیب دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ اپنی طرف سے من گھڑت عقیدے گھڑا کرے اور من گھڑت باتیں بنایا کرے اور ظاہر یہ کرے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ بدعت کی بھی یہی حقیقت ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے موجب ثواب قرار نہیں دیا اُس کام کو بلا دلیل شرعی موجب ثواب قرار دے۔

شیطان برائی پر کیسے آمادہ کرتا ہے

اب یہاں اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ یعنی شیطان کے امر اور حکم کرنے سے کیا مراد ہے اور وہ کس طرح برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے؟ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ شیطان کے امر اور حکم کرنے سے مراد دل میں وسوسہ ڈالنا ہے جیسا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کے قلب میں ایک شیطانی الہام واثر ہوتا ہے اور دوسرا ملکوتی فرشتہ کی طرف سے شیطانی وسوسہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بُرے کام کرنے کے فوائد ومصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں اور الہام فرشتہ کا اثر خیر ونیکی پر انعام و فلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب کا مطمئن ہونا ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو رزق حلال عطا فرما اور اس کے برکات نصیب فرما اور ناجائز چیزوں سے بچا۔

یا اللہ! شیطان لعین جو ہمارا ازلی دشمن ہے اُس کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرما اور اس کے وساوس وخطرات سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

یا اللہ! تقویٰ وطہارت کی دولت سے ہم کو سرفراز فرما اور ظاہری وباطنی سُوْء و فَحْشَاء سے ہماری حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ اَنْزَلَ	اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ نَتَّبِعُ	مَآ اَلْفَيْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا
اور	جب	کہا جاتا ہے	انہیں	پیروی کرو	جو اُتارا	اللہ	وہ کہتے ہیں	بلکہ ہم پیروی کریں گے	جو ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا

اور جب کوئی اُن لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اُس پر چلو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اُسی پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

اَوَلَوْ	كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّلَا يَهْتَدُوْنَ
بھلا اگرچہ	ہوں	انکے باپ دادا	نہ سمجھتے ہوں	کچھ	اور نہ ہدایت یافتہ ہوں

کیا اگرچہ اُن کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں؟ اور نہ ہدایت رکھتے ہوں؟

اپنے آباء کی بے بنیاد تقلید

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے ہمکلام ہوئے اور اسلام دین حق کی خوبی سمجھائی اور یہود کو اس قدر لاجواب کیا کہ اُن کے پاس ترکِ اسلام کا کوئی عذر نہ رہا، آخر میں انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر نہیں پایا ہم تو انہیں کے نقشِ قدم چلیں گے حق تعالیٰ اُن کی اس بات کا ردّ فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے: اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ

گویا حق تعالیٰ نے اس آیت میں منکرین اسلام کی کم عقلی اور بدفہمی بیان فرمائی کہ یہ بھی کوئی عقل اور سمجھ کی بات ہے کہ ہر بات میں باپ دادا ہی کے رسم کی پیروی کی جائے ہاں اگر ان کے آباؤ واجداد صاحب علم ہوتے اور توحید کو جانتے ہوتے اور راہِ ہدایت پر ہوتے اور پھر یہ لوگ ان کا اتباع کرتے تو کوئی بات بھی تھی اور جبکہ وہ دین سے ناواقف، سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہوں پھر بھی یہ انہیں کا اتباع کریں گے اس طرح مشرکین کی باطل عقائد و اعمال میں آباؤ و اجداد میں اندھی تقلید اور پیروی کی مذمت اور ممانعت فرمائی گئی لیکن یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اب بعض مسلمان بھی دین سے ایسے بیگانہ ہوگئے ہیں کہ جب اُن کے سامنے قرآن وحدیث اور اللہ اور رسول کا حکم اور قانون پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو اور شریعت کے حکم کے مطابق عمل کرو تو ان کا جواب بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اپنے باپ دادا اور بڑوں کی رسموں اور خاندانی روایات کا لحاظ کریں گے اور اُسی طریقہ پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ آباء کی تقلید باطل میں حرام ہے حق میں جائز بلکہ مستحسن ہے، امام قرطبیؒ نے اسی آیت کے ذیل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کے متعلق لکھا ہے: "کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے اور یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن حق کے معاملہ میں تقلید کا اس سے کوئی تعلق نہیں، حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصول میں سے ایک مستقل بنیاد ہے اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید ہی پر اعتماد کرتا ہے۔"

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہٹ دھرمی، ضد اور عناد سے محفوظ رکھے اور انعام یافتہ حضرات انبیاء کرام، صدیقین، صلحاء اور اولیاء اور شہداء کے راستہ پر قائم رکھے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ

وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	كَمَثَلِ	الَّذِيْ	يَنْعِقُ	بِمَا	لَا يَسْمَعُ	اِلَّا	دُعَآءً	وَّنِدَآءً
اور مثال	جن لوگوں نے	کفر کیا	مانند حالت	وہ جو	پکارتا ہے	اس کو جو	نہیں سنتا	سوائے	پکارنا	اور چلانا

اور ان کافروں کی کیفیت اُن کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارے کے کوئی بات نہیں سنتا

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾	صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْيٌ	فَهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	
یہ کفار بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں سو سمجھتے کچھ نہیں۔	بہرے	گونگے	اندھے	پس وہ	نہیں سمجھتے	

منکرین حق کی مثال

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ.... لَا يَعْقِلُوْنَ "یعنی وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ حق کی طرف نہیں لوٹیں گے۔"

کفار کے بارہ میں یہاں اس آیت میں بتلایا گیا کہ باوجود یہ کہ اُن کے پاس کان، زبان اور آنکھیں موجود ہیں مگر ان سے حق کے سننے، بولنے اور دیکھنے کا کام نہیں لیتے اس لئے یہ نہ ہونے کے برابر ہیں، اس معنی میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور چونکہ یہی تین چیزیں ذریعہ ہیں حق کو سمجھنے کی اور وہ انہی تین چیزوں سے کام نہیں لیتے اس لئے حق کو نہیں سمجھتے، اگرچہ اس آیت میں کفار و منکرین کی حالت اور مثال بیان کی گئی ہے مگر یہی حالت ہر دعوتِ حق کو قبول نہ کرنے والے کی ہے گویا کہ وہ بہرا ہے حق کی آواز سن کر دل پر اثر نہیں کرتی اور سنی بات کو اَن سنی کر دیتا ہے، اسی طرح وہ گویا گونگا ہے کہ زبان سے حق کا اعتراف اور اقرار نہیں کرتا اور اندھا ہے کہ راہِ حق کو نہیں دیکھتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر سننے، دیکھنے اور بولنے کی طاقتوں کا استعمال حق کیلئے نہ ہو اور حق کی راہ میں کام نہ آئیں تو ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ جس ہستی نے انسان کو یہ طاقتیں بخشی ہیں اگر یہ اُسی کے احکام کے مطابق کام نہ کریں انسان کو حقیقی مالک کا راستہ نہ بتائیں تو پھر ان کے ہونے کا کیا فائدہ؟ حق کی بات پر غور نہ کرنے والے اس جانور کی طرح ہیں جس کے کان میں پکارنے والے کی آواز اور الفاظ تو آ رہے ہیں مگر وہ معنی و مفہوم کچھ نہیں سمجھتا۔ دعوت حق کے منکرین کا معاملہ بھی یہی ہے کہ داعی کے الفاظ تو سن رہے ہیں لیکن اس کے مفہوم و معنی پر غور نہیں کرتے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں اور حق کی پیروی کی توفیق عطا فرمائیں اور ناحق سے بچائیں۔

یا اللہ! ہم کو حق کا بولنے، سننے اور دیکھنے والا بنایئے اور حق میں اپنے اکابر سلف صالحین کی تقلید و اتباع نصیب فرمایئے، آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا رَزَقْنٰكُمْ	وَاشْكُرُوْا	لِلّٰهِ	اِنْ كُنْتُمْ	اِيَّاهُ	تَعْبُدُوْنَ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	تم کھاؤ	سے	پاک	جو ہم نے تمہیں دیا	اور شکر کرو	اللہ کا	اگر تم ہو	صرف اسکی	بندگی کرتے ہو

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو اگر تم خاص اُن کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے دیئے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو

پاکیزہ اور حلال کھانے کا حکم پہلے گذر چکا ہے لیکن چونکہ مشرکین شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور حق بات سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے ہیں اس لئے اب انہیں چھوڑ کر مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم پاکیزہ کھانے کھاؤ اور یہ پاکیزہ رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لئے اسے کھا کر ہمارا ہی شکر ادا کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

اے ایمان والو ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ جو شرع کی رُو سے پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ برتو اور اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو زبان سے بھی، ہاتھ پاؤں سے خدمت و طاعت بجا لا کر بھی اور دِل سے ان نعمتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر بھی اگر تم خاص اُسی کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو یعنی اگر واقعی تم دل و جان سے صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس بات کا عملی ثبوت بھی دو اور اللہ کی دی ہوئی حلال چیزوں کا ایک شکر یہ بھی ہے کہ انہیں عصیان و نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال اپنی طرف سے نہ بنایا جائے جیسا کہ مشرکین نے بنا رکھا تھا کہ بعض حلال جانوروں کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا۔

حرام مال کی نحوست

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی بندہ حرام کماتا ہے اور پھر اس سے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہے۔ اور اس میں سے خرچ کرے تو اس کیلئے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ مال اس کیلئے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا...... ایک حدیث میں ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال و پاکیزہ عطاء فرمائے، حرام سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ ہمیں پاکیزہ اور حلال رزق عطاء فرما۔ ہمارا کھانا، پینا، پہننا، رہنا سب رزقِ حلال سے ہو، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ

اِنَّمَا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَالدَّمَ	وَلَحْمَ	الْخِنْزِيْرِ	وَمَا	اُهِلَّ	بِهٖ	لِغَيْرِ اللّٰهِ
درحقیقت	حرام کیا	تم پر	مُردار	اور خون	اور گوشت	سُؤر	اور جو	پکارا گیا	اس پر	اللہ کے سوا

اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو اور خنزیر کو اور ایسے جانور کو جو غیراللہ کے نامزد کردیا گیا ہو

حرام چیزیں:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

اول مَيْتَة یعنی مُردار جس جانور کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہو اور وہ بلا ذبح ہلاک ہوجائے تو وہ مُردار ہے اور حرام ہوجاتا ہے اسی طرح کوئی جانور پہاڑ پر سے گر کر مرگیا یا اُس کو کسی درندہ نے پھاڑ لیا یا اُس کا گلا گھونٹ کر مارا ہوا ان سب کو شریعت کی رو سے مَیْتَة یعنی مُردار کہیں گے۔ جس جانور کو ذبح کرنا ضروری نہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک ٹڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جیسے ہرن وغیرہ جبکہ اُس کے ذبح پر قدرت نہ ہو تو اسکو دور ہی سے تیر یا کسی دوسرے دھاری دار ہتھیار سے اگر بسم اللہ کہہ کر زخمی کیا جائے تو حلال ہوجاتا ہے البتہ بندوق کا شکار ذبح کئے بغیر حلال نہیں کیونکہ بندوق کی گولی میں دھار نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے لئے دو مُردار حلال کردیئے گئے ایک مچھلی دوسرے ٹڈی اور دو خون حلال کردیئے گئے ایک جگر دوسرے طحال پس ٹڈی اور مچھلی بغیر ذبح کے حلال ہیں خواہ وہ خود مرجائیں گے یا کسی کے مارنے سے مرجائیں، البتہ جو مچھلی سڑ جانے کی وجہ سے پانی کے اوپر آجائے وہ حرام ہے اسی طرح اگر زندہ جانور کے جسم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مَیْتَة یعنی مردار میں شمار کیا جائے گا۔ دوسری چیز جو یہاں آیت میں حرام قرار دی گئی وہ دَم یعنی خون ہے جو بہتا ہو جما ہوا خون یعنی گردہ، جگر یا کلیجی، تلی یہ بحکم حدیث حلال ہیں۔ تیسری چیز جو حرام فرمائی گئی وہ لَحم خنزیر ہے یعنی سور کا گوشت، تمام اُمتِ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سُور کی کل چیزیں یعنی گوشت، پوست، چربی، ہڈی، بال وغیرہ سب حرام ونجس ہیں کیونکہ یہ جانور حرص، بے حیائی اور بے غیرتی اور نجاست خوری میں مشہور ہے، جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں اُن سے حیا وغیرت، عزت و ناموس رخصت ہوجاتی ہے نیز یہ جانور انسان کے فضلہ کو بہت رغبت کے ساتھ کھاتا ہے اور فضلہ انسانی خنزیر کی خاص خوراک ہے اور اس کا گوشت پوست زیادہ تر فضلہ انسانی سے پیدا ہوتا ہے اس طرح خنزیر کا گوشت کھانا گویا کہ اپنا ہی فضلہ کھانا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے آٹھویں پارہ سورہ انعام میں لحم خنزیر کے متعلق فرمایا فَاِنَّهٗ رِجْسٌ کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

چوتھی چیز جس کو آیت میں حرام قرار دیا گیا ہے وہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی وہ جانور جو غیراللہ کیلئے نامزد کردیا گیا ہو، اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ کسی جانور کو غیراللہ کے تقرب کیلئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اُسی غیراللہ کا نام لیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو تقرب الیٰ غیراللہ کیلئے ذبح کیا جائے لیکن بوقت ذبح اُن پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جب یہ جانور غیراللہ کیلئے نامزد ہوگئے تو یہ بوجہ شرک کے حرام ہوجاتا ہے۔ احادیث میں اور بعض دوسرے جانوروں کے کھانے کی بھی ممانعت آئی ہے چنانچہ بحکم حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جانور اور پرندے شکار کرکے کھاتے ہیں یا اُن کی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر، بھیڑیا، گیدڑ، کتا، بلی، بندر، شکرا، باز، گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش وغیرہ سب جائز ہیں، اسی طرح بحکم حدیث بجو، گوہ، گدھا، خچر کا گوشت کھانا درست نہیں۔ دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے باقی سب حرام ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

رَّحِيْمٌ	غَفُوْرٌ	اللّٰهَ	اِنَّ	عَلَيْهِ	اِثْمَ	فَلَآ	وَّلَا عَادٍ	غَيْرَ بَاغٍ	اضْطُرَّ	فَمَنِ
رحم کرنے والا	بخشنے والا	اللہ	بیشک	اس پر	گناہ	تو نہیں	اور نہ حد سے بڑھنے والا	نہ سرکشی کرنیوالا	لاچار ہو جائے	پس جو

پھر بھی جو شخص بیتاب ہو جاوے۔ بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم

حالتِ مجبوری کا حکم

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

پھر بھی اللہ نے اتنی آسانی رکھی ہے کہ جو شخص بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جائے، بشرطیکہ نہ تو کھانے میں طالب لذت ہو اور نہ قدر ضرورت و حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس حالت میں ان حرام چیزوں کے کھانے میں بھی اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا، واقعی اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم کہ ایسے وقت میں یہ رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں سے بھی گناہ اٹھا دیا، یعنی اضطرار کی حالت میں دو شرطوں کے ساتھ حرام چیز کھانے کی اجازت ہے۔

اِضطرار کے معنی بے بسی، لاچاری اور بے اختیاری کے ہیں اور یہ مجبوری اور بے اختیاری کئی طرح پر ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ کوئی حلال چیز اس کے پاس نہ ہو اور نہ کہیں سے حاصل کرنا ممکن ہو اور بھوک کے مارے اس کی جان پر آ بنے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی ظالم، جابر حرام چیز کھانے پر مجبور کرے اور کہے کہ اگر تو نہیں کھاتا تو تجھ کو مار ڈالتا ہوں اور اُس شخص کو یقین کامل ہو جائے کہ اگر میں انکار کروں گا اور نہ کھاؤں گا تو یہ ظالم ایسا کرے گا پس اضطرار کی ان سب صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے بندہ کو حرام چیز کھانے کی اجازت دی ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک شرط غذا کھانے والے کی نیت اور ارادہ نافرمانی نہ ہو نہ اس کو لذت مطلوب ہو، صرف جان بچانا مقصود ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی نہ کرنے والا ہو صرف اتنا کھائے کہ جس سے جان بچ جائے اور زندہ رہ سکے،

اسے اضطرار کے وقت میں بھی حرام چیزوں کی حرمت بدستور ہے اور حرام چیزیں اپنی جگہ حرام ہی ہیں مگر اضطرار کی وجہ سے اجازت ہے اور کھانے والے پر مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ کچھ گناہ نہیں، اور اگر کھانے میں کسی قدر بے اعتدالی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ غفور رحیم ہے یعنی اُمید ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے اس بے اعتدالی کو بخش دے گا۔

آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جس شخص کی جان خطرہ میں ہو وہ جان بچانے کیلئے بطور دوا کے حرام چیز کو استعمال کر سکتا ہے ان شرطوں کے ساتھ۔

۱- حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔

۲- دوسری کوئی حلال دوا کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔

۳- اس دواء سے مرض کا ازالہ عادۃً یقینی ہو۔

۴- اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

۵- قدر ضرورت سے زائد استعمال نہ کیا جائے۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ اپنے فضل سے ہم کو جو رزق ظاہری عطا فرمائیں اس پر شکر گذاری کی توفیق بھی نصیب فرمائیں، اور اس رزق کو کھا کر آپ کی مرضیات والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! آپ کا دیا ہوا رزق کھا کر آپ ہی کی نافرمانی کرنا یہ حد درجہ کی بے غیرتی ہے۔ یا اللہ! اس سے کامل طور پر بچائیے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

12

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

إِنَّ	الَّذِينَ	يَكْتُمُونَ	مَا أَنزَلَ	اللَّهُ	مِنَ	الْكِتَابِ	وَيَشْتَرُونَ	بِهِ	ثَمَنًا	قَلِيلًا
بیشک	جو لوگ	چھپاتے ہیں	جو اتارا	اللہ	سے	کتاب	اور وصول کرتے ہیں وہ	اس سے	قیمت	تھوڑی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اُن کے معاوضہ میں متاع قلیل وصول

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

أُولَٰئِكَ	مَا يَأْكُلُونَ	فِي	بُطُونِهِمْ	إِلَّا	النَّارَ	وَلَا	يُكَلِّمُهُمُ	اللَّهُ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ
یہی لوگ	نہیں کھاتے	میں	اپنے پیٹ (جمع)	مگر صرف	آگ	اور نہ	بات کرے گا	اللہ	قیامت کے دن

کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے

وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾

وَلَا	يُزَكِّيهِمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	أَلِيمٌ	
اور نہ	پاک کرے گا انہیں	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	

اور نہ اُن کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی۔

یہودی علماء کی حرام خوری اور اس کی سزا

اللہ تعالیٰ نے جو کتابِ آسمانی میں حلال و حرام کا حکم بھیجا یہود نے اُس کو چھپایا اور اپنی طرف سے اُس میں بڑھایا یا گھٹایا اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو چھپاتے تھے اور آپ کا حلیہ اور تعریف جو توراۃ میں تھی اُسے محو کرتے یا تغیر و تبدل کرکے ظاہر کرتے اور اُس کے عوض کچھ دنیوی حقیر مال حاصل کر لیتے عوام یہود سے اس کتمانِ حق کے عوض ان کو کچھ روپیہ پیسہ مل جاتا جس کا نام ہدیہ، نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ اُن کی یہ حرام خوری مُردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر تھی اسی کو فرمایا گیا کہ وہ اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں یعنی گو ظاہر نظر میں ان کو وہ مال لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہو کر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں ان کی یہ حرام کمائی اُن کے واسطے آتش دوزخ کا سبب ہے۔

دوسری سزا

اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے اور نہ گناہ معاف کرکے اُن کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی۔ یہاں کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لطف و رحمت کے ساتھ اُن سے کلام نہ کیا جائے گا اور بطور ڈرانے دھمکانے اور ان کی تہدید و تذلیل کیلئے حق تعالیٰ کلام فرمائیں گے جس سے اُن کو سخت صدمہ اور غم ہوگا۔ حق تعالیٰ کی یہ بے التفاتی قیامت کے دن اُن کو جہنم سے بھی زیادہ جانکاہ معلوم ہوگی، ایک سزا اُن کو اور دی جائے گی اور وہ یہ کہ حق تعالیٰ اُن کو پاک صاف نہ کریں گے یعنی اہلِ ایمان گو کتنے ہی گنہگار ہوں مگر دوزخ میں زمانہ معین تک رہ کر اور گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں بالآخر داخل کر دیئے جائیں گے بخلاف کفار و مشرکین کے کہ وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے اور کبھی پاک ہو کر جنت میں جانے کے قابل نہ ہونگے اور ان کیلئے ہمیشہ کا دردناک عذاب ہوگا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	وَالْعَذَابَ	بِالْمَغْفِرَةِ	فَمَا	اَصْبَرَهُمْ
یہ لوگ	جنہوں نے	مول لی	گمراہی	ہدایت کے بدلے	اور عذاب	مغفرت کے بدلے	سو کس قدر	بہت صبر کرنے والے وہ

یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور مغفرت چھوڑ کر عذاب خریدا سو دوزخ کیلئے کیسے باہمت ہیں

عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي

عَلَى	النَّارِ	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّ	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِي
پر	آگ	یہ	اس لئے کہ	اللہ	نازل کی	کتاب	حق کیساتھ	اور بیشک	جو لوگ	اختلاف کیا	میں

یہ سزائیں اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور یہ لوگ کتاب میں بے راہی کریں

الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

	الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾	الْكِتٰبِ	لَفِيْ	شِقَاقٍ	بَعِيْدٍ	
	وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوں گے۔	کتاب	میں	ضد	دور	

یہودیوں کے بے جا جرأت

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ

یعنی انہوں نے جو اس قدر اسباب جہنم کو اختیار کیا تو گویا عمداً جہنم کو اختیار کیا اور جہنم میں جانے کو پسند کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آتش جہنم کے برداشت کی بہت کافی طاقت ہے جب تو اس قدر دلیری کے ساتھ انہوں نے اسبابِ جہنم کو اختیار کیا یہ گویا اظہار تعجب کے طور پر کہا گیا ہے۔

یہودیوں پر فردِ جرم

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ

یعنی یہ تمام سزائیں اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا تاکہ لوگوں پر حق واضح ہو اور تحقیق جن لوگوں نے ایسی کتاب میں بے راہی اختیار کی کہ اس کے مقصود ہی کو بدل دیا، اظہار حق کی بجائے کتمان حق کرنے لگے۔ تحقیق حق کی بجائے تلبیس حق کرنے لگے تو بلاشبہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی مخالفت میں ہیں کہ جس کتاب کو ہدایت کیلئے نازل فرمایا تھا اس کو گمراہی کا ذریعہ بنالیا اور ظاہر ہے کہ جو احکام خداوندی کی کھلم کھلا مخالفت کرے تو وہ ایسی ہی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! تمام امت مسلمہ کو عموماً اور علمائے امت کو خصوصاً دین فروشی کے جرم سے بچائے اور میدانِ حشر میں اپنے لطف وعنایت، رحمت ومغفرت سے ہم سب کو نوازدیجئے۔

یا اللہ! دین کے معاملہ میں ہم کو ہمیشہ حق گوئی اور راستی پر قائم رکھیئے اور اتباع حق کی توفیق عطا فرمائیے اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

لَيْسَ	الْبِرَّ	اَنْ	تُوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	قِبَلَ	الْمَشْرِقِ	وَ	الْمَغْرِبِ	وَلٰكِنَّ	الْبِرَّ
نہیں	نیکی	کہ	تم کرلو	اپنے منہ	طرف	مشرق	اور	مغرب	اور لیکن	نیکی

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ	وَالْكِتٰبِ	وَ	النَّبِيّٖنَ
جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور دن	آخرت	اور فرشتے	اور کتاب	اور	نبی

اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر

یہودیوں کی خام خیالی اور نیکی کا جامع تصور

یہود مدینہ اپنے متعلق کہتے کہ ہم میں تو بہت سے اسباب وآثار ہدایت ومغفرت موجود ہیں کہ ہم بیت المقدس کی طرف منہ کرکے عبادت کرتے ہیں اور آسمانی کتاب کی پیروی کرتے ہیں تو پھر ہم پر عذاب کیوں ہوگا؟ ان کے اس خیال کی تردید میں حق تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

"کچھ سارا کمال اسی میں نہیں آگیا کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو کرلو لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھے۔ اور پورے ضابطۂ ایمان اور اعمال اور اخلاق کا پابند ہو۔"

اللہ پر، آخرت پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک وہ ہے اور مغفرت ونجات اسی کیلئے ہے اور پکا متقی اور سچا مومن وہی ہے جو اللہ کے موجود ہونے، وحدہٗ لاشریک ہونے، خالق کائنات اور رب العلمین ہونے کا یقین رکھے ذات وصفات میں اس کو یکتا ویگانہ سمجھے اور عیب ونقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف یقین کرے۔

اور یوم آخرت پر ایمان رکھے اور ملائکہ پر ایمان لائے ان کے وجود کو حق مانے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک پاکیزہ مخلوق ہے جن میں نافرمانی کا عنصر ہی نہیں بلکہ ان کا کام صرف اللہ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے کہ اللہ پاک نے ہدایت خلق کیلئے مختلف انبیاء اور رسولوں پر جو صحیفے اور کتابیں نازل کی تھیں وہ سب حق تھیں چونکہ پہلی کتب سماویہ اب اصلی حالت میں محفوظ نہیں اس لئے اب صرف آخری کتاب یعنی قرآن کریم کتاب ہدایت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اس بات کا یقین کیا جائے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا اور انہوں نے پوری امانت و دیانت کے ساتھ خدا کا وہ پیغام بندوں کو پہنچا دیا یہ سب پیغمبر اللہ کے برگزیدہ اور صادق بندے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اس پر بھی ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے کہ اللہ نے اس سلسلہ نبوت ورسالت کو نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور اب قیامت تک پیدا ہونیوالے انسانوں کیلئے نجات وفلاح آپ ہی کی اتباع اور آپ ہی کی پیروی میں ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونیکے حقوق ادا کرنیکی توفیق مرحمت فرمائیں آمین　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

وَابْنَ السَّبِيْلِ	وَالْمَسٰكِيْنَ	وَالْيَتٰمٰى	ذَوِى الْقُرْبٰى	عَلٰى حُبِّهٖ	الْمَالَ	وَاٰتَى
اور مسافر	اور مسکین جمع	اور یتیم جمع	رشتہ دار	اسکی محبت پر	مال	اور دے

اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ

وَفِى الرِّقَابِ	وَالسَّآئِلِيْنَ
اور گردنوں میں	اور سوال کرنیوالے

اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں۔

حقوق العباد

اب آگے ایت میں اعمال وافعال کی اصلاح و تصحیح کے متعلق فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ کامل نیکی کو حاصل کرنے والا شخص وہ ہے جو مذکورہ عقائد کے علاوہ اپنا مال بھی دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے حاجتمند رشتہ داروں کو اور نادار یتیموں کو (یعنی جن بچوں کو ان کا باپ نابالغ چھوڑ کر مر گیا ہو) اور دوسرے غریب محتاجوں کو اور بے خرچ مسافروں کو اور لاچاری میں سوال کرنے والوں کو اور قیدی اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں یعنی جن مسلمانوں کو کفار نے ظلماً قید کر لیا ہو ان کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یہ سب فی الرقاب کے مفہوم میں آگئے یعنی اپنے مال میں سے اپنے اعزا و اقارب کی ہمدردی کرتا ہو اور صرف اقربا ہی کی غم خواری نہیں بلکہ مفلوک الحال بچوں کی کفالت کا بار اٹھاتا ہو جن کے باپ کا سایہ اُن کے سروں سے اُٹھ گیا ہو اور بیچارے شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے ہوں، نیز ان باعزت غربا کی بھی پرورش کرتا ہو جو حیا کی وجہ سے نہ خود سوال کر سکتے ہیں نہ ان کے پاس اس قدر مال ہے کہ اپنے اہل وعیال کی شکم سیری کر سکیں اور نہ عوام کو ان کی حالت پر اطلاع ہے کہ کوئی ان کی خبر گیری کر سکے اس کے علاوہ وہ مسافروں کی بھی ہمدردی کرتا ہو جو اپنے اعزاو اقارب دوست احباب سے دور غیر وطن میں سرگرداں اور پریشانِ خاطر ہوں جہاں نہ اُن کا کوئی ہمدم ہو، نہ مونس، نہ غم خوار اور ان سوال کرنیوالوں کو بھی اپنے مال میں حصہ دار بناتے ہیں جو اپنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور اخیر میں اُن بندگانِ خدا کی آزادی میں بھی کوشش کرتے ہیں جو دوسروں کی غلامی میں یا قید میں یا قرض میں مجبور و محبوس ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں کامل نیکی واصلاح کی توفیق عطاء فرمائے، ہمارے عقائد بھی درست ہوں اور اعمال بھی، حقوق اللہ بھی ادا ہوں اور حقوق العباد بھی ہمارے اخلاق بھی صحیح ہوں اور معاملات بھی۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ

الزَّکٰوۃَ	وَاٰتَی	الصَّلٰوۃَ	وَاَقَامَ
زکوٰۃ	اور ادا کرے	نماز	اور قائم کر

اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔

حقوق اللہ

آگے حقوق اللہ یعنی عبادات کا بیان ہے کہ نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی مخلوق خدا کی ہمدردی اور غمخواری کے ساتھ وہ حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہو عبادات یعنی فرائض بدنی میں نماز جزو اعظم تھی اس لئے اسی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور عبادت مالی میں زکوٰۃ اہم تھی اس لئے اس کی ادائیگی کا ذکر کیا گیا۔ نماز کے قائم اور درست کرنے کیلئے مختصراً تین باتوں کا لحاظ پوری طرح رکھنا چاہیے:

اوّل نماز سے پہلے امور کی نگہداشت، اس میں وضو، بدن کی پاکی، کپڑوں کی پاکی آ گئی، وضو میں جس قدر سنتیں اور مستحبات ہیں ان کو بجالانے اور ہر عضو کے دھونے کے وقت جو دعائیں احادیث میں منقول ہیں ان کو پڑھنے کا اہتمام کرے۔

دوسرے نماز کے جملہ ارکان، فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا مستحبات سب کو اپنے اپنے قاعدہ پر ادا کرے۔

تیسرے نماز کی روح کا خیال رکھنا یعنی نماز میں شروع سے اخیر تک اخلاص اور حضور قلب قائم رکھنا اور جو الفاظ زبان سے کہے جائیں یا جو کام اعضاء سے کئے جائیں ان کا اثر دل میں بھی پیدا ہوتا۔

اقامت صلوٰۃ کے ساتھ دوسری عبادت اٰتی الزّکوٰۃ ارشاد ہوئی ہے یعنی زکوٰۃ ادا کرے۔

ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کو نماز کے ساتھ جمع کیا ہے پس ان دونوں میں فرق نہ کرو۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے جو شخص زکوٰۃ آخرت کے واسطے ادا کرنا چاہے اس کیلئے کچھ آداب و قواعد ہیں۔

۱......اس کی ادائیگی میں عجلت کرے اس کے واجب ہونے کے وقت سے پہلے ہی ادا کر دے اور یہ امر نہایت اہتمام سے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کا حساب قمری سال پر ہے۔

۲......زکوٰۃ کا مخفی طریقہ سے ادا کرنا، اس لئے کہ اس میں ریا اور شہرت سے امن ہے اور لینے والے کی پردہ پوشی ہے اُس کو ذلت سے بچاتا ہے اور اگر کوئی دینی مصلحت اظہار کی ہو تو اس وقت اظہار ہی افضل ہوگا۔

۳......زکوٰۃ دے کر کوئی احسان نہ جتائے اور نہ اس کو محتاج سمجھ کر کوئی تکلیف دے۔ ۴......اپنی ادائیگی زکوٰۃ کو حقیر سمجھے اس کی ادائیگی کو کوئی بڑی چیز نہ جانے کہ جس سے عُجب پیدا ہو جو بڑی ہلاکت کی چیز ہے۔ ۵......زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہتر سے بہتر مال خرچ کرے۔ ۶......زکوٰۃ کے مال کو ایسے موقع میں خرچ کرے جس سے اس کا ثواب بڑھ جائے یعنی کسی متقی پرہیز گار کو دے کہ وہ اپنے تقویٰ و اطاعت میں اعانت حاصل کرے تو اس کی عبادت میں یہ بھی ثواب کا شریک ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہمیں اس دنیا میں جو مال و دولت آپ نے عطا فرمایا ہے اسے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور جملہ حقوق العباد جو ہمارے ذمہ ہیں ان کے ادائیگی کی سعادت نصیب فرمایئے۔ یا اللہ! ہمیں نماز کے قائم کرنے والے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے بندوں میں شامل فرمایئے اور ان ہر دو عبادات کے ظاہری و باطنی حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصّٰبِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ

وَالْمُوفُونَ	بِعَهْدِهِمْ	إِذَا	عَاهَدُوا	وَالصّٰبِرِينَ	فِي	الْبَأْسَاءِ	وَالضَّرَّاءِ	وَحِينَ
اور پورا کرنیوالے	اپنے وعدے	جب	وہ وعدہ کریں	اور صبر کرنیوالے	میں	سختی	اور تکلیف	اور وقت

اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور

الْبَأْسِ ۗ أُولٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

الْبَأْسِ	أُولٰئِكَ	الَّذِينَ	صَدَقُوا	وَأُولٰئِكَ	هُمُ	الْمُتَّقُونَ	
جنگ	یہی لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے سچ کہا	اور یہی لوگ	وہ	پرہیزگار	

قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اعلیٰ اخلاقی صفات

وفائے عہد، صبر اور ثابت قدمی یہاں کامل نیک سچے اور پرہیزگاروں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت ایفائے عہد کی بیان فرمائی گئی عہد کی کئی صورتیں ہیں کچھ عہد معاہدے انسانوں کے اپنے رب کے ساتھ ہوتے ہیں کچھ اپنے بھائی بند عام انسان، عزیز واقارب، دوست احباب سے وعدے کرنے پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے عہد و معاہدہ کی مثال وہی ایمانیات ہیں جو آیت کے شروع میں گزرے اور عبادات ہیں جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے گویا ان عقائد و عبادت کا اللہ سے معاہدہ کرتا ہے۔

اس طرح ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان اپنے کو اس عہد و اقرار کا پابند سمجھے۔ اسی طرح بندہ نے اللہ کیلئے کوئی نذر مانی ہے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

انسانوں کے عہد کی مثالیں نکاح، بیع و شرا یعنی خرید و فروخت، وکالت، شراکت وغیرہ ہیں کہ جس طرح جو عہد کیا گیا ہے اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح قومی اور ملکی معاہدے بھی ہوتے ہیں جن کی پاسداری اور ایفاء لازم ہے۔ وعدہ کا توڑنا اور پورا نہ کرنا نفاق کی خصلت و علامت ہے۔

دوسری صفت صبر و ثبات کی فرمائی گئی یعنی تنگدستی اور مالی پریشانی میں اور جسمانی بیماری و تکالیف میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہنے والے ہیں یعنی ان مواقع پر پریشان اور کم ہمت نہ ہوں اور صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے عملی زندگی میں انسان کو طرح طرح کی تکلیف، دکھ بیماریاں اور دوسری پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر نیک اور سچے انسان جو متقی اور پرہیزگار کہلانے کے مستحق ہیں وہ ان مواقع میں مستقل مزاج اور ثابت قدم رہتے ہیں اور صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔ جزع، فزع، شکوہ شکایت نہیں کرتے پھرتے بلکہ ہر حال میں احکام دینیہ پر جمے رہتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی صبر و ثبات کی دولت عطا فرمائیں۔

تیسری صفت یہ فرمائی کہ اللہ کی راہ میں دشمنوں سے جنگ و جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور دلیری و پائیداری سے کام لیتے ہیں انسان پر تین قسم کی مصیبت آسکتی ہے، (۱) مالی، (۲) بدنی، (۳) جانی۔ تو صابر کامل وہ ہے جو تینوں مصیبتوں میں صبر کرے۔ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ بس یہ لوگ ہیں جو سچے کمال کے ساتھ موصوف ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی پرہیزگار کہے جاسکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس کسی نے اس آیت پر عمل کیا ایمان اس کا کامل ہوا اور فی الواقع اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں تمام احکام کی حاصل تین ہی چیزیں ہیں۔ (۱) عقائد، (۲) اعمال (۳) اخلاق اور تمام جزئیات انہی تین کلیات میں داخل ہیں اور اس ایک آیت میں ان تینوں کلیات کے بڑے بڑے اور اہم شعبے بیان فرمادیئے گئے اس اعتبار سے یہ آیت نہایت اہم اور جامع ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الْقِصَاصُ	فِي الْقَتْلٰى	اَلْحُرُّ	بِالْحُرِّ	وَالْعَبْدُ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	فرض کیا گیا	تم پر	قصاص	مقتولوں میں	آزاد	آزاد کے بدلے	اور غلام

اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کے بارہ میں، آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ

بِالْعَبْدِ	وَالْاُنْثٰى	بِالْاُنْثٰى
غلام کے بدلے	اور عورت	عورت کے بدلے

غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں

قصاص اور دیت کا حکم

گذشتہ آیت میں کمال نیکی اور خوبی کے اصول اجمالی طور پر بیان فرمائے گئے تھے۔ اب اُسی آیت کی مزید تشریحات اور جزئی احکامات وتفصیلات تقریباً اس سورۂ بقرہ کے خاتمہ تک بیان فرمائی گئی ہیں۔

قصاص کے لفظی معنیٰ مماثلت کے ہیں، شرعی اصطلاح میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مماثلت اور مساوات کی رعایت کی گئی ہو۔

مذکورہ آیت میں قصاص کا حکم ہے یعنی برابر کا بدلہ لیا جائے، ایام جاہلیت کی طرح ایک کے عوض دو، یا چار یا زیادہ کو قتل نہ کیا جائے نہ امی غریب، شریف، رذیل کی کچھ رعایت کرنی چاہیے، گویا جان کے لحاظ سے سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مقتولین میں فقط قصاص یعنی جان لینے کے اعتبار سے برابری اور مساوات ہے۔ قتل کی کیفیت میں مساوات اور برابری نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ آگ سے جلا کر مار ڈالنے والے کو آگ ہی میں جلا کر مارا جائے۔ اسی لئے آیت میں فی القتلیٰ فرمایا فی القتل نہیں فرمایا۔

نیز قصاص لینا یہ حاکم کے اختیار میں ہے نہ یہ کہ ہر شخص بطور خود اپنے آپ اس پر عمل کرے کہ ایسا کرنے میں اور فتنہ وفساد زیادہ ہوگا۔ اور یہ قصاص اس صورت میں ہے جبکہ قاتل نے عمداً یعنی جان بوجھ کر ارادہ سے قتل کیا ہو اور جو قتل خطاء یعنی غلطی سے یا بھول چوک میں ہو جائے تو قصاص نہیں مثلاً گولی شیر پر لگاتا تھا اتفاقاً کسی آدمی کو لگ گئی، یہ قتل عمداً نہیں بلکہ خطاء ہے اس صورت میں گو قصاص نہیں مگر خوں بہا جس کو دیت کہتے ہیں ضرور ہی دینی پڑتی ہے اور دیت یعنی خوں بہا شریعت میں اگر اونٹوں سے ادا کرے تو سو اونٹ ہیں، اونٹوں کی عمر وغیرہ کے متعلق تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ اگر سونے میں ادا کرے تو ایک ہزار دینار، اگر چاندی میں ادا کرے تو دس ہزار درہم۔ اگر بجائے اس شرعی مقررہ خون بہا کے دوسرے کسی قسم کے مال پر قاتل اور ورثاء مقتول میں باہمی مصالحت ہو جائے تو علاوہ اونٹ، سونے یا چاندی کے دوسری کوئی جنس غلہ، کپڑا، گھوڑا، مکان، دوکان، جائیداد، موٹر گاڑی وغیرہ ہو تب بھی قصاص ساقط ہو جائیگا اور یہ طے کردہ مال یا اس مال کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے جرم وگناہ سے محفوظ رکھے اور ہمیں ہر معاملہ میں شرعی احکام پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ

فَمَنْ	عُفِيَ	لَهٗ	مِنْ	اَخِيْهِ	شَيْءٌ	فَاتِّبَاعٌ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	اَدَآءٌ	اِلَيْهِ	بِاِحْسَانٍ
پس جسے	معاف کیا جائے	اس کیلئے	سے	اس کا بھائی	کچھ	تو پیروی کرنا	مطابق دستور	اور	ادا کرنا	اسے	اچھا طریقہ

ہاں جس کو اُس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

ذٰلِكَ	تَخْفِيْفٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَرَحْمَةٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ
یہ	آسانی	سے	تمہارا رب	اور رحمت	پس جو	زیادتی کی	بعد	اس	تو اس کیلئے	عذاب

طرف سے تخفیف ہے اور ترحم ہے، پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اَلِيْمٌ	وَلَكُمْ	فِي	الْقِصَاصِ	حَيٰوةٌ	يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
دردناک	اور تمہارے لئے	میں	قصاص	زندگی	اے عقل والو	تاکہ تم	پرہیزگار ہو جاؤ

اور عقلمند لوگو! قصاص میں تمہارے جانوں کا بڑا بچاؤ ہے ہم اُمید کرتے ہیں کہ تم لوگ (خلاف ورزی) سے پرہیز رکھو گے

قاتل کیلئے معافی کا ضابطہ

اگر قاتل کو وارثان مقتول بالکل معاف کردیں یا چند وارثوں میں سے بعض بالکل معاف کردیں یا بعض کسی قدر معاوضہ مالی یا دیت شرعی لے کر قصاص سے دست بردار ہو جائیں تو قاتل کو چاہیے کہ وہ معاوضہ خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کردے خواہ مخواہ طول دینے یا پیچیدگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نیز یہاں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر اپنا احسان اور مہربان ہونا بیان فرماتے ہیں کہ یہ اجازت کہ قتل عمداً میں چاہے قصاص لو چاہے خوں بہا یعنی دیت شرعی لو چاہے معاف کردو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے قاتل اور وارثانِ مقتول دونوں پر جو پہلی اُمتوں پر نہ تھی، یہود پر خاص قصاص مقرر تھا اور نصاریٰ پر دیت یا عفو مقرر تھا اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قاتل کو قتل کی انتہائی جانی سزا کے ساتھ یہ تخفیف کا طریقہ مقرر کیا جو اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر مہربانی ہے۔

آخیر میں حق تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا اور دستور جاہلیت پر چلے گا یا معافی یا دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کریگا تو اس کیلئے آخرت میں سخت عذاب ہے۔

حکم قصاص کی مصلحت

اس حکم کی مصلحت اور حکمت کا غور سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ اس سزا سے مزید ایک زندگی فنا نہیں ہوتی بلکہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اگر قتل کی سزا میں قصاص نہ رکھا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ظالم لوگ بے دریغ اور بے دھڑک قتل کرتے اور اس طرح انسانی جان بہت سستی اور بے قدر ہو جاتی جیسا کہ عرب کے ملک میں ایام جاہلیت میں یہ حال عملی طور پر موجود تھا اب قتل کی سزا قتل رکھ دینے پر قصاص کے خوف سے قاتل قتل سے رُک جائے گا اور اس طرح قاتل و مقتول کی جان بچ جائے گی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	اِنْ	تَرَكَ	خَيْرًا	الْوَصِيَّةُ
فرض کیا گیا تم پر	جب	آئے	تمہارا کوئی	موت	اگر	چھوڑا	مال	وصیت

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۭ﴿۱۸۰﴾

لِلْوَالِدَيْنِ	وَ	الْاَقْرَبِيْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ
ماں باپ کیلئے	اور	اور رشتہ دار	دستور کے مطابق	لازم	پر	پرہیزگار

والدین اور اقارب کیلئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے جن کو خدا کا خوف ہے اُن کے ذمہ یہ ضروری ہے۔

وصیت کا حکم اور منسوخی

وصیت کے لفظی معنی حکم دینا اور نصیحت کرنا ہے، شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ہدایتیں ہوتی ہیں جو مرنے والا اپنے پیچھے رہنے والوں کو کر جاتا ہے جو اُس کی موت کے بعد پوری کی جاتی ہیں۔

شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصہ مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث یعنی تہائی تک مرنے والا اپنے والدین اور رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے وصیت کر جائے اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا باقی جو رہتا وہ اولاد کا حق ہوتا تھا۔

اور یہ وصیت کی فرضیت اسی لئے ہوئی تھی کہ مرنے والے کے تمام مال کے مالک میت کے زن وفرزند ہو جایا کرتے تھے، ماں باپ و دیگر اقارب محروم رہ جایا کرتے تھے پس جب آیت میراث نازل ہوئی اور میت کے وارثوں کے حقوق ترکہ میں سے حق تعالیٰ نے متعین فرما دیئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق مقرر کر دیا اب کسی وارث کیلئے وصیت ضروری نہیں تو اس آیت میں ماں باپ اور قرابتداروں کیلئے وصیت کرنے کا جو حکم ہو رہا ہے یہ میراث کے احکام نازل ہونے سے پہلے واجب تھا۔

تقسیم ترکہ پر مقدم چیزیں

یہاں ایک ضروری مسئلہ یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔

۱:......ایک تجہیز وتکفین یعنی میت کے کفن دفن کا خرچ۔

۲:......دوسرے دَین یعنی قرض، کفن دفن کے خرچ کے بعد متروکہ مال میں سے میت کے قرض ادا کئے جاویں گے۔

۳:......تیسرے وصیت، تجہیز وتکفین اور ادائے قرض کے بعد جو مال باقی رہے اس کے تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہوگی اور تکفین، قرض اور وصیت میں مال خرچ کرنے کے بعد اب وارثوں کا حصہ دیا جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا' ہر قسم کی نافرمانی اور معصیت سے ہماری حفاظت فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ

فَمَنْ	بَدَّلَهٗ	بَعْدَ	مَا	سَمِعَهٗ	فَاِنَّمَآ	اِثْمُهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	يُبَدِّلُوْنَهٗ	اِنَّ
پھر جو	بدل دے اسے	بعد	جو	اس کو سنا	تو صرف	اس کا گناہ	پر	جو لوگ	اسے بدلا	بیشک

پھر جو شخص سُن لینے کے بعد اُس کو تبدیل کریگا تو اس کا گناہ اُن ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے اللہ تعالیٰ تو یقیناً

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؁ۭ (۱۸۱) فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ

اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	فَمَنْ	خَافَ	مِنْ	مُّوْصٍ	جَنَفًا	اَوْ اِثْمًا	فَاَصْلَحَ	بَيْنَهُمْ
اللہ	سُننے والا	جاننے والا	پس جو	خوف کرے	سے	وصیت کرنیوالا	طرفداری	یا گناہ	پھر صلح کرادے	ان کے درمیان

سنتے جانتے ہیں ہاں جس کو وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی بدعنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۸۲)

فَلَآ اِثْمَ	عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
تو نہیں گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

کرادے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، واقعی اللہ تعالیٰ تو معاف فرمانے والے ہیں اور رحم کرنے والے ہیں۔

وصیت میں تبدیلی

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ...... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اب آگے یہ بتلایا کہ وصیت سننے والوں نے اگر میت کی وصیت میں کوئی تبدیلی کی تو اس کا گناہ اسی تبدیل کرنے والے پر ہوگا۔ مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا۔ دینے والوں نے اس کی تکمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں۔ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔

ہاں اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے کوئی غلطی یا بے قانونی ہو تو اس کی اصلاح کی اجازت ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ایک آدمی کو مشورہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا میں نے اُس سے پوچھا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے اُس نے کہا تین ہزار درہم ہیں پھر میں نے پوچھا تیرا کنبہ کتنا ہے اُس نے کہا چار آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا فرمایا ہے اور یہ مال تھوڑا ہے لہٰذا تو اسے اپنے اہل وعیال کیلئے چھوڑ دے۔

حضرت سعدؓ کا واقعہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ میری حالت تو دیکھ ہی رہے ہیں اب میں چاہتا ہوں اپنے تمام مال کی وصیت کرکے مروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا آدھے کی وصیت کردوں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا چلو تہائی وصیت کردوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تہائی ٹھیک ہے۔ اور تہائی بھی بہت ہے اپنے بچوں کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو میراث وترکہ کے معاملہ میں اپنی اطاعتِ کاملہ کی توفیق فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الصِّيَامُ	كَمَا	كُتِبَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	فرض کیے گئے	تم پر	روزے	جیسے	فرض کیے گئے	پر	جو لوگ	تم

اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ

قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا	اَوْ
پہلے	تاکہ تم	پرہیزگار بن جاؤ	چند دن	گنتی کے	پس جو	ہو	تم میں سے	بیمار	یا

کہ تم متقی بن جاؤ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو پھر جو شخص تم میں بیمار ہو یا

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

عَلٰى	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَيَّامٍ اُخَرَ	
پر	سفر	تو گنتی	سے	دوسرے بعد کے دن	

سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے

روزہ کی فرضیت: "روزہ" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر فرض رہا، ہاں تعداد اور تعین ایام روزہ میں اختلاف رہا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور یوم عاشورہ یعنی ماہِ محرم کی دس تاریخ کا روزہ بھی رکھتے۔ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رمضان کے روزے امت مسلمہ پر فرض کر دیئے مگر شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے پھر دوسری تبدیلی ہوئی جب یہ آیت اُتری فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ یعنی جو شخص اس ماہِ رمضان میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے پھر تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتداء میں کھانا پینا اور عورتوں سے قربت سونے سے پہلے پہلے جائز تھی، سو گیا تو پھر گو رات ہی میں جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کیلئے منع تھا۔ گویا سونے سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا پھر آیت اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ نازل ہوئی اور پھر مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کی رخصت دے دی گئی۔

مریض و مسافر کیلئے رعایت

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی اجازت ہے کہ چاہے تو روزہ نہ رکھے پھر اس کی قضا رکھ لے اور مسافرت شرعی یہ ہے کہ جو کوئی تین منزل جانے کا قصد کرے اور تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین دن میں پہنچا کرتے ہیں مسافرت میں اگر روزہ سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل یا موٹر یا ہوائی جہاز کا سفر ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جائیں گے یا اپنے ساتھ سب راحت و ضرورت کا سامان موجود ہے تو ایسی حالت میں سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر کوئی روزہ نہ رکھے بلکہ قضا رکھ لیوے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہاں رمضان شریف کے روزوں کی جو برکت اور فضیلت ہے اس سے محروم رہیگا اگر راستہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب مقیم ہو گیا مسافر نہیں رہا، اب روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ مریض اور شرعی مسافر جتنے دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہو جائے بعد رمضان گذر جانے کے اتنے دنوں کے روزہ بنیت قضا رکھ لیں۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ

وَعَلَى	الَّذِيْنَ	يُطِيْقُوْنَهٗ	فِدْيَةٌ	طَعَامُ	مِسْكِيْنٍ	فَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَهُوَ	خَيْرٌ
اور پر	جو لوگ	طاقت رکھتے ہوں	بدلہ	کھانا	نادار	پس جو	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو وہ	بہتر

اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے اور جو شخص خوشی سے خیر کرے تو یہ اس شخص

لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

لَّهٗ	وَاَنْ	تَصُوْمُوْا	خَيْرٌ لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
اس کیلئے	اور اگر	تم روزہ رکھو	بہتر تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے ہو

کیلئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اگر تم خبر رکھتے ہو

ایک سہولت جو واپس لے لی گئی

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ رکھنے کو دل نہ چاہے تو ان کے ذمہ روزہ کا فدیہ ہے کہ ایک غریب کو کھانا کھلا دینا یہ آسانی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ابتدائے اسلام میں تھی جب کہ لوگوں کو روزوں کا خوگر کرنا مقصود تھا، کیونکہ ابتداء میں روزہ رکھنے کی عادت بالکل نہ تھی اس لئے کامل ایک ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اہل عرب کو نہایت شاق تھا تو اُن کیلئے یہ سہولت فرما دی گئی تھی کہ اگر چہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے در پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو تم کو اختیار ہے چاہے روزہ رکھ لو چاہے روزہ کا بدلہ یعنی فدیہ دو یعنی ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو۔

الغرض ابتداء میں جو فدیہ کی اجازت دی گئی تھی وہ بعد میں اگلی آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے موقوف ہوگئی اور حکم عام ہو گیا کہ جو کوئی تم میں سے اس ماہ رمضان کو پائے تو ضرور روزہ رکھے۔

بحالتِ عذر بھی روزہ رکھنا افضل ہے

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی گو ہم نے آسانی کیلئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی ہے لیکن تمہارا روزہ رکھنا اس حال میں بھی زیادہ بہتر ہے اگر تم روزہ کی فضیلت کی خبر رکھتے ہو یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت وحکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا ہی بہتر ہے بہر حال فدیہ کے احکام شرع میں اب بھی ہیں اور احادیث وغیرہ میں جو اس کی تفصیل آئی ہے اس کے تحت فقہاء نے ذیل کے مسائل فدیہ کے متعلق لکھے ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ فدیہ کے مسائل بہشتی زیور حصہ سوم میں دیکھ لئے جائیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں فرض روزوں کا کمال احترام اور ذوق وشوق نصیب فرما، اور اس کے ذریعہ ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری عطا فرما۔

یا اللہ! آپ نے جو شرعی رخصتیں اپنے کرم سے ہم کو عطاء فرمائی ہیں اس کی قدر ہمارے دلوں میں عطا فرما، اور ان پر صحیح شکرگذاری کی توفیق نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ

شَهْرُ	رَمَضَانَ	الَّذِیْٓ	اُنْزِلَ	فِیْهِ	الْقُرْاٰنُ	هُدًی	لِّلنَّاسِ	وَبَیِّنٰتٍ	مِّنَ
مہینہ	رمضان	جس	نازل کیا گیا	اس میں	قرآن	ہدایت	لوگوں کیلئے	اور روشن دلیلیں	سے

ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور واضح الدلالت ہے

الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا

الْهُدٰی	وَ	الْفُرْقَانِ	فَمَنْ	شَهِدَ	مِنْكُمُ	الشَّهْرَ	فَلْیَصُمْهُ	وَمَنْ	كَانَ	مَرِیْضًا
ہدایت	اور	فرقان	پس جو	پائے	تم میں سے	مہینہ	چاہیے کہ روزے رکھے	اور جو	ہو	بیمار

منجملہ اُن کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنیوالی ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ

اَوْ	عَلٰی	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَیَّامٍ اُخَرَ
یا	پر	سفر	تو گنتی پوری کرے	سے	بعد کے دن

میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے،

ماہِ رمضان کی فضیلت

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اسی ماہ میں نازل ہوئی اور پھر قرآن کریم کی تین خصوصیات ذکر فرمائی گئیں۔

۱:...... پہلی خصوصیت هُدًی لِّلنَّاسِ فرمائی گئی یعنی یہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے ہر فرد اپنے خالق و معبودِ حقیقی کی پسندیدہ زندگی کی صحیح منزل تک پہنچنے کیلئے صحیح راستہ صرف قرآن کریم ہی سے معلوم کر سکتا ہے۔

۲:...... دوسری خصوصیت وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی فرمائی یعنی قرآن کریم نے ہدایت کی روشن دلیلیں اور رہنمائی کے تمام اصول وضوابط کو صاف اور کھول کر بیان کیا ہے۔ جو ہر ایک کیلئے قابل عمل ہیں کوئی بات عقل کے خلاف یا کوئی اصول ناقابل عمل نہیں۔

۳:...... تیسری خصوصیت اَلْفُرْقَانُ ہونا بتلائی گئی یعنی تعلیمات ایسی واضح ہیں کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرتی ہیں اور انسان سچ و جھوٹ صحیح و غلط صلاح و فساد، ایمان و کفر، اطاعت و سرکشی اور حق و باطل میں فیصلہ کر سکتا ہے اور اچھے بُرے میں تمیز کر سکتا ہے۔

فدیہ کی منسوخی اور مریض و مسافر کی رعایت

فضیلت رمضان کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس ماہ میں روزہ رکھنا چاہیے۔ (گویا فدیہ کی جو اجازت اُوپر مذکور تھی منسوخ اور موقوف ہوئی) اور مریض و مسافر کیلئے جو اوپر قانون تھا وہ البتہ اب بھی اسی طرح باقی ہے کہ جو شخص ایسا بیمار ہو جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے دوسرے ایام کا اتنا ہی شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی میں بار بار رمضان کا مبارک مہینہ اور اس کے روزے و تراویح کی برکات نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا

يُرِيْدُ	اللّٰهُ	بِكُمُ	الْيُسْرَ	وَلَا يُرِيْدُ	بِكُمُ	الْعُسْرَ	وَلِتُكْمِلُوا	الْعِدَّةَ	وَلِتُكَبِّرُوا
چاہتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آسانی	اور نہیں چاہتا	تمہارے لئے	دشواری	اور تاکہ تم پوری کرو	گنتی	اور اگر تم بڑائی کرو

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کر لیا کرو اور تاکہ تم لوگ

اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اللّٰهَ	عَلٰى	مَا هَدٰىكُمْ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ
اللہ	پر	جو تمہیں ہدایت دی	اور تاکہ تم	شکر ادا کرو

اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو طریقہ بتلا دیا اور تاکہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو۔

دین میں دشواری نہیں ہے

یہاں آیت میں يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ یعنی ''اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا'' فرمایا:

اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ دین فطرت یعنی اسلامی شریعت میں کوئی دشواری اور سختی نہیں، حدیث پاک میں ہے دِيْنُ اللّٰهِ يُسْرٌ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ احکام میں آسانی کی رعایت کرنا منظور ہے اس لئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجا لاسکو چنانچہ سفر اور مرض میں روزہ کا کتنا آسان قانون مقرر کر دیا اور احکام مذکورہ خاص خاص مصلحتوں سے مقرر کئے چنانچہ اوّلاً روزہ ادا رکھنے کا اور کسی شرعی عذر سے رہ جاوے تو دوسرے ایام میں قضا کرنے کا حکم تو اسی لئے کیا تاکہ تم لوگ ایام ادا یا قضا کی شمار کی تکمیل کر لیا کرو تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے اور خود قضا رکھنے کا حکم اس لئے کیا تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور ثناء بیان کرو اس پر کہ تم کو ایک ایسا طریقہ بتلا دیا جس سے تم برکات و ثمرات صیام سے محروم نہ رہو ورنہ اگر قضا کا حکم وجوباً نہ ہوتا تو بہت کم لوگ اس کا اہتمام کرتے اور عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے دے دی تاکہ تم لوگ اس نعمت آسانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو سخت مشقت ہو جاتی۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں آپ کو کوئی ایسا حکم نہ ملے گا جس میں انسانوں کے حالات، عمر، صحت، موسم اور دوسری مجبوریوں اور معذوریوں کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، اور کمزور مجبور اور معذور انسانوں کو رعایتیں نہ دی گئی ہوں اب اگرچہ بظاہر شریعت کے کسی حکم میں ہم کو دشواری اور مشکل معلوم ہوتی ہے تو دراصل وہ ہماری اپنی کسی کمزوری، سستی، کاہلی اور تن آسانی یا راحت طلبی کی بناء پر معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ جو ہمارے خالق اور رازق اور ارحم الراحمین ہیں وہ ہر حالت میں اور ہر حکم میں ہماری مصلحت اور دینی و دنیوی صلاح و فلاح کا لحاظ رکھتے ہیں۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ یعنی جتنے روزے قضا ہو جائیں اُن کی تکمیل کر لو تو ادا روزوں کی طرح پورا اجر دوں گا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ رمضان جیسی نعمت کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آپ نے قرآن جیسی نعمت جو امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے اس کی ہم کو قدردانی اور احسان مندی نصیب ہو اور اس کا اتباع کامل نصیب ہو، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

وَاِذَا	سَاَلَكَ	عِبَادِيْ	عَنِّيْ	فَاِنِّيْ	قَرِيْبٌ	اُجِيْبُ	دَعْوَةَ	الدَّاعِ	اِذَا	دَعَانِ
اور جب	آپ سے پوچھیں	میرے بندے	میرے متعلق	تو میں	قریب	میں قبول کرتا ہوں	دُعا	پکارنے والا	جب	مجھ سے مانگے

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جب وہ میرے حضور میں درخواست دے

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا	لِيْ	وَلْيُؤْمِنُوْا	بِيْ	لَعَلَّهُمْ	يَرْشُدُوْنَ
پس چاہیے حکم مانیں	میرا	اور ایمان لائیں	مجھ پر	تاکہ وہ	وہ ہدایت پائیں

سو ان کو چاہیے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں، امید ہے کہ وہ لوگ رُشد حاصل کر سکیں گے

اللہ تعالیٰ قریب ہے سنتا ہے

اس مختصر آیت میں حق تعالیٰ کا بندوں کے حال پر توجہ وعنایت فرمانا، اپنے بندوں کی دُعاؤں کا سننا اور قبول کرنا ذکر فرما کر اپنی اطاعت احکام کی ترغیب دی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک بدوی یعنی دیہاتی نے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا پروردگار کیا ہمارے پاس ہی ہے کہ ہم آہستہ دعاء مانگیں یا دور ہے کہ بلند آواز سے پکارا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

قربِ الٰہی کا مفہوم

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ میں قریب ہوں تو اس سے قرب جسمانی مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں بلکہ جیسے حق تعالیٰ کی ذات کی حقیقت بے چون و چگوں ہونے کی وجہ سے ادراک نہیں کی جا سکتی اسی طرح اُن کی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہو سکتی، بس اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی اُن کی ذات ہے اُن کی شان کے مطابق ان کا قُرب بھی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کو روزوں کے احکام کی آیتوں کے درمیان وارد کرنے کی حکمت یہ ہے کہ روزوں میں بھی اور روزوں کے ختم ہونے کے بعد بھی لوگوں کو دُعاء کی ترغیب ہو اور وہ بکثرت دُعائیں کیا کریں۔

بندوں کو چاہیے کہ اطاعت اختیار کریں

پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جس طرح میں اپنے بندوں کی عرض ومعروض کو منظور کر لیتا ہوں ان کو بھی چاہیے کہ میرے احکام کو بجا آوری کے ساتھ قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان و یقین رکھیں، یعنی میری قدرت پر بھی اور میرے حاکم اور حکیم ہونے پر بھی اور آگے پھر اس کا نتیجہ یہ بھی بیان فرما دیا کہ اگر ایسا کریں گے تو رشد وفلاح دُنیا کی بھی اور آخرت کی بھی حاصل کر سکیں گے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! اپنے کرم سے ہماری دُعاؤں کو قبول فرما اور اپنی ذاتِ عالی پر ہم کو یقین کامل نصیب فرما اور اپنے احکام کی ہم کو پابندی نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ

أُحِلَّ	لَكُمْ	لَيْلَةَ	الصِّيَامِ	الرَّفَثُ	إِلَىٰ	نِسَائِكُمْ	هُنَّ	لِبَاسٌ	لَكُمْ	وَأَنْتُمْ
جائز کردیا گیا	تمہارے لئے	رات	روزہ	بے پردہ ہونا	طرف	اپنی عورتوں	وہ	لباس	تمہارے لئے	اور تم

تم لوگوں کے واسطے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا کیونکہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم اُن کے

لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

لِبَاسٌ	لَهُنَّ	عَلِمَ	اللَّهُ	أَنَّكُمْ	كُنْتُمْ	تَخْتَانُونَ	أَنْفُسَكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ
لباس	اُن کیلئے	جان لیا	اللہ	کہ تم	تم تھے	خیانت کرتے	اپنے تئیں	سو معاف کردیا	تم کو

اوڑھنے بچھونے ہو، خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے، خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی

وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

وَ	عَفَا	عَنْكُمْ	فَالْآنَ	بَاشِرُوهُنَّ	وَابْتَغُوا	مَا	كَتَبَ	اللَّهُ	لَكُمْ	
اور	درگزر کی	تم سے	پس اب	ان سے ملو	اور طلب کرو	جو	لکھ دیا	اللہ	تمہارے لئے	

اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ، اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو

روزوں کے ضوابط میں ترمیم: ابتدائے اسلام میں اہلِ کتاب کی طرح مسلمانوں کو بھی روزوں کے ایام میں رات کے وقت سونے سے پہلے کھانے اور پینے اور بیبیوں سے قربت کی اجازت تھی لیکن اگر سو جانے کے بعد آنکھ کھلے تو پھر کھانے پینے اور بیبیوں سے قربت کی اجازت نہ تھی، اس سے صحابہ کرامؓ کو قدرے مشقت ہوئی ایک غریب انصاری صحابیؓ دن بھر کے روزہ سے مزدوری کر کے تھکے ہارے افطار کے وقت گھر پہنچے تو گھر میں افطار کے بعد کھانے کو کچھ تیار نہ تھا بیوی نے کہا کہ میں انتظام کر کے کچھ لاتی ہوں جب وہ واپس آئیں تو یہ دن بھر کی تکان کی وجہ سے سو گئے اب بیدار ہوئے تو کھانا حرام ہو چکا تھا اور چونکہ اس وقت رات میں سونے کے بعد کھانے کی اجازت نہ تھی اس لئے کھانا نہ کھایا اور اسی طرح اگلا روزہ رکھ لیا اگلے روز ضعف کی وجہ سے ان کا برا حال ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی اسی طرح دیگر واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور پہلا حکم منسوخ کر کے غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق تک پوری رات میں کھانے پینے اور قربت کی اجازت دے دی گئی اگرچہ سو کر اٹھنے کے بعد ہو۔

میاں بیوی کا تعلق: یہاں آیت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا گیا جس سے اس قریبی رشتہ کو ظاہر کیا گیا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے ایک دوسرے کے ساتھ حاصل ہے یہ لباس کی قرآنی تشبیہ میاں بیوی میں کئی طرح موجود ہے۔ مثلاً ان کے آپس کے قریبی تعلقات، ایک دوسرے کی آپس میں محتاجی، جسمانی اعتبار سے ایک دوسرے کا قرب، ایک دوسرے کیلئے زیب و زینت اور اطمینان و سکون راحت و آسائش کا موجب ہونا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوسرے کے انتہائی رازدار ہونے کے باوجود پردہ پوشی کرنا۔

مباشرت کا مقصد: یہاں آیت میں فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ (سو جب اجازت ہو گئی تو اب اُن سے یعنی بیبیوں سے ملو ملاؤ) کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی گئی وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے طلب کرو) اِبْتِغَا کے معنی ہیں کسی چیز کے طلب کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرنا مَا كَتَبَ اللَّهُ (جو اللہ نے لکھ دیا ہے) اس سے مراد اولاد و نسل ہے۔ تو یہاں اجازت کے ساتھ گویا ایک تنبیہ بھی فرما دی کہ اپنی بیبیوں کے پاس اولاد پیدا کرنے کی غرض سے جانا چاہیے، مباشرت کے عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا اور خاص مقصد حصولِ اولاد و افزائش نسل رکھا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ

وَكُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	حَتّٰى	يَتَبَيَّنَ	لَكُمُ	الْخَيْطُ	الْاَبْيَضُ	مِنَ	الْخَيْطِ	الْاَسْوَدِ	مِنَ
اور کھاؤ	اور پیو	یہانتک کہ	واضح ہوجائے	تمہارے لئے	دھاری	سفید	سے	دھاری	سیاہ	سے

اور کھاؤ اور پیو اُس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا واضح ہو جاوے سیاہ خط سے

الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي

الْفَجْرِ	ثُمَّ	اَتِمُّوا	الصِّيَامَ	اِلَى	الَّيْلِ	وَلَا	تُبَاشِرُوْهُنَّ	وَاَنْتُمْ	عٰكِفُوْنَ	فِي
فجر	پھر	تم پورا کرو	روزہ	تک	رات	اور نہ	ان سے ملو	جبکہ تم	اعتکاف کرنیوالے	میں

پھر رات تک روزہ کو پورا کیا کرو اور ان بیویوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو

الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

الْمَسٰجِدِ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللّٰهِ	فَلَا	تَقْرَبُوْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	اٰيٰتِهٖ	لِلنَّاسِ
مسجدوں	یہ	حدیں	اللہ	پس نہ	اس کے قریب جاؤ	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	اپنے حکم	لوگوں کیلئے

مسجدوں میں یہ خداوندی ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ
تا کہ وہ	پرہیزگار ہوجائیں

اس امید پر کہ وہ لوگ پرہیز رکھیں

رات کو کھانے پینے کی اجازت

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا...... لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ یعنی جیسے رات بھر میں بیوی سے مباشرت کی اجازت ہے اسی طرح رمضان کی رات میں صبح صادق تک کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ فجر کی سفید دھاری کا سیاہ دھاری سے ممتاز ہوجانا یہ رات کے اندھیرے کے دور ہونے اور صبح کے اجالے کے نمودار ہونے یعنی طلوع فجر سے کنایہ ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفید اور سیاہ دھاگے کی یہی تفسیر مروی ہے۔ (صحیح بخاری) الْخَيْطِ: یہ عموماً رنگ سے کنایہ ہوتا ہے اور یہاں انہیں خیط سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ شروع میں واقعۃً یہ دھاریاں ہی سی نظر آتی ہیں۔

سحری کے کھانے میں تاخیر: نیز اس آیت میں جو صبح صادق تک کھانے پینے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ مسلسل رکھتے چلے جانا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ حدیث پاک میں سحری تاخیر سے کھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ صحیح مسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت بلال (جو لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت سویرے اذان دیتے ہیں) کی اذان سے یا محض شمال اور جنوب میں دیکھ کر سحری ختم نہ کرو بلکہ روشنی کے پھیل جانے کو معتبر سمجھو۔

پھر اس آیت میں جو اعتکاف فی المسجد کو فرمایا تو یہ حکم خاص مردوں کیلئے ہے عورتوں کا اعتکاف بجائے مسجد کے گھر کے کسی گوشہ میں ہو سکتا ہے۔

آیت کے اخیر میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ تمام ضابطے، اصول و قوانین، حدیں اور بندشیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں جو حکمت اور علم والے ہیں، لہٰذا یہ سب احکام برحق اور مصلحت پر مبنی ہیں، انسانوں کی فلاح اور کامیابی کے ضامن ہیں ان کی تعمیل اور پیروی سے دُنیا اور آخرت سنورے گی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

وَلَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ	بِالْبَاطِلِ	وَتُدْلُوْا	بِهَآ	اِلَى الْحُكَّامِ	لِتَاْكُلُوْا	فَرِيْقًا
اور نہ	کھاؤ	اپنے مال	آپس میں	ناحق	اور نہ پہنچاؤ	اس سے	حاکموں تک	تا کہ تم کھاؤ	کوئی حصہ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور مت لے جاؤ مال کے جھوٹے مقدمہ حکام کی طرف اس غرض سے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے

مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

مِّنْ	اَمْوَالِ	النَّاسِ	بِالْاِثْمِ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
سے	مال	لوگ	گناہ سے	اور تم	جانتے ہو

مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو

حرام کھانے اور جھوٹے مقدمے بنانے سے ممانعت

یہاں اس آیت میں پہلا حکم یہ دیا گیا کہ باطل، ناجائز اور ناحق طریق سے کسی کا مال نہ کھاؤ، اس میں کسی کا مال غصب کر لینا بھی داخل ہے، چوری اور ڈاکہ بھی داخل ہے، ظلم کر کے جبراً مال چھین لینا۔ اور سود، قمار، رشوت اور تمام معاملات فاسدہ جو از روئے شریعت اسلامیہ جائز نہیں وہ سب بھی شامل ہیں۔

دوسرا حکم آیت میں جھوٹا مقدمہ بنانے، جھوٹی قسم کھانے، جھوٹی شہادت دینے اور دلوانے سب کی ممانعت فرمائی گئی نیز رشوت یا مالی تحفہ تحائف دے کر حاکموں پر اثر ڈالنے اور ان کو اپنا طرف دار بنانے سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو، اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے معاملہ کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اس سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو یاد رکھو کہ حقیقت حال تو صاحب معاملہ کو خود معلوم ہوتی ہے اگر فی الواقع وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں جو کچھ میں اس کو دوں گا وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں امت کو واضح کر دیا کہ اگر امام، قاضی، یا حاکم کسی مغالطہ کی وجہ سے کوئی فیصلہ کر دے جس میں ایک کا حق دوسرے کو ناجائز طور پر مل رہا ہو تو اس عدالتی فیصلہ کی وجہ سے وہ اس کے لئے حلال و جائز نہیں ہو جاتا اور جس کیلئے حلال ہے اس کے لئے حرام نہیں ہو جاتا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرام مال کھانے والے کی دُعاء قبول نہیں ہوتی، بہت سے آدمی عبادت وغیرہ میں مشقت اٹھاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ دُعاء کے لئے پھیلاتے ہیں اور یا رَبّ یا رَبّ پکارتے ہیں مگر کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام، لباس ان کا حرام تو ان کی دُعاء کہاں قبول ہو سکتی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے یہ دُعاء فرما دیجئے کہ میں مقبول الدعا ہو جاؤں جو دُعاء کیا کروں قبول ہوا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سعد اپنا کھانا پاک اور حلال بنا لو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس شخص کا گوشت حرام سے بنا ہوا اس گوشت کے لئے تو جہنم کی آگ ہی لائق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس مختصری آیت میں ناجائز طور پر اور ناحق ایک دوسرے کے مال کے حصول کی ممانعت فرمائی اور ایسے حصول مال کے تمام ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی بھی ممانعت فرمائی۔

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَهِلَّةِ	قُلْ	هِىَ	مَوَاقِيْتُ	لِلنَّاسِ	وَالْحَجِّ	وَلَيْسَ	الْبِرُّ	بِاَنْ
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے	نئے چاند	آپ کہہ دیں	یہ	پیمانۂ اوقات	لوگوں کیلئے	اور حج	اور نہیں	نیکی	یہ کہ

آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند اوقات کی شناخت کا آلہ ہیں لوگوں کیلئے اور حج کیلئے، اور اس میں کوئی فضیلت نہیں

تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ

تَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ	ظُهُوْرِهَا	وَلٰكِنَّ	الْبِرَّ	مَنِ	اتَّقٰى	وَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ
تم آؤ	گھر جمع	سے	ان کی پشت	اور لیکن	نیکی	جو	پرہیزگاری کرے	اور تم آؤ	گھر جمع	سے

کہ گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے آیا کرو، ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے، اور گھروں میں اُن کے

اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾	اَبْوَابِهَا	وَاتَّقُوا	اللهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ	
دروازوں سے آؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو	دروازے	اور تم ڈرو	اللہ	تاکہ تم	کامیابی حاصل کرو	

چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں

بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَہِلَّۃ یعنی شروع مہینے کے چاند کے متعلق دریافت کیا کہ چاند کبھی باریک ہلالی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے یہاں تک کہ چودہ پندرہ دن میں پورا دائرہ ہو جاتا ہے پھر اس میں روزانہ کمی ہوتی رہتی ہے تو چاند کے اس طرح گھٹنے بڑھنے سے کیا فائدہ ہے، اور اس میں کیا مصلحت ہے؟ صحابہ کرام کے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہارے مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا اور حج رمضان وغیرہ کے ایام معلوم کرنا آسان ہو جائے گا۔

قمری تاریخ کی اہمیت

اور شریعت اسلامیہ نے چاند کے حساب کو اس لئے اختیار فرمایا کہ اس کو ہر آنکھوں والا افق پر دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے بخلاف شمسی حساب کے کہ وہ آلاتِ رصدیہ اور قواعد ریاضیہ پر موقوف ہے، جس کو ہر شخص آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا،

الغرض قرآن کریم نے شمسی حساب پر قمری حساب کو ترجیح دی ہے۔ پھر بعض احکام میں تو اسی حساب کو لازم کر دیا ہے کہ ان میں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج، روزہ، رمضان، عیدین، زکوٰۃ، عدت، طلاق وغیرہ۔ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ روزمرہ کے استعمال اور مخاطبت و مکاتبت میں بھی اگرچہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے احکام شرعیہ کا مدار چونکہ حساب قمری پر ہے اس لئے اس کو محفوظ و منضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے۔ الغرض یہاں آیت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے کا مقصد ظاہر کر دیا گیا اور یہاں حج کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ یہ عربوں کی زندگی کا بہت اہم شعبہ اور عبادتِ خاص تھی حتی کہ جاہلیت میں بھی حج کی رسم کو نہایت اہم سمجھا جاتا تھا۔

دور جاہلیت کی ایک رسم کی اصلاح

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب احرام باندھ لیتے تو گھروں میں دروازوں سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ مکان کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے مکان میں نقب لگا کر یا سیڑھی لگا کر اور اسے اپنے نزدیک بڑی عبادت اور خانہ کعبہ کی تعظیم سمجھتے تھے اس پر حق تعالیٰ نے آیت کا یہ حصہ نازل فرمایا: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا

وَقَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	يُقَاتِلُوْنَكُمْ	وَلَا تَعْتَدُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا
اور تم لڑو	میں	راستہ	اللہ	وہ جو کہ	تم سے لڑتے ہیں	اور زیادتی نہ کرو	بیشک	اللہ	نہیں

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں، اور حد سے مت نکلو واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ

يُحِبُّ	الْمُعْتَدِيْنَ	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَ	اَخْرِجُوْهُمْ	مِنْ
پسند کرتا	زیادتی کرنے والے	اور انہیں مار ڈالو	جہاں	تم انہیں پاؤ	اور	انہیں نکال دو	سے

والوں کو پسند نہیں کرتے اور ان کو قتل کرو جہاں اُن کو پاؤ اور اُن کو نکال باہر کرو جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے

حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حَيْثُ	اَخْرَجُوْكُمْ	وَ	الْفِتْنَةُ	اَشَدُّ	مِنَ	الْقَتْلِ	وَلَا	تُقٰتِلُوْهُمْ	عِنْدَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
جہاں	انہوں نے تمہیں نکالا	اور	فتنہ	زیادہ سنگین	سے	قتل	اور نہ	اُن سے لڑو	پاس	مسجد حرام خانہ کعبہ

اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے، اور اُن کے ساتھ مسجد حرام کے قریب میں قتال مت کرو

حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾

حَتّٰى	يُقٰتِلُوْكُمْ	فِيْهِ	فَاِنْ	قٰتَلُوْكُمْ	فَاقْتُلُوْهُمْ	كَذٰلِكَ	جَزَاۗءُ	الْكٰفِرِيْنَ
یہاں تک کہ	وہ تم سے لڑیں	اس میں	پس اگر	وہ تم سے لڑیں	تو تم ان سے لڑو	اسی طرح	سزا	کافر جمع

جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم ان کو مارو، ایسے کافروں کی ایسی ہی سزا ہے

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٢﴾

فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنیوالا

پھر اگر وہ لوگ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے اور مہربانی فرمادیں گے

مسلمانوں کی ایک دفاعی الجھن کا حل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا۔ کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام یعنی ذوی القعدہ اور ذی الحج اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے۔ ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی۔ اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا۔ ذی القعدہ ۶ ھ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے۔

جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو روک دیا۔ آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آ کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں۔ جب دوسرے برس ذی القعدہ ۷ھ میں آپؐ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہلِ مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تو ہم کیا کریں گے۔ لڑیں تو شہر حرام اور حرمِ مکہ میں کیونکر لڑیں۔ اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں؟ اس پر حکم الٰہی آیا کہ اگر وہ اس مہینہ حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل ان سے لڑو۔ وہاں تمہاری طرف سے ابتداء اور زیادتی نہ ہونی چاہیے۔ حج کے ذیل میں عمرۂ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا۔ اس لئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر حج کے احکام بیان ہوں گے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

زیادتی نہ کرو

لَا تَعْتَدُوْا: زیادتی مت کرو۔ اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں۔ اور حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کی جائے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

فتنہ کا مطلب

یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھرانا مہینہ حرام کے اندر مار ڈالنے سے بہت بڑا گناہ ہے۔ مطلب یہ کہ حرم مکہ میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے۔ حرم میں مقاتلہ کرنے سے تو اب مسلمانو! تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو۔ (تفسیر عثمانیؒ)

مشرکین کے اقدام پر تمہیں قتال کی اجازت ہے: یعنی مکہ ضرور جائے امن ہے لیکن جب انہوں نے ابتداء کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے کہ یہ بات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب ان کو امان نہ رہی۔ جہاں پاؤ مارو۔ آخر جب مکہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمادیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن دیا۔ (تفسیر عثمانیؒ)

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کا اتباع نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہمیں اُمتِ وسط کے لقب کی لاج رکھنے کی صلاحیت عطا فرمائیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا

وَقٰتِلُوْهُمْ	حَتّٰى	لَا تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	وَّيَكُوْنَ	الدِّيْنُ	لِلّٰهِ	فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَلَا
اور تم ان سے لڑو	یہاں تک کہ	نہ رہے	کوئی فتنہ	اور ہو جائے	دین	اللہ کیلئے	پس اگر	وہ باز آجائیں	تو نہیں

اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے اور اگر وہ لوگ باز آجائیں تو سختی کسی

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

عُدْوَانَ	اِلَّا	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ	اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ	بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ	وَ	الْحُرُمٰتُ
زیادتی	سوائے	پر	ظالم جمع	حرمت والا مہینہ	بدلہ حرمت والا مہینہ	اور	حرمتیں

پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینہ کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ

قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

قِصَاصٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ	فَاعْتَدُوْا	عَلَيْهِ	بِمِثْلِ	مَا	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ
بدلہ	پس جس	زیادتی کی	تم پر	تو تم زیادتی کرو	اس پر	جیسی	جو	اس نے زیادتی کی	تم پر

کی چیزیں ہیں سو جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اُس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُتَّقِيْنَ
اور تم ڈرو	اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	ساتھ	پرہیزگاروں

اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں

قانونی حدود میں رہ کر کفار سے بدلہ لو

حرمت کا مہینہ یعنی ذیقعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جا رہے ہو بدلا ہے اس حرمت کے مہینہ یعنی ذیقعدہ کا کہ سال گذشتہ میں اسی مہینہ کے اندر کفار مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے ان سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرام کی حرمت کرے اور اس مہینہ میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو مکہ والے جو سال گذشتہ میں تم پر ظلم کر چکے اور نہ ماہ حرام کی حرمت کی نہ حرم مکہ کی نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کر کے آمادۂ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر مٹا لو مگر جو کرو خدا سے ڈر کر کرو اس کی خلاف اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا بیشک ناصر و مددگار ہے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

حرم میں ابتداءِ قتال اب بھی حرام ہے

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے، منسوخ نہیں ہے۔ قتال کی ابتداء کرنا حرم میں اب بھی حرام ہے۔ اور یہی قول مجاہد

اور بہت سے علماء کا ہے۔ اس قول کی تائید بخاری و مسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ ابن عباس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے دن باحرمت کیا ہے۔ اس لئے قیامت تک اللہ کا حرام کردہ حرام رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کو اس میں قتل وقتال کی اجازت نہیں ہوئی اور میرے واسطے بھی دن کی ایک ساعت کے لئے صرف حلال ہوا ہے۔ اس کے بعد بدستور قیامت تک حرام ہے۔ یہاں کی گھاس کانٹا وغیرہ نہ کاٹا جائے، نہ یہاں شکار بھگایا جاوے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ میں ہتھیار اٹھانا کسی کو حلال نہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (تفسیر مظہریؒ)

حرمت کے مہینوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے، ہاں اگر کوئی آپ پر چڑھائی کرے تو اور بات ہے بلکہ جنگ کرتے ہوئے اگر حرمت والے مہینے آجاتے تو آپ لڑائی موقوف کردیتے۔ حدیبیہ کے میدان میں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے قتل کر دیا، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر مکہ میں گئے تھے، تو آپ نے اپنے چودہ سو اصحابؓ سے ایک درخت کے تلے مشرکوں سے جہاد کرنے کی بیعت لی۔ (تفسیر ابن کثیر)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو دین کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرما دے تاکہ ہم حق و باطل اور نیک و بد میں تمیز کر سکیں، اور حق کو اختیار کرلیں اور باطل سے گریز کریں۔

یا اللہ! اس دنیا کی زندگی میں ہم کو آخرت کی تجارت اور کمائی کی توفیق عطا فرما، اور دین کو کھو کر دنیا کے کمانے سے کامل طور پر بچا۔

یا اللہ! آج بھی جو منافقین ہمارے ملک میں یا عالم اسلام میں گھسے ہوئے ہیں ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور اُمتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دائمی عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَأَحْسِنُوْا ۚ

وَأَنْفِقُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَلَا	تُلْقُوْا	بِأَيْدِيْكُمْ	إِلَى	التَّهْلُكَةِ	وَأَحْسِنُوْا
اور تم خرچ کرو	میں	راستہ	اللہ	اور نہ	ڈالو	اپنے ہاتھ	طرف میں	ہلاکت	اور نیکی کرو

اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ	إِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنیوالوں کو	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	نیکی کرنیوالے

زکوٰۃ عشر کے علاوہ مالی فرائض

وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے فقہاء نے یہ حکم بھی نکالا ہے کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کے علاوہ بھی دوسرے حقوق فرض ہیں مگر وہ نہ دائمی ہیں اور نہ ان کیلئے کوئی نصاب اور مقدار متعین ہے، بلکہ جب اور جتنی ضرورت ہو اس کا انتظام کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

خود اپنی ہلاکت نہ خریدو

وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اب ہلاکت میں ڈالنے سے اس جگہ کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

ابوداؤد اور ترمذی میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیات ہم انصار ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ہم اس کی تفسیر خوب جانتے ہیں بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ اور قوت عطا فرمادی تو ہم میں یہ گفتگو ہوئی کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے وطن میں ٹھہر کر اپنے مال و جائیداد کی خبر گیری کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلادیا کہ ہلاکت سے مراد ترکِ جہاد ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ترکِ جہاد مسلمانوں کیلئے ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔ اکثر ائمہ تفسیر نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

عبادت اور معاشرت میں احسان کا مفہوم

وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ہے۔ (اور جو کام کیا کرو اچھی طرح کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ محسنین کو پسند فرماتے ہیں)

عبادت سے احسان کی تفسیر حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ اس طرح عبادت کرو جیسے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ اعتقاد تو لازم ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔

معاملات و معاشرت میں احسان کی تفسیر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ تم سب لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جس چیز کو تم اپنے لئے برا سمجھتے ہو وہ دوسروں کیلئے بھی برا سمجھو۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ یہ جان آپ کا عطیہ ہے اس کو اپنے راستہ میں کھپانے کا عزم ہم کو نصیب فرما، اور یا اللہ جو مال و دولت ہم کو اس زندگی میں عطا کر رکھا ہے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما اور ہم کو اپنے محسنین بندوں میں شامل فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ

لِلّٰہِ	وَ الْعُمْرَۃَ	الْحَجَّ	وَ اَتِمُّوا
اللہ کیلئے	اور عمرہ	حج	اور پورا کرو

اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو

سفرِ حج: یوں تو مسلمان کے سارے کام اور ارادے اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کیلئے ہونے چاہئیں لیکن یہاں حج اور عمرہ کے ساتھ اس پر خاص زور اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ اس میں سفر درپیش آتا ہے۔جس میں سیر وتفریح اور اچھی بُری بہت سی اغراض بآسانی شامل ہوسکتی ہیں اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تمہاری اوّلین غرض اللہ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ ہو۔

عمرہ کو چھوٹا حج بھی کہتے ہیں اس کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں وہ سال میں ہر وقت ادا ہوسکتا ہے، البتہ ۹ر۱۰ ذی الحجہ اور ایام تشریق یعنی ۱۱ر۱۲ر۱۳ ذی الحجہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے جو کہ حج کے ایام ہیں۔

حج کی قسمیں: حج کی تین قسمیں ہیں، ایک افراد یعنی ایام حج میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا، دوسرے تمتع یعنی ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا اور اس کے بعد اُسی سفر میں اُسی سال حج کا احرام باندھ کر حج کرنا، تیسرے قران یعنی ایام حج میں حج وعمرہ دونوں کا احرام ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے احرام کو بدستور قائم رکھنا اور پھر اُسی احرام سے حج کرنا، حنفیہ کے نزدیک یہ تیسری قسم حج کی سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

حج کب فرض ہوتا ہے: اگر کسی عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد شخص کے پاس اتنا مال ودولت ہوگیا کہ جس سے مکہ معظمہ تک آنے جانے کا خرچ پورا ہوسکے اور اس کے سفر کے زمانہ تک کا کھانے پینے کا ضروری خرچ اپنے اہل وعیال کے لئے دے سکے تو حج اس پر فرض ہوجاتا ہے اور تمام زندگی حج کی فرضیت قائم رہتی ہے جب تک کہ حج ادا نہ کرے خواہ بعد میں اس کے پاس اتنا مال ودولت رہے یا نہ رہے عورتوں کیلئے محرم کا ساتھ ہونا اور عدت سے خالی ہونا بھی شرط ہے: جب حج فرض ہوجائے تو جہاں تک ممکن ہو بہت جلد ادا کیا جائے اور تاخیر نہ کی جائے۔

حج کی فضیلت وبرکت: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کے لئے جانے والے اللہ تعالیٰ کے خاص مہمان ہیں، وہ اللہ سے دُعاء کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دُعاء قبول کرتا ہے اور مغفرت مانگیں تو ان کو بخش دیتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا (جہاں ایک نماز کا ثواب بخاری ومسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے) اور براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والوں کو مکہ ومدینہ پہنچ کر نقد حاصل ہوتی ہیں۔

مسجد حرام جو تمام مساجد سے افضل ہے جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ اس درسِ قرآن کے ہر پڑھنے اور سننے والے کو اپنی زندگی میں حج بیت اللہ وزیارت روزہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

فَاِنْ	اُحْصِرْتُمْ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ	الْهَدْيِ	وَلَا	تَحْلِقُوْا	رُءُوْسَكُمْ	حَتّٰى
پھر اگر	تم روک دیئے جاؤ	تو جو	میسر آئے	سے	قربانی	اور نہ	منڈاؤ	اپنے سر	یہاں تک

پھر اگر (حج وعمرہ کے پورا کرنے سے) روک دیئے جاؤ تو جو میسر ہو قربانی کا جانور (ذبح کرے) اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ

يَبْلُغَ	الْهَدْيُ	مَحِلَّهٗ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا	اَوْ	بِهٖٓ	اَذًى	مِّنْ	رَّاْسِهٖ
پہنچ جائے	قربانی	اپنی جگہ	پس جو	ہو	تم میں سے	بیمار	یا	اس کے	تکلیف	سے	اس کا سر

قربانی اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے، البتہ اگر کوئی تم سے بیمار ہو یا اُس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

فَفِدْيَةٌ	مِّنْ	صِيَامٍ	اَوْ	صَدَقَةٍ	اَوْ	نُسُكٍ
تو بدلہ	سے	روزہ	یا	صدقہ	یا	قربانی

فدیہ دے دے روزہ سے یا خیرات دے دینے سے یا ذبح کر دینے سے

محصر کا حکم: یہ آیت چونکہ واقعہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے جو ۶ھ میں واقع ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرامؓ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور کفار مکہ نے مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی مجبوری اور معذوری پیش آ جائے اور حج وعمرہ ادا نہ کر سکیں تو کیا کریں؟ چنانچہ آیت میں محصر کا حکم بتلایا جاتا ہے۔ محصر اُسے کہتے ہیں جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو مگر کسی مجبوری سے پورا نہ کر سکا ہو مثلاً بیماری کی وجہ سے احرام باندھ لینے کے بعد بیت اللہ نہ پہنچ سکے یا کسی دشمن نے راستہ روک لیا یا کوئی موسمی اور دوسری رکاوٹ حائل ہو گئی ہو۔

آیت کے اس حصہ سے متعلق حسب ذیل مسائل ہیں:

۱- اگر حج وعمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بدامنی ہو گئی یا بیماری نے مجبور کر دیا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ میں حدِ حرم کے اندر میری طرف سے ایک بکری، اور قران وتمتع میں جن کا ذکر آگے آتا ہے دو بکری ذبح کر دینا اور جب وہ تاریخ آئے اور گمان غالب ہو کہ اب جانور حدِ حرم میں ذبح ہو گیا ہوگا تو سر منڈا دے یا بال کٹا دے اس سے احرام کھل جاوے گا۔ پھر اس حج یا عمرہ کو قضا کرنا پڑیگا۔

۲- سر منڈانے کا حکم یا تمام بال کتروانے کا حکم صرف مردوں کیلئے ہے، عورتوں کیلئے نہیں، عورت صرف ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔ (بیان القرآن)

۳- اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اس کو پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی یا نہیں رہی لیکن اور کسی عذر یا بیماری یا تکلیف سے سر منڈانے کی ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا برابر اختیار ہے۔ خواہ سر منڈا کر تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک بکری (حدود حرم میں) ذبح کر کے مسکینوں کو کھلائے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حج وعمرہ وزیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے اور ہمارے لئے آسان فرمائے ہر قسم کی رکاوٹ سے بچائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

فَاِذَآ	اَمِنْتُمْ	فَمَنْ	تَمَتَّعَ	بِالْعُمْرَةِ	اِلَى	الْحَجِّ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ الْهَدْيِ
پھر جب	تم امن میں ہو	تو جو	فائدہ اٹھائے	ساتھ۔ عمرہ	تک	حج	تو جو	میسر آئے	سے۔ قربانی

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ سے اُس کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہوا ہو تو جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ

فَمَنْ	لَمْ يَجِدْ	فَصِيَامُ	ثَلٰثَةِ	اَيَّامٍ	فِى الْحَجِّ	وَسَبْعَةٍ	اِذَا رَجَعْتُمْ	تِلْكَ
پھر جو	نہ پائے	تو روزہ رکھے	تین	دن	حج میں	اور سات	جب تم واپس آجاؤ	یہ

پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو تین دن کے روزہ ہیں حج میں اور سات ہیں جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجائے

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا

عَشَرَةٌ	كَامِلَةٌ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	لَمْ يَكُنْ	اَهْلُهٗ	حَاضِرِى	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَاتَّقُوا
دس	پورے	یہ	لئے۔ جو	نہ ہوں	اسکے گھر والے	موجود	مسجد حرام	اور تم ڈرو

یہ پورے دس ہوئے یہ اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب میں نہ رہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ ع	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
ڈرتے رہو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سزائے سخت دیتے ہیں	اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	سخت	عذاب

مختلف قسم کے حاجیوں کے احکام

آیت کے اس حصہ سے متعلق حسب ذیل مسائل ہیں:

۱- تمتع اور قران میں ایک جانور ذبح کرنا ایام قربانی میں حدِ حرم کے اندر واجب ہوتا ہے افراد میں قربانی واجب نہیں۔

۲- تمتع وقران میں جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو تو اس کے عوض میں دس روزے رکھنے ضروری ہیں، تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کردے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھ لے۔ خواہ وطن آکر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے اور اگر دسویں ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکا تو پھر قربانی ہی کرنا واجب ہے۔

۳- افراد حج ہر شخص کو جائز ہے تمتع اور قران صرف ان لوگوں کو جائز ہے جو میقات کے حدود سے باہر رہتے ہوں، میقات ان معین مقامات کو کہتے ہیں کہ جہاں سے مکہ معظمہ کو جانے والے کیلئے احرام باندھنا حج یا عمرہ کیلئے واجب ہے۔ (بیان القرآن)

آیت میں احکام حج بیان فرما کر اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ فرما کر یہ تنبیہ مقصود ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی رکھو، خلاف ورزی نہ کرو۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم میں سے ہر ایک کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا

اَلْحَجُّ	اَشْهُرٌ	مَّعْلُوْمٰتٌ	فَمَنْ	فَرَضَ	فِيْهِنَّ	الْحَجَّ	فَلَا	رَفَثَ	وَلَا فُسُوْقَ	وَلَا
حج	مہینے	معلوم مقرر	پس جس نے	لازم کرلیا	ان میں	حج	تو نہ	بے پردہ ہو	اور نہ گالی دے	اور نہ

حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے

جِدَالَ فِی الْحَجِّ	جِدَالَ	فِی الْحَجِّ
اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے	جھگڑا	حج میں

حج کا وقت

زمانہ حج کے متعلق ارشاد ہے: "افعال حج کے لئے چند مہینے ہیں جو مشہور و معلوم ہیں یعنی پورا ماہ شوال، پورا ماہ ذیقعدہ اور دس تاریخیں ماہ ذی الحجہ کی۔" اصل ارکان حج تو ذی الحجہ کے دوسرے ہفتہ میں ادا ہوتے ہیں مگر احرام حج شوال ہی سے بندھنا شروع ہو جاتا ہے۔

عرب میں جاہلیت سے لے کر زمانہ اسلام تک یہی مہینے حج کے مقرر رہے ہیں اور شوال سے حج کے مہینے شروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں بعض ائمہ کے نزدیک تو قبل شوال کے احرام سے حج کی ادائیگی نہیں ہو سکتی، لیکن ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس احرام سے حج تو ادا ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

حاجیوں کیلئے آداب

حالتِ احرام میں جن امور سے پرہیز کرنا لازم ہے وہ تین چیزیں فرمائی گئی ہیں۔

۱- رَفَثَ ایک جامع لفظ ہے، اس میں عورتوں سے اختلاط کرنا، عورتوں سے بے پردہ ہونا، عورتوں کی طرف رغبت کرنا اور زبان سے عورت کے ساتھ بے حجابی کی کھلی گفتگو کرنا یہ سب شامل ہیں احرام باندھنے والے کو یہ سب باتیں حرام اور ممنوع ہیں۔

۲- فُسُوْقَ کے مطلب نافرمانی کے ہیں جو اپنے عام معنی کے اعتبار سے تمام گناہوں کو شامل ہے۔ مگر بعض مفسرین نے اس جگہ فُسُوْقَ سے وہ خاص کام جو حالتِ احرام میں ممنوع و ناجائز ہیں مراد لئے ہیں یعنی وہ چیزیں جو اصل سے تو گناہ نہیں مگر احرام کی وجہ سے ناجائز ہو جاتی ہیں وہ چھ چیزیں ہیں جن کو محظورات احرام کہتے ہیں:

۱- بیوی کے ساتھ مباشرت اور اس کے تمام متعلقات۔
۲- خوشبو استعمال کرنا ۳- بدن سے بال دُور کرنا یا ناخن کاٹنا
۴- خشکی کے جانور کو شکار کرنا۔
۵- سلے ہوئے کپڑے پہننا (یہ صرف مردوں کیلئے خاص ہے)
۶- سر اور چہرہ کو ڈھانکنا، سر کا ڈھانکنا صرف مردوں کیلئے ممنوع ہے، عورتوں کیلئے نہیں۔

۳- جِدَالَ جھگڑے، تکرار اور سخت قسم کے نزاع کو کہتے ہیں، باہم لڑائی، جھگڑا اور فسوق و گناہ تو ہر جگہ اور ہر حال میں مذموم اور بُرا ہے لیکن حالتِ احرام میں اس کا گناہ اور زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حج مبرور و مقبول نصیب فرمائے۔ اللہ حج کو حاجیوں کی اصلاح و بخشش کا ذریعہ بنائے۔ ہر حاجی کو حج کے آداب کی رعایت رکھنے والا بنائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَ

وَمَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	يَّعْلَمْهُ	اللّٰهُ	وَتَزَوَّدُوْا	فَاِنَّ	خَيْرَ	الزَّادِ	التَّقْوٰى	وَ
اور جو	تم کروگے	نیکی سے	اسے جانتا ہے	اللہ	اور تم زادِراہ لے لیا کرو	پس بیشک	بہتر	زادِراہ	تقویٰ	اور

اور جو نیک کام کروگے خدا تعالیٰ کو اُس کی اطلاع ہوتی ہے اور خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے (سوال اور گداگری سے) اور ر

	اتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ۱۹۷	اتَّقُوْنِ	يٰاُولِي الْاَلْبَابِ	
	اے ذی عقل لوگوں مجھ سے ڈرتے رہو	اور مجھ سے ڈرو	اے عقل والو	

ممنوعات احرام بیان فرمانے کے بعد ہدایت دی گئی کہ حج کے مبارک ایام اور مقدس مقامات میں تو صرف یہی نہیں کہ ممنوعاتِ احرام اور گناہوں سے بچو بلکہ موقع غنیمت جان کر عبادت، ذکر اللہ اور نیک کاموں میں لگے رہو اور جو بھی کوئی نیک کام کرے گا وہ اللہ کے علم میں ہے اور اس پر بہت کچھ اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ یونانی طبیب موسم بہار میں مصفیات پلاتے ہیں اور سردیوں کے موسم میں مقویات دیتے ہیں کیونکہ ان دواؤں کو ان موسموں کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ رمضان کا مہینہ اور حج کے موسم بھی روحانیت کے عالم میں اپنی صحت بخش آب و ہوا کے لئے ممتاز ہے تو طبیب حقیقی ان موسموں میں اعمال خیر کی طرف خصوصی توجہ کیسے نہ دلاتا۔

سفر خرچ کے متعلق ہدایت

آگے اُن لوگوں کی اصلاح ہے جو حج وعمرہ کیلئے اپنے وطن سے بغیر ضروری زادِراہ کے بے سروسامانی کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ پر توکل کرتے ہیں، پھر راستہ میں حوائج سے مجبور ہو کر سوال کیلئے دست دراز کرنا پڑتا ہے یا بھیک مانگنا پڑتی ہے اور خود بھی تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کرتے ہیں اور اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتے ہیں، ان کی ہدایت کیلئے حکم ہوا کہ سفر حج کیلئے ضروریاتِ سفر اور زادِراہ ساتھ لے لینا چاہیے، یہ توکل کے منافی نہیں، بلکہ توکل کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اسباب و وسائل کو اپنی مقدور کے موافق حاصل کرے اور پھر اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے۔ ترک اسباب کا نام توکل نہیں۔

آیت کے اخیر میں یہاں پھر اللہ سے ڈرتے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بار بار قرآن کریم میں آیا ہے خواہ کسی بھی شعبۂ زندگی کے متعلق ہدایات ہوں۔ ہر جگہ تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرتے رہنا اور پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کرنے کا سبق اس کے ساتھ ضرور ملتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان خواہ زندگی کے کسی میدان میں سرگرم عمل ہو اس کو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کے احکام اور اس کے حضور حاضری پیش نظر رکھنا چاہیے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم میں سے ہر ایک کو حج وعمرہ کی دولت سے نوازیں، اور اپنی رضا کے لئے تمام اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جملہ عبادات میں ہم کو خلوص عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

رَبِّكُمْ	مِنْ	فَضْلًا	تَبْتَغُوْا	اَنْ	جُنَاحٌ	عَلَيْكُمْ	لَيْسَ
اپنا رب	سے	فضل	تلاش کرو	اگر تم	کوئی گناہ	تم پر	نہیں

تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے

سفرِ حج کے دوران تجارت ومزدوری

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سوال کیا کہ ہمارا پیشہ پہلے سے یہ ہے کہ ہم اونٹ کرایہ پر چلاتے ہیں کچھ لوگ ہمارے اونٹ حج کیلئے کرایہ پر لے جاتے ہیں ہم ان کے ساتھ جاتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں تو اس طرح روزی کمانے کے ساتھ کیا ہمارا حج ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپ سے یہی سوال کیا تھا جو تم مجھ سے کر رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو اس وقت کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ حکم نازل ہوا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا اور فرمایا کہ تمہارا حج صحیح ہے۔

الغرض اس حکم میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ اگر کوئی شخص دوران حج میں کوئی خرید وفروخت یا مزدوری یا تجارت کر کے کچھ نفع اٹھالے یا کچھ کمالے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ مدار اصل نیت پر ہے اگر کسی شخص کی نیت میں اصل میں دنیوی نفع، تجارت یا مزدوری ہے اور ضمنی طور پر حج کا بھی قصد کر لیا یا نفع تجارت اور قصد حج دونوں مساوی صورت میں ہیں تو یہ اخلاص کے خلاف ہے، حج کا ثواب اس سے کم ہو جائے گا اور اگر اصل نیت حج کی ہے لیکن مصارف حج یا ضروریات میں کچھ تنگی ہے اس کو پورا کرنے کیلئے کوئی مزدوری یا اُجرت پر کام کر لیا یا کوئی معمولی تجارت کر لی تو یہ اخلاص کے بالکل منافی نہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ خاص اُن پانچ ایام حج میں جس میں مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں کوئی مشغلہ تجارت وغیرہ کا نہ رکھے بلکہ ان ایام کو خالص عبادت وذکر الٰہی میں گذارے۔

یہاں فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ جو رزق یا فائدہ تمہیں حاصل ہوتا ہے یہ محض اپنی ذاتی کوشش یا محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دیتا ہے اس لئے تجارت یا کاروبار کرتے وقت بھی اس بات کی طرف نظر رکھنا چاہیے کہ جو نفع یا فائدہ ہمیں ملتا ہے وہ دراصل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس ہدایت پر عمل کے بعد تجارت کی کوئی بڑی سے بڑی مشغولیت بھی تجارت باقی رہ سکتی ہے؟ تجارت اس حال میں اگر عبادت نہ بن جائے تو آخر کیا ہو؟

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا وآخرت کے منافع سے مالا مال کر کے سرفرازی وکامرانی نصیب فرمائے دنیا میں بھی عزت وسرخروئی نصیب فرمائے اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ

فَإِذَآ	أَفَضْتُم	مِّنْ	عَرَفَاتٍ	فَاذْكُرُوا	اللَّهَ	عِندَ	الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ	وَاذْكُرُوهُ
پھر جب	تم لوٹو	سے	عرفات	تو یاد کرو	اللہ	نزدیک	مشعر حرام	اور اسے یاد کرو

پھر جب تم عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو

كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ ﴿١٩٨﴾

كَمَا	هَدَاكُمْ	وَإِن	كُنتُم	مِّن قَبْلِهِ	لَمِنَ	الضَّآلِّينَ
جیسے	اس نے تمہیں ہدایت دی	اور اگر	تم تھے	اس سے پہلے	ضرور۔ سے	ناواقف

جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ناواقف ہی تھے

حج میں قیامِ مزدلفہ اور ذکر

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ یہاں احکام حج کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ عرفات سے واپسی میں رات کو مزدلفہ میں قیام اور اُس کا خاص ذکر واجب ہے۔ عازمین حج ۸ رذی الحجہ کی دوپہر تک مکہ معظمہ سے منیٰ آ جاتے ہیں۔ ۹ رذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد سے منیٰ سے عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں اور قبل از زوال عرفات کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ سورج کے غروب ہوتے ہی اس میدان کو چھوڑ دینے کا حکم ہے بغیر نماز مغرب پڑھے ہوئے، نماز مغرب عرفات میں پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ مغرب و عشاء کی نمازیں مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت اکٹھا ادا کی جاتی ہیں، اسی مزدلفہ کو جو حدودِ حرم میں ہے مشعر الحرام بھی کہتے ہیں جس کا ذکر یہاں آیت میں آیا ہے مشعر کے معنی اشعار اور علامت کے ہیں اور حرام بمعنی محترم و مقدس کے ہے۔ حجاج کیلئے یہ مزدلفہ کی رات شب قدر کی رات سے کم افضل نہیں۔ صبح صادق کے بعد نماز فجر مزدلفہ میں ادا کر کے قریب طلوع شمس کے تمام حجاج منیٰ کی واپسی کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں، مزدلفہ میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا جیسا کہ آیت میں حکم ہے ہر طرح کے ذکر اللہ کو شامل ہے مگر خصوصیت سے دونوں نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ادا کرنا اس جگہ کی مخصوص عبادت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت میں وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور ذکر کے لئے جو طریقہ بتلایا ہے اسی طرح اس کو یاد کرو یعنی اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دو مثلاً رائے اور قیاس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں پڑھی جائے اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں لیکن اس روز اور اس مقام پر حق تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور یہی پسند ہے کہ مغرب کی نماز مؤخر کی جائے اور اس کو عشاء کے ساتھ پڑھا جائے۔

انسان کی ہدایت کا سرچشمہ

وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ اور بے شک اس سے پہلے تم ناواقف تھے، فرما کر قرآن کریم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جب تک انسان اللہ کی دی ہوئی روشنی اور ہدایت سے کام نہ لے اور اس کی بھیجی ہوئی وحی کو مشعلِ راہ نہ بنائے اور اس کی نازل کی ہوئی تعلیم کو بنیادِ عمل نہ ٹھہرائے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کو نہ اپنائے وہ ناواقف اور بھٹکتا ہی رہے گا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہم کو ہر حال میں "کتاب" اور "سنت" کی پیروی نصیب فرما اور جملہ عبادات میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ثُمَّ	اَفِيْضُوْا	مِنْ حَيْثُ	اَفَاضَ	النَّاسُ	وَاسْتَغْفِرُوْا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ
پھر	تم لوٹو	سے۔ جہاں	لوٹیں	لوگ	اور مغفرت چاہو	اللہ	بیشک	اللہ	بخشنے والا

پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اُسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے

رَّحِيْمٌ ۞ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ

رَّحِيْمٌ	فَاِذَا	قَضَيْتُمْ	مَّنَاسِكَكُمْ	فَاذْكُرُوْا	اللّٰهَ	كَذِكْرِكُمْ	اٰبَآءَكُمْ	اَوْ
رحم کرنیوالا	پھر جب	تم ادا کرچکو	حج کے مراسم	تو یاد کرو	اللہ	جیسی تمہاری یاد	اپنے باپ دادا	یا

اور مہربانی فرمادیں گے پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کرچکا کرو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو

اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ

اَشَدَّ ذِكْرًا	اَشَدَّ	ذِكْرًا
بلکہ یہ ذکر اُس سے بڑھ کر ہو	زیادہ	یاد

نسلی امتیاز کا خاتمہ: اسلام سے پہلے قریش بیت اللہ کے محافظ اور مجاور اور کلید بردار تھے اور اُن کی ایک ممتاز حیثیت تھی انہوں نے اپنے واسطے ہر بات میں کچھ امتیازی خصوصیات قائم کر رکھی تھیں چنانچہ حج میں بھی اپنی امتیازی شان قائم رکھنے کے لئے قریش یہ کرتے کہ عام عرب تو حج کے ایام میں عرفات کو جاتے اور وہاں وقوف کر کے واپس آتے لیکن قریش راستہ میں مزدلفہ ہی تک رہتے اور مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہیں سے مکہ واپس لوٹ آتے اور کہتے کہ ہم چونکہ بیت اللہ اور حرم کے مجاور ہیں اس لئے حدودِ حرم سے باہر جانا ہمارے لئے مناسب نہیں، مزدلفہ حدودِ حرم کے اندر ہے اور میدانِ عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے۔ حق تعالیٰ کے اس فرمان نے اُن کی غلط کاری کی تردید فرمائی اور حکم دیا کہ تم بھی وہیں جاؤ جہاں سب عام عرب جاتے ہیں یعنی عرفات میں اور پھر وہیں سے سب کے ساتھ واپس آؤ۔

اوّل تو عام انسانوں سے اپنے آپ کو ممتاز کر کے رکھنا خود ایک متکبرانہ فعل ہے جس سے ہمیشہ ہی پرہیز لازم ہے اور پھر خصوصاً حج میں جہاں لباس واحرام کی یکسانیت کے ذریعہ اس کا سبق دیا جاتا ہے کہ انسان سب برابر ہیں۔ امیر وغریب، بڑے چھوٹے، کالے گورے، عالم جاہل کا اس دربار میں کوئی امتیاز نہیں، عبادات میں قومی امتیاز اور نسلی برتری کوئی چیز نہیں، اللہ کی بندگی اور عبادت میں سب یکساں و برابر ہیں، اس کے ہاں اگر کسی چیز کی قدر ہے تو وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

آباؤ اجداد پر فخر کی رسم: جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہو کر اپنے باپ دادا کے مفاخر اور فضائل بیان کرتے، حق تعالیٰ بجائے اس بیہودہ شغل کے اپنے ذکر کی تعلیم فرماتے ہیں کہ تم جو مناسک وفرائض حج سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان میں جمع ہوتے ہو اور یہاں اپنے قبیلے اور باپ دادا کے کارناموں کا ذکر کرتے ہو، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر فخریہ انداز میں اپنی خاندانی عظمت کا اظہار کرتے ہو تو اس قبیح رسم کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء تسبیح وتہلیل وتکبیر بیان کیا کرو کیونکہ انسان کو بزرگی اور برتری دینے والا، شرافت وعظمت عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ہر قسم کی تعریف حمد وثنا اُسی کے لئے مخصوص ہونا چاہیے۔

14

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

فَمِنَ النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَا	اٰتِنَا	فِى	الدُّنْيَا	وَمَا	لَهٗ	فِى	الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ
پس۔سے۔آدمی	جو	کہتا ہے	اے ہمارے رب	ہمیں دے	میں	دنیا	اور نہیں	اس کیلئے	میں	آخرت	کچھ حصہ

سو بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا

وَمِنْهُمْ	مَّنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَا	اٰتِنَا	فِى الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَّفِى الْاٰخِرَةِ	حَسَنَةً	وَّقِنَا
اور ان سے	جو	کہتا ہے	اے ہمارے رب	ہمیں دے	دنیا میں	بھلائی	اور آخرت میں	بھلائی	اور ہمیں بچا

اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو

عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

عَذَابَ	النَّارِ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ
عذاب	آگ دوزخ	یہی لوگ	ان کیلئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور اللہ	جلد	حساب لینے والا

عذابِ دوزخ سے بچائیے ایسے لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا بدولت اُن کے اس عمل کے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والے

جامع نظریہ کی تعلیم: جاہلیت میں بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہٰذا تمام تر ذکر ان کا صرف دنیا کیلئے دُعاء مانگنا ہوتا تھا اور اُن کی تمام تر دُعائیں صرف دنیوی حاجات اور دنیا کی راحت وعزت ودولت وبڑائی کیلئے ہوتی تھی، آخرت کیلئے کوئی دُعاء ہی نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ تو یہاں دُعاؤں میں محض دنیا طلبی کی مذمت فرمائی گئی منکر آخرت ہو کر محض طالب دُنیا ہونے پر بتلایا گیا کہ اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ آخرت میں سراسر محروم وخاسر ہوگا اور جو آخرت پر یقین وایمان رکھتے ہوئے خیر وخوبی کا طالب ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کو دونوں جہان میں اجر وثواب اور دنیا وآخرت میں ان دعاؤں کا نیک نتیجہ ملے گا۔

یہاں جو یہ دُعاء رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ تلقین کی گئی تو یہ ایک ایسی جامع دُعاء ہے کہ اس میں انسان کے تمام دینی ودنیوی مقاصد آجاتے ہیں اور دونوں جہان میں خیر وخوبی وبھلائی نصیب ہوتی ہے روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دُعاء مانگا کرتے تھے اور حالت طواف خانہ کعبہ میں تو ہر چکر کے اخیر میں خصوصیت کے ساتھ یہ دُعاء مسنون ہے۔

آیت کے اخیر میں وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ فرما کر ایک طرف تو ان کو تنبیہ کی گئی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور محض دنیا کے طلبگار ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔ اُس دن یہ لوگ دیکھ لیں گے کہ آخرت کو بھول کر اور محض دنیا ہی کے طلبگار رہ کر یہ کتنے نقصان اور خسارہ میں رہے دوسری طرف اس جملہ سے آخرت پر ایمان رکھنے والوں اور دنیا وآخرت دونوں جہان میں بھلائی وبہتری کی دُعاء کرنے والوں کو تسلی ہے کہ تمہیں بہت جلد اپنے نیک عمل اور دُعاؤں کا نتیجہ وجزا ملنے والا ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ

وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	فِيْٓ	اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	تَعَجَّلَ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ
اور تم یاد رکھو	اللہ	میں	دن۔ گنتی کے	پس جو	جلد چلا گیا	میں	دو دن	تو نہیں	گناہ	اس پر

اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گئی روز تک پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ

وَمَنْ	تَاَخَّرَ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	لِمَنِ	اتَّقٰى	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	اِلَيْهِ
اور جس	تاخیر کی	تو نہیں	گناہ	اس پر	لئے۔ جو	ڈرتا رہا	اور تم ڈرو	اللہ	اور جان لو	کہ تم	اس کی طرف

اس شخص کے واسطے جو ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے

تُحْشَرُوْنَ ۝۲۰۳

تُحْشَرُوْنَ	
پاس جمع ہونا ہے	جمع کئے جاؤ گے

قیامِ منیٰ اور رمی جمرات

یہ آیت جو اس جگہ احکام حج کے سلسلہ میں آخری آیت ہے اس میں حجاج کو منیٰ میں قیام و جمرات پر کنکریاں مارنے کے متعلق ہدایت فرمائی جاتی ہے۔ گویا یہاں اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی کہ منیٰ میں قیام اور جمرات پر کنکریاں مارنا کب تک ضروری ہے۔ اس میں اہل جاہلیت کا اختلاف رہا کرتا تھا بعض لوگ تیرہویں تاریخ ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام اور جمرات پر رمی کرنے کو ضروری سمجھتے تھے اس سے پہلے بارہویں تاریخ کو واپس مکہ آ جانے والے کو گنہگار کہا کرتے تھے اسی طرح دوسرے لوگ بارہویں تاریخ کو چلے آنا ضروری سمجھتے تھے اور تیرہویں تک منیٰ میں ٹھہرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس کی اصلاح آیت میں اس طرح کی گئی کہ جو شخص عید (یعنی دس ذی الحجہ) کے بعد صرف دو دن منیٰ میں قیام کر کے مکہ واپس آ جائے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو تیسرے دن تک مؤخر کرے یعنی تیرہویں کو واپس آئے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں چنانچہ مسئلہ اب بھی یہی ہے کہ حجاج کو اختیار ہے جس پر چاہیں عمل کریں البتہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ تیسرے دن تک ٹھہریں، فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص دوسرے دن غروب آفتاب سے پہلی منیٰ سے مکہ چل کر آیا اس پر تیسرے دن کی رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا واجب نہیں لیکن اگر آفتاب منیٰ میں رہتے ہوئے غروب ہو گیا تو پھر تیسرے دن کی رمی کرنے سے پہلے منیٰ سے واپس مکہ آنا جائز نہیں۔ البتہ تیسرے دن کی رمی میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ زوال آفتاب سے پہلے صبح کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔ احکام حج کے خاتمہ پر بھی تقویٰ کی تاکید فرمائی گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ خاص ایام حج میں جب کہ اعمال حج میں مشغول ہو اُس وقت بھی اللہ سے ڈرتے رہو، احکام حج میں کوتاہی نہ کرو اور بعد میں بھی اپنے حج پر مغرور نہ ہو کہ دل میں اپنی بزرگی اور بڑائی کا خیال آوے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور گناہوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کا اہتمام کرتے رہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگی میں حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائیں اور جن کو یہ سعادت نصیب ہو چکی ہے ان کو بار بار اپنے گھر کی حاضری کی دولت عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يُّعْجِبُكَ	قَوْلُهٗ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيُشْهِدُ	اللّٰهَ	عَلٰى	مَا	فِيْ
اور سے	لوگ	جو	تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہے	اسکی بات	میں	زندگی	دنیا	اور وہ گواہ بناتا ہے	اللہ	پر	جو	میں

اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اُس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی

قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا

قَلْبِهٖ	وَهُوَ	اَلَدُّ	الْخِصَامِ	وَاِذَا	تَوَلّٰى	سَعٰى	فِي	الْاَرْضِ	لِيُفْسِدَ	فِيْهَا
اس کا دل	حالانکہ وہ	سخت	جھگڑالو	اور جب	وہ لوٹے	دوڑتا پھرے	میں	زمین	تا کہ فساد کرے	اس میں

الضمیر پر حالانکہ وہ مخالفت میں شدید ہے اور جب پیٹ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

وَيُهْلِكَ	الْحَرْثَ	وَ	النَّسْلَ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الْفَسَادَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُ	اتَّقِ	اللّٰهَ
اور تباہ کرے	کھیتی	اور	نسل	اور اللہ	ناپسند کرتا ہے	فساد	اور جب	کہا جائے	اس کو	ڈر	اللہ

اور کھیتی اور مویشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالےٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

	اَخَذَتْهُ	الْعِزَّةُ	بِالْاِثْمِ	فَحَسْبُهٗ	جَهَنَّمُ	وَلَبِئْسَ	الْمِهَادُ	
	اُسے آمادہ کرے	عزت غرور	گناہ پر	تو کافی ہے اسکو	جہنم	اور البتہ بُرا	ٹھکانا	

تو نخوت اس کو اُس گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بُری ہی آرام گاہ ہے

منافقت کا انجام: اوپر دو قسم کے انسانوں کا ذکر تھا آخرت کے قائلین و معتقدین کا اور آخرت کے منکرین و منافقین کا اب منافقین کے بیان سے ان دو قسموں کی تفصیلات کا آغاز ہو رہا ہے۔ مذکورہ آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص اخنس بن شریق تھا وہ ظاہری طور پر اسلام کا ہمدرد اور غمخوار معلوم ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں آتا تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا، بات بات پر قسمیں کھاتا، لیکن یہ جب مجلس سے اُٹھ کر چل دیتا تو طرح طرح کی شرارتوں میں لگ جاتا اسی کے متعلق ان تین آیات کا نزول ہوا۔ لیکن یہ ہر اُس شخص پر صادق آتی ہیں جو اس منافقانہ خصلت و فطرت کا آدمی ہو کہ بظاہر اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کے لمبے چوڑے دعوے کرتا ہو بات بات پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہو لیکن ہر حق بات سے الجھتا ہو، شہر میں فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتا ہو اور اپنے غرور میں اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت کرتا ہو ایسے لوگوں کا انجام بتلایا گیا کہ ان کیلئے جہنم تیار ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کیساتھ ایمان پر قائم رکھے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ‎ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّشْرِيْ	نَفْسَهُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ
اور	سے	لوگ	جو	بیچ ڈالتا ہے	اپنی جان	حاصل کرنا	رضا	اللہ	اور اللہ	مہربان	بندوں پر

اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

یہ آیت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں نازل ہوئی جب کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کفار قریش کی ایک جماعت نے روک لیا یہ دیکھ کر حضرت صہیبؓ اپنی سواری سے نیچے اُتر کر کھڑے ہو گئے اور ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال لئے اور قریش کی اس جماعت سے خطاب کیا کہ اے جماعتِ قریش تم جانتے ہو کہ میں مشہور تیر انداز ہوں اگر تم نے مجھ تک آنا چاہا تو پہلے اپنے ترکش کے سارے تیر خرچ کروں گا پھر تلوار سے جہاں تک قوت کام دے گی تم کو قتل کروں گا۔ جب تھک جاؤں گا اس وقت تم مجھ کو پکڑ سکو گے اس میں تمہاری سینکڑوں لاشیں زمین پر تڑپتی نظر آئیں گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ واپس چلے جاؤ ہاں اگر مال کی طلب ہے تو مکہ میں جہاں جہاں میرا مال ہے بتائے دیتا ہوں جا کر لے لو، کفار اس بات پر راضی ہو گئے حضرت صہیبؓ اُن کو سارا مال بتا کر مدینہ کو چل دیئے اِدھر مدینہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صہیبؓ نے بڑی نفع کی تجارت کی، حضرت صہیبؓ کے پہنچنے سے قبل حضرت عمر فاروقؓ ایک جماعت صحابہ کے ساتھ اُن کے استقبال کیلئے آئے اور جب حضرت صہیبؓ سے ملاقات ہوئی تو سب نے کہا کہ آپ کی تجارت بڑی سود مند اور نفع بخش ہوئی اور سب نے مبارکبادیاں دیں کہ آپ نے بڑی نفع کی تجارت کی۔ جب حضرت صہیبؓ مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اس آخری آیت کا شانِ نزول بھی اگرچہ خاص ہے لیکن آیت کا حکم عام ہے اور تمام انصار و مہاجرین بلکہ صلحائے اُمت بھی اس حکم میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں دو گروہوں کا بیان ہوا، ایک تو وہ جو صرف دُنیا کا طالب تھا ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اس کا انجام بتلایا گیا کہ ایسوں کی سزا کے لئے جہنم بہت کافی ہے جو بدترین مقام ہے دوسرا گروہ وہ کہ جو خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان سے بھی دریغ نہیں کرتا سو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربانی فرماتا ہے اور ان پر شفقت رکھتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف اور ڈر نصیب فرما کہ ہم کو جو چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے یا اللہ اس دنیا میں ہم کو آخرت کی سود مند تجارت کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنی جانوں کو اپنی رضا کے کاموں میں لگانے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! حب دنیا، نفاق، تکبر، غرور اور فساد فی الارض کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرما اور تمام اہل اسلام کو ان مہلک امراض سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ادْخُلُوْا	فِي	السِّلْمِ	كَآفَّةً	وَ	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ
اے	جو لوگ ایمان لائے	تم داخل ہو جاؤ	میں	اسلام	پورے پورے	اور	نہ پیروی کرو	قدم	شیطان

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٠٨﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا

اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ	فَاِنْ	زَلَلْتُمْ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْكُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَاعْلَمُوْٓا
بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا	پھر اگر	تم ڈگمگا گئے	اس کے بعد	جو	تمہارے پاس آئے	واضح احکام	تو جان لو

واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٠٩﴾

اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ	
کہ	اللہ	غالب	حکمت والا	حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ: یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اور دیگر علمائے یہود کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں کہ جنہوں نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم کو احکام اسلامیہ کی تعمیل کے ساتھ اس کی بھی اجازت دے دی جائے کہ شریعت موسویہ کے مطابق ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹ کے گوشت اور دودھ سے پرہیز کرتے رہیں اور توریت کی بھی تلاوت کرتے رہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیال کی اصلاح فرمائی۔

تم دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لے کر اعمال تک اور عبادات سے لے کر اخلاق و معاملات تک اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور ظاہراً وباطناً خدا کی فرمانبرداری اختیار کرو یہ نہیں کہ جس حکم کو دل نے چاہا مانا ورنہ نہیں، یا اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم وغیرہ کی پابندی کرنا یا اسلام میں داخل ہونے کے بعد دین سابق یعنی یہودیت و نصرانیت کی کوئی رعایت کرنا، ایسا کرنا گویا شیطان کی پیروی کرنا ہے اور شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں ان لوگوں کیلئے بھی بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادات کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے اور معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے' حالانکہ اسلام نام ہے اس مکمل نظامِ حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو یا معاملات و معاشرت سے ہو یا حکومت و سیاست سے ہو یا تجارت، حق تعالیٰ نے جو شرف و فضیلت اور عزت و عظمت اس امتِ مسلمہ کو عطا فرمایا تھا وہ محض قرآن و سنت کو زندگی کا مکمل دستور العمل بنانے پر عطا فرمایا تھا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدردانی کی بھی توفیق نصیب فرمائیں اور ہم کو جملہ احکام اسلامیہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ

هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ ظُلَلٍ	مِّنَ	الْغَمَامِ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ
کیا	وہ انتظار کرتے ہیں	سوائے یہی	کہ	آئے انکے پاس	اللہ	سائبانوں میں	سے	بادل	اور فرشتے

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں اُن کے پاس آویں اور

قُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٢١٠﴾

	وَقُضِيَ	الْاَمْرُ	وَاِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ	
	اور طے ہو جائے	قصہ	اور طرف	اللہ	لوٹیں گے	تمام کام	

سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے۔

احکام الٰہی سے روگردانی کی سزا: گذشتہ آیات میں اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اب آگے ان آیات میں شریعتِ اسلامیہ کو بالکل ہی نہ ماننے اور احکام اسلامی سے سرتابی کرنے والوں کو عذابِ شدید کی وعید سنائی جاتی ہے۔

کہ جو لوگ حق تعالےٰ کے صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے، اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام قرآن حکیم پر اعتماد و یقین نہیں کرتے تو کیا وہ اس امر کے منتظر ہیں کہ قیامت قائم ہو اور اولین و آخرین جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے خود سفید ابر کے سائبانوں میں نزول اجلال فرمائیں اور فرشتے بھی ساتھ آئیں اور ہر کسی کو اس کے عمل و عقیدے کے موافق جزا و سزا دے دی جائے اور سارا قصہ ہی ختم ہو جائے۔ تو کیا منکرین حق اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول نہ ہوگا اور یہ سارے جزا و سزا کے مقدمات حق تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے کوئی دوسرا صاحبِ اختیار نہ ہوگا سوا ایسے زبردست قادر مطلق کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اور فرشتوں کے آنے کا واقعہ جس کا اشارہ آیت میں فرمایا گیا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت میں پیش آئے گا جیسا کہ قرآن کریم کی بعض دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ تیسویں پارہ سورۃ والفجر میں ارشاد ہے: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (جس روز زمین کے بلند اجزاء پہاڑ وغیرہ کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر کے زمین کو برابر کر دیا جاوے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے میدان حشر میں آویں گے)

اور ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اوّلین و آخرین کو جمع کریں گے تمام لوگ آسمان کی طرف کھڑے دیکھتے ہوں گے اور فیصلہ کے منتظر ہوں گے اتنے میں اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے کرسی کی طرف نزول فرمائیں گے۔

آگے بیان فرمایا جاتا ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کو مخالفت پر سزا دی گئی، اب بھی ہمارا قانون یہی ہے کہ نافرمانوں کو حق کی سزا ملتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل یقین نصیب فرمائے غفلت کے گناہ سے محفوظ رکھے اور دنیا کی زندگی کے ہر لحہ میں اپنی رضا کے کاموں میں مشغول رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ

سَلْ	بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ	كَمْ	اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ	اٰيَةٍ	بَيِّنَةٍ	وَ	مَنْ	يُّبَدِّلْ	نِعْمَةَ	اللّٰهِ
پوچھو	بنی اسرائیل	کس قدر	ہم نے انہیں دیں	سے	نشانیاں	کھلی	اور	جو	بدل ڈالے	نعمت	اللہ

آپ بنی اسرائیل سے پوچھئے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اُس کے پاس پہنچنے کے

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾

مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اس کے بعد	جو	آئی اس کے پاس	تو بیشک	اللہ	سخت	عذاب

بعد تو یقیناً حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں

گمراہی کے خریدار...... یہود:

''آپ علمائے بنی اسرائیل سے ذرا پوچھئے تو سہی کہ ہم نے ان کو یعنی ان کے بزرگوں کو اور آباؤ اجداد کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں مگر اُن لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرتے اور الٹی گمراہی پر کمر باندھی پھر دیکھو سزائیں بھی بھگتیں مثلاً توراۃ ملی، چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو قبول کرتے مگر انکار کیا، آخر کوہ طور ان پر معلق کر دیا گیا اور ان پر گرانے کی دھمکی دی گئی اور مثلاً بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کا کلام سنا چاہیے تھا کہ سر آنکھوں پر رکھتے مگر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے اور مثلاً سمندر میں راستہ دے کر فرعون سے نجات دی مگر بجائے احسان ماننے کے گوسالہ پرستی شروع کر دی جس پر سزائے قتل دی گئی اور مثلاً من وسلویٰ نازل ہوا تو شکر کرنا چاہیے تھا کہ بلا مشقت روزی ملی لیکن بے حکمی کی تو وہ سڑنے لگا اور اس سے نفرت ظاہر کی تو وہ موقوف ہو گیا اور کھیتی باڑی کی مصیبت سر پر پڑی اور مثلاً انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ان میں جاری رہا، غنیمت سمجھتے مگر ان کو قتل کرنا شروع کیا جس کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ سلطنت وحکومت ان سے چھین لی گئی (اور اسی طرح بہت سے واقعات اِسی سورۂ بقرہ کے شروع میں ذکر ہو چکے ہیں) اور ہمارا قانون بھی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی بڑی نعمت یعنی دلائل واضحہ کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور الٹا گمراہ بنتا ہے تو یقیناً حق تعالیٰ ایسے شخص کو سخت سزا دیتے ہیں اور یہ سزا کبھی دنیا میں بھی ہو جاتی ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی ہو گی۔''

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا ایک قانون بیان فرما دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے بعد اس کے کہ وہ نعمت اس کو پہنچ چکی ہو تو یقیناً پھر حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے:

یااللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر دانی عطاء فرما، ہمیں اپنا شکر گذار فرمانبردار اور وفادار بندہ بنا۔ یہودیوں کی طرح ہمیں بے فرمان، نا شکرا نہ بنا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ

زُيِّنَ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَيَسْخَرُوْنَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ
آراستہ کی گئی	وہ لوگ جو	کفر کیا	زندگی	دنیا	اور وہ ہنستے ہیں	سے	جو لوگ	ایمان لائے	اور جو لوگ

دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ

اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

اتَّقَوْا	فَوْقَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَاللّٰهُ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ	حِسَابٍ
پرہیزگار ہوئے	ان سے بالاتر	قیامت کے دن	اور اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	بے	شمار

میں ہوں گے قیامت کے دن اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے انداز دے دیتے ہیں

دنیا کی محبت گمراہی کا سبب: جن لوگوں نے خدا کی نعمت ہدایت سے منہ موڑا اللہ کے انبیاء کی تکذیب کی اس کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی توحید کا انکار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کی دولت اور ظاہری شان و شوکت اور دنیا کے مزے و راحت کی محبت بس چکی ہے دین و آخرت کے مقابلہ میں دنیوی عزت و وقار اور اقتدار خوشنما معلوم ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر جمے رہنا قبول کیا اور اسی حب دنیا کے آثار میں سے ہے کہ وہ اہل دین اور ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی تحقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام و ایمان قبول کر کے انہوں نے کیا حاصل کیا؟ اُن کے پاس دولت ہے نہ زمین، محلات ہیں نہ باغات، نہ اقتدار نہ عیش و راحت کے سامان ان دنیاداروں کو اور دنیا کے مال و دولت اور عز و جاہ پر مغرور ہو کر غریب اہل ایمان پر ہنسے اور ان کا مذاق اڑانے والوں کو سنایا جاتا ہے کہ اس استہزاء کرنے کی حقیقت قیامت کے روز آنکھوں کے سامنے آجائے گی یہ غربائے اسلام جو خدا سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن اُن دنیادار کافروں سے بہت بلند درجات میں ہونگے اور یہ متکبر کفار جہنم کے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور یہ خدا سے ڈرنے والے فقرائے مؤمنین جنت کے بلند درجات میں ہوں گے۔

باقی رہا دنیا میں کثرت رزق اور مال و زر کی فراوانی کا سوال تو یہ چیز خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے بے حساب دولت دے دے کسی مسلمان اہلِ ایمان کو دے دے یا کسی کافر بے ایمان کو دے دے وہ اپنی حکمت و مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مومن مرد یا عورت کو اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو اولین و آخرین کے مجمع میں رسوا اور ذلیل کریں گے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ دنیا کی حقیقت کو ہمارے دِلوں پر بھی کھول دیں اور ہمارے قلوب کو حبِ دنیا سے پاک فرما دیں۔

یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی دولت سے مالا مال فرما اور تقویٰ کی عزت اور بزرگی عطا فرما کہ جو آخرت میں ہمارے لئے کامیابی اور سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ یا اللہ کفار کی خصلت حب دنیا اور اہل دین کا مذاق اڑانا اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچایئے اور ہر حال میں ہم کو تقویٰ اور دین پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

كَانَ	النَّاسُ	أُمَّةً	وَّاحِدَةً	فَبَعَثَ	اللّٰهُ	النَّبِيّٖنَ	مُبَشِّرِيْنَ	وَ	مُنْذِرِيْنَ
تھے	لوگ	امت	ایک	پھر بھیجے	اللہ	نبی	خوشخبری دینے والے	اور	ڈرانے والے

سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی سناتے تھے اور ڈراتے تھے

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط

وَأَنْزَلَ	مَعَهُمُ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	فِيْمَا	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ
اور نازل کی	ان کے ساتھ	کتاب	برحق	تاکہ فیصلہ کرے	درمیان	لوگ	جس میں	انہوں نے اختلاف کیا	اس میں

اور اُن کے ساتھ کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امورِ اختلافیہ میں فیصلہ فرما دیویں

حق وباطل کی کشمکش ابتداءِ تاریخ سے ہے

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دینِ حق سے منکرین کے اختلاف کرنے کی علت اور اصل وجہ "حبِ دنیا" ہے۔ اسی مضمون کی تائید میں اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ حبِ دنیا کا مرض کچھ انہی یہود مدینہ اور کفار مکہ کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ یہی قصہ مدتِ دراز سے اس دنیا میں چلا آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دینِ حق کی حقانیت پر واضح اور روشن دلائل قائم فرماتے رہے ہیں اور منکرینِ حق طالبانِ دنیا اپنی دنیوی اغراض کے سبب اس سے مخالفت کرتے رہے ہیں۔

دینِ توحید کی تاریخ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع میں اس دنیا میں توحید کامل تھی اور سب کا ایک ہی دین، دینِ حق تھا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر قریب عہدِ نوح علیہ السلام تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے، نوح علیہ السلام کے زمانے کے قریب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور یہ بعثت میں پہلے رسول تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء اور کتابیں دنیا میں بھیجیں راہِ حق کو ہدایت کرنے کے لئے اور اُسی دینِ حق پر دوبارہ قائم ہو جانے کے لئے جس پر سب دُنیا میں پہلے قائم تھے۔

بعثتِ انبیاء کا سلسلہ

دوسرے یہ کہ اختلاف پیدا ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور کتبِ آسمانی کو دنیا میں بھیجا کہ جو مختلف عقائد و خیالات میں سے صحیح اور حق کو واضح کر کے بتلا دیں اور یہ سلسلہ خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ پر نازل ہونے والی آخری کتاب قرآن کریم پر ختم ہوا تو معلوم ہوا کہ دین سے متعلق تمام اختلافات اور نزاعات کو ختم کرنے کا فیصلہ کتابِ الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل و جان سے قبول کرنے میں ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دینِ حق کی قدردانی نصیب فرمائے، اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و سیرت کی کامل پیروی نصیب فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا

وَمَا	اخْتَلَفَ	فِيْهِ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْهُ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	بَغْيًا
اور نہیں	اختلاف کیا	اس میں	مگر	جنہیں	دی گئی	بعد	جو۔جب	آئے ان کے پاس	واضح حکم	ضد

اور اس کتاب میں اختلاف کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولاً) وہ کتاب ملی تھی بعد اس کے کہ اُن کے پاس دلائل واضحہ پہنچ چکے تھے

بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ

بَيْنَهُمْ	فَهَدَى	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِمَا	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ	مِنَ	الْحَقِّ	بِاِذْنِهٖ
انکے درمیان آپس	پس ہدایت دی	اللہ	جو لوگ	ایمان لائے	لئے۔جو	انہوں نے اختلاف کیا	اسمیں	سے پر	حق	اپنے اذن سے

باہمی ضدا ضدی کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ بتلا دیا

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

وَاللّٰهُ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ
اور اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اُس کو راہِ راست بتلا دیتے ہیں

انسانیت ہمیشہ دو گروہوں میں تقسیم رہی

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و رُسُل اور آسمانی کتابوں کے کھلے ہوئے فیصلوں کے بعد بھی یہ دنیا دو گروہوں میں تقسیم رہی کچھ لوگوں نے انبیاء و رُسُل اور آسمانی کتاب کے فیصلہ کو دل سے قبول و تسلیم کیا اور اپنا عقیدہ اور عمل اس کے مطابق رکھا اور کچھ لوگوں نے ان ہدایاتِ واضحہ کو قبول نہ کیا جب کہ انبیاء کی تعلیم اور آسمانی کتابوں کی ہدایات میں کوئی اشتباہ یا التباس اور شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئے یا غلط فہمی کا شکار ہو جائیں بلکہ حقیقت یہ تھی کہ جاننے بوجھنے کے باوجود دیدہ دانستہ ان لوگوں نے محض ضد اور ہٹ دھرمی سے انکار کیا اور ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کے شکار ہوئے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے لُطف سے ملتی ہے

چوتھے آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم و عنایت سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہیں جس کو چاہیں اور جس طرح چاہیں سیدھا راستہ دکھا دیں اور جس کو نہ چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت الٰہیہ یہی ہے کہ حق کی ہدایت سے اسی کو سرفراز فرماتے ہیں کہ جو شخص دُنیا پر فریفتہ نہ ہو اور دُنیا کی زینت نے اس کو اپنا گرویدہ اور شیدائی نہ بنا لیا ہو کیونکہ جن کے دل دنیا کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں وہ کبھی حق کو قبول نہیں کرتے اور انبیاء اور آسمانی کتاب کی تعلیم و ہدایت کی طرف کان نہیں کرتے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ اہل حق کو ستاتے ہیں اور طرح طرح کی ایذائیں ان کو پہنچاتے ہیں اس لئے اگلی آیت میں اہل ایمان کو تسلی فرمائی جاتی ہے کہ تم اہل باطل اور اہل دنیا کی ایذاؤں سے ہرگز نہ گھبرانا، یہ اہل ایمان کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے اہل باطل حضرات انبیاء اور ان کے متبعین اہل ایمان کو ستاتے اور ایذاء پہنچاتے چلے آئے ہیں اس لئے وہ یہاں کے چند روزہ مصائب پر نظر نہ کریں بلکہ تحمل اور دین پر مضبوطی سے مستقیم رہیں اور اس پر جو اجر و ثواب اور نعمتیں و راحتیں آخرت میں ملیں گی ان پر نظر رکھ کر مخالفین کی ایذائیں برداشت کریں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اَمْ	حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَلَمَّا	يَاْتِكُمْ	مَّثَلُ	الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلِكُمْ
کیا	تم خیال کرتے ہو	کہ	تم داخل ہوجاؤ گے	جنت	اور جبکہ نہیں	آئی تم پر	جیسے	جو	گزرے	سے	تم سے پہلے

مسلمانو! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہوگے حالانکہ تم کو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہوگذرے ہیں

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

مَسَّتْهُمُ	الْبَاْسَاۗءُ	وَ	الضَّرَّاۗءُ	وَزُلْزِلُوْا	حَتّٰى	يَقُوْلَ	الرَّسُوْلُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ
پہنچی انہیں	سختی	اور	تکلیف	اور وہ ہلا دیئے گئے	یہانتک	کہنے لگے	رسول	اور وہ جو	ایمان لائے	انکے ساتھ

ان پر ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۲۱۴

مَتٰى	نَصْرُ اللّٰهِ	اَلَآ	اِنَّ	نَصْرَ	اللّٰهِ	قَرِيْبٌ
کب	اللہ کی مدد	آگاہ رہو	بیشک	مدد	اللہ	قریب

بول اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی' یادرکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے

مؤمنین کو تسلی: اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق دو روایات ہیں ایک تو یہ کہ یہ آیت غزوۂ خندق (جس کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں) کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کہ صحابہ کرام کو مشقت، تکلیف، دشمن کا خوف، موسمی سردی اور تنگدستی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی دوسری روایت یہ ہے کہ جنگِ اُحُد کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اس طرح خالی ہاتھ مدینہ آئے کہ کل مال واسباب مکہ ہی میں رہ گیا جس پر کافروں نے قبضہ کرلیا تو حضرات صحابہ کو بڑی دشواری اور تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑا، پھر مدینہ پہنچ کر تنگدستی اور افلاس میں بھی اطمینان نصیب نہ ہوا ایک طرف مدینہ کے یہود مخالف تھے اور ہر وقت نقصان پہنچانے کے کوشاں تھے پھر کچھ منافقین تھے جو بظاہر دوست مگر دل سے دشمن، پھر مکہ کے کفار کے حملوں کا خوف، اُس وقت صحابہ کرام کو تسکین اور اطمینان دلانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔

''متیٰ نصر اللہ'' کہنے کا مطلب: انبیاء اور مؤمنین کا مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی) اس طرح کہنا نعوذ باللہ کسی شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ وقت امداد اور غلبہ مقابلہ مخالفین میں ان حضرات کو نہ بتلایا گیا تھا ابہام وقت سے اُن کو جلدی ہونے کا انتظار رہتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تب اس طرح عرض معروض کرنے لگتے جس کا حاصل دُعاء ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! صحابہ کرام کے طفیل میں ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرما۔ اور اعداءِ دین کے مقابلہ میں ہم کو نصرت و کامیابی عطا فرما اور انجام کار دشمنانِ دین کو ذلیل وخوار اور ناکام فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُوْنَ	قُلْ	مَا	اَنْفَقْتُمْ	مِنْ	خَيْرٍ	فَلِلْوَالِدَيْنِ
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	کیا کچھ	خرچ کریں	آپ کہہ دیں	جو	تم خرچ کرو	سے	مال	سو ماں باپ کیلئے

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور

الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ

وَالْاَقْرَبِيْنَ	وَالْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ
اور قرابت دار جمع	اور یتیم جمع	اور	محتاج جمع	اور مسافر	اور جو	تم کرو گے	کوئی نیکی	تو بے شک

قرابتداروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جونسا نیک کام کرو گے سو

اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ
اللہ	اسے	جاننے والا

اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے

نفلی صدقات اوران کے مستحقین

یہاں اس آیت میں صدقات نافلہ کا بیان ہے، صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ وفطرہ وغیرہ کے متعلق نہیں ہے۔

بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہم کیا چیز کار خیر میں ثواب کے واسطے خرچ کیا کریں اور کن پر خرچ کیا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جواباً آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ تم اپنی نیک کمائی اور پاکیزہ دولت میں سے جو کچھ بھی اللہ کیلئے خرچ کرنا چاہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتیم یعنی بے باپ کے بچے، مساکین اور مسافر ہیں تو یہاں جن پر اپنا مال دولت خرچ کرنا چاہیے اس کے مستحق پانچ بتلائے گئے۔

(۱) سب سے پہلے ماں باپ کی خدمت میں خرچ کرنا چاہیے جو اولاد کے وجود ظاہری کا سبب بنے اور اولاد کو نہایت شفقت ومحبت سے پالا پوسا۔ (۲) والدین کے بعد رشتہ دار ہیں کہ جن پر خرچ کرنا چاہیے تاکہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں جمع ہو جائیں۔ (۳) پھر یتیموں کا حق ہے کیونکہ کوئی ان کا کفیل اور ذمہ دار نہیں اور کم عمر ہونے کی وجہ سے خود کمانے کے قابل نہیں۔

(۴) اس کے بعد عام محتاجوں اور مساکین پر خرچ کرنے کو کہا گیا جو کما نہیں سکتے۔ (۵) عام محتاجوں کے بعد مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو اپنے وطن اور عزیز واقارب سے دُور ہونے اور زادِ راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہو گئے ہوں۔

یہاں آیت میں مستحقین کے بیان کے بعد یہ بھی فرمادیا کہ جو کچھ نیکی تم کرو گے اور حلال کمائی اور پاک مال سے راہِ خدا میں صرف کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں تمہارا خرچ کیا ہوا ضائع نہ جائے گا اس کی جزا اور ثواب یقیناً ملے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ	الْقِتَالُ	وَهُوَ	كُرْهٌ	لَّكُمْ	وَعَسٰى	اَنْ	تَكْرَهُوْا	شَيْئًا	وَهُوَ	خَيْرٌ
تم پر فرض کی گئی	جنگ	اور وہ	ناگوار	تمہارے لئے	اور ممکن ہے	کہ	تم ناپسند کرو	ایک چیز	اور وہ	بہتر

جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو

لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

لَّكُمْ	وَعَسٰى	اَنْ	تُحِبُّوْا	شَيْئًا	وَهُوَ	شَرٌّ	لَّكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا تَعْلَمُوْنَ
تمہارے لئے	اور ممکن ہے	کہ	تم پسند کرو	ایک چیز	اور وہ	بُری	تمہارے لئے	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم	نہیں جانتے

اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

قتال کی فرضیت: گذشتہ آیت میں راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا حکم تھا اس آیت میں جان قربان کرنے کا حکم ہے، کیونکہ دین، قوم اور ملت کا بقا بغیر جان و مال کی قربانی کے ممکن نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے تو جنگِ مدافعانہ کی بھی اجازت نہ تھی پھر ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو دشمنوں سے مدافعت کی اجازت مل گئی۔ جب کفار اپنے ظلم اور زیادتیوں سے باز نہ آئے تو علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہوگئی اور جہاد فرض ہوا۔

اس آیت سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر ہر حالت میں فرض ہے لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ فریضہ فرض عین کے طور پر ہر ہر مسلم پر عائد نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس فرض کو ادا کر دے تو باقی مسلمان سبکدوش سمجھے جائیں گے ہاں اگر کسی وقت میں اور کسی ملک میں کوئی جماعت بھی فریضہ جہاد ادا کرنے والی نہ ہو تو سب مسلمان ترک فرض کے گنہگار ہو جائیں گے۔

حکم الٰہی کے مقابلہ میں طبعی پسند ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں ہے:

جہاد کی ترغیب کے لئے فرمایا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ بعض چیزیں اپنے ظاہری اور مادی نقصان کی وجہ سے تمہیں طبعاً ناپسند ہوں اور تم انہیں اچھا نہ سمجھتے ہو مگر انجام کے لحاظ سے اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے خیر و برکت اور فلاح دارین کا باعث ہو مثلاً جہاد و قتال ہی کو لے لیجئے جو بظاہر قتل و خونریزی اور مال و جان کی ضیاع کی وجہ سے ممکن ہے تمہیں ناپسند ہو مگر اس کا انجام بہتر ہے کیونکہ جہاد ہی سے تم اپنا اور اپنے دین کا نام دُنیا میں بلند کر سکتے ہو اس کا وقار اس کی شان و شوکت کو قائم رکھ سکتے ہو اور جہاد ہی سے تم غازیوں اور شہیدوں کے درجات حاصل کر سکتے ہو۔

خلاصہ یہ کہ جہاد و قتال میں اگرچہ بظاہر جان و مال کا نقصان نظر آتا ہے لیکن جب حقائق و نتائج سامنے آئیں گے تو راز کھلے گا کہ نقصان ہرگز نقصان نہ تھا بلکہ سراسر نفع اور دائمی راحت کا سامان تھا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمارا علم ناقص اور محدود ہے آپ کا علم کامل اور ہر چیز پر حاوی ہے، یقیناً ہماری بہتری و سلامتی اُسی میں ہے جو آپ نے حکم فرمایا ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ

يَسْئَلُوْنَكَ	عَنِ	الشَّهْرِ الْحَرَامِ	قِتَالٍ	فِيْهِ
وہ آپ سے سوال کرتے ہیں	سے	مہینہ حرمت والا	جنگ	اس میں

لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں'

مسلمانوں پر کافروں کی نکتہ چینی کا جواب

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر سے دو ماہ پیشتر ماہ جمادی الاخری ۲ھ میں اپنے پھوپی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں آٹھ یا بارہ مہاجرین کی ایک جماعت کو جس میں سوائے مہاجرین کے اور کوئی نہ تھا مدینہ سے کافروں کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک والا نامہ لکھ کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب دو دن کا سفر طے کرلو اس وقت اِس خط کو کھولنا اور اپنے ساتھیوں کو سنا دینا اور کسی پر زبردستی نہ کرنا حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرف جاؤں آپ نے فرمایا کہ نجد کی طرف جاؤ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ وہاں سے روانہ ہوئے اور دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد ایک منزل پر پڑاؤ کیا اور آپ کا والا نامہ کھولا تو اس میں یہ مضمون تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد اللہ کی برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ اپنے رفقاء کو لے کر چلے جاؤ یہاں تک کہ جب مقام نخلہ پر پہنچو تو قریش کے تجارتی قافلہ کا انتظار کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا مال تم کو عطا کرے اور پھر وہ مال تم ہمارے پاس لے کر آؤ"

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس حکم نامہ کو پڑھتے ہی سَمْعًا وَطَاعَةً کہا اور خط اپنے ساتھیوں کو سنایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ کسی پر زبردستی نہ کروں اب جس کو شہادت کا شوق اور رغبت ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کا جی چاہے وہ لوٹ جائے یہ سن کر سب دل و جان سے تعمیل ارشاد پر راضی ہو گئے اور ایک شخص بھی واپس ہونے کیلئے راضی نہ ہوا مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان جب مقام نخلہ میں جا کر اُترے تو ابھی ٹھہرنے بھی نہیں پائے تھے کہ اتنے میں قریش کا قافلہ دکھائی دیا جو طائف کی تجارت کا مال، زیتون کا تیل، کشمش اور چمڑے وغیرہ لے کر آرہا تھا مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا کفار کے قافلہ میں کا ایک قتل ہوا اور دو کو گرفتار کیا باقی لوگ بھاگ گئے صحابہ کرام قیدیوں اور سامان کے اونٹ لے کر مدینہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ قافلہ پر حملہ کا واقعہ جس روز ہوا وہ ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی لیکن صحابہ کرام اس کو جمادی الثانی کی تیسویں تاریخ سمجھے ہوئے تھے مگر چاند ۲۹ کا ہو چکا تھا جس کا ان مجاہدین صحابہ کو علم نہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے عرب میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ چار مہینے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب یہ حرمت کے مہینے سمجھے جاتے تھے اور ان میں باہمی قتل و قتال اور جنگ و جدال کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام یعنی رجب کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی کہ ہم نے شہر حرام یعنی ماہ رجب میں قتل کر کے بڑا گناہ کیا اور بعض روایات میں ہے کہ بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے غلبہ اور عدل و انصاف کی ترویج اور ظالموں کے ظلم سے انسانیت کو آزاد کرانے کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

قُلْ	قِتَالٌ	فِيْهِ	كَبِيْرٌ	وَصَدٌّ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَكُفْرٌ	بِهٖ	وَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
آپ کہدیں	جنگ	اس میں	بڑا	اور روکنا	سے	راستہ	اللہ	اور نہ ماننا	اس کا	اور	مسجد حرام

آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ

وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ

وَاِخْرَاجُ	اَهْلِهٖ	مِنْهُ	اَكْبَرُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَالْفِتْنَةُ	اَكْبَرُ	مِنَ	الْقَتْلِ	وَلَا يَزَالُوْنَ
اور نکال دینا	اس کے لوگ	اس سے	بہت بڑا	نزدیک	اللہ	اور فتنہ	بہت بڑا	سے	قتل	اور وہ ہمیشہ رہیں گے

اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم اعظم ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور یہ کفار

يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ

يُقَاتِلُوْنَكُمْ	حَتّٰى	يَرُدُّوْكُمْ	عَنْ	دِيْنِكُمْ	اِنِ	اسْتَطَاعُوْا	
وہ تم سے لڑیں گے	یہانتک کہ	تمہیں پھیر دیں	سے	تمہارا دین	اگر	وہ کرسکیں	

تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر قابو پادیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں گے

نکتہ چینی کا جواب:

جواب جو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ ماہ حرام میں جنگ کرنا بُرا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بُری وہ باتیں ہیں اور وہ گناہ بدرجہا بڑے اور سخت ہیں جو خود یہ کفار کرتے ہیں تو کفار خود اپنی حالت پر نظر نہیں کرتے اور مسلمانوں پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے ماہِ رجب میں جنگ کرنے کے مقابلہ میں کفار کے بدرجہا بڑے اور سخت گناہ یہاں آیت میں پانچ بتلائے گئے ہیں:

ایک: صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کے راہ سے روکنا) یعنی لوگوں کو اسلام دین حق قبول کرنے سے روکنا اور جو اسلام قبول کر لیں، انہیں سخت اذیتیں پہنچانا اور جب مکہ سے اہلِ اسلام نکل جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ کے بندوں کو جانے سے بھی روکنا۔

دوسرے: كُفْرٌۢ بِهٖ (اللہ سے کفر کرنا) یعنی اللہ کی ہستی اور صفات سے انکار کرنا۔

تیسرے: مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے اور عبادت کرنے سے روکنا۔

چوتھے: کفار مکہ دین حق کو قبول کرنے پر اہل اسلام پر اس قدر سختیاں اور ظلم و زیادتی کیں کہ بیچارے مظلوم مسلمانوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ان کو گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔

پانچویں وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ یعنی کفار تو تم سے ہمیشہ لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین اسلام سے پھیر دیں۔

محترم مہینوں میں جنگ کا حکم:

ابتداءً قتال تو اِن مہینوں میں ہمیشہ کیلئے حرام ہے مگر جب کفار ان مہینوں میں حملہ آور ہوں تو مدافعانہ قتال کی مسلمانوں کو بھی اجازت ہے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

وَمَنْ	يَّرْتَدِدْ	مِنْكُمْ	عَنْ	دِيْنِهٖ	فَيَمُتْ	وَهُوَ	كَافِرٌ	فَاُولٰٓئِكَ	حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ
اور جو	پھر جائے	تم میں سے	سے	اپنا دین	پھر مر جائے	اور وہ	کافر	تو یہی لوگ	ضائع ہوگئے	ان کے عمل

اور جو شخص تم میں سے واضح کریں دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
میں	دنیا	اور آخرت	اور یہی لوگ	دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

مرتد کی سزا

اسلام قبول کر لینے کے بعد کفر اور ارتداد اختیار کرنے کا حکم ظاہر فرما کر اہلِ اسلام کو متنبہ کر دیا گیا کہ اگر کوئی کفار و مشرکین کے کہنے سننے سے اپنے دینِ حق یعنی اسلام سے پھر جائے گا اور پھر توبہ کے بغیر کفر ہی پر مر گیا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں سب ضائع اور غارت ہو جائیں گے، مُرتد کے دُنیا میں اعمال ضائع ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسلام کی وجہ سے جو جان و مال محفوظ اور مامون تھے وہ محفوظ نہ رہیں گے۔ مسلمان بیوی اُس کے نکاح سے نکل جائے گی مسلمان کی میراث سے اس کو حصہ نہیں ملے گا، مرنے کے بعد اہلِ اسلام اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو سکے گا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ کسی نیک عمل پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اور ابدالآباد کے لئے جہنم کی سزا ہوگی کہ کبھی بھی جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ اور یہ بدنصیب ہر گھڑی اپنے آپ کو اجر اور ہر عبادت کے ثواب سے محروم پائے گا۔

غرض کہ مرتد عن الاسلام کی حالت کافرِ اصلی سے بھی بدتر اور بُری ہے اسی واسطے شریعت اسلامیہ میں کافرِ اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے لیکن مرتد کی سزا قتل ہے اگر مرد ہے اور اگر عورت ہے تو دوامِ حبس کی سزا دی جائے گی یعنی ہمیشہ قید خانہ میں بند رہے گی۔ (بیان القرآن)

عَنْ دِيْنِهٖ: دین سے مراد یہاں دین اسلام ہی ہے کیونکہ یہاں خطاب مؤمنین ہی سے ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ کسی دین سے کوئی پھر جائے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں اخلاص کے ساتھ ایمان و اسلام سے وابستہ رکھیے اور جب تک زندہ رہیں اسلام اور ایمان پر زندہ رکھئے اور جب موت نصیب فرمائیں تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب ہو۔ یا اللہ کفار اور دشمنانِ دین سے ہم کو بھی جہاد کی توفیق نصیب ہو اور کافرانہ خصلتوں سے اُمتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچائیے۔ یا اللہ آپ کی تائید اور توفیق سے ہم سے جو عمل ہو جاتے ہیں ان کے اجر و ثواب کو دُنیا اور آخرت میں قائم رکھئے اور ان کو حبط ہونے سے بچائیے، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

15

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	وَجَاهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	أُولٰٓئِكَ	يَرْجُوْنَ
بیشک	جولوگ	ایمان لائے	اور وہ لوگ جو	انہوں نے ہجرت کی	اور انہوں نے جہاد کیا	میں	اللہ کا راستہ	یہی لوگ	امید رکھتے ہیں

حقیقتاً جولوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے

رَحْمَتَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

رَحْمَتَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
اللہ کی رحمت	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

امیدوار ہوا کرتے ہی اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور رحمت کریں گے

جہاد و ہجرت کا اجر: گزشتہ آیت کے نزول سے اُن مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ شہر حرام یعنی ماہ رجب میں ادانستگی سے جو ایک مشرک کا قتل ہو گیا تھا اُس پر ان کو کوئی گناہ نہیں ہوا مگر پھر بھی ان حضرات کو یہ تردد تھا کہ نہ معلوم اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں تو ان حضرات مہاجرین صحابہ کرام کی بشارت اور تسلی کیلئے اس آیت کا نزول ہوا جس میں بتلایا گیا کہ جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے دین کے دشمنوں سے لڑے، اپنی کوئی غرض اس میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے اُمیدوار اور ثواب کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے مخلصین کو اپنی رحمت سے محروم نہیں رکھتے۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ مال غنیمت جو حضرت عبداللہ بن جحشؓ لے کر مدینہ منورہ آئے تھے اور جو ابھی تک اُسی طرح وحی کے انتظار میں رکھا ہوا تھا آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر بقیہ غانمین پر تقسیم کر دیا۔

جہاد کا مفہوم اور اقسام: قرآن وسنت کی روشنی میں لفظ جہاد جن معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور قرآن وحدیث میں جس کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اور جہاد کی قسمیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہیں اس کی تشریح کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں: (۱) ایک کھلے دشمن کا مقابلہ، (۲) دوسرے شیطان اور اس کے پیدا کیے ہوئے خیالات کا مقابلہ۔ (۳) تیسرے خود اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے راستہ میں رکاوٹ ہے اس کی مدافعت جہاد ہے اور یہ رکاوٹ عادۃً انہیں تین طرفوں سے ہوتی ہے اس لئے جہاد کی تین قسمیں ہو گئیں امام راغبؒ نے یہ تین قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ارشاد قرآنی وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. (یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ میں پورا جہاد) یہ جہاد کی تینوں قسموں کو شامل ہے۔

بعض روایات حدیث میں نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ اسی لئے جہاد قرار دیا ہے، قرآن کریم کی کئی آیتوں میں جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کو بھی جہاد فرمایا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو سامان جہاد دے دیا اس نے بھی جہاد کر لیا اور ایک حدیث میں زبان کے جہاد کو بھی جہاد قرار دیا ہے اور قلم چونکہ ادائے مضمون میں زبان ہی کے حکم میں ہے اس لئے قلمی دفاع کو بھی علماء نے جہاد میں شامل فرمایا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہر عمل اور فعل میں ہمیں بھی اخلاص اور درستی نصیب فرمائیں اور دشمنانِ دین سے ہر حال میں اسلامی جہاد کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْخَمْرِ	وَالْمَيْسِرِ	قُلْ	فِيْهِمَآ	اِثْمٌ	كَبِيْرٌ	وَّمَنَافِعُ	لِلنَّاسِ
وہ پوچھتے ہیں آپ سے	سے بارہ	شراب	اور جُوا	آپ کہدیں	ان دونوں میں	گناہ	بڑا	اور فائدے	لوگوں کیلئے

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

وَاِثْمُهُمَآ	اَكْبَرُ	مِنْ	نَّفْعِهِمَا
اور ان دونوں کا گناہ	بہت بڑا	سے	ان کا فائدہ

اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں

شراب اور جوئے کی ممانعت کیلئے تدریجی اقدام:

اسلام سے پہلے عرب میں مدت سے شراب اور جوئے کا عام رواج تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں بھی شراب و قمار کا رواج تھا حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور قمار انسان کی عقل کو خراب کرتے ہیں اور مال بھی برباد کرتے ہیں ان کے بارہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

تب یہاں اس آیت میں یہ تو نہیں کہا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ یہ بتلایا گیا کہ ان سے استعمال سے دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے، صحت برباد ہو جاتی ہے، اور جوئے سے مال کی حرص و محبت بڑھ جاتی ہے جو تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اگرچہ ان میں بعض دنیوی فائدے بھی ساتھ لگے ہوں مثلاً بدن کو کچھ نفع پہنچے یا ایک طرح کا وقتی سرور حاصل ہو یا بلا مشقت مال ہاتھ لگ جائے لیکن ان فوائد کے مقابلہ میں نقصانات ان کے بکثرت اور شدید ہیں۔

تو یہاں مقصود اس آیت میں فی نفسہ ان دونوں چیزوں کی بُرائی بیان کرنا نہیں تھا بلکہ دوسری خرابیوں کا ذریعہ اور باعث بتلانا تھا اور اس طرح ان دونوں کے ترک کا مشورہ دینا مطلوب تھا، چنانچہ اس آیت کو سن کر بعض صحابہ نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا کہ گو حرام نہیں کہا گیا مگر شر اور مفاسد کا ذریعہ تو ثابت ہی ہوا۔ اس کے بعد سورۂ نساء کی آیت ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی جس سے خاص اوقات نماز میں شراب منع کر دی گئی۔ پھر بعد میں سورۂ مائدہ کی آیات نازل ہوئیں جن سے شراب اور جوئے وغیرہ کا قطعی حکم آ گیا۔

اور ان آیات میں صراحۃً شراب کی حرمت اور ممانعت نازل ہوگئی اور یہی آخری حکم رہا اور پہلے احکام کو منسوخ کر دیا ان آیات کے نازل ہوتے ہی یک لخت شراب کے تمام برتن توڑ دیئے گئے اور مدینہ کے گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی اور تمام مسلمان شراب سے فقط تائب ہی نہیں ہوئے بلکہ بیزار اور سخت متنفر ہو گئے اور اس طرح ۳ھ میں اسلام میں شراب کی مکمل بندش ہوگئی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو حرام سے کامل طور پر باز رہنے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً شراب اور جوئے کی لعنت سے ہمارے ملک کو پاک فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ۥ قُلِ الْعَفْوَ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُوْنَ	قُلِ	الْعَفْوَ
اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے	کیا کچھ	وہ خرچ کریں	آپ کہہ دیں	زائد از ضرورت

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو

نفلی صدقات کی حدود:

چند آیات پہلے صحابہ کرام کا سوال يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ پہلے بھی گذر چکا ہے بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ اس کا جواب وہاں دیا گیا تھا کہ جو کچھ بھی تم کو اللہ کے لئے خرچ کرنا ہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتامیٰ مساکین، اور مسافر ہیں جب قرآن میں مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا تو چند صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم جو ہمیں ملا ہے ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ کیا مال اور کون سی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ اس کا جواب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا قُلِ الْعَفْوَ، عفو کی مختلف تفاسیر کی گئی ہیں لیکن سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز بھی تمہاری ضروریات سے زائد ہو اور تمہارے حوائج اور مصارف اور لوازم زندگی سے بچے اور جس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑے اس کو خرچ کرے۔ بقول حکیم الامت حضرت تھانوی آسانی کا معیار یہ ہے کہ اس سے کسی حقدار کا حق ضائع نہ ہو اور اپنے ضروری مصارف میں تنگی نہ اٹھانا پڑے۔

تو یہ بات یہاں سوال ہی سے ظاہر ہے کہ یہاں خرچ کرنے سے مراد صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، صدقہ فطر یا عشر وغیرہ نہیں کیونکہ ان کی تعداد کی تفصیلات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں یہ سوال عام صدقات اور نفلی خیر خیرات کے متعلق ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور امیرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا اپنے کام میں لاؤ۔ عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اپنی بیوی پر خرچ کرو کہا حضرت! ایک اور ہے فرمایا اپنے بچوں کی ضرورت میں لگاؤ۔ کہا ایک دینار اور بھی ہے فرمایا اب تو خود دیکھ بھال سکتا ہے۔

مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جو خدا کے ایسے عاشق ہیں کہ ان کو سارا ہی مال فضول اور زائد نظر آتا ہے بلکہ مال کے نہ خرچ کرنے سے ان کو پریشانی ہوتی ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ تو ایسے لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا یوں سمجھئے کہ ایسے عاشقانِ خدا اس حکم میں داخل ہی نہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال نصیب کرے اور اس میں سے درجہ بدرجہ تمام حقداروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

وَالْاٰخِرَةِ	فِي الدُّنْيَا	تَتَفَكَّرُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	الْاٰيٰتِ	لَكُمُ	اللّٰهُ	يُبَيِّنُ	كَذٰلِكَ
اور آخرت میں	دنیا میں	غور وفکر کرو	تاکہ تم	احکام	تمہارے لئے	اللہ	واضح کرتا ہے	اسی طرح

اسی طرح اللہ تعالیٰ احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو

خرچ کرنے سے پہلے سوچ لو

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تاکہ تم کو ان احکام کا علم ہو جاوے اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کرنے سے پہلے دُنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو) کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم الٰہی کے ہے یا نہیں اگر ہو تو خرچ کیا اور نہ نہ کیا اور تفصیل اس حکم کی یہ ہے کہ:

(۱)......کسی معصیت یا گناہ میں مال خرچ کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔

(۲)......اگر طاعت میں خرچ کرتا ہے تو اگر وہ طاعت حدِ وجوب اور فرضیت تک پہنچی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض و واجب ہے۔

(۳)......طاعت اگر نفلی ہے جیسے معمولی خیرات تو اگر ایسا کرنے سے کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہو تو خرچ کرنا ناجائز اور کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہ کر سکے گا تو بھی ناجائز اور اگر نہ کسی کا حق ضائع ہوتا ہے نہ خود بے صبری اور پریشانی میں مبتلا ہوگا تو پھر خرچ کرنا جائز ہے۔

(۴)......وہ موقع نہ طاعت کا ہے نہ معصیت کا بلکہ مباح ہے تو جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا، مثلاً پھل پلار، میوہ ودیگر لذائذ وغیرہ مباحات میں اگر نیت قوت اور اعانت طاعت وعبادت کی ہے تو ثواب اور باعث اجر اور اگر نیت معصیت کی ہے تو گناہ اور اگر محض دل خوش کرنا ہے تو مباح ہے یعنی نہ ثواب ہوگا نہ گناہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انفاق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند ہے کہ تین دن بھی نہ گذریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ نہ رہے۔ ہاں فقط اتنا جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے رکھ لوں (صحیح بخاری)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ آپ نے جو احکامات ہمارے لئے بیان فرمائے ہیں دنیا اور آخرت کے ہر معاملہ میں ہم کو ان پر غور وفکر کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی رضا کے موافق عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو دنیا میں جو آپ نے عطا فرمایا ہے اس میں حقوقِ واجبہ کے ساتھ نفلی خیر خیرات کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ

وَيَسْئَلُوْنَكَ	عَنِ	الْيَتٰمٰى	قُلْ	اِصْلَاحٌ	لَّهُمْ	خَيْرٌ
اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے بارہمیں	یتیم جمع	آپ کہدیں	اصلاح	ان کی	بہتر

اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے

یتیم کی کفالت کا اجر

ایک حدیث میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم اور پرورش کرنے والا بہشت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی یعنی یتیم کی پرورش کرنے والے اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والے کا بہشت میں اتنا درجہ بلند ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ سے ایسا اتصال ہے جیسے آپس میں ان دو انگلیوں کو۔

یتیم کے مال میں احتیاط:

چونکہ عرب میں ابتدائے اسلام میں پوری طرح یتیموں کا حق دینے میں احتیاط نہ تھی اس لئے پہلے قرآن کریم میں یہ حکم ہوا تھا وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (پ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو اور پھر چوتھے پارہ (سورۂ نساء) میں فرمایا گیا اَلْيَتٰمٰى: یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جس کے سر سے باپ یا ماں کا یا دونوں کا سایہ اٹھ گیا ہو، باپ کے مرجانے سے اگر بچہ یتیم ہوا تو اس کی یتیمی اور بھی زیادہ قابل رحم ہو جاتی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا "یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔"

صحابہ کرامؓ جو احکام الٰہیہ پر جان قربان کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے انتہائی ڈرنے والے تھے ان آیات مذکورہ بالا کے نزول سے سخت خوف زدہ ہوگئے اور جس کے پاس کوئی یتیم بچہ اور اس کا مال تھا اور وہ گھر کے سب آدمیوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رکھا جاتا تھا تو ان کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ ہروقت تو اس کی نگرانی مشکل ہے کہ یتیم بچہ نے کتنا کھایا ہے، جتنا مال اس کا شریک ہے وہ دوسرے کے حصہ سے کم ہے یا زیادہ، اگر یتیم کا مال زیادہ ہوگیا تو یہ وعید شدید ہے جو اوپر کی آیت میں فرمائی گئی، اس لئے ان آیات کو سن کر ان صحابہ نے جو یتیموں کے والی تھے، ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکواتے اور الگ رکھواتے۔

اور اسطرح یتیم کا مال گل سڑ کر ضائع ہوتا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ احتیاط کا یہ مطلب نہیں کہ ضیاع ہونے لگے بلکہ احتیاط کی غرض بھی یتیموں کی خیر خواہی ہے جس طرح ان کی خیر خواہی ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کی خیر خواہی خصوصاً یتیم، مسکین، محتاج اور معذورین کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

وَاِنْ	تُخَالِطُوْهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	الْمُفْسِدَ	مِنَ	الْمُصْلِحِ	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ
اور اگر	ملالوان کو	تو بھائی تمہارے	اور اللہ	جانتا ہے	خرابی کرنے والا	سے کو	اصلاح کرنیوالا	اور اگر	چاہتا	اللہ

اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں

لَاَعْنَتَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

لَاَعْنَتَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
ضرور مشقت میں ڈالتا تم کو	بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

جب یتیموں کے مال کو الگ رکھنے کا حکم ہوا تو اس سے بعض صورتوں میں یتیموں کے نقصان کا اندیشہ ہوتا کہ کھانے کی چیز بچ رہی تو یا تو وہ یتیم خود دوسرے وقت کھائے یا پھر وہ گل سڑ کر ضائع ہو گیا۔ نیز

اس طرح علیحدہ انتظام سے اولیاء یتیم کو بھی تکلیف ہوتی تھی اس لئے ایسے لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور پوری بات معلوم کرنے کے لئے یتامیٰ کے بارہ میں سوال اُٹھایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے ذرا ذرا سے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو، اس کا پینا الگ ہو، اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ سے تو یہی علیحدگی مراد ہے لیکن پھر وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس لئے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

تو اس آیت کے بموجب جو چیز کہ خراب ہونے یا گلنے سڑنے والی ہو اُس میں نیک نیتی سے اپنے ساتھ یتیم کا خرچ انداز سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے پھر چونکہ نزولِ آیت کے وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اِخْوَانُكُمْ یہاں فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا یتیم بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہٖ یہی حکم ہے اور رعایت اور مزید کرنی ہوگی کہ بالغ ہو جانے کے بعد اپنی پرورش کا دباؤ ڈال کر اور حق استعمال کر کے اس پر اسلام قبول کرنے کے لئے جبر اور زور ڈالنا جائز نہ ہوگا بلکہ آزادانہ رائے قائم کرنے کا اس کو پورا پورا حق ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو یتیموں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیں، یتیم بچوں کی پرورش اور خیر خواہی ہم سب کے دلوں میں عطا فرمائیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا احساس ہم کو عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

وَ	لَا تَنْكِحُوا	الْمُشْرِكٰتِ	حَتّٰى	يُؤْمِنَّ	وَلَاَمَةٌ	مُّؤْمِنَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكَةٍ	وَلَوْ
اور	نہ نکاح کرو	مشرک عورتیں	یہاں تک کہ	وہ ایمان لائیں	اور البتہ لونڈی	مسلمان	بہتر	سے	مشرک عورت	اگرچہ

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

اَعْجَبَتْكُمْ	وَلَا تُنْكِحُوا	الْمُشْرِكِيْنَ	حَتّٰى	يُؤْمِنُوْا	وَلَعَبْدٌ	مُّؤْمِنٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكٍ
وہ بھلی لگے تمہیں	اور نہ نکاح کرو	مشرکوں	یہاں تک کہ	وہ ایمان لائیں	اور البتہ غلام	مسلمان	بہتر	سے	مشرک

اچھی ہی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے

	وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ	وَلَوْ	اَعْجَبَكُمْ	
	گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو	اگرچہ	وہ بھلا لگے تمہیں	

مشرک مرد اور عورت سے نکاح کی ممانعت

یہ آیت ایک صحابی ابن ابی مرثد غنویؓ کے سلسلہ میں نازل ہوئی جب کہ انہیں مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ ایک ضرورت کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا مکہ میں عناقہ نامی ایک مشرکہ جو کہ نہایت حسین وجمیل تھی اور جو زمانہ جاہلیت میں ان صحابی کے ساتھ محبت رکھتی تھی ان پر فریفتہ ہوگئی اور ان سے درخواست نکاح کی انہوں نے کہا کہ یہ بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے جب یہ مدینہ واپس ہوئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حال عرض کر کے نکاح کی بابت دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا کہ مشرک عورتوں سے مسلمان نکاح نہ کریں جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور اسلام قبول نہ کرلیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ان کی ایک سیاہ فام باندی تھی ایک دفعہ کسی بات پر غصہ ہو کر اس کے طمانچہ مار دیا تو اس باندی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی، اِدھر جب عبداللہ بن رواحہؓ کا غصہ دور ہوا تو اس نازیبا حرکت پر یہ بھی نادم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ غلطی ہوگئی اس کی تلافی یہ ہو سکتی ہے کہ میں اس کو آزاد کر کے نکاح میں لے آؤں، غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے اس مومنہ باندی کو آزاد کر کے حضرت عبداللہ نے اس سے نکاح کرلیا لوگوں نے طعنہ دینے شروع کئے کہ ایک سیاہ فام باندی سے نکاح کرلیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ممکن ہے کہ دونوں واقعات سبب نزول ہوں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اس کے برعکس دونوں صورتوں میں جو شادی بیاہ کا دستور عرب میں تھا وہ اس آیت کے نزول کے بعد یکسر ختم ہوگیا، اور اس آیت میں دو حکم فرمائے گئے:

پہلا حکم: مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے نہ کیا جائے۔ ہاں اگر عورت صحیح معنی میں کتابیہ ہو تو سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵ کی رو سے جائز ہے۔ شرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر کتابیہ نہ بنی ہو۔

دوسرا حکم: مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہ کیا جائے۔ خواہ مرد کتابی کافر ہو یا غیر کتابی۔ اگر پہلے سے نکاح ہو تو ایک کے کافر اور دوسرے کے مسلمان ہونے کی صورت میں نکاح ختم ہو جائے گا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهٖ ۚ

بِإِذْنِهٖ	وَالْمَغْفِرَةِ	إِلَى الْجَنَّةِ	يَدْعُوٓا	وَاللّٰهُ	إِلَى النَّارِ	يَدْعُوْنَ	أُولٰٓئِكَ
اپنے حکم سے	اور بخشش	جنت کی طرف	بلاتا ہے	اور اللہ	دوزخ کی طرف	بلاتے ہیں	وہی لوگ

یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

يَتَذَكَّرُوْنَ	لَعَلَّهُمْ	لِلنَّاسِ	اٰيٰتِهٖ	وَيُبَيِّنُ
نصیحت پکڑیں	تاکہ وہ	لوگوں کیلئے	اپنے احکام	اور واضح کرتا ہے

اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں

کافر سے نکاح کی ممانعت کی علت

یہاں کافر و مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی گئی اور مشرک و کافر مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح ناجائز و ممنوع قرار دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا کہ کافر کیسا ہی حسن و جمال، مال و متاع، عزت و حکومت کا حامل ہو مگر وہ ایک فقیر ترین مومن کے ایمان کے مقابل نہیں ہو سکتا کیونکہ کافر انسان خدا کی نافرمانی، اللہ سے کفر و سرکشی اور گناہ کی دعوت دیتا ہے جس کا لازمی نتیجہ جہنم ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں کو دعوت دیتے ہیں اپنی جنت اور مغفرت کی طرف اور وہ چاہتے ہیں کہ تم ایسے اعمال و عقائد اختیار کرو کہ جن سے تمہاری مغفرت ہو جائے اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اخیر میں یہ بھی فرما دیا کہ لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ اپنے احکام و قوانین کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ اُن کی مصلحت اور حکمت پر غور کر کے نصیحت حاصل کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ اُولٰٓئِكَ سے کافر مردوں اور کافر عورتوں کی طرف اشارہ ہے ان کی طرف سے مزید نفرت دلانے کیلئے یہ فقرہ بڑھا دیا گویا جتا دیا ہے کہ ایسے گئے گذرے ہوئے اور خطرناک لوگ تو معمولی تعلقات رکھنے کے بھی قابل نہیں، چہ جائیکہ ان سے ازدواج کا سا گہرا رشتہ پیدا کیا جائے۔

انتخاب عورت کے چار اسباب

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار باتیں دیکھ کر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے ایک تو مال دوسرے حسب نسب، تیسرے جمال و خوبصورتی، چوتھے دین، تم دیندار تلاش کرو۔ مسلم شریف میں ہے دنیا کل کی کل ایک متاع ہے۔ اور دنیا کے متاع میں سب سے افضل چیز نیک بخت عورت ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ! ہم کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب قرآن کریم کی پوری فرمانبرداری نصیب فرما، اور انجام میں ہمیں اپنی مغفرت و رحمت نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ

وَيَسْئَلُوْنَكَ	عَنِ	الْمَحِيْضِ	قُلْ	هُوَ	اَذًى	فَاعْتَزِلُوا	النِّسَآءَ	فِي	الْمَحِيْضِ
اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے	سے بارہ میں	حالتِ حیض	آپ کہہ دیں	وہ	گندگی	پس تم الگ رہو	عورتیں	میں	حالتِ حیض

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور اُن سے

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ	حَتّٰى	يَطْهُرْنَ	فَاِذَا	تَطَهَّرْنَ	فَاْتُوْهُنَّ	مِنْ حَيْثُ
اور نہ قریب جاؤ اُنکے	یہانتک کہ	وہ پاک ہوجائیں	پس جب	وہ پاک ہوجائیں	تو آؤ انکے پاس	جہاں سے

قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجاویں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہوجاویں تو اُن کے پاس آؤ جاؤ جس طرح تم کو خدا تعالیٰ نے

اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

اَمَرَكُمُ	اللّٰهُ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	التَّوَّابِيْنَ	وَيُحِبُّ	الْمُتَطَهِّرِيْنَ	
حکم دیا تمہیں	اللہ	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	توبہ کرنے والے	اور دوست رکھتا ہے	پاک رہنے والے	

اجازت دی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے

دورانِ حیض عورت کے احکام

حائضہ عورتوں کے متعلق یہود و نصاریٰ نے بہت افراط و تفریط سے کام لیا یہود میں اس درجہ افراط تھا کہ وہ اپنی حائضہ عورتوں سے بالکل جدا ہو جاتے نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے نہ اُن سے بات کرتے، حیض کے زمانہ میں عورتوں کے ہاتھ کا کھانا ناپاک سمجھتے تھے۔ بعض تو عورتوں کو حیض کے زمانہ میں گھر میں رکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور ان کو بالکل علیحدہ مکان میں رکھتے تھے مجوس کا بھی یہی حال تھا، ہندو قوم میں آج بھی ایام حیض میں عورت کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے، عیسائی اس معاملہ میں بہت ہی تفریط سے کام لیتے، حائضہ عورتوں سے میل ملاپ، نشست و برخاست، قیام و طعام کے علاوہ حیض کے ایام میں ہم بستر ہونے سے بھی پرہیز نہ کرتے۔

ایک مرتبہ بعض صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حیض کی حالت میں اپنی عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں اس پر یہ آیت اور اگلی آیت نازل ہوئیں اور ضروری احکام دیئے گئے اور دوسری قوموں نے عام طور پر اس طبعی ناپاکی سے متعلق جو بہت مبالغہ آمیز طریقے اختیار کر رکھے تھے اس کے خلاف بتلایا گیا کہ اس زمانہ میں صرف جنسی اختلاط منع ہے۔ اس آیت میں حیض کے متعلق میں صرف صحبت کی ممانعت ہے، باقی اور احکام کی حیض میں نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، مسجد میں نہ جاوے، قرآن مجید کو نہ چھوئے، خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے یہ سب احادیث سے ثابت ہیں حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں۔

بیوی سے دُبر میں وطی حرام ہے

یہاں آیت میں فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (تو ان کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے) کی تصریح کے موافق اپنی بی بی سے بھی پیچھے کے موقعہ میں صحبت کرنا حرام ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص کہ جو عورت کی دُبر یعنی پاخانہ کے مقام میں وطی کرے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

نِسَآؤُكُمْ	حَرْثٌ	لَّكُمْ	فَاْتُوْا	حَرْثَكُمْ	اَنّٰى	شِئْتُمْ	وَقَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِكُمْ
عورتیں تمہاری	کھیتی	تمہاری	سو تم آؤ	اپنی کھیتی	جہاں سے	تم چاہو	اور آگے بھیجو	اپنے لئے

تمہاری بیبیاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْا	اَنَّكُمْ	مُّلٰقُوْهُ	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	
اور ڈرو	اللہ	اور تم جان لو	کہ تم	ملنے والے اس سے	اور خوشخبری دیں	ایمان والے	

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور ایسے ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے

نکاح کا مقصد: یہاں دوسری آیت میں نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فرمایا ہے یعنی عورتوں کو بمنزلہ کھیت فرمایا یعنی جس طرح کھیت میں بیج ڈالنے سے اُس میں مختلف قسم کے غلہ، پھل، میوے پیدا ہوتے ہیں اس طرح عورت کے رحم میں تخم ریزی کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے تو بیوی سے اگرچہ اور بھی کئی منافع حاصل کئے جاتے ہیں لیکن یہاں آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ نکاح کا اصلی مقصد نسل کی افزائش اور توالد و تناسل ہے۔

جو لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعہ بچوں کی پیدائش روکنے کے درپے ہیں وہ نکاح کی اصل غرض و غایت ہی سے ناواقف ہیں انہوں نے نکاح شادی کی غرض و غایت صرف جنسی تسکین ہی سمجھ رکھی ہے۔

آخرت کی فکر کرو اور تقویٰ پر قائم رہو: آیات کے آخر میں مرد و عورت کے تعلقات کو بیان کر کے دو باتوں کا حکم ہو رہا ہے۔ ایک وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ دوسرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کے لفظی معنی ہوئے اور اپنے واسطے آگے کی تدبیر کرو یا آئندہ کے لئے اپنے حق میں کچھ کرتے رہو یعنی محض لذت پرستی میں غرق نہ ہو جاؤ بلکہ اپنی لذتوں کو بھی طاعت و عبادت بنا لو اور یہ اسی طرح بنایا جا سکتا ہے کہ تم ہر کام کرتے وقت اللہ کے احکام مدِ نظر رکھو اور انجام آخرت بہتر بنانے کی فکر کرو اس جملہ سے بعض مفسرین نے یہ مراد لیا ہے کہ بی بی سے قربت کے وقت اللہ کا نام لو تا کہ اولاد شیطان کے اثر سے محفوظ رہے قربت میں نیک اولاد کی نیت کرو تا کہ آخرت کی کھیتی بنے اور تمہارے لئے دُعاء و استغفار کرے اور قیامت کے دن تمہارے کام آئے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ دُعاء پڑھ کر بیوی سے صحبت میں مشغول ہوگا تو اگر اس صحبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا کیا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا دُعاء یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.

دوسرا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ کا دیا گیا تقویٰ یعنی خوفِ خداوندی کی تاکید قرآن کریم جگہ بجگہ اور بار بار کرتا ہے یہاں بھی تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنے کا حکم ہو رہا ہے گویا مقصود یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے احکامِ الٰہیہ کی پابندی کرے اور افراط و تفریط سے بچ کر صراط مستقیم پر چلتا رہے۔

متقین کیلئے خوشخبری: آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا یعنی ایسے مؤمنین کو خوشخبری سنا دیجئے جو احکامِ الٰہیہ کی پابندی کریں خدا سے ڈریں اور خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین رکھیں کہ انہیں آخرتِ میں اجر عظیم ملے گا اور بے حد و بے اندازہ انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ

وَلَا تَجْعَلُوا	اللّٰهَ	عُرْضَةً	لِّاَيْمَانِكُمْ	اَنْ	تَبَرُّوْا	وَ	تَتَّقُوْا	وَتُصْلِحُوْا	بَيْنَ
اور نہ بناؤ	اللہ	نشانہ	اپنی قسموں کیلئے	کہ	تم حسن سلوک کرو	اور	پرہیزگاری کرو	اور صلح کراؤ	درمیان

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کیلئے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ'

النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

النَّاسِ	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	
لوگ	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا	

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے ناموں کو نیکی سے رکنے کا سبب نہ بناؤ:

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مختلف روایات بھی نقل کی گئی ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہمشیرہ کو طلاق رجعی دے دی لیکن چند روز کے بعد صلح کا ارادہ کیا اور رجوع کی خواہش کی حضرت عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھالی کہ نعمان سے کلام نہ کروں گا اور میاں بیوی میں صلح نہ ہونے دوں گا، بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان آیات کا شانِ نزول کوئی خاص واقعہ نہیں بلکہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہوتے تھے اور لوگوں کا دستور تھا کہ خدا کی قسمیں کھا بیٹھتے تھے کہ میں فلاں سے نہ ملوں گا یا فلاں سے صلح نہ کروں گا یا فلاں شخص کے مصارف کی خبر گیری نہ کروں گا، ان سب کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عظمت والے ناموں کو کسی سے حسنِ سلوک، پرہیزگاری اور دوسروں میں صلح کرانے سے رُکنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

نیک کام چھوڑنے کی قسم کے مسائل:

اس آیت سے متعلقہ چند ضروری مسائل یہ ہیں:

۱- بے ضرورت بات بات پر قسم کھانا بہت بُری عادت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

۲- جس نے کسی بات کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ کی قسم کھا لی تو پھر اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

۳- اگر کسی نے کسی گناہ کے کام کی قسم کھائی تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے توڑ کر کفارہ دیدے۔

۴- قسم کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقتہ کھانا کھلا دیوے یا کچا اناج دے دے گیہوں اگر دے تو ہر فقیر کو صدقہ فطر کے برابر یعنی تقریباً دو سیر اور اگر جَو دے تو گیہوں کے دگنے یعنی چار سیر یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے۔

۵- اگر کوئی ایسا غریب ہے کہ نہ کھانا کھلا سکتا ہے نہ تو کپڑا دے سکتا ہے تو لگا تار تین روزہ رکھے۔

۶- کفارہ میں انہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں لغویات سے محفوظ رکھے اور ہم سے وہی کام کرائے جن میں اس کی رضا ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ	اللّٰهُ	بِاللَّغْوِ	فِيْٓ	اَيْمَانِكُمْ	وَلٰكِنْ	يُّؤَاخِذُكُمْ	بِمَا	كَسَبَتْ
نہیں پکڑتا تمہیں	اللہ	لغو بیہودہ	میں	قسمیں تمہاری	اور لیکن	پکڑتا ہے تمہیں	پر۔ جو	کمایا

اللہ تعالیٰ تم پر دارو گیر نہ فرمائیں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن دارو گیر فرمائیں گے اُن پر جس میں تمہارے دلوں نے ارادہ

قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

قُلُوْبُكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
دل تمہارے	اور اللہ	بخشنے والا	تمدبار

کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں

معتبر اور غیر معتبر قسم:

یہاں سے بتلایا گیا کہ قسم وہ معتبر ہے جو دل سے اور ارادہ سے کھائی جائے اور جو لغو قسم منہ سے عادت کے طور پر بے خیالی میں بے ساختہ زبان سے نکل جائے اور دل کو خبر تک نہ ہو وہ لغو ہے اور ایسی قسم پر مواخذہ اور پکڑ اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے۔ لغو یعنی بے معنی قسم کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو کسی گذری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا ارادہ نکل گئی یا نکلی تو ارادہ سے مگر اس کو اپنے گمان میں سچ سمجھتا تھا مثلاً زید واقعی میں آیا تھا مگر اس کے آنے کی خبر نہ تھی اور وہ شخص قسم کھا بیٹھا کہ زید نہ آیا تھا تو اس میں گناہ نہیں ہوتا اور اس کو اسی واسطے لغو کہتے ہیں کہ اس میں مواخذہ اُخروی نہیں۔

اسی طرح کسی آئندہ بات پر اس طرح قسم نکل گئی کہ کہنا چاہتا تھا کچھ مگر بے ارادہ اور بے ساختہ قسم نکل گئی کچھ اور تو یہ بھی ساقط الاعتبار ہے یعنی اس پر نہ کچھ گناہ ہے نہ کفارہ، برخلاف اس کے جس پر مواخذہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا یہ وہ قسم ہے جو قصداً جھوٹی سمجھ کر کھائی ہو یا آئندہ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کی قصداً قسم کھائی اور پھر قسم کی خلاف ورزی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بلا ارادہ اور نادانستہ فعل کی گرفت نہیں فرماتے ہاں اگر ارادہ اور دلی قصد کے ساتھ کسی معصیت یا خلاف شریعت حرکت کا ارتکاب کیا جائے تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔

اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا (ترمذی)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ جتنی لغو اور گناہ کی باتیں ہیں ان سے ہم کو محفوظ رکھئے اور ہر حال میں ہم کو شریعت مطہرہ کے قوانین و احکام پر ظاہراً و باطناً اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! اپنے نام کی عظمت اور بزرگی ہمارے دلوں میں اس درجہ عطا فرمائیے کہ ہم سے کسی قرآنی یا شرعی حکم کی نافرمانی نہ ہو، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

لِلَّذِيْنَ	يُؤْلُوْنَ	مِنْ	نِّسَآئِهِمْ	تَرَبُّصُ	اَرْبَعَةِ	اَشْهُرٍ	فَاِنْ	فَآءُوْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
ان لوگوں کیلئے جو	قسم کھاتے ہیں	سے	عورتیں اپنی	انتظار	چار	مہینے	پھر اگر	رجوع کرلیں	تو بیشک	اللہ

جولوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں سے اُن کے لئے چار مہینہ تک کی مہلت ہے سو اگر یہ لوگ رجوع کرلیں تب تو اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
بخشنے والا	رحم کرنے والا

معاف کردیں گے رحمت فرماویں گے

ایلاء کا قانون: شریعت کی اصطلاح میں اگر کوئی بیوی کے پاس نہ جانے اور اس سے جدا رہنے کی قسم کھالے تو اس کو ایلا کہا جاتا ہے۔

عربوں میں زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا اور اس کو ناپسند کرتا تو وہ اس سے ایلا کر لیتا یعنی قسم کھالیتا کہ میں اپنی بیوی سے قربت نہیں کروں گا اور ایلا کی ان کے رواج میں کوئی مدت مقرر نہ تھی اس لئے ایک طرف تو خاوند ایلا کی وجہ سے ساری عمر اپنی بیوی سے تعلقات زوجیت منقطع رکھتا دوسری طرف وہ عورت اس کی زوجیت سے خارج بھی نہ ہوتی تاکہ کسی دوسرے کے نکاح کرلے، اس طرح یہ غریب عورت معلق رہتی تھی اور تکلیف اٹھاتی تھی۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاہلیت کے "ایلا" میں اصلاح کی اور اس کے لئے چار ماہ مدت مقرر کردی تاکہ خاوند ایلا کے بعد اس عرصہ میں اپنی بیوی کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے خوب سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرلے اگر سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچے کہ اُسے اپنی بیوی سے صلح کرلینی چاہیے اور دوبارہ اس سے تعلقات زوجیت استوار کرلینے چاہئیں تو اسے چاہیے کہ وہ ایلا کے دن سے چار ماہ کے اندر اندر بیوی سے تعلقات برقرار رکھنا نہیں چاہتا تو وہ چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے چار ماہ کا عرصہ گذرنے پر خود بخود عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔

ایلا کی چار صورتیں ہیں:

۱:...... ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے یعنی قسم کھالی کہ بی بی کے پاس نہ جاؤں گا اور کوئی مدت معین نہیں کی۔

۲:...... دوسرے یہ کہ چار ماہ کی مدت کی قید لگادے۔

۳:...... تیسرے یہ کہ چار ماہ سے زیادہ مدت کی قید لگادے۔

۴:...... چوتھے یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے۔

پس اوّل، اور دوسری اور تیسری صورت جس کو شرعاً ایلا کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بی بی کے پاس چلا جائے تو قسم توڑنے کا کفارہ دے اور نکاح باقی رہے گا اور اگر چار ماہ گذر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہیں رہا، البتہ دونوں اگر رضامندی سے پھر نکاح کرلیں تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور چوتھی صورت یعنی ایلا میں چار ماہ سے کم مدت کا نام لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کرلی جب بھی نکاح باقی رہے گا۔ (بیان القرآن)

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہماری ازدواجی زندگی کو خوش گوار رکھے اور ناچاقیوں اور بے برکتیوں سے محفوظ رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾

وَاِنْ	عَزَمُوا	الطَّلَاقَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ	
اور اگر	انہوں نے ارادہ کیا	طلاق	تو بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا	

اور اگر بالکل ہی چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں

قانونِ طلاق

قانونی طور پر خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات بالکل ختم ہو جانے کا نام "طلاق" ہے۔

اسلام سے پہلے بھی دنیا میں طلاق کے مختلف طریقے رائج تھے یہود کے ہاں "طلاق" کے سلسلہ میں کوئی قید یا ذمہ داری نہ تھی، مرد کا جب جی چاہتا طلاق نامہ لکھ کر بیوی سے چھٹکارا حاصل کر لیتا اور بیوی بھی اسی وقت دوسرا خاوند کر سکتی تھی اس آزادی کے مقابلہ میں نصاریٰ نے بہت زیادہ پابندی اور سختی اختیار کی، خاوند اور بیوی کے علیحدہ ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی اور بجز موت کے میاں بیوی میں کوئی صورت افتراق کی ممکن نہ تھی، یہ عسائیوں میں رومن کیتھولک کا مذہب ہے جن کے ہاں طلاق مطلقاً ناجائز ہے اور اسلام سے قبل عیسائیوں میں یہی فرقہ موجود تھا ظہور اسلام سے صدیوں بعد عیسائیوں کا دوسرا فرقہ پروٹسنٹ پیدا ہوا اس کے ہاں میاں بیوی کی علیحدگی کی اجازت ہوئی لیکن صرف اس صورت میں کہ بیوی کسی سے زنا کرے یہی حال ہندو مذہب کا ہے کہ ان کے ہاں طلاق کوئی چیز ہی نہیں ان تمام افراط وتفریط کے راستوں کے خلاف اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی اور اسلام نے اس کی اجازت روا رکھی ہے کہ اگر شوہر ایمانداری کے ساتھ محسوس کرے کہ اس کی شریک زندگی اس سے تعاون نہیں کرتی یا جائز تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تو بجائے اس کے کہ وہ دونوں تمام عمر جھکتے اور کڑھتے رہیں اور ایک دوسرے سے بیزار رہیں تو اس سے بہتر یہی ہے کہ وہ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں اور ایک دوسرے سے چھٹکارا ہو جائے اور جس میں ان کو سکون ہو وہ راہ اختیار کر لیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ: آیات کے آخیر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر یوں ہی اٹکل سے نہیں ہوتا ہمیشہ پُر معنی اور سیاق کلام کے لحاظ سے بلیغ ہوتا ہے یہاں سَمِیْعٌ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ وہ تو بڑا سننے والا ہے اس لئے میاں بیوی کے ظاہر قول کو اور شوہروں کی قسموں کو سب کو سنتا رہتا ہے۔

عَلِیْمٌ: وہ بڑا جاننے والا ہے اس لئے میاں بیوی کے دلوں کے اندر کی مخفی باتوں کو جانتا ہے ان کے ارادے اور نیتوں سے واقف ہے اور ان کے حال کے مناسب ہی حکم دیتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! آپ نے جواز دواجی رشتہ کی اہمیت قائم فرمائی ہے اور اس کے حدود و قیود مقرر فرمائے ہیں اس کے موافق ہمیں ازدواجی زندگی گذارنا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق اپنی مرضیات کے موافق عطا فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ

يَّكْتُمْنَ	أَنْ	لَهُنَّ	وَلَا يَحِلُّ	قُرُوْٓءٍ	ثَلٰثَةَ	بِأَنْفُسِهِنَّ	يَتَرَبَّصْنَ	وَالْمُطَلَّقٰتُ
وہ چھپائیں	کہ	ان کیلئے	اور جائز نہیں	مدتِ حیض	تین	اپنے تئیں	انتظار کریں	اور طلاق یافتہ عورتیں

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	فِيْٓ	أَرْحَامِهِنَّ	إِنْ	كُنَّ يُؤْمِنَّ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ
جو	پیدا کیا	اللہ	میں	ان کے رحم	اگر	ایمان رکھتی ہیں	اللہ پر	اور	یوم آخرت

رحم میں پیدا کیا ہو اس کو پوشیدہ کریں اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں

مطلقہ کی عدت کا قانون: عرب میں دستور تھا کہ ایام جاہلیت میں عورتوں کو طلاق دے کر سال سال بھر الگ رہتے اور اس دوران میں بیچاری عورت نہ تو کہیں اور نکاح کر سکتی تھی، نہ شوہر اس کے مصارف کی خبر گیری کرتا تھا اس طرح عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کو ان کے شوہر نے طلاق دی تھی، عدت کے لئے کوئی مدت مقرر نہ تھی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حال عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کی عدت بیان فرمادی، چنانچہ عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔

۱:......ایک تو وہ صغیرہ ہے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اسے حیض نہ آتا ہو۔ ۲:......دوسرے وہ جس کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو چکا ہے، ان کو اگر طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے جس کا بیان سورۃ طلاق پ ۲۸ میں ہے۔

۳:...... تیسرے حاملہ عورت، اگر اسے طلاق مل جائے یا شوہر مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، یعنی جب بچہ پیدا ہو جائے اس کا بیان بھی سورۃ طلاق پارہ نمبر ۲۸ میں ہے۔

۴:......چوتھے وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے اس کا بیان اسی سورۃ بقرہ میں دو رکوع بعد یعنی تیسویں رکوع میں آیا ہے۔

۵:......پانچویں وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ صغیرہ ہو یعنی نہ نابالغ ہو اور آزاد ہو اور جس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اسی عدت کا ذکر ہے۔

۶:......چھٹے وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں اس کا حکم سورۃ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے۔

۷:......ساتویں شرعی باندی اور لونڈی اگر مطلقہ ہے اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے۔ اور اگر عدم بلوغ یا پیرانہ سالی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

مطلقہ عورت حیض یا حمل کا انکار نہ کرے

دوسرا حکم مطلقہ عورت کے متعلق یہ دیا گیا کہ اس پر واجب ہے کہ اپنے حائضہ یا حاملہ وغیرہ ہونے کی حالت کو ظاہر کر دے تاکہ اس کے موافق عدت کا حساب ہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے دورِ جہالت کے ظلموں سے انسانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نجات دلائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِىْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ

وَبُعُوْلَتُهُنَّ	اَحَقُّ	بِرَدِّهِنَّ	فِىْ ذٰلِكَ	اِنْ	اَرَادُوْٓا	اِصْلَاحًا	وَلَهُنَّ	مِثْلُ	الَّذِىْ
اور خاوندان کے	زیادہ حقدار	واپسی اُن کی	اس میں	اگر	وہ چاہیں	بہتری سلوک	اور عورتوں کیلئے	جیسے	جو

اور ان عورتوں کے شوہر ان کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل

عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع

عَلَيْهِنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَلِلرِّجَالِ	عَلَيْهِنَّ	دَرَجَةٌ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ	
عورتوں پر فرض	دستور کے مطابق	اور مردوں کیلئے	ان پر	ایک درجہ	اور اللہ	غالب	حکمت والا	

ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں

طلاق رجعی کا حکم: یہاں آیت میں طلاق رجعی کا بیان فرمایا گیا۔ یعنی شوہر ایک بار یا دو بار صریح لفظ سے طلاق دے تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اور اس رجعت سے پہلا ہی نکاح قائم رہتا ہے اور خاوند کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اگر عورت رضامند نہ ہو تو بھی۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد پھر رجوع نہیں ہو سکتا۔

عورت و مرد کے حقوق: جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے ذمہ ہیں جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ مرد پر خاص حقوق عورتوں کے یہ ہیں:۔

مرد اپنی استطاعت کے موافق عورت کو کھانا۔ کپڑا۔ رہنے کا گھر دے۔ مہر دے۔ اسکو تنگ نہ کرے۔

اور عورت کے ذمہ خاص حقوق شوہر کے یہ ہیں:۔

خاوند کی اطاعت اور خدمت کرنا۔ حکم عدولی اور نافرمانی نہ کرنا۔ جہاں تک نفس حقوق کے واجب ہونے کا تعلق ہے دونوں میاں بیوی برابر ہیں کہ اُس کا حق اُس پر واجب ہے اور اُس کا حق اس پر واجب ہے البتہ حقوق کی نوعیت اور ان کے چھوٹے بڑے ہونے میں فرق ہے اور اس معنی کر کے مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبہ میں علاوہ اور بہت سے ارشادات کے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ان کو تاحق رنج نہ دو۔ تم نے اللہ کی امان سے ان کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور تمہارا حق اُن پر یہ ہے کہ جس کو تم نہ چاہو اس کو تمہارے گھر میں نہ آنے دیویں۔ سو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو مگر ایسی مار نہ ہو کہ ظاہر ہو اور عورتوں کا تم پر دستور کے موافق کھانا کپڑا دینے کا حق ہے اور میں تم لوگوں میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور اُس پر عمل کرو گے۔ اور وہ خدا کی کتاب یعنی قرآن کریم ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

16

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

اَلطَّلَاقُ	مَرَّتٰنِ	فَاِمْسَاكٌ	بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	تَسْرِيْحٌ	بِاِحْسَانٍ	وَلَا	يَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ
طلاق	دوبار	پھر روک لینا	دستور کے مطابق	یا	رخصت کرنا	حسن سلوک سے	اور نہیں	جائز	تمہارے لئے	کہ

وہ طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں

تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا

تَاْخُذُوْا	مِمَّا	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	شَيْئًا
تم لے لو	اس سے جو	تم نے دیا ان کو	کچھ

کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے اُن کو دیا تھا

رجوع کی حدود:

گذشتہ آیت میں مرد کے لئے حق رَجْعَتْ کا بیان تھا۔ اب آگے اسی سلسلہ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ حق رَجْعَتْ خاوند کو کب تک رہتا ہے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ جو شخص جتنی چاہتا اپنی بیوی کو طلاقیں دیتا اور پھر عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر لیتا۔ اس لئے بعض لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار ایسا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا سد باب کیا اور رجوع کرنے کی اجازت کو دو طلاقوں تک محدود فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ط وہ طلاق جس میں رجوع کرنا درست ہے دو مرتبہ کی ہے۔ پھر دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں۔ خواہ رَجْعَتْ کر کے عورت کا رکھ لینا قاعدہ کے موافق یعنی رجعت کر کے اس کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور یا حسن اسلوب کے ساتھ اس کو چھوڑ دو کہ اس کی عدت گذر جائے اور جہاں چاہے وہ عورت نکاح کر لے تو یہاں بتلایا گیا کہ رَجْعَتْ صرف دو بار طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے یعنی دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے لیکن عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے دی جائے تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہ ہو گا جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ طلاق دیدے جس کو شریعت کی اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں۔ اس کے متعلق احکام آگے آئیں گے۔

بیویوں کو دیا ہوا مال واپس نہ لو

زمانہ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جو کچھ اُسے دیا ہوا ہوتا وہ بھی اُس سے چھین لیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بدسلوکی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:- وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یعنی زمانہ جاہلیت کی رسم بدسلوکی سے منع فرمایا کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو مہر وغیرہ بوقت نکاح دے چکے ہو طلاق کے بعد اس میں سے کچھ بھی مت واپس لو۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں شرعی قوانین کی مکمل پابندی نصیب فرمائے اور ہمارے ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِلَّآ أَنْ يَّخَافَآ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا

إِلَّآ	أَنْ	يَّخَافَآ	أَلَّا	يُقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَإِنْ	خِفْتُمْ	أَلَّا يُقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَلَا
سوائے	کہ	دونوں اندیشہ کریں	کہ نہ	وہ قائم رکھ سکیں گے	اللہ کی حدود	پھر اگر	تم ڈرو	کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے	اللہ کی حدود	تو نہیں

مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کرسکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہیں کرسکیں گے

جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ

جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	فِيْمَا	افْتَدَتْ	بِهٖ	تِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	فَلَا	تَعْتَدُوْهَا
گناہ	ان دونوں پر	اس میں جو	عورت بدلہ دے	اس کا	یہ	اللہ کی حدود	پس نہ	آگے بڑھو اس سے

تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے۔ یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

وَمَنْ	يَّتَعَدَّ	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَأُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
اور جو	آگے بڑھتا ہے	اللہ کی حدود	پس وہی لوگ	وہ	ظالم جمع

اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں

خلع: البتہ ایک صورت میں طلاق کے عوض مرد کو کچھ مال لینے کی اجازت دے دی اور وہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو جائیں کہ اُن کے درمیان صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور عورت کی طرف سے شرعی حدود کے موافق حقوق زوجیت ادا کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے تو اُس صورت میں جائز ہے کہ عورت مرد کو کچھ مال دے کر طلاق حاصل کرلے۔ طلاق کی اس صورت کو شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں خُلَع کہتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! میں ثابت بن قیس کے دین، اخلاق اور عادات پر کوئی عیب نہیں لگاتی مگر میں اور وہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ میں نے بہت سے لوگوں میں اُن کو دیکھا تو سب سے زیادہ سیاہ فام اور پستہ قد اور بدصورت ثابت ہی نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ثابت کو وہ باغیچہ واپس دے سکتی ہو جو اُس نے تم کو دیا ہے۔ کہا جی ہاں وہ بھی اور کچھ زیادہ بھی دے سکتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ کو بلایا کہ تم اس سے وہ باغیچہ واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ اسلام میں پہلا خلع تھا۔

شرعی قوانین اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی مذکورہ بالا احکام خدائی قوانین ہیں جو سب لوگوں کو ایک حد مخصوص کے اندر لا کر کاربند اور عمل پیرا بنانے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔ ان قوانین میں غریب و امیر، شریف و رذیل، عالم و جاہل، بادشاہ و فقیر کی کوئی تفریق نہیں۔ ان سے سرمو تجاوز اور سرتابی نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ قوانین الٰہیہ سے سرتابی کرتے ہیں اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں اور وبال آخرت مول لیتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا

فَإِنْ	طَلَّقَهَا	فَلَا تَحِلُّ	لَهٗ	مِنْۢ بَعْدُ	حَتّٰى	تَنْكِحَ	زَوْجًا	غَيْرَهٗ	فَإِنْ	طَلَّقَهَا
پھر اگر	طلاق دی اس کو	تو جائز نہیں	اس کیلئے	اس کے بعد	یہاں تک کہ	وہ نکاح کرلے	خاوند	اس کے علاوہ	پھر اگر	طلاق دیدے اس کو

پھر اگر کوئی طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند سے نکاح کرے پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ

	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	أَنْ	يَّتَرَاجَعَا	إِنْ	ظَنَّا	أَنْ	يُّقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	
	تو گناہ نہیں	ان دونوں پر	اگر	وہ رجوع کرلیں	بشرطیکہ	وہ خیال کریں	کہ	وہ قائم کریں	اللہ کی حدود	

تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے

تین طلاق دینے کا نتیجہ: اب اگر کسی نے دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو اس کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

دو طلاقوں کے بعد اگر رجعی ہوں تو خاوند رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر اُس نے عدت کے اندر تیسری بھی طلاق دیدی تو اب نہ وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی نکاح کر سکتا ہے۔ پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے جواز کے لئے پانچ شرطیں ہوئیں۔

۱- پہلے خاوند کی عدت پوری کرے۔

۲- عدت کے بعد دوسرے خاوند سے شرعی عقد کرے۔

۳- دوسرا شوہر اس سے ہمبستر ہو۔

۴- دوسرا شوہر اُسے طلاق دیدے۔

۵- دوسرے شوہر کی طلاق کی عدت پوری کرے۔ ان پانچ میں سے اگر ایک شرط بھی نہ ہوگی تو پہلے شوہر سے اُس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ اور شوہر اوّل سے اس تجدید نکاح کی اجازت اس صورت میں ہوگی کہ شوہر اوّل اور عورت دونوں کا یہ گمان غالب ہو کہ ہم دوبارہ نکاح کے بعد ایک دوسرے کے حقوق زوجیت میں کمی کرنے کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں گے۔

تین طلاقیں بہرحال تین ہی ہیں:

اس آیت قرآنیہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تین طلاق کے بعد مرد کو رجعت کا حق باقی نہیں رہتا خواہ وہ تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ دی ہوں یا اکٹھی دی ہوں۔ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں خواہ ایک وقت میں یا علیحدہ علیحدہ تین وقت میں وہ واقع اور لازم سمجھی جائیں گی۔ اس زمانہ کے بعض ظاہر بین اور خود رائے لوگ کا کہنا ہے کہ تین طلاق دینے سے ایک طلاق بھی نہیں پڑتی۔ صحیح بخاری میں ایک خاص باب قائم کیا اور ان تمام شبہات کا جواب دیا کہ جو لوگ تین طلاق کو ایک طلاق بنانے کے لئے پیش کرتے ہیں امام قرطبیؒ نے مفصل اور مدلل دیئے ہیں جو حضرات اہل علم دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ تین طلاق کے بارہ میں کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ اربعہ کا اتباع کریں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں جہالت اور خود رائی سے محفوظ رکھے۔ آج کل بعض لوگ غصہ میں بیوی کو تین طلاق دیدیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

وَتِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	یُبَیِّنُهَا	لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ
اور یہ	اللہ کی حدود	انہیں واضح کرتا ہے	جاننے والوں کیلئے

اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں

عائلی قوانین کی اہمیت:

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ یعنی طلاق سے متعلق احکام و مسائل خدا کے قائم کردہ قوانین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سمجھدار اور ذی فہم لوگوں کے منافع کے لئے ان کو بیان کیا ہے تاکہ وہ اس کے فوائد پر غور کریں کہ ان احکام میں کیا مصالح ہیں اور ان کو اختیار کریں اور اُن پر عمل پیرا ہوں۔

فائدہ: ہر عاقل' بالغ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ نکاح و طلاق سے متعلق احکام و مسائل علماء کے پاس جا کر ان سے سیکھے۔ یہ احکام نہایت اہم ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں اور فساد نکاح و طلاق کے مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتے ہیں' اور نقصان ہو جانے کے بعد پھر لوگ مختلف فرقوں کے مفتیان کے پاس جا کر حیلے تلاش کرتے ہیں۔ اپنے بیانات تبدیل کرتے ہیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا قباحتیں پیش آتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پہلے ہی آدمی ان مسائل کا علم حاصل کر لے تاکہ بوقتِ ضرورت شرعی طریقہ کے مطابق عمل کرے۔

بوقت ضرورت طلاق دینے کا طریقہ:

طلاق کا احسن طریقہ شریعت میں یہ ہے کہ صرف ایک طلاق حالت طہر میں دیدے جس میں بیوی سے مجامعت نہ کی ہو اور یہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ عدت ختم ہونے کے بعد رشتہ نکاح خود ٹوٹ جائے گا۔ اس کو فقہا نے طلاق احسن کہا ہے۔ اور حضرات صحابہ نے اسی کو طلاق کا بہتر طریق قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کی گذشتہ آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ سے اس کی بھی اجازت نکلتی ہے کہ دو طلاق تک دیدی جائیں۔ مگر لفظ مَرَّتٰن میں اس طرف اشارہ فرما دیا کہ دو طلاق و بیک لفظ بیک وقت نہ ہوں بلکہ دو طہروں میں الگ الگ ہوں۔ بہر حال دو طلاقوں تک قرآن حکیم کے الفاظ سے ثابت ہے اس لئے باتفاق ائمہ اور فقہاء یہ بھی طلاق سنت میں داخل ہے۔ جبکہ تیسری طلاق کے غیر مستحسن ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ تیسری طلاق کا مبغوض اور مکروہ ہونا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود اگر کسی نے ایسا اقدام کر لیا تو اس کا وہی اثر ہونا چاہیے جو جائز اور مستحسن طلاق کا ہوتا یعنی تین طلاق واقع ہو جائیں اور رجعت کا اختیار نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اس پر شاہد ہے کہ باوجود ناراضگی کے آپ نے تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا جس کے بہت سے واقعات کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ (ملخصًا از معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

دُعا کیجئے: یا اللہ ہر حال میں ہم کو شریعت اسلامیہ کے حدود و قوانین کی پابندی نصیب فرما اور ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کا اتباع نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے احکام کی عظمت ہمارے دلوں میں اُتار دے اور دین سے غفلت اور جہالت و لاپرواہی کے مرض کو اُمت سے دور فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

وَاِذَا	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	فَبَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَاَمْسِكُوْهُنَّ	بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	سَرِّحُوْهُنَّ
اور جب	تم طلاق دو	عورتیں	پھر وہ پوری کرلیں	اپنی عدت	تو روکو ان کو	دستور کے مطابق	یا	رخصت کردو

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاویں تو تم ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی

بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ

بِمَعْرُوْفٍ	وَ	لَا تُمْسِكُوْهُنَّ	ضِرَارًا	لِّتَعْتَدُوْا	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَقَدْ ظَلَمَ	نَفْسَهٗ
دستور کے مطابق	اور	تم نہ روکو انہیں	نقصان	تاکہ تم زیادتی کرو	اور جو	کرے گا	یہ	تو بیشک اس نے ظلم کیا	اپنی جان

دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا

طلاق کے بعد رجوع کا مقصد

جاہلیت کا طریقہ تھا کہ بیوی کو ستانے کی غرض سے طلاق دیتے پھر جب عورت کی عدت پوری ہونے کے قریب ہوتی تو رجعت کرلیتے اور پھر طلاق دیتے اور پھر اسی طرح کرتے رہتے تاکہ بیچاری عورت نہ اس کے پاس آرام۔ چین وسکون کی زندگی گذار سکے اور نہ ہی کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔

آیت کے پہلے حصہ میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ جب خاوند ایک یا دومرتبہ بیوی کو طلاق دیدے اور آخری تیسری بار طلاق نہ دی ہو تو اگر وہ رجوع کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور اگر رجوع نہ کرنا چاہے اور معاملہ ختم کرنا چاہے تو خوبی کے ساتھ چھوڑ سکتا ہے۔ غرض کہ عورت کو روکنا یا چھوڑنا جو بھی ہو خوبی کے ساتھ ہو اور اس میں عورت کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ خاوند ان دو راستوں میں سے جو راستہ بھی اختیار کرے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ دستور اور شریعت کے موافق ہو یعنی اگر وہ عورت کو اپنی زوجیت میں واپس لینا چاہے تو شرافت اور عزت سے دوبارہ لوٹائے اور اگر اس سے تعلق توڑ لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزت کے ساتھ گھر سے رخصت کردے۔ دونوں صورتیں حسن معاملہ کے ساتھ ہوں ورنہ جو لوگ حق تلفی کرتے ہیں اور محض ستانے کے لئے دوبارہ عورت کو زوجیت میں لے لیتے ہیں تو وہ عورت کی حق تلفی کا وبال اپنی گردن پر رکھتے ہیں اور عذاب آخرت مول لیتے ہیں۔

رجوع کا طریقہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب خاوند نے اپنی بیوی سے صحبت کرلی یا بوسہ لے لیا یا شہوت سے اُسے ہاتھ لگالیا یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس سے رجوع ہو جائے گا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے اور اپنے مسائل حل کرنے کی توفیق دے، ہمارا مرنا جینا، ہماری خوشی، غمی سب شریعت کے احکام کے مطابق ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ

وَلَا	تَتَّخِذُوْا	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	هُزُوًا	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَمَا	اَنْزَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ
اور نہ	ٹھہراؤ	احکام	اللہ	مذاق	اور یاد کرو	نعمت	اللہ	تم پر	اور جو	اس نے اتارا	تم پر	سے

اور حق تعالیٰ کے احکام کولہو ولعب مت سمجھو اور حق تعالیٰ کی تم پر جو نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور اس کتاب اور حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں

الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

الْكِتٰبِ	وَالْحِكْمَةِ	يَعِظُكُمْ	بِهٖ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
کتاب	اور حکمت	وہ نصیحت کرتا ہے تمہیں	اس سے	اور تم ڈرو	اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	ہر	چیز	جاننے والا

کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

تین خصوصی حکم

طلاق کے بعض احکام ومسائل کے بعد آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ اور تاکید کے لئے تین حکم ارشاد فرمائے۔

پہلا حکم یہ ہے وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل نہ بناؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی نہ ٹھہراؤ۔ یہاں کھیل بنانے کی ایک تفسیر تو مفسرین نے یہ کی ہے کہ نکاح وطلاق کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو حدود وقوانین اور شرائط و پابندی مقرر کردی ہیں ان احکامات کو لہو ولعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو۔ احکامِ الٰہیہ محل مذاق نہیں کہ جیسے چاہا کرلیا اور جیسے چاہا نہ کیا بلکہ سارے احکام پر پوری طرح پابند ہو جاؤ اور دوسری تفسیر یہ منقول ہے کہ طلاق ونکاح کو اگر کسی نے کھیل یا مذاق میں بھی پورا کردیا تو وہ نافذ ہو جائیں گے۔ نیت نہ کرنے کا بہانہ قابل تسلیم نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہنسی کے طور پر کرنا اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔ ایک طلاق دوسرے عتاق (یعنی غلام یا باندی کی آزادی) تیسرے نکاح یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو قصد وارادہ سے کہنا اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا برابر ہے۔

دوسرا حکم وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ میں ارشاد فرمایا گیا یعنی حق تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں اُن کو یاد کرو۔ یعنی تم پہلے گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر نور ہدایت سے تمہارے دلوں کی روشن کیا۔ ذلت کے بعد عزت اور ضعف کے بعد قوت عنایت کی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان کا شکر واجب ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ قرآن کریم نازل فرما کر حکمت اور نصیحت کی باتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ اور اُن پر عامل ہونے کی تم کو ہدایت کی۔ لہٰذا تم کو نہایت کوشش سے احکام الٰہیہ پر کاربند اور عمل پیرا ہونا چاہیے۔

تیسرا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ میں فرمایا کہ خداوند قدوس سے ڈرتے رہو کیونکہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝ جان لو۔ سمجھ لو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

یہ قرآن کریم کا اسلوب حکیم اور خاص انداز بیان ہے کہ ہر قانون کے پیچھے خدا کا خوف اور آخرت کا حساب یاد دلایا جاتا ہے کہ جن کے ہوتے ہوئے کوئی انسان جو انسانیت کے جامہ سے باہر نہ ہو قصداً اور ارادۃً احکام خداوندی اور قوانین الٰہیہ کے خلاف اور اُن سے سرتابی و سرکشی کر ہی نہیں سکتا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

وَاِذَا	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	فَبَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا	تَعْضُلُوْهُنَّ	اَنْ	يَّنْكِحْنَ
اور جب	تم طلاق دو	عورتیں	پھر وہ پوری کرلیں	اپنی مدت عدت	تو نہ	روکو انہیں	کہ	وہ نکاح کریں

اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کرچکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

اَزْوَاجَهُنَّ	اِذَا	تَرَاضَوْا	بَيْنَهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ
خاوند اپنے	جب	وہ راضی ہوں	آپس میں	دستور کے مطابق

کہ وہ اپنے (تجویز کئے ہوئے) شوہروں سے نکاح کرلیں جب کہ باہم سب رضامند ہوجاویں قاعدہ کے موافق

عورت کے ذاتی حقوق کا تحفظ: عربوں میں زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی مطلقہ بیویوں کو دوسری شادی کرنے نہیں دیتے تھے اور اُسے اپنی ذلت اور ہتک شان سمجھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن عاصم سے کیا تھا انہوں نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی اور عدت بھی گذر گئی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عاصم نے چاہا کہ دوبارہ نکاح کرلیں اور اسی مطلقہ بیوی کو نکاح کا پیام بھیجوایا اور وہ بھی رضامند ہوگئیں۔ لیکن جب حضرت معقل کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے کہا کہ عبداللہ! میں نے اپنی بہن کو تمہارے نکاح میں دے کر تمہاری عزت افزائی کی تھی۔ تم نے اس کی یہ قدر کی کہ اس کو طلاق دے دی۔ اب تم پھر نکاح کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم اب وہ تمہارے نکاح میں نہ لوٹے گی۔ پس اب نکاح ہونا ناممکن ہے۔ میں ہرگز اب تمہارے ساتھ نکاح نہ ہونے دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کو سنتے ہی حضرت معقل بن یسارؓ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور خود جا کر اور عبداللہ بن عاصم کو خود بلا کر اپنی ہمشیرہ کا نکاح دوبارہ اُن کے ساتھ کردیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اتباع قرآن میں صحابۂ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ چنانچہ اس آیت میں خطابِ عام ہے خواہ شوہر ہی دوسری جگہ نکاح سے مانع آئے یا عورت کے بھائی بند۔ ان کو حکم ہوتا ہے کہ جب تم عورتوں کو ایک دو طلاق رجعی دے چکو اور ان کی عدت کا زمانہ ختم ہوجائے تو اب اگر اُن کے شوہر اور وہ باہم نکاح جدید کرنے پر بخوشی رضامند ہوں تو اُن کو عورت کے والی وارث نہیں روک سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ رضامندی شرعی قاعدہ کے موافق ہو۔ اگر شرعی قاعدہ کے موافق نہ ہو مثلاً:-

(۱) ناجائز طور پر آپس میں خفیہ نکاح کرنا چاہیں۔

(۲) یا ایام عدت میں دوسرے شوہر سے نکاح کا ارادہ ہو۔

(۳) یا عورت بلا اجازت اپنے اولیاء کے اپنے کفو کے خلاف دوسرے کفو میں نکاح کرنا چاہے۔ (۴) یا عورت اپنے مہر مثل سے کم پر نکاح کرنا چاہے۔ جس کا اثر خاندان پر پڑتا ہے۔ جس کا اسکو حق نہیں۔

(۵) یا اگر پہلے خاوند سے عورت نکاح کرنا چاہتی ہے تو تین طلاقیں مرد نے نہ دی ہوں ورنہ بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔

مذکورہ بالا خلاف شرع صورتوں میں تو ہر مسلمان کو بالخصوص اُن قریبی اعزاء واقرباء کو جن کا تعلق مرد اور عورت سے ہو روکنے کا حق حاصل ہے بلکہ بقدر استطاعت ایسے نکاح کا روکنا واجب ہے۔ لیکن اگر رضامندی شرعی احکام اور قاعدے کے موافق ہو تو عورت مرد کو نکاح سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

ذٰلِكَ	يُوْعَظُ	بِهٖ	مَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	ذٰلِكُمْ	اَزْكٰى	لَكُمْ
یہ	نصیحت کی جاتی ہے	اس سے	جو	ہو	تم میں سے	ایمان رکھتا	اللہ پر	اور	یوم آخرت	یہی	زیادہ ستھرا	تمہارے لئے

اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے

وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

وَاَطْهَرُ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ
اور زیادہ پاکیزہ	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم	نہیں	جانتے

زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

تین نصیحتیں: یہاں آیت کے اخیر میں تین جملہ ارشاد فرمائے گئے ہیں:۔

۱-ایک یہ کہ احکام ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس میں اشارہ اس طرف فرمادیا گیا کہ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی ان احکام الٰہیہ کا پورا پابند ہو۔ اور جو لوگ ان احکام طلاق و نکاح کے اتباع میں کوتاہی یا اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ ان کے ایمان میں خلل ہے۔

۲-دوسرے جملہ میں فرمایا گیا کہ ان احکام کی پابندی تمہارے لئے پاکی اور صفائی کا ذریعہ ہے۔ اس میں صاف اشارہ ہو گیا کہ ان احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ گناہوں کی نجاست میں آلودگی اور فتنہ و فساد ہے احکام الٰہیہ کا ماننا اور ان پر عمل پیرا ہونا سبب ہے گناہوں سے پاک ہونے کا اور پاک رہنے کا تو ایسے موقع پر جبکہ مرد وعورت باہم ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں تو وہاں صفائی اور پاکی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جائے ورنہ خرابی اور فتنہ فساد اور آلودگی کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ خفیہ تعلقات پیدا نہ کرلیں جس سے بدنامی۔ عزت کی بربادی اور وبال دنیوی و اُخروی دونوں گردن پر رہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کا نکاح باہم ہونے دیا جائے۔ کیونکہ اگر جوان لڑکیوں کو مطلقاً نکاح سے روکا گیا تو ایک طرف تو اُن پر ظلم اور ان کی حق تلفی ہے دوسری طرف ان کی عفت وعصمت کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اور خدانخواستہ اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہوئے تو اس کا وبال اُن لوگوں پر بھی ہوگا جنہوں نے ان کو شرعی نکاح سے روکا۔

۳-تیسرے جملہ میں ارشاد فرمایا کہ تمہاری مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم نہیں جانتے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں اور فائدوں سے خوب واقف ہیں ان کی رعایت کر کے احکام دیتے ہیں۔ اسلئے تمہارا بھلا اور بہتری اسی میں ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور دیئے ہوئے احکام کی دیانتداری سے پوری پابندی کرو ورنہ اس کے خلاف کرنے میں مضرت گمراہی اور ہلاکت ہی ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے اور ہر حال میں آپ کی اطاعت پر آمادہ رکھے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

وَالْوَالِدٰتُ	يُرْضِعْنَ	اَوْلَادَهُنَّ	حَوْلَيْنِ	كَامِلَيْنِ	لِمَنْ	اَرَادَ	اَنْ يُّتِمَّ	الرَّضَاعَةَ
اور مائیں	دودھ پلائیں	اپنی اولاد	دوسال	پورے	جو کوئی	چاہے	کہ وہ پوری کرے	دودھ پلانے کی اجازت

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کیلئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا

وَعَلَى	الْمَوْلُوْدِ لَهٗ	رِزْقُهُنَّ	وَكِسْوَتُهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	لَا تُكَلَّفُ	نَفْسٌ	اِلَّا	وُسْعَهَا
اور پر	جس کا بچہ باپ	ان کا کھانا	اوران کا لباس	دستور کے مطابق	نہیں تکلیف دی جاتی	کوئی شخص	مگر	اس کی وسعت

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ

	لَا تُضَآرَّ	وَالِدَةٌ	بِوَلَدِهَا	وَلَا	مَوْلُوْدٌ لَّهٗ	بِوَلَدِهٖ	
	نہ نقصان پہنچایا جائے	ماں	اسکے بچہ کے سبب	اور نہ	جس کا بچہ باپ	اسکے بچہ کے سبب	

نہ پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے

بچہ کی پرورش سے متعلق دستورالعمل

طلاق کے بعد اکثر و بیشتر یہی دیکھا جاتا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان ایک قسم کی عداوت اور منافرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ عورت کی گود میں شیر خوار بچہ بھی ہو۔ کبھی مرد یہ چاہتا ہے کہ بچہ کو ماں سے چھین کر کسی اور عورت سے دودھ پلوائے اور اس طرح غریب ماں کو فراق میں تڑپائے اور کبھی عورت بچہ کو دودھ پلانے سے اس لئے انکار کرتی ہے کہ ظاہر میں مرد کے پاس کوئی دودھ پلانے والی دوسری عورت موجود نہیں۔ مرد مجبور ہو کر میری خوشامد کرے گا۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مناسب اور معتدل احکام بیان فرما دیئے کہ جو مرد عورت دونوں کے لئے مناسب اور سہل ہیں۔ چنانچہ آیت کے اس حصہ کی روشنی میں حسب ذیل شرعی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: پوری مدت رضاعت یعنی بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو بچہ کا حق ہے کہ یہ مدت پوری کی جائے۔ البتہ قرآن کریم کی دوسری آیت وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (پ ۲۶ - سورۃ احقاف) کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر تیس مہینے یعنی ڈھائی سال کے عرصہ میں بھی دودھ پلا دیا تو احکام رضاعت کے ثابت ہو جائیں گے اور اگر بچہ کو کمزوری وغیرہ کے عذر سے ایسا کیا گیا تو گناہ بھی نہ ہوگا لیکن ڈھائی سال پورے ہونے کے بعد بچہ کو ماں کا دودھ پلانا باتفاق حرام ہے۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

مسئلہ: ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ہو تو اسکے ذمہ عند اللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلا دے جبکہ وہ منکوح ہو یا عدت میں ہو اور اجرت لینا دودھ پلانے کی ایسی ماں کو درست نہیں۔

مسئلہ: اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر چکی تو اب مطلقہ عورت پر بلا اُجرت دودھ بچہ کو پلانا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو سمجھا جائے گا کہ یہ غالباً معذور ہوگی اس لئے اس پر جبر نہ کیا جاوے گا۔ البتہ اگر بچہ کسی اور کا دودھ لیتا ہی نہیں۔ نہ اُوپر کا دودھ پیتا ہے تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا کہ بچہ کو دودھ پلائے۔

مسئلہ: ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اسکے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں تو باپ کو جائز نہیں کہ اس کو پلانے نہ دے اور دوسری انّا کا پلوائے اور اس طرح ماں کو بچہ سے جدا کرے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

وَتَشَاوُرٍ	مِنْهُمَا	عَنْ تَرَاضٍ	فِصَالًا	أَرَادَا	فَإِنْ	ذٰلِكَ	مِثْلُ	الْوَارِثِ	وَعَلَى
اور باہم مشورہ	دونوں سے	آپس کی رضامندی سے	دودھ چھڑانا	دونوں چاہیں	پھر اگر	یہ۔اس	ایسا	وارث	اور پر

اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور مشورہ سے تو دونوں پر

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوْا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ

فَلَا جُنَاحَ	أَوْلَادَكُمْ	تَسْتَرْضِعُوْا	أَنْ	أَرَدْتُّمْ	وَإِنْ	عَلَيْهِمَا	جُنَاحَ	فَلَا
تو گناہ نہیں	اپنی اولاد	تم دودھ پلاؤ	کہ	تم چاہو	اور اگر	ان دونوں پر	گناہ	تو نہیں

کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی

عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا

بِمَا	اللّٰهَ	أَنَّ	وَاعْلَمُوْا	اللّٰهَ	وَاتَّقُوا	بِالْمَعْرُوْفِ	آتَيْتُمْ	مَا	سَلَّمْتُمْ	إِذَا	عَلَيْكُمْ
سے۔جو	اللہ	کہ	اور جان لو	اللہ	اور ڈرو	دستور کے مطابق	تم نے دیا تھا	جو	تم حوالہ کردو	جب	تم پر

گناہ نہیں جب کہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

بَصِيْرٌ	تَعْمَلُوْنَ
دیکھنے والا	تم کرتے ہو

کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مرجاوے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مال کا مالک ہے تب تو اُسی مال میں اس کا خرچ ہوگا اور اگر مالک مال کا نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں۔ اور محرم ہونے کے علاوہ وہ شرعاً اس کے مستحق میراث بھی ہیں ان کے ذمہ اس کا خرچہ ہوگا۔

مسئلہ: جبکہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اُجرت مانگتی ہے تو باپ اگر دوسری انا سے اتنی ہی اُجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے۔ دوسری انا سے پلوانے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر دوسری انا اس ماں سے کم اُجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود پلائے۔

مسئلہ: اگر بچہ کے ماں باپ دونوں کی آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے یہ ارادہ کریں کہ بچہ کو مدت رضاعت یعنی دو سال سے کم ہی میں دودھ چھڑا دیں خواہ ماں کی معذوری کے سبب یا بچہ کی بیماری کے سبب تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ: انا یعنی جس عورت کو دودھ پلانے پر رکھا جائے۔ اُس سے معاملہ تنخواہ یا اُجرت کا پوری صفائی کے ساتھ طے کرلیا جائے۔

اخیر میں پھر قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز اور اسلوب کے ساتھ قانون پر عمل کو آسان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف اور اسکے علم محیط کا تصور سامنے کردیا اور فرمایا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

وَالَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ	أَزْوَاجًا	يَّتَرَبَّصْنَ	بِأَنْفُسِهِنَّ	أَرْبَعَةَ	أَشْهُرٍ
اور جو لوگ	وفات پا جائیں	تم سے	اور چھوڑ جائیں	بیویاں	وہ انتظار میں رکھیں	اپنے آپ کو	چار	مہینے

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن

وَّعَشْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ أَنْفُسِهِنَّ

وَّعَشْرًا	فَإِذَا	بَلَغْنَ	أَجَلَهُنَّ	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	فَعَلْنَ	فِيْٓ	أَنْفُسِهِنَّ
اور دس دن	پھر جب	وہ پہنچ جائیں	اپنی مدت عدت	تو نہیں گناہ	تم پر	میں۔ جو	وہ کریں	میں	اپنی جانیں اپنے حق

پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں

بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾

بِالْمَعْرُوْفِ	وَاللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ
دستور کے مطابق	اور اللہ	جو تم کرتے ہو اس سے	باخبر

قاعدے کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں

بیوہ ہونے والی عورت کی عدت

عورت کی عدت تین طرح کی ہوتی ہے:-(۱) عدت طلاق۔ اس کے حکم اور مدت کا بیان گذشتہ آیت نمبر ۲۲۸ میں ہو چکا ہے۔ (۲) عدت اس حاملہ عورت کی جس کا شوہر مر گیا ہو۔ اس کا حکم سورۂ طلاق۔ پارہ نمبر ۲۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ حاملہ کی عدت بچہ کی ولادت تک ہے۔ (۳) عدت وفات۔ جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ عورت حاملہ بھی نہ ہو اُس کا بیان اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

عرب میں زمانۂ جاہلیت میں عدت کی رسم سال بھر تک کی تھی اور شروع اسلام میں بھی عورتوں کے لئے یہی ایک سال کی عدت کا حکم تھا۔ یہ ایک سالہ عدت کا حکم اس آیت زیر تفسیر و تشریح کے حکم سے منسوخ ہو گیا۔ اور اب بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہو گئی کہ اس چار ماہ دس دن کے عرصہ میں بیوہ نکاح اور زیب و زینت اور بناؤ سنگار خوشبو وغیرہ کے استعمال سے الگ رہیں اور بغیر ضرورت خاص اس گھر سے باہر نہ نکلیں جس گھر میں شوہر نے وفات پائی ہے تاکہ نکاح سابق کی عزت و حرمت کا بقا اور عورت کا شوہر سے محبت کے جذبات کا مظاہرہ ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ شوہر کا بچہ شکم میں ہے یا نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت بدل جائے گی اور وضع حمل تک اُس کا عدت کا زمانہ ہو گا۔ اور جب عدت مقررہ کا زمانہ ختم ہو جائے تو اب عورت کے ورثا یا قریبی عزیز و رشتہ دار کسی کو حق نہیں کہ بیوہ کو اس کے شخصی تصرف اور ذاتی استحقاق نکاح سے روکے۔ تو گویا یہاں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کا حکم بیان ہوا ہے کہ عدت کے بعد اگر وہ اپنی مرضی سے کسی سے شرعی عقد کرنا چاہے تو اس بیوہ کے والی وارث کو اس سے نہیں روکنا چاہیے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ زندگی ہو یا موت ہو ہر حال میں ہم کو اتباع قرآنی اور شریعتِ اسلامیہ کے احکام کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ

وَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	عَرَّضْتُمْ	بِهٖ	مِنْ خِطْبَةِ	النِّسَآءِ	اَوْ	اَكْنَنْتُمْ
اور نہیں گناہ	تم پر	میں۔جو	اشارہ میں	اس سے	پیغام نکاح	عورتوں کو	یا	تم چھپاؤ

اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جو ان مذکورہ عورتوں کو (جو کہ عدت وفات میں ہیں) پیغام (نکاح) دینے کے بارہ میں کوئی بات اشارۃً کہو یا اپنے دل

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ	عَلِمَ اللّٰهُ	اَنَّكُمْ	سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ	وَلٰكِنْ	لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ	سِرًّا	اِلَّآ اَنْ
اپنے دلوں میں	جانتا ہے۔اللہ	کہ تم	جلد ذکر کرو گے ان سے	اور لیکن	نہ وعدہ کرو ان سے	چھپ کر	مگر یہ کہ

میں پوشیدہ رکھو اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے لیکن ان سے نکاح کا وعدہ مت کرو مگر یہ کہ کوئی

تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ

تَقُوْلُوْا	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا	وَلَا	تَعْزِمُوْا	عُقْدَةَ	النِّكَاحِ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	الْكِتٰبُ	اَجَلَهٗ
تم کہو	بات	دستور کے مطابق	اور نہ	ارادہ کرو	گرہ	نکاح	یہاں تک	پہنچ جائے	عدت	اس کی مدت

بات قاعدہ کے موافق کہو اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جائے

عدت کے اندر پیغام نکاح سے متعلق ہدایات

آیت میں ایسی عورتوں سے جو کہ عدت کے زمانہ میں ہواُن سے نکاح ثانی یا نکاح کا وعدہ یا نکاح کا پیغام کے احکام بتلائے گئے ہیں اور وہ یہ کہ عدت کے اندر اندر نکاح۔ نکاح کا وعدہ اور نکاح کا صریح پیغام تو جائز نہیں۔ البتہ نکاح کا اشارہ اور کنایہ جائز ہے اور وجہ اس حکم کی ظاہراً یہی ہے کہ کسی کے مرتے ہی اس کی بیوہ سے نکاح کا پیغام دینا ایک طرح کی بے مروتی ہے۔ گویا کہ پیغام دینے والا اُس کی موت کا منتظر تھا۔ اور اسی طرح عدت کے اندر عورت کا نکاح کے متعلق گفتگو کرنا بے وفائی پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے شوہر کے مرتے ہی اس کے حق رفاقت کو بھول گئی اور سابق نکاح کی عزت وحرمت کا کوئی لحاظ نہ کیا کہ جس کے گھر میں عدت گذار رہی ہے اور جس کی میراث تقسیم کرا رہی ہے۔ اس کے مرتے ہی نکاح کی بات چیت کر رہی ہے گویا کہ یہ عورت اپنے شوہر کے مرنے ہی کی منتظر تھی۔ پھر انسانی فطرت کے جو تقاضے ہیں اور جو مرد وعورت ہیں قدرتاً ودیعت کئے گئے ہیں ان کی رعایت بھی اس دین فطرت میں ضروری ہے۔ اس لئے اس آیت میں ان امور کی بابت جامع احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں۔ دو زبان کے اور دو دل کے اور ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔

اوّل: زبان سے تصریحاً اور بالکل کھلے الفاظ میں بیوہ کو پیغام نکاح دینا یہ ناجائز اور حرام ہے۔ دوم: زبان سے اشارۃً وکنایۃً کہنا یہ جائز اور اس کی اجازت ہے۔ سوم: دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی یعنی عدت کے اندر ہی نکاح کرلیں گے یہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور ارادہ حرام کا حرام ہے۔ چہارم: دل سے یہ ارادہ کرنا کہ عدت کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِيْٓ	اَنْفُسِكُمْ	فَاحْذَرُوْهُ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
اور جان لو	کہ	اللہ	جانتا ہے	جو	میں	اپنے دل	سو ڈرو اس سے	اور جان لو	کہ	اللہ	بخشنے والا	تحمل والا

اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں حلیم بھی ہیں

ناجائز ارادہ سے بچتے رہو

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی بات کو بھی جانتا ہے لہٰذا تم ناجائز ارادہ سے بھی بچتے رہو اور اگر کوئی ناجائز ارادہ ہو گیا ہے اور کسی خاتون کی عدت کے دوران پیغام نکاح کے بارے میں شرعی حدود کے خلاف کا دل میں ارادہ بھی ہوا ہے تو اس سے توبہ کرلو' اللہ بخشنے والا ہے' اور وہ حلیم ہے مہلت دیتا ہے' اگر گناہ پر فوراً عتاب نہ ہو تو غافل اور مطمئن نہ ہو جاؤ۔ اس لئے اگر اس بارے میں کر چکے ہو تو ابھی تلافی و استغفار کا پورا موقعہ باقی ہے۔ اللہ' اللہ مسلمان خاتون کی عصمت کے تحفظ کا دین اسلام میں کس قدر کامل اہتمام ہے۔

نافرمانی سے بچنے کا نسخہ:

اگر کسی کو یہ ہر وقت مستحضر رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر فعل اور حرکت و سکون کے دانا و بینا ہیں اور ہماری نیتوں اور دلوں کے راز اور بھید سے واقف ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی تو گرفت ہو گی اور سزا ملے گی تو کوئی نافرمانی اور بدعملی قصداً اور عمداً صادر نہ ہونے پائے اور قرآن کریم بار بار اسی جذبۂ احساس کو بیدار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی اور کسی منزل میں بھی اس امر سے غافل نہ ہو چنانچہ یہاں بھی آیت کے اخیر میں فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

یعنی تم یقین رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں مخفی ہے خداوند تعالیٰ اُس سے بھی واقف ہے لہٰذا تم کو اس سے خوف کرنا چاہیے اور عورتوں کے متعلق بدنیتی دل میں نہ رکھنی چاہیے اور نہ اُن سے بدمعاملگی برتنا چاہیے اور احکام خداوندی کی پوری پوری فرمانبرداری اور پابندی کرنی چاہیے۔ اور خداوند تعالیٰ کے تحمل اور پردہ پوشی سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے اور سزا میں تاخیر ہو تو دلیر نہ ہونا چاہیے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف اور ڈر اُتار دے کہ جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔

یا اللہ! ہمارے ذمہ جو حقوق آپ نے لازم کر دیئے ہیں ان کو بجا آوری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ہماری عورتوں اور بچوں کو بھی اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ صادق عطا فرما اور ان کو شریعت اسلامیہ کی پوری پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! اس قوم اور ملک کو جملہ قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

لَاجُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	مَالَمْ	تَمَسُّوْهُنَّ	اَوْ	تَفْرِضُوْا	لَهُنَّ
نہیں گناہ	تم پر	اگر	تم طلاق دو	عورتیں	جو نہ	تم نے انہیں ہاتھ لگایا	یا	مقرر کیا	ان کیلئے

تم پر کچھ مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے

فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا

فَرِيْضَةً	وَمَتِّعُوْهُنَّ	عَلَى	الْمُوْسِعِ	قَدَرُهٗ	وَعَلَى	الْمُقْتِرِ	قَدَرُهٗ	مَتَاعًا
مہر	اور انہیں خرچ دو	پر	خوش حال	اس کی حیثیت	اور پر	تنگدست	اس کی حیثیت	خرچ

اور ان کو فائدہ پہنچاؤ صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم

بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُحْسِنِيْنَ	وَاِنْ	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ	مِنْ قَبْلِ	اَنْ
دستور کے مطابق	لازم	پر	نیکوکار	اور اگر	تم انہیں طلاق دو	پہلے	کہ

کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر۔ اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

تَمَسُّوْهُنَّ	وَقَدْ فَرَضْتُمْ	لَهُنَّ	فَرِيْضَةً	فَنِصْفُ	مَا	فَرَضْتُمْ	اِلَّآ	اَنْ	يَّعْفُوْنَ
انہیں ہاتھ لگاؤ	اور تم مقرر کر چکے ہو	ان کیلئے	مہر	تو نصف	جو	تم نے مقرر کیا	سوائے	یہ کہ	وہ معاف کردیں

ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف ہے مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

اَوْ	يَعْفُوَا	الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	عُقْدَةُ النِّكَاحِ	وَ	اَنْ	تَعْفُوْا	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى
یا	معاف کردے	وہ جو	اس کے ہاتھ میں	نکاح کی گرہ	اور	اگر	تم معاف کردو	زیادہ قریب	پرہیزگاری کے

یا یہ کہ وہ شخص رعایت کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے اور تمہارا معاف کر دینا تقوی سے زیادہ قریب ہے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

وَلَا تَنْسَوُا	الْفَضْلَ	بَيْنَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
اور نہ بھولو	احسان کرنا	باہم	بیشک	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

متاع کا مطلب

یہاں آیت میں لفظ مَتِّعُوْهُنَّ فرمایا گیا ہے جس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے "ان کو فائدہ پہنچاؤ"۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علمائے مفسرین نے اس سے مراد کم از کم تین کپڑے یعنی ایک جوڑہ لیا ہے۔ لیکن یہ حکم سب مردوں کے لئے یکساں نہیں ہے بلکہ مالی حالت کے اعتبار سے ہے۔ حضرت حسنؓ کو یہ صورت پیش آئی تھی اور آپ نے دس ہزار درہم یا بیس ہزار درہم دیئے تھے۔

مطلقہ خاتون کیلئے مہر کا قانون

پہلی آیت نمبر ۲۳۶ میں حسب ذیل مسائل ہیں۔

(۱) اگر کسی عورت کو قربت وخلوت صحیحہ کے قبل مرد طلاق دے دے اور مہر بوقت نکاح متعین نہ ہوا ہو تو مہر دینا کچھ نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑہ تین کپڑوں کا دینا واجب ہے۔

(۲) اس جوڑہ میں مرد کی حیثیت معتبر ہے یعنی مرد کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق جوڑہ دینا ہوگا۔

دوسری آیت سے متعلقہ مسئلہ یہ ہوا کہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور اس کو قربت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا نصف مرد کے ذمہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ البتہ عورت اگر معاف کردے یا مرد پورا مہر دیدے تو یہ اختیاری بات ہے۔

عورتوں کے معاملہ میں احسان ومروت کی تعلیم

یہاں پہلی آیت کے خاتمہ پر حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ (یعنی یہ لازم ہے نیکی کرنے والوں پر) اور دوسری آیت کے خاتمہ پر وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (یعنی آپس میں احسان اور رعایت کرنے سے غفلت مت کرو) فرما کر تلقین فرمائی گئی اور لطیف اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ عورتوں کے حقوق میں جہاں تک ہو سکے مرد کو رعایت اور احسان سے کام لینا چاہیے۔ اور یہ قرآنی تعلیمات کے خواص میں سے ہے کہ طلاق کے موقع پر بھی جو مرد وعورت کے تعلقات کے اختتام اور انقطاع کا نام ہے۔ باہمی حسن سلوک۔ مروت اور رعایت کی تعلیم دی جاتی ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوا کہ حالت طیش اور ناگواری میں بھی لحاظ تقویٰ اور حسن اخلاق اور عفو واحسان کا معاملہ رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قرآن کریم کے تعلیم کردہ اخلاق سے مزین فرمائیں اور ہر ناگواری کے موقع پر حسنِ اخلاق اور عفو واحسان برتنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وَلَا تَنْسَوُا: میں نسیان بھول کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں ہے کیونکہ بھول تو غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی نسیان کی مذمت کی گئی ہے تو وہاں یہی اختیاری ترک مراد ہے یا غفلت برتنا مراد ہے۔ اسی لئے بھول جانے کی تین قسمیں بتلائی گئی ہیں کہ ایک بھول ضعفِ قلب کی وجہ سے ہوتی ہے، دوسری بھول غفلت سے ہوتی ہے اور تیسری بھول ارادہ سے ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے لہٰذا اس کے ہاں تمہاری کوئی نیکی خواہ وہ کسی درجہ یا کسی بھی موقع کی ہو ضائع نہیں ہوگی۔

غور کرو! کہ معاملات اور قانونی ضابطوں سے شریعت کے احکام کس قدر تاکیدی ہیں اور قرآن کریم کس طرح بار باران کی اہمیت جتلاتا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

(قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں)

خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

معاویہ ابن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے جواب دیا:

"بَانَتْ مِنْکَ بِثَلَاثٍ"

تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ (محلی ابن حزم ص ۱۷۱ ج ۱۰)

خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار

رَوٰی وَکِیْعٌ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٌ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیْ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ قَالَ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَأَتِیْ اَلْفًا فَقَالَ لَهٗ عَلِیٌّ بَانَتْ مِنْکَ بِثَلَاثٍ.

(محلی بن حزم ص ۱۷۳ ج ۱۰) (سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷) (زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲) (مصنف بن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۵) (ایضاً ص ۱۴ ج ۵) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳) (طحاوی شریف ص ۳۰ ج ۲)

حبیب ابن ابی ثابتؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں حضرت علیؓ کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ وہ طلاق ثلثہ کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ص ۲۳۵ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

مسروق اور علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی تھی (اور ایک دوسرے شخص سے جس نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دیں تھیں) فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم، عدوان اور زیادتی ہیں۔

(محلی ص ۱۷۲ ج ۱۰) (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۵) زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد منتخب تحقیقاتی کمیٹی

''مجلس ہیئت کبار العلماء'' کے سامنے ''طَلَّقَاتُ ثَلَاثٌ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ'' کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جسمیں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کیئے گئے پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا۔

مسلسل چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ ''ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگرچہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔ رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دیدے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔ اور اس طریقے پر طلاق دینا اگرچہ حرام وناجائز ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک وموقف چلا آرہا ہے''۔

جلالۃ الملک خادم حرمین حفظ اللہ نے جہاں توسیع حرمین، تزئین مدینہ، طباعت قرآن کریم، عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق ''طلقات ثلاث بلفظ واحد'' جیسے معرکۃ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید واحیاء نو فرما کر مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ **فجز اھم اللہ خیر الجزاء**

جو اس مسئلے سے اختلاف کر کے اکٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگرچہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اکٹھی تین طلاقوں ماننا صرف علماء احناف ہی کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ چاروں مذاہب کے آئمہ واصحاب

17 کے ہاں قطعی متفقہ ومسلمہ ہے۔

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ و موقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تیس تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ یَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِیْنَ وَلَا مِنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ الْمُعْتَمَدُ بِقَوْلِهِمْ فِی الْفَتَاوٰی فِی الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ شَیْءٌ صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلٰثَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ یُحْسَبُ وَاحِدَةً اِذَا سِیْقَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ذَکَرَهٗ اِبْنُ عَبْدُ الْهَادِیْ عَنْ اِبْنِ رَجَبْ رَحْمَهُ اللّٰه. (رسالہ ''الطلاق الثلاث'' ص ۳۶۶)

یہ پوری بحث اور متفقہ فیصلہ حکومت سعودیہ نے خود شائع کی ہے۔ غیر مقلدین اکثر مختلف فیہ مسائل میں اہل حرمین کے عمل کو بطور حجت پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ بھی علماء حرمین کا ہے اس لئے تمام امت مسلمہ کیلئے حجت ہے۔ (بحوالہ گلدستہ تفاسیر جلد اوّل)

نوٹ: اس مسئلہ پر تفصیلی مباحث دیکھنے کیلئے ادارہ کی مطبوعہ ''گلدستہ تفاسیر'' جلد اول دیکھی جائے

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنی زندگی کے تمام معاملات میں کتاب وسنت سے وابستہ رکھیں اور خصوصاً عورتوں کے حقوق اور معاملات میں ہمیں حسن اخلاق اور عفو واحسان کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے احسان اور سلوک کی توفیق نصیب ہو اور جملہ حقوق العباد کے معاملہ میں کوتاہی اور غفلت سے بچنا نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

حٰفِظُوْا	عَلَى الصَّلَوٰتِ	وَ	الصَّلٰوةِ	الْوُسْطٰى	وَ	قُوْمُوْا	لِلّٰهِ	قٰنِتِيْنَ
تم حفاظت کرو	نمازوں کی	اور	نماز	درمیانی نماز	اور	کھڑے رہو	اللہ کیلئے	فرمانبردار جمع

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے

معاملات وعبادات کا تعلق: نکاح' طلاق' عدت' مہر وغیرہ کے احکام کے درمیان نماز کی تاکید اور اہمیت کو اس لئے بیان فرمایا گیا کہ دنیا کے معاملات اور باہمی نزاعات میں پڑ کر کہیں خدا کی عبادت کو بندہ نہ بھلا بیٹھے اور اہل وعیال میں مشغول نماز سے غفلت کا سبب نہ ہو جائے۔

نکاح وطلاق کے مسائل جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے ساتھ حقوق اللہ کی تاکید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں معاشرت ومعاملات' قانون واخلاق' عبادات سے الگ نہیں اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

نماز کی' خصوصاً عصر کی نماز کی تاکید: ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ کام کاج میں لگ کر بعض لوگ عصر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کر دیتے تھے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جاتا اس وقت آیات مذکورہ نازل ہوئیں۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ دیگر اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی نماز میں اشارہ یا بات کر لیا کرتے تھے اس کی ممانعت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے نماز میں بولنا اور اشارہ کرنا ترک کر دیا۔

یہاں نماز کی محافظت اور نگرانی کا جو حکم دیا گیا ہے تو نمازوں کی حفاظت اور نگرانی کے معنی یہ ہیں کہ نمازوں کو اپنے وقتوں پر ادا کرنا اور نماز کے ارکان' واجبات' سنن اور مستحبات کا پورا پورا لحاظ رکھنا۔ پھر تمام نمازوں کی عموماً اور صلوٰۃ وسطیٰ کی محافظت کا خصوصاً حکم دیا گیا۔

صلوٰۃ وسطیٰ: صلوٰۃ وسطیٰ یعنی بیچ والی نماز سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس کے متعلق کثرت سے علمائے مفسرین کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں یعنی فجر وظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں یعنی مغرب و عشاء۔ تو اس بیچ والی نماز کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمائی گئی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی بھیڑ بھاڑ اور مشغولیت کا ہوتا ہے۔

نماز میں عاجزی: اور یہاں یہ جو فرمایا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے) اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے۔ اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی۔ اور وہ جو بعض احادیث میں ہے کہ نماز میں صحابہ یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اشارہ کیا یا بات کی یا چلے سو یہ سب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کی باتیں ہیں۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز کے اہتمام کی توفیق عطاء فرمائے' نماز دین کا ستون ہے سب سے پہلے اسی کی پوچھ ہوگی۔

یا اللہ ہمیں نماز کی پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ

فَاِنْ	خِفْتُمْ	فَرِجَالًا	اَوْ	رُكْبَانًا	فَاِذَا	اَمِنْتُمْ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَمَا	عَلَّمَكُمْ	مَا	لَمْ
پھر اگر	تمہیں ڈر ہو	تو پیادہ پا	یا	سوار	پھر جب	تم امن پاؤ	تو یاد کرو	اللہ	جیسا کہ	اس نے تمہیں سکھایا	جو	تم

پھر اگر تم کو (بحالت جنگ دشمن کا) اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو جو تم

تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

تَكُوْنُوْا	تَعْلَمُوْنَ
تم نہ تھے	جانتے

کو سکھلایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

حالت جنگ میں نماز: مطلب یہ ہے کہ لڑائی اور دشمن کے خوف کا وقت ہو تو مجبوراً سواری پر سوار ہونے کی حالت ہی میں اور پیدل کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست ہے خواہ قبلہ کی طرف ہونا نہ ہو۔ یعنی نماز کی محافظت حالتِ جنگ میں بھی ضروری ہے البتہ شریعت کے باقی احکام کی طرح یہاں بھی ماحول کی پوری گنجائش رکھی گئی ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایسی شدید حالت میں جب دشمن سے مقابلہ ہو اور جب کہ جانوں کی آپادھاپی پڑ رہی ہو اس وقت بھی نماز مؤخر نہیں کی گئی بلکہ نماز کھڑے کھڑے یا سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھے۔ اس وقت نہ رکوع و سجود کا لحاظ ضروری ہے نہ قبلہ رُو ہونے کا۔ البتہ اشارے سے نماز صحیح جب ہوگی جب ایک جگہ کھڑا ہو سکے اور اس میں سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے بہ نسبت رکوع کے اور اگر کھڑا رہنا بھی ممکن نہ ہو بلکہ چلنا پھرنا اور دوڑنا بھاگنا ہو رہا ہو تو نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب میں کیا تھا' بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ مشرکوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ سے روک دیا خدا ان کی قبر کو آگ سے بھر دے اور یہ واقعہ احزاب میں نماز عصر کا ہے' حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے اور کفارِ قریش کو برا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب کے قریب ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر وادیٔ بطحان کی طرف توجہ فرمائی اور آپ نے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا اس کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مغرب پڑھی۔

اور جب جنگ یا خوف کی حالت نہ ہو امن چین ہو جائے تو پھر انہیں ارکان و شرائط کا ساتھ نماز کی ادائیگی کا حکم ہے جو کہ نماز کے سلسلہ میں تعلیم کیے گئے ہیں یعنی قبلہ رُخ' رکوع' سجود قعود و قیام وغیرہ سب ضروری ہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی محافظت نماز کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کے قرب کا ذریعہ بنیں۔ یا اللہ ہماری نمازیں دین دنیا کو سوارنے والی ہوں۔ یا اللہ ہماری نمازیں ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت دلانے والی ہوں۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں نماز کی عظمت عطا فرما دے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى

وَالَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ	اَزْوَاجًا	وَّصِيَّةً	لِّاَزْوَاجِهِمْ	مَّتَاعًا	اِلَى
اور جولوگ	وفات پاجائیں	تم میں سے	اور وہ چھوڑ جائیں	بیویاں	وصیت	اپنی بیویوں کیلئے	نان نفقہ	تک

اور جولوگ وفات پاجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے ایک سال منتفع ہونے

الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

الْحَوْلِ	غَيْرَ	اِخْرَاجٍ	فَاِنْ	خَرَجْنَ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْ	مَا فَعَلْنَ	فِيْ	اَنْفُسِهِنَّ	مِنْ
ایک سال	بغیر	نکالے	پھر اگر	وہ نکل جائیں	تو نہیں	گناہ	تم پر	میں	جو وہ کریں	میں	اپنے حق	سے

کی اس طور پر کہ گھر سے نہ نکالی جاویں ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اُس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں کریں

مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ	مَعْرُوْفٍ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں	دستور	اور اللہ	غالب	حکمت والا

بیوہ کی عدت اور نان نفقہ وغیرہ

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں بیوہ کی عدت کا دستور ایک سال تک کا تھا۔ بعض وارثین بیچاری بیوہ کو دورانِ عدت ہی میں گھر سے نکال باہر کرتے تھے اور نان نفقہ کچھ نہ دیتے تھے۔ وہ بیوہ اس زمانہ عدت میں نہ تو جدید نکاح کر سکتی تھی اور نہ اس کی معاش کا کوئی ذریعہ ہوتا تھا۔ شروع اسلام میں بھی عورت کی عدت ایک سال تھی اور عورت کے لئے اس وقت تک کوئی میراث نہ تھی۔ پھر اسلام میں بعد میں بیوہ کی عدت کا زمانہ چار ماہ دس روز مقرر ہوا جیسا کہ اسی سورۃ کے گذشتہ رکوع آیت نمبر ۲۳۴ میں حکم تھا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینہ دس دن) اُس وقت آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی اور بیوہ کا کوئی شرعی حصہ ترکہ میں مقرر نہ ہوا تھا اس لئے یہ رعایت رکھی گئی کہ بیوہ اگر اپنے متوفی شوہر کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور متوفی شوہر کے ترکہ ہی سے سال بھر تک اس کو نان ونفقہ اور سکونت کا مکان ملے گا۔ کوئی ان کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا اس پہلی آیت زیر تفسیر میں اسی کا بیان ہے اور خاوندوں کو حکم تھا کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں۔ ہاں اگر چار ماہ دس روز عدت کرنے کے بعد بیوہ بقیہ ایام میں متوفی شوہر کے گھر میں نہ رہنا چاہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس مدت یعنی چار ماہ دس روز بعد جہاں چاہے چلی جائے اور جس سے چاہے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ جب آیت میراث نازل ہو گئی اور شوہر کے ترکہ میں سے بیوی کے لئے چوتھایا آٹھواں حصہ مقرر کر دیا گیا یعنی خاوند کی اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں متروکہ مال کا چوتھائی حصہ۔ تو سال بھر کے نفقہ اور سکونت کا حکم جو اس زیر تفسیر آیت میں تھا منسوخ ہو گیا چنانچہ جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک یہ آیت منسوخ الحکم ہے اور عدت والی آیت اور میراث والی آیت اس کی ناسخ ہیں۔

گویا اس حکم سے رسم جاہلیت کو باطل فرمایا۔ عورت کے حقوق کا تحفظ فرمایا۔ عورت کو مختار بنایا۔ اور آیت کے آخر میں وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ اللہ زبردست ہیں اُن کے حکم کے خلاف مت کرو اور حکمت والے ہیں کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ

اٰیٰتِهٖ	لَكُمْ	اللّٰهُ	یُبَیِّنُ	كَذٰلِكَ	الْمُتَّقِیْنَ	عَلَى	حَقًّا	بِالْمَعْرُوْفِ	مَتَاعٌ	وَلِلْمُطَلَّقٰتِ
اپنے احکام	تمہارے لئے	اللہ	واضح کرتا ہے	اسی طرح	پرہیزگار جمع	پر	لازم	دستور کے مطابق	نان نفقہ	اور مطلقہ عورتوں کیلئے

اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق مقرر ہوا ہے اُن پر جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

تَعْقِلُوْنَ	لَعَلَّكُمْ
سمجھو	تاکہ تم

بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم سمجھو

رخصتی کے بعد مطلقہ ہونے والیوں کا حق:

اس آیت میں طلاق دی ہوئی عورتوں کے متاع یعنی ان کو نفع پہنچانے کا بیان ہے۔

مطلقہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا حکم اسی رکوع کی ابتدائی آیات میں بھی آ چکا ہے۔ مگر وہاں صرف دو قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے احکام تھے۔

ایک وہ کہ جن کا نہ مہر مقرر ہوا ہو نہ اُن سے قربت کی نوبت آئی ہو۔

دوسرے وہ مطلقہ کہ جس کا مہر تو بوقت نکاح مقرر ہوا تھا مگر خلوت و قربت کی نوبت نہیں آئی اور طلاق ہوگئی یہاں آیت میں اُن طلاق والی عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا حکم ہے جن کو خلوت یا قربت کے بعد طلاق دی جائے سوان میں جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہیے اور جس کا مہر بوقت نکاح مقرر نہ ہوا ہو تو مرد پر مہر مثل واجب ہے یعنی جو اس عورت کے خاندان میں مہر رائج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق دی جائے' یہ نہ ہو کہ اسے ننگے سر اور ننگے پاؤں' بھوکا' پیاسا اسی وقت گھر سے نکال دیا جائے بلکہ ایک مدت تک اس کی ضرورتوں کی کفالت شوہر کے ذمہ ہے۔ فقہاء نے حدیث وسنت کی روشنی میں عدت کے عنوان سے ایک مدت مقرر کی ہے کہ اس میں کھانے پہننے اور رہنے سہنے کا انتظام شوہر پر واجب ہے۔

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ: جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح' طلاق' عدت وغیرہ کے احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور وفکر کرو اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! اپنے احکام کی عظمت ہمارے دلوں میں اُتار دے تاکہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں عموماً اور ازدواجی مسائل میں خصوصاً آپ کے احکام کی پابندی نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت عطا فرما۔ اور اپنے متقین بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللهُ مُوْتُوْا

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الَّذِيْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	وَهُمْ	أُلُوْفٌ	حَذَرَ	الْمَوْتِ	فَقَالَ	لَهُمُ	اللهُ	مُوْتُوْا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	نکلے	سے	اپنے گھر جمع	اور وہ	ہزاروں	ڈر	موت	سو کہا	انہیں	اللہ	تم مرجاؤ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کیلئے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمادیا کہ مرجاؤ

ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

ثُمَّ	أَحْيَاهُمْ	إِنَّ	اللهَ	لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى النَّاسِ	وَلٰكِنَّ	أَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَشْكُرُوْنَ
پھر	انہیں زندہ کیا	بیشک	اللہ	فضل والا	لوگوں پر	اور لیکن	اکثر	لوگ	شکر ادا نہیں کرتے

پھر ان کو جلا دیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

وَقَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللهِ	وَاعْلَمُوْا	أَنَّ	اللهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
اور تم لڑو	میں	راستہ	اللہ	اور جان لو	کہ	اللہ	سننے والا	جاننے والا

اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں

موت کو کوئی نہیں ٹال سکتا

یہاں تک جو مختلف قسم کے احکام بیان ہوئے ان میں سب سے زیادہ اہم اور نفس پر گراں دو حکم ہیں۔ایک جہاد و قتال کا۔دوسرا انفاق مال کا۔اور انسان کو احکامِ خداوندی کی اطاعت سے روکنے والی زیادہ تر دو ہی چیزیں ہیں۔ایک حب دنیا اور دوسرے کراہت موت اس لئے یہی دو چیزیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔اس لئے حق تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کی تاکید اور نصیحت کے لئے بنی اسرائیل کا ایک قصہ یہاں ذکر فرمایا۔

مشہور یہی ہے کہ یہ ایک بنی اسرائیل یعنی یہود کی جماعت تھی جو جہاد یا طاعون سے بھاگے تھے اور بھاگ کر جہاں پہنچے اور خیال کیا کہ اب ہم سلامتی کی جگہ پہنچ گئے۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے موت بھی وہیں پہنچ گئی اور سب کے سب جو ہزاروں کی تعداد میں تھے وہیں مر گئے۔پھر کچھ دنوں بعد اُس زمانہ کے پیغمبر کی دُعاء سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُن کو زندہ کر دیا۔تو اُمت محمدیہ کو یہ قصہ سنانے سے مراد یہ ہے کہ جہاد وغیرہ سے بسبب خوف موت کے نہ بھاگنا چاہیے اور موت و حیات سب قبضہ الٰہی میں سمجھنا چاہیے۔

الحاصل مقصود بیان ان آیات کا حکم الٰہی کے خلاف ورزی کرنے کی ممانعت۔قضا و قدر پر راضی رہنے کی صفاحت۔اس بات پر یقین رکھنے کی ہدایت کہ موت اور زندگی سب اللہ کے قبضہ میں ہے آئی ہوئی موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے۔اللہ قادر مطلق جس طرح مار سکتا ہے اُسی طرح زندہ بھی کر سکتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قضا و قدر پر یقین کامل اور رضا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کی تابعداری ہم کو نصیب فرما۔آمین

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ

مَنْ	ذَا	الَّذِيْ	يُقْرِضُ	اللّٰهَ	قَرْضًا حَسَنًا	فَيُضٰعِفَهٗ	لَهٗٓ	اَضْعَافًا	كَثِيْرَةً	وَاللّٰهُ
کون	وہ	جو کہ	قرض دے	اللہ	قرض اچھا	پس وہ اسے بڑھا دے	اسکے لئے	کئی گنا	زیادہ	اور اللہ

کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر کئی گنا کر دیوے اور اللہ کمی کرتے ہیں

يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

يَقْبِضُ	وَيَبْصُۜطُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ
تنگی کرتا ہے	اور فراخی کرتا ہے	اور اس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

اور فراخی کرتے ہیں اور تم اُسی کی طرف لے جائے جاؤ گے

فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی فضیلت

گذشتہ آیت میں خدا کی راہ میں جان دینے کا بیان تھا اب اس آیت میں مال دینے کا بیان ہے۔

یہاں جو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کو کہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا اس بات کے جتلانے کو کہ جس طرح قرض ادا کرنا ضرور ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دیں گے۔ اور کئی گنا زیادہ بڑھا کر دیں گے۔ جس کا بیان ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ ایک چھوارہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ اُحد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ اور شانِ نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب سات سو گنا ثواب والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی کہ اے رَبّ میری امت کو اور زیادہ دیجئے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اَضْعَافًا كَثِيْرَةً کا وعدہ فرمایا۔

حضرت ابوالدحداحؓ کا واقعہ

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابوالدحداحؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے تم کو جنت میں داخل کر دیں۔ حضرت ابوالدحداحؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس دو باغ ہیں۔ دونوں باغوں کو خدا تعالیٰ کے لئے قرض دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک باغ اللہ کے راستہ میں وقف کر دو اور دوسرا باغ اپنے اہل و عیال کے گذارۂ معاش کے لئے رہنے دو۔ حضرت ابوالدحداحؓ نے کہا ان دو باغوں میں سے جو بہترین باغ ہے جس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں اس کو میں اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کے عوض میں جنت میں باغ دے گا۔ حضرت ابوالدحداحؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر سیدھے اپنے اس باغ پر پہنچے جسے خدا تعالیٰ کی نذر کر آئے تھے۔ حضرت ابوالدحداحؓ کی بیوی حضرت اُمِ دحداحؓ اور بچے اسی باغ میں تھے اور بچے پھل کھا رہے تھے اور درختوں کے سایہ میں کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوالدحداح نے باغ سے باہر کھڑے ہی کھڑے اپنی بیوی کو آواز دی کہ بچوں کو لے کر باہر آ جاؤ۔ یہ باغ اپنے مولا کو قرض دے دیا۔ یہ باغ اب ہمارا نہیں رہا۔ اُمِ دحداحؓ نے شوہر کا یہ کلام سنتے ہی اول تو مبارکباد دی اور فرحت و خوشی کا اظہار کیا۔ بعد ازاں وہ بچوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بچے جو پھل دامنوں میں لے رہے تھے وہ دامن جھٹک دیئے اور جو کھجوریں بچوں کے منہ میں تھیں وہ انگلی ڈال کر نکال دیں اور بچوں سے کہا کہ اس باغ سے نکلو اور اُسے وقت دوسرے باغ میں منتقل ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہ معلوم ابوالدحداح کے لئے آخرت میں کتنے بے شمار کھجور کے لمبے درخت ہیں اور کتنے وسیع اور کشادہ محلات ہیں (یعنی جنت میں) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ

أَلَمْ تَرَ	إِلَى	الْمَلَإِ	مِنْ	بَنِي إِسْرَائِيلَ	مِنْ	بَعْدِ	مُوسَىٰ	إِذْ	قَالُوا	لِنَبِيٍّ لَهُمُ	ابْعَثْ
کیاتم نے نہیں دیکھا	طرف	جماعت	سے	بنی اسرائیل	سے	بعد	موسیٰ	جب	انہوں نے کہا	اپنے نبی سے	مقرر کردیں

اے مخاطب کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تحقیق نہیں ہوا، جبکہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے

لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

لَنَا	مَلِكًا	نُقَاتِلْ	فِي	سَبِيلِ اللَّهِ	قَالَ	هَلْ	عَسَيْتُمْ	إِنْ	كُتِبَ عَلَيْكُمُ	الْقِتَالُ
ہمارے لئے	ایک بادشاہ	ہم لڑیں	میں	اللہ کا راستہ	اس نے کہا	کیا	ہوسکتا ہے تم	اگر	تم پر فرض کی جائے	جنگ

لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں ان پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے کہ تم جہاد نہ کرو

أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ

أَلَّا تُقَاتِلُوا	قَالُوا	وَمَا لَنَا	أَلَّا	نُقَاتِلَ	فِي	سَبِيلِ اللَّهِ	وَقَدْ	أُخْرِجْنَا	مِنْ
کہ تم نہ لڑو	وہ کہنے لگے	اور ہمیں کیا	کہ نہ	ہم لڑیں گے	میں	اللہ کی راہ	اور البتہ	ہم نکالے گئے	سے

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے

دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَ

دِيَارِنَا	وَ	أَبْنَائِنَا	فَلَمَّا	كُتِبَ عَلَيْهِمُ	الْقِتَالُ	تَوَلَّوْا	إِلَّا	قَلِيلًا	مِنْهُمْ	وَ
اپنے گھر	اور	اپنی آل اولاد	پھر جب	ان پر فرض کی گئی	جنگ	وہ پھر گئے	سوائے	چند	ان میں سے	اور

فرزندوں سے بھی جدا کردیئے گئے ہیں پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل جماعت کے سب پھر گئے اور

اللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾

وَاللَّهُ	عَلِيمٌ	بِالظَّالِمِينَ
اور اللہ	جاننے والا	ظالموں کو

اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں

جہاد کی ترغیب کے لئے ایک اور واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد پھر جب اُن کی حالت بگڑی اور احکام الٰہیہ فراموش کردیئے اور تورات کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور بنی اسرائیل کی سرکشیاں بڑھتی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دشمنوں کو اُن پر مسلّط کردیا۔ چنانچہ اس قوم بنی اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن ایک کافر بادشاہ جالوت ان پر مسلط ہوا۔ اُن کے بہت سے ممالک جالوت نے فتح کرلئے۔ عورتوں اور

بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا اور ان پر جزیہ بھی مقرر کیا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ اُس وقت شموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ اُن سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دیجئے کہ اس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد فی سبیل اللہ کافروں سے کریں۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا ایسا نہ ہو کہ بادشاہ مقرر کر دیا جائے اور دشمنوں کی مدافعت تم پر فرض کر دی جائے اور پھر تم جنگ جہاد سے انحراف کر جاؤ۔ سب لوگوں نے پختہ عہد کر لیا تو حضرت شموئیل علیہ السلام نے بحکم خداوندی اُن پر طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ یہ ایک غریب محنتی آدمی تھے مگر نہایت قوی الجثہ اور ذی علم۔ بنی اسرائیلیوں نے اُن کو بادشاہ تسلیم کرنے پر اعتراضات کئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت کے جملہ احکام کے اتباع کی توفیق نصیب فرماویں۔ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی نصیحت و حکم جو فرمایا گیا ہے اس پر ہم کو کاربند بنائیں۔ شیطان کی گمراہیوں سے ہم سب کو کامل طور پر محفوظ رکھیں اور اپنی جملہ مخلوقات سے اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرماویں۔

یا اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے مالوں میں مسکینوں کے رکھے ہیں ہم کو ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو اور ہم آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے راستہ میں اپنا مال خوش دلی سے خرچ کرنے والے ہوں۔

یا اللہ شیطانی وسواس اور گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہر معاملہ میں ہم کو قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ

وَقَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَدْ بَعَثَ	لَكُمْ	طَالُوْتَ	مَلِكًا	قَالُوْٓا	اَنّٰى	يَكُوْنُ
اور کہا	انہیں	ان کا نبی	بیشک	اللہ	مقرر کردیا ہے	تمہارے لئے	طالوت	بادشاہ	وہ بولے	کیسے	ہوسکتی ہے

اور اُن لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے اُن کو ہم پر حکمرانی کا کیسے

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ

لَهُ	الْمُلْكُ	عَلَيْنَا	وَنَحْنُ	اَحَقُّ	بِالْمُلْكِ	مِنْهُ	وَلَمْ يُؤْتَ	سَعَةً	مِّنَ	الْمَالِ	قَالَ
اس کیلئے	بادشاہت	ہم پر	اور ہم	زیادہ حقدار	بادشاہت کے	اس سے	اور نہیں دی گئی	وسعت	سے	مال	اس نے کہا

حق حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ بہ نسبت اُن کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور اُن کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی اُن پیغمبر نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ

اِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰىهُ	عَلَيْكُمْ	وَزَادَهٗ	بَسْطَةً	فِي	الْعِلْمِ	وَالْجِسْمِ	وَاللّٰهُ	يُؤْتِيْ	مُلْكَهٗ
بیشک	اللہ	اسے چن لیا	تم پر	اور اسے زیادہ دی	وسعت	میں	علم	اور جسم	اور اللہ	دیتا ہے	اپنا ملک

اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں اُن کو منتخب فرمایا ہے اور علم و جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	
چاہیں دیں اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں جاننے والے ہیں	جسے	چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	

طالوت کی تقرری پر اعتراضات: طالوت کو بادشاہ مقرر کردینے پر بنی اسرائیل نے اعتراضات شروع کردیئے کہ طالوت کو ہم پر حکومت و سلطنت کا کیا حق ہے؟ طالوت کو مال و دولت کی فراخی حاصل نہیں نہ کوئی خاندانی وجاہت حاصل ہے نہ مالی عزت حاصل ہے۔ ایسے شخص کو ہمارا بادشاہ و سردار بنانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اللہ کے نبی نے ان کے اعتراضات کے جواب میں تفصیل سے بتلایا۔

اوّل: تو طالوت کی محض تمہارے نفع اور فائدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جس کو سلطنت کے لئے پسند فرمائیں اُس سے بڑھ کر کوئی شخص حکمرانی کا اہل نہیں ہوسکتا۔ دوسرے: یہ کہ سلطنت اور بادشاہت کا اصل مدار عقل سلیم اور جسم سلیم پر ہے۔ حسب نسب مال و دولت پر نہیں اور یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ نے طالوت کو عطا کی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب فہم و فراست کے ساتھ شجاعت و بہادری بھی مل جائیگی تو کارخانہ سلطنت نہایت خیر و خوبی کے ساتھ چلے گا۔ تیسرے: یہ کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہیں۔ ان کی عطا اور بخشش ہے جس کو چاہیں بادشاہی عطا کرتے ہیں اور غیب سے اس کی مدد فرماتے ہیں۔ چوتھے: یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت اور کشائش والے ہیں۔ ان کے خزائن کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ انہیں کسی فقیر کو امیر بنادینا کیا مشکل ہے۔ پانچویں: یہ کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کون بادشاہت کے لائق ہے اور کون اس کے لائق نہیں۔

فضیلت کا معیار دولت نہیں ہے: اس آیت کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دولتمندی کو فضیلت انسانی میں دخل نہیں۔ بلکہ وسعت علم اور جسمانی تندرستی اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات ہیں اور انہیں کے تفاوت سے انسانوں کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ

وَقَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اٰيَةَ	مُلْكِهٖ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	التَّابُوْتُ	فِيْهِ	سَكِيْنَةٌ	مِّنْ
اور کہا	انہیں	ان کا نبی	بیشک	نشانی	اسکی حکومت	کہ	آئیگا تمہارے پاس	تابوت	اس میں	سامانِ تسکین	سے

اور اُن لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجاوے گا جس میں تسکین کی چیز ہے

رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ

رَّبِّكُمْ	وَبَقِيَّةٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	اٰلُ مُوْسٰى	وَ	اٰلُ هٰرُوْنَ	تَحْمِلُهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اِنَّ	فِيْ
تمہارا رب	اور بچی ہوئی	اس سے جو	چھوڑا	آل موسیٰ	اور	آل ہارون	اٹھائیں گے اسے	فرشتے	بیشک	میں

تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ چھوڑ گئے ہیں اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾

ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
اس میں	نشانی	تمہارے لئے	اگر	تم	ایمان والے

تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو

طالوت کی سچائی کی معجزانہ دلیل

یہودیوں نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے کہا کہ اگر ہم طالوت کے من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی کوئی ظاہری علامت یا حجت مشاہدہ کرلیں تو ہمیں پوری طرح اطمینان ہو جائے اور ہمارا قلب اُن کی بادشاہت سے مطمئن ہو جائے۔ اس پر اللہ کے نبی نے اللہ کے حکم سے نشانی یہ بتلائی کہ وہ صندوق جو کبھی تمہارے پاس تھا اور جو جالوت تم سے چھین کر لے گیا تھا اور جس میں تمہارے لئے اطمینانِ قلب کا سامان ہے یعنی تورات کا اصل نسخہ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے وہ تابوت از خود بغیر تمہاری جدوجہد کے تمہارے پاس آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس صندوق کے طالوت کے پاس پہنچنے کا یہ سامان فرمایا کہ فلسطینی ایک جنگ میں یہ صندوق بنی اسرائیل سے چھین تو لے گئے تھے مگر جس دن سے وہ اس تابوت سکینہ کو چھین کر لائے اور جہاں لے جا کر رکھا وہیں کوئی وَبا۔ بڑی مصیبت یا بلا آ کر پڑی۔ لکھا ہے کہ ان کے پانچ شہر اسی طرح ویران ہو گئے۔ آخر انہوں نے عاجز آ کر یہ طے کیا کہ یہ صندوق (نعوذ باللہ) منحوس ہے اور اس نحوست کو دور کیا جائے اس کے لئے انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ایک بیل گاڑی میں اس صندوق کو رکھ کر بغیر کسی گاڑی بان کے اپنے ملک کی سرحد سے بیلوں کو ہانک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر فرشتوں کو متعین کردیا جو بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کے علاقہ میں لے آئے۔ اور طالوت کے مکان پر پہنچ کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ فرشتے اس صندوق کو ہوا میں اڑا کر لائے تھے اور لا کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔

بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر اور اپنا مقدس اور متبرک چھنا ہوا تابوت واپس پا کر بہت خوش ہوئے اور طالوت کی بادشاہی پر یقین کرلیا۔ اور ان کو اپنا امیر لشکر اور بادشاہ تسلیم کرلیا اور سب کے سب اُن کے ماتحت جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور جالوت سے جنگ کر کے اپنا ملکی حصہ واپس لیا۔

دُعاء کیجئے یا اللہ! دشمنانِ دین سے ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما اور اسلام اور ایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اور فتح نصیب فرما اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل و خوار فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ

فَلَمَّا	فَصَلَ	طَالُوتُ	بِالْجُنُودِ	قَالَ	إِنَّ	اللّٰهَ	مُبْتَلِيكُمْ	بِنَهَرٍ	فَمَنْ	شَرِبَ	مِنْهُ
پھر جب	باہر نکلا	طالوت	لشکر کے ساتھ	اس نے کہا	بیشک	اللہ	تمہاری آزمائش کرنیوالا	ایک نہر سے	پس جس	پی لیا	اس سے

پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص اس سے پانی پیوے گا

فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ

فَلَيْسَ	مِنِّي	وَمَنْ	لَمْ يَطْعَمْهُ	فَإِنَّهُ	مِنِّي	إِلَّا	مَنِ	اغْتَرَفَ	غُرْفَةً	بِيَدِهِ
تو نہیں	مجھ سے	اور جس	اسے نہ چکھا	تو بیشک وہ	مجھ سے	سوائے	جو	چلو بھرے	ایک چلو	اپنے ہاتھ سے

وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے تو اتنی رخصت ہے

بنی اسرائیل کا امتحان

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا حکمران مقرر کر دیا گیا اور انکے نبی کی خبر کے مطابق مذکورہ تابوت فرشتے لے کر آ گئے تو اب بنی اسرائیل کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی' اور جہاد کرنے کے لئے نکلنا پڑا۔ جب دشمن سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت طالوت نے اپنے لشکروں سے فرمایا کہ تم لوگوں کا امتحان ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو مبتلا فرمائے گا اور یہ ابتلاء اور امتحان ایک پانی کی نہر کے ذریعہ ہوگا' چونکہ گرمی سخت تھی اور پیاس سے بے تاب ہو رہے تھے اس لئے اکثر افراد امتحان میں ناکام ہو گئے۔ حضرت طالوت نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو اس میں سے چلو بھر پانی پینے تک تو بات ٹھیک ہے جس نے چلو بھر پانی پی لیا وہ تو میرا ساتھی ہے میرے آدمیوں میں ہے اور جس نے زیادہ پانی پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے میری جماعت میں اس کا شمار نہیں۔

نہر کون سی تھی

نہر سے مراد دریائے یردن (Jordan) ہے۔ اس کی لمبائی ۶۵ میل ہے البتہ پیچ وخم ملا کر ۲۰۰ میل ہے۔ فلسطین کے علاقہ میں اہم ترین دریا یہی ہے اور گویا ملک کی قدرتی سرحد کا کام بھی دیتا ہے۔ اس کا بہاؤ شمال سے جنوب کی جانب ہے اور یہ بحر خلیل اور بحر طبریہ سے ہوتا ہے۔ بحر مردہ (Deadsea) میں جا گرتا ہے۔ اس کا پانی شروع میں تو صاف' شفاف اور شیریں ہے لیکن آگے چل کر گدلا' بدبودار اور مضر صحت ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بغیر آزمائش کے کامیاب کردے اور اگر کوئی آزمائش آئے تو اپنے فضل سے ہمیں اس میں کامیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا

فَشَرِبُوا	مِنْهُ	إِلَّا	قَلِيلًا	مِّنْهُمْ	فَلَمَّا	جَاوَزَهُ	هُوَ	وَالَّذِينَ	آمَنُوا	مَعَهُ	قَالُوا
پھرانہوں نے پی لیا	اس سے	سوائے	چندایک	ان سے	پس جب	اس کے پار ہوئے	وہ	اور وہ جو	ایمان لائے	اسکے ساتھ	انہوں نے کہا

سوسب نے اس سے پینا شروع کردیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے ان میں سے سو جب طالوت اور جو مومنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا

لَا طَاقَةَ	لَنَا	الْيَوْمَ	بِجَالُوتَ	وَجُنُودِهِ	قَالَ	الَّذِينَ	يَظُنُّونَ	أَنَّهُمْ	مُّلَاقُوا
نہیں طاقت	ہمارے لئے	آج	جالوت کے ساتھ	اور اس کا لشکر	کہا	جو لوگ	یقین رکھتے ہیں	کہ وہ	ملنے والے

کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی ۔ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رُوبرو پیش ہونے والے ہیں

اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۲۴۹﴾

اللَّهِ	كَمْ	مِّن	فِئَةٍ	قَلِيلَةٍ	غَلَبَتْ	فِئَةً	كَثِيرَةً	بِإِذْنِ اللَّهِ	وَاللَّهُ	مَعَ	الصَّابِرِينَ
اللہ	بارہا	سے	جماعتیں	چھوٹی	غالب ہوئیں	جماعتیں	بڑی	اللہ کے حکم سے	اور اللہ	ساتھ	صبر کرنے والے

کہنے لگے کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آ گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں

اکثریت ناکام ہوگئی: چونکہ اکثر افراد نے خوب پانی پی لیا تھا اس لئے ان کے حوصلے پست ہوگئے اور جی چھوڑ بیٹھے اور ہمت ہار گئے اور کہنے لگے ہم تو آج اپنے دشمن جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ ہماری بساط نہیں کہ ہم ان سے لڑ سکیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ روانہ ہوئے تھے وہ ستر یا اسی ہزار تھے ان میں سے تھوڑے ہی سے رہ گئے جنہوں نے پانی نہیں پیا۔ جن لوگوں نے پانی نہیں پیا تھا انکی تعداد تین سو تیرہ لکھی ہے۔ یہ تھوڑا سا ایک چلو پانی جن لوگوں نے پیا اللہ تعالیٰ نے اتنے ہی پانی کو ان کے لئے کافی فرمادیا ان کی پیاسیں اس سے بجھ گئیں اور جن لوگوں نے ڈٹ کر پانی پی لیا تھا وہ وہیں نہر کے کنارے پھیل گئے اور بزدل ہو کر گر پڑے۔ جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ آگے بڑھے اور دشمن کی طرف پیش قدمی کی وہ دشمن کے مقابلے میں بہت تھوڑے تھے لیکن انہیں یقین تھا کہ ہمیں اللہ کے پاس جانا ہے۔ میدان جہاد سے بھاگنا مؤمن کا شیوہ نہیں۔ ہمیں جہاد کرنا ہی کرنا ہے۔ رہا ہماری جماعت کا کم تعداد ہونا تو اللہ کی مدد کی اُمید رکھنے والوں کے لئے یہ بات سوچنے کی نہیں ہے بہت سی کم تعداد جماعتیں بڑی بھاری تعداد والی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب ہوچکی ہیں۔ صبر و ثابت قدمی اللہ کی مدد کو لانے والی ہے۔

امتحان کی حکمت: ایسے موقع پر جوش و خروش میں بھیڑ بہت ہو جایا کرتی ہے لیکن وقت پر ثابت قدم رہنے والے کم ہوتے ہیں۔ اور اُس وقت ایسوں کا اُکھڑ جانا باقی لوگوں کے پاؤں بھی اُکھاڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فوج میں سے ایسے لوگوں کا علیحدہ کرنا منظور تھا اور اس کے لئے یہ امتحان مقرر کیا گیا کہ جو نہایت ہی مناسب ہے کیونکہ جنگ وقتال میں ضرورت استقلال اور جفاکشی کی ہوتی ہے۔ پیاس کی شدت کے وقت وافر پانی ملنے پر ضبط کرنا استقلال کی دلیل ہے اور اندھے باؤلوں کی طرح پانی پر جا گرنا بے استقلالی کی دلیل ہے۔

اس امتحان سے اور جو احوال واقوال اس قصہ میں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ طالوت کے لشکر میں تین قسم کے لوگ تھے ایک ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اُترے اور دوسرے کامل جو امتحان میں پورے اُترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور تیسرے اکمل جن کو قلت و کثرت کی کوئی فکر بھی نہ ہوئی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ أَقْدَامَنَا

وَلَمَّا	بَرَزُوْا	لِجَالُوْتَ	وَجُنُوْدِهٖ	قَالُوْا	رَبَّنَا	أَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَثَبِّتْ	أَقْدَامَنَا
اور جب	آمنے سامنے ہوئے	جالوت کے	اور اسکا لشکر	انہوں نے کہا	اے ہمارے رب	ڈال دے	ہم پر	صبر	اور جمادے	ہمارے قدم

اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم پر استقلال نازل فرمایئے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ

وَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	فَهَزَمُوْهُمْ	بِإِذْنِ اللّٰهِ
اور ہماری مدد کر	پر	قوم	کافر جمع	پھر انہوں نے شکست دی انہیں	اللہ کے حکم سے

اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے، پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دیدی

طالوت کی فوج کی میدانِ جنگ میں دُعاء

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب بنی اسرائیلیوں میں سے نافرمانوں اور بزدلوں کی ایک بڑی جماعت لشکر طالوت سے پیچھے رہ گئی اور صرف قلیل جماعت مؤمنین اور صادق الیقین کی اپنے امیر طالوت کے ساتھ جہاد اور مقابلہ کے لئے رہ گئی۔ اسی جماعت کا سردار اور سپہ سالار جالوت اس کے لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا اور اس مقابلہ کا انجام ونتیجہ ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے۔

یعنی جب وہ مؤمنین مجاہدین کھلے میدان میں جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے ہوئے تو چونکہ دشمن کی فوج بہت کثیر۔ قریب ایک لاکھ اور بروایتے تین لاکھ سواروں پر مشتمل تھی اور مؤمنین صرف تین سو تیرہ تھے اس لئے اُنہوں نے میدان میں نکل کر اپنی ہمت اور شجاعت پر نظر نہیں کی بلکہ خداوند ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ عالی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت عاجزی اور تضرع سے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ اے اللہ ہمیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی عطا کرنا اور کافروں کی اس فوج پر ہمیں فتح مند فرمانا۔ اس دعاء کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ غلبہ کیلئے چونکہ ثبات قدمی کی ضرورت ہے اس لئے پہلے اس کی دُعاء کی اور ثابت قدم رہنے کا مدار ثباتِ قلب پر ہے اسلئے اُس سے پہلے ثباتِ قلب کی دُعاء کی اور اخیر میں وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کی دعاء کی۔ ثبات قلب اور ثباتِ قدم کے بعد کافروں پر غلبہ تو قدرتی نتیجہ کے طور پر شاید حاصل ہو ہی جاتا لیکن مومنین عارفین کی نظر انتظامات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے۔

حضرت طالوت کی فتح

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعاء قبول فرمائی اور اُن کی مدد فرمائی اور اس صبر وتحمل اور اللہ پر اعتماد اور توکل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تھوڑے مؤمنین نے اللہ کی توفیق اور نصرت سے جالوت کی فوجوں اور لشکروں کو شکست دے دی۔ اسی کے متعلق دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔ ”پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دے دی۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تمام قسم کے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور فتح نصیب کرے یا اللہ ہم کمزور ہیں ہماری طاقت فقط آپ کی تائید ومدد ہے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں تو ہم فتحیاب ہوں گے یا اللہ ہماری مدد فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ

وَ	قَتَلَ	دَاوٗدُ	جَالُوْتَ	وَاٰتٰىهُ	اللّٰهُ	الْمُلْكَ	وَالْحِكْمَةَ	وَعَلَّمَهٗ	مِمَّا	يَشَآءُ
اور	قتل کیا	داؤد	جالوت	اور اسے دیا	اللہ	مُلک	اور حکمت	اور اسے سکھایا	جو	چاہا

اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت و حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا

جالوت کے قتل کی تفصیلات:

داؤد علیہ السلام ابھی کم سن نوجوان تھے اور اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے اور طالوت کے لشکر میں مع اپنے والد اور چھ بھائیوں کے شامل تھے اور اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ ابھی تک آپ کو نبوت نہیں ملی تھی۔ جب میدان کارزار سامنے آیا اور اور جالوت جو اپنے لشکر کا سپہ سالار اور سردار تھا اور انسان کیا تھا بلکہ دیو کے معلوم ہوتا تھا۔ وہ نہایت کروفر کے ساتھ زرہ اور خود پہن کر میدان میں آیا اور طالوت کے لشکریوں میں سے اپنا مقابل طلب کیا۔ داؤد علیہ السلام فقط تین پتھر اور ایک گوپھن لے کر آگے بڑھے اور یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو تلوار و گھوڑا اور ہتھیار بھی بیکار ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر وہ پتھر گوپھن میں رکھ کر جالوت کی پیشانی پر مارے جو ٹھیک اس کے دماغ پر لگا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ داؤد علیہ السلام نے فوراً اُسے کی تلوار نکال کر اس کا سر قلم کر دیا۔ جالوت کے قتل کو دیکھ کر اسی کی فوج اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی جماعت کو دشمن کی کثیر جماعت پر فتح نصیب فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا نبوت وسلطنت سے سرفراز ہونا:

طالوت نے اعلان یا ہوا تھا کہ جو جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کروں گا چنانچہ حسب وعدہ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد سے کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے طالوت کے انتقال کے بعد داؤد علیہ السلام کو سلطنت عطا کی۔ اور باتفاق بنی اسرائیل داؤد علیہ السلام اُن کے بادشاہ مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت کے ساتھ علم و حکمت یعنی نبوت سے بھی سرفراز فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں کہ جن میں بادشاہت اور نبوت دونوں جمع ہوئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دواؤد علیہ السلام کو بعض خاص معجزات عطا فرمائے مثلاً لوہے کو مثل موم کے آپ کے ہاتھ میں نرم کر دیا گیا کہ آپ بغیر آلات کے زرہیں بنالیتے تھے اور اُنہی کو فروخت کر کے آپ اپنا اور گھر والوں کا گذارا کرتے اور آپ کو خوش الحانی کا معجزہ عطا کیا اور پرندوں کی بولی اور زبان سکھائی اور اسی پر طالوت و جالوت کے قصہ کو ختم فرمایا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں تمام دشمنوں پر فتح نصیب فرمائے ہمارے ایمان کے دشمن ہماری جان کے دشمن اور ہمارے ملک کے دشمن۔ یا اللہ ان سب کو ناکام و نامراد کر ہمیں اپنی حفاظت اور مدد سے سرفرازی عطاء فرما غلامی و ذلت سے محفوظ فرمائی۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

وَلَوْ	لَا	دَفْعُ	اللّٰهِ	النَّاسَ	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لَّفَسَدَتِ	الْاَرْضُ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ
اور اگر	نہ	ہٹاتا	اللہ	لوگ	بعض لوگ	بعض کے ذریعہ	ضرور تباہ ہوجاتی	زمین	اور	لیکن	اللہ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں تو سرزمین فساد سے پُر ہوجاتی لیکن اللہ تعالیٰ

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ

ذُوْ فَضْلٍ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	تِلْكَ	اٰيٰتُ اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّكَ
فضل والا	پر	تمام جہان	یہ	اللہ کے احکام	ہم سناتے ہیں وہ	آپ پر	ٹھیک ٹھیک	اور بیشک آپ

بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور آپ بلاشبہ

لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ
ضرور۔ سے	رسول جمع

پیغمبروں میں سے ہیں

جہاد کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے جہاد کی عام حکمت و مصلحت یعنی حکومتوں کے انقلابات اور فتح و شکست کی تکوینی مصلحت اور حکمت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی قوم یا حکومت کی طرف سے دوسروں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و تشدد کو ختم کرنے کے لئے دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس طرح ظلم و تعدی اور شر و فساد سے زمین کو بچالیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ظالم و جابر کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو زمین شر و فساد کا گھوارہ بن کر رہ جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دنیا والوں پر بڑی مہربانی ہے کہ وہ ایسے انقلابات سے عدل و انصاف اور امن و سکون کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ قصہ طالوت و جالوت کے خاتمہ پر یہی حکمت و فوائد واضح فرمادی ہے۔

اثباتِ نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

چونکہ قرآن کے عظیم مقاصد سے اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ کسی مضمون سے مناسبت ہونے کا موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر بھی قصہ مذکورہ کے اخیر میں ارشاد ہوا:-

"یہ آیتیں جن میں یہ قصہ مذکور ہوا اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں"۔

یعنی ایسے قدیم گذشتہ واقعات کا صحیح صحیح علم جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں کیونکہ ان کا علم بغیر کسی سے سنے اور پڑھے سوائے وحی الٰہی کے نہیں ہوسکتا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہم کو صالح اور اہل قیادت و حکمت عطا فرما۔ یا اللہ! ہم کو اپنے اور دشمنان دین سے جہاد فی سبیل اللہ کا سچا جذبہ اور عزم نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

تِلْكَ الرُّسُلُ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے اُن میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے بعضے اُن میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو اُن میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا

تِلْكَ	الرُّسُلُ	فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	مِنْهُمْ	مَّنْ	كَلَّمَ	اللّٰهُ	وَرَفَعَ	بَعْضَهُمْ	دَرَجٰتٍ
یہ	رسول (جمع)	ہم نے فضیلت دی	انکے بعض	پر	بعض	ان سے	جس	کلام کیا	اللہ	اور بلند کئے	ان کے بعض	درجے

انبیاء و رسل علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فضیلت

گذشتہ آیات میں رسالت کا بیان تھا جب منکرین واضح دلائل اور شواہد کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہ کرتے تھے تو طبعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے یہاں تسلی کا مضمون ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی مختلف درجوں کے پیغمبر گذرے ہیں لیکن ایمان کا عام ہونا کسی بھی امت میں نہیں رہا کسی نے موافقت کی اور کسی نے انکار کیا چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ یعنی اگرچہ وصفِ نبوت و رسالت میں سب مشترک ہیں پھر بھی بعض کو بعض پر ایک خاص فضیلت دی ہے یعنی ہر رسول کو کسی خاص خصوصیت اور خاص فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے تا کہ ہر ایک کا فضل و کمال الگ الگ نظر آئے۔

الغرض یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی چنانچہ ان رسولوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوئی جیسے دنیا میں اُترنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو یا جیسے اس دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یا جیسے عالم بالا میں معراج شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ تعالیٰ نے بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی ہوا۔ کوئی ایک قریہ یا گاؤں کا نبی ہوا۔ کوئی ایک شہر یا ملک کا نبی ہوا اور کوئی تمام جہان کے جن و انس کے لئے تا قیامت نبی ہوئے جیسے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فضیلت کے بارے میں وضاحت

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی تمام انبیاء پر بدلائل نصوص ثابت ہے اور یہی عقیدہ رکھنا لازم ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا مبالغہ کہ جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی کسی درجہ میں تنقیص یا توہین ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔ اور اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبروں کے درمیان تفضیل اور مفاضلہ نہ کرو۔ اس سے ایسی ہی تفضیل کی ممانعت مراد ہے کہ جو دوسرے نبی کی تنقیص اور تحقیر کا سبب ہو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور ایمان و اسلام کے شرف سے نوازا۔

یا اللہ! ہم کو اس نعمت کا اہل بنا دے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ
اور ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے۔اور ہم نے اُنکی تائید روح القدس سے فرمائی

وَاٰتَيْنَا	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ	وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ
اور ہم نے دی	عیسیٰ	مریم کا بیٹا	کھلی نشانیاں	اور اسکی تائید کی ہم نے	روح القدس (جبرائیل) سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ واضح نشانیاں

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی نبوت ورسالت کی صریح اور واضح نشانیاں اور کھلے ہوئے معجزات عطا فرمائے جیسے مادرزاد نابینا کو اچھا کرنا۔ مردہ کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھ اور برص کے بیمار کو شفایاب کرنا وغیرہ اور فقط یہی نہیں بلکہ ایک امتیازی شان اور ان کو عطا فرمائی اور وہ یہ کہ روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی تائید وتقویت اور امداد کے لئے مامور فرمایا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جاتے حضرت جبرئیل علیہ السلام اُن کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اور یہود سے اُن کی حفاظت فرماتے۔ اسی طرح تمام انبیاء والمرسلین نے بحکم الٰہی دُنیا میں ہدایت پھیلائی۔ شر وفساد کا استیصال کیا۔ اور اشاعت توحید میں جان ومال سے دریغ نہ کیا۔ اور معجزات دکھا کر لوگوں کو راہ ہدایت اور راہِ توحید پر لائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

(وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ) اور عیسیٰؑ بن مریم کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات عطا کئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پالنے کے اندر ہی لوگوں سے باتیں کیں آپ مادرزاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کردیا کرتے تھے۔ آپ مردوں کو زندہ کردیتے تھے (اللہ کے حکم سے) اور آسمان سے آپ پر خوان اتارا گیا تھا۔ (وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں اس سے مراد فرشتہ اعظم حضرت جبرائیل ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے آیت سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑگئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے تمام فضائل اور کمالات کے باوجود بہر حال انسان ہی تھے اور وہ انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت اور مدد کے محتاج تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی حفاظت اور اُن کی تقویت کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی شکل میں ایک دوسری مخلوق جو کہ لطیف ہے اور عام طور پر نظر نہ آنے والی ہے وہ مقرر کردی۔

خصوصیت کیساتھ حضرت عیسیٰؑ کے ذکر کی وجہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنیکی وجہ یہ ہے کہ یہودی حد سے زیادہ آپ کی توہین کرتے تھے اور عیسائی آپ کی تعظیم میں بہت آگے بڑھ چکے تھے (نعوذ باللہ خدا کا بیٹا کہنے لگے تھے) (تفسیر مظہری)

دُعا کیجئے

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے ہمیں امت مسلمہ میں پیدا فرمایا اور ایمان واسلام کے شرف سے ہمیں نوازا یا اللہ ہمیں اس نعمت کی صحیح طور پر قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ! ہمیں ان تمام خصائل سے بچالیں جو یہود اور نصاریٰ نے آپ کے نبیوں کے ساتھ کئے اور مستحق غضب بنے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا جو لوگ ان کے بعد ہوئے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ اُن کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا

وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا	اقْتَتَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ بَعْدِ	هِمْ	مِنْ بَعْدِ	مَا جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَلٰكِنِ	اخْتَلَفُوْا
اور اگر	چاہتا اللہ	نہ	باہم لڑتے	وہ جو	بعد	اُن	بعد سے	جو (جب) آ گئی انکے پاس	کھلی نشانیاں	اور لیکن	انہوں نے اختلاف کیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ آپس میں قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں

فَمِنْهُمْ	مَّنْ	اٰمَنَ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	كَفَرَ	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا اقْتَتَلُوْا	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا يُرِيْدُ
پھر ان سے	جو کوئی	ایمان لایا	اور ان سے	کوئی	کفر کیا	اور اگر	چاہتا اللہ	وہ باہم نہ لڑتے	اور لیکن	اللہ	کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

اللہ چاہتا تو سب ایک ہی دین پر ہوتے

اگر اللہ کو منظور ہوتا تو اُمت کے جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد ہوئے کبھی دین میں اختلاف کر کے باہم قتل و قتال نہ کرتے اور سب اپنے نبی کی تعلیم پر قائم رہتے کیونکہ نبی کے ذریعہ سے امر حق کے دلائل واضحہ ان کو مل ہی گئے تھے اور تعلیم رسول کی صداقت میں کوئی شبہ بھی نہ رہا تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے وہ لوگ باہم دین میں مختلف ہوئے سو اُن میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا پھر اس اختلاف سے نوبت لڑائی جھگڑے اور قتل و قتال کی ہوئی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ کوئی اُن کے فعل میں دخل نہیں دے سکتا وہ حکیم مطلق اور حاکم مطلق ہیں کسی کو یہ مجال نہیں کہ یہ کہہ سکے کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا؟

جس نے نورِ الٰہی پالیا وہ ہدایت والا ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس نے وہ نور پالیا ہدایت یاب ہو گیا اور جو نور کو نہ پا سکا وہ گمراہ ہو گیا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ علم الٰہی کے مطابق قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا۔ (احمد و ترمذی)

تقدیر کی حقیقت تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہے

تقدیر پر ایمان ضروری ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس تک انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے تقدیر کے بارے میں بحث و مباحثہ سے منع کیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جس نے تقدیر کے معاملہ میں کچھ گفتگو کی اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی اور اگر کچھ نہ کہا تو سوال نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے ہمیں کفر و شرک سے بچایا پس ہم کو مرتے دم تک ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچائیں اور ہمیں تقدیر پر مکمل ایمان سے نوازیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ

اے ایمان والو! خرچ کرلو اُن چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور

وَلَا خُلَّةٌ	فِيْهِ	لَا بَيْعٌ	يَوْمٌ	يَّاْتِيَ	اَنْ	مِّنْ قَبْلِ	رَزَقْنٰكُمْ	مِمَّا	اَنْفِقُوْا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	يَاَيُّهَا
اور نہ دوستی	اس میں	نہ خرید و فروخت	وہ دن	آ جائے	کہ	سے + پہلے	ہم نے دیا تمہیں	اس سے + جو	تم خرچ کرو	وہ جو ایمان لائے ہو	اے

لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

نہ کوئی سفارش ہو گی اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں۔

الظّٰلِمُوْنَ	هُمُ	وَالْكٰفِرُوْنَ	وَلَا شَفَاعَةٌ
ظالم (جمع)	وہی	اور کافر (جمع)	اور نہ سفارش

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب

اس سے پہلے جہاد کی تائید اور تقویت کے لئے طالوت اور جالوت کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا جس میں مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دی گئی اور جہاد کے لئے ہتھیار، آلات اور سامانِ جنگ چاہیے جس کے لئے مال وزر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اور مومنین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو! نیکی کمانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع اس دنیا ہی میں ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور اس دنیا میں دی ہوئی خیر خیرات وصدقات ہی آخرت میں کام آئیں گے آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہوگا کہ عذاب سے بچنے کے لئے نیکی خریدی جاسکے یا کچھ مال وفدیہ دے کر بدی کی سزا سے بچ سکے۔ اس روز اگر ایک گناہ کے بدلے میں انسان تمام روئے زمین کے خزانوں کو دینا چاہے گا تو قبول نہ ہوگا اور نہ کسی کی دوستی کی رومت کے کام آئے گی اور نہ کسی کی کوئی بغیر حکم الٰہی سفارش کر سکے گا۔ دنیا میں تو انسان کچھ لے دے کر یا دوستی آشنائی سے یا سفارش سے کام نکال لیتا ہے لیکن قیامت کے دن یہ تینوں راستے بند ہوں گے اور چوتھی صورت تو ناممکن ہی ہے کہ کوئی زبردستی عذاب الٰہی سے اپنے کو بچالے۔ صاحب بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ یہاں ''الکافرون'' سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا گیا۔

الغرض یہاں آیت میں مسلمانوں کو زندگی میں نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو نیکی اور عمل خیر کرنا ہے سو اس زندگی میں کرلو۔ آخرت میں کوئی چیز اعمالِ خیر کا بدل نہ ہو سکی گی۔ کیونکہ دُنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء۔

متقین کی دوستی آخرت میں کام آئے گی

آیت سے مطلق دوستی اور سفارش یعنی شفاعت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ جس دوستی اور سفارش کی یہاں نفی کی جا رہی ہے وہ خاص ہے کفار اور مشرکین کے لئے۔ کیونکہ اہل ایمان کی اہل اللہ اور متقین سے دوستی آخرت میں قائم رہے گی اور کام آئے گی۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستہ میں خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر باعث اجر و ثواب آخرت بنائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	اَللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں	اللہ	نہیں معبود	سوائے اسکے

آیت الکرسی کی فضیلت

یہ آیت مبارکہ جس کا لقب آیت الکرسی اور جس کو حدیث میں اعظم آیت کتاب اللہ فرمایا ہے اس میں حق تعالیٰ اپنی توحید ذاتی و کمالاتِ صفاتی اور اپنی عظمت شان اور تقدس و جمال ذکر فرماتے ہیں اور اپنی توحید پر متعدد عقلی دلائل بیان فرماتے ہیں۔ درس نمبر ۸ تک اسی آیۃ الکرسی ہے کہ مختلف حصوں کی وضاحت ہے۔

ایک روایت میں حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی کے اس منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اس کو موت کے سوا کوئی چیز جنت میں جانے سے نہیں روکتی اور جو شخص آیت الکرسی کو سوتے وقت پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے اور اسکے پڑوسی کے اور جتنے مکانات اس مکان کے گرد ہوں سب کو امن میں رکھتا ہے (مشکوٰۃ۔ بیہقی)

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو تمام آیاتِ قرآن کی سردار ہے۔ وہ آیت الکرسی ہے۔ جس گھر میں پڑھی جاتی ہے شیطان اُس سے نکل جاتا ہے۔

الغرض اس آیت مبارکہ کی فضیلت کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ یہ ہر مسلمان اور ہر نمازی کو خصوصاً یاد ہونا چاہئے۔

اس آیت مبارکہ میں دس جملہ ہیں۔ اس آیت کی اہمیت و فضیلت کے مدنظر ہر ہر جملہ کی تشریح و تفسیر علیحدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

پہلا جملہ ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ جملہ وہی مطلب اور معنی رکھتا ہے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے مطلب و معانی ہیں یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔

کیونکہ وہی ہم سب کا خالق و مالک ہے۔ وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے۔ وہی مارنے والا اور جلانے والا ہے۔ بیماری اور تندرستی امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ نفع اور نقصان صرف اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اس کے سوا زمین و آسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا فرشتے سب اسی کے بندے اور اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں اسی کی خدائی میں کوئی اس کا شریک و ساتھی نہیں ہے اور نہ اس کے حکموں میں الٹ پلٹ کا کسی کو اختیار ہے نہ اسکے کاموں میں کسی کو دخل دینے کی مجال ہے۔ مشکلوں اور مصیبتوں اور اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے التجا اور دعا کی جائے اور جب وہی حقیقی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے تو ضروری ہے کہ اس کے ہر حکم کو مانا جائے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اپنی ذات و صفات کی صحیح معرفت عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَاتَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ
زندہ ہے سنبھالنے والا ہے۔نہ اس کو اُونگھ آ سکتی ہے اور نہ نیند

اَلْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ	لَاتَاْخُذُهٗ	سِنَةٌ	وَّلَانَوْمٌ
زندہ	تھامنے والا	نہ اُسے آتی ہے	اُونگھ	اور نہ نیند

اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ باقی رہنے والی ذات

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لفظ حَيٌّ کے معنی عربی زبان میں زندہ کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ناموں سے یہ لفظ لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ، غیر فانی اور باقی رہنے والا ہے۔موت سے بالاتر ہے کہ اُس کو موت کبھی نہیں آ سکتی۔یعنی زندگی کی صفت اس کی ذاتی صفت ہے۔نہ کبھی موت اُس پر پہلے طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔لفظ قَيُّوْم کے معنی ہیں تھامنے والا۔سنبھالنے والا یعنی ایسی ہستی جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے قیام اور بقا کا سبب بھی ہے اور تمام کائنات کے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے۔ قَيُّوْم حق تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔جس میں کوئی دوسری مخلوق شریک نہیں۔

مسئلہ: کسی انسان کو قیوم کہنا جائز نہیں۔جس کا نام عبدالقیوم ہو اُن کو پورا نام لے کر بلانا اور پکارنا چاہیے۔محض قیوم کہہ کر پکارنا جائز نہیں۔اور اس طرح کہنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اسم اعظم

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ صفاتی میں حَيُّ و قَيُّوْم کا مجموعہ بہت سے اکابر سلف صالحین کے نزدیک اسم اعظم ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میں نے ایک وقت یہ چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔پہنچا اور دیکھا کہ آپ سجدہ میں ہیں اور بار بار یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم۔یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم کہہ رہے ہیں۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب باذن خداوندی مردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم پڑھ کر دُعا کرتے اور مردہ سے کہتے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ مردہ اسی وقت زندہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ اونگھ اور نیند سے بری و بالا ہے

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ نہ اُس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند یعنی اللہ جل شانہٗ اُونگھ اور نیند سب سے بری و بالا ہے۔اُونگھ اور نیند سے حیات میں نقصان آتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی بہن ہے اور خدا تعالیٰ موت کے شائبہ سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

آیت کے اس حصے میں صنعت تشبیہ کا اظہار ہے جس سے تشبیہ، مخلوق سے مشابہت کی نفی ہو رہی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کے حی قیوم ہونے کی یہ تائید ہے جس کو نیند یا اونگھ آتی ہے اس کا (بیرونی) نظام زندگی درست نہیں رہتا وہ اشیاء کی حفاظت اور نگہداشت سے (نیند کے اوقات میں) قاصر ہو جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اس عظیم آیت کے ورد کی دائمی توفیق عطا فرما اور اسکی برکات نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے اُن موجودات کے

لَهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	مَنْ ذَا	الَّذِيْ	يَشْفَعُ	عِنْدَهٗٓ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ	يَعْلَمُ	مَا
اسی کا	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	کون + جو	وہ جو	سفارش کرے	اس کے پاس	مگر (بغیر)	اسکی اجازت سے	وہ جانتا ہے	جو

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ	
تمام حاضر و غائب حالات کو	ان کے سامنے	اور جو	ان کے پیچھے	

سب کچھ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین اور ان کی تمام کائنات کا وہی موجد ہے سب اسی کے تابع اور مملوک ہیں اور اسی کے غلبہ قدرت کے زیر حکومت ہیں وہ مالک ومختار ہے جس طرح چاہے ان میں تصرف فرمائے۔ زمین وآسمان کی حقیقت کا جن اجزاء سے قوام ہوا ہے یا وہ اشیاء جو آسمان وزمین کے قوامی اجزاء تو نہیں ہیں مگر ان کے اندر موجود ہیں سب کے سب اللہ ہی کے ہیں۔

اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے یعنی وہ مختار کار ہے مالک الملک ہے قہار مطلق اور واحد قدوس ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے سامنے اُسکی اجازت کے بغیر گنہگاروں یا مجرموں کی نجات کے لئے سفارش اور شفاعت کرے اگر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے ایسا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے آگے پیچھے کے تمام حالات و واقعات سے واقف و باخبر ہیں۔ آگے اور پیچھے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہونے کے بعد تمام حالات وواقعات حق تعالیٰ کے علم میں ہیں اور یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ آگے سے مراد وہ حالات ہیں جو انسان کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور پیچھے سے مراد اس سے مخفی واقعات و حالات ہوں تو یہ معنی ہونگے کہ انسان کا علم تو بعض چیزوں پر ہے اور بعض پر نہیں۔ کچھ چیزیں اسکے سامنے کھلی ہوئی ہیں کچھ چھپی ہوئی۔ مگر اللہ جل شانہٗ کے سامنے یہ سب چیزیں برابر ہیں اس کا علم ان سب چیزوں کو یکساں محیط ہے اور ان دونوں مفہوموں میں کوئی تعارض نہیں۔ آیت کی وسعت میں یہ دونوں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان موجودات کے تمام حاضر وغائب۔ گذشتہ اور آئندہ۔ آگے اور پیچھے کے حالات و واقعات یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماضی۔ حال۔ اور استقبال سب برابر ہیں۔ اُس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں علم کے ساتھ عمل کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا

اور وہ موجودات اسکے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لاسکتے مگر جس قدر وہی چاہے۔ اُس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور

وَلَا	يُحِيطُونَ	بِشَيْءٍ	مِّنْ	عِلْمِهِ	إِلَّا	بِمَا شَاءَ	وَسِعَ	كُرْسِيُّهُ	السَّمَاوَاتِ	وَ	الْأَرْضَ	وَلَا
اور نہیں	وہ احاطہ کرتے ہیں	کس چیز کا	سے	اس کا علم	مگر	جتنا وہ چاہے	سمالیا	اس کی کرسی	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور نہیں

يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

اللہ تعالیٰ کو اُن دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی اور وہ عالیشان عظیم الشان ہے

يَئُودُهُ	حِفْظُهُمَا	وَهُوَ	الْعَلِيُّ	الْعَظِيمُ
تھکاتی اس کو	ان کی حفاظت	اور وہ	بلند مرتبہ	عظمت والا

مخلوق کا علم بھی اسی کا عطا کردہ ہے

انسان اور تمام مخلوقات اللہ کے علم کے کسی حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ ہی خود جس کو جتنا علم عطا کرنا چاہیں صرف اتنا ہی اس کو علم ہوسکتا ہے۔ گویا اس جملہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا علم محیط صرف اللہ جل شانہٗ کی خصوصی صفت ہے۔ کوئی دوسری مخلوق اس میں شریک نہیں اور جس طرح مخلوقات کا وجود عطیۂ خداوندی ہے اسی طرح مخلوقات کا علم بھی عطیہ خداوندی ہے۔ بندے صرف اتنی مقدار جان سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ چاہے۔

کرسی کا معنی و تفسیر

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ کرسی کی تفسیر اور معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کرسی سے مراد علم ہے یعنی اس کا علم تمام آسمانوں اور زمینوں کا انتظام درست رکھے ہوئے ہے۔ بعض مفسرین نے کرسی کے معنی قدرت و عظمت بیان کئے ہیں۔ یعنی اسکی قدرتِ کاملہ اور عظمتِ باہرہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا انتظام درست رکھے ہوئے ہیں۔ بعض نے ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور لکھا ہے کہ کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمان سے بڑا۔

علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ تو نشست و برخاست سے پاک ہے اس لئے کرسی اور تخت پر بیٹھنے سے مبرا اور بالاتر ہے۔ یہ الفاظ بطور استعارات اس کی ذاتِ مقدسہ کے لئے قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں ان پر بلاتفتیش کیفیت اور بغیر حقیقت جانے ہوئے ہی ایمان رکھنا ضروری ہے۔

حفاظت اور نظاموں کا چلانا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو ان دونوں یعنی آسمانوں اور زمین کی حفاظت اور ان کے نظم و نسق کو قائم رکھنا کچھ دشوار نہیں بلکہ آسان ہے۔ گویا اس جملہ میں یہ بتلایا گیا کہ حق تعالیٰ کی صفت قدرت اور قیومیت کسی ضعف و نقصان اور کمزوری سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عظیم الشان

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ اور وہ عالیشان ہے عظیم الشان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے۔ یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت حکومت اور غلبہ کے لحاظ سے بہت رفیع الشان ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنی صفاتِ کاملہ کا وہ استحضار اور عظمت ہمیں نصیب فرما کہ جو ہم کو آپ کی پوری اطاعتِ کاملہ نصیب ہو اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ

دین میں زبردستی نہیں۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

لَآ اِکْرَاهَ	فِی	الدِّیْنِ	قَدْ تَّبَیَّنَ	الرُّشْدُ	مِنَ	الْغَیِّ
نہیں زبردستی	میں	دین	بیشک جدا ہوگئی	ہدایت	سے	گمراہی

شانِ نزول

شانِ نزول یہ ہے کہ ایک انصاری تھے جو خود تو مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن کے دو لڑکے عیسائی تھے۔ اُنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریہ مسلمان کرنے کی اجازت نہ دی۔

شانِ نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسلام سے پہلے مدینہ کی مشرک عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود کے سپرد کر دیں گے کیونکہ اسلام سے پہلے مدینہ میں یہود اہل کتاب سمجھے جاتے تھے اور بت پرست مشرکین ان کے مذہب کو بہتر سمجھتے تھے اس طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے جب مدینہ میں اسلام آیا اور یہ لوگ مسلمان ہو کر انصار مدینہ بنے تو بعض انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے اپنی اولاد کو یہودی مذہب پر پہلے اس واسطے کر دیا تھا کہ یہودی مذہب ہمارے مذہب سے بہتر تھا۔ ہم بت پرست تھے وہ اہل کتاب تھے اب جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو دین اسلام عطا فرما دیا تو اب ہم اپنی اولاد کو مسلمان ہونے پر مجبور کریں گے۔ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی کہ جبراور زبردستی مسلمان نہ کرو۔

دین میں زبردستی نہیں

حق تعالیٰ اگر کفار کو ایمان کے لئے مجبور کرتے تو وہ ایسا بھی کر سکتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کو اُن پر پوری قدرت ہے۔ وہ سب کے خالق ورازق ومالک ہیں مگر چونکہ یہ جبر حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اور ایسا کرنے سے مصلحت ابتلاء وآزمائش فوت ہو جاتی اس لئے کفار کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ صاف اعلان فرما دیا گیا کہ ہماری طرف سے دین حق کی قبولیت میں کوئی جبر نہیں۔ بلکہ ہر ایک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار کو ایمان لانے کے لئے کام میں لا کر توحید ورسالت کو قبول کرے یا اپنے اختیار کو کفر وشرک کے لئے استعمال کرے کیونکہ ہدایت گمراہی سے بالکل ممتاز ہو کر ظاہر کر دی گئی ہے اور اس لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی اپنے اختیار سے گمراہی اختیار کرے گا تو خود اپنے کو برباد کرے گا۔ اور جب وہ خود دیدہ ودانستہ اپنے کو تباہی میں ڈال رہا ہے تو کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اُسے مجبور کرے کہ تو ایسا نہ کر۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنے احکام کی عظمت عطا فرما اور اس دین اسلام کو جب ہم نے خوشی سے قبول کیا ہے تو اس کے احکام پر خوشی سے عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اس نے تھام لیا بڑا مضبوط حلقہ جس کو کسی طرح شکستگی نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب جاننے والے ہیں

فَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِالطَّاغُوْتِ	وَيُؤْمِنْ	بِاللّٰهِ	فَقَدِ	اسْتَمْسَكَ	بِالْعُرْوَةِ	الْوُثْقٰى	لَا انْفِصَامَ	لَهَا	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
پس جو	نہ مانے	گمراہ کرنیوالے کو	اور ایمان لائے	اللہ پر	پس تحقیق	اس نے تھام لیا	حلقہ کو	مضبوطی	ٹوٹنا نہیں	اس کو	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا

مضبوط حلقہ

دین اسلام کے قبول کرنے میں زبردستی کا فی نفسہٖ کوئی موقع نہیں کیونکہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ جب اسلام ایسی چیز ہے کہ جس کی خوبی یقیناً ثابت ہے تو پھر جبر و زبردستی کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ خود بخود اپنی سوچ و بچار کے نتیجہ میں مسلمان ہونگے اور شیطان اور اس کے نمائندوں سے بدظن ہوتے رہیں گے۔ سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو یعنی اسلام قبول کرلے آگے ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے۔ کہ اُس ایمان والے نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اقوال ظاہری کے اور خوب جاننے والے ہیں احوال باطنی کے سو اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لے آوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو یہ اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے جو اسلام قبول کرے صدق دل سے قبول کرے۔

یہاں آیت میں اسلام کو مضبوطی سے پکڑنے والے کی مثال اور تشبیہ ایسے شخص سے دی گئی ہے جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں مضبوط تھام کر گرنے اور ہلاک ہونے سے مامون رہتا ہے۔ اسی طرح اسلام کو مضبوط پکڑنے والا ہلاکت و خسران آخرت سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جس طرح ایسی رسی کے ٹوٹ کر گرنے سے خطرہ نہیں اسی طرح اسلام میں کسی قسم کی ہلاکت و خسران نہیں ہے۔ ہاں کوئی رسی ہی چھوڑ دے تو پھر ہر وقت ہی گرنے کا خطرہ ہے یعنی اسلام ہی کو چھوڑ دے تو پھر ہلاکت اور خسران ہی ہے۔

اسلام کے قبول کرنے میں آزادی ہے لیکن قبولیت کے بعد آزادی نہیں

جب ایک بار اپنے اختیار اور رضا و رغبت سے اسلام کو قبول کرلیا تو اب اسلام کے تمام حکموں کو ماننا ہوگا۔ اب آزادی اور اختیار کا سوال باقی نہیں رہتا۔ آزادی صرف دین کے قبول کرنے یا قبول نہ کرنے تک تھی۔ لیکن قبول کرنے کے بعد عمل میں آزادی نہیں۔ دیکھئے سرکاری ملازمت ہر ایک پر قبول کرنا اگرچہ ضروری اور لازمی نہیں لیکن جب ملازمت قبول کرلی تو پھر جملہ قوانین ملازمت کی پابندی لازمی اور ضروری ہو جاتی ہے۔ ورنہ مجرم ہوگا۔

خلاصہ: دین میں جبر و اکراہ نہیں کہ زبردستی اسلام قبول کرایا جائے کیونکہ حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں واضح امتیاز کر دیا گیا ہے۔ اب آگے ہدایت اور گمراہی کے نتیجہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ کافر جو گمراہی کو اختیار کرنے والا ہے۔ اُس کی مذمت فرمائی گئی ہے اور مومن جو ہدایت کا قبول کرنے والا ہے اس کی تعریف فرمائی گئی ہے۔

دُعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام اور ایمان سے نوازا اور کفر و شرک کی گمراہیوں سے بچایا۔ یا اللہ! ہمیں اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق عطا فرما اور اسلام و ایمان کی برکت سے دونوں جہان میں خسران و ناکامی سے بچا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے۔ اُن کو تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور کی طرف لاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے ساتھی شیاطین ہیں

اَللّٰهُ	وَلِیُّ	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	یُخْرِجُهُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَی	النُّوْرِ	وَ	الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا	اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ	الطَّاغُوْتُ
اللہ	مددگار	جو لوگ ایمان لائے	وہ انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیروں (جمع)	طرف	روشنی	اور	جو لوگ کافر ہوئے	ان کے ساتھی	گمراہ کرنے والے

یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

وہ اُن کو نور سے نکال کر یا بچا کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ یہ لوگ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے

	یُخْرِجُوْنَهُمْ	مِّنَ	النُّوْرِ	اِلَی	الظُّلُمٰتِ	اُولٰٓىٕكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	وہ انہیں نکالتے ہیں	سے	روشنی	طرف	اندھیرے (جمع)	یہی لوگ	دوزخی	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

ایمان اور کفر کے نتائج

اس آیت میں صاحبِ ایمان کی خوبی اور کافر کی برائی کا تذکرہ ہے۔

جو لوگ حق کے طالب ہوں اللہ کی طرف انابت کریں اور توحید و رسالت پر ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرماتا ہے۔ اُن کی مدد کرتا ہے اور اُنہیں کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی اُلجھنوں سے نکال کر اُن کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور اور دولتِ یقین سے مالا مال کر دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اور اپنے اختیار سے کفر کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر شیطانوں کو مسلط کر دیتا ہے جو اُن کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے دل کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی ظلمات سے بالکل ڈھک جاتے ہیں اور ان سے فطری نور چھین لیا جاتا ہے اور اُن کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ نتیجہ جس کا یہ ہوتا ہے کہ جنہوں نے عناداً اور اختیاراً کفر قبول کیا وہ جہنمی بنے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ جس سے انکو کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

حق ایک ہے اور باطل کے روپ کئی ہیں:

یہاں آیت میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ لفظ نور تو صیغۂ واحد میں لائے ہیں اور ظلمات کو جمع کے صیغہ میں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نورِ حق یعنی اسلام اور ایمان کا سچا راستہ ایک ہی ہے۔ اور کفر و شرک کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں اور ان سب کے لئے اصحاب النار یعنی جہنمی ہونا فرمایا گیا اور ساتھ ہی هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ بھی بتلایا گیا یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کبھی وہاں سے نکلنے کے قابل نہ ہوں گے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! آپ ہمارے رفیق۔ ولی اور کارساز ہو جایئے اور شیاطین کی رفاقت سے ہم کو دور رکھئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ

کیا تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے بارہ میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اسکو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا پروردگار

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِىْ	حَآجَّ	اِبْرٰهٖمَ	فِىْ	رَبِّهٖٓ	اَنْ	اٰتٰىهُ	اللّٰهُ	الْمُلْكَ	اِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّىَ	الَّذِىْ
کیا نہیں دیکھا آپ نے	طرف	وہ شخص جو	جھگڑا کیا	ابراہیم	بارہ (میں)	اس کا رب	کہ	اسے دی	اللہ	بادشاہت	جب	کہا	ابراہیم	میرا رب	جو کہ

يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ

ایسا ہے کہ وہ جلاتا اور مارتا ہے۔ کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔

يُحْىٖ	وَيُمِيْتُ	قَالَ	اَنَا	اُحْىٖ	وَاُمِيْتُ
زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے	اس نے کہا	میں	زندہ کرتا ہوں	اور میں مارتا ہوں

سابقہ آیت سے ربط

سابقہ آیت میں جو قانون بیان ہوئے: ایک ایمان والوں سے متعلق اور دوسرا کفار و مشرکین سے متعلق تو اسی مضمون کی تائید اور ثبوت میں آگے تین قصہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ ضدی اور معاند آدمی کو وضوح حق کے باوجود قبول حق کی توفیق نہیں ہوتی جیسا کہ نمرود کے قصے میں ہوا جو ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہ وقت تھا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرتے ہیں۔ حق و صداقت پر یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کس طرح اُنکی دستگیری فرماتے ہیں اور ان کے اطمینان قلبی کا سامان مہیا فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ہوئے۔

نمرود بادشاہ کا حضرت ابراہیمؑ سے ناحق کا جھگڑا

جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں اس آیت میں جس بادشاہ صاحب ملک و سلطنت کا ذکر ہے اس سے مراد نمرود ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے توحید خداوندی کے بارے میں جھگڑا اور مباحثہ کیا تھا جو اس زمانہ کا بڑا جابر و ظالم سرکش بادشاہ تھا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تھا اور لوگوں سے اپنے کو سجدہ کراتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کو توحید کی دعوت دی اور اس کے سامنے آئے تو اسے سجدہ نہ کیا تو نمرود نے مباحثہ شروع کر دیا۔

نمرود نے دریافت کیا کہ اور لوگوں کی طرح تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے کہا کہ رب تو میں ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا۔ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایسی دو صفات کا ذکر کیا جو بالکل واضح تھیں اور جن کا روزمرہ کی زندگی میں نمرود بھی مشاہدہ کرتا تھا یعنی موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے زندگی ختم کر کے موت دے دیتا ہے۔

نمرود کی کج فہمی

اس پر ضدی ملعون نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کا غلط مفہوم میں لیا اور کہا کہ میں جس کو چاہوں مارتا ہوں اور جس کو چاہوں زندہ رہنے دیتا ہو اور اس کے ثبوت میں اُس نے جیل خانہ سے دو قیدی منگوائے۔ بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں نے جس کو چاہا مار دیا اور جس کو چاہا زندہ رہنے دیا۔

دُعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان اور حق پر قائم رکھیں اور ہر حال میں یا اللہ آپ کی توفیق وہدایت اور نصرت وحمایت ہمارے شامل حال ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا

قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَاْتِيْ	بِالشَّمْسِ	مِنَ	الْمَشْرِقِ	فَاْتِ بِهَا	مِنَ	الْمَغْرِبِ	فَبُهِتَ
کہا	ابراہیم	بیشک	اللہ	لاتا ہے	سورج کو	سے	مشرق	پس تو اسے لے آ	سے	مغرب	تو وہ حیران رہ گیا

الَّذِيْ كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

الَّذِيْ كَفَرَ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ
جس نے کفر کیا (کافر)	اور اللہ	نہیں ہدایت دیتا	ناانصاف لوگ

وہ کافر۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے

مناظرہ میں نمرود کا لاجواب ہونا

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ نمرود ضد اور ڈھٹائی پر تلا ہوا ہے اس لئے آپ نے فوراً ایک ایسی دلیل پیش کر دی جس کے سامنے نمرود بالکل بے بس ہو گیا اور اس کی ڈھٹائی کی بھی پیش نہ چل سکی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید خداوندی کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کر دی کہ اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے روز نکالتا ہے تو اگر خدائی کا دعویدار ہے تو مغرب کی طرف سے سورج کو نکال لا۔ اس پر وہ نمرود کافر حیرت زدہ رہ گیا اور اُس سے اس دلیل کا کوئی جواب بن نہ آیا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ مگر لاجواب ہو کر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کو قبول نہ کیا اور عناد سے کام لیا اور ایمان نہ لایا۔ انجام کار مچھر کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا۔

انجام نمرود

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک مچھر نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اُس کا دماغ چاٹتا رہا اور ایسے سخت عذاب اور تکلیف میں مبتلا رہا کہ اس زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا تھا۔ ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا۔ یونہی تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا اور اپنے انجام بد کو پہنچا۔

نمرود کے واقعہ سے قانون الٰہی کی تفہیم

اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیت کے مضمون کو ثابت فرمایا اس طرح کہ:

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نور ہدایت عطا ہوا اور نمرود گمراہی میں پھنسا۔

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم و جابر بادشاہ کے مقابلہ میں مدد فرمائی۔

۳- کفار کے ساتھی شیاطین ہیں جو کفر و شرک کی جہالت و ضلالت کو مزین کر کے اُنہیں ایمان و توحید سے روکتے ہیں اور نور حق سے ہٹا کر ناحق کی اندھیریوں میں جھونک دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور یا اللہ باطل کے مقابلہ کے لئے ہمیں قوت واستطاعت فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو تبلیغ حق کی قوت و جرأت عطا فرما اور اپنے نور ہدایت سے ہمارے قلوب کو مزین و منور فرما۔

اے اللہ! تو اس ملک پاکستان کو ظالم اور جابر حکمرانوں سے نجات عطا فرما۔ اور ہمارے علمائے حق کو صحیح دین حق کی تبلیغ کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! تو اس ملک کے عوام کو بھی دین حق سے محبت عطا فرما اور بے دینوں سے مقابلہ کے لئے دلیری اور جرأت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسا ایک شخص تھے کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں ان کا گذر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔

اَوْ	كَالَّذِىْ	مَرَّ	عَلٰى	قَرْيَةٍ	وَّهِىَ	خَاوِيَةٌ	عَلٰى عُرُوْشِهَا	قَالَ	اَنّٰى	يُحْىٖ	هٰذِهِ	اللّٰهُ	بَعْدَ	مَوْتِهَا
یا	اس شخص کے مانند جو	گزرا	پر سے	ایک بستی	اور وہ	گر پڑی تھی	اپنی چھتوں پر	اس نے کہا	کیونکر	زندہ کریگا	اس	اللہ	بعد	اس کا مرنا

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ

سو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سو برس تک مردہ رکھا پھر ان کو زندہ کر اُٹھایا

فَاَمَاتَهُ	اللّٰهُ	مِائَةَ	عَامٍ	ثُمَّ	بَعَثَهٗ	
تو اس کو مردہ رکھا	اللہ	ایک سو	سال	پھر	اسے اٹھایا	

اللہ تعالیٰ کا مومنوں کی دستگیری فرمانا

سابقہ مضمون میں بیان کیا گیا تھا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا ہے۔ اُن کے دلوں کو نور ایمان سے منور اور دولتِ یقین سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے ایمان کی توفیق چھین لیتے ہیں اور شیاطین کو ان پر مسلط کر دیتے ہیں اور اُن کے دل ظلمت کی سیاہی سے ڈھک جاتے ہیں۔ اسی مضمون کی تائید و اثبات کے لئے دوسرا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

عزیر علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیلات

بنی اسرائیل پر بخت نصر کا تسلط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً چھ سو سال قبل بنی اسرائیل کی مذہبی اور دینی حالت بڑی ابتر ہو گئی تھی۔ وہ طرح طرح کے فسق و فجور اور کفریہ و شرکیہ اعمال میں مبتلا ہو گئے تھے اور پیغمبر وقت کے نصیحت کرنے اور سمجھانے پر اللہ کے نبی کو قتل کر ڈالا تھا تو خدا تعالیٰ نے قانونِ قدرت کے موافق شاہ بابل جس کا نام بخت نصر تھا وہ یہود پر مسلط کر دیا۔ بخت نصر نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور یہود کے مشہور شہر یروشلم کو جلا کر برباد کر دیا اور یہود کی عبادتگاہ کو بھی بالکل تباہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کی بستیاں برباد کر دیں اور مکانات کو مسمار کر دیا۔ بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے ایک حصہ کو غلام باندی بنا کر بخت نصر اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک حصہ کو قتل کر ڈالا اور ایک حصہ کو وہیں شام میں خانہ بدوشانہ زندگی گذارنے کے لئے چھوڑ دیا۔

یروشلم کی ویرانی پر حضرت عزیرؑ کا تعجب

جب شہر یروشلم اور یہود کی مقدس عبادتگاہ بالکل ویران ہو گئی تھی تو ایک روز اُدھر سے ایک اسرائیلی نبی کا گذر ہوا۔ راویوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون نبی تھے؟ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ جب آپ کا گذر ویران بستی پر ہوا جس کے تمام مکین مر چکے تھے اور جس کی عمارتیں سب گری ہوئی تھیں تو اس ویرانی اور تباہی کا منظر دیکھ کر بطور حسرت و تعجب یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا۔

مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت کا وہ مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ قیامت میں زندہ ہونے کا یقین نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لئے اُن پر موت وارد کر دی اور اسی جگہ اُن کی روح کو قبض کر کے ان کو ایک سو برس تک مردہ رکھا اور ان کی سواری کا گدھا بھی وہیں مر گیا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور قدرتِ کاملہ کا ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہمارے ایمان و یقین میں پختگی اور ترقی عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى

پوچھا کہ تم کتنی مدت اس حالت میں رہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں۔ یا ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم سو برس رہے ہو۔

قَالَ	كَمْ لَبِثْتَ	قَالَ	لَبِثْتُ	يَوْمًا	اَوْ	بَعْضَ يَوْمٍ	قَالَ	بَلْ	لَّبِثْتَ	مِائَةَ عَامٍ	فَانْظُرْ	اِلٰى
اس نے پوچھا	کتنی دیر رہا	اس نے کہا	میں رہا	ایک دن	یا	دن سے کچھ کم	اس نے کہا	بلکہ	تو رہا	ایک سو سال	پس تو دیکھ	طرف

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ

تم اپنے کھانے پینے کی چیز کو دیکھ لو کہ نہیں سڑی گلی اور اپنے گدھے کی طرف نظر کرو اور تا کہ ہم تم کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں اور ہڈیوں کی طرف نظر کرو

طَعَامِكَ	وَشَرَابِكَ	لَمْ يَتَسَنَّهْ	وَانْظُرْ	اِلٰى	حِمَارِكَ	وَلِنَجْعَلَكَ	اٰيَةً	لِّلنَّاسِ	وَانْظُرْ	اِلَى	الْعِظَامِ
اپنا کھانا	اور اپنا پینا	وہ نہیں سڑ گیا	اور دیکھ	طرف	اپنا گدھا	اور ہم تجھے بنائیں گے	ایک نشانی	لوگوں کیلئے	اور دیکھ	طرف	ہڈیاں

كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ

کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دے دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھائے دیتے ہیں۔

كَيْفَ	نُنْشِزُهَا	ثُمَّ	نَكْسُوْهَا	لَحْمًا	
کسطرح	ہم انہیں جوڑتے ہیں	پھر	ہم اسے پہناتے ہیں	گوشت	

سو سال بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور آپ کی سواری کا زندہ ہونا

پچھلے درس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ پر موت وارد فرما دی یہاں بتایا جا رہا ہے کہ سو سال گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ اس عرصہ میں نہ کسی نے اُن کو وہاں آ کر دیکھا۔ نہ اُن کی خبر ہوئی۔ اس عرصہ میں بخت نصر بادشاہ بھی مر گیا اور کسی دوسرے بادشاہ نے اس مدت میں شہر یروشلم کو دوبارہ آباد کیا۔ پھر سو برس کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ زندہ کئے گئے تو سو برس پہلے کا اُن کا کھانا اور پانی بغیر کسی تغیر کے اُسی طرح پاس رکھا ہوا تھا۔ اُن کا گدھا مر چکا تھا اس کا گوشت پوست گل سڑ کر خاک ہو گیا تھا۔ صرف بوسیدہ ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔

جب حضرت عزیر علیہ السلام زندہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے خود یا بذریعہ فرشتہ کے پوچھا کہ کتنی مدت اس حالت میں یعنی موت کی حالت میں رہے ہو گے؟ چونکہ حضرت عزیر علیہ السلام پر موت دن کے شروع حصہ میں طاری ہوئی تھی اور غروب آفتاب کے قریب، دوبارہ زندہ کئے گئے تھے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا کہ ایک دن رہا یا ایک دن سے بھی کچھ کم۔ اس پر حق تعالیٰ نے بتلایا کہ تم اس حالت موت میں سو سال ٹھہرے ہو۔ سو سال کی مدت کے بعد ہم نے اپنی قدرت سے تم کو زندہ کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ کھانے اور پینے کی چیزیں جو تمہارے ساتھ سو سال پہلے تھیں ان میں کسی قسم کا تغیر اور بو پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ آج بھی اُسی طرح تر و تازہ ہے اس کے مقابل اپنی سواری کے گدھے کی طرف نظر کرو کہ وہ مر کر اور گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور اس کی ہڈیاں بھی نہایت بوسیدہ ہو چکی ہیں تو دیکھئے ہم اُسے کس طرح زندہ کرتے ہیں تا کہ تم ہماری قدرت کاملہ کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر لو اور بعث بعد الموت کا مشاہدہ کر لو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دیکھتے دیکھتے ہی گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ جتنی باتوں پر ایمان بالغیب رکھنے کا ہم کو حکم ہے ہم کو ان پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرما۔ آمین۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

پھر جب یہ سب کیفیت ان کو واضح ہوگئی تو کہہ اٹھے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

فَلَمَّا	تَبَيَّنَ	لَهٗ	قَالَ	اَعْلَمُ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ شَىْءٍ	قَدِيْرٌ
پھر جب	واضح ہوگیا	اس پر	اسنے کہا	میں جان گیا	کہ	اللہ	پر	ہر چیز	قدرت والا

مذکورہ واقعہ کی نشانیاں

اس واقعہ میں جو اس آیت میں اُو پر ذکر فرمایا گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو چار نشانیاں اپنی قدرت کی دکھلائیں۔

۱- ایک سو سال تک حضرت عزیر علیہ السلام کو مردہ رکھ کر اُن کو دوبارہ زندہ فرمانا۔

۲- دوسرے سو سال تک ان کے جسم کا صحیح و سالم محفوظ رہنا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے بدن کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

۳- جس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے جسم میں سو سال تک کوئی تغیر نہ آیا۔ اسی طرح ان کے طعام و شراب میں سو سال تک کوئی تغیر نہ آیا۔

۴- حمار یعنی گدھے کا مر کر اور گل سڑ کر ختم ہونے پر دوبارہ اُسی جسم کے ساتھ زندہ ہو کر کھڑا ہونا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان اور سو سال بعد یروشلم میں جانا

حضرت عزیر علیہ السلام نے ان تمام کیفیت کو (سو سال تک موت اور سواری کا زندہ ہونا وغیرہ) کو دیکھنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو عینی مشاہدہ ہو گیا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور میں جو جانتا تھا کہ مردوں کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اس کا آنکھ سے مشاہدہ کر لیا۔ پھر حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے اُٹھ کر شہر بیت المقدس میں پہنچے کیونکہ اُس وقت پھر شہر دوبارہ بنی اسرائیل سے آباد ہو چکا تھا۔ مگر کسی نے اُن کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور ان کے آگے کے بچے بوڑھے ہو گئے۔ جب اُنہوں نے توریت حفظ سنائی اور اپنی دوسری مشہور نشانیاں بتلائیں تب لوگوں کو ان کا یقین آیا۔ تو خلاصہ یہ کہ بعث بعد الموت پر یقین تو پہلے بھی تھا لیکن حضرت عزیر عین الیقین کے خواستگار ہوئے تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی دکھلا دیا۔

اب آگے تیسرا واقعہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی قدرت احیاء موتیٰ کا پورا یقین تھا مگر اس کی کیفیت کا مشاہدہ کر کے مزید اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی اس کا مشاہدہ ایک دوسری طرح سے کرا دیا جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان اور حق پر قائم رکھیں اور ہر حال میں یا اللہ آپ کی توفیق و ہدایت اور نصرت و حمایت ہمارے شامل حال ہو۔
اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے ارشاد فرمایا کہ کیا تم یقین نہیں لائے انہوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اَرِنِیْ	كَیْفَ	تُحْیِ	الْمَوْتٰی	قَالَ	اَوَلَمْ	تُؤْمِنْ	قَالَ	بَلٰی	وَلٰكِنْ	لِّیَطْمَىِٕنَّ	قَلْبِیْ
اور جب	کہا	ابراہیم	میرے رب	مجھے دکھا	کیونکر	تو زندہ کرتا ہے	مردہ	اس نے کہا	کیا نہیں	یقین کیا	اس نے کہا	کیوں نہیں	بلکہ	تاکہ اطمینان ہو جائے	میرا دل

بعث بعد الموت کی کیفیت کے مشاہدہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعاء

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گذر سمندر کے کنارے ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی مرا پڑا تھا۔ جب سمندر کا پانی جوش مار کر خشکی پر چڑھتا تو مچھلیاں اُس لاش کو کھاتیں۔ جب پانی اُتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے۔ جب درندے چلے جاتے تو پرند چیل' کوے کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو خیال ہوا کہ ایک لاش کے اجزاء کتنے پیٹوں میں پہنچے۔ اس کا گوشت پوست قیامت کے دن کیونکر جمع ہوگا اور یہ کس طرح دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی کوئی نہایت نہیں۔ وہ جس کیفیت سے چاہیں مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور بے شمار کیفیتیں عقلاً ممکن ہیں۔ معلوم نہیں کہ قیامت کے دن کیا کیفیت ہوگی۔ اس خیال سے بارگاہ الٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے احیاء موتیٰ کی کیفیت دکھا دیجئے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

دعاء کا مقصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ مجھے اس کا مشاہدہ کرا دیجئے کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس درخواست کی کیا وجہ ہے؟ کیا آپ کو ہماری قدرت کاملہ پر یقین نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یقین کیسے نہ ہوتا کیونکہ آپ کی قدرتِ کاملہ کے مظاہر ہمہ وقت مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں لیکن انسانی فطرت ہے کہ جس کام کا مشاہدہ نہ ہو اُس میں خیالات منتشر رہتے ہیں کہ یہ کیسے اور کس طرح ہوگا۔ اس لئے سکونِ قلب اور اطمینان کے لئے مشاہدہ کی درخواست کی گئی ہے۔

کیونکہ جو سکونِ قلب اور اطمینان مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے وہ خبر اور استدلال سے نہیں ہوتا خود ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خبر مشاہدہ اور معائنہ کے برابر نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں تمام امور غیبیہ پر سچا ایمان ویقین عطا فرمائیں اور اپنی قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ

ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو اپنے لئے ہلا لو۔ پھر ہر پہاڑ پر اُن میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر ان سب کو بلاؤ۔

قَالَ	فَخُذْ	اَرْبَعَةً	مِّنَ	الطَّيْرِ	فَصُرْهُنَّ	اِلَيْكَ	ثُمَّ	اجْعَلْ	عَلٰى	كُلِّ	جَبَلٍ	مِّنْهُنَّ	جُزْءًا	ثُمَّ	ادْعُهُنَّ
اسنے کہا	پس پکڑلے	چار	سے	پرندے	پھر ان کو ہلا	اپنے ساتھ	پھر	رکھ دے	پر	ہر	پہاڑ	ان سے	ٹکڑے	پھر	انہیں بلا

يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَّاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

يَاْتِيْنَكَ	سَعْيًا	وَّاعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
وہ تیرے پاس آئینگے	دوڑتے ہوئے	اور جان لے	کہ	اللہ	غالب	حکمت والا

دعاء کی قبولیت اور مشاہدہ کی صورت

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست قبول فرما کر اُن کے مشاہدۂ احیاء موتی کی ایک عجیب صورت تجویز فرمائی۔ اور وہ صورت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ چار پرندے جانور اپنے پاس جمع کر لیں۔ اور اُنہیں اپنے ساتھ ایسا مانوس کر لیں اور وہ ایسے ہل جائیں کہ آپ کے بلانے سے فوراً آ جایا کریں۔ بعد ازاں ان چاروں کو ذبح کر کے اور ان کے گوشت پوست کا قیمہ سا کر کے خلط ملط کر دیں اور مختلف پہاڑوں پر اس قیمہ کا تھوڑا تھوڑا حصہ رکھ دیں اور پھر اُن جانوروں کو بلائیں تو وہ زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئیں گے۔ اس طرح آپ اپنا اطمینان قلبی کر لیں اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ ان چاروں کے متفرق اجزاء کو دوبارہ جوڑ کر اور گوشت پوست چڑھا کر زندہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن مردوں کے جسموں کے متفرق ریزوں کو جمع کر کے اُن میں رُوح ڈال سکتا ہے۔ ان چار پرندوں کے نام کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اور علمائے تابعین سے منقول ہے کہ وہ پرندے یہ تھے۔ مور۔ کبوتر۔ مرغ اور کوا۔

مشاہدہ کا وقوع

مفسرین نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح چاروں پرندوں کو پال کر کے ہلایا اور پھر ذبح کر کے ان کے خلط ملط قیمہ کو جدا جدا پہاڑوں پر رکھ دیا اور پھر ان جانوروں کو پکارا۔ فوراً ہی پر سے پر۔ ہڈی سے ہڈی۔ کھال سے کھال۔ خون سے خون سب مل ملا کر اپنی اصل ہیئت پر زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے یہ واقعہ دکھلا کر کیفیت اَحیاء موتی بروز قیامت کی بتلا دی کہ اسی طرح اوّل اجزاء بدنیہ مختلف مقامات سے جمع ہو کر اجساد تیار ہوں گے پھر ان میں روح پڑ جائے گی۔

معجزات کے منکرین کے لئے لمحہ فکریہ

نیز ان دونوں قصوں سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ کبھی کبھی بطور خرق عادت اور بطور معجزہ دُنیا میں بھی مُردوں کو زندہ فرما دیتے ہیں۔ اور بھی متعدد آیات سے صراحۃً دنیا میں مردوں کا زندہ کر دینا بیان کیا گیا ہے اس لئے ملحد اور بے دین طبقہ جو حضرات انبیاء کرام کے معجزات اور خوارق عادات کے منکر ہیں وہ اس قسم کے واقعات میں طرح طرح کی تحریفات کیا کرتے ہیں حالانکہ اُمت کے جمہور مفسرین کا اس پر اجماع ہے جو تفسیر اُوپر بیان کی گئی اور یہی ظاہر قرآن کریم کا مدلول ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! بیشک آپ ہم کو قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

جولوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کوخرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں ہر

مَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	كَمَثَلِ	حَبَّةٍ	اَنْۢبَتَتْ	سَبْعَ	سَنَابِلَ	فِيْ
مثال	جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	اللہ کا راستہ	مانند	ایک دانہ	اُگیں	سات	بالیں	میں

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲۶۱)

بال کے اندر سودانے ہوں۔اور یہ افزونی خداتعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں

	كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ	مِّائَةُ	حَبَّةٍ	وَاللّٰهُ	يُضٰعِفُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	
	ہر بال	سو	دانہ	اوراللہ	بڑھاتا ہے	جس کیلئے	چاہتا ہے	اوراللہ	وسعت والا	جاننے والا	

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی مثال

گذشتہ آیات میں وجود باری تعالیٰ کے اثبات کے لئے اور قیامت میں احیاء موتی کے ثبوت کیلئے تین قصے ذکر کئے گئے اب اثبات قیامت وآخرت کے بعد عالم آخرت کے لئے توشہ اور سازو سامان تیار کرنے کی ترغیب ایک مثال دیکر دی جاتی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ جولوگ اللہ کی راہ میں یعنی امور خیر میں اپنے مالوں کوخرچ کرتے ہیں۔اُن کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت عند اللہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بالیں جمیں اور ہر بال کے اندر سودانے ہوں یعنی اسی طرح خدا تعالیٰ ایک کارخیر کا ثواب سات سوحصہ تک بڑھادیتا ہے اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بقدر اس کے اخلاص ومشقت کے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں یعنی ان کے ہاں کوئی کمی نہیں۔وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی جاننے والے بھی ہیں اس لئے اخلاص نیت وغیرہ کودیکھ کرعطا فرماتے ہیں۔

ثواب اور مقبولیت حاصل کرنے کی شرطیں

اب یہاں جو مثال دی گئی ہے اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح کاشتکار ایک دانہ گندم بوکرسات سو دانہ گندم اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جبکہ یہ دانہ عمدہ ہو۔خراب اور ناقص نہ ہو پھر دانہ بونے والا کاشتکار بھی کاشتکاری کے فن سے پورا واقف ہو۔ پھر جس زمین میں وہ دانہ بویا جائے وہ بھی اچھی زمین ہو۔تخم ریزی کے قابل ہو۔بنجر یا پتھریلی نہ ہو۔پھر آئندہ چل کر بھی کھیتی مامون و محفوظ رہے تب پیداوار حاصل ہوگی۔ان میں سے ایک چیز بھی اگر کم ہوگی تو یا یہ دانہ جو بویا گیا ضائع ہوجائے گا یا پھر ایسا بار آور نہ ہوگا کہ ایک دانہ سے سات سودانہ بن جائیں۔اسی طرح اعمال صالحہ اور خصوصاً انفاق فی سبیل اللہ کی مقبولیت اور زیادتی اجروثواب کے لئے بھی یہی شرطیں ہیں کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ پاک اور حلال ہو۔دوسرے خرچ کرنے والا بھی نیک نیت ہو۔اور تیسرے جس پر خرچ کرے وہ بھی مستحق ہو۔اس طرح مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

دُعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے مرضیات واحکام کے مطابق ہم کو اپنے راستہ میں اپنے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے کی توفیق دائمی عطا فرمائیں۔ اوراس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے لئے آخرت میں باعث اجروثواب بنائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ

جولوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ آزار پہنچاتے ہیں اُن لوگوں کو اُن کا ثواب ملے گا

اَلَّذِیْنَ	یُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَھُمْ	فِیْ	سَبِیْلِ اللّٰہِ	ثُمَّ	لَا یُتْبِعُوْنَ	مَآ اَنْفَقُوْا	مَنًّا	وَّلَآ	اَذًی	لَّھُمْ	اَجْرُھُمْ
جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	میں	اللہ کا راستہ	پھر	بعد میں نہیں رکھتے	جونہوں نے خرچ کیا	کوئی احسان	اور نہ	کوئی تکلیف	ان کیلئے	ان کا اجر

عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

اُن کے پروردگار کے پاس۔ اور نہ اُن پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے۔

عِنْدَ	رَبِّھِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَیْھِمْ	وَلَا	ھُمْ	یَحْزَنُوْنَ
پاس	ان کا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہونگے

کسی کو صدقہ دینے کے بعد

نہ احسان جتلاؤ اور نہ ایذاء دو

اس آیت میں صدقہ کے قبول ہونے کی دو منفی شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ۱- ایک یہ کہ دے کر احسان نہ جتایا جائے۔

۲- دوسرے یہ کہ جس کو دیا جائے اس کو ذلیل وخوار نہ سمجھیں اور کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے وہ اپنی حقارت اور ذلت محسوس کرے یا جس سے اس کو ایذا پہنچے۔

صدقہ اور خیرات کے بعد احسان جتلانا نہ صرف یہ کہ اجر وثواب کو باقی نہیں رکھتا۔ بلکہ ازخود یہ نہایت بڑا گناہ ہے۔ اس لئے بار بار حق تعالیٰ اس کی تاکید وتنبیہ فرماتے ہیں۔ صدقہ دے کر احسان جتانے کی برائی اور ممانعت حدیث شریف میں بھی آئی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کریں گے۔ نہ اُن کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے۔ نہ اُنہیں پاک کریں گے بلکہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک تو دیکر احسان جتلانے والا۔ دوسرا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہبند لٹکانے والا۔ تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھیں گے بھی نہیں۔ ایک ماں باپ کا نافرمان۔ دوسرے شراب کا عادی۔ اور تیسرے دے کر احسان جتلانے والا (نسائی) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ماں باپ کا نافرمان۔ خیرات وصدقہ دے کر احسان جتلانے والا۔ شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ بغیر سزا بھگتے اور عذاب اُٹھائے سیدھا جنت میں نہ جائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں ان گناہوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ان تمام گناہوں سے عموماً جن کے متعلق احادیث میں وعید سنائی گئی اور صدقہ دے کر احسان جتلانے سے خصوصاً بچائیے گا اور ہم سے گذشتہ میں جو کوتاہی اس معاملہ میں ہوئی ہو اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ

مناسب بات کہہ دینا اور درگذر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں

قَوْلٌ	مَّعْرُوْفٌ	وَّمَغْفِرَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	صَدَقَةٍ	يَّتْبَعُهَآ	اَذًى	وَاللّٰهُ	غَنِىٌّ	حَلِيْمٌ
بات	اچھی	اور درگزر	بہتر	سے	خیرات	اس کے بعد ہو	ایذا دینا	اور اللہ	بے نیاز	بردبار

بدخوئی کرنے سے نہ دینا بہتر ہے

آگے صدقہ دے کر احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کی مذمت میں مزید ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ناداری یا کسی معذوری کی حالت میں جبکہ سائل اور حاجت مند کو کچھ دینا نہ ہو تو نرم گفتاری اور شیریں کلامی سے جواب دے دینا چاہیے اور سائل کی سختی کو ٹال دینا چاہئے۔ اسے جھڑکنا۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا ہرگز نہ چاہئے اور ایسے الفاظ نہ کہنا چاہیے کہ تو بڑا جھگڑالو ہے۔ چمٹ ہی گیا۔ پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔ ہٹہ کٹہ ہے۔ محنت مزدوری کیوں نہیں کرتا۔

مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کے اصرار اور بدخوئی پر درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے کہ بار بار اس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اس کو حاجت نہیں جو صدقہ اس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔ (تفسیر عثمانیؒ)

ایک کے بدلہ سات سو

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قیامت کے دن سات سو نکیل والی اونٹنیاں پائے گا۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ نماز، روزہ، ذکر اللہ، اللہ تعالیٰ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا بڑھ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

صدقات وخیرات کے صحیح ہونے اور ثواب ملنے کی شرطیں

جس طرح نماز کے لئے دو قسم کی شرائط ہیں۔ ایک شرط صحت، جیسے وضو اور طہارت اور دوسری شرط بقاء جیسے نماز میں کسی سے باتیں نہ کرنا اور کھانے پینے سے پرہیز کرنا۔ پس اگر وضو ہی نہ کرے تو سرے ہی سے نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر وضو اور طہارت کے بعد نماز شروع کی، مگر ایک رکعت یا دو رکعت کے بعد نماز میں کھانا اور پینا اور بولنا شروع کر دیا تو اس کی نماز باقی نہ رہے گی۔

اسی طرح صدقات اور خیرات کے لئے بھی دو قسم کی شرطیں ہیں، ایک شرط صحت اور دوسری شرط بقاء اخلاص شرط صحت ہے۔ بغیر اخلاص کے صدقہ صحیح ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو صدقہ ریاء اور نفاق کے ساتھ دیا جائے وہ شریعت میں معتبر نہیں۔ اور من اور اذی سے پرہیز شرط بقاء ہے یعنی صدقہ اور خیرات اس وقت تک محفوظ اور باقی رہیں گے جب تک صدقہ دینے کے بعد نہ تو احسان جتایا جائے اور نہ سائل کو کسی قسم کی ایذاء پہنچائی جائے۔ اگر صدقہ دینے کے بعد احسان جتایا یا ستایا تو وہ صدقہ ضائع اور باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں صدقہ اور خیرات کے مفسدات میں سے ہیں، جیسے کھانے اور پینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے۔ (معارف کاندھلوی)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صدق دل سے اور صحیح طریقے سے صدقات کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تُبْطِلُوْا	صَدَقٰتِكُمْ	بِالْمَنِّ	وَالْاَذٰى	كَالَّذِىْ	يُنْفِقُ	مَالَهٗ	رِئَآءَ	النَّاسِ
اے	ایمان والو	نہ ضائع کرو	اپنے خیرات	احسان جتلا کر	اور ستانا	اس شخص کی طرح جو	خرچ کرتا	اپنا مال	دکھلاوا	لوگ

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر۔ سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اس کو بالکل

وَلَا يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	صَفْوَانٍ	عَلَيْهِ	تُرَابٌ	فَاَصَابَهٗ	وَابِلٌ	فَتَرَكَهٗ
اور ایمان نہیں رکھتا	اللہ پر	اور آخرت کا دن	پس اسکی مثال	جیسی مثال	چکنا پتھر	اس پر	مٹی	پھر اس پر برسے	تیز بارش	تو اسے چھوڑ دے

صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

صاف کر دے۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہ بتلا دیں گے۔

	صَلْدًا	لَا يَقْدِرُوْنَ	عَلٰى	شَىْءٍ	مِمَّا	كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِىْ	الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ	
	صاف	وہ قدرت نہیں رکھتے	پر	کوئی چیز	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور اللہ	راہ نہیں دکھاتا	کافروں کی قوم	

احسان جتانے ایذاء دینے اور دکھلاوا کرنے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے

یہاں اس آیت میں اہل ایمان کو نہایت تاکید کے ساتھ مَنّ اور اَذٰی یعنی صدقہ کے بعد احسان جتلانے اور تکلیف و ایذا پہنچانے سے منع فرمایا گیا کہ ایسا کرنے سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں رہتا۔ پھر ایمان والوں کو ایک منافق اور ریاکار کی مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جس طرح ایک منافق محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خیر خیرات کرتا ہے اور نہ اللہ پر اس کا ایمان ہے اور نہ یوم آخرت پر یقین ہے تو ایسے منافق ریاکار کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اُس کے لئے کوئی ثواب آخرت نہیں۔ اور جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے اُس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چکنا پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو۔ پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ ظاہر ہے کہ اُس میں دانہ کیا اُگے گا۔ یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ خیرات کا ہے اور ریا اور نفاق صدقہ خیرات کے ثواب کو بہا کر لے جاتا ہے اور اُن پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اور آخرت کے لحاظ سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تو یہاں سے واضح ہو گیا کہ جس صدقہ و خیرات کے بعد مستحقین پر احسان جتلاتا ہو یا اُن کو ایذا پہنچانے کی صورت ہو تو وہ صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور خیرات کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح شہرت اور نام آوری اور دکھلاوے کی نیت سے خرچ کرنا گویا مال کو ضائع کرنا ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! نفاق اور ریاکاری کی خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور کوئی کام ہم سے نام و نمود ریا اور شہرت کی نیت سے نہ ہونے دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ

اور اُن لوگوں کے خرچ کیے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے

وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰهِ	وَتَثْبِيْتًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	كَمَثَلِ	جَنَّةٍ
اور مثال	جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	حاصل کرنا	خوشنودی	اللہ	اور ثبات و یقین	سے	اپنے دل (جمع)	جیسے	ایک باغ

بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞

جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اُس پر زور کی بارش پڑی ہو۔ پھر وہ دونا پھل لایا ہو۔ اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔

بِرَبْوَةٍ	اَصَابَهَا	وَابِلٌ	فَاٰتَتْ	اُكُلَهَا	ضِعْفَيْنِ	فَاِنْ	لَّمْ يُصِبْهَا	وَابِلٌ	فَطَلٌّ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
بلندی پر	اس پر پڑی	تیز بارش	تو اس نے دیا	پھل	دوگنا	پھر اگر	نہ پڑی	تیز بارش	تو پھوار	اور اللہ	جو	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

قرآن حکیم کا حکیمانہ انداز

پچھلے درس میں صدقاتِ غیر مقبولہ کا حال بیان فرمایا گیا۔ آگے صدقاتِ مقبولہ کا حال آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔ اور اس کو بھی ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے۔

قرآن کریم کے طرزِ بیان کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ اچھائی کے مقابلہ میں بدی اور بدی کے مقابلہ میں اچھائی۔ اچھوں کے مقابلہ میں بدوں اور بدوں کے مقابلہ میں اچھوں۔ ایمان واسلام کے مقابلہ میں کفر و شرک اور کفر و شرک کے مقابلہ میں اسلام و ایمان کا ذکر ہوتا ہے اور ہر ایک کا نتیجہ و انجام اس کے ساتھ بتلا دیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے کو نیکی کی رغبت اور بدی سے نفرت ہو۔ اوپر پہلی آیت میں کافروں منافقوں اور ریاکاری کے ساتھ صدقات دینے کا بیان کیا گیا۔ اور اس کے نتیجہ میں ذکر کر دیا گیا کہ ان کی خیر خیرات سے کوئی نتیجہ آخرت حاصل نہیں۔ اُن کے بعد دوسری آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کی راہ میں مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہو جائے اُن کے صدقات مقبول ہیں اور ان پر اجر و ثواب آخرت کا وعدہ ہے۔ اور چونکہ مثال بیان کرنے سے مقصد خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور بات ذہن نشین ہو جاتی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے بھی کلام پاک میں جگہ بجگہ مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

خلوص سے کئے جانے والے صدقہ کا اجر

جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں کہ اُن کے صدقات اس طرح پھلتے پھولتے اور بار آور ہوتے ہیں جیسے ٹیلہ یعنی بلندی اور اُونچائی پر کوئی باغ واقع ہو اور اس پر موسلا دھار بارش پڑے تو اس باغ کے درخت دوگنا پھل دیتے ہیں اور اگر موسلا دھار بارش نہ ہو بلکہ خفیف بارش ہی پڑ جائے تب بھی وہ باغ کافی پھل دیتا ہے۔ گویا جس درجہ کا اخلاص ہوگا ویسا ہی اجر و ثواب ہوگا۔ محروم بہرحال کسی صورت میں نہیں۔ آخر میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں) فرما کر ظاہر فرما دیا کہ وہ مخلص۔ منافق اور ریاکار کو خوب جانتا ہے۔ ہر ایک کو اس کی نیت کے اور عمل کے موافق جزا دے گا۔

اب چونکہ یہ نہایت خسارہ اور نقصان کی بات ہے کہ آپ اپنا مال بھی صدقات میں خرچ کریں اور انجام میں یعنی آخرت میں وہ صدقات نفع بخش اور سودمند بھی ثابت نہ ہوں اس لئے ریاکاروں کے اعمال کو ضائع اور بے نتیجہ ہونے پر صدقہ و خیرات کر کے احسان جتلانے پر خیرات کے ثواب کو ضائع کر دینے سے بچنے کے لئے ایک دوسری مثال سے یہ مضمون سمجھایا جاتا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اخلاص کی بھی دولت عطا فرمائیں تاکہ ہمارا ہر کام اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اُس کے نیچے نہریں چلتی ہوں۔ اُس شخص کے یہاں

اَيَوَدُّ	اَحَدُكُمْ	اَنْ	تَكُوْنَ	لَهٗ	جَنَّةٌ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	لَهٗ
کیا پسند کرتا ہے	تم میں سے کوئی	کہ	ہو	اس کا	ایک باغ	سے (کا)	کھجور	اور انگور	بہتی ہو	سے	اسکے نیچے	نہریں	اسکے لئے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

اُس باغ میں اور بھی ہر قسم کے میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس میں آگ ہو

فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ الثَّمَرٰتِ	وَاَصَابَهُ	الْكِبَرُ	وَلَهٗ	ذُرِّيَّةٌ	ضُعَفَآءُ	فَاَصَابَهَا	اِعْصَارٌ	فِيْهِ	نَارٌ
اس میں	سے	ہر قسم کے پھل	اور اس پر آ گیا	بڑھاپا	اور اسکے	بچے	بہت کمزور	تب اس پر پڑا	ایک بگولا	اس میں	آگ

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

پھر وہ باغ جل جاوے اللہ تعالیٰ اس طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے تاکہ تم سوچا کرو

	فَاحْتَرَقَتْ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَفَكَّرُوْنَ	
	تو وہ جل گیا	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	نشانیاں	تاکہ تم	غور و فکر کرو	

اپنے اعمال کے باغ کو برباد مت کرو

اس آیت میں پھر ایک مثال باغ کی دی جاتی ہے اور اس مثال سے یہ سمجھایا جاتا ہے کہ صدقات وخیرات میں جو ہدایات گذشتہ آیت میں ذکر ہوئیں اور جو شرائط مقبولیت نفقات کی بیان ہوئیں اگر اُن کی خلاف ورزی کی گئی تو صدقہ باطل و مردود ہو جاتا ہے اور نتیجہ میں اجر و ثواب آخرت سے محروم رہ جاتا ہے۔

باغ کو تباہ و برباد ہونے مت دو

مومن کا صدقہ وخیرات عالم آخرت میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالم آخرت میں انسان بوڑھے کی طرح حسنات اور اعمال صالحہ کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور انہیں اعمال کی طرف توقع اور اُمید کی نظر ہوتی ہے لیکن اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولہ اس باغ سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ تو یہاں یہ تنبیہ مقصود ہے کہ تم اپنے صدقہ وخیرات کے باغ کو تباہ و برباد مت ہونے دینا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مضمون نہ صرف صدقات وخیرات سے متعلق ہے بلکہ تمام حسنات طاعات وعبادات کے لئے عام ہے یعنی اعمال صالحہ کی کچھ شرطیں انوار و برکات کے لحاظ سے بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہر قسم کے معاصی اور سیئات سے پرہیز کرنا۔

فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کے آداب

۱- جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس مال کا حلال و پاک ہونا۔

۲- طریق سنت کے موافق خرچ کرنا۔ ۳- صحیح مصرف میں خرچ کرنا۔

۴- خیرات کے بعد جس کو خیرات دی ہے اُس پر احسان نہ جتلانا۔

۵- ایسا کوئی معاملہ نہ کرنا جس سے صدقہ وصول کرنے والے کی تحقیر و اہانت ہو یا اُس کو کوئی تکلیف و ایذا پہنچے۔

۶- جو کچھ خرچ کیا جائے اخلاص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ نام و نمود شہرت اور ریا وغیرہ سے پاک ہو۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہمیں جو مال دیا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اے ایمان والو! خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اُس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اَنْفِقُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا	كَسَبْتُمْ	وَمِمَّآ	اَخْرَجْنَا	لَكُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ
اے	جو ایمان لائے	تم خرچ کرو	سے	پاکیزہ	جو	تم کماؤ	اور سے۔جو	ہم نے نکالا	تمہارے لئے	سے	زمین

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا

اور ردی چیزوں کی طرف نیت مت لیجایا کرو کہ اُس میں سے خرچ کردو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ۔ اور یہ یقین رکھو

وَلَا	تَيَمَّمُوا	الْخَبِيْثَ	مِنْهُ	تُنْفِقُوْنَ	وَلَسْتُمْ	بِاٰخِذِيْهِ	اِلَّآ	اَنْ	تُغْمِضُوْا	فِيْهِ	وَاعْلَمُوْٓا
اور نہ	ارادہ کرو	گندی چیز	سے۔جو	تم خرچ کرتے ہو	جبکہ تم نہیں ہو	اس کو لینے والے	مگر	یہ کہ	تم چشم پوشی کرو	اس میں	اور تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے لائق ہیں

اَنَّ	اللّٰهَ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ
کہ	اللہ	بے نیاز	خوبیوں والا

شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے موافق کھجوروں کے خوشہ لا کر مسجد نبوی میں ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے تھے جسے اصحابِ صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے تھے۔ کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے۔ ہاں اگر شرم ولحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے۔ اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں کا ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ چیزوں کا خرچ کرنا

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ جس کے پاس عمدہ چیز ہو اس کے ہوتے ہوئے اللہ کی راہ میں نکمی اور خراب چیزیں خیرات کے نام سے محتاجوں اور مسکینوں کو دینا درست نہیں اور اس عمل کی برائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا گیا اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دیدے تو کیا تم اس کو پسند کرو گے؟ اگر نہیں تو اپنے محتاج بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہو بالخصوص جبکہ صدقات وخیرات ایک طرح سے حق تعالیٰ شانہٗ کو ہدیہ دینا ہے ہاں اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کے لئے برائی نہیں ایسی چیزوں کے خیرات کرنے میں۔

صدقہ خیرات کے حکم میں تمہاری بھلائی ہے اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے

اس آیت کے اخیر میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ فرما کر مزید تنبیہ فرما دی کہ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں۔ وہ ان سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ غنی ہے۔ اس کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبودی کے لئے نازل کرتا ہے اور وہ حمید ہے یعنی صفاتِ کمال سے متصف ہے اس لئے اُس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! آپ نے ہم کو جو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس میں سے طیّبَت مال کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور بخل سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! نفس اور شیطان کے وساوس اور اوہامِ فاسدہ سے ہماری حفاظت فرما۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے سے ہم کو کامل طور پر بچا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا۔

اَلشَّيْطٰنُ	يَعِدُكُمُ	الْفَقْرَ	وَيَأْمُرُكُمْ	بِالْفَحْشَآءِ	وَاللّٰهُ	يَعِدُكُمْ	مَّغْفِرَةً	مِّنْهُ	وَفَضْلًا
شیطان	تم کو ڈراتا ہے	تنگدستی	اور تمہیں حکم دیتا ہے	بے حیائی کا	اور اللہ	تم سے وعدہ کرتا ہے	بخشش	اس سے (اپنی)	اور فضل

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا

شیطان کا دھوکہ دینا

شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لئے اسے اوہام و وساوس اور خیالات فاسدہ میں مبتلا کرتا ہے مثلاً کہ میں خرچ کر دوں گا تو پھر ضروریات کہاں سے پوری ہوں گی۔ اس طرح گنجائش موجود ہونے پر قبل از مرگ اس واویلا کا اعتبار نہیں اور ایسے اوہام کے جال میں غلطاں و پیچاں رہنا شیطانی وسوسہ ہے۔ ہاں اگر گنجائش نہ ہو بلکہ اسباب محتاجگی موجود ہوں تو شریعت خود ایسے شخص کو نفلی صدقات سے روکتی ہے اور نہ ایسی صورت میں خرچ نہ کرنے کو بخل کہا جاسکتا ہے اور یہی نہیں کہ شیطان صرف محتاجی کا خوف و وسوسہ دلاتا ہے بلکہ وہ فحش اور بری باتوں کا بھی حکم دیتا ہے مثلاً سائلوں کو برا بھلا کہنا۔ نیک کاموں کی مذمت کرنا۔ شہوات ولذات اور نام و نمود وریاء کے کاموں میں روپیہ اڑانا وغیرہ جملہ فحش شیطانی الہام ہیں جس کا بدیہی نتیجہ افلاس و رسوائی ہے۔ لیکن کتنا عجیب ہے کہ نیک کاموں میں اور اللہ کے راستوں میں مال خرچ کرنے سے تو افلاس اور تنگدستی سے خوف دلاتا ہے اور فحش کاموں میں بے دریغ روپیہ اڑانے سے افلاس سے نہیں ڈراتا دن رات دیکھا جاتا ہے کہ شیطانی کاموں میں صرف کرنے سے افلاس آتا ہے اور فراخ دستی دیکھی جاتی ہے۔ مگر شیطانی الہام نے کیسا برعکس معاملہ سمجھایا ہے۔

فرشتہ اور شیطان کا انسان پر تصرف

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان ابن آدم پر تصرف رکھتا ہے اور فرشتہ بھی انسان پر تصرف رکھتا ہے۔ شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ انسان کو برائی کا وعدہ اور حکم دیتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر آمادہ کرتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ بھلائی کا وعدہ سمجھاتا ہے اور حق کی تائید کراتا ہے۔ پس جس کے دل میں برائی کا وسوسہ پیدا ہو تو اس کو شیطان رجیم کی طرف سے سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا چاہئے یعنی اَعوذ پڑھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت پڑھی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں اخلاص کی بھی دولت عطا فرمائیں تا کہ ہمارا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کیلئے ہو۔ یا اللہ جو مال و دولت آپ نے ہمیں دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستے میں اپنی رضا کے لئے خرچ کرنے کی ہمیں توفیق نصیب ہو اور جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے دیئے ہوئے مال میں سے آپ کے راستے میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرمایئے اور اسکو ہمارے لئے باعث اجر و ثواب آخرت بنایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں۔اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

يُؤْتِي	الْحِكْمَةَ	مَنْ	يَّشَاءُ	وَمَنْ	يُّؤْتَ	الْحِكْمَةَ	فَقَدْ اُوْتِيَ	خَيْرًا	كَثِيْرًا	وَمَا	يَذَّكَّرُ	اِلَّآ	اُولُوا الْاَلْبَابِ
وہ عطا کرتا ہے	حکمت دانائی	جسے	وہ چاہتا ہے	اور جسے	دی گئی	حکمت	تحقیق دی گئی	بھلائی	بہت	اور نہیں	نصیحت قبول کرتا	سوائے	عقل والے

دین کی سمجھ بہت بڑی دولت ہے

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا جس کو حکمت مل جائے اُس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔تو یہ لفظ حکمت قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے اور اُس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔کہیں علم نبوت کے معنی لئے گئے ہیں۔کہیں معرفت اور فہم قرآن کے معنی لئے ہیں۔کہیں دین کی سمجھ مراد ہے۔کہیں علم نافع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔اس آیت میں حکمت سے مراد دین کی فہم اور سمجھ ہے اور دین کی فہم اور سمجھ بڑی دولت ونعمت ہے کہ اسی سے عقائد کی درستگی ہوتی ہے۔اسی سے اعمال کی اصلاح وتوفیق ہوتی ہے۔انسان میں ایسی سمجھ بوجھ کا پیدا ہو جانا کہ دنیا کے محض ظاہری نمائشی فائدوں میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقی نفع اور نقصان کو سمجھ سکے اور اچھائی اور برائی کی راہوں کا شناسا ہو جائے۔یہی قرآن حکمت ہے اور جسے یہ حکمت مل گئی اس نے زندگی کی بہت بڑی برکت ونعمت پالی۔

شیطانی وساوس سے بچنے کا اہتمام

آیات کا حاصل یہ ہوا کہ ایسے انفاق میں جس کی شرائط اُوپر ذکر ہوئیں ضرر اور نقصان تو بالکل نہیں اور نفع یقینی ہے کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی۔پس انسانی فہم کا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ ایسی حالت میں شیطانی وساوس کو ہرگز قبول نہ کرے مگر خاتمہ پر وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ فرما کر یہ بھی واضح فرما دیا کہ پند ونصیحت سننے کو تو ہر کوئی سن لیتا ہے مگر اُس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھاتے ہیں جن کو اللہ نے حکمت اور عقل دی ہے۔

اب یہاں تک انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں جو شرائط واحکام بیان فرمائے گئے آگے اُن کی تاکید ایک عجیب پیرایہ سے فرمائی جاتی ہے اور پھر انفاق کے متعلق اسکی تحقیق ہے کہ صدقہ کو ظاہر کر کے دینا چاہئے یا پوشیدہ طور سے چھپا کر جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! دین کی سمجھ اور فہم ہمیں عطا فرما اور جملہ قرآنی احکام وہدایات کی ہم کو فرمانبرداری و پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اولوا الالباب میں شامل فرما تا کہ ہم جملہ قرآنی ہدایات سن کر اس سے فائدہ اُٹھانے والے ہوں۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے۔ اور بیجا کام کرنے والوں کا

وَمَآ	اَنْفَقْتُمْ	مِّنْ	نَّفَقَةٍ	اَوْ	نَذَرْتُمْ	مِّنْ نَّذْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُهٗ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ
اور جو	تم خرچ کرو گے	سے	کوئی خیرات	یا	تم نذر مانو	کوئی نذر	تو بیشک	اللہ	اسے جانتا ہے	اور نہیں	ظالموں کیلئے

اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ اگر تم ظاہر کر کے دو صدقات کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے

مِنْ اَنْصَارٍ	اِنْ	تُبْدُوا	الصَّدَقٰتِ	فَنِعِمَّا	هِيَ	وَاِنْ	تُخْفُوْهَا	وَتُؤْتُوْهَا	الْفُقَرَآءَ	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ
کوئی مددگار	اگر	ظاہر (علانیہ) کرو	خیرات	تو اچھی بات	یہ	اور اگر	تم اس کو چھپاؤ	اور وہ پہنچاؤ	تنگدست (جمع)	تو وہ	بہتر	تمہارے لئے

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کردیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں

وَيُكَفِّرُ	عَنْكُمْ	مِّنْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ
اور دور کردے گا	تم سے	سے کچھ	تمہارے گناہ	اور اللہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	باخبر

اللہ تعالیٰ سب کی نیتوں سے واقف ہے

اللہ تعالیٰ علیم ہیں تم جو صدقہ کرتے ہو خواہ فرضی ہو یا نفلی۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اخلاص سے ہو یا ریاء سے حلال طیب ہو یا ناپاک وخبیث ہو۔ اللہ کی راہ میں ہو یا شیطان کی راہ میں۔ اسی طرح تم جو نذریں مانتے ہو خواہ وہ عبادت مالیہ کی نذر ہو یا عبادت بدنیہ کی اور خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم ورضا کے لئے ہو یا غیر اللہ کی تعظیم وخوشنودی کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ان سب باتوں کا علم ہے۔ وہ کسی امر سے بے خبر نہیں۔ سب کو جانتا ہے اور ہر ایک پر اس کے مطابق جزا دیں گے۔

احکام الٰہی کی پیروی نہ کرنیوالوں کا کوئی مددگار نہیں

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

یہاں ظالمین کا لفظ عام ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروری شرائط کی رعایت نہیں کرتے یعنی ریاکار خیرات کر کے احسان جتلانے والے اللہ کی راہ میں گھٹیا اور ناکارہ خراب چیز دینے والے۔ ناجائز مصارف میں دولت خرچ کرنے والے۔ سب کو وعید سنائی جاتی ہے کہ خدائی احکام کی پرواہ نہ کر کے اپنے حق میں ظلم وناانصافی کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اس ظلم کی بدانجامی سے بچا سکے۔

دوسری آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں صدقات سے نفلی صدقات مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر نفلی صدقات علانیہ غربا اور فقراء کو دیئے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے دلوں میں بھی خیرات کا جذبہ پیدا ہوگا۔ نیک لوگ اس سخاوت کو دیکھ کر دُعاء کریں گے کہ اے اللہ ایسے سخی کو زندہ رکھ جو تیری راہ میں خرچ کرتا ہے۔ نیز دوسرے مستحقین کو جب ایسے سخی کا علم ہوگا تو وہ بھی تمہارے وجود کو اپنے لئے سہارا سمجھیں گے اور تمہارے لئے دُعا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہیں

اخیر میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب۔ خبیر وبصیر اور حاضر وناظر ہونے کے نظریہ کو پھر دہرایا ہے۔ کیونکہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں پر رغبت کرنے کا سب سے زیادہ مؤثر اور اکسیری نسخہ یہی بندہ کا اعتقاد ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنیکی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ

اُن کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں ولیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں۔اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو

لَيْسَ	عَلَيْكَ	هُدٰىهُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَلِاَنْفُسِكُمْ
نہیں	آپ پر	ان کی ہدایت	اور لیکن	اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور جو	تم خرچ کروگے	مال سے	تو اپنے واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے۔اور جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب پورا پورا تم کو مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جائیگی

وَمَا	تُنْفِقُوْنَ	اِلَّا	ابْتِغَآءَ	وَجْهِ اللّٰهِ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ خَيْرٍ	يُّوَفَّ	اِلَيْكُمْ	وَاَنْتُمْ	لَا تُظْلَمُوْنَ
اور نہ	خرچ کرو	مگر	حاصل کرنا	اللہ کی رضا	اور جو	تم خرچ کروگے	مال سے	پورا ملیگا	تمہیں	اور تم	نہ زیادتی کیجائیگی تم پر

ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تم صدقہ دینے اور بھلائی کرنے میں کافر و مسلم کی تخصیص نہ کرو۔ان آیات میں فقراء کی تعمیم کی جارہی ہے کہ خیر خیرات دینے میں کچھ مسلمانوں ہی کی تخصیص نہیں۔ غیر مسلم بھی اگر حاجت مند ہو تو اسکے ساتھ بھی سلوک سے گریز نہ کرو۔

اس آیت میں حق تعالیٰ دو طرح کے خطاب فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ فرض و واجب نہیں جس کے لئے اتنے دور دراز کے اہتمام کئے جاویں لیکن یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے جس کو چاہیں ہدایت پر لے آئیں یعنی آپ کا کام صرف ہدایت کا پہنچا دینا اور اس کی تبلیغ کر دینا ہے خواہ کوئی ہدایت پر آوے یا نہ آوے''۔

اس کے بعد تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ:

''اے مسلمانو! جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو کہ اس کا ثواب تم ہی کو ملے گا اور تم کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور یہ غرض ہر حاجتمند کی رفع حاجت کرنے سے حاصل ہوتی ہے پھر مسلمان فقیر کی تخصیص کیوں کی جاوے اور نیز جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب یعنی اس کا عوض اور ثواب پورا پورا تم ہی کو آخرت میں مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی (سو تم کو اپنے عوض سے مطلب رکھنا چاہئے اور عوض ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے گا۔کافر کو نہ ملے۔لہٰذا اس فکر میں نہ پڑو)''

صدقات واجبہ صرف مسلمان مساکین کا حق ہے

یہاں اس آیت میں وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ میں خیر سے مراد مال و دولت ہے۔یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اس آیت میں صدقات نافلہ اور عام خیرات کا بیان ہے۔اور نفلی صدقہ اور خیرات کافر کو بھی دینا جائز ہے۔رہا صدقاتِ واجبہ یا صدقۂ فطر تو اس کے مستحق صرف مسلمان فقراء اور مساکین ہیں کیونکہ مسلمان تونگروں سے زکوٰۃ کا مال لیا جاتا ہے جو مسلمان غربا و فقراء کو ہی دینا چاہیے۔ البتہ حربی کافر کو جو اہل اسلام کو ضرر پہنچانے پر آمادہ رہتا ہو اس کو کسی قسم کا صدقہ وغیرہ دینا جائز نہیں۔ذمی کافر یعنی غیر حربی کو صرف زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں اور دوسرے صدقات سب جائز ہیں۔(بیان القرآن)

دُعاء کیجئے: یا اللہ! جو کچھ مال و دولت آپ نے ہمیں دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق کی ادائیگی ہر حال میں نصیب فرما۔اور مال و دولت کے فتنہ سے بچا۔اور اپنی رضا کے لئے اس میں سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں۔ وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا امکان نہیں رکھتے۔ نا واقف اُن کو

لِلْفُقَرَآءِ	الَّذِيْنَ	اُحْصِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	ضَرْبًا	فِي الْاَرْضِ	يَحْسَبُهُمُ
تنگ دستوں کیلئے	جو	رُکے ہوئے	میں	اللہ کا راستہ	وہ نہیں طاقت رکھتے	چلنا پھرنا	زمین (ملک) میں	انہیں سمجھے

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا

تونگر خیال کرتا ہے اُن کے سوال سے بچنے کے سبب سے۔ تم اُن کو اُن کے طرز سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔ اور جو مال خرچ کرو گے

الْجَاهِلُ	اَغْنِيَآءَ	مِنَ التَّعَفُّفِ	تَعْرِفُهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	لَا يَسْــَٔلُوْنَ	النَّاسَ	اِلْحَافًا	وَمَا	تُنْفِقُوْا
ناواقف	مال دار	سوال سے بچنے سے	تو پہچانتا ہے انہیں	انکے چہرے سے	وہ سوال نہیں کرتے	لوگ	لپٹ کر	اور جو	تم خرچ کرو گے

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ	
بیشک اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔	مال سے	تو بیشک	اللہ	اس کو	جاننے والا	

شانِ نزول: مفسرین نے اس پہلی آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ تقریباً چار سو حضرات مہاجرین ترک وطن کر کے اور تمام گھربار اور مال ومنال سے کنارہ کش ہو کر مدینہ منورہ چلے آئے تھے اور ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترہ تھا۔ رات کو سب اُس پر پڑ رہتے اور اکثر عبادت۔ تلاوت قرآن اور احادیث نبوی اور علم دین کے سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا کرتے تھے۔ نہ کھانے کمانے کی پرواہ تھی اور نہ دیگر ضروریات کی فکر۔ کسی نے کھانے کو لا دیا تو کھا لیا ورنہ بھوکے سو گئے۔ پھر کہیں جہاد پر کوئی فوجی دستہ بھیجا جاتا تو اس میں شامل ہو کر یہ حضرات بھی جاتے تھے۔ ان حضرات کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ بہر حال ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ جو مانگتے نہیں تو وہ مستحق بھی نہیں۔ اُس وقت اصحاب صفہ کی جماعت آیت کریمہ میں بیان کردہ صفات کا مصداق تھیں۔

صدقات وخیرات کے مستحقین کی صفات

یہاں اس آیت میں خیرات وصدقات کا جن فقراء کو زیادہ مستحق بتلایا گیا اُن کی پانچ صفات ذکر فرمائی گئیں۔ (۱) وہ اللہ کی راہ میں بندھ گئے ہوں یعنی شب وروز یاد الٰہی اور خدمت دین میں مشغول رہتے ہوں۔ (۲) وہ اپنی اس دینی مشغولیت کی وجہ سے کہیں کاروبار از قسم تجارت یا ملازمت وغیرہ کے لئے نہیں جا سکتے۔ (۳) باوجود فقر وفاقہ کے اس کشادہ پیشانی اور خوبی سے گذارتے ہیں کہ ناواقف اُن کو اس بے اعتنائی اور بے سوالی سے غنی سمجھتا ہے۔ (۴) بشریت کے تقاضہ بہر حال ان میں موجود ہیں اسلئے حاجتمندی اور فقر وفاقہ کے آثار اُن کی شکل وصورت سے جانے جا سکتے ہیں۔ (۵) اُن میں صفت توکل غالب ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو خیر خیرات دینے کی خاص ترغیب اس آیت میں دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زمانہ میں اس آیت کا بہترین مصداق وہ طلباء علم دین ہیں جو علوم دینیہ کی تحصیل اور اس کے مشاغل دینیہ میں مشغول ہوں۔ اہل زمانہ کا یہ اعتراض کہ وہ بالکل نکمے قوم پر بوجھ اور کمانے کے حق میں بیکار ہیں اس کا جواب قرآن کریم میں دے دیا گیا ہے۔

اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں اُسی کا دفعیہ کیا جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا۔ جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی اور انہماک کی حاجت ہے اس لئے اس کے ساتھ اکتساب مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا اور اس کے کرنے سے علم دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جو مال ودولت ہمیں دنیا میں عطا فرما رکھا ہے اس میں اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا

جولوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ اور آشکارا سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس۔ اور نہ

اَلَّذِیْنَ	یُنْفِقُوْنَ	اَمْوَالَهُمْ	بِالَّیْلِ	وَالنَّهَارِ	سِرًّا	وَّعَلَانِیَةً	فَلَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَلَا
جولوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	رات میں	اور دن	پوشیدہ	اور ظاہر	پس اُن کیلئے	ان کا اجر	پاس	ان کا رب	اور نہ

خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے۔

خَوْفٌ	عَلَیْهِمْ	وَلَا	هُمْ	یَحْزَنُوْنَ
کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے

شانِ نزول: دن، رات، خفیہ اور اعلانیہ ہر حال میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے

اس آیت کے شان نزول میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب مذکورہ بالا پہلی آیت لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نازل ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بہت سے دینار اصحاب صفہ کو بھیجے اور حضرت علیؓ نے آدھی رات کے وقت چھوارے ان کو بھیجے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت نازل فرمائی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چار ہزار درہم خیرات کئے۔ ایک ہزار رات کو۔ ایک ہزار دن کو۔ ایک ہزار چھپا کر ایک ہزار علانیہ اُسوقت اس آیت کا نزول ہوا۔ تو گوشانِ نزول خاص حضرات صحابۂ کرامؓ کے متعلق ہو مگر مضمون آیت کا عام ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کے اجرِ عظیم اور فضیلت کا بیان ہے جو اللہ کی راہ میں مال دولت خرچ کرتے ہیں۔ دن رات حاجتمندوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ صبح شام صدقات خیرات سے غربا پروری کرتے ہیں۔ اور ظاہراً و پوشیدہ جیسا بھی موقع ہو اس نیکی میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کیلئے خوشخبری

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک تو وعدہ فرمایا اور ایک خوشخبری بیان فرمائی۔ وعدہ تو یہ فرمایا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی اُن لوگوں کو اُن کا اجر جو اُن کے رب کے پاس جمع ہے ملے گا۔ دیکھئے اگر کسی کا روپیہ یا مال کسی کے پاس جمع ہو تو تلف اور نقصان ہونے کا اندیشہ ہوسکتا ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے عِنْدَ رَبِّهِمْ فرما کر یہ اطمینان دلا دیا کہ اس کا اجر پروردگار کے پاس جمع رہتا ہے۔ اس لئے کسی طرح ضائع نہیں ہوسکتا اور نہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اور خوشخبری یہ سنائی وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی ایسے نیکی رساں بندوں کو قیامت کے دن نہ ماضی کا غم ہوگا اور نہ مستقبل کا خوف یعنی ان کو کوئی خطرہ کی بات پیش نہ آئے گی۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف و خطر میں گھرے ہوں گے تو بیشک اُن کو خود تو طبعی خوف و دہشت ہوسکتی ہے مگر جس امر کا خطرہ ہے وہ پیش نہ آوے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اس خوشخبری کا مصداق بنائیں اور قیامت کے دن خوف و غم سے ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

دُعاء کیجئے: یااللہ! جو آپ کی توفیق سے خرچ ہو جائے اسکو اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے۔ اور ہمارے لئے باعث اجر و ثواب بنا دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

20

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر۔

مِنَ الْمَسِّ	الشَّيْطٰنُ	يَتَخَبَّطُهُ	الَّذِيْ	يَقُوْمُ	كَمَا	اِلَّا	لَا يَقُوْمُوْنَ	الرِّبٰوا	يَاْكُلُوْنَ	الَّذِيْنَ
چھونے سے	شیطان	اسکے حواس کھودیئے ہوں	وہ شخص جو	کھڑا ہوتا ہے	جیسے	مگر	نہ کھڑے ہونگے	سود	کھاتے ہیں	جولوگ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ

یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے

الرِّبٰوا	مِثْلُ	الْبَيْعُ	اِنَّمَا	قَالُوْٓا	بِاَنَّهُمْ	ذٰلِكَ
سود	مانند	تجارت	درحقیقت	انہوں نے کہا	اسلئے کہ وہ	یہ

سود کیا ہے؟

لفظ ربٰوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں خصوصاً سرمایہ میں اضافہ۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے اصل قرضہ پر زیادتی یا بلا وجہ مال حاصل کرنا اور مال پر زیادتی چاہنا۔ عربوں کے ہاں ایام جاہلیت میں اس سے مراد وہ زاید رقم تھی جو قرض خواہ معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ جسے آج سود کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے سود کی جگہ نفع کہنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن یوں لفظ بدل دینے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

قیامت میں سود خور کی حالت

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

اس جملہ میں سود خواروں کے انجام بد اور محشر میں اُن کی رسوائی اور گمراہی کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کھڑے ہونے سے مراد محشر میں قبر سے اُٹھنا ہے کہ سود خوار جب قبر سے اُٹھے گا تو اُس پاگل اور مجنون کی طرح اُٹھے گا کہ جس کو کسی خبیث جن نے لپٹ کر خبطی اور دیوانہ سا بنا دیا۔ رہا یہ کہ اس جرم سود خواری کو اس سزا سے مناسبت کیا ہے کہ جو سود خوار کو خبطی بنا کر محشر میں اُٹھایا جائے گا تو علماء نے لکھا ہے کہ سود خوار دنیا میں پیسہ کی حرص میں اس قدر مدہوش ہوتا ہے کہ اُس کو نہ کسی غریب پر رحم آتا ہے۔ نہ کسی کی شرم مانع ہوتی ہے تو درحقیقت وہ زندگی میں مال کی لالچ میں مدہوش تھا۔ اس لئے محشر میں بھی مدہوشی کی حالت میں اُٹھایا جاوے گا۔

سود خوروں کا دہرا جرم

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ (یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے) اس جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ بالا سزا کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ان لوگوں نے دو جرم کئے۔ ایک تو بذریعہ سود کے حرام مال کھایا۔ دوسرے اس کو حلال سمجھا اور تجارتی کاروبار اور سودی لین دین کو یکساں قرار دیا۔ آج بھی جبکہ اس زمانہ میں سودی کاروبار کی کثرت ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ سود اور بیع میں فرق ہی کیا ہے؟

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اس پرفتن دور میں ہمیں ہر طرح سے سود کے معاملات سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے عقائد خصوصاً سود کے معاملے میں قرآن و سنت کی تعلیم کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اسی کا رہا۔

وَاَحَلَّ	اللّٰهُ	الْبَيْعَ	وَحَرَّمَ	الرِّبٰوا	فَمَنْ	جَاۗءَهٗ	مَوْعِظَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	فَانْتَهٰى	فَلَهٗ	مَا سَلَفَ
حالانکہ حلال کیا	اللہ	تجارت	اور حرام کیا	سود	پس جس	پہنچے اس کو	نصیحت	سے	اس کا رب	پھر وہ باز آ گیا	تو اسکے لئے	جو ہو چکا

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا۔ اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے

	وَاَمْرُهٗٓ	اِلَى	اللّٰهِ	وَمَنْ	عَادَ	فَاُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	اور اسکا مقابلہ	طرف	اللہ	اور جو	پھر لوٹے	تو وہی	دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

بیع اور ربوٰا میں فرق

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اللہ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا) معلوم ہوا کہ بحکم خداوندی بیع اور ربوٰا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ باقی سود خواروں کے اپنے استدلال میں یہ کہنا کہ جس طرح بیع میں نفع وزیادتی ہوتی ہے اسی طرح سود میں بھی نفع وزیادتی ہوتی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کا جواب بعض علماء نے خوب لکھا ہے کہ سود خوروں کی اس استدلال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی یہ کہے کہ جیسے بیوی عورت ہے اس طرح ماں بھی عورت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بیوی تو حلال ہے اور ماں حرام ہے یا یوں کہنے کہ کتا بھی ایک جانور ہے اور بکری بھی جانور ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک حلال ہے دوسرا حرام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کتنی بے عقلی کی دلیل ہوئی کہ بیع بھی مثل ربوٰا کے ہے۔

توبہ تائب سے مواخذہ نہیں

فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ (پس جس کو اس کے پروردگار کی جانب سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ اس فعل حرام سے باز آ گیا یعنی سود لینا بھی چھوڑ دیا اور اُسے جائز ٹھہرانے سے بھی توبہ کرلی تو اب گذشتہ گناہ پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا)

معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (اور معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا) یعنی اگر صدق نیت سے باز آیا ہے اور سود خواری سے سچی توبہ کی ہے تو اللہ اسکی جزا دے گا اور اگر کسی دنیوی مصلحت یا ظاہر داری کی بنا پر ریاکارانہ توبہ کی ہے تو اس کے مطابق معاملہ ہوگا۔

نصیحت کے باوجود حرام کا ارتکاب کرنیوالے اور سود کو حلال سمجھنے والوں کی سزا

آیت کے آخر میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور جو شخص اس نصیحت کے بعد پھر اُسی فعل حرام اور قول کفر کی طرف رجوع کرے یعنی ربوٰا کی تحریم کے بعد بھی سود سے باز نہ آئے بلکہ سود لیتا رہے۔ تو ایسے لوگ جہنمی ہیں۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے جو جہنم میں ہمیشہ رہنے کا باعث ہے۔ فقہائے اُمت نے تصریح کی ہے کہ جو شخص سود کو حلال سمجھے وہ باجماع اُمت کافر اور مرتد ہے اور اگر سود کو حلال نہیں سمجھتا مگر چھوڑتا بھی نہیں تو مسلمانوں کے امیر یا بادشاہ اسلام کے ذمہ ایسے شخص کو قید کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ کرے اور اگر کوئی اسی قسم کی جماعت یا جتھا ہے جن کا قید کرنا مشکل ہے تو بادشاہ اسلام کے ذمہ ایسی جماعت سے جہاد اور قتال واجب ہے۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں ہر طرح سے حرام سے بچنے اور حلال کو حاصل کرنے کا عزم وجزم نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کے کام کرنے والے کو

يَمْحَقُ	اللّٰهُ	الرِّبٰوا	وَيُرْبِي	الصَّدَقٰتِ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	كُلَّ	كَفَّارٍ	اَثِيْمٍ
مٹاتا ہے	اللہ	سود	اور بڑھاتا ہے	خیرات	اور اللہ	پسند نہیں کرتا	ہر ایک	ناشکرا	گنہگار

سود اور صدقہ میں فرق

اس آیت میں ایک دوسرے طرز پر صدقہ وخیرات کی ترغیب اور سود لینے کی ترہیب بیان فرمائی جاتی ہے۔ تا کہ اہل اسلام سود سے کامل طور پر بچیں اور صدقات وخیرات کی طرف راغب ہوں۔

یہاں اس آیت میں سود کے ساتھ صدقہ کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور اُن کے نتائج بھی متضاد ہیں اور عموماً ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض اور نیت اور حالات وکیفیات بھی متضاد ہوتے ہیں۔

یہاں آیت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سود کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب کیا ہے؟ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ مٹانا اور بڑھانا آخرت کے متعلق ہے۔ اور اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ صدقہ کا بڑھانا اور سود کا مٹانا آخرت کے لئے تو ہے ہی مگر اس کے کچھ آثار دُنیا میں بھی مشاہد ہو جاتے ہیں۔ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے اور اہل تجربہ کے لئے بے شمار بیانات اس بات میں مشہور ومعروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ پائیدار اور دیر تک باقی نہیں رہتا کہ جس کا فائدہ اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا کے معنی یہ ہیں کہ سود کے مال میں سے نہ کوئی صدقہ وخیر خیرات مقبول ہے اور نہ حج وجہاد اور نہ کوئی صلہ رحمی مقبول ہے۔ یہ دنیا کی بربادی ہوئی کہ سود کے روپیہ کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے۔ اُسے اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ لے لیتا ہے پھر اُسے پال کر بڑا کرتا ہے جس طرح تم لوگ اپنے بچھیروں کو پالتے ہو اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔

صدقہ وخیرات میں اگرچہ ظاہراً مال کم ہوتا اور گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں مال بڑھتا ہے۔ اس لئے کہ صدقہ وخیرات سے جس قدر نکلتا ہے اس سے کہیں زائد اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے دیتا ہے اور برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تھوڑے مال میں کام بہت نکل جائیں۔ سو یہ مشاہدہ ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والوں کے مال میں بے شمار برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کافر وگناہ گار ناپسند ہیں: یہ قوانین خداوندی بتلانے کے بعد آیت کے اخیر میں ارشاد ہوا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو۔ کسی گناہ کا کام کرنے والے کو۔ گویا اس میں اشارہ فرمادیا کہ جو لوگ سود کو حرام ہی نہ سمجھیں بلکہ حلال جانیں وہ کفر میں مبتلا ہیں اور جو حرام سمجھنے کے باوجود عملاً اس میں مبتلا ہیں وہ گنہگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اثر دونوں قسم کے لوگوں پر عذاب آخرت کی شکل میں ہو گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع کامل ظاہراً وباطناً نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

بیشک جولوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوۃ دی اُن کے لئے اُن کا ثواب ہوگا اُن کے

إِنَّ	الَّذِينَ آمَنُوا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَأَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَآتَوُا	الزَّكٰوةَ	لَهُمْ	أَجْرُهُمْ	عِنْدَ
بیشک	جولوگ ایمان لائے	اورانہوں نے عمل کئے	نیک	اور اُنہوں نے قائم کی	نماز	اور ادا کی	زکوۃ	انکے لئے	ان کا اجر	پاس

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۷﴾

پروردگار کے نزدیک اور اُن پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے

رَبِّهِمْ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُونَ
ان کا رب	اور نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہونگے

قرآن حکیم کا مخصوص اسلوب بیان

یہ طرز بیان قرآن کریم کے امتیازی اوصاف میں سے ہے کہ ایک نوع کے بیان کے بعد اس کی ضد کو کفر میں مبتلا ہونے والوں کے مقابلہ میں ایمان والوں کا اور بدکاروں کے مقابلہ میں نیکوکاروں کا اور سودخوروں کے مقابل زکوۃ وصدقات دینے والوں کا بیان کیا جاتا ہے تا کہ اچھے برے۔ حق ناحق کا صاف صاف اظہار ہوجائے اور ترغیب وترہیب اور انذار وبشارت بدرجۂ کامل حاصل ہوجائے۔ اس لئے سودخوروں کے مقابل اس پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

ایمان اور اعمال صالح والوں کے لئے بشارت

بیشک جولوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے یعنی اپنے عقائد کو شریعت اسلامیہ اور قرآنی تعلیم کے موافق رکھا اور حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام سمجھا اور فرائض الٰہیہ کے پابند رہے بالخصوص نماز کی پابندی کی اور زکوۃ بھی ادا کرتے رہے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور ان کا کوئی عمل ضائع نہ جائے گا۔ اپنے پروردگار کے پاس وہ ہر نیک عمل کا ثواب جمع پائیں گے اور آخرت میں نہ ان پر کوئی خطرہ واقع ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ خاطر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار اور مخلص وفرمانبردار بندوں کے لئے قرآن کریم میں متعدد جگہ یہ بشارت سنائی ہے اور وعدہ فرمایا ہے جو یہاں بھی دہرایا گیا ہے یعنی وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یعنی قیامت کے دن تمام دُکھ درد سے امن میں رہیں گے اور کوئی خوف وخطر اُن پر واقع نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے انعام واکرام سے سرفراز فرمائے گا۔ برخلاف اس کے گذشتہ آیات میں سودخوروں اور نافرمانوں کے متعلق أَصْحٰبُ النَّارِ. هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ. وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ فرمایا گیا یعنی وہ جہنمی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے یعنی مبغوض رکھتے ہیں ایسے کفر اور گناہ کرنیوالوں کو۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت عطا فرما اور اس ملک میں ہمیں قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرما۔

یا اللہ! جو اہل اسلام اس سود کے کاروبار میں مبتلا ہیں اُن کے دلوں کو ہدایت نصیب فرما اور سودی کاروبار کے بالکلیہ ترک کرنے کی اُنہیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ دین کی طرف سے اُن کی آنکھیں کھول دے۔ اور اُن کو دین ودُنیا کی تباہی وبربادی سے بچالے۔ آمین وَآخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اُس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم نہ کرو گے تو

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَذَرُوْا	مَا بَقِيَ	مِنَ	الرِّبٰوٓا	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	فَاِنْ	لَّمْ تَفْعَلُوْا
اے	جو ایمان لائے (ایمان والے)	تم ڈرو	اللہ	اور چھوڑ دو	جو باقی رہ گیا	سے	سود	اگر	تم ہو	ایمان والے	پھر اگر	تم نہ چھوڑو گے

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

فَاْذَنُوْا	بِحَرْبٍ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَاِنْ	تُبْتُمْ	فَلَكُمْ	رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ	لَا تَظْلِمُوْنَ	وَلَا تُظْلَمُوْنَ
تو خبردار ہو جاؤ	جنگ کیلئے	سے	اللہ	اور اس کا رسول	اور اگر	تم نے توبہ کر لی	تو تمہارے لئے	تمہارے اصل زر	نہ تم ظلم کرو	اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا

شانِ نزول: دو قبیلوں کے قبل از اسلام کئے گئے سودی لین دین کا فیصلہ

ان دونوں آیات زیر تفسیر کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایامِ جاہلیت میں عرب میں قبیلہ بنو ثقیف سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معروف تھا اور اسی قبیلہ نے بحالت کفر کہا تھا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ جب ۹ھ ہجری میں یہ مسلمان ہو گئے اور ایک دوسرا قبیلہ بنو مغیرہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سودی کاروبار تو سب ہی نے چھوڑ دیا تھا لیکن پچھلے معاملات میں بنو ثقیف کی سود کی رقم بنو مغیرہ کے ذمہ لازم تھی انہوں نے اپنا بقایا سود کا مطالبہ بنو مغیرہ سے کیا۔ بنو مغیرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں کریں گے کیونکہ سود کا جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے یہ جھگڑا مکہ میں پیش آیا اور مقدمہ امیر مکہ کی عدالت میں پیش ہوا چونکہ سابق معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ اس وقت تک قرآن پاک میں صاف مذکور نہ تھا۔ اس لئے امیر مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ عریضہ لکھا اور اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا فیصلہ کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ عریضہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ ان آیات میں نازل فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی جائز نہیں۔ چنانچہ سب حضرات صحابہؓ نے یہ قرآنی حکم سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات بھی چھوڑ دیے۔

یہاں اس بقایا سود کے چھوڑ دینے کے حکم کو يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوف خدا کا حوالہ دے کر سود چھوڑنے کے حکم کو آسان کرنے کی تدبیر فرمائی گئی۔

سود نہ چھوڑنے پر وعید

پھر بقایا سود چھوڑ دینے کے حکم کے بعد بطور تاکید شدید کے فرمایا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم مسلمان ہو) جس میں صاف اشارہ اس طرف ہو گیا کہ سود کی پچھلی رقم بھی وصول کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ اس کے بعد اس حکم کی ممانعت کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ یہ ایسی وعید شدید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن و حدیث میں نہیں۔ جس سے سود خواری کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

اس سلسلہ کی چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جو سود کا ایک درہم کھاتا ہے۔ وہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جو گوشت مال حرام سے بنا ہو اُس کے لئے آگ ہی زیادہ مستحق ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مسلمان کی آبرو ریزی سود سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں سود جیسی وباء سے محفوظ فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۗ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور یہ کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو خبر ہو

وَاِنْ	كَانَ	ذُوْعُسْرَةٍ	فَنَظِرَةٌ	اِلٰى	مَيْسَرَةٍ	وَاَنْ	تَصَدَّقُوْا	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
اور اگر	ہو	تنگدست	تو مہلت	تک	کشادگی	اور اگر	تم بخش دو	بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے

تنگدست مقروض پر نرمی کرنا

گذشتہ آیت میں بقایا سود کی رقم وصول کرنے کی جب ممانعت ہوگئی تو بعض قرض دینے والوں نے اپنی اصلی رقم کی واپسی کا سخت مطالبہ شروع کیا اور اپنے قرضہ داروں کو مہلت نہ دیتے اور کہتے جب ہم نے سود چھوڑ دیا تو اصل قرض کے وصول کرنے میں کیوں مہلت دیں اور کیوں اپنی اصلی رقم کا سختی کے ساتھ مطالبہ نہ کریں۔ اُس وقت پہلی آیت زیرِ تفسیر نازل ہوئی اور اہل اسلام کو تلقین کی گئی کہ اگر مقروض تنگ دست ہو اور فوری طور پر تمہارا راس المال واپس نہ کر سکتا ہو تو اُسے کچھ مہلت دے دو۔ اور جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جائے اُس وقت اُس سے اپنا حق وصول کرلو۔ گویا اس میں پہلے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی اور پھر مزید اصلی مطالبہ ہی سے دست بردار ہو جانے کی ترغیب دی گئی اور بتلایا گیا کہ اگر مقروض اتنا غریب ہو کہ قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو تم اُسے معاف کر دو۔ اس طرح تمہیں اور زیادہ ثواب ملے گا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے۔

نرمی کرنے کی دو صورتیں

یہاں یہ تو وجوبی حکم ہے کہ اگر کوئی قرضدار تنگ دست ہو اور اصل مال فوراً ادا نہ کر سکتا ہو تو اُس کو کچھ مدت کے واسطے مہلت دینی چاہئے کہ اس کو مال میسر آجائے اور وہ فراخ وسعت ہو جائے۔ اور جب اُن کو گنجائش ہو جائے تو مطالبہ کی اجازت ہے۔ دوسرا حکم قرض دینے والوں کو استحبابی ہے اور وہ یہ کہ مقروض کو عسرت کی وجہ سے اگر قرض بالکل معاف ہی کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ یعنی کسی تنگدست قرضدار کو قرض کے مطالبہ سے سبکدوش کر دینا یہ بہت ہی باعث اجر و ثواب ہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ غریبوں، مسکینوں، ناداروں اور مجبور الحال لوگوں کے ساتھ رحم و کرم اور غمخواری و ہمدردی کا معاملہ کیا جائے اور نادار مقروض کو مہلت دی جائے جب تک کہ اس میں گنجائش ادائیگی کی ہو۔

تنگدست پر نرمی کرنے والے کی فضیلت

احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی قرضدار کو مہلت دینے اور قرض معاف کر دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص قیامت کے دن خدا کے عرش کا سایہ چاہتا ہو وہ یا تو تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مفلس مدیون کو مہلت دے گا تو اس کو ہر روز اتنی رقم کا صدقہ کا ثواب ملیگا جتنی اس مدیون کے ذمہ واجب ہے اور یہ حساب میعاد قرض پورا ہونے سے پہلے مہلت دینے کا ہے اور جب میعاد قرض پوری ہو جائے اور وہ شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اُس وقت اگر کوئی مہلت دیگا تو اس کو ہر روز اس کی دُگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دُعاء قبول ہو یا اُس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست مدیون کو مہلت دیدے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ہر طرح کے سودی معاملہ سے دُنیا میں بچنا نصیب فرمائیں اور ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کی صدقات و خیرات سے امداد کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

اور اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اُس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا

وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	تُرْجَعُوْنَ	فِيْهِ	اِلَى اللّٰهِ	ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ نَفْسٍ	مَا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ
اور تم ڈرو	وہ دن	تم لوٹائے جاؤ گے	اس میں	اللہ کی طرف	پھر	پورا دیا جائیگا	ہر شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	ظلم نہ کئے جائینگے

آخرت کی پیشی کیلئے تیار رہو:

جو احکام بسلسلہ ربٰو اور قرض یہاں تک بیان ہوئے ان کو اس آیت پر ختم فرمایا جاتا ہے۔

تم پیشی کے لئے اپنی کارگذاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو۔ گویا جو احکام و قوانین سود یا قرض سے متعلق یہاں تک بیان ہوئے اُن کو بیان کر کے قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی اعمال کے حساب اور آخرت کے عذاب و ثواب ذکر کر کے مسلمانوں کے دلوں اور ذہنوں کو ان قوانین و احکام پر خوشی سے عمل پیرا ہونے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا وہ خاص طرز ہے جس میں وہ دنیا بھر کے قانون کی کتابوں سے ممتاز ہے۔ ایک انسان کی نظر میں جب دنیا و مافیہا کا زوال اور فنا بیٹھ جائے۔ اور آخرت کی طرف سب کا رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہونا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا اور بالآخر جزا و سزا کا ملنا اس کے دل میں جم جائے تو وہ کبھی احکام خداوندی اور کلامِ الٰہیہ کی خلاف ورزی قصداً دلیرانہ اور بے باکانہ ہرگز نہیں کر سکتا اسلئے ایک دُنیا کے حریص اور دلدادہ کو ہوش میں لانے کا مؤثر علاج سوائے آخرت کی یاد کے اور کچھ نہیں تو اس خاتمہ کی آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر تم مفلس قرض دار کو قرض کے بار سے سبکدوش کر دو گے تو اُمید رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض ادا کرنے میں جو تم سے تساہل ہو گیا ہے۔ یا تم ادا نہ کر سکے ہو۔ یا نسیان ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو معاف فرما دیں گے۔ تم اگر اپنے حقوقِ واجبہ سے مخلوق سے دست بردار ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حقوق تم سے معاف فرما دیں گے۔ ورنہ تم کو کیا حق ہے کہ مخلوق خدا سے اپنے حق تو وصول کرو اور خدا کے حقوق ادا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حقوقِ واجبہ سے اپنی مخلوق سے دست بردار ہو جانے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں تاکہ قیامت میں حق تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے حقوق کی معافی ہم کو عطا فرماویں آمین۔

خاصیت قرآن کریم کی سب سے آخری آیت

بعض روایت سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کریم میں سب سے آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہی آیت ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد ایک روایت کے مطابق نو رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی میں رہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت ہے۔ اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور اس کے اکتیس روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں جملہ قرآنی احکام و ہدایات کی پابندی ہر حال میں ظاہراً اور باطناً نصیب فرما اور ہر معاملہ میں آخرت کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں دُنیا میں اُن اعمال کی توفیق عطا فرما دے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا و خوشنودی اور مغفرت و رحمت کے حصول کا ذریعہ بن جائیں اور اُن اعمال سے کامل طور پر بچا لے کہ جو قیامت میں آپ کے ناراضگی اور غصہ و غضب کا سبب ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ

اے ایمان والو! جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک تو اُس کو لکھ لیا کرو۔ اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے آپس میں کوئی لکھنے والا

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	تَدَايَنْتُمْ	بِدَيْنٍ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	فَاكْتُبُوْهُ	وَلْيَكْتُبْ	بَّيْنَكُمْ	كَاتِبٌ
اے	وہ جو کہ	ایمان لائے	جب	تم معاملہ کرو	اُدھار کا	تک	ایک مدت	مقررہ	تو اسے لکھ لیا کرو	اور چاہئے کہ لکھدے	تمہارے درمیان	کاتب

بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ

انصاف کے ساتھ لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھلا دیا اُس کو چاہئے کہ لکھدیا کرے۔

بِالْعَدْلِ	وَلَا يَاْبَ	كَاتِبٌ	اَنْ يَّكْتُبَ	كَمَا	عَلَّمَهُ	اللّٰهُ	فَلْيَكْتُبْ
انصاف سے	اور نہ انکار کرے	کاتب	کہ وہ لکھے	جیسے	اس کو سکھایا	اللہ	چاہئے کہ لکھدے

امور معاشرت تمدن کی تکمیل

یہ پوری آیت جس کے صرف ایک حصہ کی تفسیر اس درس میں ہے قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی آیت ہے۔ اس پوری آیت میں دین یعنی اُدھار کے لین دین کے احکام۔ اس کی کتابت اور اس پر شہادت وغیرہ کے احکام مذکور ہیں۔ گویا اس آیت میں امور معاشرت اور تمدن کی تکمیل۔ باہمی صلح اور میل ملاپ۔ دیانت اور سچائی اور بندوں کی مصالحت کا ایک بے بہا خزانہ مضمر ہے جو دنیا کا کوئی قانون آج تک پیش نہ کر سکا۔ نہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ کمالات شریعت اسلامیہ ہی کے احکامات میں ہیں۔ مگر اس بدنصیبی کو کیا کہیے کہ جو آج خود مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کو اس کی قدر و منزلت نہیں اور اتباع شریعت سے جس کا نام از روئے حقارت ''ملا پن'' رکھ لیا ہے دور بھاگتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

اُدھار لین دین کے اصول وضوابط

آیت کے اس جزو سے ایک وقت مقررہ کے لئے ادھار کرنے کے معاملہ کا جواز بیان کیا گیا۔ آیت میں اُدھار کے معاملہ کے لکھنے کا جو حکم ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ لکھنا مستحب ہے۔ فرض وواجب کے درجہ میں نہیں۔ اس لئے اگر کوئی نہ لکھے لکھاوے تو گنہگار نہیں۔ یہ حکم لکھنے کا استحبابی ہے۔

(۱) جب آپس میں اُدھار کا کوئی معاملہ کسی معین مدت کے لئے کیا جائے تو اسکو لکھ لیا جائے۔

(۲) جب اُدھار کا معاملہ کیا جائے تو اُس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے۔ غیر معین مدت کے لئے اُدھار لینا دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۳) کاتب یعنی اُدھار کا معاملہ لکھنے والے کو ہدایت کی گئی کہ انصاف کے ساتھ غیر جانبدار ہو کر لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ یہ کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت بھی استحباب کے درجہ میں ہے۔ اس واسطے اگر کاتب لکھنے پر اُجرت لے تو جائز ہے۔ بقیہ احکام اگلے درس میں ان شاء اللہ بیان ہونگے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلۡيُمۡلِلِ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـئًا ‌ؕ فَاِنۡ كَانَ الَّذِىۡ

اور وہ شخص لکھوادے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔ پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا

وَلۡيُمۡلِلِ	الَّذِىۡ	عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ	وَلۡيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ	وَلَا	يَبۡخَسۡ	مِنۡهُ	شَيۡـئًا	فَاِنۡ	كَانَ	الَّذِىۡ
اور لکھاتا جائے	وہ جو	اس پر حق	اور ڈرے	اللہ	اپنا رب	اور نہ	کم کرے	اس سے	کچھ	پھر اگر	ہے	وہ جو

عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ سَفِيۡهًا اَوۡ ضَعِيۡفًا اَوۡ لَا يَسۡتَطِيۡعُ اَنۡ يُّمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ وَلِيُّهٗ بِالۡعَدۡلِ‌ؕ

وہ اگر خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک طور پر لکھوا دے۔

	عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ	سَفِيۡهًا	اَوۡ	ضَعِيۡفًا	اَوۡ	لَا يَسۡتَطِيۡعُ	اَنۡ	يُّمِلَّ هُوَ	فَلۡيُمۡلِلۡ	وَلِيُّهٗ	بِالۡعَدۡلِ	
	اس پر حق	بے عقل	یا	کمزور	یا	قدرت نہیں رکھتا	کہ	لکھائے وہ	تو چاہیے کہ لکھائے	اسکا سرپرست	انصاف سے	

اس آیت کے کچھ حصے کی تفسیر ماقبل بیان ہو چکی اب آیت کے اس حصے میں کچھ مزید مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

دستاویز کی کتابت کا ذمہ دار

(۴) دستاویز کی کتابت اُس شخص کے ذمہ ہے کہ جسکے ذمہ اُدھار ہے۔

خفیف العقل کے ساتھ معاملہ کا طریقہ:

(۵) اگر ادھار کا معاملہ کسی خفیف العقل سے ہے یعنی ادھار لینے والا اگر مجنون ہے کہ جو نیم پاگل ہو یا نابالغ بچہ ہو یا بہت بوڑھا ہو جو سٹھیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اُن کی طرف سے اُن کے ولی یا سرپرست یا وکیل و مختار کو انصاف کے ساتھ معاملہ لکھنے یا لکھا دینے کا حکم دیا گیا۔ ان لوگوں کیلئے ایسے معاملات شرعاً صحیح و نافذ ہونے کیلئے ولی شرعی کی اجازت درکار ہے۔ الحاصل چونکہ یہ لین دین کا معاملہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہر اُس امر کی تعلیم دی جا رہی ہے جو حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی میں معین ہو۔ اس سے حقوق العباد کی اہمیت بھی ظاہر ہے کہ جس کی تکمیل کے لئے حق تعالیٰ آداب و احکام تعلیم فرما رہے ہیں۔ اب آیت کے اس جزو میں تو ایسے معاملات میں لکھنے لکھوانے کے اہم اصول بیان تھے۔ آگے آیت کے دوسرے جزو میں بتلایا گیا کہ دستاویز کی صرف تحریر کو کافی نہ سمجھیں بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں اور اس سلسلہ میں ضابطہ شہادت کے چند اہم اصول بتلائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ! مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو ایمان و تقویٰ کے نور سے منور فرما۔ حق تعالیٰ ہمیں ان قرآنی ہدایات کی قدر و منزلت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر وہ دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو

وَاسْتَشْهِدُوْا	شَهِيْدَيْنِ	مِنْ	رِّجَالِكُمْ	فَاِنْ	لَّمْ يَكُوْنَا	رَجُلَيْنِ	فَرَجُلٌ	وَّامْرَاَتٰنِ	مِمَّنْ
اور گواہ کر لو	دو گواہ	سے	اپنے مرد	پھر اگر	نہ ہوں	دو مرد	تو ایک مرد	اور دو عورتیں	سے۔ جو

تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ

تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جائے تو اُن میں سے ایک دوسرے کو یاد دلا دے۔

تَرْضَوْنَ	مِنَ	الشُّهَدَآءِ	اَنْ	تَضِلَّ	اِحْدٰىهُمَا	فَتُذَكِّرَ	اِحْدٰىهُمَا	الْاُخْرٰى
تم پسند کرو	سے	گواہ (جمع)	اگر	بھول جائے	ان میں سے ایک	تو یاد دلا دے	ان میں سے ایک	دوسری

گواہ سے متعلق چند مسائل

گواہی اور شہادت کے احکام میں بہت کچھ تفصیل ہے لیکن چند خاص باتیں جو آیت مذکورہ اور مسئلہ شہادت سے متعلق ہیں وہ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔ (۱) یہاں جو دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ بنانے کا حکم ہے۔ یہ حکم استحبابی ہے۔

زنا کی شہادت میں چار مردوں کی گواہی ضروری ہے

(۲) سوائے شہادت زنا کے ہر امر کی شہادت کے لئے دو ثقہ مسلمانوں کی گواہی کافی ہے۔ البتہ زنا کی شہادت کے لئے چار مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ کیونکہ زنا کا تعلق مرد و عورت دونوں سے ہے اس لئے چار آدمیوں کی گواہی ضروری ہوئی گویا دو گواہ مرد کے زنا کے لئے اور دو گواہ عورت کے زنا کے لئے۔

بقیہ حدود میں دو مردوں کی گواہی کافی

(۳) سوائے زنا کے حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی کافی ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ عورت نہ ہو کیونکہ حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

(۴) باقی ان کے سوا تمام معاملات میں خواہ مالی ہوں یا غیر مالی دو مرد وں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنیٰ کی دیانت وایمانداری کی توفیق نصیب فرمادیں۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی امراض سے بچائیں۔ یا اللہ! ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۚ وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۚ

اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب بلائے جایا کریں۔ اور تم اس کے لکھنے سے اُکتایا مت کرو خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو

وَلَا يَأْبَ	الشُّهَدَآءُ	اِذَا	مَا دُعُوْا	وَلَا	تَسْئَمُوْٓا	اَنْ	تَكْتُبُوْهُ	صَغِيْرًا	اَوْ	كَبِيْرًا	اِلٰى	اَجَلِهٖ
اور نہ انکار کریں	گواہ	جب	وہ بلائے جائیں	اور نہ	سستی کرو	کہ	تم لکھو	چھوٹا	یا	بڑا	تک	ایک میعاد

گواہوں کی ذمہ داری

(۱) شرعاً اصل مدار ثبوت دعوئی یہی گواہ ہیں۔ گو دستاویز نہ ہو اور خاص دستاویز بدون گواہوں کے ایسے معاملات میں حجت اور معتبر نہیں۔ دستاویز لکھنا صرف یادداشت کی آسانی کے لئے ہے کہ اس کا مضمون دیکھ کر یا سن کر طبعی طور پر اکثر تمام واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ (بیان القرآن)

(۲) گواہوں میں یہ صفات ہونا چاہئیں۔ اسلام۔ عقل۔ بلوغ۔ آزادی (یعنی غلام نہ ہونا)۔ عدالت یعنی بوجہ دین داری کے معتبر ہونا۔ (بیان القرآن)

(۳) گواہ بننے کے لئے بلانے پر چلا جانا مستحب ہے۔ البتہ گواہ بن جانے کے بعد گواہی ادا کرنے کے لئے جانا بعض صورتوں میں فرض ہے۔

(۴) کاتب یا گواہ کو تکلیف دینا یا ضرر پہنچانا حرام ہے۔

اسلام کا مثالی نظامِ عدالت

اس آیت مذکورہ کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے۔ اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اسی طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ اسی دوطرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے اور بے غرض گواہ مل جائیں اور فیصلے جلد اور آسان ہو جائیں۔ آج کی دُنیا نے اس قرآنی اصول کو نظرانداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے سچے اور اصلی گواہ ملنا تقریباً مفقود ہو گیا۔ ہر شخص گواہی سے جی چرانے پر مجبور ہو گیا وجہ یہ کہ جس کا نام گواہی میں آ گیا اگر معاملہ پولیس اور فوجداری کا ہے تو روز وقت بیوقت تھانیدار صاحب اس کو بلا بھیجتے ہیں ۔ دیوانی عدالتوں میں بھی گواہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی مجرم ہے۔ پھر روز روز مقدمہ کی پیشیاں بدلتی ہیں۔ گواہ بیچارہ اپنے کاروبار مزدوری اور ضروریات چھوڑ کر آنے پر مجبور ہے ورنہ گرفتار کیا جائے۔ اس لئے کہ شریف کاروباری آدمی کسی معاملہ کا گواہ بننا اپنے لئے ایک عذاب سمجھتے ہیں۔ صرف پیشہ ور گواہ ملتے ہیں جس کے ہاں جھوٹ سچ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور تمدن و معاشرت کی جو تعلیم اس آیت میں دی گئی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو

ذٰلِكُمْ	اَقْسَطُ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاَقْوَمُ	لِلشَّهَادَةِ	وَاَدْنٰٓى	اَلَّا	تَرْتَابُوْٓا	اِلَّآ اَنْ	تَكُوْنَ	تِجَارَةً
یہ	زیادہ انصاف	اللہ کے نزدیک	اور زیادہ مضبوط	گواہی کے لئے	اور زیادہ قریب	کہ نہ	شبہ میں پڑو	سوائے کہ	ہو	سودا

حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪

جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ اور خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو۔

حَاضِرَةً	تُدِيْرُوْنَهَا	بَيْنَكُمْ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	وَاَشْهِدُوْٓا	اِذَا	تَبَايَعْتُمْ
حاضر (ہاتھوں ہاتھ)	جسے تم لیتے رہتے ہو	آپس میں	تو نہیں	تم پر	کوئی گناہ	کہ تم وہ نہ لکھو	اور تم گواہ کرلو	جب	تم سودا کرو

معاملات کے لکھ لینے کا فائدہ:

گزشتہ درس میں گواہ بنانے اور معاملہ لین دین کو لکھنے کا حکم دیا گیا اب آگے مزید فرمایا گیا کہ یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم معاملہ کے متعلق کسی شبہ میں نہ پڑو اس لئے لکھ ہی لینا اچھا ہے مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست رکھنے والا ہے۔ جس کو تم باہم لیتے دیتے ہو تو اسکے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام اور مضرت نہیں اور اتنا اسمیں بھی ضرور کیا کرو کہ اس کے خرید وفروخت کے وقت گواہ کرلیا کرو۔

نقد معاملہ ہو تو لکھنا ضروری نہیں ہے:

یعنی اگر سوداگری کا معاملہ دست بدست ہو جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو مگر ادھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ بنالینا اس وقت بھی چاہئے کہ اس معاملہ کے متعلق کوئی نزاع آئندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کرے یعنی مدعی اور مدعی علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق واجبی ہو وہ ہی ادا کریں۔ (تفسیر عثمانی)

بیع کرتے وقت گواہ قائم کرلینا بہتر ہے

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ : یعنی جب تم باہم خرید وفروخت کرتے ہو تو ایسے موقع پر گواہی کرا لینا بہتر ہوگی۔ یہاں گواہی کرا لینے کا جو حکم ہے یہ وجوب کے لئے نہیں صرف استحباب کیلئے ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں جملہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور خصوصاً لین دین کے معاملے میں دیانت وامانت سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ! ہمیں صدق دل سے اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمارے لئے اپنے پیارے مذہب اسلام پر چلنا آسان بنادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ

اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے۔ اور نہ کسی گواہ کو۔ اور اگر تم ایسا کروگے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو تعلیم فرماتا ہے۔

وَلَا يُضَآرَّ	كَاتِبٌ	وَّلَا	شَهِيْدٌ	وَاِنْ	تَفْعَلُوْا	فَاِنَّهٗ	فُسُوْقٌ	بِكُمْ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَيُعَلِّمُكُمُ	اللّٰهُ
اور نہ تکلیف دیجائے	لکھنے والے کو	اور نہ	گواہ کو	اور اگر	تم کروگے	تو بیشک یہ	گناہ	تم پر	اور تم ڈرو	اللہ	اور سکھاتا ہے	اللہ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ شَیْءٍ	عَلِيْمٌ	
اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔	اور اللہ	ہر چیز	جاننے والا	

لکھنے والے اور گواہ کو ہدایت:

یہاں گواہ اور کاتب کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ جس طرح ہم نے اُوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ کتابت اور شہادت سے انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے بھی کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو اس میں گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور جن کاموں سے اُس نے منع کر دیا ہے وہ مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو احکام مفیدہ کی تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں۔ ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے۔

ڈراور اسکی حکمت:

آیت کے اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ فرما کر (یعنی ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اصول صحیحہ کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے) آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا جیسا کہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔

پوری آیت کے احکام کا خلاصہ:

الغرض قرض سے متعلق پوری آیت کے احکام کا خلاصہ مندرجۂ ذیل دفعات ہیں۔

۱- جب کسی میعاد کے لئے لین دین کیا جائے تو اُس کے لئے لکھا پڑھی اور گواہی ہونا چاہیے۔

۲- اگر کوئی فریق نابالغ یا ناسمجھ ہو تو اس کا کارندہ یا ولی اس کام یعنی کتابت وشہادت کا انجام دے۔

۳- کاتب دیانتداری کے ساتھ اپنا فرض انجام دے۔

۴- گواہی دینے سے انکار نہ کرنا چاہئے اور شہادت کو چھپانا حرام ہے۔

۵- اس کا بندوبست کرنا چاہئے کہ کاتب یا گواہ کو اہل معاملہ نقصان نہ پہنچا سکیں۔

۶- گواہی کے لئے اگر دو مرد معتبر سلیقہ کے دستیاب نہ ہو سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر حال میں امانت اور سچائی پر قائم رکھنا اور شہادت کی اہمیت جو قرآن پاک نے بتلائی ہے اس پر ہمیں عمل پیرا ہونے کا عزم وہمت نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہیں جو قبضہ میں دی جائیں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے

وَاِنْ	كُنْتُمْ	عَلٰى	سَفَرٍ	وَّلَمْ	تَجِدُوْا	كَاتِبًا	فَرِهٰنٌ	مَّقْبُوْضَةٌ	فَاِنْ	اَمِنَ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا
اور اگر	تم ہو	پر	سفر	اور نہ	تم پاؤ	کوئی لکھنے والا	تو گروی رکھنا	قبضہ میں	پھر اگر	اعتبار کرے	تمہارا کوئی	کسی کا

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

اس کو چاہئے کہ دوسرے کا حق ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے

فَلْيُؤَدِّ	الَّذِى	اؤْتُمِنَ	اَمَانَتَهٗ	وَلْيَتَّقِ	اللّٰهَ	رَبَّهٗ
تو چاہئے کہ لوٹادے	جو شخص	امین بنایا گیا	اس کی امانت	اور ڈرے	اللہ	اپنا رب

تحریری دستاویز کے علاوہ اطمینان کی ایک اور صورت:

سابقہ درس میں لین دین کے لکھنے اور گواہ بنانے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں اطمینان کی ایک دوسری صورت کا اظہار کیا گیا ہے یعنی قرض لینے کے لئے کسی چیز کا رہن رکھ دینا۔

رہن کا مطلب

رہن اُردو زبان میں بھی عام استعمال ہوتا ہے جس کو گروی رکھ دینا بھی کہتے ہیں یعنی قرض کے سلسلہ میں ضمانت کے طور پر قرض خواہ کو کچھ دے دینا۔ مثلاً زیور۔ مکان۔ جائیداد۔ ہتھیار وغیرہ۔ جمہور علمائے مفسرین کے نزدیک رہن رکھنا سفر و حضر دونوں میں جائز ہے۔ لیکن اس کی ضرورت اکثر سفر میں زیادہ ہوتی ہے جہاں نہ کاتب ملتا ہے۔ نہ گواہ تو اطمینان کے لئے کوئی چیز رہن رکھ دی جاتی ہے۔ رہن کے متعلق یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت اسلامیہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی رہن صرف ضمانت کی حد تک رکھا جاسکتا ہے۔

رہن رکھنے کا طریقہ و مسائل

معاملات دین کے سلسلہ میں اس آیت میں آخری ہدایات دی گئی ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اگر حالتِ سفر میں تم کسی سے معاملہ بالدین کرو اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو پھر جس کے ذمہ حق ہے اُس سے کوئی چیز مثلاً زیور۔ ہتھیار وغیرہ رہن رکھ لو تا کہ تمہیں اطمینان ہو جائے اور اپنے حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ یہاں آیت میں سفر کی قید اتفاقی ہے کوئی سفر میں یہ احتمال قوی ہے کہ کاتب میسر نہ آسکے۔ اس لئے رہن رکھنا حالت سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حضر میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر لکھنے والا بھی مل جائے تو بھی رہن رکھنا اور قرض لینا جائز ہے۔ پھر ہدایت دی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو امین سمجھ کر اُس سے اُدھار کا معاملہ کرتا ہے اور اس سے کسی قسم کی دستاویز نہیں لیتا۔ بلکہ اس کی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے معاملہ کرے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے اور خدا سے ڈرے۔ نہ اُس کے حق میں کمی کرے نہ ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ: دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے کن کن موقعوں پر خوف خدا کی تاکید کی ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی پر کتنا زور دیا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر معاملہ میں قرآنی احکام کے اتباع کی توفیق مرحمت فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

اورشہادت کا اخفامت کرو۔اور جوشخص اُس کا اخفا کرے گا اُس کا قلب گنہگار رہوگا۔اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

وَلَا تَكْتُمُوا	الشَّهَادَةَ	وَمَنْ	يَكْتُمْهَا	فَإِنَّهُ	آثِمٌ	قَلْبُهُ	وَاللَّهُ	بِمَا	تَعْمَلُونَ	عَلِيمٌ
اور تم نہ چھپاؤ	گواہی	اور جو	اسے چھپائے گا	تو بیشک	گنہگار	اس کا دل	اور اللہ	اسے جو	تم کرتے ہو	جاننے والا

سچی گواہی چھپاؤ نہیں اور جھوٹی گواہی دو نہیں

ایک صحت مند معاشرہ کیلئے لازمی ہے کہ اس کا ہر فرد سچی گواہی دینے کیلئے ہر وقت آمادہ رہے۔ یہاں شہادت کو نہ چھپانے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور شہادت کا اخفاء دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ غلط بیان کرے۔ دونوں صورتوں میں اصلی واقعہ مخفی ہو گیا اور دونوں صورتیں حرام ہیں۔ شریعت کی نگاہ میں گواہی چھپانا اور جھوٹی گواہی دینا دونوں سخت ترین جرم ہیں۔

گواہی سے متعلقہ ہدایات وتعلیمات

۱- جب کسی حقدار کا حق بدون شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ خود درخواست بھی شہادت دینے کی کرے۔ اُس وقت ادائے شہادت سے انکار حرام ہے (بیان القرآن)

۲- چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہٰذا اس پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ آمد و رفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے۔ اور اگر زیادہ آجائے تو بقیہ واپس کردے (بیان القرآن)

۳- گواہی کے چھپانے پر دل کو یہاں اس لئے گنہگار فرمایا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھ لے کیونکہ اوّل ارادہ تو دل ہی سے ہوا ہے (بیان القرآن) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دینا تو کبیرہ گناہوں میں بدتر گناہ ہے مگر اخفائے شہادت بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

نیز گواہی نہ چھپانے کا یہ حکم تمام قانونی معاملات کے لئے عام ہے مثلاً نکاح، مہر، وصیت وغیرہ صرف رہن کے معاملہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور اس گناہ کبیرہ سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آج آپ اپنی عدالتوں کا حال دیکھ لیجئے کہ کس طرح گناہ کبیرہ علانیہ اور بے دھڑک سرزد ہوتا ہے۔ اور تھوڑے سے دُنیا کے لالچ میں جیسی چاہے گواہی دلوا لیجئے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

الغرض یہاں جتنی بھی ہدایات دی گئی ہیں سب سے مقصد کائنات انسانی کے حقوق کا تحفظ لوازم تمدن کی تکمیل۔ اخلاق فاضلہ کی تعلیم اور کسی کے حق تلفی نہ ہونے دینے کی تلقین مقصود ہے تاکہ عالم میں فتنہ فساد جنگ وجدال۔ بے ایمانی و بددیانتی پیدا نہ ہو اور تمہارے بڑے چھوٹے اپنے اپنے حقوق کے ساتھ رہیں۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ: تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا بخوبی جاننے والا ہے خواہ تم گواہی چھپا کر گناہ کا عمل کرو یا حق کی گواہی دیکر نیکی کا عمل کرو ہر ایک اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور اپنے اسی علم کامل کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کو دیانت وامانت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ خصوصاً! اخفائے شہادت یا تبدیلی شہادت کے جرم سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی، قلبی وجسمانی ہر طرح کے گناہ سے بچنا نصیب فرما۔ اور ہر حال میں اپنے علیم وخبیر ہونے کا استحضار نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب

لِلّٰهِ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَاِنْ	تُبْدُوْا	مَا	فِیْٓ	اَنْفُسِكُمْ	اَوْ	تُخْفُوْهُ	يُحَاسِبْكُمْ	بِهِ
اللہ کیلئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور اگر	تم ظاہر کرو	جو	میں	تمہارے دل	یا	تم اسے چھپاؤ	تمہارے حساب لیگا	اس کا

اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

لیں گے۔ پھر جس کے لیے منظور ہوگا بخش دیں گے۔ اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

	اللّٰهُ	فَيَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَیْءٍ	قَدِيْرٌ	
	اللہ	پھر بخش دیگا	جس کو	وہ چاہے	وہ عذاب دے گا	جس کو	وہ چاہے	اور اللہ	پر	ہر چیز	قدرت رکھنے والا	

توحید کامل کے عقیدہ کا اعادۃ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ: قرآن کریم کے طویل ترین سورۃ 'سورۂ بقرہ کا اب آخری رکوع شروع ہو رہا ہے۔ یہاں عقیدۂ توحید کا ایک بار پھر اعادہ کیا جا رہا ہے۔ سورۃ کا آغاز اصول دین سے متعلق جامع تعلیم سے ہوا تھا۔ سورۃ کا اختتام بھی اسی جامعیت کے ساتھ بنیادی عقائد کے ثبوت و تاکید کے ساتھ ہو رہا ہے۔

نیز یہ آیت ایک حیثیت سے گذشتہ آیات شہادت کا تکملہ ہے جس میں انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ شہادت کا چھپانا جرم عظیم ہے۔ اگر کسی نے معاملہ کو جانتے ہوئے شہادت کو چھپایا تو رب علیم و خبیر اس کا حساب لے گا۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ: یہ چھپانے اور ظاہر کرنے کا فرق تو بندوں کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو دونوں حالتیں برابر ہیں۔

اس بات کی مزید تفسیر و تشریح تفسیر مظہری میں اس طرح لکھی ہے کہ انسان پر جو اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کئے گئے ہیں یا حرام کئے گئے ہیں وہ کچھ تو ظاہری اعضاء و جوارح سے متعلق ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ حج وغیرہ تمام معاملات اسی قسم میں داخل ہیں اور کچھ اعمال و احکام وہ بھی ہیں جو انسان کے قلب اور باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ صبر و شکر۔ تواضع و قناعت و سخاوت وغیرہ اور اسی طرح اخلاق رذیلہ۔ کبر و حسد۔ بغض۔ حب دنیا حرص و طمع وغیرہ یہ سب چیزیں جو قطعی حرام ہیں ان سب کا تعلق بھی انسان کے اعضاء و جوارح سے نہیں بلکہ قلب اور باطن سے ہے۔

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ: اس جملہ میں مغفرت کا ذکر عذاب سے پہلے کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ کی صفت بخشش و رحمت 'صفت غضب پر مقدم ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں دل سے اور زبان سے اپنے جملہ احکام کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اپنی مغفرت و رحمت سے ہم کو نوازیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی۔ سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور ان کی کتابوں کے ساتھ اور اسکے سب پیغمبروں کے ساتھ

آمَنَ	الرَّسُوْلُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ	مِنْ	رَّبِّهٖ	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	كُلٌّ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَرُسُلِهٖ
مان لیا	رسول	جو کچھ	اترا	اس کی طرف	سے	اسکا رب	اور مومن (جمع)	سب	ایمان لائے	اللہ پر	اور اس کے فرشتے	اور اس کی کتابیں	اور اسکے رسول

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں گزشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب ان سے پہلی آیت نازل ہوئی اور اس میں وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ فرمایا گیا یعنی جو کہ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ ہر حال میں اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے تو صحابہؓ کرامؓ ان الفاظ قرآنی کے عموم سے یہ سمجھ کر کہ انسان کے دل میں غیر اختیاری طور پر اگر کوئی خیال آ جائے گا تو اس کا بھی حساب ہو گا گھبرا اُٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم سخت مشکل ہے اختیاری امور سے تو بچ سکتے ہیں مگر دل کے خیالات اور غیر اختیاری وساوس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کو سن کر فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کی طرح انکار مت کرو اور دل و جان سے اُس کے حکم کو قبول کرلو۔

اور دل و جان سے کہو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ کلمات زبان پر جاری ہو گئے مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی یعنی اپنی مشکل کے اندیشہ کو چھوڑ کر ارشاد کی تعمیل میں آمادگی و اطاعت ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ آیتیں اتریں پہلی آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ اس میں رسول کریم اور صحابہ کرام جن کو اشکال پیش آیا تھا ان کے ایمان کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی دوسری آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا الخ میں فرمادیا کہ طاقت سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی۔ اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال پائے اور اس پر عمل نہ کرے۔ تو گناہ نہیں ہے۔ اور بھول چوک بھی معاف ہے۔

مذکورہ آیت اور اسکے بعد آنیوالی آیت کے چند فضائل

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رات کو یہ دونوں آیات پڑھ لیں تو یہ اس کے لئے کافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیات پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانہ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔ اس لئے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ بھی عقل ہو وہ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! مذکورہ آیات کی برکات وانوارات سے ہمیں کامل طور پر مستفید فرما۔

یا اللہ ہمیں قرآنی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے اور پھر عمل کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

کہ ہم اُسکے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اوران سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے پیغمبروں کے ساتھ

	لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْ رُّسُلِهٖ	وَقَالُوْا	سَمِعْنَا	وَ اَطَعْنَا	غُفْرَانَكَ	رَبَّنَا	وَ اِلَيْكَ	الْمَصِيْرُ	
	نہیں ہم فرق کرتے	درمیان	کسی ایک	اسکے رسول کے	اورانہوں نے کہا	ہم نے سنا	اور ہم نے اطاعت کی	تیری بخشش	ہمارے رب	اور تیری طرف	لوٹ کر جانا	

مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف

یہاں جو طرز بیان مدح صحابہ میں اختیار کیا گیا کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا ذکر فرمایا گیا تو علماء نے لکھا ہے کہ مقصود تو اس مقام پر مدح مومنین کی تھی لیکن اُن کی تقویت مدح کے لئے اُن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر دیا جس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا کامل ہونا تو بلا شبہ یقینی ہے۔ اسی طرح صحابہ کا ایمان بھی کامل ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ ایمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا ذکر کیا جاوے گو دونوں کا کامل ہونا ایک مرتبہ میں نہ ہو۔ صحابہ کا کامل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل یعنی بہت ہی کامل۔

پھر دوسری بات جس پر صحابہ کرام کی مدح فرمائی گئی یہ بتلائی گئی کہ پچھلی اُمتوں کی طرح یہ ایسا نہ کریں گے کہ اللہ کے رسولوں میں باہمی تفرقہ ڈالیں کہ بعض کو نبی مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسا یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا یا جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کو نبی مانا لیکن نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ مانا لیکن صحابہ کی یہ مدح فرمائی گئی کہ یہ اللہ کے کسی رسول کا انکار نہیں کرتے۔ پھر تیسری بات جس پر صحابہ کرام کی تعریف فرمائی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق اُن کا بخوشی زبان سے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ کہنا تھا یعنی ہم نے حکم سُنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

آیت کی جامعیت

اس جامع آیت میں ایمان کے تمام لوازم بیان ہو گئے ہیں۔ اٰمَنَ بِاللّٰهِ: اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں کی تصدیق قرآنی تصریحات اور نبوی تعلیمات کی جائے۔ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ: فرشتہ ایک نوری مخلوق ہے جس سے گناہ کا امکان نہیں ہے۔ مشرک قوموں کو اکثر فرشتوں کے معاملہ میں غلط فہمی ہوئی اُنہوں نے فرشتوں کو خدائی کارندے سمجھنے کے بجائے اُنہیں کائنات کے مختلف شعبوں میں متصرف سمجھنے لگے۔ وَكُتُبِهٖ آسمانی کتابوں کے بارے میں بڑی لے دے ہوتی آئی ہے کسی قوم نے سرے سے ان کا انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ خدا تو ہے لیکن اس نے کوئی ہدایت نامہ نہیں بھیجا اور بہت سی قوموں نے ان کتابوں کو انسانی ذہن کی پیداوار قرار دیا جنہیں چند بڑے اور سمجھدار لوگوں نے مل کر لکھ لیا۔ وَرُسُلِهٖ رسالت کا عقیدہ بھی مشرک قوموں نے بالکل مسخ کر دیا تھا۔ دنیا رسولوں کو بھول چکی تھی اور اس کی قائل رہ گئی تھی کہ جس کے ذریعہ سے ہدایت اور نجات ہوتی ہے وہ یا تو خدا کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے یا خود خدا کسی انسانی یا حیوانی قالب میں۔ قرآن نے آ کر بتایا کہ یہ انسان اور بندے ہی ہوتے ہیں جن پر اللہ کی وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔ آیت سے واضح ہو گیا کہ ایمان کے ضروری ارکان چار ہیں (۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالملائکۃ (۳) ایمان بالکتب (۴) ایمان بالرسل۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا ہے تو اسلام و ایمان کی حقیقی روح ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ! صبر و استقلال کی دولت ہم کو نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا۔ مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ اس کو ثواب اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے۔ اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب

اِنْ	لَا تُؤَاخِذْنَا	رَبَّنَا	مَا اکْتَسَبَتْ	وَعَلَیْہَا	کَسَبَتْ	مَا	لَہَا	وُسْعَہَا	اِلَّا	نَفْسًا	اللّٰہُ	لَا یُکَلِّفُ
اگر	تو نہ پکڑ ہمیں	اے ہمارے رب	جو اس نے کمایا	اور اس پر	اس نے کمایا	جو	اسکے لئے	اس کی گنجائش	مگر	کسی کو	اللہ	نہیں تکلیف دیتا

نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اَخْطَاْنَا	اَوْ	نَّسِیْنَا
ہم چوکیں	یا	ہم بھول جائیں

ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔

آدمی اسی کا مکلف ہے جو اسکے اختیار میں ہے

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ یعنی ہم نے جو گذشتہ آیت میں کہا ہے کہ نفوس کی پوشیدہ باتوں میں بھی محاسبہ ہو گا اس سے مراد امور غیر اختیاری نہیں بلکہ صرف امور اختیاریہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو احکام شرعیہ میں مکلف نہیں بناتا مگر اُسی کا جو اُس کی طاقت واختیار میں ہو۔ اُس کو ثواب بھی اُسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اُسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا۔ تو اس تفسیر سے جو قرآن نے خود بیان کر دی صحابہ کرام کو اطمینان ہو گیا کہ غیر اختیاری وساوس و خیالات کا حساب کتاب اور ان پر عذاب ثواب نہ ہوگا اور حدیث سے اس کی مزید توضیح ہو گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری اُمت سے ان باتوں سے درگذر فرمایا ہے جو دل میں خیالات پیدا ہوں جب تک عمل نہ کرے یا زبان سے تکلم نہ کرے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا: حدیث میں ثابت ہے اور اجماع بھی منعقد ہے کہ اس امت کے خطا اور نسیان اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے ہاں البتہ جو فرائض ہیں وہ بھول چوک سے ساقط نہیں ہوتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو نماز سے سو جائے یا نماز پڑھنی بھول جائے تو جب اٹھے اور یاد آئے تو پڑھ لے۔

ایک خاص دُعاء کی تعلیم

سورۃ کے خاتمہ پر بالکل اخیر میں قرآن کریم نے مومنین کو ایک خاص دُعاء کی تلقین فرمائی کہ مسلمانوں کو اس طرح دُعاء کرنی چاہیے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا .... عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ یعنی اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں۔ اے ہمارے رب اور ہماری یہ بھی درخواست ہے کہ ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ ہم پر کوئی ایسا بار تکلیف کا دُنیا یا آخرت میں نہ ڈالیے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں۔ اور کارساز طرفدار ہوتا ہے سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔ گویا خاتمہ سورۃ پر حق جل شانہٗ نے اہل اسلام کو یہ دُعاء سکھلائی کہ اپنی تقصیرات کو پیش نظر رکھ کر اس طرح دُعاء مانگا کرو کہ تجھی سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر ہم تیرے کسی حکم کو بھول جائیں اور بھولے سے اس کی تعمیل نہ کر سکیں یا کسی غفلت اور کوتاہی کی بناء پر چوک جائیں اور ٹھیک عمل کرنے پر غلطی کر جائیں تو اے اللہ ہمارے سہو اور نسیان پر مواخذہ اور دارو گیر نہ فرمانا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ! اے ہمارے رب ہمارے بھول چوک اور خطاؤں گناہوں اور لغزشوں پر ہمارا مواخذہ نہ فرمایئے اور ہمیں بخش دیجئے وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے

رَبَّنَا	وَلَا	تَحْمِلْ	عَلَيْنَآ	اِصْرًا	كَمَا	حَمَلْتَهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِنَا	رَبَّنَا	وَلَا	تُحَمِّلْنَا	مَا	لَا طَاقَةَ
اے ہمارے رب	اور نہ	ڈال	ہم پر	بوجھ	جیسے	تو نے ڈالا	پر	جو لوگ	ہم سے پہلے	اے ہمارے رب	اور نہ	ہم سے اٹھو	جو	نہ طاقت

لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۞

جس کی ہم کو سہارنہ ہو اور درگذر کیجئے ہم سے۔ اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحم کیجئے ہم پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے

لَنَا	بِهٖ	وَاعْفُ	عَنَّا	وَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	اَنْتَ	مَوْلٰىنَا	فَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	
ہم کو	اسکی	اور درگزر کر تو	ہم سے	اور بخش دے ہمیں	اور ہم پر رحم کر	تو	ہمارا آقا	پس مدد کر ہماری	پر	قوم	کافر (جمع)	

اے اللہ ہم پر سخت حکم نہ بھیج

اے پروردگار ہمارے سروں پر احکام شاقہ کا بار گراں نہ رکھنا جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا۔ اے پروردگار ہمارے سروں پر وہ بوجھ جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو مت رکھنا اور ہماری طاقت وقوت سے بڑھ کر ہم کو مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا نہ فرمانا۔

یہاں پہلے لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بنی اسرائیل جب بھول چوک سے بھی کوئی گناہ کر بیٹھتے تو فوراً کوئی سزا مل جاتی۔ ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں اور زکوٰۃ میں چوتھائی مال دینے کا حکم تھا۔ یہ بھی حکم تھا کہ کپڑے پر نجاست لگ جائے تو کپڑے کو کاٹ دیا جائے۔ فضل الٰہی ہے کہ بطفیل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت مرحومہ پر توبہ کا آسان طریقہ رکھا گیا اور ہر گناہ کی معافی کا دروازہ توبہ خالص سے کھلا رکھا۔

اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما

آگے مزید دُعاء کی تعلیم یہ فرمائی گئی کہ اے ہمارے پروردگار چونکہ احکام شاقہ اور نا قابل برداشت مصائب کے نزول کا سبب بھی ہمارے ہی گناہ ہیں اس لئے تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری پردہ پوشی فرما۔ آپ ہی ہمارے آقا اور ولی نعمت اور دوست ہیں پس آپ ہماری اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں خاص مدد کیجئے اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہم کو فتح ونصرت عطا فرمائیے۔

سورۂ بقرہ کی فضیلت

سورۂ بقرہ جو قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے اور تقریباً ڈھائی پارہ کی ہے اور جس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوعات ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر ہے قرآن پاک کا میزان ہے تم لوگ اس کو سیکھو اس کا سیکھنا برکت ہے اور اس کو چھوڑ دینا باعث حسرت ہے۔ باطلین اس کی تاب نہیں لا سکتے۔ عرض کیا گیا باطلین کون ہیں فرمایا جادوگر۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے اس پڑھنے اور سُننے کو قبول فرمائے اور ہمارے قلوب کو انوار قرآنیہ سے منور فرمائے اور ہمارے دلوں میں قرآنی اتباع کا ذوق وشوق عطا فرمائے اور اس کا پڑھنا سننا ہم سب کے لئے نجات ومغفرت ورحمت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اٰیَاتُہَا ۲۰۰	(۳) سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَانَ مَدَنِیَّۃٌ (۸۹)	رُکُوْعَاتُہَا ۲۰
۲۰۰ آیات	سورۂ آل عمران مدنی ہے اوراس میں	۲۰رکوعات ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب قرآن کریم کی تیسری سورت اٰل عمران کا بیان شروع ہورہا ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورت کے چوتھے رکوع میں آل عمران کا ذکر آیا ہے۔ عمران حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کے والد کا نام تھا اور عمران حضرت مریم کے والد کا بھی نام تھا۔ اوران دونوں "عمرانوں" کے درمیان قریب ۱۸۰۰سو سال کا فصل ہوا ہے۔ علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں سورت میں عمران کے مصداق کون ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے والد مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت مریم کے والد مراد ہیں۔ بہرحال چونکہ سورت میں اٰل عمران کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر سورت کا نام آل عمران قرار پایا۔ اس سورت کا نام مجادلہ بھی ہے اس لئے کہ یہ سورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مجادلہ اور مباحثہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ شان نزول سے واضح ہوگا۔

فضیلت: سورۂ بقرہ اور سورۂ اٰل عمران کا نام احادیث میں زَهْرَاوَيْن آیا ہے جس کے معنی ہیں دو روشن سورتیں۔ اب قرآن کریم کی سورتیں تو ساری ہی روشن ہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ غالباً سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے انوار وتجلیات باہم ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اسلئے غالباً ان دونوں سورتوں کا نام زَهْرَاوَيْن رکھا گیا ہو۔

شانِ نزول: عیسائیوں کے عقائد کی تردید

گذشتہ سورۂ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل یعنی یہود سے خطاب تھا۔ اس سورت میں خطاب عیسائیوں یعنی نصاریٰ کی طرف ہے۔ اس سورت کے ابتدائی حصہ یعنی ۸۳ آیات کے نزول کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ نجران کے عیسائیوں کی ایک جماعت جن کی تعداد تقریباً ۶۰ کی تھی مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی بحث ومناظرہ کے لئے آئی۔ (نجران یمن کے علاقہ میں ایک مقام کا نام ہے) گفتگو کرنے والے تین بڑے سردار تھے جو حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کے قائل تھے اور حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے استدلال میں یوں کہا۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

(۲) بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ (۳) غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

(۴) مٹی کی مورتیں بنا کر ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر پرند بن جاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا ہونے پر یوں استدلال کیا۔

(۱) وہ بلاباپ کے پیدا ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔

(۲) حضرت عیسیٰ نے گہوارہ میں کلام کیا۔ اُن سے پیشتر کسی نے گہوارہ میں کلام نہیں کیا۔ یہ بھی خدا کی بیٹے ہونے کی دلیل ہے۔

مسئلہ تثلیث یعنی حضرت عیسیٰ کے ثالث ثلاثہ یعنی تین خداؤں میں سے ایک ہونے پر یہ استدلال کیا کہ خدا جا بجا کہتا ہے کہ ہم نے یہ کام کیا۔ ہم نے یہ حکم دیا ہم نے یہ پیدا کیا۔ ہم نے یہ مقدر کیا۔ یہ تمام صیغے جمع کے ہیں اور جمع کا اول درجہ تین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تنہا نہیں ہے اوراس کے ساتھ عیسیٰ اور مریم بھی ہیں ورنہ وہ یوں کہتا کہ میں نے یہ کیا۔ میں نے حکم دیا۔ میں نے پیدا کیا۔ میں نے مقدر کیا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ نے ہمیں مذہب اسلام جیسی عظیم دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمارا مرنا جینا اسکی تعلیمات کے مطابق بنادیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجران کے وفد کو دلائل کے جوابات دینا:

یہ اس مایۂ ناز وفد کے دلائل تھے جنکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا۔

(۱) کیا تم کو معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ وفد نے کہا کیوں نہیں۔

(۲) پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے۔ کبھی بھی اس کو موت نہیں آسکتی اور عیسیٰ علیہ السلام کو ضرور موت اور فنا آنے والی ہے۔ وفد نے اقرار کیا کہ بیشک یہ صحیح ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ نے نصاریٰ کے الزام کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے عقیدہ کے موافق تو عیسیٰ علیہ السلام کو موت آچکی ہے کیونکہ نصاریٰ کے عقیدہ کے موافق حضرت عیسیٰ مصلوب اور مقتول ہوکر مرچکے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ باطل ہے اور خلاف واقعہ ہے۔

(۳) پھر آپ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہی ہر چیز کے وجود کو تھامنے والے اور اس کے محافظ و نگراں اور رزق رساں ہیں۔ انہوں نے کہا۔ بیشک۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بتلاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک وقادر تھے یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مخلوقات کو وجود عطا کیا ہے اور کیا اپنی قدرت وطاقت سے مخلوق کے لئے سامان بقا پیدا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۴) پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر زمین وآسمان کی کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیشک۔ آپ نے فرمایا کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے بجز اس چیز کے جس کا خدا تعالیٰ نے ان کو علم دے دیا تھا کوئی اور شے بھی جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

(۵) پھر آپ نے فرمایا کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت اپنی مرضی کے موافق ان کی والدہ کے پیٹ میں بنائی اور

(۶) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ نہ پاخانہ پیشاب کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیشک۔

(۷) پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو اسی طرح پیٹ میں رکھا جس طرح ایک عورت اپنے بچہ کو پیٹ میں رکھتی ہے اور پھر اس کو جنتی ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور بچوں کی طرح ان کو غذا دی گئی اور پھر بڑے ہوئے اور وہ کھاتے تھے۔ پیتے تھے اور پیشاب پاخانہ کرتے تھے۔ انہوں نے اقرار کیا کہ بیشک صحیح ہے۔

(۸) اخیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو ان سب باتوں کا اقرار ہے تو بتاؤ کہ ایسا ہو کہ عیسیٰ خدا کیسے ہوئے جیسا تمہارا گمان ہے؟

تو درحقیقت آپ کے ان ارشادات سے اُن لوگوں نے حق کو خوب پہچان لیا مگر جان بوجھ کر انکار کیا اور جوابات سن کر خاموش ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اب بھی تم کو میرے دعوے رسالت میں کچھ شبہ باقی ہے تو آؤ ہم اور تم اپنی اولاد کو لے کر باہر میدان میں نکلیں اور خدا سے دُعاء کریں کہ جھوٹے پر خدا کی مار ہو۔ عیسائی یہ سن کر کہنے لگے کہ ہم اس کا جواب مشورہ کے بعد دیں گے۔ چنانچہ باہمی مشورہ کے بعد اس پر راضی نہ ہوئے اور نجران کو واپس چلے گئے۔ اسی دوران میں سورۂ آل عمران کی ابتدا سے ۸۳ آیات تک نازل ہوئیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنی معرفت حقیقی ہمیں عطا فرما اور اپنی بندگی کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾

الٓمّٓ	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ
الف لام میم	اللہ	نہیں	معبود	اسکے سوا	زندہ	سنبھالنے والا

الٓمّٓ ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں سب چیزوں کو سنبھالنے والے ہیں

بسم اللہ کی تفسیر آغاز درس میں گذر چکی ہے اس لئے مراجعت کر لی جائے۔

حروف مقطعات

الٓمّٓ ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان گذشتہ سورۃ بقرۃ کے ابتدائی درس میں ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ حروف مُقطعات اسرار اور رموز خداوندی میں سے ہیں جس کا علم خداوند تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہو اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حروف کی تفسیر وتشریح میں صراحۃً کچھ منقول نہیں۔ الغرض ان حروف کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہیں۔ ان کے معنی کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

عیسائیوں کے عقیدے کا رد

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں۔ سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر وتشریح پوری طرح سورۂ بقرہ کی آیت الکرسی میں کی گئی ہے۔

یہاں اس سورت میں اس ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدہ کا رد فرمایا ہے جن کے تین عقیدے یہ تھے۔

(۱) اول عقیدہ تثلیث یعنی خدا۔ اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں مل کر خدا بنتے ہیں۔ (۲) دوم مسیح خدا ہے۔ جو انسان کی شکل میں آیا ہے۔ (۳) سوم مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ (مَعَاذَ اللّٰهِ تَعَالٰی)

آج کل کے عیسائیوں کی اکثریت بجز چند فرقوں کے یہی عقیدہ رکھتی ہے۔ اس آیت نے ان تینوں عقیدوں کو باطل کر دیا۔ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے پہلا عقیدہ باطل ہو گیا۔ پھر حَیُّ اور قَیُّوْمُ کے ارشاد سے دوسرے اور تیسرے عقیدہ کو غلط کر دیا گیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے گویا وہ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فنا ہے تو وہ قیوم نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حَیُّ اور قَیُّوْمُ بتلا کر دلیل عقل کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو اَزَلًا اور اَبَدًا موجود نہ ہو بلکہ خود اپنی حفاظت اور پرورش میں بھی دوسروں کا محتاج ہو وہ اُلوہیت کی عزت سے کیسے ہمکنار ہو سکتا ہے کیونکہ بندگی اور عبادت کہتے ہیں غایت تذلُّل کو اور غایت تذلُّل اُسی کے سامنے کیا جا سکتا ہے جس کو غایت عزت نصیب ہو اور غایت عزت اُسی کا حصہ ہو سکتا ہے جس میں غایت درجہ کمال ہو اور ہر نقص اور عیب سے پاک ہو لیکن حیات اور بقا میں دوسروں کا محتاج ہونا یہ ایک نقص ہے جو انتہائی عزت کے منافی ہے۔ اسلئے ناقص ذات اُلوہیت کی انتہائی عزت کے منافی ہے۔ اسلئے ناقص ذات اُلوہیت کی انتہائی عزت کی سزاوار کیسے ہو سکتی ہے۔ پس اس آیت میں توحید ذات باری تعالیٰ کی عقلی دلیل ذکر فرما کر معبودان باطلہ کے معبود نہ ہونے کی عقلی دلیل دی گئی اور جس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اس مناسبت سے نصاریٰ کے عقائد الوہیت عیسیٰ اور ابنیت عیسیٰ اور مسئلہ تثلیث کا صاف رَدّ اور بطلان فرمایا گیا۔

اب اگلی آیت میں توحید کی دلیل نقلی مذکور ہے اس طرح کہ تمام کتب الٰہیہ جو منزل من اللہ ہیں اور تمام انبیاء جن کا نبی ہونا معتبرات سے ثابت ہے متفق ہیں توحید پر۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! آپ کی ذات عالی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے۔ کوئی آپ کی ذات وصفات میں شریک وساجھی نہیں۔

یا اللہ ہمیں توحید کاملہ نصیب فرما۔ اور غلط عقائد سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے اُن کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اس کے قبل

نَزَّلَ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ	وَاَنْزَلَ	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	مِنْ قَبْلُ
اس نے اتاری	آپ پر	کتاب	حق کیساتھ	تصدیق کرتی	اس کیلئے جو	اس سے پہلی	اور اس نے اتاری	توریت	اور انجیل	اس سے پہلے

هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ

لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات۔

هُدًى	لِّلنَّاسِ	وَاَنْزَلَ	الْفُرْقَانَ
ہدایت	لوگوں کیلئے	اور اُتارا	فرقان

توحید کے اثبات اور عیسائیوں کے رد کی نقلی دلیل

گذشتہ ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کی عقلی دلیل ذکر فرما کر عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق الوہیت کے عقیدہ کا رد فرمایا تھا۔

اب اُسی مضمون کو دلیل نقلی سے ثابت فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ

ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے اُن آسمانی کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور اسی طرح بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اسکے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تصدیق کے واسطے بھیجے معجزات۔

دلیل نقلی توحید کی یہاں یہ بیان کی گئی کہ قرآن میں جو فطری اصول ہدایت بیان کئے گئے ہیں جیسے ذات وصفات باری تعالیٰ۔ رسالت انبیاء۔ حشر ونشر۔ جزاوسزا وغیرہ وہ اسی طرح ہیں جیسے قرآن سے پہلے گذشتہ آسمانی کتب میں بیان کی گئی تھیں۔ الوہیت مسیح یا ابنیت مسیح کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی قرآن میں ہے' اس طرح یہ قرآن گذشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق وتوثیق کرنے والا ہے لہٰذا توریت وانجیل کے ماننے والوں کو اس کی گنجائش نہیں کہ وہ اسلئے اس قرآن کو رد کر دیں اور توریت وانجیل کا سہارا لیکر حضرت مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگیں۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ: نَزَّلَ کا مصدر تنزیل ہے۔ یہ لفظ قرآن پاک کیلئے' قرآن کریم میں کثرت سے آیا ہے۔ تنزیل کے معنی میں تدریج اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل ہونے کا تخیل ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ سابقہ آسمانی کتابوں کے لئے اَنْزَلَ کا لفظ آیا ہے۔

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ : یعنی ہر زمانہ کے مطابق ایسی چیزیں اتاریں جو حق وباطل حلال وحرام اور جھوٹ وسچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم' کتب سماویہ اور انبیاء کے معجزات وغیرہ سب داخل ہو گئے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر جینا مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴

بیشک جولوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے اُن کے لئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ والے ہیں بدلہ لینے والے ہیں

اِنَّ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰیٰتِ	اللّٰهِ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِیْدٌ	وَاللّٰهُ	عَزِیْزٌ	ذُو انْتِقَامٍ
بیشک	جنہوں نے	انکار کیا	آیتوں سے	اللہ	انکے لئے	عذاب	سخت	اور اللہ	زبردست	بدلہ لینے والا

عیسائیوں کی تردید کے لئے عقلی دلیل:

آیت کے اخیر میں حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ بے شک جولوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ان کے لئے عذاب شدید ہے اور اس بات کو کوئی قابل تعجب اور بعید نہ سمجھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غلبہ اور قدرت والے ہیں اور انتقام لینے والے ہیں پس غلبہ کی وجہ سے ان کو عذاب پر قدرت ہے اور منتقم ہونے کی وجہ سے اس کا وقوع بھی ہوگا۔ ایسے مجرموں کو سزا دیئے بغیر چھوڑے گا نہیں اور نہ وہ اس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکیں گے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ الوہیت مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہوگا کیونکہ جو اقتدار اور اختیار کلی خدا کے لئے ثابت کیا گیا ہے ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا بلکہ خود عیسائیوں کے اپنے قول کے مطابق حضرت مسیح کسی کو سزا کیا دے سکتے خود اپنے کو باوجود تضرع اور الحاح کے دشمنوں اور ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑا سکے اور بقول نصاریٰ سولی پر چڑھادئے گئے استغفر اللہ والعیاذ باللہ۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بیٹا وہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہئے ایک عاجز مخلوق کو حقیقۃً قادر مطلق کا بیٹا کہنا باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگاتا ہے۔

واضح نادانی اور گمراہی:

ایک عاجز اور مظلوم اور مغلوب کو جس پر اُس کے دشمن غالب آ گئے ہوں خدا کہنا یا خداوند قادر مطلق کا بیٹا کہنا یہ کھلی ہوئی نادانی اور گمراہی ہے۔ دنیا کے عقلاء کے نزدیک خدائی اور ذلت کا جمع ہونا ناممکن اور محال ہے۔ الغرض عقلاً ونقلاً حق تعالیٰ نے مسئلہ توحید کا اثبات فرمایا اور بتلایا کہ خدا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حی اور قیوم اور قادر مطلق اور عزیز ومنتقم ہو اسی سلسلہ میں یہی مضمون توحید اور قدرت خداوندی کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یااللہ! آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں اسلام سے نوازا اور یہودیت ونصرانیت سے بچایا۔ یااللہ ہمیں توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرما۔ آمین

یااللہ! ہمارے دلوں میں اپنے دین اسلام اور قرآن کریم کی سچی عزت وعظمت عطا فرما۔ اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی محبت عطا فرما تا کہ ہمیں ظاہراً وباطناً شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب ہو۔ اور یہودیت ونصرانیت جوامت مسلمہ میں مختلف طریقوں سے گھس آئی ہے اس سے اجتناب اور نفرت وکراہت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي

بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے

اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَخْفٰى	عَلَيْهِ	شَيْءٌ	فِي الْاَرْضِ	وَلَا	فِي السَّمَآءِ	هُوَ	الَّذِيْ	يُصَوِّرُكُمْ	فِي
بیشک	اللہ	نہیں چھپی ہوئی	اس پر	کوئی چیز	زمین میں	اور نہ	آسمان میں	وہی ہے	جو کہ	صورت بناتا ہے تمہاری	میں

الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں حکمت والے ہیں

الْاَرْحَامِ	كَيْفَ	يَشَآءُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
رحم (جمع)	جیسے	وہ چاہے	نہیں معبود	اسکے سوا	زبردست	حکمت والا

عقیدۂ تثلیث وغیرہ کی تردید کے دیگر دلائل:

یہاں ان آیات میں بھی لوازم الوہیت اور دلائل وحدانیت کا بیان فرمایا گیا اور اس امر کا اظہار کیا گیا کہ اللہ کی ذات عالم کل ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ اُس سے مخفی نہیں۔ اور ساتھ ہی وہ قادر مطلق اور حکیم کامل ہے۔ جس طرح اقتضاء حکمت ہوتا ہے ویسے ہی ہر شخص کی شکل صورت اور کیفیت جسمانی رحم مادر میں بنادیتا ہے۔ اس کی کوئی صفت حکمت سے خالی نہیں لہٰذا وہی واحد قدوس۔ معبود مطلق اور الٰہ برحق واحد لاشریک ہے۔

اس طرح ثبوت وحدانیت والوہیت باری تعالیٰ کے ساتھ نصاریٰ کے عقائد فاسدہ یعنی "عقیدہ تثلیث" اور "الوہیت مسیح" وغیرہ کا بھی رد ہوگیا اور یہ واضح کردیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر نعوذ باللہ خدا ہوتے تو ان سے بھی کوئی بات مخفی نہ ہوتی حالانکہ ان پر بہت سی باتیں مخفی تھیں جیسا کہ خود عیسائیوں کی انجیل سے ثابت ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (یعنی وہی جس طرح چاہتا ہے ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں بناتا ہے) فرماکر یہ اشارہ کردیا کہ اگر مسیح نعوذ باللہ خدا ہوتے تو وہ رحم مادر میں رہ کر انسانی شکل کیوں قبول کرتے۔ عام بچوں کی طرح کھاتا اور پیتا اور سوتا جاگتا ہو معاذ اللہ معاذ اللہ وہ کس طرح خدائے قدوس اور خدا کا بیٹا ہوسکتا ہے۔

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل بھی پیش کرتے تھے کہ جب ان کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو خدا ہی اُن کا باپ ہے۔

اس آیت میں اُن کی اس دلیل باطل کا بھی جواب اور رد ہوگیا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے رحم میں جس طرح چاہے انسان کا نقشہ تیار کرے خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف ماں کی قوت سے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے بنایا۔ حضرت حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو ایسے خالق و مالک اور حکیم کی حکمتوں میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔ تو یہاں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جب پیدا کرنے سے پیدا ہوئے تو پھر خدا کیسے ہوسکتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! بیشک آپ ہی حی قیوم ہیں۔ آپ ہی عالم کل قادر مطلق اور حکیم کامل ہیں۔ آپ کی یکتائی اور صفات میں نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم۔ یا اللہ ہماری بخشش فرمادیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں

هُوَ	الَّذِیْٓ	اَنْزَلَ	عَلَیْكَ	الْكِتٰبَ	مِنْهُ	اٰیٰتٌ	مُّحْكَمٰتٌ	هُنَّ	اُمُّ الْكِتٰبِ	وَ اُخَرُ	مُتَشٰبِهٰتٌ
وہی	جس	نازل کی	آپ پر	کتاب	اس سے (میں)	آیتیں	محکم (پختہ)	وہ	کتاب کی اصل	اور دوسری	متشابہ

عیسائیوں کا آخری استدلال اور اسکا جواب

جب نجران کے عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام واضح دلائل سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ آخر آپ کے قرآن میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا ''رُوح اللہ'' اور ''کلمۃ اللہ'' ہونا مذکور ہے اور ان الفاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شرکت الٰہیت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں ان شکوک وشبہات کو ختم کر دیا۔ اور ان کی اس حجت کا جواب ایک عام قاعدہ کی صورت میں دیا گیا جس کے سمجھ لینے سے بہت سے شکوک وشبہات دور ہو سکتے ہیں۔

آیات قرآنیہ کی دو اقسام

ایک وہ کہ جن کا مفہوم ومراد بالکل واضح، صریح، ظاہر اور بین ہو۔ جن کے مطالب اور معنی مقرر ہیں ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں یہ اصل بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں ان آیات کو اُم الکتب بھی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری تعلیمات اور اصل اصول یہی آیات ہوتی ہیں اور ہدایت وعمل کے لئے محکمات ہی اصل وکافی ہیں۔ دوسری آیت وہ ہیں جن کے مفہوم ومطلب میں مختلف پہلو نکلتے ہوں اور وہ حقائق ومطالب انسانی حواس سے ادراک نہ کئے جا سکتے ہوں مثلاً خدا کی ہستی۔ اُس کی صفات۔ مرنے کے بعد کی زندگی قبر وآخرت کے احوال۔ جنت ودوزخ کی کیفیات وغیرہ۔ جب یہ چیزیں انسانی عقل وشعور کی گرفت اور سمجھ سے باہر ہیں تو یہی ممکن ہے کہ انکے لئے پیرائیہ بیان تشبیہ ومجاز کا اختیار کیا جائے تا کہ کسی درجہ میں انسانی عقل وفہم کے لئے قابل سمجھنے کے ہو سکے۔ اس قسم کی آیات متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کو پہلی قسم کی آیات کی روشنی میں سمجھا جائے۔ جو معنی اس کے خلاف پڑیں ان کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو آیات محکمات کے خلاف نہ ہو اور کوئی ایسی تاویل اور توجیہ صحیح نہ سمجھی جائے گی جو دین کے مسلمہ اصول اور واضح وصریح آیات محکمات کے خلاف ہو۔

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کی نسبت تصریح:

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ (زخرف) (وہ صرف ایک بندہ ہیں جن پر ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے) دوسری جگہ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (بیشک عیسیٰؑ کا حال اللہ کے نزدیک مثل آدمؑ کے حال کے ہے۔ اللہ نے ان کو یعنی آدمؑ کو مٹی سے بنایا۔ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (کہا عیسیٰ نے میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا) ایک اور جگہ ارشاد ہے ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ. مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ۔ (یہ ہیں عیسیٰ بن مریم سچی بات جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے)

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اُس کے اُسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں شورش ڈھونڈھنے

فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	زَيْغٌ	فَيَتَّبِعُوْنَ	مَا تَشَابَهَ	مِنْهُ	ابْتِغَآءَ	الْفِتْنَةِ	وَابْتِغَآءَ
پس جو	جولوگ	میں	انکے دل	کجی	سو وہ پیروی کرتے ہیں	متشابہات	اس سے	چاہنا (غرض)	فساد-گمراہی	ڈھونڈنا

تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ

کی غرض سے اور اس کے مطلب ڈھونڈھنے کی غرض ہے

تَاْوِيْلِهٖ	وَمَا	يَعْلَمُ	تَاْوِيْلَهٗ	اِلَّا	اللّٰهُ
اسکا مطلب	اورنہیں	جانتا	اسکا مطلب	سوائے	اللہ

دلوں کے ٹیڑھے لوگ

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ الخ: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس جملہ کا کھلا ہوا اور براہ راست اشارہ عیسائیوں کی طرف ہے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی صاف، واضح اور صریح ہدایات توحید کی پس پشت ڈال دی اور ان کی بعض تشبیہات کو توڑ مروڑ کر اصل قرار دے لیا تھا۔ لیکن بہرحال آیت کے الفاظ عام اور وسیع ہیں ہر کج رائے اور ہر کج رو، ہر زندیق اور بدعتی اس کے تحت میں آ جاتا ہے۔ جن کے دلوں میں حق کی طلب نہیں ہوتی وہ اس اُدھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں کہ دین میں کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کریں اور خود دین پر چلنے کی بجائے دین کو اپنی راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔

متشابہات کا حکم

غرض کہ ان آیات اور ان ہی کے مثل اور بہت سی آیات جن میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا بندہ اور بشر ہونا اور اللہ کا برگزیدہ نبی ہونا۔ اور خدا کے سوا کوئی معبود نہ ہونا اور نہ اسکے اولاد ہونا نہایت واضح اور صاف صاف بیان فرمایا ہے اس طرح آیات محکمات میں صاف طور پر غیر اللہ کی الوہیت اور ابنیت کا رد فرمایا گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان تمام محکمات سے آنکھیں بند کر کے صرف "کلمۃ اللہ" اور "روح اللہ" جیسے متشابہات کو لے دوڑے اور اس کا وہ معنی لینے لگے جو محکمات قرآنیہ اور مسلمہ اصول دینیہ کے منافی ہوں تو یہ اس کی کجروی اور ہٹ دھرمی ہوگی۔

تو خلاصہ جواب یہ ہوا کہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی فی نفسہ کلمات متشابہات سے ہیں اور یہاں وہ مراد لی جائے گی اور ان کی وہ تاویل حق ہوگی جو آیات محکمات سے ثابت اور ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے خلاف جیسا کہ نصاریٰ نے سمجھا۔ الغرض یہاں اس آیت میں تعلیم یہ دی گئی کہ جو راسخین فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ کار اور فہیم ہیں وہ محکمات اور متشابہات دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں اور انکا ایمان و یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیتیں ایک ہی سرچشمہ سے لی ہیں اور وہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حصہ ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہی بہتر اور حقیقی مراد جاننے والا ہے۔ متشابہات کی تحقیق و تفتیش میں نہیں پڑتے بلکہ اجمالاً ایسی آیات پر ایمان لے آتے ہیں کہ یہ بھی اللہ کا کلام ہے۔ اس کے برخلاف جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن ہے جنکو راسخین فی العلم کے مقابلہ میں زائغین کہا گیا ہے وہ محکمات سے آنکھیں بند کر کے متشابہات کی کھوج کرید میں لگے رہتے ہیں اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق مفہوم و معنیٰ نکال کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے اور گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

دُعاء کیجئے:

حق تعالیٰ قرآنی انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦

اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں

وَالرّٰسِخُوْنَ	فِی الْعِلْمِ	یَقُوْلُوْنَ	اٰمَنَّا	بِهٖ	كُلٌّ	مِّنْ عِنْدِ	رَبِّنَا	وَمَا	یَذَّكَّرُ	اِلَّاۤ	اُولُوا الْاَلْبَابِ
اور مضبوط	علم میں	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اس پر	سب	سے پاس (طرف)	ہمارا رب	اور نہیں	سمجھتے	مگر	عقل والے

راسخین فی العلم کون ہیں

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو کہ جو متشابہات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یعنی ان کی تفتیش میں لگے ہوئے ہیں تو تم ان سے بچو اور دور رہو کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ انھی راسخین فی العلم کون ہیں؟ اس کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم جن کا آیت میں ذکر ہے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی قسم اور نذر میں پورا ہو اور زبان کا سچا ہو اور دل اس کا جادۂ محبت ووفا پر قائم اور مستقیم ہو اور اس کا شکم اور اس کی شرم گاہ حرام اور مشتبہ سے عفیف اور پاک ہو پس ایسا شخص راسخین فی العلم میں سے ہے۔ یعنی علم میں پختہ اور ثابت قدم وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا حال وقال یہ ہو کہ جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا اور برخلاف راسخین فی العلم کے زائغین کا گروہ وہ ہے کہ جو انسانی خواہشوں کی وجہ سے کجی اور گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور حق بات ان کے دلوں میں نہیں اترتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں زائغین کے گروہ سے بچائیں اور راسخین فی العلم کے گروہ میں شامل فرمائیں آمین۔

اہل حق اور ان کی صفات

علماء نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ملحد۔ اور زندیق۔ رافضی و خارجی اور تمام بدعتی فرقے زائغین کے گروہ میں شامل ہیں جب کہ اہل حق راسخین فی العلم میں داخل ہیں جس کا صحیح مصداق اہل سنت والجماعت ہیں کہ جو کتاب وسنت کے محکمات کو مضبوط پکڑتے ہیں اور متشابہات کو محکمات کے ساتھ ملا کر آیات کے معنی لیتے ہیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع نہیں کرتے بلکہ صحابہؓ اور تابعین کے نقش قدم پر چلتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا پس جس شخص کا علم وفہم خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اجماع سے ٹکراتا ہو تو سمجھ لو کہ ایسا شخص زائغین میں سے ہے اور حدیث نبوی کی نصیحت کے موافق اس سے بچتے رہو۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ جو لوگ راسخین فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ اور فہیم ہیں وہ قرآنی تعلیمات وہدایات کا مرکز ومحور محکمات کو مانتے ہیں اور متشابہات کو بھی حق مانتے ہیں لیکن متشابہات کے معانی اور ان کے حقیقت مطلب ان کے فہم وادراک سے باہر ہیں اس لئے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے حقیقی مفہوم کو خدا کے علم کے سپرد کرتے ہیں۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی دین کی فہم اور سمجھ عطا فرمائیں اور قرآنی انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَآ اِنَّكَ

اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں۔ اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیے۔ بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ بلاشبہ

رَبَّنَا	لَا	تُزِغْ	قُلُوْبَنَا	بَعْدَ	اِذْ	هَدَيْتَنَا	وَهَبْ	لَنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	رَحْمَةً	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْوَهَّابُ	رَبَّنَآ	اِنَّكَ
اے ہمارے رب	نہ	پھیر	ہمارے دل	بعد	جب	تو نے ہمیں ہدایت دی	اور عنایت فرما	ہمیں	سے	اپنے پاس	رحمت	بیشک تو	تو	سب سے بڑا دینے والا	اے ہمارے رب	بیشک تو

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨

تمام آدمیوں کو جمع کرنے والے ہیں اُس دن میں جس میں ذرا شک نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو

جَامِعُ	النَّاسِ	لِيَوْمٍ	لَّا رَيْبَ	فِيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ
جمع کرنیوالا	لوگوں	اس دن	نہیں شک	اس میں	بیشک	اللہ نہیں خلاف کرتا	وعدہ

راسخین فی العلم کی دُعاء

راسخین فی العلم کی مدح وتعریف میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اپنے کمال علمی یا قوت ایمانی پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت وہدایت کے طلبگار رہتے ہیں اور جس بات کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا اُن کو خدائے حکیم وعلیم کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور باوجود اس کے وہ خائف رہتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ متشابہات سے متعلق مبادا کسی نفسانی خواہش کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے حق تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار بعد اس کے کہ آپ نے کتاب نازل فرما کر ہم کو ہدایت بخشی اس توفیق کی ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو باطل کی طرف مائل نہ کرنا اور کجی وگمراہی میں مبتلا نہ فرمانا۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنے دلوں پر اطمینان نہیں دلوں کا ہدایت پانا اور حق کو قبول کرنا اور اس پر مستقیم رہنا یہ سب آپ کی توفیق و تائید سے ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ دُعا و درخواست کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیاوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے طالب دُعاء ہیں۔ بلاشبہ آپ یوم قیامت میں تمام اولین و آخرین انسانوں کو میدان حشر میں جمع کرنے والے ہیں اور اے اللہ آپ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب کو جمع کر کے حق و باطل کا دوٹوک اور عملی فیصلہ فرمائیں گے۔ جن میں زائغین اور راسخین فی العلم کے اختلاف کا فیصلہ بھی شامل ہے۔ اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ ہم زائغین اور مجرمین کا راستہ نہ اختیار کر لیں اور ہمیں اپنے دلوں پر اطمینان نہیں۔ دل کے پلٹنے میں کچھ دیر نہیں لگتی اس لئے آپ ہی سے استقامت فی الحق اور کجی سے محفوظ رہنے کی دعا و درخواست کرتے ہیں۔ آپ ہی اپنی رحمت سے ہماری دستگیری فرمائیں"۔

یہاں اس دُعاء میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بندۂ حق کو اپنے رب کریم سے دو باتوں کی درخواست کرنی چاہئے ایک تو یہ کہ جب ایک بار ہدایت نصیب ہو جائے اور حق معلوم ہو جائے تو پھر دل میں کجی نہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے رحمت فرمائیں۔

صفاتی نام وھاب: اس قرآنی دُعاء میں استقامت اور طلب رحمت کی تعلیم کیساتھ ایک مزید ادب یہ بتلایا گیا کہ حق تعالیٰ کو اس کے صفاتی نام وَهَّاب سے پکارا جائے اور اس کی شان وَهَّابِیَّتْ کے واسطہ سے دعاء کی جائے اسی واسطے اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ تعلیم فرمایا۔

دُعاء کیجئے:

اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے خدا۔ ہمارے دلوں کو اپنی ہدایت سے منور فرما دے۔ یا اللہ تو اپنی رحمت سے ہمیں دین کی فہم و سمجھ عطا فرما دے۔ اور پھر ہدایت کے بعد ہمیں اس پر استقامت بھی نصیب فرما دے اے اللہ! ہماری دستگیری فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَ لَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ

بالیقین جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز اُن کے کام نہیں آسکتے اُن کا مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور ایسے لوگ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	لَنْ	تُغْنِیَ	عَنْھُمْ	اَمْوَالُھُمْ	وَ لَآ	اَوْلَادُھُمْ	مِّنَ	اللّٰہِ	شَیْـًٔا	وَ اُولٰٓئِکَ
بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	ہرگز نہ	کام آئینگے	ان کے	ان کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	سے	اللہ	کچھ	اور وہی

	هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾	هُمْ	وَقُوْدُ	النَّارِ	
	جہنم کا سوختہ ہوں گے۔	وہ	ایندھن	آگ (دوزخ)	

عیسائی پادریوں کو دولت پرستی پر تنبیہ

قیامت کے ذکر کے ساتھ کافروں کا انجام بھی بتلا دیا کہ ان کو کوئی چیز دنیا و آخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ میں ابتداء سورۃ میں لکھ چکا ہوں۔ ان آیات میں اصلی خطاب وفد ''نجران'' کو تھا جسے عیسائی مذہب و قوم کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت کہنا چاہئے۔ (۲) امام فخر الدین رازی نے محمد بن اسحاق کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ وفد ''نجران'' سے بقصد مدینہ روانہ ہوا تو انکا بڑا پادری ابو حارثہ بن علقمہ خچر پر سوار تھا خچر نے ٹھوکر کھائی تو اسکے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا '' تَعِسَ الْاَبْعَدُ'' (ابعد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ العیاذ باللہ) ابو حارثہ نے کہا ''تَعِسَتْ اُمُّکَ'' کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابو حارثہ نے کہا واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہی نبی منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا ''لِاَنَّ ھٰؤُلَآءِ الْمُلُوْکَ اَعْطَوْنَا اَمْوَالاً کَثِیْرَۃً وَاَکْرَمُوْنَا فَلَوْ اٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم لَاَخَذُوْا مِنَّا کُلَّ ھٰذِہِ الْاَشْیَآءِ'' (اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہمیں دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس کر لیں گے) کرز نے اس کلمہ کو اپنے دل میں رکھا اور آخرکار یہ ہی کلمہ ان کے اسلام کا سبب ہوا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ان آیات میں ابو حارثہ کے ان ہی کلمات کا جواب ہے گویا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ان کے فاسد عقیدہ کا رد کر کے متنبہ فرما دیا کہ وضوح حق کے بعد جو لوگ محض دنیوی متاع (اموال و اولاد وغیرہ) کی خاطر ایمان نہیں لاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے نہ ان کو دنیا میں خدائی سزا سے بچا سکتے ہیں نہ آخرت میں عذاب عظیم سے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال ابھی ''بدر'' کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کی لڑائی میں دیکھ چکے ہو۔ دنیا کی بہار محض چند روزہ ہے۔ مستقبل کی کامیابی ان ہی کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور عموم الفاظ کے اعتبار سے یہود و مشرکین وغیرہ دوسرے کفار کو بھی خطاب میں لپیٹ لیا گیا۔ گو اصلی مخاطب نصاریٰ نجران تھے۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے ہمیں دنیا میں اسلام و ایمان سے نوازا اور شرک و کفر کی گمراہیوں سے بچایا یا اللہ ہمیں اسلام کی سچی محبت نصیب فرما۔ اور تازیست ہمیں اسلام پر استقامت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ

جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا۔ اور ان سے پہلے والے لوگوں کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر دارو گیر فرمائی اُن کے گناہوں کے سبب اور اللہ تعالیٰ

كَدَاۡبِ	اٰلِ فِرۡعَوۡنَ	وَ الَّذِيۡنَ	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	كَذَّبُوۡا	بِاٰيٰتِنَا	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوۡبِهِمۡ	وَاللّٰهُ
جیسے۔ معاملہ	فرعون والے	اور وہ جو کہ	سے۔ ان سے پہلے	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتیں	سو انہیں پکڑا	اللہ	ان کے گناہوں پر	اور اللہ

شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۞ قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَتُغۡلَبُوۡنَ وَتُحۡشَرُوۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۞

سخت سزا دینے والے ہیں آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ ہے برا ٹھکانا

شَدِيۡدُ	الۡعِقَابِ	قُلۡ	لِّلَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	سَتُغۡلَبُوۡنَ	وَتُحۡشَرُوۡنَ	اِلٰى	جَهَنَّمَ	وَبِئۡسَ	الۡمِهَادُ
سخت	عذاب	کہدیں	وہ جو کہ	انہوں نے کفر کیا	عنقریب تم مغلوب ہوگے	اور تم ہانکے جاؤ گے	طرف	جہنم	اور برا	ٹھکانہ

وقت کے فرعونوں کا حشر فرعونوں والا ہوگا: یعنی وقت آ گیا ہے کہ تم سب' کیا یہود' کیا نصاریٰ اور کیا مشرکین عنقریب خدائی لشکر کے سامنے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈالو گے' یہ تو دنیا کی ذلت ہوئی اور آخرت میں جو گرم مکان تیار ہے وہ الگ رہا بعض روایات میں ہے کہ "بدر" سے فاتحانہ واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو فرمایا کہ تم حق کو قبول کر لو ورنہ جو حال قریش کا ہوا' تمہارا ہوگا' ۔ کہنے لگے۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دھوکہ میں نہ رہیے کہ تم نے قریش کے چند نا تجربہ کاروں پر فتح حاصل کر لی۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم (جنگ آزمودہ سپاہی اور بہادر) آدمی ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ "بدر" کی فتح دیکھ کر "یہود" کچھ تصدیق کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ پھر کہا کہ جلدی مت کرو' دیکھو آئندہ کیا ہوتا ہے۔ دوسرے سال "احد" کی عارضی پسپائی دیکھ کر ان کے دل سخت ہو گئے اور حوصلے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑائی کا سامان کیا۔ کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر ابو سفیان وغیرہ سرداران قریش سے ملا اور کہا ہم تم ایک ہیں۔ متحدہ محاذ قائم کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بہر حال تھوڑے ہی دنوں بعد خدا نے دکھلا دیا کہ جزیرۃ العرب میں مشرک کا نام نہ رہا۔ "قریظہ" کے بدعہد یہود تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ "بنی نضیر" جلا وطن ہوئے' نجران کے عیسائیوں نے ذلیل ہو کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کی بڑی بڑی مغرور و متکبر قومیں مسلمانوں کی بلندی و برتری کا اعتراف کرتی رہیں۔ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ .

غلبۂ اسلام کی نوید: ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی والدہ صاحبہ حضرت ام فضلؓ کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک رات رسول اللہ کھڑے ہو گئے اور با آواز بلند فرمانے لگے لوگو! کیا میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں تم تک پہنچا دیں؟ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگو! کیا میں وحدانیت و رسالت پہنچا چکا؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ہاں حضورؐ! بیشک آپؐ نے خدا تعالیٰ کا دین ہمیں پہنچایا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا سنو خدا تعالیٰ کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلے گا یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا۔ مسلمان اسلام کو لے کر سمندروں کو چیرتے پھاڑتے نکل جائیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے یاد رکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے پھر تکبر بڑائی اور خود بینی کے طور پر کہنے لگیں گے ہم قاری ہیں ہم عالم ہیں، کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ

بیشک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے

قَدْ كَانَ	لَكُمْ	اٰيَةٌ	فِیْ	فِئَتَيْنِ	الْتَقَتَا	فِئَةٌ	تُقَاتِلُ	فِیْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَ	اُخْرٰى	كَافِرَةٌ	يَّرَوْنَهُمْ
البتہ ہے	تمہارے لئے	ایک نشانی	میں	دو گروہ	وہ باہم مقابل ہوئے	ایک گروہ	لڑتا تھا	میں	اللہ کی راہ	اور	دوسرا	کافر	وہ انہیں دکھائی دیتے

مِّثْلَيْهِمْ رَاْیَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصے زیادہ ہیں کھلی آنکھیں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیتے ہیں بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے دانش بینش والے لوگوں کو

مِّثْلَيْهِمْ	رَاْیَ الْعَيْنِ	وَ	اللّٰهُ	يُؤَيِّدُ	بِنَصْرِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً	لِّاُولِی الْاَبْصَارِ
ان کے دوچند	کھلی آنکھیں	اور	اللہ	تائید کرتا ہے	اپنی مدد	جسے	وہ چاہتا ہے	بیشک	میں	اس	ایک عبرت	دیکھنے والوں کیلئے

غزوۂ بدر کا سبب: ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو ۳۱۳ صحابہ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت جس میں ۷۷ مہاجر اور ۲۳۶ انصار تھے ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے خود بنفسِ نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی قافلہ کے سردار کو اس کی اطلاع ہوگئی اسلئے قافلہ نے اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ قریش پہلے ہی سے مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً قریب ایک ہزار نوجوانوں کا ایک لشکر جس میں سات سو اونٹ اور سو گھوڑے سوار تھے اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور متمول سب شریک تھے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ تمام صحابہ نے اپنی جان و مال کو پیش کر دیا۔ اس پر آپ نے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا حکم فرما دیا۔ بدر کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ابوسفیان سردار قافلہ تو اپنے تجارتی قافلہ کو لے کر نکل گیا اور قریش کا ایک بڑا لشکر اسی میدان بدر کے دوسرے کنارہ پر آ پہنچا ہے۔ قافلہ کے نکل جانے کے بعد بھی ابوجہل سردار مکہ نے قریش کو یہی مشورہ دیا کہ اب مسلمانوں سے جنگ کو ملتوی نہ کیا جائے۔

مقامِ عبرت: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشا یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور کامل توکل اور استقلال سے خدا کے وعدہ (فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ) پر اعتماد کر کے فتح ونصرت کی امید رکھتے تھے اگر ان کی پوری تعداد جو تگنی تھی منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا۔ اور یہ فریقین کا دوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی جیسا کہ سورۂ انفال میں آئے گا بہرحال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں ان پیشین گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں۔ اس طرح مظفر ومنصور کرنا، آنکھیں رکھنے والوں کیلئے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ صحابہ کرام اور خصوصاً اصحاب بدر میں رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقبولیت کے طفیل میں ہمیں بھی اسلام اور ایمان سے سچی محبت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے

زُيِّنَ	لِلنَّاسِ	حُبُّ	الشَّهَوٰتِ	مِنَ	النِّسَآءِ	وَالْبَنِيْنَ	وَالْقَنَاطِيْرِ	الْمُقَنْطَرَةِ	مِنَ	الذَّهَبِ	وَالْفِضَّةِ
خوشنما کردی گئی	لوگوں کیلئے	محبت	مرغوب چیزیں	سے (مثلاً)	عورتیں	اور بیٹے	اور ڈھیر	جمع کئے ہوئے	سے	سونا	اور چاندی

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ہوئے مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی یہ سب استعمال کی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے

وَالْخَيْلِ	الْمُسَوَّمَةِ	وَالْاَنْعَامِ	وَالْحَرْثِ	ذٰلِكَ	مَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ	الْمَاٰبِ
اور گھوڑے	نشان زدہ	اور مویشی	اور کھیتی	یہ	سازوسامان	زندگی	دُنیا	اور اللہ	اسکے پاس	اچھا	ٹھکانہ

لوگوں کے لئے مرغوب اشیاء

یہاں آیت میں دنیا کی چند اہم مرغوب چیزوں کا نام لیا گیا ہے جن چیزوں کا نام اس جگہ لیا گیا ہے وہ عام طور پر انسانی رغبت ومحبت کا مرکز ہیں اور ان میں سب سے پہلے عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ دنیاوی لذتوں اور شہوتوں کی یہ منتھی ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میرے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں کہ جو مردوں کے لئے ضرر رساں ہو"۔ دوسرے درجہ میں بیٹوں کی محبت ہے۔ لوگ یہی خواہش کرتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہوں۔ اس کے بعد تیسرے درجہ میں سونے اور چاندی کے جمع ہوئے خزانوں کی محبت ہے۔ چوتھے درجہ میں خوبصورت اور فربہ گھوڑوں اور سواریوں کی محبت ہے کہ جو سفر اور سیر وتفریح کا ذریعہ ہیں۔ پھر پانچویں درجہ میں چوپایوں اور مواشی کی محبت ہے یعنی اونٹ گائے، بھینس، بھیڑ اور بکری کی محبت ہے جو انسان کا ذریعہ معاش ہیں۔

مقام امتحان

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی محبت طبعی طور پر انسانوں کے دلوں میں ڈال دی ہے اور اس فضل خداوندی میں بھی ہزاروں حکمتیں ہیں اور سب سے بڑی حکمت جو قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے محبت طبعی طور پر انسان کے دل میں پیدا کر کے اس کا امتحان لیا جائے کہ کون ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے۔ خدا سے اور منعم حقیقی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور کون ان چیزوں کی اصلی حقیقت اور ان کے آنی فانی پر مطلع ہو کر ان کی فکر بقدر ضرورت کر کے ان کو آخرت کی درستی کے کام میں لگاتا ہے۔ اور ان چیزوں کو اپنے خالق ورازق کی معرفت اور محبت کا ذریعہ بناتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ: امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ انسان کا اصل مرجع تو جنت ہی ہے اس لئے کہ اللہ نے خلقت کی تکوین رحمت ہی کے لئے کی ہے نہ کہ عذاب کے لئے اور دوزخ محض ضمناً اور ثانوی حدیث سے مرجع ہے۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہدایت وتوفیق بخشیں اور دنیا وآخرت کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر کھول دیں اے اللہ اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی بقا کا یقین کامل عطا فرما دے۔ اے اللہ اس دنیا میں جو کچھ ہمیں آپ نے عطا فرمایا ہے اس سب کو اپنی مرضیات کا ذریعہ بنانے کی توفیق حسن ہمیں عطا فرما دے۔ اور ان کے فتنہ۔ نقصان اور خسارہ سے ہمیں بچالے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو بہتر ہو اُن چیزوں سے ۔ ایسے لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں اُن کے مالک کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائین میں نہریں جاری ہیں

قُلْ	اَؤُنَبِّئُكُمْ	بِخَيْرٍ	مِّنْ	ذٰلِكُمْ	لِلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
کہدیں	کیا میں تمہیں بتاؤں	بہتر	سے	اس	ان لوگوں کیلئے جو	پرہیزگار ہیں	پاس	ان کا رب	باغات	جاری ہیں	سے	اسکے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں بندوں کو

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَاَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ	وَّرِضْوَانٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِالْعِبَادِ	
ہمیشہ رہینگے	اس میں	اور بیبیاں	پاک	اور خوشنودی	سے	اللہ	اور اللہ	دیکھنے والا	بندوں کو	

آخرت کی دائمی نعمتیں: باغ و بہار حوریں اور رضائے الٰہی

ان آیات میں دنیا کی نعمتوں کے مقابل آخرت کی نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے اور ان کی طرف رغبت دلائی جا رہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے عام انسانوں سے خطاب ہے۔

یہاں آخرت کی نعمتیں ذکر کرنے سے پہلے لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا فرمایا یعنی یہ آخرت کی نعمتیں اُن کے لئے ہیں جو پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں۔ خوف خدا پر رحمت الٰہی کے مرتب و متوجہ ہونے کا ذکر قرآن مجید ہی میں نہیں بلکہ اگلے صحیفوں میں بھی بار بار آیا ہے۔

پہلی نعمت جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی بہشت کے باغات جن میں ہر طرح کی راحت و آرام کے سامان موجود ہیں اور جن میں قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ کہیں صاف شفاف شہد کی کہیں دودھ کی۔ کہیں شیریں اور ٹھنڈے پانی کی۔

دوسری نعمت خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فرمائی یعنی جنتی ان بہشت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے۔

تیسری نعمت وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ فرمائی یعنی وہاں خوبصورت اور خوش سیرت ہر کثافت و نجاست سے پاک صاف بیبیاں ہوں گی۔ یعنی مادی نظر رکھنے والے انسان کے دماغ میں جو لذتیں و فرحتیں آ سکتی ہیں وہ سب وہاں ہوں گی۔ پانچویں اور آخری نعمت: ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر اور سب سے بالا نعمت ارشاد فرمائی وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی حاصل ہوگی جس سے دل کو نہایت درجہ اطمینان مسرت اور خوشی ہوگی کہ اس کے بعد حق تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی خوف اور کھٹکا ہی نہ ہوگا۔

قرآن مجید نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ اہل جنت کے لئے راحت و لذت کا سامان ہر قسم کا ہوگا۔ مادی لطف کا بھی ذہنی لطف کا بھی اور روحانی لطف کا بھی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اخروی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمائیں اور جنت کی لازوال راحتیں ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٦ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ

ایسے لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں

اَلَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اِنَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاغْفِرْ	لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ	اَلصّٰبِرِيْنَ	وَالصّٰدِقِيْنَ
جو لوگ	کہتے ہیں	اے ہمارے رب	بیشک ہم	ایمان لائے	سو بخشدے	ہمیں	ہمارے گناہ	اور ہمیں بچا	عذاب	دوزخ	صبر کرنیوالے	اور سچے

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝١٧

اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں

	وَالْقٰنِتِيْنَ	وَالْمُنْفِقِيْنَ	وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ	بِالْاَسْحَارِ	
	اور حکم بجالانیوالے	اور خرچ کرنیوالے	اور بخشش مانگنے والے	پچھلی رات میں	

اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالوں کی چھ صفات

یہاں آیت میں متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والے بندوں کی چھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صفت: ایک یہ کہ یہ لوگ اپنے تقویٰ و پرہیزگاری پر گھمنڈ و ناز کرنے کی بجائے عجز و انکسار کا نمونہ بنے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں۔

دوسری صفت: خدا کی راہ میں شدائد اور مصائب کا تحمل کرنے والے ہوتے ہیں۔

تیسری صفت: والصدقین فرمائی یعنی یہ لوگ زبان دل اور نیت کے سچے اور راستباز ہوتے ہیں۔ جھوٹ، فریب اور منافقت سے قطعی طور پر کلی پرہیز کرتے ہیں۔

چوتھی صفت: وَالْقٰنِتِيْنَ فرمائی یعنی یہ لوگ عبادت الٰہی میں خشوع اور خضوع کے ساتھ سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی سے اس کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔

پانچویں صفت: وَالْمُنْفِقِيْنَ فرمائی یعنی خدا کی دی ہوئی دولت کو خدا کے حکم کے مطابق خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات وخیرات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ بخل و کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔

چھٹی صفت: وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ فرمائی یعنی وہ لوگ پچھلی رات میں خواب غفلت اور راحت و آرام چھوڑ کر اٹھتے ہیں اور باوجود اپنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کے اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

الغرض یہ چھ صفات رکھنے والے خدا کے خاص بندے ہیں جن کے واسطے نعمائے آخرت کا وعدہ حق تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔

گویا اس میں یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ یہ صفات بندوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ متقین کی فہرست میں شامل ہوسکیں اور اللہ تعالیٰ کی اخروی نعمتوں کے مستحق بن سکیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اپنے متقین بندوں میں شامل فرمالیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور ایمان و اسلام کی برکت سے ہمارے ظاہری و باطنی تمام گناہوں کی مغفرت فرما۔ یا اللہ ہمیں اپنے حقیقی بندوں میں شامل فرمالے اور تقویٰ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اُس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

شَهِدَ	اللّٰهُ	اَنَّهٗ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	وَاُولُوا الْعِلْمِ	قَآئِمًۢا	بِالْقِسْطِ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
گواہی دی	اللہ	کہ وہ	نہیں معبود	سوائے۔اُس	اور فرشتے	اور علم والے	قائم (حاکم)	انصاف کیساتھ	نہیں معبود	سوائے اُس	زبردست	حکمت والا

شانِ نزول: دو یہودی علماء کا مسلمان ہونا

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہود کے دو بڑے عالم ملک شام کے رہنے والے مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے۔ انکو اطلاع ملی کہ یہاں کوئی بزرگ ہیں جن کو لوگ نبی کہتے ہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ پر نظر پڑتے ہی وہ تمام صفات اُن کے سامنے آ گئیں۔ جو تورات میں آپ کے لئے بیان کی گئی تھیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ احمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں محمد ہوں اور احمد ہوں۔ پھر اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں۔ اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریافت کرو۔ تو اُنہوں نے سوال کیا بتلایئے کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت یعنی گواہی کون سی ہے؟ اس سوال کے جواب میں اُسی وقت یہی آیت شہادت نازل ہوئی۔ آپ نے اُن کو پڑھ کر سنادی۔ جسے سن کر وہ دونوں اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

فضیلت: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر نماز فرض کے بعد آیت الکرسی اور آیت شہد اللہ (یعنی یہی آیت زیر تفسیر) اور قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پڑھے (جو اسی سورۂ آل عمران میں اس آیت سے سات آیات کے بعد آئی ہیں یعنی ۲۶ویں و ۲۷ویں آیات) تو اللہ تعالیٰ اسکے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے جن میں سے کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے (روح المعانی)

یہاں شہادت کا مطلب

یہاں اس آیت میں توحید خداوندی کا مضمون ایک خاص انداز سے بیان فرمایا گیا ہے کہ اس پر تین شہادتوں کا ذکر ہے۔ ایک خود اللہ جل شانہٗ کی شہادت دوسرے اُسکے فرشتوں کی شہادت اور تیسرے اہل علم کی شہادت۔ اللہ تعالیٰ کا خود اپنی توحید کی شہادت دینے کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے خود آسمان زمین اور ان کے اندر کی کائنات کو اپنے وجود اور توحید کے لئے شاہد بنا رکھا ہے ہر چیز اور ہر مخلوق الٰہی بزبان حال اپنے خالق کے وجود وحدت کو بیان کر رہی ہے اور تمام مصنوعات اللہ تعالیٰ کی توحید کی کھلی نشانیاں ہیں۔

دوسرا مطلب اللہ تعالیٰ کی شہادت کا یہ ہے کہ اسکی طرف سے بھیجے ہوئے رسول اور کتابیں بھی اس کی توحید پر شاہد ہیں اور یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو گویا خدا اسکی شہادت اس بات پر ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ جس بات کی آپ نے خود شہادت دی اور آپ کے ملائکہ نے شہادت دی۔ اور آپ کے تمام انبیاء و رُسل اور اولیاء اور صلحاء اور علماء نے شہادت دی۔ اے اللہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ اے اللہ ہماری اس شہادت کو قبول فرمالے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

بلاشبہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی

اِنَّ	الدِّیْنَ	عِنْدَ اللّٰهِ	الْاِسْلَامُ	وَمَا	اخْتَلَفَ	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا الْکِتٰبَ	اِلَّا	مِنْ بَعْدِ	مَا جَآءَهُمُ
بیشک	دین	اللہ کے نزدیک	اسلام	اور نہیں	اختلاف کیا	وہ جنہیں	کتاب دی گئی	مگر	بعد سے	جب آ گیا اُنکے پاس

الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اسکا حساب لینے والے ہیں

	الْعِلْمُ	بَغْیًا	بَیْنَهُمْ	وَمَنْ	یَّکْفُرْ	بِاٰیٰتِ	اللّٰهِ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	سَرِیْعُ	الْحِسَابِ	
	علم	ضد	آپس میں	اور جو	انکار کرے	حکم (جمع)	اللہ	تو بیشک	اللہ	جلد	حساب	

دین حق و مقبول اسلام ہی ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ بلاشبہ دین حق و مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔ نہ کہ یہودیت یا نصرانیت اس لئے کہ "اسلام" کے معنی اپنے آپ کو ایک خدا کے حوالہ اور سپرد کر دینے کے ہیں۔ اور مسلم یا مسلمان اسی بندہ کو کہتے ہیں جس نے ہمہ تن اپنے آپ کو خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہو۔ اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دی ہو۔ یوں تو شروع سے آخر تک تمام انبیاء و رسل اور اللہ کے ہادی اور پیغمبر یہی دین اسلام لے کر آئے۔ لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا کو جامع اور اکمل ترین اور عالمگیر اور ناقابل تنسیخ ہدایات دیں اور توحید کا اعلیٰ سبق دیا اس وجہ سے وہ خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم اور ملقب ہوئیں۔

اہل کتاب کا حسد:

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ یعنی اہل کتاب نے جو اختلاف کیا اس طرح سے کہ اسلام کو باطل کہا تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو اسلام کے حق ہونے کی دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کی وجہ سے اس وجہ سے نہیں کہ ان کو اس معاملہ میں کوئی لاعلمی۔ جہل یا اشتباہ رہ گیا تھا بلکہ اُن کو اپنی کتاب توراۃ و انجیل سے اور دوسرے ذرائع سے پوری طرح اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا علم ہو چکا تھا لیکن مسلمانوں سے حسد اور حب جاہ و مال نے ان کو اس اختلاف میں مبتلا کیا ہے ان کو یہ جلن ہے کہ نبوت بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی نبوت کے ٹھیکیدار تو صرف بنی اسرائیل ہیں تو اُن کی یہ مخالفت نادانی سے نہیں۔ بلکہ عناداً جان بوجھ کر ہے۔ اخیر میں ارشاد ہوا وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کریگا (جیسا ان لوگوں نے کیا) تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد اس کا حساب لینے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے حساب کا انجام عذاب ہوگا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی اور کہئے اہل کتاب سے اور مشرکین عرب سے کہ کیا تم بھی

فَاِنْ	حَآجُّوْكَ	فَقُلْ	اَسْلَمْتُ	وَجْهِیَ	لِلّٰهِ	وَمَنِ	اتَّبَعَنِ	وَقُلْ	لِّلَّذِیْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	وَالْاُمِّیّٖنَ
پھر اگر	وہ آپ سے جھگڑیں	تو کہدیں	میں نے جھکا دیا	اپنا منہ	اللہ کیلئے	اور جو جس	میری پیروی کی	اور کہدیں	وہ جو کہ	کتاب دیئے گئے	اور اَن پڑھ

ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۠ ﴿۲۰﴾

اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی راہ پر آ جاویں گے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ لیں گے بندوں کو

ءَاَسْلَمْتُمْ	فَاِنْ	اَسْلَمُوْا	فَقَدِ اهْتَدَوْا	وَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	عَلَیْكَ	الْبَلٰغُ	وَاللّٰهُ	بَصِیْرٌ	بِالْعِبَادِ
کیا تم اسلام لائے	پس اگر	وہ اسلام لائے	تو انہوں نے راہ پالی	اور اگر	وہ منہ پھیریں	تو صرف	آپ پر	پہنچا دینا	اور اللہ	دیکھنے والا	بندوں کو

دلیل اور حجت کے بعد عناد کرنیوالوں کا جواب

اب اتمام حجت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ جب دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی ہے تو اسکے بعد بھی منکرین اسلام اگر آپ سے کٹ حجتی اور کج بحثی کئے جائیں اور دین کے معاملہ میں خوانخواہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان کی حجت بازی اور ساری بیہودہ گفتگو کے جواب میں فرما دیں کہ میں نے اور میرے متبعین نے تو اسلام اور توحید کی راہ اختیار کر لی ہے۔ ہمارے تو سب کام خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں۔ ہم نے تو اپنی زندگیاں اس وحدہٗ لاشریک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کر دی ہیں۔ پس اگر تم اے یہود و نصاریٰ تمام انبیاء کی تعلیم کے خلاف کسی کو خدا اور خدا کا بیٹا بناتے ہو تو بناؤ۔ ہم تو اس سے بری اور بیزار ہیں۔ اگر تم اسلام کو قبول نہیں کرتے اپنے باطل عقائد ہی پر اڑے رہے تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ سب بندوں کو دیکھتا ہے۔ ان کے احوال سے واقف ہے۔ دین و دنیا میں ان کے اعمال و افعال کی ویسی ہی جزا و سزا دے گا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی دی گئی کہ اگر یہ منکرین اسلام دین حق کو قبول نہیں کرتے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ آپ کا کام احکام الٰہی کا پہنچا دینا تھا اور دلائل و براہین سے واضح کر دینا تھا سو آپ کر چکے اور اپنی ذمہ داری سے بری ہو چکے اب خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ خود ہر ایک کو اُس کے عمل کے مطابق جزا دیں گے۔

مختلف منکرین کے لئے مختلف لائحہ عمل ہے

اس آیت کے تحت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کوئی شخص یہاں یہ شبہ نہ کرے کہ منکرین کے مقابلہ میں اتنا کہہ دینا کب کافی ہو سکتا ہے کہ تم مانو یا نہ مانو میں مان چکا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ ہر منکر کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا بلکہ خاص ان منکرین کے مقابلہ میں کہا گیا ہے جن کا انکار کسی شبہ یا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ بعد اقامت دلائل کے محض عناد اور عداوت سے تھا۔ جب ان کو کوئی شبہ نہیں تو ان کے سامنے مکرر دلائل بیان کرنا بے کار ہے اُس وقت یہی آخری جواب ہے کہ بھائی تم مانو یا نہ مانو ہم تو مان چکے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر و شر سے بچا کر اسلام و ایمان نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو اسلام کی حقیقت نصیب فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ایسے شخصوں کو

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَيَقْتُلُوْنَ	النَّبِيّٖنَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَّيَقْتُلُوْنَ	الَّذِيْنَ	يَاْمُرُوْنَ
بیشک	وہ جو	انکار کرتے ہیں	آیتوں کا	اللہ	اور قتل کرتے ہیں	نبیوں کو	ناحق	اور قتل کرتے ہیں	جولوگ	حکم کرتے ہیں

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾

جو اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی

بِالْقِسْطِ	مِنَ النَّاسِ	فَبَشِّرْهُمْ	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ
انصاف کا	لوگوں سے	سو انہیں خوشخبری دیں	عذاب	دردناک

یہودیوں کا سنگین جرم انبیاء کو قتل کرنا

ان آیات میں کلام یہود کی طرف ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور ان کو الزام دینے کے لئے اُن افعال شنیعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے مرتکب ان کے اسلاف ہوئے تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ احکام الٰہیہ سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسند ناصحین سے مقابلہ کرنا اور پرلے درجہ کی شقاوت وسنگدلی سے ان کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنا یہ کوئی معمولی جرم نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں ان کی محبت برباد اور ان کی کوششیں اکارت ہوں گی اور دنیا و آخرت میں جب سزا ملے گی تو ان کو کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔

قیامت میں سب سے بڑے عذاب کا مستحق

حدیث میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کس کو ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے خدا کے نبی کو قتل کیا ہو یا اس شخص کو قتل کیا ہو جو اوامر و نواہی پر پابند رہنے کی نصیحت کرتا ہو یعنی جس نے اچھی بات کا حکم کیا اور بری بات سے منع کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ سے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ تک (یعنی مذکورہ بالا آیات) اور یہ ارشاد فرمایا اے ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے شروع دن میں ۴۳ انبیاء کو یکدم قتل کر ڈالا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کے ۱۷۰ عابد زاہد اور صلحاء کھڑے ہوئے اور ان قاتلوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو اُسی وقت سورج غروب ہونے سے پہلے ان قاتلوں نے ان کو بھی قتل کر ڈالا۔

فائدہ: الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ: یعنی لوگوں کو اخلاق و معاملات میں عدل کی ہدایتیں کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد انبیاء اور ان کے نائبین ہیں۔ آیت سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ سابق امتوں میں امر بالمعروف واجب تھا اور یہ فرض انبیاء اور اُن کے نائبین انجام دیتے تھے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ جن جرائم کی مرتکب گذشتہ امتیں ہوئی ہیں اُن سے اس امت مسلمہ کو کامل طور پر بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔

اور ہمیں اپنے علماء و صلحاء کا اکرام و احترام نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سب اعمال غارت ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا

نّٰصِرِيْنَ	مِّنْ	لَهُمْ	وَمَا	وَالْاٰخِرَةِ	فِي الدُّنْيَا	اَعْمَالُهُمْ	حَبِطَتْ	الَّذِيْنَ	اُولٰٓئِكَ
مددگار	کوئی	ان کا	اور انہیں	اور آخرت	دنیا میں	ان کے عمل	ضائع ہوگئے	وہ جو کہ	یہی

انبیاء وعلماء کے قاتلوں کی سزا

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو تو کتابیں ملی تھیں باقی ان میں سے اور کسی نبی پر کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ وحی آتی تھی۔ ہر فرقہ کے واسطے ایک ہی زمانہ میں بہت سے انبیاء ہوا کرتے تھے۔ ہر شہر میں ۵۰، ۵۰—۱۰۰، ۱۰۰ تک کی تعداد میں ہوا کرتے تھے اور ہر نبی اپنے آدمیوں کو نصیحت کرتا تھا لیکن اس قوم بنی اسرائیل میں کچھ شقی ایسے بھی ہوتے تھے کہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے اور کچھ لوگ جو اُن کو نصیحت کرتے تو ان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قاتلوں کا تذکرہ ان آیات میں فرمایا ہے اور یہود مدینہ کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے منکر ہو کر پیغمبر اور دوسرے نبی اور انصاف پسند لوگوں یعنی علمائے امت سے مقابلہ کرنا اور نصیحت کرنے والوں سے جھگڑنا اور انہیں جان سے مار دینے کے درپے ہونا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ ایسے مجرموں کو سخت سزا ملے گی۔

یہ واقعات قرآن کریم اس لئے پیش کرتا ہے کہ منکرین اسلام یعنی یہود مدینہ دیکھ لیں کہ ان کے اجداد اسلاف میں کیسے سیہ کار تھے اور ایسے لوگوں کے تمام اعمال حسنہ دنیا اور آخرت میں بیکار اور ضائع گئے یعنی دونوں جہان کی کامیابی سے محروم رہے اور دنیا و آخرت کی ذلتیں سر پڑیں۔ آخرت میں عذاب الٰہی سے بچانے والا اُن کو کوئی نہ ہوگا اور نہ دنیا میں خدا کے مواخذہ سے ان کو کوئی بچا سکا۔ بخت نصر ایک بادشاہ گذرا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ نے ان یہود پر مسلط فرمایا جس نے ۷۰ ہزار یہود کو ایک دن میں فنا کیا۔

جرم وسزا میں مطابقت

یہاں آیت میں انبیاء اور علماء وصلحاء کے قاتلین کی دو سزائیں ذکر کی گئیں ایک حبط اعمال دوسرے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ انبیاء کرام چونکہ منبع رشد و ہدایت تھے اس لئے اُن کے قتل پر حبط اعمال کی سزا ملی اور علماء چونکہ انبیاء کرام کے اعوان وانصار اور معین و مددگار تھے اس لئے علماء کے قتل کی سزا میں وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ فرمایا یعنی ان کو خدا کی سزا سے کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔ ان واقعات میں اہل اسلام کے لئے بھی عبرت کا سامان ہے کہ جو گناہ جرائم گذشتہ قوموں نے کئے ہیں اُن سے کامل طور پر ہم بچتے رہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ جس سزا میں وہ مبتلا ہوئے کہیں وہ ہم پر نازل نہ ہو۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول پاک کی سچی فرمانبرداری اور اتباع نصیب فرما۔ اور اس اتباع کی برکت سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ہمیں کامیابی اور سرخروئی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى

کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے پھر ان میں سے

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يُدْعَوْنَ	اِلٰى	كِتٰبِ اللّٰهِ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	يَتَوَلّٰى
کیا نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ لوگ جو	دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	بلائے جاتے ہیں	طرف	اللہ کی کتاب	تاکہ وہ فیصلہ کرے	انکے درمیان	پھر	پھر جاتا ہے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے

فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	وَهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ	
ایک فریق	ان سے	اور وہ	منہ پھیرنے والے	

شان نزول: شان نزول سے متعلق یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں سے کسی مالدار یہودی نے ایک یہودن سے زنا کیا تو ریت میں زنا کی سزا رجم تھی یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردینا۔ چونکہ یہ دونوں مجرم خاندانی اور مالدار تھے اسلئے یہود کو انکا سنگسار کرنا گوارا نہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے کہ آپ فیصلہ کردیں۔ اور ایسا انہوں نے اس خیال سے کیا کہ وہ یہ سمجھے تھے کہ قرآن کی رو سے انکی ہلکی سزا ہوگی۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر یہود کہنے لگے کہ آپ نے ہم پر ظلم کیا۔ ان کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان توریت فیصلہ کن ہے اس کا فیصلہ توریت پر رکھو کہنے لگے کہ ہاں یہ انصاف کی بات ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر توریت کا کون بڑا عالم ہے۔ بولے عبداللہ ابن صوریا۔ چنانچہ اس کو بلوایا گیا اور توریت بھی منگوائی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت کا وہ پارہ جس میں رجم کی آیت تھی ابن صوریا سے فرمایا پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیت رجم تک پہنچا تو اس پر ہتھیلی رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔ یعنی رجم کی عبارت کو چھوڑ کر آگے پیچھے کی عبارتیں پڑھ دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے بڑے عالم تھے اور اب اسلام لاچکے تھے انہوں نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے آیت رجم کو چھوڑ دیا ہے اور پھر خود اٹھ کر اور اسکا ہاتھ ہٹا کر آیت رجم پڑھ دی جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں اور گواہ موجود ہوں تو دونوں کو سنگسار کیا جائے اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک انتظار کیا جائے۔ اس پر یہودی ذلیل ہوئے اور دونوں زانی مرد اور عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سنگسار کردیئے گئے۔ جس پر یہود سخت ناراض ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس آیت میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

اہل کتاب کی بناوٹی حق پرستی

حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہے کہ یہ اہل کتاب حق پرستی کے مدعی ہیں حالانکہ انہوں نے مذہب انبیاء میں تحریف کر کے اپنی طرف سے من گھڑت عقیدے بنا رکھے ہیں۔ یہود تورات پر ایمان کے مدعی ہیں لیکن جب تورات کے احکام کی پابندی کی دعوت ان کو دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی کے فیصلہ کو مان لو تو اس کو بھی نہیں مانتے اور غصہ سے منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو جب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق ان کا یہ حال ہے تو قرآن و اسلام کے متعلق انکے خیالات بد کا کیا ٹھکانا۔

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ایمان و اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی۔ اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی۔

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَنْ تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	وَّغَرَّهُمْ	فِيْ	دِيْنِهِمْ	مَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
یہ	اسلئے کہ وہ	کہتے ہیں	ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی	آگ	مگر	چند دن	گنتی کے	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	میں	ان کا دین	جو	وہ گھڑتے تھے

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

باتوں نے سوان کا کیا حال ہوگا جب کہ ہم ان کو اس دن میں جمع کرلیں گے جس میں ذرا شبہ نہیں اور پورا پورا بدلہ مل جاویگا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا

فَكَيْفَ	اِذَا	جَمَعْنٰهُمْ	لِيَوْمٍ	لَّا رَيْبَ	فِيْهِ	وَ	وُفِّيَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ
سو کیا	جب	انہیں ہم جمع کرینگے	اُس دن	نہیں شک	اس میں	اور	پورا پائے گا	ہر	شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	حق تلفی نہ ہوگی

یہود کی گمراہی کا سبب: درحقیقت یہود کی بے دینی اور گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انکے مذہبی پیشوا اور اسلاف نے دین الٰہی میں تراش خراش کر کے اپنی طرف سے چند ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں۔ مثلاً ان یہود کا قول ہے کہ اوّل تو ہمیں سزا ملے ہی گی نہیں اور اگر ملی بھی تو صرف چند دنوں کے لئے یعنی ۷ دن یا ۴۰ دن ہم صرف جہنم میں رہیں گے کیونکہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں ہیں اسکے علاوہ حضرت یعقوب سے خدا نے وعدہ کرلیا ہے کہ تیری اولاد کو دوزخ میں نہیں ڈالوں گا مگر صرف قسم پوری کرنے کو۔

یہود کے ان باطل اور من گھڑت عقائد کی تردید فرما دی گئی اور صاف صاف بتلا دیا گیا کہ اپنے عقائد اور اعمال کی سزا قیامت میں ہر ایک کو ملے گی اور اس تک انکو اپنے تراشیدہ اقوال اور دین الٰہی میں ترمیم کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

ایک شبہ کا جواب: ان آیات کے شان نزول کے تحت جو واقعہ مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض قوانین سابقہ کتب الٰہیہ کے قوانین کے مطابق ہیں اور غیر مسلموں کا باہمی فیصلہ ان کی مذہبی کتاب کے موافق ہونا چاہئے۔ اب یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی یہودی اور یہودن کو جو کافر تھے ان کو اسلامی قانون کے موافق کیوں رجم کروا دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ مذکورہ میں یہودی زانی اور زانیہ کا رجم شریعت اسلامیہ کے حکم سے نہ تھا اور نہ اُن پر اسلامی حکم جاری کیا گیا تھا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مشرکین عرب کو زنا کی وجہ سے رجم کیا اس واقعہ میں خود یہودی کی کتاب کا حکم اُن پر جاری فرمایا اور وہ بھی اسلئے کہ اس معاملہ میں خود اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور حاکم مان لیا تھا۔ چنانچہ اب بھی اسلامی حکومت میں اگر کفار کا کوئی آپس کا مقدمہ اسلامی حاکم کے پاس آئے تو اسلامی حاکم کفار صاحب مقدمہ پر اُن کے مذہب کے موافق احکام جاری کرے گا مثلاً کفار کے میراث کے احکام اُن کے مذہب کے مطابق اُن پر جاری ہوں گے نہ کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق۔ الغرض اس آیت اور گذشتہ آیات میں اہل کتاب و منکرین اسلام کی سرکشی عناد اور تعصب کا ذکر ہوا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنے دین محمدی پر سچائی و پختگی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور یوم قیامت میں ہمارے ساتھ رحم و کرم و مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کردیتے ہیں اور جس کو

قُلِ	اللّٰهُمَّ	مٰلِكَ	الْمُلْكِ	تُؤْتِي	الْمُلْكَ	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَنْزِعُ	الْمُلْكَ	مِمَّنْ	تَشَآءُ	وَتُعِزُّ	مَنْ	تَشَآءُ
آپ کہیں	اے اللہ	مالک	ملک	تو دے	ملک	جسے	تو چاہے	اور چھین لے	ملک	جس سے	تو چاہے	اور عزت دے	جسے	تو چاہے

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶

آپ چاہیں پست کردیتے ہیں۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

وَتُذِلُّ	مَنْ	تَشَآءُ	بِيَدِكَ	الْخَيْرُ	اِنَّكَ	عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اور ذلیل کردے	جسے	تو چاہے	تیرے ہاتھ میں	تمام بھلائی	بیشک تو	پر	ہر	چیز	قادر

یہود کی دنیا پرستی کا علاج:

جیسا کہ پہلے نقل کیا جاچکا ہے وفد نجران کے رئیس ابوحارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کردیں گے۔ شاید یہاں دعاء ومناجات کے رنگ میں اس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون ہو رہے ہو تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت وعزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے سلب کرلے کیا یہ امکان نہیں کہ روم وفارس کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دے دی جائیں بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی۔

آج مسلمانوں کی موجودہ بے سروسامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لئے یہود منافقین مذاق اڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر وکسریٰ کے تاج وتخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم وفارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت وعزت کیا چیز ہے جب خداوند قادر وحکیم نے روحانی سلطنت وعزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کرکے بنی اسمٰعیل میں پہنچا دیا تو روم وعجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کردینا کیا مستبعد ہے گویا یہ دعا ایک طرح کی پیشینگوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے۔ جو قوم دنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہوگی، اور جو بادشاہت کررہے تھے ان کو اپنی بداعمالیوں کی بدولت پستی وذلت کے غار میں گرایا جائے گا۔ (تنبیہ) بِيَدِكَ الْخَيْرُ بیشک خدا کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر وخوبی ہے اور شر کا پیدا کرنا بھی اس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ کیونکہ مجموعہ عالم کے اعتبار سے اس میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فی الحدیث الصحیح اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ۔ ﴿تفسیر عثمانی﴾

دُعاء کیجئے

یا اللہ! مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو ایمان وتقویٰ کے نور سے منور فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

آپ رات کو دن میں داخل کردیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کردیتے ہیں اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں اور بے جان چیز کو جاندار سے

تُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي النَّهَارِ	وَتُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي الَّيْلِ	وَتُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَتُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ
تو داخل کرتا ہے	رات	دن میں	اور داخل کرتا ہے تو	دن	رات میں	اور تو نکالتا ہے	جاندار	سے	بے جان	اور تو نکالتا ہے	بے جان	سے

الْحَيَّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

نکال لیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔

الْحَيَّ	وَتَرْزُقُ	مَنْ	تَشَاۗءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ
جاندار	اور تو رزق دیتا ہے	جسے	تو چاہے	بے حساب

یہودیوں کی خام خیالوں کا سدباب

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ : یعنی کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے کبھی اس کا عکس کرتا ہے، مثلاً ایک موسم میں ۱۴ گھنٹے کی رات اور دس گھنٹہ کا دن ہے۔ چند ماہ بعد رات کے چار گھنٹہ کاٹ کر دن میں داخل کردیے۔ اب رات دس گھنٹہ کی رہ گئی اور دن ۱۴ گھنٹہ کا ہوگیا۔ یہ سب الٹ پھیر تیرے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ شمس و قمر وغیرہ تمام سیارات بدون تیرے ارادہ کے ذرا حرکت نہیں کرسکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔ جاہلی قوموں نے رات اور دن دونوں کو دیوی دیوتاؤں کی حیثیت دے رکھی ہے آیت میں ضمناً ان خرافات کا بھی رد آ گیا۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے، ناقص کو کامل سے نکالنا تیری ہی قدرت کا کام ہے۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہود سمجھتے تھے کہ پہلے جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہی ہمیشہ رہے گی، یہ لوگ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں، اللہ تعالیٰ قدیر و عزیز اور مختار ہے جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور ذلیل کردے۔ اور جاہلوں میں کامل پیدا کرے (جیسے عرب کے اُمیوں میں سے کئے) اور کاملوں میں سے جاہل (جیسے بنی اسرائیل میں ہوا) اور جس کو چاہے (حسی و معنوی) رزق بے حساب دیوے۔ لہٰذا غرور اور آرزوؤں پر رہنا بے وقوفی ہے۔

فضائل: اب اخیر میں ان تلاوت کردہ آیات کی کچھ فضیلت خصوصی بھی سن لیجئے۔ امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور سورۂ آل عمران کی دو آیتیں۔ ایک شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۗىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور دوسری قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک (یعنی آیت زیر تفسیر) پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانا جنت میں بنادونگا اور اس کو اپنے خطیرۃ القدس میں جگہ دونگا اور ہر روز اسکی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد و دشمن سے پناہ دوں گا اور اُن پر اس کو غالب رکھوں گا۔ نیز بزرگان دین نے لکھا ہے کہ اس آیت کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس پر مداومت کرے اللہ تعالیٰ اسکو قرض سے سبکدوش فرماتا ہے بعض بزرگوں نے یہ تخصیص بھی کی ہے کہ نماز کے بعد سات بار پڑھے اور اس عمل کو ادائیگی قرض کے لئے مجرب لکھا ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! دشمنانِ دین و اسلام کی قوت و شوکت کو پاش پاش فرمادے۔ اے اللہ دشمنانِ دین کو آپس میں ٹکرادے اور ان کی قوتوں کو پامال فرمادے۔ اے اللہ اہل اسلام کو پھر غلبہ اور شوکت عطا فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ

مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں

لَا يَتَّخِذِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	فَلَيْسَ	مِنَ
نہ بنائیں	مومن (جمع)	کافر (جمع)	دوست (جمع)	علاوہ (چھوڑ کر)	مومن (جمع)	اور جو	کرے	ایسا	تو نہیں	سے

اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم اُن سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اللّٰهِ	فِيْ شَيْءٍ	اِلَّآ	اَنْ	تَتَّقُوْا	مِنْهُمْ	تُقٰىةً	وَيُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ	وَاِلَى	اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ
اللہ	کوئی تعلق	سوائے	کہ	بچاؤ کرو	ان سے	بچاؤ	اور ڈراتا ہے تمہیں	اللہ	اپنی ذات	اور طرف	اللہ	لوٹ جانا

کفار سے دوستی مت کرو: ان آیات سے احکام حسب ذیل معلوم ہوئے۔ (۱) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کو چھوڑ کر اسلام نور ہدایت ہے اور کفر ظلمت اور اجتماع ضدین عقلاً و نقلاً محال ہے۔ (۲) مذکورہ بالا حکم کی مخالفت پر یہ وعید سنائی گئی کہ جو کوئی یہ کام کرے یعنی کافروں کو دوست بنائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی سروکار نہیں۔ (۳) مذکورہ بالا حکم سے ایک صورت استثنیٰ کی بھی ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ محض تدبیر اور انتظام کے درجہ میں کافروں سے ظاہری دوستی کی اس حد تک اجازت ہے کہ جہاں تک اُن کے شر اور ضرر سے بچنے کے لئے بقدر حاجت حفاظتی تدبیر کی ضرورت ہے یعنی محض ظاہری تعلق شر اور ضرر سے بچنے کے لئے پیدا کرنا جائز ہے باقی دلی تعلق اور قلبی محبت کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

کفار کے ساتھ معاملات و تعلقات کی مختلف نوعیتیں: علماء مفسرین نے کفار کے ساتھ معاملات کی تفصیل میں حسب ذیل پانچ درجات بیان کئے ہیں۔ پہلا معاملہ کافروں کی ملت اور مذہب کو اچھا جان کر اُن سے تعلق قلبی یا دلی مودت و محبت کی جائے یہ قطعاً حرام ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ کافروں کے مذہب کو تو برا سمجھتا ہو مگر دنیوی معاملات میں خوش خلقی اور حسن سلوک سے کافروں کے ساتھ پیش آتا ہو یہ اسلامی رواداری ہے۔ تیسرے کافروں کے مذہب کو برا جانتا ہو مگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اُن کی مدد کرتا ہو اور مسلمانوں کے راز اُن کو بتلاتا ہو یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر انہیں افعال پر قائم رہیگا تو کفر کا اندیشہ ہے۔ چوتھے کافروں کی طرف دلی میلان نہ ہو نہ اُن کے مذہب کو اچھا جانتا ہو لیکن کفار کی حکومت ہو یا اس شخص کو جانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ظاہری تعلق اُس حد تک جائز ہے کہ احکام اسلامی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پانچویں غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور ہمدردی خیر خواہی اور نفع رسانی کے معاملات کرنا یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

خلاصہ اس سب تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ قلبی اور دلی دوستی و محبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں اور احسان و ہمدردی اور نفع رسانی بجز اہل حرب کے سب کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی جائز ہے جبکہ اُس کا مقصد غیر مسلم مہمان کی خاطر داری یا اُن کو اسلامی معاملات یا دینی نفع پہنچانا مقصود ہو یا اپنے آپ کو اُن کے کسی نقصان اور ضرر سے بچانا مقصود ہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ایمان و اسلام کی سچی محبت نصیب فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

قُلْ	اِنْ	تُخْفُوْا	مَا	فِیْ	صُدُوْرِكُمْ	اَوْ	تُبْدُوْهُ	یَعْلَمْهُ	اللّٰهُ	وَیَعْلَمُ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ
کہہ دیں	اگر تم	چھپاؤ	جو	میں	تمہارے سینے (دل)	یا	تم ظاہر کرو	اسے جانتا ہے	اللہ	اور وہ جانتا ہے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں جس روز کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی اس بات کی تمنا

وَاللّٰهُ	عَلٰی	كُلِّ	شَیْءٍ	قَدِیْرٌ	یَوْمَ	تَجِدُ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَا	عَمِلَتْ	مِنْ	خَیْرٍ	مُّحْضَرًا	وَمَا	عَمِلَتْ	مِنْ
اور اللہ	پر	ہر	چیز	قادر	دن	پائے گا	ہر	شخص	جو	اس نے کی	سے (کوئی)	نیکی	موجود	اور جو	اسنے کی	سے کوئی

سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا ؕ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت ہوتی اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر

سُوْٓءٍ	تَوَدُّ	لَوْ اَنَّ	بَیْنَهَا	وَ	بَیْنَهٗ	اَمَدًا	بَعِیْدًا	وَیُحَذِّرُكُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ	وَاللّٰهُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ
برائی	آرزو کریگا	کاش کہ	اسکے درمیان	اور	اسکے درمیان	فاصلہ	دور	اور تمہیں ڈراتا ہے	اللہ	اپنی ذات	اور اللہ	شفقت کرنیوالا	بندوں پر

اللہ تعالیٰ کا علم تمام عالم پر محیط ہے

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم دل ہی دل میں پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اُس کو زبان و جوارح سے ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو ہر حال میں جانتے ہیں اور اس کی کیا تخصیص ہے وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کوئی چیز اُن سے مخفی نہیں اور علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی رکھتے ہیں سو اگر تم کسی امر قبیح کا ارتکاب کرو گے خواہ ظاہراً یا باطناً تو وہ تم کو سزا دے سکتے ہیں۔ جس روز ایسا ہو گا کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی پائے گا اُس روز اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اُس شخص کے اور اُس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت حائل ہوتی تا کہ اپنے اعمال بد کا معائنہ نہ کرنا پڑتا۔ اور تم سے پھر مکرر کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات عظیم الشان سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں اپنے بندوں کے حال پر۔ اُس مہربانی سے یوں چاہتے ہیں کہ یہ سزائے آخرت سے بچے رہیں اور بچنے کا طریقہ ہے اعمال بد کا ترک کرنا اور ترک کرنا عادتاً بدون ڈرانے کے ہوتا نہیں اس لئے ڈراتے ہیں پس یہ ڈرانا عین عنایت و شفقت ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمارے دلوں میں کفر و شرک اور فسق و فجور کی نفرت پیدا فرما تا کہ ہم ہر چھوٹے بڑے ظاہری اور باطنی گناہ اور بری باتوں سے علیحدہ رہیں۔ یا اللہ ہم میں آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمخواری عطا فرما اور ہر حال میں ہمیں ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں

قُلْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تُحِبُّوْنَ	اللّٰهَ	فَاتَّبِعُوْنِيْ	يُحْبِبْكُمُ	اللّٰهُ	وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
آپ کہہ دیں	اگر	تم ہو	محبت رکھتے	اللہ	تو میری پیروی کرو	تم سے محبت کریگا	اللہ	اور تمہیں بخشدے گا	گناہ تمہارے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

خدا سے محبت کا معیار

دشمنانِ خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔

جو شخص جس قدر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے، اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا، اتنا ہی حضورؐ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہونگی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزماں کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔ (تفسیر عثمانی)

محبت کی حقیقت

محبت کے دل کا محبوب کے خیال میں مشغول رہنا اور ایسا استغراق ہو جانا کہ دوسرے کی طرف توجہ بند ہے اور کسی وقت خیال محبوب کی طرف توجہ اور اشتغال کے بغیر چارہ ہی نہ ہو یہ محبت کا مفہوم ہے یہی مطلب ہے کہ اس قول کا کہ عشق دل کی آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو سوخت کر دیتی ہے یعنی ہر چیز کی طرف سے توجہ کو ہٹا دیتی ہے محبوب کے سوا ہر شے کا تصور مٹا دیتی ہے گویا محبّ کی نظر میں محبوب کے علاوہ کوئی چیز موجود ہی نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی ہستی بھی نظر نہیں آتی ہر ماسوا تصورِ محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس مغلوب الحالی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کو طبعاً وہی چیز پسند آتی ہے جو محبوب کو پسند ہو اور اس چیز سے ذاتی نفرت ہو جاتی ہے، جس سے محبوب کو نفرت ہو وہ ہر وقت مرضیِ محبوب کا خواستگار ہوتا ہے اس کو نہ ثواب اور فائدہ کا لالچ رہتا ہے نہ عذاب اور ضرر کا اندیشہ اگرچہ بالعرض اس کی لب میں طمع اور خوف کی آمیزش ہوتی ہے (مگر آلائش نہیں ہوتی اس کی اصل غرض محبوب کی خوشنودی کی طلب ہوتی ہے۔

اللہ کی محبت

یہ تو بندہ کی محبت کی حقیقت ہے، رہی اللہ کی محبت بندہ سے تو ظاہر ہے کہ اللہ قلب، استغراقِ تصور اور انہماک سے پاک ہے اس کو ایسی توجہ کسی طرف نہیں ہوتی کہ دوسری طرف توجہ نہ رہے اس کی محبت ایک سادہ انس کا نام ہے جو بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور دوسرے کی طرف بندہ کو مائل نہیں ہونے دیتا اللہ کی طرف سے اسی کشش کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

23

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

آپ یہ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے

قُلْ	اَطِیْعُوا	اللّٰهَ	وَ	الرَّسُوْلَ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا یُحِبُّ	الْكٰفِرِیْنَ
آپ کہدیں	تم اطاعت کرو	اللہ	اور	رسول	پھر اگر	وہ پھر جائیں	تو بیشک	اللہ	نہیں دوست رکھتا	کافر (جمع)

یہود و نصاریٰ کے دعووں کی حقیقت

یہود و نصاریٰ کہتے تھے نحن ابناء اللّٰہ واحباؤہ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہوسکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تعمیل کرو پیغمبر کا کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقش قدم پر چلے آؤ۔ وفد نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم و عبادت اللہ کی محبت و تعظیم کے لئے کرتے ہیں، اس کا بھی جواب ہو گیا۔ کہ اگر واقعی تم اللہ ہی کے اطاعت گذار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں ہے

یہاں اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فرما کر یعنی اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی یہ صاف ظاہر فرما دیا کہ خدا رسول دونوں کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہے اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری بعینہٖ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرما دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری سب امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (امت میں ہوتے ہوئے) انکار کون کر سکتا ہے۔ فرمایا جس نے میرا کہا مانا وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو اس نے انکار کیا۔ متفق علیہ۔ دیکھو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے داخلہ کو اپنی اطاعت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے فرمایا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اللہ کے فرمان برداروں اور نافرمانوں میں امتیاز قائم کر دیا ہے۔ رواہ البخاری فی حدیث طویل عن جابرؓ (تفسیر مظہری)

آگے اللہ تعالیٰ کے چند محبّ و محبوب بندوں کا حال سنایا گیا اور وفد نجران کی رعایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی جو کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی تمہید ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ اپنے حبیب پاک کی محبت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی ہمیں نصیب فرما۔ اور ظاہراً و باطناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی ہم کو پابندی نصیب فرما۔ اے اللہ آپ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہیں اے اللہ ہم پر بھی کرم و رحم کی نظر فرما۔

اے اللہ اپنی مغفرت و رحمت سے ہم سب کو دین و دنیا میں نواز دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ

بیشک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان پر بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں

إِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰٓى	اٰدَمَ	وَنُوْحًا	وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ	وَاٰلَ عِمْرٰنَ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	ذُرِّيَّةً	بَعْضُهَا	مِنْ
بیشک	اللہ	چن لیا	آدمؑ	اور نوحؑ	اور ابراہیم کا گھرانہ	اور عمران کا گھرانہ	پر	سارے جہان	اولاد	وہ ایک	سے

بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾

اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور جاننے والے ہیں

بَعْضٍ	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
دوسرے	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا

اللہ تعالیٰ کے چند برگزیدہ ومحبوب بندے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے چند برگزیدہ اور مجبور بندوں کا ذکر فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے دنیا کو خدا تعالیٰ کی محبت کی تعلیم دی اور اس کا طریقہ بتلایا اور جو سب سے پہلے خدا کے نبی اور معلّم ہیں۔ جو خداوند عزاسمہ کے خلیفہ ہیں اور علم ومعرفت میں فرشتوں سے بڑھ کر ہیں وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آدم علیہ السلام کا برگزیدہ ہونا کئی وجوہ سے ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے خاص دستِ قدرت سے انہیں پیدا فرمایا۔ اُنہیں نسلِ انسانی کا وارث اعلیٰ بنایا۔ ملائکہ کا مسجود بنایا۔ جنت الفردوس میں ٹھہرایا۔ اس دنیا میں سب سے پہلے پیغمبر آپ ہی ہیں اس لئے سب سے پہلے ذکر آپ کا فرمایا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ نوح علیہ السلام کی برگزیدگی اس طرح ہے کہ آپ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے وہ نبی ہیں جنہوں نے کفار کو تبلیغ کی۔ آپ کے اتباع کرنے والوں کو نجات ملی اور آپ کے اتباع سے اعراض کرنے والوں کو غرق کیا گیا۔ پھر آل ابراہیم کا ذکر فرمایا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں بعض کو برگزیدہ اور پسندیدہ بنایا جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور اسی طرح آل عمران یعنی خاندان عمران میں سے بھی بعض کو برگزیدہ فرمایا۔

عمران سے مراد کون

یہاں عمران سے مراد کون سے عمران ہیں؟ اس میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے والد ہیں جن کا نام عمران تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک حضرت مریم کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے قائل تھے بہر حال یہاں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد مراد ہیں تو آل عمران سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام مراد ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک ممکنہ وہم کا ازالہ

چونکہ عموماً نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے وہم ہوسکتا تھا کہ ان کو نسل ابراہیمی سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آل عمران اور ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ماں ہی سے پیدا ہوئے ہیں تو انکا سلسلہ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائے گا نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہنچتا ہے۔ تو آل عمران آل ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندانِ ابراہیمی سے باہر نہ ہوا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں اپنے تمام انبیاء کی عموماً اور نبی آخر الزمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً اتباع کامل نصیب فرما اور آپ کی صحیح وسچی محبت وعظمت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾

جبکہ عمران کی بی بی نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاوے گا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

اِذْ	قَالَتِ	امْرَاَتُ عِمْرٰنَ	رَبِّ	اِنِّیْ	نَذَرْتُ	لَكَ	مَا	فِیْ بَطْنِیْ	مُحَرَّرًا	فَتَقَبَّلْ	مِنِّیْ	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِیْعُ	الْعَلِیْمُ
جب	کہا	بی بی عمران	اے میرے رب	بیشک میں	میں نے نذر کیا	تیرے لئے	جو	میرے پیٹ میں	آزاد کیا ہوا	سو قبول کرلے	مجھ سے	بیشک تو	تو	سننے والا	جاننے والا

حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں نصاریٰ کے خیالات باطلہ کا رد

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی پیدائش اور اُن کے حالات بیان فرمائے کہ کس طرح حق تعالیٰ شانہٗ نے آل عمران پر اپنی توجہات وعنایات فرمائیں اور اسی سلسلہ کلام میں مناسبت کی وجہ سے ضمناً حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ نصاریٰ کے عقائد باطلہ کے سلسلہ میں ان آیات میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر اور ان کی پیدائش اور پرورش کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے علاوہ آپ کی والدہ حضرت مریم صدیقہ کو الوہیت میں شامل کرتا تھا اور اُنہیں یہ شبہ اس لئے ہوا تھا کہ حضرت مریم کے بچپن میں بے موسم پھل اُن کے پاس منجانب اللہ موجود ہوتے تھے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو کچھ مافوق الاسباب اختیار تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیالات باطلہ کے ردّ میں حضرت مریم کے حالات بیان فرمائے اور بتلایا کہ دیکھو حضرت مریم کتنی دعاؤں کے بعد تو پیدا ہوئیں اور کس طرح اُن کی پرورش کی گئی۔ بھلا جو اپنی پیدائش اور پرورش میں دوسروں کی محتاج ہو وہ کس طرح معبود بن سکتی ہے اور الوہیت میں شریک ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے حضرت مریم کی پیدائش اور پھر اُن کی پرورش کا حال بیان کیا۔

حضرت مریم کی والدہ کا نذر ماننا

اُس زمانے کی شرع کے موافق ایسی نذر ماننا بڑی نیکی اور ثواب کا کام تھا کہ جو لڑکا پیدا ہوگا اُسے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا جائے گا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچہ تمام دنیوی کاموں اور نکاح وغیرہ کے تعلقات سے آزاد ہو کر ہمیشہ تا زندگی اللہ کی عبادت اور خانہ خدا کی خدمت میں لگا رہے گا گویا اس طرح اولاد کو دین و مذہب کی خدمت کے لئے وقف کر دینا تھا اس لئے حضرت مریم کی والدہ نے نذر مانی کہ خداوندا جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اسے تیرے نام پر آزاد کرتی ہوں اور اس نذر کے ماننے میں خاتون (یعنی حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذا) نے اشارۃً یہ دعاء بھی کی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو کیونکہ ایسی نذر ماننا صرف لڑکوں کے ساتھ مخصوص تھا۔ سو انہوں نے اس گمان سے نذر مانی تھی کہ اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہم کو آپ اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لیں اور شیطان کے ہر شر سے ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ وَضَعْتُهَآ أُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ

پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اُس کو جو انہوں نے جنی اور وہ لڑکا

فَلَمَّا	وَضَعَتْهَا	قَالَتْ	رَبِّ	إِنِّيْ	وَضَعْتُهَآ	أُنْثٰى	وَاللّٰهُ	أَعْلَمُ	بِمَا	وَضَعَتْ	وَلَيْسَ	الذَّكَرُ
سو جب	اسنے اسکو جنم دیا	اس نے کہا	اے میرے رب	میں نے	جنم دی	لڑکی	اور اللہ	خوب جانتا ہے	جو	اس نے جنا	اور نہیں	بیٹا

كَالْأُنْثٰى ۚ وَإِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

اس لڑکی کے برابر نہیں اور میں نے اُس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اُس کو اور اُس کی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے

كَالْأُنْثٰى	وَإِنِّيْ	سَمَّيْتُهَا	مَرْيَمَ	وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا	بِكَ	وَذُرِّيَّتَهَا	مِنَ	الشَّيْطٰنِ	الرَّجِيْمِ
مانند بیٹی	اور میں	اس کا نام رکھا	مریم	اور میں پناہ میں دیتی ہوں اسکو	تیری	اور اس کی اولاد	سے	شیطان	مردود

حضرت مریم کی پیدائش کا قصہ

حضرت مریم کی والدہ نے اُن کی پیدائش پر یہ دعا بھی مانگی تھی کہ یا اللہ میں اسکو اور اسکی اولاد کو آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے چنانچہ ان کی یہ عرض بھی قبول ہوئی جیسا کہ حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ ہر بچہ کو ولادت کے وقت شیطان چھیڑتا ہے اور اُس کے چھیڑنے سے بچہ چلاتا ہے بجز حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے۔ اور مریم بمعنی عابدہ نام رکھنے کے تصریح میں یہ اشارہ ہے کہ میں اپنی نذر پر حتی الامکان قائم ہوں۔ اس لڑکی کو بھی خانۂ خدا کے لئے فارغ کر دوں گی اگر خدمت کے لئے نہیں تو عبادت کے لئے سہی۔ غرض حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لے کر بنی اسرائیل کی عبادت گاہ خانۂ خدا میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین و عابدین سے کہ اُن میں زکریا علیہ السلام بھی تھے جا کر کہا کہ اس لڑکی کو میں نے خاص خدا کے لئے مانا ہے اس لئے میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ سو اس کو لے کر آئی ہوں آپ لوگ لے کر رکھئے۔ چونکہ حضرت عمران یعنی حضرت مریم کے والد بنی اسرائیل کی عبادت گاہ کے امام تھے اور حالت حمل میں اُن کی وفات ہو چکی تھی ورنہ سب سے زیادہ مستحق ان کے لینے کے وہ تھے بوجہ باپ ہونے کے بھی اور بوجہ امام ہونے کے بھی اس لئے ہر شخص اُن کے لینے اور پالنے کی خواہش رکھتا تھا۔

حضرت مریم کا حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں آنا

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی ترجیح کی وجہ یہ بیان کی کہ میں بچی کا خالو ہوں اور میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے بعد ماں کے وہی رکھنے کی مستحق ہیں۔ مگر اور لوگ اس ترجیح پر راضی اور متفق نہ ہوئے۔ آخر قرعہ اندازی سے فیصلہ پر اتفاق قرار پایا اور قرعہ اندازی کی صورت بھی عجیب وغریب خلاف عادت ٹھہری جس کا بیان ان شاء اللہ آگے آوے گا اس میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے۔ چنانچہ حضرت مریم اُن کو مل گئیں اور اُنہوں نے بعض روایات کی بنا پر ایک انّا نوکر رکھ کر دودھ پلوایا اور بعض روایات میں ہے کہ دودھ پینے کی حاجت اُن کو نہیں ہوئی غرض وہ خود اُٹھنے بیٹھنے لگیں۔ ان کو عبادت خانہ سے متعلق ایک مکان میں لا کر رکھا۔ لکھا ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام باہر جاتے تو باہر سے قفل لگا کر جاتے آ کر کھول لیتے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے مقبولین اولیاء وصلحاء کی محبت اور ان سے تعلق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۭ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

پس اُن کو اُن کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر اُن کو نشونما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا۔ جب کبھی زکریا اُن کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے

فَتَقَبَّلَهَا	رَبُّهَا	بِقَبُوْلٍ	حَسَنٍ	وَّاَنْۢبَتَهَا	نَبَاتًا	حَسَنًا	وَّكَفَّلَهَا	زَكَرِيَّا	كُلَّمَا	دَخَلَ	عَلَيْهَا
تو قبول کیا اسکو	اسکا رب	قبول	اچھا	اور پروان چڑھایا اسکو	بڑھانا	اچھا	اور سپرد کیا اسکو	زکریا	جس وقت	داخل ہوتا	اسکے پاس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ

تو اُن کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔ یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں

زَكَرِيَّا	الْمِحْرَابَ	وَجَدَ	عِنْدَهَا	رِزْقًا	قَالَ	يٰمَرْيَمُ	اَنّٰى	لَكِ	هٰذَا	قَالَتْ	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ
زکریا	محراب (حجرہ)	پایا	اسکے پاس	کھانا	اسنے کہا	اے مریم	کہاں	تیرے لئے	یہ	اسنے کہا	یہ	سے	پاس	اللہ

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ
بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں	بیشک	اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	چاہے	بے حساب

دُعاء کی مقبولیت اور مریم علیہا السلام کی نشونما کا ذکر

یہاں آیت میں فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ جو فرمایا یعنی اُن کے رب نے اُنہیں کو بوجہ احسن قبول فرمالیا تو اس کی ظاہری علامات یہ تھیں کہ اس قرعہ اندازی میں جو بطور معجزہ تھا حضرت زکریا علیہ السلام غالب آئے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی مرضی تھی کہ حضرت مریم حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس رہیں اور پلیں اور یہ جو فرمایا کہ عمدہ طور پر اُن کو یعنی حضرت مریم کو نشونما دیا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ابتدا سے طاعت وعبادت میں مشغول رکھا دوسرے یہ کہ اور بچوں کے معمولی نشونما سے انکا ظاہری نشو ونما زائد تھا آپ انہیں عبادت خانے میں چھوڑ کر جاتے واپس آتے تو آپ کے پاس پھل رکھے ہوتے تھے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام جو ان سے پوچھتے تھے کہ یہ پھل پھلار اور کھانے پینے کی چیزیں کہاں سے آئیں تو وجہ اس کی یہ تھی کہ بجز ان کے اس مکان میں کوئی نہ آ سکتا تھا۔ خود قفل لگا کر باہر جاتے اور خود آ کر کھولتے دوسرے وہ چیزیں بھی بے فصل میوے ہوتے تھے اس لئے تعجب ہوتا تھا۔ حضرت مریم فرماتیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں سو وہ رزق حضرت مریم کے لئے محض عالم غیب سے آتا تھا۔

حضرت مریم ولی تھیں

حضرت مریم کے متعلق قول مشہور یہی ہے کہ وہ ولی تھیں نبی نہیں تھیں چنانچہ یہ آیت کرامات اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق ظاہر فرماتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ جو ذات مریم کو بے وقت' بے فصل اور بغیر موسم اور بغیر سبب ظاہری کے میوہ پھل عطا فرمانے پر قادر ہے تو وہ بے شک اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اس بڑھاپے کی عمر میں بانجھ بی بی سے امید قطع ہو جانے کے بعد فرزند عطا کر دے باین خیال حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک فرزند صالح کی دعاء کی جس کا حال اگلی آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنے مقبولین کے طفیل سے ہمیں بھی رزق بے حساب عطا فرمائیں اور جو کچھ عطا فرمائیں اُس کے حقوق کے ادائیگی کی بھی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾

اُس موقع پر دُعا کی زکریا نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دُعاء کے۔

هُنَالِكَ	دَعَا	زَكَرِيَّا	رَبَّهُ	قَالَ	رَبِّ	هَبْ لِي	مِن	لَّدُنكَ	ذُرِّيَّةً	طَيِّبَةً	إِنَّكَ	سَمِيعُ	الدُّعَاءِ
وہیں	دُعا کی	زکریا	اپنا رب	اسنے کہا	اے میرے رب	عطا کر مجھے	سے	اپنے پاس	اولاد	پاک	بیشک تو	سننے والا	دُعا

حضرت زکریا علیہ السلام کا اولاد کیلئے دُعاء کرنا

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش و کفالت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ذمہ لی تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس کھانے پینے کی چیزیں اور بے فصل میوہ اور پھل موجود پاتے تو حضرت مریم سے دریافت کرتے کہ مریم یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ وہ جواب میں کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی اُس وقت تک کوئی اولاد نہ تھی او زمانہ بڑھاپے کا آ گیا تھا جس میں عادۃً اولاد نہیں ہوتی۔ اُدھر قوم کی حالت دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام دل میں افسوس کرتے تھے۔ اور سوچتے تھے کہ نبوت کا وہ علم جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانہ کی خاص چیز ہے اب پوری قوم میں اس کا وارث کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ کیا میرے بعد یہ لوگ اس سے محروم ہو جائیں گے اور گھر میں اپنے کوئی اولاد نہ تھی۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے سامنے بے موسم میوہ اور پھل دیکھے تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ جو قادر مطلق بے موقعہ اور بے موسم پھل عطا کر سکتا ہے وہ بے موقعہ یعنی بڑھاپے میں اولاد بھی عطا کر سکتا ہے پس آپ کے دل میں خیال ہوا کہ میں بھی اولاد کے لئے دُعاء کروں۔ اللہ کی رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے مجھ کو بھی بے موسم میوہ مل جائے یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ سے آپ نے اولاد صالح کے لئے دعاء کی۔ یہاں آیت میں اسی دُعاء کا ذکر ہے اور ارشاد باری ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (اس موقعہ پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دُعاء کی اپنے رب سے۔ عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد۔ بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعاء کے)

ادب کا اہتمام و رعایت

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو حق جل شانہٗ کی قدرت عظیمہ میں کوئی شک اور تردد نہ تھا۔ ان کو یقین کامل تھا کہ حق تعالیٰ بڑھاپے میں بھی اولاد عطا فرما سکتے ہیں لیکن بڑھاپے میں بانجھ عورت سے اولاد کا ہونا خارق عادت ہے اس لئے بارگاہ خداوندی میں خارق عادت امر کی درخواست کو خلاف ادب سمجھ کر اب تک سکوت کیا تھا مگر حضرت مریم کے خارق عادت احوال دیکھ کر اس نوع کی درخواست کی دل میں ہمت ہوئی اور حق تعالیٰ سے اولاد صالح کے لئے دُعاء فرمائی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ پر ہمیں یقین کامل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہمیں بھی اپنے دین کی خدمت واشاعت کیلئے قبول فرما۔ اپنی رضا و مدد کے پھل سے بہرہ ور فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

پس پکار کے کہا اُن سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق

فَنَادَتْهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَهُوَ	قَآئِمٌ	يُّصَلِّيْ	فِي	الْمِحْرَابِ	اَنَّ اللّٰهَ	يُبَشِّرُكَ	بِيَحْيٰى	مُصَدِّقًا	بِكَلِمَةٍ
تو آواز دی	فرشتہ (جمع)	اور وہ	کھڑے ہوئے	نماز پڑھتے	میں	محراب (حجرہ)	کہ اللہ	تمہیں خوشخبری دیتا ہے	یحییٰ کی	تصدیق کرنے والا	حکم

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

کرنے والے ہوں گے اور مقتدا ہوں گے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے

مِنَ	اللّٰهِ	وَسَيِّدًا	وَحَصُوْرًا	وَنَبِيًّا	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
سے	اللہ	اور سردار	اور نفس کو قابو رکھنے والا	اور نبی	سے	نیکوکار (جمع)

حضرت یحییٰ کی بشارت اور صفات

یہاں حضرت زکریا علیہ السلام کو دی گئی بشارت کا ذکر فرمایا گیا کہ فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی اور ساتھ ہی ان کی یعنی پیدا ہونے والے بچے کی پانچ صفات بیان فرمائیں۔

پہلی صفت یہ بتلائی کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ کلمۃ اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا گیا کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت بلا واسطہ باپ کے پیدا کئے گئے اُن کی تصدیق کا اس لئے ذکر کیا کہ دونوں صاحبان ایک زمانہ میں تھے۔ البتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ عمر میں بڑے تھے اور سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اس لئے اُن کو مصدق کہا گیا۔ **دوسری صفت** سید بتلائی گئی یعنی لوگوں کے سردار ہوں گے۔ لوگ ان کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور اُن کا اتباع کریں گے۔ **تیسری صفت** اُن میں یہ ہوگی کہ نفسانی خواہشات کی طرف رغبت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فطری طور پر اُن کی تمام خواہشات سے بندش ہوگی۔ حصورا میں جائز خواہشات سے رُکنا بھی داخل ہے مثلاً عمدہ کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ نکاح وغیرہ۔ **چوتھی صفت** حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی ہوں گے۔ **پانچویں صفت** یہ بتلائی گئی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ یہاں صالحین سے صلاح کا وہ معمولی درجہ مراد نہیں ہے جو عام مومنین صالحین کو حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کی صلاح مراد ہے جو منصب نبوت کے شایان شان ہو۔

نکاح کرنا افضل ہے یا نہ کرنا

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح نہ کرنا یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی ورنہ نکاح تمام انبیاء کی مشترک اور متفق علیہ سنت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اگرچہ رفع الی السماء سے پہلے نکاح نہیں فرمایا لیکن نزول من السماء کے بعد نکاح فرمائیں گے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مصرح ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نکاح کو اتنی اہمیت دی ہے کہ آپ نے اُس شخص کو اپنی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جو باوجود استطاعت وقدرت کے نکاح سے اعراض کرے۔

یہاں آیت میں حصوراً صفت کو بھی موقع مدح میں فرمایا گیا ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے علیحدہ رہنا افضل طریقہ ہے۔ اس موقعہ پر علمائے محققین نے یہ تحقیق لکھی ہے کہ جس شخص کی حالت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سی ہو کہ اُس پر آخرت کا خیال اس قدر غالب ہو کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے بیوی کی ضرورت محسوس کرے اور نہ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کی فرصت ہو تو ایسے شخص کے لئے یہی افضل ہے اسی وجہ سے جن احادیث میں نکاح کی فضیلت آئی ہے اُن میں مَنِ اسْتَطَاعَ کی قید بھی مذکور ہے یعنی جو نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور زوجیت کے حقوق ادا کرسکتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا افضل ہے ورنہ نہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو نوازدے اور اس پر شکر کی توفیق بھی عطا فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آپہنچا اور میری بی بی بچہ جننے کے قابل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کر دیتے ہیں

قَالَ	رَبِّ	اَنّٰی	یَكُوْنُ	لِیْ	غُلٰمٌ	وَّقَدْ بَلَغَنِیَ	الْكِبَرُ	وَامْرَاَتِیْ	عَاقِرٌ	قَالَ	كَذٰلِكَ	اللّٰهُ	يَفْعَلُ	مَا يَشَآءُ
اسنے کہا	اے میرے رب	کہاں	ہوگا	میرے لئے	لڑکا	جبکہ مجھے پہنچ گیا	بڑھاپا	اور میری عورت	بانجھ	اسنے کہا	اسطرح	اللہ	کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کا اظہار مسرت اور استفسار

جب فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد کا مژدہ سنایا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے فرط مسرت سے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیسے ہوگا کہ میری حالت یہ ہے کہ مجھ پر بڑھاپا آ چکا اور میری بیوی بانجھ ہے۔ حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ حضرت کلبیؒ کہتے ہیں اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۹۲ سال تھی' ضحاک کہتے ہیں ۱۲۰ سال تھی اور ان کی زوجہ کی عمر ۹۸ سال تھی۔

یہاں حضرت زکریا کے یہ کہنے سے کہ میرے لڑکا کیسے ہوگا۔ معاذ اللہ حضرت زکریا کو قدرت خداوندی میں کوئی شک نہ تھا بلکہ ناامیدی کے بعد ایک خارق عادت امر کی بشارت ملی تھی۔ اس لئے اس مسرت میں اس کی کیفیت دریافت کرنے لگے کہ فرزند پیدا ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ کیا مجھ کو اور میری بیوی کو جوان کر دیا جائے گا۔ یا دوسری بیوی سے یہ بچہ عنایت ہوگا۔ یا ہم دونوں کو اسی پیرانہ سالی کی حالت میں رکھ کر بچہ عنایت ہوگا؟ کیا صورت ہوگی نیز اس سوال کے جواب میں جب اس کیفیت کو بتلایا جائے گا تو حصول ولد کی بشارت اس مکرر بیان سے اور پختہ ہو جائے گی۔ اور خوشی بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے استفسار کی مثال

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بادشاہ اگر کسی شخص کو کوئی بشارت دے اور وہ شخص جوش مسرت میں بادشاہ سے یہ سوال کرے کہ حضور کے اس انعام و اکرام کی کیا صورت ہوگی تو اس کا یہ سوال بادشاہ کی قدرت میں شک کی بنا پر نہیں بلکہ بطور لذت و فرحت ہے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کو سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کا جواب

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ : اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جواب ملا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت اسباب کی پابند نہیں ہے اگرچہ عالم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ اسباب کے ذریعہ سے کام ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کرنا بھی اس کی خاص عادت ہے لہٰذا آپ کو اسی بوڑھاپے کے عالم میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی عادت خاص کے تحت بیٹا عطاء کرے گا۔

الغرض حق تعالیٰ نے جواب میں فرمایا ''اسی طرح'' یعنی اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی جو چاہتے ہیں کر دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! آپ کی قدرت کاملہ ظاہری اسباب کی پابند نہیں۔ آپ جو چاہیں اپنی شان كُنْ فَيَكُوْنُ سے کر سکتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی نعمتوں کا ہمیں شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اور ناشکری سے بچائیے۔ یا اللہ! ہم میں سے جو اولاد کے آرزومند ہیں اُن کو اپنی رحمت سے اس نعمت سے سرفراز فرمائیے۔ اور اولاد صالح عطا فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا

انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے بجز اشارہ کے

قَالَ	رَبِّ	اجْعَلْ	لِّيْٓ	اٰيَةً	قَالَ	اٰيَتُكَ	اَلَّا	تُكَلِّمَ	النَّاسَ	ثَلٰثَةَ	اَيَّامٍ	اِلَّا	رَمْزًا	وَ	اذْكُرْ	رَّبَّكَ	كَثِيْرًا
اسنے کہا	اے میرے رب	مقرر فرمادے	میرے لئے	کوئی نشانی	اسنے کہا	تیری نشانی	کہ نہ	بات کریگا	لوگ	تین	دن	مگر	اشارہ	اور	تو یاد کر	اپنا رب	بہت

وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾	وَسَبِّحْ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِبْكَارِ	
اور اپنے رب کو بکثرت یاد کیجیو اور تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی	اور تسبیح کر	شام	اور صبح	

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے آثار

حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً یعنی اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے جس سے معلوم ہو جائے کہ حمل قرار پا گیا تا کہ آثار ولادت دیکھ کر آپ کی نعمت کے شکر میں مشغول ہو جاؤں اور شکر کی بدولت اور مزید نعمت کا مستحق ہوسکوں اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب عطا ہوا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے مگر اشارہ سے یعنی ہاتھ یا سر وغیرہ کے اشارہ سے اور اُس وقت اگرچہ لوگوں سے بات کرنے پر قدرت نہ ہو گی لیکن ذکر اللہ پر قادر ہو گے سو اُس وقت اپنے رب کو دل سے بھی بکثرت یاد کرنا اور زبان سے بھی تسبیح کرنا دن ڈھلے کو بھی اور صبح کو بھی۔

سبحان اللہ کیا خوب نشانی مقرر کی گئی کہ تین روز تک آدمیوں کے ساتھ گفتگو اور بات چیت کی قدرت نہ رہے گی۔ یہ نشانی کی نشانی بھی ہے اور نشانی سے جو غرض تھی یعنی ادائے شکر نعمت وہ بھی پوری حاصل رہے کہ لوگوں سے بات کرنے کی قدرت ہی نہ رہے اور ذکر اللہ اور تسبیح کی قدرت رہے تا کہ خدا کے ذکر و شکر کے سوا کچھ کر ہی نہ سکیں پس کیا لطیف نشانی تجویز کی گئی کہ ایک ہی چیز دونوں غرضوں کی نشانی بن گئی۔ حصول ولد کی بھی اور شکر نعمت کی بھی۔

اولاد کی خواہش

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اولاد کا آرزومند ہونا زہد اور نبوت کے منافی نہیں بالخصوص جب کسی دینی مصلحت و غرض سے ہو جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کی۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ قرآنی دعا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ بطور وظیفہ پڑھنا صاحب اولاد ہونے کے لئے نہایت مفید اور نافع ہے۔ نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا بھی اظہار فرما رہے ہیں کہ وہ کل کائنات پر حاوی ہیں۔ جس کام کو کرنا چاہیں دم بھر میں کر سکتے ہیں اُنہیں کسی سبب کی ضرورت نہیں لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ ظاہری اسباب پر نظر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھے اور اپنی ہر تمنا اُسی کے حضور میں پیش کرے۔

سلسلہ کلام آل عمران یعنی حضرت مریم کے قصہ سے ہوا تھا۔ مناسبت کی وجہ سے ضمناً حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا۔ اب آگے پھر حضرت مریم کے بقیہ قصہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ پر ہمیں بھی یقین کامل نصیب فرمائیں اور ہر کام میں اور ہر حال میں اپنی قدرت پر نظر اور بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اولاد صالح کی نعمت سے ہم سب کو نواز دے۔ اور اس کے شکر کی توفیق بھی عطا فرما دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے

وَاِذْ	قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يٰمَرْيَمُ	اِنَّ اللّٰهَ	اصْطَفٰىكِ	وَطَهَّرَكِ	وَاصْطَفٰىكِ	عَلٰى	نِسَآءِ	الْعٰلَمِيْنَ
اور جب	کہا	فرشتہ (جمع)	اے مریم	بیشک اللہ	چن لیا تجھ کو	اور پاک کیا تجھ کو	اور برگزیدہ کیا تجھ کو	پر	عورتیں	تمام جہان

حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت

حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا قصہ جو ضمنی مناسبت سے درمیان میں آ گیا تھا اور جس میں اصطفاء آل عمران کی تاکید اور مسیح علیہ السلام کے قصہ کی تمہید تھی، یہاں ختم کر کے پھر مریم و مسیح کے واقعات کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح سے پہلے ان کی والدہ کا فضل و شرف ذکر فرماتے ہیں۔ یعنی فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پہلے دن سے چھانٹ لیا کہ باوجود لڑکی ہونے کے اپنی نیاز میں قبول کیا، طرح طرح کے احوال رفیعہ اور کرامات سنیہ عنایت فرمائیں۔ ستھرے اخلاق، پاک طبیعت اور ظاہری و باطنی نزاہت عطاء فرما کر اپنی مسجد کی خدمت کے لائق بنایا اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو بعض وجوہ سے فضیلت بخشی۔ مثلاً ایسی استعداد رکھی کہ بدون مس بشر تنہا اس کے وجود سے حضرت مسیح جیسے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی عورت کو حاصل نہیں ہوا۔ (تفسیر عثمانی)

وَطَهَّرَكِ اور اللہ نے تجھے پاک رکھا۔ یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا یا پاک کر دیا۔ یعنی گناہوں کی مغفرت کر کے اور شیطان کا راستہ بند کر کے۔ جس طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث صحیحین میں مذکور ہے اور ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ پاک رکھنے سے مراد ہے مردوں کے چھونے سے پاک رکھنا۔

افضل خاتون: وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ...... اور جہان کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی ہے۔ یعنی تیرے زمانہ کی عورتوں پر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اُس امت کی عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہے اور اس امت کی عورتوں میں افضل خدیجہؓ ہے۔ متفق علیہ۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے لئے جہان کی عورتوں سے مریم بنت عمران اور خدیجہؓ بنت خویلد اور فاطمہؓ بنت محمدؐ اور آسیہ زوجہ فرعون کافی ہیں (یعنی سب سے افضل ہیں)۔ رواہ الترمذی۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردوں میں تو کامل بہت ہیں، لیکن عورتوں میں کامل صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں۔ اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی گھی سے آمیختہ روٹی) کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ متفق علیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گزشتہ اقوام میں عورتوں میں کامل صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی آخر میں فرما دیا کہ عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔ اس جملہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت مریم اور حضرت آسیہ پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہؓ! کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو، یا فرمایا اہل ایمان کی عورتوں کی۔

اور بعض علماء کا یہ بھی قول ہے کہ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ سے مراد اس وقت کی موجود خواتین ہیں کہ ان پر حضرت مریم کی فضیلت حاصل تھی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے برگزیدہ ہستیوں سے محبت کے طفیل ہم سب کی بخشش فرما دیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کیساتھ جو رکوع کرنیوالے ہیں۔ یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم اُن کی وحی بھیجتے ہیں آپکے پاس اور آپ

يٰمَرْيَمُ	اقْنُتِيْ	لِرَبِّكِ	وَاسْجُدِيْ	وَارْكَعِيْ	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ	ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهِ
اے مریم	تو فرمانبرداری کر	اپنے رب کی	اور سجدہ کر	اور رکوع کر	ساتھ	رکوع کرنیوالے	یہ	سے	خبریں	غیب	ہم یہ وحی کرتے ہیں

اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اُن لوگوں کے پاس نہ تو اُس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنے اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ اُن کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کر رہے تھے

اِلَيْكَ	وَمَا كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يُلْقُوْنَ	اَقْلَامَھُمْ	اَيُّھُمْ	يَكْفُلُ	مَرْيَمَ	وَمَا	كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	يَخْتَصِمُوْنَ
تیری طرف	اور تو نہ تھا	انکے پاس	جب	وہ ڈالتے تھے	اپنے قلم	کون۔ اُن	پرورش کرے	مریم	اور نہ	تو نہ تھا	انکے پاس	جب	وہ جھگڑتے تھے

حضرت مریم کی عبادت

جس طرح اور لوگ خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں۔ تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اداء کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے، شاید اس لئے نماز کو بعنوانِ رکوع تعبیر کیا گیا۔ كما يفهم من كلام ابن تيمية في فتاواه۔ واللہ اعلم۔ اس تقدیر پر اگر "اقْنُتِيْ" میں "قنوت" سے قیام مراد لیں تو قیام، رکوع، سجود تینوں ہیئات صلوٰۃ کا ذکر آیت میں ہو جائے گا۔ (تنبیہ) ممکن ہے اس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونے کی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہ کر تنہا، یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتداء کرتی ہوں، سب احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثانی)

حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہؑ اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت اور باخشوع اور لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اتر آیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

گذشتہ واقعات کا بیان

آنحضرت کی سچائی کی دلیل ہے

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ یعنی ظاہری حیثیت سے آپ کچھ پڑھے لکھے نہیں۔ پہلے سے اہلِ کتاب کی کوئی معتدبہ صحبت نہیں رہی، جن سے واقعات ماضیہ کی ایسی تحقیقی معلومات ہو سکیں۔ اور صحبت رہتی بھی تو کیا تھا، وہ لوگ خود ہی اوہام و خرافات کی اندھیریوں میں پڑے بھٹک رہے تھے۔ کسی نے عداوت میں، کسی نے حد سے زیادہ محبت میں آکر صحیح واقعات کو مسخ کر رکھا تھا۔ پھر اندھے کی آنکھ سے روشنی حاصل ہونے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اندریں حالات "مدنی" اور "مکی" دونوں قسم کی سورتوں میں ان واقعات کو ایسی صحت اور بسط و تفصیل سے سنانا جو بڑے بڑے مدعیانِ علم اہلِ کتاب کی آنکھوں میں چکا چوند کر دیں اور کسی کو مجالِ انکار باقی نہ رہے، اس کی کھلی دلیل ہے کہ بذریعہ وحی آپ کو یہ علم دیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے نہ بچشمِ خود ان حالات کا معائنہ کیا اور نہ علم حاصل کرنے کا کوئی خارجی ذریعہ آپ کے پاس موجود تھا۔ (تفسیر عثانی)

حضرت مریم کی سرپرستی کا فیصلہ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ جب حضرت مریم نذر میں قبول کر لی گئیں تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہوا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے۔ آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی، سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے، چلتے پانی میں چھوڑ دیئے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے، بلکہ الٹا پھر جائے اسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نکلا اور حق حق دار کو پہنچ گیا۔ (تفسیر عثانی)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے طفیل ہمیں بھی صالحین اور نیک بختوں میں شامل فرما دیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا' اُس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا

اِذْ قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ	يٰمَرْيَمُ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُبَشِّرُكِ	بِكَلِمَةٍ	مِّنْهُ	اسْمُهُ	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى	ابْنُ مَرْيَمَ
جب کہا	فرشتے	اے مریم	بیشک	اللہ	تجھے بشارت دیتا ہے	ایک کلمہ کی	اپنے	اس کا نام	مسیح	عیسیٰ	ابن مریم

حضرت مریم علیہ السلام سے فرشتوں کی ہم کلامی

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ : فرشتوں کا حضرت مریم علیہا السلام سے یہ قول ہوسکتا ہے بطور الہام ہو جس کا تعلق محض دل اور باطن سے ہے' ہوسکتا ہے فرشتہ کا یہ قول بطور ندا ہو جس کا تعلق سامع اور ظاہر سے ہے۔ مَلٰٓئِکَۃ جمع کا صیغہ ضرور ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کہنے والے کئی فرشتے ہوں بلکہ ملائکۃ سے مراد فرشتوں کی جنس بھی ہوسکتی ہے۔ محققین نے کہا ہے غیر انبیاء کے ساتھ فرشتوں کا کلام کرنا آیت سے ثابت ہے البتہ فرشتوں کے لائے ہوئے تبلیغی پیغامات صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ

یہاں اس آیت میں بھی اور قرآن وحدیث میں دوسری کئی جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کلمۃ اللہ فرمایا گیا ہے۔ جس طرح روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے اسی طرح کلمۃ اللہ مسیح علیہ السلام کا لقب ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے کلمات بیشمار ہیں لیکن حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ خاص طور پر اس لئے کہا گیا کہ آپ کی پیدائش عام قاعدہ کے خلاف بغیر باپ کے محض اللہ کے حکم سے ہوئی اور جو کام عادت و دستور کے خلاف ہو وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔

"مسیح" کا معنی

لفظ مسیح یہ اصل میں عبرانی زبان میں ماشیح یا ماشیما تھا جس کے معنی "تبارک" کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام طور سے اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے مسیح کو مسح سے ماخوذ مانا ہے کیونکہ اُن کے مسح سے برکت و شفا حاصل ہوتی تھی۔ بعض نے زمین کا مسح مراد لیا ہے یعنی ہمہ وقت سفر وسیاحت میں رہنے کی وجہ سے آپ کو مسیح کہا گیا۔

عیسیٰ بن مریم

حضرت مسیح علیہ السلام کا دوسرا نام "عیسیٰ ابن مریم" ہے لفظ عیسیٰ اصل میں عبرانی زبان میں ایشوع تھا جس کا معنی سید کے ہیں۔ قرآن کریم نے ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ خاص طور پر ایک جزو کی حیثیت سے رکھا ہے اس لئے ان کی نسبت ہمیشہ ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ اسی طرح حضرت مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اُن کا نام ہمیشہ کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا جزو بنا دیا گیا۔ نیز قرآن کریم نے "ابن مریم" کہہ کر یہ حقیقت بیان کردی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تو بشر تھے ہی فرزند بھی کسی دیوی' دیوتا اور کسی مافوق البشر کے نہ تھے محض عورت ذات کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ و یہود جس افراط و تفریط میں گرفتار ہو کر گمراہ ہوئے' ہمیں اسلام کی بدولت آپ نے اُس گمراہی سے بچایا اور صراط مستقیم پر رکھا۔ یا اللہ! ہم کو اسلام کی صراط مستقیم پر استقامت فرمایئے اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

باآبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین ہونگے ۔اور آدمیوں سے کلام کریں گے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے

وَجِيْهًا	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ	وَيُكَلِّمُ	النَّاسَ	فِي الْمَهْدِ	وَكَهْلًا	وَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
باآبرو	میں	دنیا	اور آخرت	اور سے	مقرب (جمع)	اور باتیں کریگا	لوگ	گہوارہ میں	اور پختہ عمر	اور سے	نیکوکار

حضرت مریم کی تشویش اوراس کا سدباب

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ: جب حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ملائکہ نے دی تو ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بتقاضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح یقین کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ ناچار مجھ پر طرح طرح کی تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے اور میں کس طرح اپنی پاک دامنی کا اظہار کرسکوں گی تو اُن کی اس تشویش کو دور کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فرمادیا کہ تم اطمینان رکھو کہ میں اس بچہ کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت عطا کروں گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کردوں گا تیرا بیٹا نہایت شائستہ اوراعلیٰ درجہ کا نیک ہوگا۔

بچے کا کلام کرنا

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا: وہ ابھی بچہ ہی ہوگا کہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اپنی پاک دامنی اور براءت کے لئے تمہیں بولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بچہ خود ہی کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی اللہ کی باتیں بتلائے گا۔ بعض نے کہا بچپن میں کلام کرنے سے مراد یہ بھی ہے کہ بچپن کی عمر سے ہی تبلیغ کرنے لگیں گے اور اتنی کم سنی سے گفتگو پر یہ قدرت معجزہ ہوگی انجیلی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے آپ نے بارہ سال کی عمر سے تبلیغ شروع کر دی تھی۔ روایات احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو عین جوانی کا زمانہ تھا۔ ادھیڑ عمر جس کو عربی میں کہل کہتے ہیں وہ تو اس دنیا میں ابھی ان کی ہوئی ہی نہ تھی لہٰذا ادھیڑ عمر میں لوگوں سے ان کا کلام جبھی ہوسکتا ہے جبکہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں اس لئے جس طرح بچپن میں ان کا کلام معجزہ تھا ادھیڑ عمر کا کلام بھی معجزہ ہی ہے۔ (معارف القرآن) وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ: یعنی اس عظمت و اجلال کے باوصف بہرحال دوسرے ہی صالح بندوں کی طرح ہوں گے معاذ اللہ شعبدہ باز یا بداخلاق نہ ہوں گے جیسا کہ یہودیوں نے الزامات گھڑ رکھے ہیں اور انسانوں سے مافوق بھی نہیں ہوں گے جیسا کہ عیسائیوں نے گھڑ رکھا ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے طفیل میں ہمیں بھی صالحین اور نیک بختوں میں شامل فرمادیں اور قرآن پاک نے جو یہ واقعات بیان فرمائے ہیں ان پر یقین کامل نصیب فرمائیں کہ بیشک اللہ پاک پوری قدرت والے ہیں اور ان کی قدرت کسی سبب کی محتاج نہیں۔ وہ جو چاہیں بلا سبب بھی کرسکتے ہیں۔ یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہمیں اسلام عطا فرما کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ یا اللہ! آپ نے اپنے انبیاء کو جو معجزات عطا فرمائے ہیں اور اپنے اولیاء کو جو کرامات عطا فرمائیں ہم اُن سب پر ایمان لاتے ہیں اور اُن پر یقین رکھتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا

حضرت مریم علیہا السلام بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی ہوگا اللہ جو چاہیں پیدا کردیتے ہیں جب کسی چیز کو

قَالَتْ	رَبِّ	اَنّٰى	يَكُوْنُ لِىْ	وَلَدٌ	وَّلَمْ	يَمْسَسْنِىْ	بَشَرٌ	قَالَ	كَذٰلِكِ	اللّٰهُ	يَخْلُقُ	مَا يَشَآءُ	اِذَا
وہ بولی	اے میرے رب	کیسے	ہوگا میرے ہاں	بیٹا	اور نہیں	ہاتھ لگایا مجھے	کوئی مرد	اسنے کہا	اسی طرح	اللہ	پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے	جب

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

پورا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہوجا بس وہ ہوجاتا ہے

قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ
وہ ارادہ کرتا ہے	کوئی کام	تو	وہ کہتا ہے	اسکو	ہوجا	سو وہ ہوجاتا ہے

حضرت مریمؑ کا تعجب اور اس کا جواب

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بشارت جو ملائکہ نے حضرت مریم کو سنائی اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی بعض صفات بتلائیں تو یہ بشارت سن کر حضرت مریم کو حیرت و تعجب ہوا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور میرے بچہ کس طرح پیدا ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اور عادۃً بچہ بدون مرد کے پیدا نہیں ہوتا چنانچہ حضرت مریم نے اپنے تعجب کا اظہار حق تعالیٰ سے اس طرح کیا رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ یعنی حضرت مریم علیہا السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے بچہ کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا یعنی عادۃً بچہ بغیر مرد کے پیدا نہیں ہوتا تو معلوم نہیں کہ ویسے ہی محض قدرت خداوندی سے بچہ ہوگا یا مجھ کو نکاح کا حکم کیا جاوے گا۔ اس عرض کے جواب میں فرشتے کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے جواب میں قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی بلا مرد کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کردیتے ہیں یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے صرف ان کا چاہنا کافی ہے کسی واسطہ اور سبب خاص کی اُن کو حاجت نہیں اور اُن کے چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو کہہ دیتے ہیں کہ موجود ہوجا بس وہ چیز موجود ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے

پس اگر اسباب و وسائط کے بعد موجود ہونے کو حکم فرمادیا تو بھی اُسی طرح ہوجاتی ہے اور اگر وسائط و اسباب کے قبل موجود ہونے کو کہہ دیا تو وہ اُسی طرح ہوجاتی ہے۔ یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف حکم کی دیر ہے جہاں حکم ہوا اور ہوگیا تو جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے تو اس بچہ کی بدون مس بشر کے پیدا ہونے پر تعجب نہ کرو۔ وہ لڑکا اسی طرح ہوگا۔ خدا کی غیر محدود قدرت کسی سبب اور مادہ کی محتاج اور پابند نہیں۔ آگے حضرت مریم کو اُس بچہ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کے باعث مزید تسلی دی جاتی ہے کہ اے مریم تم اس بچہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہ خیال مت کرو کہ ولادت کے بعد لوگ تم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے بلکہ وہ مولود تمہاری عزت و وجاہت کا سبب بنے گا اس لئے کہ وہ بچہ عجیب و غریب فضائل کا حامل ہوگا۔ جن کا ذکر اگلی آیات میں آئے گا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی قدرت پر ایمان کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ

اور اللہ تعالیٰ اُن کو تعلیم فرماویں گے کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور اُن کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے کہ میں تم لوگوں کے پاس کافی دلیل لے کر آیا ہوں

وَيُعَلِّمُهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَالتَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَرَسُوْلًا	اِلٰى	بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ	اَنِّىْ	قَدْ جِئْتُكُمْ
اور وہ سکھائے گا اسکو	کتاب	اور دانائی	اور توریت	اور انجیل	اور ایک رسول	طرف	بنی اسرائیل	کہ میں	آیا ہوں تمہاری طرف

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ

وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے

بِاٰيَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	اَنِّىْٓ	اَخْلُقُ	لَكُمْ	مِّنَ	الطِّيْنِ	كَهَيْـَٔةِ	الطَّيْرِ	فَاَنْفُخُ	فِيْهِ	فَيَكُوْنُ	طَيْرًا	بِاِذْنِ
ایک نشانی کیساتھ	سے	تمہارا رب	کہ میں	بناتا ہوں	تمہارے لئے	سے	گارا	مانند-شکل	پرندہ	پھر پھونک مارتا ہوں	اس میں	تو وہ ہوجاتا ہے	پرندہ	حکم سے

اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ	اللّٰهِ	وَاُبْرِئُ	الْاَكْمَهَ	وَالْاَبْرَصَ	
اور میں اچھا کردیتا ہوں۔ مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو	اللہ	اور میں اچھا کرتا ہوں	مادرزاد اندھا	اور کوڑھی	

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات و معجزات:

اس بچہ کی فضیلت وصفات میں ارشاد ہوتا ہے۔ اور اے مریم اُس مولود مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو بلا کسی معلم اور بغیر استاد کے تعلیم فرماویں گے آسمانی کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور بالخصوص توریت وانجیل کا علم عطا کریگا اور اُن کو تمام بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو صاحب معجزات بھی ہوں گے اور جب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے تو وہ لوگوں سے یہ کہیں گے میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کی ایک روشن نشانی لے کر آیا ہوں یعنی ایسے معجزات ظاہرہ و باہرہ لے کر آیا ہوں جو میری رسالت کی روشن دلیلیں ہیں جن کو دیکھ کر تم یہ جان لو گے کہ معجزات بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے ہیں اس لئے کہ اُس زمانہ کے تمام حکما اور اطبا اُن کے مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہوں گے اور وہ معجزات یہ ہیں۔

ا: مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر زندہ کرنا

اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ

یعنی میں تمہارے لئے اور تمہارے اطمینان کے لئے گارے سے پرندہ جیسی ایک شکل وصورت بناؤں گا پس اس مصنوعی شکل وصورت کے اندر پھونک ماردیتا ہوں جس سے وہ سچ مچ کا جاندار پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے۔

یہ پہلا معجزہ تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کی دلیل فرمایا مگر ساتھ ہی باذن اللہ کہہ کر یہ واضح کردیا کہ لوگو تم یہ دیکھ کر مجھے خدا نہ کہنا بلکہ یہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ پرندہ کی شکل بنانا جو تصویر بنانا تھا شریعت عیسوی میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں اس کا جواز منسوخ ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات جاندار کی تصاویر یا مورتیں بنانے کی ممانعت میں موجود ہیں۔

۲-۳: اندھوں اور برص والوں کو صحیح کرنا

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ اور میں اچھا کردیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو یعنی حضرت عیسیٰ اپنا دوسرا معجزہ بیان کریں گے کہ میں مادرزاد اندھے کو ہاتھ پھیر کر یا دم کر کے اچھا کردونگا تیسرا معجزہ یہ بیان کریں گے کہ میں کوڑھ کے مرض کو اچھا کردوں گا تو مادرزاد اندھا ہونا یا کوڑھ یہ وہ بیماریاں ہیں جن سے تمام اطبا و حکما عاجز ہیں اس لئے آپ نے اُن ہی دو کا ذکر فرمایا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور زندہ کردیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم لوگوں کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں کافی

ذٰلِكَ	فِيْ	اِنَّ	بُيُوْتِكُمْ	فِيْ	تَدَّخِرُوْنَ	وَمَا	تَاْكُلُوْنَ	بِمَا	وَاُنَبِّئُكُمْ	اللّٰهِ	بِاِذْنِ	الْمَوْتٰى	وَاُحْيِ
اس	میں	بیشک	گھروں اپنے	میں	تم ذخیرہ کرتے ہو	اور جو	تم کھاتے ہو	جو	اور تمہیں بتاتا ہوں	اللہ	حکم سے	مُردے	اور میں زندہ کرتا ہوں

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو۔

	مُّؤْمِنِيْنَ	كُنْتُمْ	اِنْ	لَّكُمْ	لَاٰيَةً
	ایمان والے	تم ہو	اگر	تمہارے لئے	ایک نشانی

۴: مردوں کو زندہ کرنا

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ اور میں مردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کردونگا۔ یعنی بیماروں کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوگا۔ ظاہراً اگر چہ میرا ہاتھ ہوگا درپردہ اللہ کا حکم ہوگا اور یہ باذن اللہ کا تکرار الوہیت کا شبہ رفع کرنے کے لئے ہے کہ میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں چنانچہ روایات میں ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نے قم باذن اللہ کہہ کر چار مُردے زندہ کئے۔

۵: گھروں کی خبریں دینا

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو گھروں میں رکھ آتے ہو یعنی خدا کی وحی سے آپ لوگوں کو بتا دیتے تھے کہ کل تم نے کیا کھایا ہے۔ آج کیا کھاؤ گے اور اگلے وقت کے لئے کیا کھانا تم نے تیار کر رکھا ہے۔

معجزات کا مقصد نبوت کی تصدیق و تائید ہے

الغرض اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی کی فضیلت میں یہ بیان فرمایا کہ وہ جب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے جائیں گے تو وہ لوگوں پر ان پانچ معجزات کو اپنی نبوت کی دلیل میں پیش کریں گے۔

چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول آیت کے اخیر میں نقل کیا گیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اس میں میری رسالت کی ایک بڑی دلیل ہے اگر تم ایمان لانا چاہو یعنی بنی اسرائیل سے حضرت عیسٰی نے فرمایا کہ ان ۵ مذکورہ معجزات میں تمہارے لئے میری صداقت و رسالت کا نشان ہے بشرطیکہ تم میں ایمان کی روشنی ہو اور ایمان لانا چاہو ورنہ عناد کی حالت میں تو ہزاروں معجزات بھی بے سود ہیں ابھی اگلی آیات میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول بنی اسرائیل سے جاری ہے جسکا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالٰی کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں اسلام اور ایمان سے نوازا اور جملہ انبیاء و رسل پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔ اور ہمیں اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا و پکا امتی ہونا نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ

اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اُس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں اور میں

وَمُصَدِّقًا	لِّمَا	بَیْنَ یَدَیَّ	مِنَ	التَّوْرٰىةِ	وَ	لِاُحِلَّ	لَكُمْ	بَعْضَ	الَّذِیْ	حُرِّمَ	عَلَیْكُمْ	وَجِئْتُكُمْ
اور تصدیق کرنیوالا	جو	اپنے سے پہلی	سے	توریت	اور	تاکہ حلال کردوں	تمہارے لئے	بعض	وہ جو کہ	حرام کی گئی	تم پر	اور آیا ہوں تمہارے پاس

بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝۵۱

تمہارے پاس دلیل لے کر آیا ہوں حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اس کی عبادت کرو بس یہ سیدھا راستہ

بِاٰیَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِیْعُوْنِ	اِنَّ	اللّٰهَ	رَبِّیْ	وَرَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِیْمٌ
ایک نشانی	سے	تمہارا رب	سو تم ڈرو	اللہ	اور میرا کہا مانو	بیشک	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	سو تم عبادت کرو اسکی	یہ	راستہ	سیدھا

بنی اسرائیل کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام

عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے یہ بھی کہیں گے کہ اے قوم بنی اسرائیل میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اُس کتاب کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کردوں جو شریعت موسیٰ علیہ السلام میں تم پر حرام کردی گئی تھیں۔ یعنی توراۃ کے بعض احکام تو بحکم خداوندی برقرار رکھوں اور بعض کو منسوخ کردوں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ شریعت موسوی میں بنی اسرائیل پر جو چیزیں حرام کردی گئی تھیں وہ دو طرح پر تھیں۔ ایک تو اُن کی اصلاح حال کے لئے بطور ارشاد و ہدایت کے حرام کردی گئی تھیں جیسے زنا' جھوٹ' چوری' بہتان' سور کا گوشت وغیرہ یہ احکام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بدستور سابق برقرار رکھے۔ دوسرے بنی اسرائیل پر بعض وہ چیزیں حرام کردی گئیں تھیں وہ اُن کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے وقتاً فوقتاً حرام قرار دے دی گئی تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور چربی اور سنیچر کے دن شکار کی ممانعت ان چیزوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی حلال کردیا۔

اسی طرح شریعت موسوی کے بعض احکام کو منسوخ کردیا۔ آگے مزید حضرت عیسیٰ کا قول نقل فرمایا گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے یہ بھی کہیں گے کہ میں اپنی نبوت کی نشانی خدا کی طرف سے تمہارے سامنے لے کر آیا ہوں پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی میری مخالفت اور تکذیب میں اللہ کے عذاب سے ڈرو اور بے چون و چرا میری فرمانبرداری کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اُس رب کی عبادت کرو بس یہ ہے راہِ راست۔

ان آیات زیرِ تفسیر سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر شریعت دوسری شریعت کے جزوی احکام کی ناسخ ہوتی ہے جیسا کہ شریعت عیسوی نے بعض احکام شریعت موسوی کے منسوخ کردیئے تھے۔ اسی طرح شریعت محمدیہ نے شریعت عیسوی کے بعض احکام کو منسوخ قرار دیا۔

دوسری بات ان آیات سے یہ واضح ہوئی اور اہل کتاب کو یہ سبق دیا جارہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دلائل سے نبی برحق ہونا ثابت ہو چکا تو اہل کتاب کو خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرلینا چاہئے اور مخالفت اور انکار نہ چاہئے۔

تیسری بات یہاں یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سبھی یہ فرماتے ہیں کہ میرا اور سب کا رب اللہ ہے اور اُسی کی بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے اسی میں ہدایت اور اسی میں نجات ہے۔ تو کامیابی و ہدایت کا راستہ فقط یہی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں امت محمدیہ میں پیدا فرما کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو مزید توفیق عطا فرمائیں کہ ہم شریعت محمدیہ کی صراط مستقیم پر چلنے والے ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ

سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے ہم اللہ تعالیٰ پر

فَلَمَّآ	اَحَسَّ	عِيْسٰى	مِنْهُمُ	الْكُفْرَ	قَالَ	مَنْ	اَنْصَارِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ	قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ	نَحْنُ	اَنْصَارُ	اللّٰهِ
پھر جب	معلوم کیا	عیسیٰ	ان سے	کفر	اسنے کہا	کون	میری مدد کرنیوالا	طرف	اللہ	کہا	حواری (جمع)	ہم	مدد کرنیوالے	اللہ

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَاشْهَدْ	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ	
ایمان لائے اور آپ اس کے گواہ رہیے کہ ہم فرمانبردار ہیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	تو گواہ رہ	کہ ہم	فرمانبردار	

عام بنی اسرائیلیوں کی سرکشی

اور حواریوں کا عہد وفا

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تبلیغ دین الٰہی کرتے اور آپ نے بامر الٰہی دین موسوی کے بعض احکام میں ترمیم کی۔ یہود اس پر بڑے مشتعل اور ناراض تھے۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئی ماہ پہلے پیدا ہوئے تھے وہ بھی جوان ہو گئے تھے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے تھے۔ اس پر یہود کے بادشاہ وقت نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو قتل کروا دیا۔ الغرض قوم بنی اسرائیل طرح طرح کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائی اسی کے متعلق ان آیات میں پہلے ارشاد ہوتا ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا اور انکار کے ساتھ ساتھ درپے ایذا بھی پایا اور اتفاقاً کچھ لوگ آپ کو ایسے ملے جو حواریین کہلاتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی ضد اور اڑ کو دیکھ لیا کہ اپنی گمراہی۔ کجروی اور کفر و انکار سے یہ نہیں ہٹتے تو فرمانے لگے کہ کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے اللہ کے واسطے مددگار ہو جاویں اور اللہ کی طرف پکارنے میں میرا ہاتھ بٹانے والے ہو جائیں؟ اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے دین کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خطاب کے جواب میں حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے دین کے یعنی ہم دین حق کی پیروی کریں گے اور احکام الٰہی کی اشاعت میں ہر طرح کے مددگار ہوں گے۔

حواری اور ان کی دعاء

حواریون حواری کی جمع ہے۔ حواریوں کے بارہ میں محققین کے مختلف اقوال ہیں کہ یہ کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا۔ مشہور قول یہ ہے کہ سب سے پہلے دو شخص جو حضرت عیسیٰ کے تابع ہوئے اور ایمان لائے وہ دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔

آگے انہی حوارین کا قول اور اُن کی دعا نقل فرمائی جاتی ہے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ حواریین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ پر حسب دعوت آپ کے ایمان لے آئے اور آپ اس بات پر گواہ رہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے فرمانبردار ہیں۔

دُعاء کیجئے: مخالفین اسلام جو شرارتیں اور تدبیریں اہل اسلام کے ضرر کی خفیہ یا علانیہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی چالوں کو اُن ہی پر پلٹ دیں اور وہی اُس کے وبال میں گرفتار ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں پر جو آپ نے نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے رسول کی، سو ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں، اور اُن لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں

رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	بِمَآ	اَنْزَلْتَ	وَاتَّبَعْنَا	الرَّسُوْلَ	فَاكْتُبْنَا	مَعَ	الشّٰهِدِيْنَ	وَمَكَرُوْا	وَ	مَكَرَ	اللّٰهُ	وَاللّٰهُ	خَيْرُ	الْمٰكِرِيْنَ
اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے	جو	تو نے نازل کیا	اور ہم نے پیروی کی	رسول	سو تو ہمیں لکھ لے	ساتھ	گواہی دینے والے	اور انہوں نے مکر کیا	اور	خفیہ تدبیر کی	اللہ	اور اللہ	بہتر	تدبیر کرنے والے ہیں

حواریین کی دوسری دُعاء

حواریین نے زیادت اہتمام اور توثیق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں پر یعنی اُن احکام پر جو آپ نے نازل فرمائے اور پیروی اختیار کی ہم نے ان رسول کی سو ہمارا ایمان قبول فرما کر ہم کو اُن لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو مضامین مذکورہ کی تصدیق کرتے ہیں یعنی مومنین کاملین کے زمرہ میں ہمارا بھی شمار فرمایئے۔

بنی اسرائیل کی تدبیریں

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ اور اُن لوگوں نے جو کہ بنی اسرائیل میں آپ کے منکر نبوت تھے آپ کے ضرر اور ہلاکت کے لئے خفیہ تدبیر کی چنانچہ مکر و حیلہ سے آپ کو گرفتار کر کے سولی دینے پر آمادہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے محفوظ رکھنے کے لئے خفیہ تدبیر فرمائی جس کی حقیقت کا ان لوگوں کو پتہ بھی نہ لگا اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ اوروں کی تدبیریں تو ضعیف ہوتی ہیں اور کبھی بے موقع اور قبیح بھی ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر آئے اور علی الاعلان بنی اسرائیل میں وعظ کرنا شروع کیا۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ساحر اور نعوذ باللہ زنا کار کہنا شروع کیا اور حضرت مریم کو بھی گالیاں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے بددُعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے گالیاں دینے والوں کو سور کی شکل میں مسخ کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہود کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اُنہوں نے خفیہ ایک آدمی کو مقرر کیا کہ ظاہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل جائے اور موقع پا کر اُن کو قتل کر دے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود اپنی خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے روکا اور حضرت عیسیٰ ؑ کے ایک حواری کو لالچ دے کر ملا لیا اور پوشیدہ طریقہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے کے لئے ایک آدمی کو مکان کے اندر بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کر دی لوگوں نے اُسی شخص کو حضرت عیسیٰ ؑ کے دھوکہ میں سولی دیدی اور اُن کو آخر تک یہی یقین رہا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا حالانکہ جس شخص کو سولی دی وہ اور شخص تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لئے گئے تھے۔ الغرض مخالفین و منکرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہلاکت کے داؤ پیچ اور خفیہ تدبیریں کیں مگر حق تعالیٰ کی تدبیر کے آگے اُن کی ایک نہ چلی۔ جب مکان میں گھر جانے اور گرفتار ہو جانے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ متردّد اور پریشان خاطر ہوئے تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی و تسکین کے لئے حق تعالیٰ نے کچھ وعدے فرمائے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! دشمنان دین کے مکر و فریب سے اہل ایمان کو محفوظ فرما۔ اور اپنی تائید اور نصرت سے اہل اسلام کو کامیابی و کامرانی عطا فرما۔ اور مخالفین کو خاسر و ناکام فرما۔ اے اللہ جیسے آپ نے گذشتہ دور میں اپنے صالحین کی مدد فرمائی اے اللہ اب بھی اپنے صالح بندوں کی مدد فرما اور دشمنان دین پر ان کو غلبہ و نصرت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اُٹھائے لیتا ہوں اور تم کو اُن لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں

إِذْ	قَالَ	اللَّهُ	يَٰعِيسَىٰٓ	إِنِّى	مُتَوَفِّيكَ	وَرَافِعُكَ	إِلَىَّ	وَمُطَهِّرُكَ	مِنَ	الَّذِينَ	كَفَرُوا۟
جب	کہا	اللہ	اے عیسیٰ	میں	قبض کرلونگا تجھے	اور اُٹھالوں گا	اپنی طرف	اور پاک کردونگا تجھے	سے	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہودیوں سے حفاظت، آسمان پر اٹھائے جانے اور کافروں سے پاک کرنیکا وعدہ

جب دشمن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نرغہ میں لئے ہوئے تھے تو آپ متردّد اور پریشان خاطر ہوئے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین و تسلی فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چند بشارتیں دیں اور وعدے فرمائے جو اس آیت میں بیان کیے گئے ہیں۔

۱-سب سے پہلا وعدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی گرفتاری کے موقع پر واقعات و حالات کی رفتار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہود انہیں سزائے موت دلوائیں گے حضرت عیسیٰ کی تسکین کے لئے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو آپ کی موت، یہود دشمنوں کے ہاتھوں قتل یا سولی پر چڑھا دینے کے ذریعہ نہیں ہو گی بلکہ طبعی طور سے وقت موعود پر ہو گی اور وقت موعود قرب قیامت میں آئے گا جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترہ میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے نزول فرمائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

۲-دوسرا وعدہ فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھا لینے کا تھا۔ یہ وعدہ ساتھ کے ساتھ اُسی وقت پورا کیا گیا اور اس وعدہ کے پورا کرنے کی خبر سورۂ نساء چھٹے پارہ میں اس طرح دی گئی وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ یقیناً ان کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

۳-تیسرا وعدہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ فرمایا۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور تم کو پاک کرنے والا ہوں اُن لوگوں سے جو منکر ہیں۔ مفسرین نے اس کے دو مطلب لئے ہیں ایک یہ کہ ناپاک اور گندے کافروں کی صحبت اور پڑوس سے پاک کروں گا۔ اور یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قرآن آپ پر نازل ہوا اور یہود کے سب ناپاک اور غلط الزامات و اتہامات کو صاف کر دیا مثلاً یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کے نسب کو مطعون کرتے تھے۔ قرآن کریم نے جا بجا ان سب الزامات کو صاف کر دیا اور آپ کو جملہ الزامات و اتہامات سے پاک ٹھہرایا۔

فائدہ: یہاں جو لفظ مُتَوَفِّيكَ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسی وقت فی الفور موت آ جائیگی تَوَفِّیْ کا معنیٰ ہے پورا پورا دینا اس لئے گویا یہ ارشاد ہو گیا کہ تمہیں پوری پوری زندگی ملے گی یعنی تمہاری وفات اپنے مقرر وقت پر ہو گی تمہارے دشمن تمہاری ہلاکت کے کسی منصوبہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ توفی سے مراد یہاں موت نہیں بلکہ مرتبہ کی بلندی ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ اہل اسلام کو ایمان و اسلام کی برکت سے دشمنانِ دین پر غلبہ نصیب فرما۔ اور دشمنان دین کی قوتوں کو پاش پاش فرما۔ یا اللہ ہم نے اپنی بداعمالیوں کی بدولت خود بھی اپنے کو رسوا کیا اور اسلام کو بھی بدنام کیا۔ یا اللہ ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ اور ظاہراً باطناً ہمیں اسلام کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور اسلام کی برکت سے اہل اسلام کو غالب اور دشمنان دین کو مغلوب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ

اور جو لوگ تمہارا کہنا مانتے ہیں اُن کو غالب رکھنے والا ہوں اُن لوگوں پر جو کہ منکر ہیں روز قیامت تک پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا

وَجَاعِلُ	الَّذِیْنَ	اتَّبَعُوْكَ	فَوْقَ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى	یَوْمِ الْقِیٰمَةِ	ثُمَّ	اِلَیَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَاَحْكُمُ	بَیْنَكُمْ
اور رکھونگا	وہ جنھوں نے	تیری پیروی کی	اوپر	جنھوں نے	کفر کیا	تک	قیامت کا دن	پھر	میری طرف	تمھیں لوٹ کر آنا ہے	پھر میں فیصلہ کرونگا	تمہارے درمیان

فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝	فِیْمَا	كُنْتُمْ	فِیْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ	
اُن امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے	جس میں	تم تھے	میں	اختلاف کرتے	

متبعین کے غلبہ اور اختلافات کے فیصلہ کا وعدہ

۴- چوتھا وعدہ یہ فرمایا کہ آپ کے متبعین کو آپ کے منکرین پر قیامت تک غالب رکھا جائے گا۔ یہاں اتباع سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد اور اقرار مراد ہے اس طرح آیت میں متبعین کے مصداق وہ لوگ ہیں جو آپ کی نبوت کے معتقد ہیں اس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں داخل ہیں۔ گو اس وقت نصاریٰ کا اتنا اتباع ان کی نجات آخرت کے لئے کافی نہیں کہ ایک دوسرے ضروری جزو میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع نہیں کرتے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے فرما گئے لیکن یہاں اتباع کامل مراد ہی نہیں محض اتباع بمعنی اعتقاد نبوت مراد ہے جس میں نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں شامل ہیں۔ اور منکرین سے مراد یہود ہیں پس حاصل اس چوتھے وعدہ کا یہ ہوا کہ امت محمدیہ اور نصاریٰ ہمیشہ یہود پر غالب رہیں گے۔ چنانچہ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً چالیس برس بعد طیطوس رومی بادشاہ یہود پر چڑھ آیا اور شہر یروشلم کو ڈھا کر تباہ کر دیا اور یہود کی عبادت گاہ ہیکل کو بھی مسمار کر دیا اور لاکھوں بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنایا اور جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ یہ پیش آوے گا وہی پیش آیا۔ یہود ذلیل و خوار ہوئے سلطنت اُن کی تباہ و برباد ہوئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں و مابعد اہل اسلام نے یہود کو مدینہ و خیبر و سرزمین عرب سے جلاوطن کیا۔ قتل و قید اور ذلیل و خوار ہو کر اپنے وطن سے نکالے گئے اور اس اخیر زمانہ میں ہٹلر جیسے چنگیزی فرمانروا کی یہود دشمنی و یہود بیزاری اخبار بین اور تاریخ دان طبقہ سے پوشیدہ نہیں۔

۵- پانچویں وعدہ قیامت کے روز ان مذہبی اختلافات میں عملی فیصلہ فرمانے کے متعلق ہے سو جب قیامت واقع ہوگی تو اس کا بھی ظہور ہو جائے گا۔ اور عملی فیصلہ اس لئے کہا گیا کہ علمی اور شرعی فیصلہ تو یہاں دنیا ہی میں ہو گیا ہے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ یہ ملعون قوم یہود جو آپ کے پیغمبروں کی دشمن اور قاتل رہی ہے اور جواب بھی اہل اسلام سے برسر پیکار ہے۔ اے اللہ اس ملعون قوم کے خاتمہ کے دن نزدیک کر دے اور دنیا سے ان کو پوری طرح مٹا دیئے جانے کا وقت قریب کر دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾

پس جو لوگ کافر تھے سو اُن کو سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اُن لوگوں کا کوئی حامی نہ ہوگا

فَاَمَّا	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	فَاُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	شَدِیْدًا	فِی	الدُّنْیَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِیْنَ
پس	جن لوگوں نے	کفر کیا	سو انہیں عذاب دونگا	عذاب	سخت	میں	دنیا	اور آخرت	اور نہیں	انکا	سے	مددگار

گذشتہ سے ربط: سابقہ درس میں پانچواں وعدہ بیان ہوا تھا کہ جب قیامت آ جائے گی اُس وقت ان تمام امور کا جن میں لوگ دنیا میں باہم اختلاف کرتے تھے حق تعالیٰ عملی فیصلہ فرما دیں گے۔ اُس عملی فیصلہ کی تفصیل ان آیات زیر تفسیر میں فرمائی جاتی ہے۔

کافروں کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب

تفصیل فیصلہ کی یہ ہے کہ جو لوگ اُن اختلاف کرنے والوں میں کافر تھے سو اُن کو اُن کے کفر پر سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی طرفدار نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جب بھی کسی نبی کی قوم اپنے انکار اور ضد پر جمی رہی اور پیغمبر کی بات نہ مانی اور پیغمبر کے معجزے دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہ لاتی تو دو صورتوں میں سے ایک صورت کی گئی یا تو آسمانی عذاب بھیج کر سب کو فنا کر دیا گیا جیسے عاد و ثمود اور قوم لوط و قوم صالح کے ساتھ کیا گیا یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اپنے پیغمبر کو اس دارالکفر سے ہجرت کرا کے کسی دوسری طرف منتقل کیا گیا اور وہاں ان کو قوت وشوکت دی گئی کہ پھر اس نے اپنی قوم پر فتح پائی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کر کے علاقہ شام میں تشریف لاتے اور آخر میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے پھر وہاں سے حملہ آور ہو کر مکہ فتح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے نرغہ سے بچالینا اور آسمان پر بلالینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی جس کے بعد وہ واپس آ کر یہودیوں پر مکمل فتح حاصل کریں گے۔ نیز اس سے پہلے پہلے بھی یہود پر دنیوی سزا جو کچھ ہوئی یا ہو رہی ہے اس کا حال یہود کی تاریخ کے صفحات سے پوچھ دیکھئے۔ کون سی تباہیاں ہیں جو ان دو ہزار سال میں یہود پر نہیں آ چکیں ان کی قومی ثروت وتمول کا خیال بھی ایک افسانہ ہے ورنہ حقیقتاً اس قوم پر بجائے دولت کے افلاس مسلط ہے۔ بہرحال تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو قیامت اور آخرت کے دن ہوگا کہ کافروں کو جہنم کا عذاب دائمی ہوگا لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور توحید سے روگرداں ہو گئے اور خدا کے بھیجے ہوئے ہادی پیغمبر اور رسول کی اہانت اور مخالفت کی اُن کو دنیا میں بھی عذاب ہوگا۔ ذلت و خواری۔ محکومیت۔ غلامی قتل وقید کی سزا ملے گی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھالئے جانے کے بعد روم کے بادشاہ طیطوس نے ملک شام پر حملہ کر کے یروشلم شہر کو تباہ کیا۔ یہود کی عبادت گاہ ہیکل کو مسمار کر ڈالا۔ ہزاروں لاکھوں یہودیوں کو قتل وقید کیا اور باندی غلام بنایا۔ یہ سزا اور ذلت وخواری تو دنیا میں اس قوم یہود کو ملی اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے قریب جب دجال جو قوم یہود میں سے ہوگا اُس کا فتنہ فساد دنیا میں پھیل رہا ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرمائیں گے اور وہ دنیا میں آ کر شریعت محمدیہ کی پیروی اختیار کریں گے اور شریعت اسلامیہ کے موافق عمل درآمد کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور اُس کی پیروی کرنے والے یہودیوں کو اہل اسلام چن چن کر قتل کریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ کہ ملعون قوم دنیا سے بالکل مٹا دی جائے گی تو یہ سخت عذاب دنیا میں اس منکر قوم یہود کو ہوئے اور ہوں گے اور پھر قیامت آ جانے پر آخرت میں بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ اور وہ وہیں معلوم ہوگا کہ کتنا سخت عذاب ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رکھیں اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اہل اسلام کو اپنے گناہوں سے تائب ہونے کی توفیق عطا فرما اور ان کو پھر اسلام کی برکت سے عزت وشوکت عطا فرما۔ اور محکومیت کی ذلت سے بچا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ

اور جولوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام کیے تھے سو اُن کو اللہ تعالیٰ اُن کے ثواب دیں گے اور اللہ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنے والوں سے۔ یہ ہم تم کو

وَ اَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَيُوَفِّيْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَ اللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ	ذٰلِكَ
اور جو	جولوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے کام کئے	نیک	تو پورا دے گا	ان کے اجر	اور اللہ	دوست نہیں رکھتا	ظالم (جمع)	یہ

نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝	نَتْلُوْهُ	عَلَيْكَ	مِنَ	الْاٰيٰتِ	وَ الذِّكْرِ	الْحَكِيْمِ
پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ منجملہ دلائل کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے	ہم پڑھتے ہیں	آپ پر	سے	آیتیں	اور نصیحت	حکمت والی

اللہ مومنین کو انعام دے گا اور وہ ظالموں سے نفرت کرتا ہے

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ: یہودی و کافر دنیا میں ذلیل ہوئے آخرت میں عذاب میں گرفتار ہوں گے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ دنیا میں بھی فتح اور نصرت عزت و حرمت عطاء ہوگی اور عقبیٰ میں بھی خاص رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتے۔ اور ان سے بڑا ظالم کون ہوگا جو انبیاء اور مرسلین کے حق میں افراط تفریط کرتے ہیں ظلم کی حقیقت افراط و تفریط ہے۔ یہاں ظالموں سے یہود کا مراد ہونا تو ظاہر ہی ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و صداقت بلکہ شرافت نسب تک کے منکر تھے لیکن دوسری طرف اس کے تحت میں مسیحی بھی آجاتے ہیں جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو عبد کی بجائے معبود اور رسول کی بجائے مظہر یا اوتار قرار دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

اس کے بعد حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ یعنی ہم یہ قصہ مذکورہ آپ کو بذریعہ وحی کے پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ آپ کے منجملہ دلائل نبوت کے ہے یعنی ان پرانے واقعات اور اختلافی قصوں کا آپ کو علم نہ تھا نہ یہودیوں کی سرکشی اور عیسائیوں کی تحریک سے آپ واقف تھے۔ ہم نے آپ کو قرآن کے ذریعہ سے ان امور کا علم عطا فرمایا اور فقط اسی اخبار بالغیب کو آپ کی صداقت و رسالت کی نشانی نہیں قرار دیا بلکہ قرآن پاک کے جملہ مضامین احکام و قوانین کو پر حکمت بنایا جو ہر طرح سے موجب بصیرت ہیں۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ ان کو مانیں اور ان پر عمل کریں۔

الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝: سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی رسالت پر دلیل ہونے سے قطع نظر یہ مضامین بجائے خود بھی پر حکمت و پر معرفت ہیں۔

یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعی حالات بیان کر کے اُن کے منکرین و مخالفین یہود کی غلطی اور انجام کو ظاہر کیا گیا۔ اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدعیان اتباع یعنی نصاریٰ کی غلطی ظاہر فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے پیدا دیکھ کر اُن کو خدا کا بیٹا۔ اور خدا اور ثالث ثلثہ کہنے لگے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمیں جو آپ نے ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر تا زیست ہمیں استقامت نصیب فرمائیے اور ایمان کے ساتھ اعمال صالح کی توفیق نصیب فرمائیے اور اپنی رحمت سے اُن پر اجر آخرت عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ! ہمیں بے دینوں کے ظلم و ستم سے ہر طرح بچائیے۔ اور اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ یا اللہ! آپ ہمارے حامی و ناصر ہو جائیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں دین و دنیا دونوں جہاں میں عافیت سے نوازیں۔ آمین　وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ

بیشک حالت عجیبہ عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ آدم کے ہے کہ اُن کو مٹی سے بنایا پھر اُن کو حکم دیا کہ ہو جا بس وہ ہو گئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی

إِنَّ	مَثَلَ	عِيسَىٰ	عِندَ اللَّهِ	كَمَثَلِ	آدَمَ	خَلَقَهُ	مِن	تُرَابٍ	ثُمَّ	قَالَ	لَهُ	كُن	فَيَكُونُ	الْحَقُّ	مِن	رَّبِّكَ
بیشک	مثال	عیسیٰ	اللہ کے نزدیک	مثال جیسی	آدم	اسکو پیدا کیا	سے	مٹی	پھر	کہا	اسکو	ہو جا	سو وہ ہو گیا	حق	سے	آپکا رب

فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾

طرف سے ہے سو آپ شبہ کرنیوالوں سے نہ ہوئیے

فَلَا تَكُن	مِّنَ	الْمُمْتَرِينَ
پس نہ ہو	سے	شک کرنے والے

شانِ نزول: ان آیات کا پس منظر اور سبب نزول یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزیں ترتیب وار ذکر کی گئی تھیں۔ ایک اسلام قبول کرو یا (۲) جزیہ ادا کرو یا (۳) جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے ایک وفد تین پادریوں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ان لوگوں نے آ کر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے میں انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ آپ تو عیسیٰ مسیح کو بندۂ خدا بتاتے ہیں اور اس طرح اُن کی توہین کرتے ہیں اور اُن کو گالی دیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معاذ اللہ میں کہیں اللہ کے پیغمبر کو گالی دے سکتا ہوں میں تو کہتا ہوں کہ وہ خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ مقبول بندے اور پیغمبر تھے۔ کہنے لگے کہ یہی تو توہین اور گالی ہے۔ اچھا آپ عیسیٰ مسیح کے سوا کوئی ایسا بتا سکتے ہیں کہ بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہو۔ اُسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ندرتِ حال اور بلا باپ کے پیدا ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مٹی سے بنائے گئے

پس حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ پیدا ہونا قدرت الٰہیہ سے کوئی بعید نہیں۔ ازلی علم الٰہی میں یونہی طے ہو چکا کہ عیسیٰ بغیر باپ کے اور آدمؑ بغیر ماں باپ کے پیدا کئے جائیں سو وہ ہو کر رہا اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ پس بے باپ کے پیدا ہونے میں حضرت آدم اور حضرت مسیح دونوں شریک ہیں اور بے ماں کے پیدا ہونے میں حضرت آدم و حوا شریک ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت آدم کی پیدائش زیادہ عجیب و غریب ہے کیونکہ مرد و عورت میں سے صرف ایک کے خون سے پیدا ہونا اس قدر عجیب نہیں جتنا کہ مٹی سے پیدا ہونا زیادہ عجیب ہے۔ تو پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کسی کے نزدیک خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے خدا کے بیٹے مانے جا سکتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے بندے ہی ہیں۔ اللہ نے اُن کو اپنے حکم سے پیدا کیا۔ اس لئے آگے طالبانِ حق کی تعلیم کے لئے ارشاد ہوا کہ مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا وہی حق ہے جس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ جو سچی بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ایمان و اسلام ہمیں عطا فرما کر حق سے وابستہ فرمایا۔

یا اللہ! ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رکھنا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا

پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حجت کرے آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو

فَمَنْ	حَآجَّكَ	فِيْهِ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ	فَقُلْ	تَعَالَوْا	نَدْعُ	اَبْنَآءَنَا	وَاَبْنَآءَكُمْ	وَنِسَآءَنَا
سو جو	آپ سے جھگڑے	اس میں	بعد	جب	آ گیا	سے	علم	تو کہدیں	تم آؤ	ہم بلائیں	اپنے بیٹے	اور تمہارے بیٹے	اور اپنی عورتیں

وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں

وَنِسَآءَكُمْ	وَاَنْفُسَنَا	وَ	اَنْفُسَكُمْ	ثُمَّ	نَبْتَهِلْ	فَنَجْعَلْ	لَّعْنَتَ	اللّٰهِ	عَلَى	الْكٰذِبِيْنَ
اور تمہاری عورتیں	اور ہم خود	اور	تم خود	پھر	ہم التجا کریں	پھر کریں (ڈالیں)	لعنت	اللہ	پر	جھوٹے

نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ یہ نجران کے نصاریٰ اگر اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ "مباہلہ" کیجئے جس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دربار خداوندی میں دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ چنانچہ اس آیت "مباہلہ" کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو "مباہلہ" کی دعوت دے دی۔ مباہلہ کی دعوت سن کر نجران کے عیسائیوں نے مہلت مانگی اور کہا کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ جب وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو اُن میں سے ایک سمجھ دار نے کہا کہ تم لوگ دلوں میں تو یقیناً سمجھ چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ مسیح کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا تو کچھ بعید نہیں کہ یہ وہی نبی ہوں اور ایک نبی سے مباہلہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے کہ اُن کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت اور عذاب سے نہ بچے۔ بہتری یہی ہے کہ ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی بھی طاقت ہم میں نہیں۔ یہی تجویز پاس کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے۔

نجران کے وفد کا مباہلہ سے انکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر نجران کے وفد کے سردار نے ساتھیوں سے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کر کے اپنے لئے ہلاکت نہ مول لو۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رکھنا اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

بیشک یہ مذکور وہی ہے سچی بات، اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے، اور بلاشک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں۔ پھر اگر سرتابی کریں

إِنَّ	هٰذَا	لَهُوَ	الْقَصَصُ	الْحَقُّ	وَمَا	مِنْ إِلٰهٍ	إِلَّا اللّٰهُ	وَإِنَّ	اللّٰهَ	لَهُوَ	الْعَزِيزُ	الْحَكِيمُ	فَإِنْ	تَوَلَّوْا
بیشک	یہ	یہی	بیان	سچا	اور نہیں	کوئی معبود	اللہ کے سوا	اور بیشک	اللہ	وہی	غالب	حکمت والا	پھر اگر	وہ پھر جائیں

فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾	فَإِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيمٌ	بِالْمُفْسِدِينَ	
تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو	تو بیشک	اللہ	جاننے والا	فساد کرنیوالوں کو	

مباہلہ کا موضوع

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ الخ دعوت مباہلہ کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ مباہلہ اس پر کیا جانا تھا کہ جو کچھ حضرت مسیح کے متعلق قرآن میں بیان ہوا کہ مسیح اور مادر مسیح دونوں بشر محض تھے۔ وہی حق اور سچ ہے اور خداوند قدوس کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک اور منزہ ہے۔ نہ اُن کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ بلکہ وہ اکیلا اور تنہا ہے اور سب کا خالق ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فتنہ پرور لوگ

آخر میں فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ فرما کر واضح فرما دیا کہ اگر ان کھلے دلائل اور صحیح صحیح بیان کے باوجود یہ نصاریٰ نہ مانیں اور نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ انہیں محض فتنہ فساد پھیلانا پیش نظر ہے تو پھر یہ مفسد ہیں اور خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں۔ وہ ان مفسدین کی حالت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا عقوبت اور سزا کے مستوجب ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو سزا دیگا۔

ان آیات سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حقائق ثابت ہونے کے بعد اُن سے اعراض اور انکار نہ چاہئے کیونکہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد پھر اُس کو قبول نہ کرنا یہ فساد دین ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مفسد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حق جاننے اور پہچاننے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حق سے اعراض و انکار کی کافرانہ و مفسدانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو یکسر پاک فرمائیں۔ آمین۔

اب جہاں تک دلیل و برہان کا تعلق تھا اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ پر حجت قائم کر دی گئی اور پھر مباہلہ جو انتہائی اور آخری حجت ہے وہ بھی پیش کیا جا چکا اب اس کے بعد مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اہل کتاب سے مزید خطاب ہی چھوڑ دیا جائے لیکن باقتضائے رحمت و شفقت پھر اُن کو نرمی اور ملاطفت کے ساتھ ایک دوسرے پیرایہ سے حق اور توحید کی دعوت دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ آپ دنیا میں حق کو غالب فرمائیں۔ اور باطل کو مغلوب فرمائیں اور ہم کو حق کی حمایت اور حفاظت کرنا نصیب فرمائیں اور ناحق و باطل کو مٹانا نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	تَعَالَوْا	اِلٰى	كَلِمَةٍ	سَوَآءٍ	بَيْنَنَا	وَبَيْنَكُمْ	اَلَّا نَعْبُدَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَلَا نُشْرِكَ	بِهٖ
آپ کہدیں	اے اہل کتاب	آؤ	طرف (پر)	ایک بات	برابر	ہمارے درمیان	اور تمہارے درمیان	کہ نہ ہم عبادت کریں	سوائے	اللہ	اور نہ ہم شریک کریں	اس کے ساتھ

شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۶۴

کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہدو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں

شَيْـًٔا	وَّلَا يَتَّخِذَ	بَعْضُنَا	بَعْضًا	اَرْبَابًا	مِّنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُوْلُوا	اشْهَدُوْا	بِاَنَّا	مُسْلِمُوْنَ
کچھ	اور نہ بنائے	ہم میں سے کوئی	کسی کو	رب (جمع)	سوائے	اللہ	پھر اگر	وہ پھر جائیں	تو کہدو تم	تم گواہ رہو	کہ ہم	مسلم (فرمانبردار)

اہل کتاب کو دعوت حق کا ایک نہایت ہی مثبت انداز

زبان سے یہود و نصاریٰ دونوں توحید کے مدعی تھے اور کہتے تھے کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں مگر بایں اقرار طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن کو پھر ایک دفعہ حق کی دعوت دیجئے۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہونے میں برابر ہے۔ اور دونوں فریق اُس کو مانتے ہیں۔ کوئی فریق اُس سے انکار نہیں کرتا وہ یہ ہے اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ لہٰذا کوئی فعل ایسا نہ کرنا چاہیے جس سے پرستش غیر اللہ کا شبہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ہم اور تم دونوں اس عقیدہ میں متفق ہیں وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ دے۔ یا غیر اللہ کی اطاعت و بندگی کا حکم دے تو اس کا حکم نہ ماننا چاہیے۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اگر تم نہ مانو تم جانو یعنی مخالفین یہود و نصاریٰ اگر دین کے ان مسلمہ اصول سے پھریں اور صحیح معنیٰ میں اس کے ماننے سے انکار اور اعراض کریں تو اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اُن سے کہدیں کہ اگر تم ان باتوں کو نہیں مانتے تو نہ مانو لیکن گواہ رہو کہ ہم تو ان باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اسی کے موافق ہم عمل کرتے ہیں اور ہم خالص مسلمان ہیں۔ اور شرک سے بیزار ہیں اور ہم اُس ایک واحد خدا کے تابع فرمان ہیں۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! ہم آپ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور آپ ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ آپ وحدہٗ لاشریک ہیں۔ آپ کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ اے اللہ ہم آپ کی ذات وصفات پر ویسا ہی ایمان لاتے ہیں جیسا ہم کو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور ہدایت فرمائی۔ اے اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور ہر طرح کے شرک سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارہ میں حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر اُن کے بعد' کیا پھر سمجھتے نہیں ہو

يٰٓ	اَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْٓ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَآ	اُنْزِلَتِ	التَّوْرٰىةُ	وَ	الْاِنْجِيْلُ	اِلَّا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
اے	اہل کتاب	کیوں	تم جھگڑتے ہو	میں	ابراہیم	اور نہیں	نازل کی گئی	توریت	اور	انجیل	مگر	اسکے بعد	تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی' سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں

هٰٓاَنْتُمْ	هٰٓؤُلَاۗءِ	حَاجَجْتُمْ	فِيْمَا	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	فَلِمَ	تُحَآجُّوْنَ	فِيْمَا	لَيْسَ	لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ
ہاں تم	وہ لوگ	تم نے جھگڑا کیا	جس میں	تمہیں	اس کا	علم	اب کیوں	تم جھگڑتے ہو	اس میں	نہیں	تمہیں	اسکا	کچھ علم	اور اللہ	جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور تم نہیں جانتے

وَاَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ
اور تم	نہیں	جانتے

دعوائے توحید اور تعظیم ابراہیم علیہ السلام

جیسے دعوائے اسلام و توحید سب میں مشترک تھا اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تعظیم و تکریم میں بھی سب شریک تھے اور یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیمؑ ہمارے دین پر تھے یعنی معاذ اللہ یہودی تھے یا نصرانی، اسکا جواب دیا کہ تورات و انجیل جن کے پیروکار یہودی یا نصرانی کہلائے ابراہیمؑ سے سینکڑوں برس بعد اتری۔ پھر ابراہیم کو نصرانی یا یہودی کیسے کہہ سکتے ہیں بلکہ جس طرح کے تم یہودی یا نصرانی ہو، اس معنی سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تم کو کہاں سے ہوا؟ تمہاری کتابوں میں مذکور نہیں۔ نہ خدا نے خبر دی نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا کچھ علم آدمی کو نہ ہو حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی گو محض ناتمام اور سرسری تھی مثلاً مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان کی بشارات وغیرہ ان میں تم جھگڑ چکے، لیکن جس چیز سے تمہیں بالکل مس نہیں نہ اس کی کبھی ہوا لگی اسے تو خدا کے سپرد کر دو۔ وہی ہی جانتا ہے کہ ابراہیمؑ کیا تھے اور آج دنیا میں کونسی جماعت کا مسلک اس سے قریب تر ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی فتنہ پردازیوں سے محفوظ رکھ ہمیں ان گمراہیوں سے محفوظ رکھ جن کے وہ شعار رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن طریق مستقیم والے صاحب اسلام تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے

مَا كَانَ	اِبْرٰهِيْمُ	يَهُوْدِيًّا	وَّلَا	نَصْرَانِيًّا	وَّلٰكِنْ	كَانَ	حَنِيْفًا	مُّسْلِمًا	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
نہ تھے	ابراہیم	یہودی	اور نہ	نصرانی	اور لیکن	وہ تھے	ایک رُخ	مسلم (فرمانبردار)	اور نہ	تھے	سے	مشرک (جمع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی

گذشتہ آیت میں اہل کتاب کو صحیح توحید کی دعوت دی گئی تھی اور یہود و نصاریٰ جو توحید کے مدعی تھے اُن کے دعوائے توحید کا رد فرمایا گیا تھا۔ دعوائے توحید کی طرح یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت کے بارہ میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہمارے دین پر تھے۔ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم نصرانی تھے اور ہم ملت ابراہیمی پر ہیں اور ہم اُن سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہود یہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور ہم اُن کی ملت پر ہیں اور اُن سب سے زیادہ قریب ہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں کے اس دعوے کا رد اور ابطال ان آیات میں فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ تم دونوں غلط کہتے ہو۔ تم کو ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت سے کیا واسطہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دین حنیف پر تھے

یعنی ابراہیمؑ نے اپنے تئیں حنیف یا مسلم کہا ہے۔ حنیف کے معنی؟ جو کوئی راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ اور مسلم کے معنی حکم بردار اب خود اندازہ کر لو کہ آج کس نے سب سے ٹوٹ کر خدا کی راہ پکڑی اور اپنے کو خالص اسی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ ہی ابراہیمؑ سے زیادہ اقرب و اشبہ ہوگا۔

مسلماً کا معنی

(تنبیہ) یہاں مسلماً میں اسلام سے خاص شریعت محمدیہ مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تسلیم و تفویض اور فرمان برداری کے معنی ہیں جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ابراہیم علیہ اسلام نے خصوصیت سے اس نام و لقب کو بہت زیادہ روشن کیا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ رکوع ۱۶) حضرت ابراہیمؑ کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف بتلاتا ہے کہ وہ ہمہ تن اسلام اور تسلیم و رضا کے پیکر مجسم تھے۔ ذبح اسمٰعیل کے واقع میں فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ کا لفظ ان کی شان اسلام کو بہت وضاحت سے نمایاں کرتا ہے۔ صلی علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں گمراہی و فرقہ پرستی سے بچا کر خالص حنیف و مسلم بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے ابراہیم کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اُن کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی ہیں اور یہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے

اِنَّ	اَوْلَى	النَّاسِ	بِاِبْرٰهِيْمَ	لَلَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	وَهٰذَا	النَّبِيُّ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَاللّٰهُ	وَلِيُّ	الْمُؤْمِنِيْنَ
بیشک	سب سے زیادہ مناسبت	لوگ	ابراہیم	اُن لوگ	انہوں نے پیروی کی انکی	اور اس	نبی	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور اللہ	کارساز	مومن (جمع)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سچے پیروکار کون ہیں

اب جب یہود و نصاریٰ دونوں کے دعوے کا رد اور ابطال فرما دیا گیا تو آگے چوتھی آیت میں بتایا جاتا ہے کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کسی کو سب سے زیادہ نسبت ہے اور کون سی امت نام میں بھی عقائد اور اعمال میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناسبت رکھتی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ تحقیق تمام لوگوں میں سے ملت اور مذہب کے اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ قریب اور خصوصیت رکھنے والے البتہ اول تو وہ لوگ تھے جنہوں نے اُن کے وقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع اور پیروی کی وہ آپ کی امت کے آدمی تھے اور بلاشبہ آپ کے دین میں تھے اور پھر اس اخیر زمانہ میں یہ نبی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبع مسلمان حضرت ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں کہ جن کی شریعت کے اکثر احکام ملت ابراہیمی کے موافق ہیں۔ اللہ کو ایک واحد لاشریک مانتے ہیں اور قربانی و ختنہ کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور حج و عمرہ بجا لاتے ہیں اور غسل جنابت کرتے ہیں اور جن باتوں میں حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم ان میں پورے اترے اہل اسلام ان کو پوری طرح ادا کرتے ہیں۔

حاصل ارشاد یہ ہوا کہ دعویٰ متابعت و مفاقت ابراہیمی کا یہود و نصاریٰ کو زیب نہیں دیتا بلکہ واقعی اس کا حق ان کو پہنچتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم بقدم چلے اُن کے زمانہ میں اور پھر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو اس کا حق ہے کہ ملت ابراہیمی کا اتباع کا دعویٰ کریں۔ اخیر میں وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے فرما کر جتلا دیا کہ فقط یہی نہیں ہے کہ مومنوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خصوصی تعلق اور قرب ہے بلکہ اللہ مومنوں کا حامی ہے۔ اُسی کے زیر حمایت تمام مومن ہیں یعنی اعتبار صرف ایمان کا ہے خواہ کسی قوم کسی نسل کسی خاندان کا ہو۔ اور خواہ نسل ابراہیم سے ہو یا نہ ہو۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کے ولی اور دوست انبیاء میں سے ہوتے ہیں۔ میرے ولی انبیاء میں سے میرے باپ اور خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہم آپ پر اور آپ کے رسول پاک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کے جملہ انبیاء والمرسلین پر ایمان لائے ہیں۔ اے اللہ ہمارے اس ایمان کو قبول فرما اور ہم کو مومنین کے زمرہ میں شامل فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۹

دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے

وَدَّتْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَوْ	يُضِلُّوْنَكُمْ	وَمَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَھُمْ	وَمَا يَشْعُرُوْنَ
چاہتی ہے	ایک جماعت	سے (کی)	اہل کتاب	کاش	وہ گمراہ کردیں تمہیں	اور نہیں	وہ گمراہ کرتے	مگر	اپنے آپ	اور وہ نہیں سمجھتے

شانِ نزول: اہل کتاب کی مومنین کیساتھ سازش

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ بعض یہود نے حضرت عمارؓ حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہکا کر اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور بتلایا گیا کہ بعض اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہ حق سے ہٹادیں لیکن مومنین تو ان کے جال میں پھنسنے والے نہیں البتہ یہ خود اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کر رہے ہیں اور ان کی مغویانہ کوششوں کا ضرر ان ہی کو پہنچے گا جسے وہ فی الحال سمجھتے نہیں۔ پھر اہل کتاب کی ایک خیانت۔ اور فریب کا ذکر کیا گیا کہ یہود نے ایک اسکیم بنائی جس سے مقصد انکا یہ تھا کہ اسلام کے وقار کو مجروح کیا جائے اور مسلمانوں کو اسلام کی طرف سے بدظن کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہ منصوبہ طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور پر محض زبانی طور پر اسلام قبول کرلیا کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کردیا کریں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے بھی ان کے حالات اہل حق کی طرح ثابت نہیں ہوئے اس لئے ہم نے اس دین کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا۔ اس سے مقصد یہود کا یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اس پر اپنے الزامات لگائیں گے تو بہت سے ضعیف الاسلام مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو ضرور انہوں نے دین اسلام میں کوئی نقص اور عیب دیکھا ہوگا۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری پیدا ہوجائیگی نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا تو اس حرکت سے ان کو بھی یہ خیال پیدا ہوجائے گا کہ یہ جدید دین اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اہل کتاب اُسے رَدّ نہ کرتے۔ اس طرح اسلام کی ترقی رُک جائیگی لیکن اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادہ ہے اُس نے مسلمانوں پر یہود کا یہ منصوبہ منکشف کر کے اُسے ناکام بنادیا۔ چنانچہ آج کی آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

اہل کتاب کی ایک جماعت دل سے آرزو رکھتی ہے کہ کسی طرح تم کو گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کررہے ہیں مگر اپنے آپ کو اور وہ سمجھتے بھی نہیں کہ اسکا وبال اُنہیں کے سر ہے مگر ان کو اس کا شعور اور احساس نہیں کہ ہم کیا کررہے ہیں اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دین وایمان کو ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ

اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاَنْتُمْ	تَشْهَدُوْنَ	يَاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَلْبِسُوْنَ
اے اہل کتاب	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتوں کا	اللہ	حالانکہ تم	گواہ ہو	اے اہل کتاب	کیوں	تم ملاتے ہو

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾

واقعی کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو

الْحَقَّ	بِالْبَاطِلِ	وَتَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
سچ	جھوٹ کیساتھ	اورتم چھپاتے ہو	حق	حالانکہ تم	جانتے ہو

اہل کتاب کی خیانتوں پر انہیں ملامت

"اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی اُن آیتوں کے ساتھ جو کہ توراۃ اور انجیل میں نبوت محمدیہ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا اُن آیات کی تکذیب کرنا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب کفر ہے حالانکہ تم اپنی زبان سے اقرار کرتے ہو کہ وہ آیات حق ہیں۔ اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں حق اور سچی بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ حق ہے یہ باطل اور یہ بھی جانتے ہو کہ حق کو چھپانا اور حق کو باطل کے ساتھ ملانا کتنا بڑا جرم ہے" یعنی اہل کتاب کے علماء توریت کے بعض احکام کو تو دنیوی اغراض کی خاطر بالکل موقوف ہو کر ڈالتے تھے اور بعض آیات میں لفظی تحریف کرتے اور بعض آیات کے معنی پھیر ڈالتے اور بعض باتوں کو چھپا کر رکھتے جیسے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں پس باطل سے یہ تمام تحریفات اور تاویلات مراد ہیں کہ ان کو حق کے ساتھ خلط ملط کر دیتے تا کہ حقیقت واضح نہ ہو۔

جاننے کے باوجود قرآن کا انکار کیوں کرتے ہو

لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: یعنی تم تورات وغیرہ کے قائل ہو۔ جس میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق بشارات موجود ہیں جن کو تمہارے دل سمجھتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں ان چیزوں کا اقرار بھی کرتے ہو۔ پھر کھلم کھلا قرآن پر ایمان لانے اور خاتم الانبیاء کی صداقت کا اقرار کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ خوب سمجھ لو قرآن کا انکار کرنا تمام پچھلی کتب سماویہ کا انکار کرنا ہے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

دُعاء کیجئے

یا اللہ ہمیں دین اسلام کی ہدایت اور نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں وہ علم و عمل عطاء فرما جو نافع و مقبول ہو۔

یا اللہ! ہمیں علمی و عملی تحریف و خیانت سے محفوظ رکھ۔ یا اللہ ہمیں اپنی کتاب اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو صحیح طور پر سمجھنے اور پھر اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

25

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب سے یہ کہا کہ ایمان لے آؤ اُس پر جو نازل کی گئی ہے مسلمانوں پر شروع دن میں

وَقَالَتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اٰمِنُوْا	بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	عَلَى	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَجْهَ النَّهَارِ
اور کہا	ایک جماعت	سے (کی)	اہل کتاب	تم مان لو	جو کچھ	نازل کیا گیا	پر	جو لوگ ایمان لائے	اوّل حصہ دن

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور انکار کر بیٹھو آخر دن میں عجب کیا کہ وہ پھر جاویں

وَاكْفُرُوْٓا	اٰخِرَهٗ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ
اور منکر ہو جاؤ	اسکا آخر (شام)	شاید وہ	وہ پھر جائیں

یہود کی منافقانہ چالیں

ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیاں اور خیانتیں ذکر کی جارہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور شام کو یہ کہہ کر کہ ہم کو اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہ ہوئے۔ اسلام سے پھر جایا کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے ضعیف الایمان ہماری یہ حرکت دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب و نقص دیکھا ہوگا جو یہ لوگ داخل ہونے کے بعد اس سے نکلے۔ نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا، اس بناء پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اسے رد نہ کرتے۔ بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔ (تفسیر عثمانی)

دورِ جدید کے مستشرقین کی چالیں

تاریخ یہود میں منافقت کی یہی ایک مثال نہیں، خود اُن کی کتابوں میں یہ واقعہ بہ صراحت درج ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں اسلامی حکومت تھی تو حکومت کے "مظالم" فرضی یا واقعی کی بنا پر بہت سے یہود نے اپنے ربّیوں کی اجازت اور فتویٰ کے مطابق اپنے قبول اسلام کا اظہار شروع کر دیا تھا درآنحالیکہ دل میں سب کے سب منکر ہی تھے (جیوش انسائیکلو پیڈیا، جلد اول ص ۴۳۲ و ص ۴۳۳) اور آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی "محققین" یہود و مسیحی مستشرقین نے فرنگی زبانوں میں سیرۃ نبوی لکھنے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم و تحقیق، وسعت مشرب و بے تعصبی کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اٹھاتے ہیں اور معلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ "پیغمبر عرب" اور "مصلح عالم" کی نعت اور "مقنن اعظم" اور "مثیل موسیٰ" کی منقبت میں دریا کے دریا بہا دیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) انہیں کچھ خلل دماغ سا تھا یا یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے مضامین کہیں سے سن سنا کر انہیں چرا لیتے تھے، وقس علیٰ ہذا تو یہ بھی ٹھیک اُسی قدیم یہودیانہ دجل و تلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمیں منافقت و جھوٹ سے محفوظ رکھ! یا اللہ ہمیں یہود و نصاریٰ کے فتنوں اور پروپیگنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

یا اللہ! ہمارا ماویٰ و ملجأ آپ ہی کی ذات ہے ہمیں اپنی حفاظت میں رکھ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ

اور کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے۔ ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی

وَلَا	تُؤْمِنُوْٓا	اِلَّا	لِمَنْ	تَبِعَ	دِيْنَكُمْ	قُلْ	اِنَّ	الْهُدٰى	هُدَى	اللّٰهِ	اَنْ	يُّؤْتٰٓى	اَحَدٌ	مِّثْلَ
اور نہ	مانو تم	سوائے	اسکی جو	پیروی کرے	تمہارا دین	کہہ دیں	بیشک	ہدایت	ہدایت	اللہ	کہ	دیا گیا	کسی کو	جیسا

مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ

اسکی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا اور لوگ تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کے نزدیک

مَآ	اُوْتِيْتُمْ	اَوْ	يُحَاۗجُّوْكُمْ	عِنْدَ	رَبِّكُمْ
کچھ	تمہیں دیا گیا	یا	وہ حجت کریں تم سے	سامنے	تمہارا رب

یہودیوں کی ایک دوسرے کو نصیحت

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جا کر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انہیں یہ برابر ملحوظ رہے کہ وہ سچ مچ مسلمان نہیں بن گئے۔ بلکہ بدستور یہودی ہیں۔ اور سچے دل سے انہی کی بات مان سکتے ہیں جو ان کے دین پر چلتا ہو اور شریعت موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ کے یہ معنی کئے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو تمہارے دین پر چلنے والے ہیں۔ یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہئے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آجائیں۔ (تفسیر عثمانی)

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ یعنی ہدایت تو اللہ کے دیئے سے ملتی ہے۔ جس کے دل میں خدا نے ہدایت کا نور ڈال دیا تمہاری ان پُر فریب چالبازیوں سے وہ گمراہ ہونیوالا نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

مسلمانوں پر خواہ مخواہ کا حسد

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ الخ۔ یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض از راہ حسد اس جلن میں کی جاتی ہیں کہ دوسروں کو اس طرح کی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے جیسے پہلے تم کو دی گئی تھی۔ یا مذہبی و دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آکر کیوں آگے نکلے جا رہے ہیں اور خدا کے آگے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔ یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شرعیات کی اجارہ دار ہے۔ تورات ہم پر اتری۔ موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر ہم میں آئے۔ پھر عرب کے امیوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟

تورات کی گواہی

لیکن تورات سفر استثناء کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسمٰعیل میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام قرآن کریم اس کے منہ میں ڈالے گا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ڏ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل رکوع ۱)

چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم و فضل حجت و برہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کے تمام اقوام سے گوئے سبقت لے گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہماری دولت ایمان کو تازیست قائم رکھیے اور ہم کو اپنے آسمانی کتاب کا اتباع کامل نصیب فرمائیے اور اپنی مخصوص رحمتیں ہم کو عطا فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اُس کو جسے چاہیں عطا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں' خاص کر دیتے ہیں اپنی

قُلْ	اِنَّ	الْفَضْلَ	بِيَدِ اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	يَّخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ
کہہ دیں	بیشک	فضل	اللہ کے ہاتھ میں	وہ دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا	وہ خاص کر لیتا ہے	اپنی رحمت سے	جس کو

يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	ذُوالْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ	
رحمت کے ساتھ جس کو چاہیں' اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	فضل والا	بڑا ۔ بڑے	

فضل وکمال کا مالک اللہ ہے

یعنی اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور اسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہئے۔ نبوت، شریعت، ایمان واسلام اور ہر قسم کی مادی و روحانی فضائل وکمالات کا تقسیم کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (انعام رکوع ۱۵) (تفسیر عثمانی)

وَاسِعٌ : اللہ بڑی وسعت والا ہے اس کے کارخانہ فضل وعطاء میں کمی نہیں ہے پھر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ فلاں نسل یا قوم ہمیشہ نبوت سے محروم رہے گی۔

عَلِيْمٌ : بڑا علم والا ہے' وہ اپنے علم کامل کے مطابق جس کی جیسی استعداد دیکھتا ہے اسے وہ نعمت عطاء کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : اور اللہ تو بڑا ہی فضل والا ہے اس کے ہاں بخل اور کمی کا تو گذر ہی نہیں ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں محرومی ودرماندگی کے اسباب سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ: ہمیں اپنا قرب اپنی محبت نصیب فرما۔ دنیا وآخرت کی سربلندی وکامیابی عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ اُس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک

وَمِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ	اِنْ	تَاْمَنْهُ	بِقِنْطَارٍ	يُّؤَدِّهٖٓ	اِلَيْكَ	وَمِنْهُمْ	مَنْ	اِنْ	تَاْمَنْهُ	بِدِيْنَارٍ
اور سے	اہل کتاب	جو	اگر	امانت رکھیں اسکو	ڈھیر مال	ادا کردے	آپ کو	اور ان سے	جو	اگر	آپ امانت رکھیں اسکو	ایک دینار

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اُس کے سر پر کھڑے رہو

لَا يُؤَدِّهٖٓ	اِلَيْكَ	اِلَّا	مَا دُمْتَ	عَلَيْهِ	قَآئِمًا
وہ ادا نہ کرے	آپ کو	مگر	جب تک رہیں	اس پر	کھڑے

معاملات میں اہل کتاب کی بدحالی

آج کی آیت میں ان کے خیانت فی المال کا ذکر ہے یعنی اہل کتاب کی دینی خیانت ونفاق کے سلسلہ میں ان کی دنیوی خیانت کا بھی ذکر فرمایا گیا جس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر اپنی نیت خراب کرلیں اور امانت داری نہ برت سکیں ان سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ دینی معاملات میں امین ثابت ہوں گے چنانچہ یہود کی خیانت فی المال کو بتلایا گیا کہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا ایک دینار بھی امانت رکھا جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں اور جب تک کوئی تقاضہ کے لئے ان کے سر پر نہ کھڑا رہے اور ان کا پیچھا کرنے والا نہ ہو وہ امانت ادا نہ کریں۔

یہود کی زر پرستی کی صحیح تصویر یہی ہے

مگر اسلام ہر حال میں حق گوئی سے کام لیتا ہے اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی تھے جو دنیوی معاملات اور لین دین میں امانت دار اور راست باز تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی تو انکا بھی ذکر فرمایا جاتا ہے کہ بیشک ان اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جنکے پاس اگر سونے کا ڈھیر بھی امانت رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ یہی خوش معاملہ اور امین لوگ یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جاتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہاں اہل کتاب میں سے جسکے امانت کی مدح کی گئی ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلامؓ ہیں۔ جو اسلام سے پہلے علمائے یہود میں سے تھے۔ کسی شخص نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھا تھا جو طلب کرنے پر اُنہوں نے بعینہٖ امانت ادا کردی اور آیت میں دوسرے بعض سے مراد فنحاص ابن عاذورا یہودی مراد ہے کہ کسی قریشی نے اس کے پاس ایک دینار امانت رکھا تو اُس میں بھی اُس نے خیانت کی۔

دِيْنَارٍ: دینار رومی حکومت کا ایک طلائی سکہ تھا جو عرب میں بھی مستعمل تھا آج بھی بعض ممالک میں چل رہا ہے اردو میں اس کا مفہوم اشرفی سے ادا ہوسکتا ہے۔ انجیل میں بھی اس کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا: یعنی وہ امانت کی ادائیگی میں برابر حیلہ وحوالہ کرتا رہے گا اور اس سے تقاضا برابر جاری رکھنا پڑے گا۔ قِیَام کا لفظی معنی مراد نہیں کہ واقعۃً کھڑا ہی رہنا پڑے اور چلنے یا بیٹھنے یا لیٹنے کی نوبت نہ آئے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بداخلاقی وبدمعاملگی کے مرض سے محفوظ رکھے۔ یا اللہ! ہمیں دنیا پرست ومال پرست نہ بنا ہمیں اپنا بندہ بنا کہ ہم تیری رضا وتیری محبت کے شیدائی بنیں۔ تیرے احکام پر عمل کریں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور وہ بھی

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَالُوْا	لَيْسَ	عَلَيْنَا	فِي	الْاُمِّيّٖنَ	سَبِيْلٌ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ
یہ	اس لئے کہ	انہوں نے کہا	نہیں	ہم پر	میں	اُمی (جمع)	کوئی راہ	اور وہ بولتے ہیں	پر	اللہ	جھوٹ	اور وہ

يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

جانتے ہیں الزام کیوں نہ ہوگا جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں متقیوں کو

يَعْلَمُوْنَ	بَلٰى	مَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	وَاتَّقٰى	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِيْنَ
جانتے ہیں	کیوں نہیں؟	جو	پورا کرے	اپنا اقرار	اور پرہیزگار رہے	تو بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	پرہیزگار (جمع)

یہود کی بدمعاملگی کی بنیاد ان کے خودساختہ عقائد تھے

ادا نہ کرنا اور امانت سے انکار کر دینا اس سبب سے ہے۔ یعنی ان یہود کا یہ کہنا ہے کہ جو ان کے دین کا مخالف ہو مثلاً قریش اہل عرب تو ان کا مال چرا لینا چھین لینا سب ہمارے لئے جائز ہے۔ ان کا مال غبن کر لینے میں ہم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ نے اس کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کچھ یہودیوں نے قریش سے کچھ مال خریدا اور قیمت قرض رہی۔ بیچنے والے قریش بعد میں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے قیمت کا تقاضہ کیا تو یہودی کہنے لگے تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں ہے۔ تم نے اپنا دین ترک کر دیا ہے۔ اُس وقت کے دین پر نہیں ہو اور تبدیل مذہب کے بعد کوئی حق ہم پر باقی نہیں رہتا ہماری کتاب میں یہی حکم ہے۔ غرض یہود نے اپنا یہ عقیدہ بنا رکھا تھا کہ ہم اہل علم ہیں اور ساری دنیا جاہل ہے اور غیر اہل کتاب مثلاً قریش وغیرہ کے مال میں خیانت کرنے میں ہم پر مذہباً کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس دعوے کی تکذیب میں فرماتے ہیں "اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر دیدہ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اس فعل کو حلال سمجھتے ہیں اور دل میں وہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا محض تراشیدہ دعویٰ ہے"۔ یعنی یہ لوگ دیدہ دانستہ اللہ تعالیٰ پر افترا بندی کرتے ہیں اور جان بوجھ کر ایسے غلط احکام خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں جو واقع میں اُس کے احکام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امانت میں خیانت کی کبھی اجازت نہیں دی۔ ان لوگوں نے پرایا مال کھانے کے لئے یہ مسئلہ بنایا کہ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت جائز ہے۔ اللہ نے کسی دشمن اور مخالف کے مال میں بھی چوری اور خیانت کی کبھی اجازت نہیں دی اور یہ خود بھی جانتے ہیں کہ توریت میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ ایک روایت میں ہے حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ جب یہود نے کہا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ یعنی ان ان پڑھ عربوں کا مال لینا ہمارے لئے حلال ہے اور ہم پر کسی طرح کا الزام نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دشمنانِ خدا جھوٹے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پامال ہے سوائے امانت کے۔ اگر زمانۂ جاہلیت میں کسی نے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی ہے تو وہ ادا کرنی ہوگی خواہ نیکوکار کی ہو یا فاسق فاجر کی۔ نیز ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کفار قریش کی کچھ امانتیں تھیں۔ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم ان کی امانتیں ادا کر کے مدینہ پہنچ جانا۔ شریعت اسلامیہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ مسلمان ہو یا کافر ہندو ہو یا مجوسی۔ نصرانی ہو یا یہودی کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔ تو حق تعالیٰ یہود کے اس دعوے اور خیال کی تکذیب فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی اپنے متقی بندوں کے زمرہ میں شامل فرمالیں۔ اور ہم کو اپنا ہر چھوٹا بڑا عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ

یقیناً جولوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے اُن لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہ ملے گا

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَشْتَرُوْنَ	بِعَهْدِ اللّٰهِ	وَاَيْمَانِهِمْ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	اُولٰٓئِكَ	لَا	خَلَاقَ	لَهُمْ	فِى	الْاٰخِرَةِ
بیشک	جولوگ	خریدتے (حاصل کرتے) ہیں	اللہ کا اقرار	اور اپنی قسمیں	قیمت	تھوڑی	یہی لوگ	نہیں	حصہ	ان کیلئے	میں	آخرت

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا

وَلَا	يُكَلِّمُهُمُ	اللّٰهُ	وَلَا	يَنْظُرُ	اِلَيْهِمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَلَا يُزَكِّيْهِمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ
اور نہ	اُن سے کلام کریگا	اللہ	اور نہ	نظر کریگا	ان کی طرف	قیامت کے دن	اور نہ انہیں پاک کریگا	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک

دنیا پرستوں کا انجام

جولوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد اور آپس کے حلفی معاملات اور معاہدات کی پرواہ نہیں کرتے اور طے شدہ معاہدات کو توڑتے اور اُن کے خلاف کرتے ہیں تو آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں آخرت کے انعامات میں اور قیامت کے دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خطاب شفقت و محبت اور اس کی نگاہ رحمت سے محروم رہیں گے اور اس کے عفو عام سے کوئی حصہ نہیں پائیں گے اور وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہ ہوسکیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نار جہنم کے دردناک عذاب پائیں گے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"اور دوسرا قانون یہ ہے کہ یقیناً جولوگ معاوضہ یعنی نفع دنیوی لے لیتے ہیں بمقابلہ اُس عہد کے جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے۔ ان لوگوں کو آخرت میں کچھ حصہ وہاں کی نعمت کا نہ ملے گا اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے لطف کا کلام فرمائیں گے نہ اُن کی طرف نظر محبت سے دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ اُن کو گناہوں سے پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب تجویز ہوگا۔

شانِ نزول: اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں کئی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہود کے علماء کے حق میں اس کا نزول ہوا تھا جنہوں نے توراۃ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محامد صرف اپنی قومی وجاہت اور ذرائع معاش کو برقرار رکھنے کے لئے اُڑا دیئے تھے اس لئے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا اسباب فروخت کرنے کے لئے رکھا اور خریداروں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ واللہ مجھے اس مال کی اتنی قیمت ملتی تھی حالانکہ اس کا یہ قول واقعہ کے خلاف تھا۔ وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک صحابی تھے انکا ایک زمین کے متعلق ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ زمین یہودی کے قبضہ میں تھی مگر ملک تھی صحابی کی۔ اور یہودی ملکیت سے منکر تھا۔ وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہیں؟ صحابی نے عرض کیا کہ گواہ تو نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر یہودی سے قسم لے لو۔ تو صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو قسم کھا جائے گا اور میرا مال لے اُڑے گا۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں دنیا میں ان اعمال و احوال سے بچایئے کہ جو آخرت میں نقصان اور خسارہ کا باعث ہیں۔ اور اُن اعمال و اقوال کی توفیق عطا فرمایئے جو آخرت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

اور بیشک اُن میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب میں کہ تم لوگ اُس کو کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے

وَاِنَّ	مِنْهُمْ	لَفَرِيْقًا	يَّلْوٗنَ	اَلْسِنَتَهُمْ	بِالْكِتٰبِ	لِتَحْسَبُوْهُ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمَا	هُوَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَيَقُوْلُوْنَ
اور بیشک	اُن سے (اُن میں)	ایک فریق	مروڑتے ہیں	اپنی زبانیں	کتاب میں	تاکہ تم سمجھو	سے	کتاب	حالانکہ نہیں	وہ	سے	کتاب	اور وہ کہتے ہیں

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں، اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں

هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَمَا	هُوَ	مِنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ	وَيَقُوْلُوْنَ	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ
وہ	سے	طرف	اللہ	حالانکہ نہیں	وہ	سے	طرف	اللہ	وہ بولتے ہیں	پر	اللہ	جھوٹ	اور وہ	وہ جانتے ہیں

کتاب میں یہود کی جعلسازیاں

یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز ولہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے۔ اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے یہ ہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بہیأت مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعلسازیاں کی گئی ہیں، آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں انمیں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اس کی کچھ تفصیل روح المعانی'' میں موجود ہے۔ اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

قرآن کریم میں جابجا کتب سابقہ میں تحریف کی خبر دی گئی ہے اس لئے تمام علمائے محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ موجودہ توریت وانجیل محرف ہے جس میں ہر قسم کی تحریف ہوئی ہے۔ کمی بھی ہوئی ہے۔ زیادتی بھی ہوئی ہے اور خود علمائے توریت وانجیل کو بھی اس کا اعتراف اور اقرار ہے۔ اگر کسی کو کتب سابقہ کی تحریفات کی پوری تفصیل حوالہ جات کے ساتھ دیکھنا منظور ہو اور خود علمائے نصاریٰ کے اعترافات اس سلسلہ میں معلوم کرنا درکار ہو تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب اظہار الحق جو عربی زبان میں ہے اور جس کا اردو ترجمہ وشرح وحاشیہ ''بائبل سے قرآن تک'' مطبوعہ مکتبۂ دار العلوم کراچی۔ ملاحظہ کرلے۔ جب اس کتاب اظہار الحق کا انگریزی ترجمہ شائع ہو کر لندن پہنچا تو لندن کے مشہور اخبار ''لندن ٹائمز'' نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہوجائے گی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمائیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ جو امانت کو دیانت کے ساتھ ادا کرنے والے ہوں اور حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو پورا کرنے والے ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرما دیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ

مَا كَانَ	لِبَشَرٍ	اَنْ	يُّؤْتِيَهُ	اللّٰهُ	الْكِتٰبَ	وَالْحُكْمَ	وَ	النُّبُوَّةَ	ثُمَّ	يَقُوْلَ	لِلنَّاسِ	كُوْنُوْا	عِبَادًا	لِّيْ
نہیں	کسی آدمی کیلئے	کہ	اسے عطا کرے	اللہ	کتاب	اور حکمت	اور	نبوت	پھر	وہ کہے	لوگوں کو	تم ہو جاؤ	بندے	میرے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مِنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر	سوا (بجائے)	اللہ	

شانِ نزول: حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیات مدینہ کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جب یہودی علماء اور نجرانی عیسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو ایک یہودی ابو رافع نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی ایسی ہی پرستش کرنے لگیں جیسے نصاریٰ مسیح کی پرستش کرتے ہیں؟ نصاریٰ بھی کہنے لگے کہ کیا آپ ہم سے اسی کے خواستگار ہیں اور اسی کی ہم کو دعوت دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا معاذ اللہ! ہم سوائے اللہ کے کسی کی بندگی کرنا نہیں چاہتے۔ نہ ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں نہ ہم کو خدا نے اس واسطے بھیجا ہے۔ نہ اس کا حکم دیا ہے۔ اور اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

پیغمبر کا کام: یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوت فیصلہ دیتا ہے اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے، اس کا یہ کام بھی کبھی نہیں ہوسکتا کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ خداوند قدوس نے جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا، فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا، دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تکمیل کرنے اور رعایا کو جادۂ وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اس سے توقع کی جاسکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کرسکتی۔ جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اسکی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو، بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا جذبہ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کرسکی ہو۔ لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں، اگر کسی فرد کی نسبت اس کو علم ہے کہ یہ میری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کرے گا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اس کے خلاف ثابت ہوسکے۔ ورنہ علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے پھر جب انبیاء علیہم السلام ادنیٰ عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا بھی رد ہوگیا جو کہتے تھے کہ ابنیت والوہیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے اور ان مسلمانوں کو بھی نصیحت کردی گئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہوگئی جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ (العیاذ باللہ)

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ

ولیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بتلا دے گا کہ تم

وَلٰكِنْ	كُوْنُوْا	رَبّٰنِيّٖنَ	بِمَا	كُنْتُمْ + تُعَلِّمُوْنَ	الْكِتٰبَ	وَبِمَا	كُنْتُمْ + تَدْرُسُوْنَ	وَ	لَا يَاْمُرَ	كُمْ
اور لیکن	تم ہو جاؤ	اللہ والے	اسلئے کہ	تم سکھاتے ہو	کتاب	اور اس لئے	تم پڑھتے ہو	اور	نہ حکم دے گا	تمہیں

اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلا دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو

اَنْ	تَتَّخِذُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَالنَّبِيّٖنَ	اَرْبَابًا	اَيَاْمُرُكُمْ	بِالْكُفْرِ	بَعْدَ	اِذْ	اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
کہ	تم ٹھہراؤ	فرشتے	اور نبی	پروردگار	کیا وہ تمہیں حکم دیگا؟	کفر کا	بعد	جب	تم	مسلمان

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر خدا پرستی کا داعی ہوتا ہے

ان آیات میں ارشاد یہ ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے خلعت بشری اور جامۂ کمال انسانی سے سرفراز فرمایا اور پھر کتاب الٰہی کا علم بھی عطا فرمایا اور فقط علم ہی نہیں بلکہ فہم شریعت کی قوت بھی اس کو مرحمت کی اور اپنی طرف سے ایک نور روحانی اس کو عنایت کیا جس کی وجہ سے علم شریعت کی سمجھ اس کو حاصل ہو گئی اور فقط یہی نہیں بلکہ اس کو اپنے زمانہ کے انسانوں سے امتیاز بھی عطا کیا اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا ایسے شخص کو کسی طرح سزاوار نہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتا ہے کہ کہنے لگے لوگو خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور میری عبادت و بندگی کرنے لگو بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے اور یہی کہنا سزاوار ہے کہ خدا پرست اللہ والے بن جاؤ۔ لوگوں کو اللہ کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرتا ہے نہ یہ کہ ان کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اگر ایسا کرنے لگے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خداوند قدوس نے اُسے جن منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی لوگوں کو یہ تعلیم نہیں دے سکتا کہ فرشتوں یا نبیوں کو رب بنا لو بلکہ وہ تو انہیں شرک و کفر سے ہٹا کر مسلم و موحد بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی سلطان یا بادشاہ ایسے آدمی کو اپنا نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتا جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا ادنیٰ سا شائبہ ہو تو اس مثال سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب دنیاوی حکومتیں اتنی احتیاط کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کا علم کامل ہے وہ کیسے اُس کو پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو اُس کی بغاوت کرے اور اللہ تعالیٰ کو معبود بتانے کے بجائے اپنی بندگی کرنے لگے۔ گویا یہ ہرگز ممکن نہیں۔ الغرض ان آیات سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی بالکل تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہلوایا اور اپنے آپ کو اس کی خدائی میں شریک ٹھہرایا یا اپنے آپ کو سجدہ کرایا۔ بھلا ایسی کھلی غلطی اللہ کے نبی اور رسول کیسے کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا بالکل غلط ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی معصومیت اور بے گناہی کو کھول کر واضح کر دیا اور وہ تمام بہتان رد کر دیئے جو یہود و نصاریٰ نبیوں پر لگا رہے تھے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے کفر و شرک و یہودیت و نصرانیت سے بچا کر ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اے اللہ ہم کو اپنی ذات پاک کی صحیح معرفت و توحید عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصداق ہو وہ بولے ہم نے اقرار کیا

وَاِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	النَّبِيّٖنَ	لَمَآ	اٰتَيْتُكُمْ	مِّنْ	كِتٰبٍ	وَّحِكْمَةٍ	ثُمَّ	جَآءَ	كُمْ	رَسُوْلٌ	مُّصَدِّقٌ
اور جب	لیا	اللہ	عہد	نبی (جمع)	جو کچھ	میں تمہیں دوں	سے	کتاب	اور حکمت	پھر	آئے	تم	رسول	تصدیق کرتا ہوا

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ

اُس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اُس کی طرفداری بھی کرنا فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟

لِّمَا	مَعَكُمْ	لَتُؤْمِنُنَّ	بِهٖ	وَ	لَتَنْصُرُنَّهٗ	قَالَ	ءَ	اَقْرَرْتُمْ	وَاَخَذْتُمْ	عَلٰى	ذٰلِكُمْ	اِصْرِيْ	قَالُوْٓا	اَقْرَرْنَا
جو	تمہارے پاس	تم ضرور ایمان لاؤ گے	اس پر	اور	تم ضرور مدد کرو گے اس کی	اس نے فرمایا	کیا	تم نے اقرار کیا	اور تم نے قبول کیا	پر	اس	میرا عہد	انہوں نے کہا	ہم نے اقرار کیا

اللہ تعالیٰ کا انبیاء سے عہد لینا

اب یہاں اس آیت میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو یقیناً پہلے انبیاء اور انکی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا تو پہلی نبی کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے نبی کی سچائی اور نبوت پر ایمان خود بھی لائے اور اپنی اُمت کو بھی اس کی ہدایت کرے۔ قرآن کریم کے اس قاعدہ کلیہ سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا اور تمام انبیائے سابقین نے اپنی اپنی اُمتوں سے بھی قول و قرار لئے کیونکہ ایک آپ ہی کی ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود باوجود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ اکثر مفسرین کا جن میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں قول یہی ہے کہ یہاں آیت میں رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ سے مراد ذات گرامی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس صورت میں میثاق انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لیا تھا کہ اگر وہ خود ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید و نصرت کریں اور اپنی اپنی اُمتوں کو بھی یہی ہدایت کر جائیں۔ اور یہی مضمون صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ بھی کتاب اللہ یعنی قرآن کریم اور تمہارے نبی ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔

اور اہل کتاب کو اتمام حجت کے لئے سنایا جا رہا ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کرتے پھرتے ہو حالانکہ اُن کی افضلیت کا حال یہ ہے کہ تمام اور ان کی اُمتوں سے آپ کو سچا ماننے اور آپ کی تائید و نصرت کا عہد لیا گیا تھا تو پھر تم کس شمار میں ہو اور تم نے میثاق الٰہی کو فراموش کر دیا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان و اطاعت کے عہد کی وفاداری کی توفیق دے۔ آمین　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں سو جو شخص رُوگردانی کرے گا بعد اس کے تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں

قَالَ	فَاشْهَدُوْا	وَاَنَا	مَعَكُمْ	مِنَ	الشّٰهِدِيْنَ	فَمَنْ	تَوَلّٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفٰسِقُوْنَ
اس نے فرمایا	پس تم گواہ رہو	اور میں	تمہارے ساتھ	سے	گواہ (جمع)	پھر جو	پھر جائے	بعد	اس	تو وہی	وہ	نافرمان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے عہد کا منکر اللہ کا سرکش ہے

گذشتہ آیات میں میثاق انبیاء کے ذکر میں یہ بتلایا گیا تھا کہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں۔ بے چون وچرا اُن کی اطاعت کریں اور ہر طرح سے اُن کی مدد کریں۔ ہر نبی کے زمانہ میں ہر اُمت سے یہی عہد لیا گیا ہے اور جس سے اب نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اہل کتاب اعراض اور روگردانی کر رہے ہیں اور پختہ عہد کے بعد اس عہد سے روگردانی کرنا یہ صریح فسق ونافرمانی ہے۔

مخالفت عہد پر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کے بعد اپنے عہد سے پھر جائیں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کریں گے اور آپ پر ایمان نہ لائیں گے تو وہ نافرمان سرکش ہوں گے۔ طاعت الٰہی کے دائرہ سے خارج ہوں گے اور حلقۂ کفر میں داخل ہوں گے۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دنیا کے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت

مسلمانوں کا تو یہ اجماعی متفقہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں اور علمائے عقائد اس عقیدہ کو احادیث کثیرہ اور متعدد آیات قرآنیہ سے ثابت کرتے ہیں لیکن اس آیت نمبر ۸۱ سے بھی آپ کی افضلیت، سیادت اور خاتمیت ثابت ہوتی ہے کہ آپ تمام اولین وآخرین کے سردار ہیں اور آپ کی تائید اور نصرت کا عہد تمام انبیاء سے لیا گیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت عامہ ہے یعنی آپ کی نبوت آپ کے زمانہ سے قیامت تک کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ مُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ یعنی میں نبی ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی آب وگل ہی میں تھے۔ یا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت علیہ اور امامت عظمیٰ ہی کی دلیل ہے کہ شب معراج میں آپ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے مقام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھڑے ہوں گے اور تمام بنی آدم آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک علیہ۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اُمت مسلمہ میں پیدا فرما کر "اسلام" جیسا دین۔ اور قرآن جیسی کتاب اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے افضل الانبیاء والمرسلین نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ ہم کو ان نعمتوں کی سچی اور صحیح قدر دانی کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمکو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں میں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور بے اختیاری سے اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے

اَفَغَيْرَ	دِيْنِ	اللّٰهِ	يَبْغُوْنَ	وَلَهٗ	اَسْلَمَ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	طَوْعًا	وَّكَرْهًا	وَ	اِلَيْهِ	يُرْجَعُوْنَ
کیا؟ سوا	دین	اللہ	وہ ڈھونڈتے ہیں	اور اس کیلئے	فرمانبردار ہے	جو	میں	آسمانوں	اور زمین	خوشی سے	اور ناخوشی سے	اور	اس کیطرف	وہ لوٹائے جائینگے

شانِ نزول

بغوی نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ جھگڑا لے کر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں فریق دین ابراہیم سے علیحدہ ہیں اس فیصلہ سے دونوں ناراض ہوگئے اور کہنے لگے ہم آپ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپ کے مذہب کو پسند کرتے ہیں اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

عالم کا ذرہ ذرہ تابع فرمان ہے تو پھر انسان کیوں نافرمان ہوتا ہے

یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے جس کے معنی ہیں حکم برداری مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اس کے سامنے گردن جھکا دو پس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاء لے کر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے کیا اسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اس خدا کی حکمرداری اختیار نہ کرے جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچاری سے، جیسے عالم کا ذرہ ذرہ ان آثار و حوادث میں جن کا وقوع و ظہور بدون مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔ (تفسیر عثمانی)

مجبوراً مطیع ہونا:

وکرھا اور مجبوراً بھی مطیع ہیں۔ خواہ اسلام کی قوت کی وجہ سے یا ایسے اسباب کا معائنہ کرنے کی وجہ سے جو اسلام پر مجبور کرتے ہیں جیسے (بنی اسرائیل کے سروں پر) پہاڑ کو اکھاڑ کر معلق کیا گیا یا آل فرعون کو غرق کیا گیا تھا یا موت کا پھندہ گلے میں پڑنے لگتا ہے تو منکر بھی اسلام پر مجبور ہو جاتا ہے یہ صورت تو اوامر تکلیفیہ میں ہوتی ہے اور اوامر تکوینیہ میں تو کوئی اختیار رہتا ہی نہیں ہے نیچرل تسخیر سب کو محیط ہے اور سب مسخر ہیں (بہرحال مؤمن و کافر سب چار و ناچار اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ (تفسیر مظہری)

وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ سب کو آخرکار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہئے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دین حق سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو روشن فرما دے اور اس دین متین کو تبلیغ اشاعت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقرر فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اُس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اُس پر جو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ

قُلْ	اٰمَنَّا	بِاللّٰہِ	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلَیْنَا	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلٰٓی	اِبْرٰھِیْمَ	وَاِسْمٰعِیْلَ	وَاِسْحٰقَ
کہہ دیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہم پر	اور جو	نازل کیا گیا	پر	ابراہیم	اور اسمٰعیل	اور اسحاق

وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ

و یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے

وَیَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ	وَ	مَآ اُوْتِیَ	مُوْسٰی	وَعِیْسٰی	وَالنَّبِیُّوْنَ	مِنْ	رَّبِّھِمْ	لَا نُفَرِّقُ	بَیْنَ
اور یعقوب	اور اولاد	اور	جو دیا گیا	موسیٰ	اور عیسیٰ	اور نبی (جمع)	سے	ان کا رب	فرق نہیں کرتے	درمیان

اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں

اَحَدٍ	مِّنْھُمْ	وَنَحْنُ	لَہٗ	مُسْلِمُوْنَ
کوئی ایک	ان سے	اور ہم	اسکے	فرمانبردار

دین اسلام کی حقیقت کا اظہار و اعلان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کی حقیقت کا حاصل ظاہر کرنے کا ارشاد ہے۔ "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ حاصل دین اسلام کے اظہار کے لئے فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس حکم پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس حکم پر جو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب میں جو نبی گزرے ہیں ان کی طرف بھیجا گیا اور اس حکم پر بھی جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دوسری نبیوں کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے۔ سو ہم اُن سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی اس کیفیت سے کہ ہم ان حضرات میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے کہ کسی پر ایمان رکھیں اور کسی پر ایمان نہ رکھیں اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں انہوں نے یہ دین ہم کو بتلایا ہم نے اختیار کرلیا"۔ یعنی ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اس طرح کہ اس کو وحدہٗ لاشریک جانتے ہیں۔ جامع صفات کمال اور عیوب و نقائص سے پاک خیال کرتے ہیں اور اس کے نازل کردہ اوامر و نواہی کے پابند ہیں اور اس کے تمام احکام کو برحق جانتے ہیں اور ہم ان شریعتوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لائے جو حضرت ابراہیم۔ حضرت اسمٰعیل۔ حضرت اسحاق۔ حضرت یعقوب اور نسل یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوئی تھی۔ سب کو برحق جانتے ہیں اور ہر نبی کو سچا اور توحید کا علمبردار جانتے ہیں اور جو کتابیں و صحیفے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو دیئے گئے سب پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ مُنَزَّلٌ مِنَ اللہ تھیں۔ ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم سب انبیاء کو اللہ کے سچے پیغمبر مانتے ہیں۔ سب کو اللہ کے برگزیدہ بندے اور توحید کے داعی سمجھتے ہیں اے اہل کتاب تمہاری طرح نہیں کہ بعض انبیاء کی تصدیق کریں بعض کی تکذیب۔ ہم تو اُس وحدہٗ لاشریک کے احکام کے سامنے سر جھکانے والے ہیں اُسی کے مطیع اور فرمانبردار ہیں اور اُسی کے لئے اپنی طاعت و بندگی کو مخصوص کرنے والے ہیں۔ یعنی اسلام کی اس حقیقت ہی سے اس کی خوبی ظاہر ہے پھر اس کو ترک کرنا یا نہ ماننا سخت بے دینی اور بے انصافی ہے گویا اہل کتاب کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر ہدایت حاصل کرنا مقصود ہے تو اسلام کی تقلید کرلو اور اسلام کی سیدھی راہ پر چل پڑو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرلو۔

دُعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا۔ اور کفر و شرک اور یہودیت و نصرانیت سے بچایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اُس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا

وَمَنْ	يَّبْتَغِ	غَيْرَ	الْاِسْلَامِ	دِيْنًا	فَلَنْ	يُّقْبَلَ	مِنْهُ	وَهُوَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور جو	چاہے گا	سوا	اسلام	کوئی دین	تو ہرگز نہ	قبول کیا جائیگا	اس سے	اور وہ	میں	آخرت	سے	نقصان اٹھانیوالے

دین اسلام کے بعد کوئی دین قبول نہیں

اب دین اسلام کے علاوہ جو کوئی اور کوئی دین طلب کرے گا اور اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو درجہ قبولیت حاصل نہ ہوگا اور وہ نجات سے محروم رہے گا۔ اس کا کوئی عمل۔ ریاضت مجاہدہ مقبول نہیں وہ حقیقی بندگی سے محروم ہے اور اس کی کل کری کرائی محنت آخرت میں برباد جائے گی اور قیامت کے دن نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور وہ خسارہ میں رہے گا۔ نہ اس کو خدا کی مغفرت حاصل ہوگی اور نہ نجات ملے گی۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وغیرہ متعدد آیتوں میں یہ مضمون صاف صاف بیان ہو چکا ہے کہ سچا اور مقبول دین صرف یہی دین ہے جس کی کتاب قرآن ہے اور جس کے لانے والے سکھانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس ایک دین کے علاوہ اور جتنے بھی دین و مذہب اپنی موجودہ صورت میں موجود ہیں ان کی مثال فرسودہ اور ٹکسال باہر سکوں کی سی ہے کہ کہنے کو سکے وہ بھی ہیں لیکن جب چل نہ سکے تو ان کا سکہ ہونا نہ ہونا برابر' یہ آیت اس حقیقت کو اور زیادہ موکد و آشکار کر رہی ہے دوسری ادیان و مذاہب کو بھی گو وہ اصلاً کیسے ہی ہوں ان کی موجودہ صورت میں اسی دین حق کی طرح سچا سمجھنا' ہر دین و مذہب کو نجات کے لئے کافی سمجھنا یا سب مذہبوں کو ملا جلا کر اُن کا ایک ملغوبہ تیار کرنا' یہ کہنا کہ دیر و حرم' کعبہ و کلیسا سب یکساں ہیں' ضلالت و بے دینی ہی کی شکلیں ہیں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی بعض اہل قلم ایسی ہی نامراد کوششوں میں مصروف ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام اللہ کے سامنے گردن ڈال دینے کا نام ہے اور یہی تمام انبیاء کرام کا دین اور مذہب رہا ہے اور یہی دین نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی دین قبول نہیں۔ اب یہاں تک تو ان لوگوں کا بیان تھا کہ جنھوں نے اسلام میں داخل ہونے سے اعراض کیا۔ اب آئندہ ان لوگوں کا بیان ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر گئے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ! قیامت کے دن اسلام ہمارا سفارشی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اور آپ کی رضا اور مغفرت حاصل ہو اور آپ کی رضا کا ٹھکانا یعنی جنت الفردوس ہم کو عطا ہو۔

اے اللہ! ہم نے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اقرار اور عہد کیا ہے ہم کو اس عہد کو کامل طور پر پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یا اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت اسلامیہ دنیا کو عطا فرمائی ہے اس کا ظاہراً و باطناً ہم کو کامل پابندی نصیب فرما۔ اے اللہ! آپ کی قہاری و جباری کے سامنے سب سرنگوں ہیں۔ ہمیں خوشی اور اختیار سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہوگئے بعد ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ اُن کو واضح

كَيْفَ	يَهْدِي	اللّٰهُ	قَوْمًا كَفَرُوْا	بَعْدَ	اِيْمَانِهِمْ	وَشَهِدُوْٓا	اَنَّ	الرَّسُوْلَ	حَقٌّ	وَّجَآءَ	هُمُ
کیونکر	ہدایت دے گا	اللہ	ایسے لوگ جو کافر ہوگئے	بعد	ان کا (اپنا) ایمان	اور انہوں نے گواہی دی	کہ	رسول	سچے	اور آئیں	ان

الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے

الْبَيِّنٰتُ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	اُولٰۗىِٕكَ	جَزَاۗؤُھُمْ	اَنَّ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةَ	اللّٰهِ
کھلی نشانیاں	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم (جمع)	ایسے لوگ	ان کی سزا	کہ	ان پر	لعنت	اللہ

وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾

اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی

وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ	وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ	
اور فرشتے	اور لوگ	تمام	

دنیا پرست اہل علم

جن لوگوں نے وضوح حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ رسول سچا ہے۔ اسکی حقانیت وصداقت کے روشن دلائل کھلے نشانات اور صاف بشارات ان کو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی کبرو حسد اور حب جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر وعدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے جیسا کہ عموماً یہود و نصاریٰ کا حال تھا، ایسے ہٹ دھرم، ضدی معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جاسکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ ان کو نجات و فلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائے گا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اس کی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کا راہ دے۔ اسی پر ان بدبختوں کو قیاس کرلو جو قلبی معرفت ویقین کے درجہ سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ ان پہلوں سے بھی زیادہ کجرو بے حیا واقع ہوئے ہیں، اس لئے ان سے بڑھ کر لعنت وعقوبت کے مستحق ہوں گے۔ (تفسیر عثانی)

اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت

یعنی خدا فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ ہر انسان حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت گو اس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔ (تفسیر عثانی)

لعنت اللہ سے مراد ہے اللہ کا غضب لیکن اللہ کے غضب کے بعد اس کی رحمت سے دوری ضروری ہے (اس لئے لعنت سے مراد ہوئی رحمت سے دوری) اور فرشتوں کی لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دور رہنے کی بددعا۔ اور تمام لوگوں سے مراد ہیں تمام مؤمن یا سب آدمی خواہ کافر ہوں یا مؤمن کیونکہ کافر بھی منکر حق پر لعنت کرتا ہے اگرچہ (اس کی لعنت اسی پر پڑتی ہے کیونکہ وہ بھی منکر حق ہوتا ہے مگر) وہ حق کی شناخت نہیں رکھتا یا یہ مراد ہے کہ قیامت کے دن بعض کافر بعض کافروں پر لعنت کریں گے اللہ نے فرمایا ہے يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ (تفسیر مظہری)

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جاوے گی ہاں مگر جو لوگ توبہ کریں اس کے بعد

خٰلِدِیْنَ	فِیْهَا	لَا یُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا	هُمْ	یُنْظَرُوْنَ	اِلَّا	الَّذِیْنَ	تَابُوْا	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	نہ ہلکا کیا جائے گا	ان سے	عذاب	اور نہ	انہیں	مہلت دی جائیگی	مگر	جو لوگ	توبہ کی	بعد	اس

وَاَصْلَحُوْا ۖ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۹﴾

اور اپنے کو سنواریں سو بیشک خدا تعالیٰ بخشدینے والے رحمت کرنیوالے ہیں۔

وَاَصْلَحُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ	
اور اصلاح کی	تو بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا	

شانِ نزول

نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ایک انصاری مسلمان ہونے سے کچھ مدت کے بعد مرتد ہو گیا لیکن پھر اسے پشیمانی ہوئی اس نے اپنے خاندان والوں کے پاس پیام بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیج کر یہ دریافت کراؤ کہ کیا اب میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے اس پر آیت

كَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

نازل ہوئی اور انصاری کے خاندان والوں نے اس کے پاس (قبول توبہ کا) پیام بھیج دیا وہ (پھر) مسلمان ہو گیا۔ ابن المنذر نے (مسند میں) اور عبدالرزاق نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ حارث بن سوید آ کر مسلمان ہوا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کافر ہو کر اپنے قبیلہ میں لوٹ گیا اللہ نے اس کے متعلق آیت

كَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ .... فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

نازل فرمائی اس کے خاندان کے کسی شخص نے یہ آیت لے جا کر اس کو سنا دی حارث نے کہا خدا کی قسم میری دانست میں تم بڑے سچے آدمی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ سچے ہیں اور اللہ دونوں سے بڑھ کر سچا ہے اس کے بعد حارث رضی اللہ عنہ واپس آ کر مسلمان ہو گیا اور اچھا مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

ہمیشہ کی لعنت: خٰلِدِیْنَ فِیْهَا: اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے یا آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ آگ کا ذکر گو صراحتاً نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے (کیونکہ لعنت کے بعد دوزخ لازم ہے)۔ (تفسیر مظہری) بہر حال اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہے گا دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔ (تفسیر عثمانیؒ)

اور آخرت میں انہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذرا سی دیر کے لئے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائے گا۔ (تفسیر عثمانیؒ)

بے انتہاء رحمت کے کرشمے: ایسے سخت بے حیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کر لے تو سب گناہ ایک قلم معاف کر دیئے جاتے ہیں **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** (تفسیر عثمانیؒ)

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ: ہاں جن لوگوں نے ارتداد سے توبہ کر لی۔ واصلحوا! اور اصلاح نفس کر لی۔ یہ تابوا کی تفسیر ہے توبہ کر لی یعنی نیک ہو گئے مراد یہ ہے کہ مسلمان ہو گئے یا یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ٹھیک کر لیا یعنی (کفر کی وجہ سے) جو ملک میں بگاڑ کیا تھا اس کو (ایمان کے بعد) درست کر لیا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ: تو بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا ہے ان کی توبہ قبول فرما لے گا اور ان سے جو اللہ کی حق تلفیاں ہوئی ہیں ان کو معاف کر دے گا۔ رَّحِیْمٌ: وہ مہربان ہے ان پر مہربانی کر کے جنت میں لے جائے گا۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ ہم سے جواب تک گناہ اور قصور ہو چکے ہیں اُن پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنے کرم سے ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿۹۰﴾

بے شک جولوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	بَعْدَ	إِيمَانِهِمْ	ثُمَّ	ازْدَادُوا	كُفْرًا	لَنْ تُقْبَلَ	تَوْبَتُهُمْ	وَأُولَٰئِكَ	هُمُ	الضَّالُّونَ
بیشک	جولوگ	کافر ہوگئے	بعد	اپنے ایمان	پھر	بڑھتے گئے	کفر میں	ہرگز نہ قبول کی جائیگی	ان کی توبہ	اور وہی لوگ	وہ	گمراہ

دو قسم کے لوگ جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی

گذشتہ آیات میں توبہ کرنے والوں کا ذکر تھا اب آگے ان آیات میں مزید دو قسم کے لوگوں کا حال بیان فرمایا جارہا ہے۔ایک تو وہ جو کفر سے توبہ تو کرتے ہیں مگر ان کی توبہ صحیح نہیں ہوتی بلکہ اُن کی توبہ فاسد ہوتی ہے مثلاً یہ کہ دل سے توبہ نہ کریں محض زبان سے کسی مصلحت سے الفاظ توبہ کے کہدیں یا وقت نکلنے کے بعد توبہ کریں جیسے فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی۔اسی طرح یہ لوگ ایسے وقت توبہ کریں کہ جب موت بالکل سامنے آگئی اور عذاب کے فرشتے نظر آنے لگے تو ایسے لوگوں کی توبہ مقبول نہیں بلکہ مردود اور فاسد ہے اس لئے کہ توبہ کی شرط مفقود ہے۔دل میں ایمان نہیں۔دل حق کی عداوت اور باطل کی محبت سے لبریز ہے۔محض زبان سے یا کسی مصلحت و پالیسی کی بنا پر توبہ کی جارہی ہے یا توبہ کا وقت نکل چکا ہے اور وقت نکلنے کے بعد مجبور ہو کر توبہ کر رہے ہیں تو اُن کا ذکر اس پہلی آیت میں فرمایا گیا۔''بیشک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد۔پھر بڑھتے رہے کفر میں یعنی کفر پر دوام رکھا ایمان نہیں لائے ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں''یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے۔نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا۔نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی۔بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث و مناظرہ اور جنگ و جدل کرتے رہے۔جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے عذاب کے نظر آنے لگے تو توبہ کی سوجھی یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہر طور پر رسمی الفاظ توبہ کی کہدیئے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کرلی جنہیں اپنے زُعم میں گناہ سمجھ رہے تھے تو یہ توبہ کسی کام کی نہیں اور بارگاہ رب العزت میں قبول نہ ہوگی۔

دُعاء کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جب ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو اسلام و ایمان کی سچی قدر و وقعت بھی نصیب فرمائیں۔اور ہم کو اپنے اسلام و ایمان کو کامل و مکمل بنانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔اے اللہ اسلام و ایمان ہمیں دنیا میں سب سے زیادہ محبوب بنادے حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہمارا دین اسلام ہو جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَھُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا وَّلَوِ

بیشک جولوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں سو اُن میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا اگرچہ وہ

اِنَّ	الَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡا	وَمَاتُوۡا	وَھُمۡ	کُفَّارٌ	فَلَنۡ یُّقۡبَلَ	مِنۡ	اَحَدِ	ھِمۡ	مِلۡءُ	الۡاَرۡضِ	ذَھَبًا	وَّلَوِ
بیشک	جولوگ	کفر کیا	اور وہ مر گئے	اور وہ	حالت کفر	تو ہرگز قبول نہ کیا جائیگا	سے	ان	کوئی	بھرا ہوا	زمین	سونا	اگرچہ

افۡتَدٰی بِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّمَا لَھُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۹۱﴾

معاوضہ میں اُس کا دینا بھی چاہے اُن لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور اُن کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے

افۡتَدٰی	بِهٖ	اُولٰٓئِکَ	لَھُمۡ	عَذَابٌ	اَلِیۡمٌ	وَمَا	لَھُمۡ	مِنۡ	نّٰصِرِیۡنَ	
بدلہ دے	اسکو	یہی لوگ	ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور نہیں	انکے لئے	کوئی	مددگار	

قیامت میں ایمان وعمل کے علاوہ کوئی دولت کام نہ آسکے گی

آگے اسلام سے اعراض وانکار کرنے والوں کی ایک اور قسم ہے جس کا دوسری آیت میں ذکر ہو۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَھُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِھِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰی بِهٖ اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّمَا لَھُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ۔ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور بدون توبہ کے کفر کی حالت میں مر گئے تو ہرگز قبول نہ کیا جائے گا ایسے کسی شخص سے روئے زمین کے برابر سونا اگرچہ وہ سونے کی اتنی مقدار کو عذاب کے فدیہ اور معاوضہ میں لاکر پیش بھی کردے اور یہ کہے کہ مجھ کو عذاب سے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور بدون پیش کئے تو پوچھتا ہی کون ہے یعنی اگر بالفرض محال کافر کے پاس روئے زمین کے برابر سونا موجود بھی ہو۔ اور بطور فدیہ کے عذاب سے رہائی کے لئے پیش بھی کرنا چاہے تب بھی قبول نہ کیا جائے گا چہ جائیکہ خالی ہاتھ ہو اور ایک ذرہ کا بھی مالک نہ ہو تو ایسے کو کون پوچھتا ہے ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا جو ان کو عذاب خداوندی سے بچا سکے''۔ یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہیں چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان اور اعمال صالحہ کام دے سکتی ہے۔ وہاں نہ زَر کام دے گا نہ زور۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ قیامت کے دن کفار جنہوں نے زندگی میں توبہ نہ کی اور کفر پر مرتے وقت تک قائم رہے تو اگر اپنی رہائی کے لئے روئے زمین کے برابر سونا بھی خرچ کریں تو خاک ذرہ برابر بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ اگر کفار اپنے اموال سے آخرت میں منتفع ہونا چاہیں تو مسلمان ہوکر اور اسلام قبول کر کے یہاں دنیا میں مال فی سبیل اللہ خرچ کریں۔

الحمدللہ کہ آج کی ایات پر تیسرے پارہ تلک الرسل کا بیان ختم ہوا۔ اور سورۂ آل عمران کی ۹۱ آیات کی تفسیر وتشریح پوری ہوئی اب ان شاء اللہ آئندہ چوتھے پارہ کی ابتداء سے سورۂ آل عمران کی بقیہ آیات کا بیان جاری رہے گا۔

دُعاء کیجئے

اے اللہ ہمیں اپنے دین اسلام کے لئے اپنی جان مال کی قربانی والا بنادے اور دین اسلام کی خدمت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقدر فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

لَنۡ تَنَالُوا

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی خوب جانتے ہیں۔

لَنْ تَنَالُوا	الْبِرَّ	حَتّٰى	تُنْفِقُوْا	مِمَّا	تُحِبُّوْنَ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ شَیْءٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِیْمٌ
تم ہرگز نہ پہنچو گے	نیکی	جب تک	تم خرچ کرو	اس سے جو	تم محبت رکھتے ہو	اور جو	تم خرچ کرو گے	سے (کوئی) چیز	تو بیشک	اللہ	اس کو	جاننے والا

اللہ کی راہ میں محبوب مال خرچ کرنے کی ترغیب:

الحمد للہ اب چوتھے پارہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔ جس کی صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے۔ گذشتہ آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں کفار اپنی رہائی کے لئے اگر زمین بھر کر بھی سونا خرچ کریں تو ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اس سے ان کے مال کا آخرت میں ان کے لئے نافع نہ ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے مقابل دنیا میں اللہ کی راہ میں مال صرف کرنے کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کو دنیا میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آخرت میں نفع ہوگا۔ اسلئے اہل اسلام کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ ویسے تو تم خدا کی راہ میں کیسی ہی معمولی چیز کیوں نہ خرچ کرو وہ بھی تمہارے لئے نافع اور مفید ہوگی مگر جو چیز تمہارے نزدیک زیادہ محبوب و مرغوب ہو اگر اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو ابرار کا درجہ حاصل ہوگا۔

حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں پر نظر ڈالی اور انکو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواستیں ہونے لگیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اس وقت تمام انصار مدینہ میں حضرت ابوطلحہؓ سب سے زیادہ مالدار تھے۔ وہ اپنے تمام مال و جائیداد میں "بیرحا" نامی باغ کو جو مسجد نبوی کے سامنے تھا سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کے کنویں کا میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے تمام اموال میں یہ باغ "بیرحا" مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے لہٰذا میں اسکو اس امید میں کہ جو بھلائی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی میرے لئے جمع رہے میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو اختیار ہے جس طرح مناسب خیال فرمائیں اس کو تقسیم فرما دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر فرمانے لگے کہ خوب یہ بہت ہی فائدہ مند مال ہے اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ پھر فرمایا میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے اقربا رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا بہت اچھا اور پھر اسے اپنے اقربا اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم فرما دیا۔

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صدقہ:

بخاری و مسلم ہی میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہتر مال وہ ہے جو خیبر میں میری زمین کا ایک حصہ ہے۔ میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ فرمائیے کیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل زمین کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار پھل وغیرہ اللہ کی راہ میں وقف کر دو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

جب میں تلاوت کے دوران اس آیت پر پہنچا تو میں اپنے تمام مال و جائیداد کو تصور میں لایا لیکن مجھے اپنی رومی کنیز سے زیادہ کوئی چیز محبوب تر نظر نہ آئی لہٰذا میں نے اسی کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

حضرت زیدؓ کا صدقہ:

حضرت زید بن حارثہؓ اپنا ایک گھوڑا لئے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مجھے اپنی املاک میں یہ سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسکو قبول فرما لیا۔ لیکن ان سے لیکر انہی کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو دے دیا۔ حضرت زیدؓ اس پر کچھ دلگیر ہوئے کہ میرا صدقہ میرے ہی گھر میں واپس آ گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا صدقہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق روایت ہے کہ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ ان کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے مرغوب و پسند ہے۔ یہ چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں۔

اللہ کی راہ میں جتنا بھی دو عمدہ چیز دو:

آیت میں یہ بھی قابل غور ہے کہ تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ فرمایا یعنی خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ۔ لفظ مِمَّا سے اشارہ ہوتا ہے کہ آیت سے یہ مقصود نہیں کہ جتنی چیزیں اپنے نزدیک محبوب اور پیاری ہیں ان سبھی کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جتنا بھی خرچ کرنا ہے اس میں اچھی اور پیاری چیز دیکھ کر خرچ کریں تو کامل نیکی اور مکمل ثواب کے مستحق ہوں گے علمائے محققین نے لکھا ہے کہ آیت کے مفہوم میں صدقات واجبہ زکوٰۃ وغیرہ اور نفلیہ خیرات دونوں شامل ہیں اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جو صدقہ بھی ادا کرو خواہ زکوٰۃ فرض ہو یا کوئی نفل صدقہ و خیرات ہو ان سب میں مکمل فضیلت جب ہے کہ اپنی محبوب و پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

دو اہم باتیں:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ اس سے دو باتیں مفہوم ہوئیں:۔ (۱) ایک یہ کہ آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے اسکی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ پر روشن ہے وہ جانتے ہیں کہ محبوب شے کو خرچ کر رہا ہے یا نہیں۔ اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کر رہا ہے یا ریا، نام و نمود اور شہرت کے لئے۔ تو محض کسی کا زبانی دعویٰ کہ میں اپنی محبوب چیز کو اللہ کے لئے خرچ کر رہا ہوں کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو دل کے پوشیدہ رازوں سے واقف ہے وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ واقع میں اس خرچ کا کیا درجہ اور کیا حیثیت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ مفہوم ہوئی کہ اگرچہ خیر کامل اور صف ابرار میں داخلہ محبوب شے خرچ کرنے پر موقوف ہے لیکن مطلق ثواب سے کوئی صدقہ خالی نہیں خواہ محبوب چیز خرچ کریں یا زائد اور فالتو اشیاء۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے لئے ہم کو اپنی پیاری اور محبوب شے کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور اس پر اجر و ثواب عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہر حال میں ہم کو اخلاص نصیب فرمایئے اور نام و نمود۔ شہرت و ریا کے گناہوں سے کامل طور پر بچایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ

سب کھانے کی چیزیں نزولِ توریت کے قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوبؑ نے اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا

كُلُّ	الطَّعَامِ	كَانَ	حِلًّا	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اِلَّا	مَا حَرَّمَ	اِسْرَآءِيْلُ	عَلٰى	نَفْسِهٖ
تمام	کھانے	تھے	حلال	بنی اسرائیل کے لئے	مگر	جو حرام کرلیا	اسرائیل (یعقوبؑ)	پر	اپنی جان

مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۹۳

بنی اسرائیل پر حلال تھی فرما دیجئے کہ پھر توریت لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔

مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تُنَزَّلَ	التَّوْرٰىةُ	قُلْ	فَاْتُوْا	بِالتَّوْرٰىةِ	فَاتْلُوْھَا	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
سے	قبل	کہ	نازل کی جائے (اترے)	توریت	آپ کہدیں	سو تم لاؤ	توریت	پھر اس کو پڑھو	اگر	تم ہو	سچے

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۹۴

سو جو شخص اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے سو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں۔

فَمَنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَاُولٰۗىِٕكَ	ھُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
پھر جو	جھوٹ باندھے	پر	اللہ	جھوٹ	سے۔بعد	اس	تو وہی لوگ	وہ	ظالم (جمع)

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۹۵

آپ کہدیجئے اللہ تعالیٰ نے سچ کہدیا سو تم ملتِ ابراہیم کا اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ مشرک نہ تھے۔

قُلْ	صَدَقَ	اللّٰهُ	فَاتَّبِعُوْا	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
آپ کہدیں	سچ فرمایا	اللہ	اب پیروی کرو	دین	ابراہیم	حنیف	اور نہ	تھے	سے	مشرک (جمع)

چیزوں کی حلت وحرمت کے بارے میں یہود کے اعتراض کا جواب:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا باعتبار تمام اصول شرعیہ اور اکثر فروع بیان فرمایا تو یہود نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ اپنے آپ کو دین ابراہیمی اور انبیاء سابقین کے طریقہ پر بتلاتے ہیں تو پھر آپ ان چیزوں کو کیسے حلال بتلاتے ہیں کہ جو حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاءؑ پر حرام تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ ان پر حرام تھا۔ تو مسلمانوں کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہے کہ اہل اسلام کو ابراہیم علیہ السلام اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب ومناسبت ہے۔

حق تعالیٰ نے یہود کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ جتنی حلال چیزیں اہل اسلام اب کھاتے پیتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں اور توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے تک حلال ہی رہیں البتہ توراۃ میں جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کردی گئی تھیں لیکن جہاں تک اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کی حرمت کا تعلق ہے یہ توراۃ کے نازل ہونے سے بہت پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا نام اسرائیل تھا استعمال نہ کرنے کی منت مان لی تھی اور ان کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور اونٹ کے گوشت اور دودھ نہ کھانے پینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک بیماری تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ

نذر مانی کہ مجھے اس بیماری سے نجات ملے اور میں صحت مند ہو جاؤں تو اپنی محبوب ترین شے کا کھانا پینا چھوڑ دوں گا چنانچہ صحت پانے پر آپ نے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ اپنی نذر پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر یہ چیز حرام نہ تھی تو یہود کو یہ بتلایا گیا کہ جن اشیاء کو حرام سمجھے بیٹھے ہو وہ ابراہیمی شریعت میں ہرگز حرام نہ تھیں اس کے بعد یہود کو نہایت واضح الفاظ میں زوردار طریقہ پر کہا گیا کہ اگر اب بھی تمہیں کچھ شک ہے تو اپنی کتاب توراۃ لے آؤ اور اسے اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اگر کہیں یہ بیان مل جائے کہ ابراہیمی شریعت میں یہ چیزیں حرام تھیں تو نکال کر دکھلا دو۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ وہ اپنی تحریف کردہ اور مسخ شدہ کتاب سے بھی ایسا کوئی حکم نکال کر نہ دکھا سکے مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود نے قرآن کریم کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا اور قبول کرتے بھی کیسے۔ جبکہ ان کا دعویٰ بے بنیاد تھا۔ نہ ان کے پاس حقیقی علم تھا اور نہ حقیقی احکام الٰہیہ کو اپنی جگہ برقرار رکھ سکے تھے۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کی حقانیت پر ایک اور حجت قائم ہوگئی اور یہود کا کاذب و مفتری ہونا ثابت ہوگیا کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتے ہیں اور انہیں مذہب اور کتاب سے منسوب کر دیتے ہیں۔ تو اس بے انصافی اور ظلم کی کوئی انتہا ہے اور دنیا میں یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ انسان اپنی من گھڑت کو خدا کی بات اور اس کا حکم قرار دے۔

ملت ابراہیمی کا حقیقی پیروکار کون؟

یہود و نصاریٰ اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں وہ ساتھ ہی اس بات کا بھی دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اصلی مذہب انہیں تک سینہ بسینہ پہنچا ہے۔ قرآن کریم نے یہ واضح کر دیا کہ بنی اسرائیل اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں لیکن وہ دین وملت میں قطعی حضرت ابراہیمؑ کے پیرو نہیں۔ ابراہیمؑ خالص توحید پرست تھے وہ حنیف تھے یعنی ادھر ادھر بھٹکتے نہ تھے۔ ایک طرف کے ہو رہے تھے۔ سب کو ترک کر کے ایک اللہ کی ذات پر بھروسہ لگا رکھا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے خاندان، ملک اور برادری کو چھوڑا۔ بتوں کو توڑا۔ ستارہ چاند اور سورج سے منہ موڑا۔ آگ میں گرنا منظور کیا۔ بیوی بچہ کو چھوڑنا گوارا کیا بیٹے کو قربان کرنا قبول کیا۔ غرض کہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر ممکن قربانی دی لیکن یہ بنی اسرائیل مادہ پرست ہیں۔ اپنے پیغمبروں اور راہبوں کی پرستش کرتے ہیں۔ دنیوی لالچ میں آکر ایمان بیچ ڈالتے ہیں۔ اپنی کتابوں میں من مانی تحریف کر لیتے ہیں۔ خدائی احکام کو بدل ڈالتے ہیں۔ ایثار اور قربانی سے دور بھاگتے ہیں ریاضت اور جدوجہد سے کتراتے ہیں ان حالات میں انہیں حضرت ابراہیمؑ سے اور آپ کے دین وملت سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ ہاں یہود و نصاریٰ کی بجائے امت محمدیہ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح یہ توحید باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ تسلیم و رضا کے پابند ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری انکا شیوہ ہے۔ شرک سے گریز اور دور ہیں۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کو چاہیے کہ امت محمدیہ میں شامل ہو کر اہل اسلام کی طرح سچے دل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کریں۔

مسئلہ: یہاں ان آیات سے متعلق ایک بات یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس قسم کی منت یا نذر جیسا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی کہ جس میں کسی حلال چیز کو حرام کر لینا مقصود ہو اب اسلامی شریعت کے موافق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ ویں پارہ سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ملت ابراہیمی کا سچا و صحیح پیروکار بنائے' یہود و نصاریٰ کی سرکشیوں' بے عملی' جھوٹے دعووں اور بے راہ روی سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ ہم میں جو کوتاہیاں ہیں انہیں دور فرما اور اپنے دنیا و آخرت میں حضور ﷺ کا امتی بنا۔ آمین

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہی مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جسکی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

اِنَّ	اَوَّلَ	بَیْتٍ	وُّضِعَ	لِلنَّاسِ	لَلَّذِیْ	بِبَکَّةَ	مُبٰرَکًا	وَّ هُدًی	لِّلْعٰلَمِیْنَ
بیشک	پہلا	گھر	مقرر کیا گیا	لوگوں کے لئے	جو	مکہ میں	برکت والا	اور ہدایت	تمام جہانوں کے لئے

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ

اُس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ اُن کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اُس میں داخل ہو جاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے

فِیْهِ	اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ	مَقَامُ	اِبْرٰهِیْمَ	وَمَنْ	دَخَلَهٗ	كَانَ	اٰمِنًا	وَلِلّٰهِ
اس میں	نشانیاں کھلی	مقام	ابراہیم	اور جو	داخل ہوا اس میں	ہو گیا	امن میں	اور اللہ کے لئے

عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ

عَلَی	النَّاسِ	حِجُّ الْبَیْتِ	مَنِ	اسْتَطَاعَ	اِلَیْهِ	سَبِیْلًا	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
پر	لوگ	خانہ کعبہ کا حج کرنا	جو	قدرت رکھتا ہو	اسکی طرف	راہ	اور جو۔ جس	کفر کیا	تو بیشک	اللہ

غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾

تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

غَنِیٌّ	عَنِ	الْعٰلَمِیْنَ
بے نیاز	سے	جہان والے

قبلہ کے بارے میں یہود کے اعتراض کا جواب:

تمام انبیائے کرام بیت المقدس کی تعظیم کرتے تھے اور بیت المقدس ہی انکا قبلہ تھا حضرت ابراہیمؑ نے شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر وہیں رہے بسے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی اولاد بھی شام ہی میں رہی اور وہاں جتنے نبی آئے سب نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا اس کے برعکس مسلمانوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا۔ وہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے قریبی نسبت رکھتے ہیں اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب و مناسبت رکھتے ہیں۔ ان آیات میں معترضین کو اسکا جواب دیا گیا۔ زمین پر جہاں کہیں ہدایت و برکت پائی جاتی ہے وہ اسی بیت منور کا عکس و پرتو سمجھنا چاہئے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت یہیں سے ہوئی۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہاں کو دعوت اسی کی طرف دی گئی۔ انبیائے سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت ذوق و شوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی کے گرد جمع ہوئے۔

خانہ کعبہ کی چار خصوصیات:

دوسری آیت میں خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ کی مزید خصوصیات بیان فرمائی جاتی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۝

پہلی خصوصیت: کہ اس میں اللہ جل شانہ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں اس کی توضیح میں علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب سے بیت اللہ قائم ہوا اس کی برکت۔ حرمت اور عظمت سے اللہ تعالیٰ

نے اہل مکہ کو مخالفین کے حملوں سے محفوظ فرمادیا۔ اصحاب فیل جس کا واقعہ ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر چڑھائی کی کہ خانہ خدا کو منہدم کردے تو اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کے لشکر کو ابابیل جیسے کمزور پرندوں کے ذریعہ تباہ وہلاک وبرباد کردیا۔

قرب قیامت میں دجال کا فتنہ ظاہر ہوگا اور وہ چالیس دن کے اندر اندر تمام زمین پر گھوم جائے گا اور کوئی بستی اور شہر ایسا نہ رہ جائے گا جس میں داخل نہ ہو بجز مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے۔

اسی طرح رمی جمرات کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان پر پھینکی ہوئی کنکریاں نامعلوم طور پر فرشتے اٹھالیتے ہیں۔ صرف ان بدنصیب لوگوں کی کنکریاں رہ جاتی ہیں جن کے حج قبول نہیں ہوتے۔

دوسری خصوصیت: مقام ابراہیم کا وہاں ہونا بیان فرمایا گیا۔ مقام ابراہیم سے مراد وہ جنتی پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا اور یہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ خود بلند ہوجاتا تھا۔ پہلے یہ پتھر بیت اللہ کے دروازے کے قریب تھا جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى۔ اس وقت طواف کرنے والوں کی مصلحت سے اس کو اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے مطاف کے مشرقی کنارہ پر ممبر اور بیر زم زم کے درمیان رکھ دیا گیا۔ اور ایک محفوظ حجرہ میں مقفل تھا۔ طواف کے بعد کی دو رکعت واجب الطواف اسی حجرہ کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں۔ اب چند سال ہوئے کہ شاہ فیصل فرمانروائے مملکت سعودی عربیہ نے مکان کی بجائے اس کو ایک موٹے شیشے میں محفوظ کرادیا ہے۔ گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود باوجود کثیر التعداد دشمنوں کے ہزاروں برس سے محفوظ چلا آنا یہ اس امر کی کھلی نشانی ہے کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے قدم آئے اور طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں خانہ کعبہ تعمیر ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ آپ کے شریک کار اور معین ومددگار رہے۔

تیسری خصوصیت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ یعنی جو اس میں داخل ہوجائے یعنی خانہ کعبہ کے حدود حرم میں داخل ہوجائے وہ امن والا یعنی مامون ومحفوظ ہوجاتا ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جو شخص حدود حرم میں داخل ہوجائے اس کو نہ ستاؤ۔ نہ ایذا دو۔ نہ قتل کرو۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرکے یا اور کوئی جرم کرکے وہاں چلا جائے تو اس کو بھی اس جگہ سزا نہ دی جائے بلکہ اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ حرم سے باہر نکلے۔ حرم سے باہر آنے پر سزا جاری کی جائے گی اس طرح حرم میں داخل ہونے والا شرعی طور پر مامون ومحفوظ ہوگیا۔ دوسرے حرم میں داخل ہونے والے کا مامون ومحفوظ ہونا اس طرح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم وملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم وتکریم ڈال دی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل کی جنگ جوئی اور تندخوئی ساری دنیا میں مشہور ہے لیکن انکا بھی حرم کے احترام کا یہ حال تھا کہ باپ کا قاتل بیٹے کے سامنے آتا تو مقتول کا بیٹا جو اس کے خون کا پیاسا ہوتا تھا اپنی آنکھیں نیچی کرکے گزر جاتا اور اس کو کچھ نہ کہتا۔

چوتھی خصوصیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم وواجب قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت واستطاعت رکھتے ہوں۔ یہ بھی اسی گھر کی فضیلت ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے اور تمام لوگ برابر خانہ کعبہ ہی کا حج کرتے چلے آئے۔ بیت المقدس کا حج کبھی فرض نہیں ہوا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں بیت اللہ کا حج نصیب فرما۔ بیت اللہ کے احترام کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں۔

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	شَهِيْدٌ	عَلٰى	مَا تَعْمَلُوْنَ
کہدیں	اے اہل کتاب	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتیں	اللہ	اور اللہ	گواہ	پر	تم کرتے ہو

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں ہٹاتے ہو اللہ تعالیٰ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لا چکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ تَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا
کہدیں	اے اہل کتاب	کیوں روکتے ہو؟	سے	اللہ کا راستہ	جو	ایمان لائے	تم ڈھونڈتے ہو اسکے	کجی

وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اس راہ کے لئے حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ۔ اے ایمان والو

وَّاَنْتُمْ	شُهَدَآءُ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اور تم خود	گواہ (جمع)	اور نہیں	اللہ	بے خبر	سے۔ جو	تم کرتے ہو	اے	وہ جو کہ

اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

اگر تم کہا مانو گے کسی فرقہ کا اہل کتاب میں سے تو وہ لوگ تم کو

اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تُطِيْعُوْا	فَرِيْقًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	يَرُدُّوْكُمْ	بَعْدَ
ایمان لائے	اگر	تم کہا مانوگے	ایک گروہ	سے	وہ لوگ جو	دی گئی کتاب	وہ پھیر دینگے تمہیں	بعد

اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ

تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنا دیں گے۔ اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں

اِيْمَانِكُمْ	كٰفِرِيْنَ	وَكَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	وَاَنْتُمْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ
تمہارے ایمان	حالت کفر	اور کیسے	تم کفر کرتے ہو	جبکہ تم	پڑھی جاتی ہیں	تم پر	آیتیں	اللہ

وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ ع

اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے۔

وَفِيْكُمْ	رَسُوْلُهٗ	وَمَنْ	يَّعْتَصِمْ	بِاللّٰهِ	فَقَدْ هُدِيَ	اِلٰى	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
اور تمہارے درمیان	اس کا رسول	اور جو	مضبوط پکڑے گا	اللہ کو	تو اسے ہدایت دی گئی	طرف	سیدھا راستہ

سابقہ مضمون سے ربط: گذشتہ آیات میں یہود کے شبہات کا جواب دے کر یہ ثابت کر دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ ملت ابراہیمی پر ہیں اور مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہی اول معبد اور بناء ابراہیمی ہے۔

اب آگے ان آیات میں پہلے اہل کتاب کو ملامت کی جاتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد تمہارا عجب حال ہے کہ خود بھی قبول حق سے محروم ہو اور دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو۔ اسلام میں جھوٹے اور فرضی شکوک واوہام نکال نکال کر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ اسلام سیدھا راستہ نہیں بلکہ ٹیڑھا راستہ ہے۔ لیکن یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہاری ان سازشوں سے غافل نہیں۔ پھر مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی جاتی ہے اور فہمائش کی جاتی ہے کہ تم اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے دھوکہ میں مت آنا اور ان کی بات ہرگز مت ماننا ورنہ وہ تمہیں رفتہ رفتہ اسلام راہ ہدایت سے پھیر کر پھر کافر بنا دیں گے۔ عملاً یا اعتقاداً۔

شان نزول

یہود مدینہ میں شاس بن قیس ایک یہودی تھا۔ جس کو مسلمانوں سے غایت درجہ حسد اور سخت کینہ تھا۔ ایک دن اس کا انصار کی ایک مجلس پر گزر ہوا جس میں انصار کے دونوں قبیلوں یعنی اوس اور خزرج کے لوگوں کو مجتمع دیکھا کہ وہ آپس میں بیٹھے ہوئے انس ومحبت کی باتیں کر رہے ہیں حالانکہ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں غایت درجہ عداوت اور ایک عرصہ دراز تک دونوں میں جنگ ہوئی تھی۔ اسلام کی برکت سے وہ عداوت جاتی رہی تھی اور اب اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا تھا۔ اس یہودی کو مسلمانوں کا محبت اور اتفاق سے میل جول کے ساتھ ایک جگہ بیٹھنا سخت ناگوار گزرا اور حسد کے سبب ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا اور یہ تجویز کی کہ ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں جو ایک مشہور جنگ ۱۲۰ سال تک رہ چکی ہے اس کے متعلق فریقین کے فخریہ اشعار ہیں۔ وہ اشعار ان کی مجلس میں جا کر پڑھ دیئے جائیں۔ چنانچہ ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں چناں چنیں ہونے لگی اور دونوں قبیلوں کو ایسا جوش آیا کہ موقع اور وقت لڑائی کا پھر مقرر ہو گیا۔ یہ خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ اسی وقت مع ان مہاجرین اور انصار کے جو اس وقت آپ کی خدمت میں موجود تھے ان کے پاس تشریف لائے۔ اور یہ فرمایا کہ کیا تم لوگ پھر جاہلیت کی باتوں کی طرف جاتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان میں موجود ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے اور پھر مسلمان ہونے اور پھر باہم متفق اور مانوس ہونے کے بعد یہ کیا ہے۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد سب اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور سمجھے کہ یہ شیطانی حرکت تھی۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اہل کتاب کو ملامت

پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اہل کتاب کو خطاب فرمایا تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اہل کتاب سے ایسا ایسا کہہ دیجئے۔

اگرچہ ان آیات کا سبب نزول خاص ہے لیکن الفاظ کے عام ہونے سے اہل کتاب میں یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں اور دونوں کو ملامت اور تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئیں۔ حق وصداقت کے دلائل واضح کر دیئے گئے اور قرآن کریم کی سچی اور پکی باتیں سنا دی گئیں تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اہل کتاب کہلانے کے باوجود برابر کلام اللہ یعنی قرآن مجید کے انکار پر تلے ہوئے ہو اور پھر یہ جہل وگمراہی کہ خود تو ایمان کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو اور اوپر سے یہ بھی چاہتے ہو کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روک دو جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تمہاری کوشش ہے کہ اسلام میں غلط اور جھوٹے عیب نکال کر انہیں دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ اور تم یہ بری حرکتیں بے خبری اور لاعلمی میں نہیں کر رہے ہو بلکہ دیدہ ودانستہ جان بوجھ کر حق کو جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھو تمہارے سب اعمال اللہ کے سامنے ہیں وہ تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو خوب جانتا ہے۔ جس وقت تمہیں پکڑے گا پورا پورا حساب

لیا جائے گا اور وقت آنے پر تمہیں شدید سزا دے گا۔

مسلمانوں کو ہدایت وتلقین

اہل کتاب کو ملامت وتنبیہ کے بعد اہل اسلام کو عام ہدایت اور تلقین وتعلیم دی جاتی ہے۔ کہ یہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ اسلام اور اہل اسلام کے ہمیشہ سے دشمن ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیر کر کفر وشرک کی طرف لے آئیں۔ لہٰذا اگر مسلمان یہود ونصاریٰ کی صحبت اختیار کریں گے یا ان کے کہے پر چلیں گے اور ان کی باتیں مانیں گے تو رفتہ رفتہ ان کی خباثت وشیطنت مسلمانوں میں بھی سرایت کر آئے گی اور جس کا آخری درجہ کفر تک پہنچ جانا ممکن ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو نہ تو یہود ونصاریٰ کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا اور ملنا جلنا چاہیے نہ ان کی باتیں سنیں۔ نہ ان سے تعلقات بڑھائیں۔ صرف اسی صورت میں ان کے شر سے بچا جاسکتا ہے۔ ورنہ خدشہ ہے کہ ایسا کرنے والے ایمان کی روشنی سے نکل کر کفر کے اندھیرے میں نہ جا گریں۔ اے اللہ ہمیں بھی ان ہدایات وتعلیم قرآنی کے سوچنے سمجھنے کی توفیق وبصیرت عطا فرما اور یہودیت ونصرانیت سے پوری طرح نفرت عطا فرما اور ان سے اور ان کی باتوں سے اور ان کے تعلقات سے اور ان کی اتباع سے اور ان کی موافقت سے ہر طرح گریز نصیب فرما آمین۔

کفر اعتقادی اور کفر عملی

اب یہاں ایک بات ضروری اور سمجھ لینے کی ہے یہاں جو اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فرقہ کا کہنا مانو گے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنادیں گے تو یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک معنیٰ کفر کے تو متعارف اور مشہور ہیں اور وہ کفر اعتقادی ہے اور ایک معنی یہ ہیں کہ اعتقاداً تو مومن ہو مگر کام کافروں کے سے کرے اس کو بھی مجازاً کفر کہہ دیتے ہیں اور کفر عملی یہی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا استعمال بھی بہت آیا ہے۔ پس مطلب اور حاصل آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب کی اطاعت سے کفر کا ڈر ہے۔ اگر عقائد میں کی گئی تو کفر اعتقادی ہوگا اور اگر اطاعت اعمال ومعاصی میں کی جائے تو جیسا کہ اس خاص واقعہ میں انصار مدینہ یہود کے اشتعال دلانے سے آپس میں لڑنے کو تیار ہوگئے تھے۔ تو یہ عمل بعض کافروں کا سا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے حضرات صحابہ کی ہدایت اور تلقین کے لئے تو قرآن کی آیات نازل ہوگئیں مگر یہ ہدایت اور تلقین قیامت تک مسلمانوں کے لئے ہے جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں یہود ونصاریٰ کی اطاعت نہ ہو۔

دعا کیجئے:

یا اللہ دشمنان دین کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔ اے اللہ یہ یہود ونصاریٰ جو دین اسلام کے اور مسلمانوں کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اے اللہ ان کے مکائد ومفاسد سے امت مسلمہ کی حفاظت فرما۔ اور دشمنان دین کی چالوں کو ان ہی پر الٹ کر ان ہی کی تباہی وبربادی کا باعث بنا۔ اے اللہ ہمیں دین اسلام کی سچی اور نہ مٹنے والی محبت نصیب فرما۔ اے اللہ ہمیں دوست دشمن میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں نیک وبد سمجھنے کی فہم عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں اسلام حقیقی نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ اے اللہ ہم نے آپ کی اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے منہ موڑ کر ہر طرح کی ذلت وخواری کا سامنا کیا اے اللہ اب ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے۔ اے اللہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہماری بدحالی پر کرم ورحم کی نظر فرما اور اس ملک اور اس قوم کی ہدایت کے فیصلہ فرما ہمیں اپنے ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی دولت عطا فرما۔ اور اس رجوع کی برکت سے ہمارے تمام دین ودنیا کے بگڑے ہوئے کاموں کو درست و راست فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	تُقٰتِهٖ	وَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
اے	وہ جو کہ	ایمان لائے	تم ڈرو	اللہ	حق	اس سے ڈرنا	اور تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اور تم	مسلمان (جمع)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اُس کو یاد کرو

وَاعْتَصِمُوْا	بِحَبْلِ	اللّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّلَا	تَفَرَّقُوْا	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
اور مضبوطی سے پکڑ لو	رسی کو	اللہ	سب مل کر	اور نہ	آپس میں پھوٹ ڈالو	اور یاد کرو	نعمت	اللہ	تم پر

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ

جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں اُلفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم لوگ

اِذْ كُنْتُمْ	اَعْدَآءً	فَاَلَّفَ	بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	بِنِعْمَتِهٖٓ	اِخْوَانًا	وَكُنْتُمْ
جب تم تھے	دشمن (جمع)	تو اُلفت ڈال دی	تمہارے دلوں میں	تو تم ہو گئے	اس کے فضل سے	بھائی بھائی	اور تم تھے

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں

عَلٰى	شَفَا	حُفْرَةٍ	مِّنَ	النَّارِ	فَاَنْقَذَكُمْ	مِّنْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ
پر	کنارہ	گڑھا	سے (کے)	آگ	تو تمہیں بچا لیا	اس سے	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تا کہ تم لوگ راہ راست پر رہو۔

لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ
تا کہ تم	ہدایت پاؤ

تقویٰ اور اطاعت شعاری کا حکم

یہاں مسلمانوں کو تقویٰ اور خوف خداوندی اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی تلقین کی گئی۔ کیونکہ تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ بغیر تقویٰ اور پرہیزگاری کے اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ ایمانی زندگی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں اپنی ذات پاک سے ڈرنے کا حکم دیا اور وہ بھی اس طرح کہ مرتے دم تک کوئی حرکت اسلام کے خلاف نہ ہو۔ جینا ہو تو خالص اسلام پر اور مرنا ہو تو خالص اسلام پر۔

یہاں آیت میں اتَّقُوا اللّٰهَ کے بعد حَقَّ تُقٰتِهٖ کا جو حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے تو حَقَّ تُقٰتِهٖ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور علمائے مفسرین کے کئی قول منقول ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر

کام میں کی جائے۔

دوسرا قول بعض مفسرین نے یہ فرمایا کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پروانہ کرے۔

اجتماعی قوت کا اصول

آگے دوسری آیت میں مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت کو قائم رکھنے کا اصول بتلایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور متفرق اور پراگندہ مت ہو"۔

حبل اللہ کے لفظی معنی ہیں اللہ کی رسی۔عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے اور ہر وہ شے جو وسیلہ کا کام دے وہ بھی اس سے مراد ہوتی ہے یہاں حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد قرآن کریم اور اسلامی شریعت ہے جسے مضبوطی سے تھام لینا ہی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔اوپر افراد امت کو ہدایت کی گئی تھی کہ سب اپنی اپنی زندگی تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی بناؤ۔اسلام ہی پر زندہ رہو اور اسلام ہی پر مرو۔یہاں امت کو اجتماعی طور پر حکم دیا جارہا ہے کہ اپنی ذاتی زندگی سنوارنے کے بعد سب اکٹھے مل کر رسی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے تھام لو۔جس طرح رسی کو پکڑ لینا اوپر سے گرنے سے بچاتا ہے اور نیچے سے اوپر تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اسی طرح سب کا مل کر قرآن کریم کو مضبوط پکڑنے سے انفرادی زندگی کی طرح امت مسلمہ کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر ہوگی اور کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہوسکے گا۔کیونکہ خدا کی رسی اس قدر مضبوط ہے کہ ٹوٹ تو سکتی نہیں۔ہاں غفلت کی بناء پر چھوٹ سکتی ہے۔

اسلام کا احسان یادرکھو کہ اس نے تمہیں متحد کردیا:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن پاک کو من حیث الجماعت تھاما اور اس کی پیروی کی۔اُس کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا۔کہ اسلام سے پہلے قبائل کی باہمی عداوتیں بات بات پر شب و روز کے کشت وخون، جنگ جدال، قتل و غارت مار دھاڑ اور پھر اوپر سے کفر و شرک اور بت پرستی۔گندے عقائد اور اعمال بد، پوری عرب قوم اس آگ میں جل رہی تھی اور اس آگ میں جل مرنے اور نیست و نابود ہو جانے سے اگر کسی چیز نے انہیں بچایا تو وہ یہی نعمت اسلام تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات و شریعت کی تعلیم اور ایمان و یقین کی روشنی تھی کہ جس کی بدولت صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں بھائی بھائی بنادیا۔جس سے ان کی دین و دنیا دونوں درست ہوگئے۔اور ایسی ساکھ قائم ہوگئی جسے دیکھ کر بڑے بڑے دشمن مرعوب ہوگئے اور یہ برادرانہ اور مخلصانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ان کو مل گئی جو روئے زمین کا خزانہ بھی خرچ کر کے میسر نہ آ سکتی تھی۔آگے حق تعالیٰ انہیں عظیم الشان دینی اور دنیوی نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں۔

اتحاد و تنظیم کا ذریعہ فقط شریعت کی پابندی ہے

یہ کہ اگر مسلمان مستحکم اتحاد و اتفاق اور تنظیم چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ فقط فرمانبرداری ہے اور قانون الٰہیہ کی پابندی ہے اسی کی طرف اشارہ ارشاد ہوا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یہ احکام اس موقعہ پر واضح طور پر بیان فرمائے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ امر بھی بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ راست پر قائم رہو۔

دُعا کیجئے: یا اللہ ہمیں تقویٰ و اطاعت والی زندگی عطاء فرما ہمیں اتحاد و اتفاق کی توفیق عطاء فرما ہر قسم کے انتشار اور تفریق سے ہمیں دور کردے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں۔ اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں۔

وَلْتَكُنْ	مِّنْكُمْ	اُمَّةٌ	يَّدْعُوْنَ	اِلَى	الْخَيْرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهَوْنَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
اور چاہیے رہے	تم سے (میں)	ایک جماعت	وہ بلائے	طرف	بھلائی	اور وہ حکم دے	اچھے کاموں کا	اور وہ روکے	برائی سے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ اور تم لوگ اُن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا

وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	تَفَرَّقُوْا	وَاخْتَلَفُوْا
اور یہی لوگ	وہ	کامیاب ہونے والے	اور نہ ہو جاؤ	اُن کی طرح جو	متفرق ہو گئے	اور باہم اختلاف کرنے لگے

مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾

اُن کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد۔ اور اُن لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہو گی!

	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	
	اس کے بعد	کہ	انکے پاس آگئے	واضح حکم	اور یہی لوگ	ان کے لئے	عذاب	بڑا	

دعوت وارشاد کے لئے مخصوص جماعت

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے پیارے خطاب سے حق تعالیٰ نے مشرف فرما کر مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی صلاح وفلاح کے دو اہم اصول بیان فرمائے تھے۔ اب آگے ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے یعنی سب کامل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی یہ سب چیزیں اس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت وارشاد تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے قائم رہے۔ اور اس جماعت کا وظیفہ ہی یہ ہو کہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے۔

یہود ونصاریٰ کی طرح فرقہ پرستی میں مبتلاء نہ ہو جاؤ

پھر اس مخصوص جماعت کے وجود اور قیام کے حکم کے ساتھ یہ بھی ہدایت اور تاکید مسلمانوں کو فرمائی جاتی ہے کہ دیکھو تم یہود ونصاریٰ کی طرح مت ہو جانا کہ جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اغراض وخواہشات نفسانی اور وہم وہوا پرستی کی پیروی کر کے دین میں متفرق اور مختلف ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ بندیوں نے ان کے دین کو تباہ کر ڈالا اور سب کے سب عذاب الٰہی کے نیچے آگئے۔

تبلیغ کے درجات اور جماعت تبلیغ کے کام

پہلا درجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہ ہے کہ یہ فریضہ امت کے ہر فرد پر لازم ہے اپنی استطاعت وقدرت کے موافق۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت خاص دعوت وارشاد اور تبلیغ واشاعت دین ہی کے لئے قائم رہے جس کا ذکر ان آیات زیر تفسیر میں فرمایا گیا ہے جس میں اس جماعت خاص کے تین امتیازی کام بتلائے گئے:۔

(۱) ایک دعوت الی الخیر۔ دعوت الی الخیر سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیر سے مراد قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے۔ دعوت الی الخیر کا کام ہر وقت ہوگا

اگر چہ اس وقت منکرات موجود نہ ہوں۔ مثلاً ابھی رمضان یا حج کا زمانہ دور ہے لیکن وہ جماعت اپنے فرض سے غافل نہیں رہے گی بلکہ وہ پہلے سے لوگوں کو بتلاتی رہے گی کہ رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنا فرض ہوگا اور بشرط استطاعت حج کے ایام میں حج کرنا فرض ہوگا۔
پھر دعوت الی الخیر کے بھی دو درجہ ہیں پہلا یہ کہ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا۔ مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی دعوت دے۔ زبان سے بھی تحریر و تقریر سے بھی اور عمل سے بھی۔ دعوت الی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت دینا ہے۔

(۲) دوسرا امتیازی کام امر بالمعروف ہے۔ معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

(۳) تیسرا امتیازی کام نہی عن المنکر ہے۔ منکر میں وہ تمام برائیاں اور مفاسد اور گناہ داخل ہیں جن کو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے والوں میں شامل فرمائیں۔ یا اللہ دنیا میں ہم نیکی اور بھلائیوں کے کرنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی اس طرف بلانے والے ہوں۔ یا اللہ ہم ہر طرح کے گناہ نافرمانی اور معصیت سے بچنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی بچانے والے ہوں۔

اے اللہ دین میں اختلاف اور فرقہ بندی کی لعنت سے ہم کو محفوظ فرما اور قرآن وسنت کے راستہ پر ہم کو چلنا اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

27 يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟

اُس روز کہ بعضے چہرے سفید ہوجاویں گے اوربعضے چہرے سیاہ ہوں گے سوجن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے

يَوْمَ	تَبْيَضُّ	وُجُوْهٌ	وَّتَسْوَدُّ	وُجُوْهٌ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اسْوَدَّتْ	وُجُوْهُهُمْ
دن	سفید ہونگے	بعض چہرے	اور سیاہ ہونگے	بعض چہرے	پس جو	لوگ	سیاہ ہوئے	ان کے چہرے

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝١٠٦

اُن سے کہا جاوے گا کیاتم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو سزا چکھو بہ سبب اپنے کفر کے

اَكَفَرْتُمْ	بَعْدَ	اِيْمَانِكُمْ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ
کیاتم نے کفرکیا	بعد	اپنے ایمان	توچکھو	عذاب	کیونکہ تم تھے	کفرکرتے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١٠٧

اورجن کے چہرے سفید ہوگئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے!

وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	ابْيَضَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فَفِيْ	رَحْمَةِ اللّٰهِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اورالبتہ	وہ لوگ جو	سفیدہوں گے	ان کے چہرے	سو-میں	اللہ کی رحمت	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٨

یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جوصحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پرظلم کرنا نہیں چاہتے!

تِلْكَ	اٰيٰتُ اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	وَمَا اللّٰهُ	يُرِيْدُ	ظُلْمًا	لِّلْعٰلَمِيْنَ
یہ	اللہ کی آیات	ہم پڑھتے ہیں وہ	آپ پر	ٹھیک ٹھیک	اورنہیں اللہ	چاہتا	کوئی ظلم	جہان والوں کیلئے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝١٠٩

اوراللہ ہی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں اورزمین میں ہے اوراللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کیے جاوینگے!

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاِلَى اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ
اوراللہ کیلئے	جو	آسمانوں میں	اورجو	زمین میں	اوراللہ کی طرف	لوٹائے جائیں گے	تمام کام

دعوت وارشادوالی جماعت اورفرقہ پھیلانے والی جماعت کا انجام

قیامت کے روز جب میدان حشر میں سب جمع ہوں گے تو دنیا میں کئے ہوئے اعمال اور گزاری ہوئی زندگی کا اظہار لوگوں کے چہرے سے بھی ہوگا۔ چنانچہ جن لوگوں نے دنیا میں ایمان کے ساتھ نیک عملی کی زندگی بسر کی ہوگی ان کے چہروں پر ایمان وتقویٰ کا نور چمکتا ہوگا ان کے منہ سفید اور روشن ہوں گے وہ بڑے عزت اور وقار میں ہوں گے اور خوش خوش نظر آئیں گے۔ ان کے برخلاف جولوگ اس دنیا میں کفروشرک کی گمراہیوں، فسق وفجور معاصی اور بدکاری میں گھرے رہے ان کے چہرے کفرونفاق اورفسق وفجور کی سیاہی سے کالے سیاہ ہوں گے۔ گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ ہوگا۔

کافروں کی ذلت ورسوائی

جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے سوال کیا جائے گا اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کیا تم لوگ کافر ہو گئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد یعنی تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیوں اختیار کیا؟ ان سیاہ چہرے والوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ شرم وندامت سے ان کے سر جھک جائیں گے۔ ذلت اور رسوائی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور انہیں سزا کا حکم سنا دیا جائے گا اور وہ اپنے کفر کے بدلے جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

مفسرین نے تشریح کی ہے کہ یہ خطاب مرتدین منافقین، اہل کتاب یہود ونصاریٰ، عام کفار یا مبتدعین وفساق فجار سب کو ہوسکتا ہے۔ ''مرتد'' تو اسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ ''منافق'' زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے۔ ''اہل کتاب'' اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سب بشارتوں کو جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دی گئی تھیں تسلیم کریں اور ان کی ہدایات کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں گویا اپنے نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن وسنت کے متبع ہیں اور نبی کریم پر ایمان لا چکے ہیں۔ مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں دین میں شامل کر کے یا بعض ضروریات دین کا انکار کر کے اصلی دین سے نکل جاتے ہیں اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کے مخاطب ہوئے ۔ رہے فساق جن کا عقیدہ صحیح ہو اگر ان سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے عمل کیوں کئے گویا کفر سے عملی کفر مراد ہوگا اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دین فطرت پر پیدا کیا اس فطرت ایمانی کو ضائع کر کے کافر کیوں بنے۔'' تو بہرحال جن سیاہ چہرے والوں سے یہ سوال ہوگا کہ تم ایمان لا کر کافر کیوں ہو گئے وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ اور حکم ہوگا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اب عذاب چکھو اس کے بدلہ میں کہ تم کفر کرتے تھے یعنی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اہل ایمان وارشاد کا اعزاز

ان کا حال وانجام بیان کرنے کے بعد آگے ان لوگوں کا حال و انجام بیان کیا گیا جن کے چہرے قیامت کے روز ایمان وتقویٰ کے نور سے چمکتے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یہاں رحمت سے مراد جنت ہے جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کہ نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گی اور نہ کبھی وہاں سے نکالا جائے گا۔ یہ سفید روشن چہرے والے کون ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنی فطرت صحیحہ سے کام لے کر دین اسلام قبول کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا اور آخری رسول تسلیم کیا قرآن وسنت کی تعلیمات کا اتباع کیا اور اللہ کے حکموں کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گزاری۔

یہاں جو آیت میں فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ فرمایا تو مفسرین نے رَحْمَةِ اللّٰهِ سے مراد جنت لی ہے اور جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مؤمن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تب بھی آخرت میں اسے جو انعام ملے گا وہ محض اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا کیونکہ عبادت کرنا بھی انسان کا کوئی اپنا ذاتی کمال نہیں بلکہ اس کی قدرت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔ اس لئے عبادت کرنے سے دخول جنت ضروری نہیں ہو جاتا بلکہ جنت کا داخلہ تو اللہ کی رحمت ہی سے ہوگا۔

آخرت کی جزا وسزا میں شک کی کوئی گنجائش نہیں

اس آیت میں تاکیداً یہ فرمایا گیا کہ روز قیامت کی ان تمام جزا و سزا کی باتوں میں کوئی شک وشبہ نہ کرے جیسے آج بعض بے دین کہہ

دیتے ہیں اب تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے۔ تو خدا تعالیٰ تو جانتے ہی ہیں لیکن اس نے تمہیں بھی بتلا دیا کہ یہ جزا وسزا کی بالکل حق اور سچی باتیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتا دی ہیں۔ لہذا جو جزا وسزا ابتلائی جا رہی ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ پھر آگے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ انہیں خواہ مخواہ سزا دیں۔ یا نامناسب سزا دیں۔ یا جو شخص رحمت کا مستحق ہے اسے عذاب ملے یا جو تھوڑی سزا کا مستحق ہے اسے زیادہ سزا دی جائے نہیں بلکہ ہر حکم ہر معاملہ اور ہر کسی کو جزا و سزا عین حکمت ومصلحت وانصاف کے مطابق ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بلا جرم سزا دینا چاہیں یا کسی کے نیک اعمال کا بدلہ نہ دینا چاہیں تو انہیں اس کا پورا حق بھی ہے اور کامل اختیار بھی ہے۔ حق تو اس لئے ہے کہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب بلا شرکت غیرے خدا ہی کا ہے۔ زمین اور آسمان اور کائنات کی کل موجودات اسی کی ملک ہے اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات پر ہر طرح کا حکم چلانے کا پورا حق ہے اور اختیار اس لئے ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یعنی تمام مقدمات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور وہ تنہا صاحب اختیار ہوگا اور اس کا فیصلہ کرے گا۔ اس لئے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور کوئی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس طرح وہ واحد مختار بھی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دے کہ جو آخرت میں آپ کے حصول رحمت کا ذریعہ بنیں اور ان اعمال بد سے بچا لیجئے کہ جو قیامت میں ذلت ورسوائی کا سبب ہوں۔

اے اللہ اپنے رحمت والے نبی کے طفیل سے ہم پر دنیا وآخرت دونوں جہان میں رحمت فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ اور محض اپنی رحمت اور فضل وکرم سے ہماری مغفرت فرما کر ہم کو بھی اپنے مرحوم اور سعید بندوں میں شامل فرما کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم لوگ سب سے اچھی اُمت ہو کہ وہ اُمت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو

كُنْتُمْ	خَيْرَ	اُمَّةٍ	اُخْرِجَتْ	لِلنَّاسِ	تَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَتَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ
تم ہو	بہترین	اُمت	بھیجی گئی	لوگوں کے لئے	تم حکم کرتے ہو	اچھے کاموں کا	اور منع کرتے ہو	سے	برے کام

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

اوراللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اُن کے لئے زیادہ اچھا ہوتا اُن میں سے بعضے تو ایماندار ہیں

وَتُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَلَوْ	اٰمَنَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	مِنْهُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ
اور ایمان لاتے ہو	اللہ پر	اور اگر	ایمان لے آتے	اہل کتاب	تو تھا	بہتر	ان کے لئے	ان سے	ایمان والے

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾	وَاَكْثَرُهُمْ	الْفٰسِقُوْنَ	
اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں	اور ان کے اکثر	نافرمان	

امت محمدیہ کی افضلیت و برتری

گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے۔ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بجا لانے کا حکم دیا گیا تھا اسی کی مزید ترغیب وتاکید اور اسی مضمون کی تکمیل میں اس آیت میں امت مسلمہ کو خطاب کر کے اس کی افضلیت و برتری اور خصوصیت کی بڑی وجہ یہی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بتلائی جاتی ہے جس سے ایک طرف تو اہل اسلام کو یہ تاکید مقصود ہے کہ تم اس صفت خصوصی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے اور دوسری طرف اہل کتاب کو اس دین کو قبول کر کے اس امت مسلمہ میں شامل ہو جانے کی ترغیب ہے کہ جس کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے۔ اس کو خیر امت کا لقب دیا گیا۔ مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں بھی تصریح سے وارد ہوا ہے اور قرآن پاک میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً واشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس امت کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہے۔ جس طرح نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے سردار اور تمام نبیوں سے افضل ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی تمام قوموں اور امتوں سے افضل و برتر ہے اور جس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کی خبر گذشتہ انبیاء کو دے دی گئی تھی اسی طرح آپ کی امت کی برتری کی بھی خبر دے دی گئی تھی۔

امت محمدیہ کی افضلیت کی وجہ

اس آیت شریفہ میں خَيْرَ اُمَّةٍ کا لقب دینے اور اس کے خیر الامم ہونے کی علت بھی ظاہر فرمادی گئی کہ یہ امت مسلمہ ان تین صفات کی وجہ سے خَيْرَ اُمَّةٍ ہے:

(۱) تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کہ تم لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے ہو۔

(۲) تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

(۳) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ یعنی تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

پہلی دو صفات یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا اس میں زبان، ہاتھ، قلم، تلوار سب ذریعہ شامل ہیں۔ جو جتنی قدرت اور وسعت رکھتا ہے وہ عملاً اور حکماً نیکیوں کی اشاعت اور برائیوں کی روک تھام کا اتنا ہی مکلف ہے۔ اور اگرچہ امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر بھی عائد تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لئے انکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف زبان اور دل سے ہوسکتا تھا۔امت محمدیہ میں اس کا تیسرا درجہ یعنی ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا بھی شامل ہے جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں اور بزور حکومت اسلامی قوانین کا نفاذ بھی اس کا جز ہے۔اس کے علاوہ امم سابقہ میں جس طرح دین کے دوسرے شعائر سے غفلت عام ہوکر محو ہو گئے تھے اسی طرح فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی بالکل متروک ہو گیا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان باللہ سے بھی پہلے ذکر فرمایا ہے حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی چیز بھی معتبر نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے امت محمدیہ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فوقیت اور افضلیت ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس امت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اس لئے ساتھ ہی بطور قید کے اس کو بھی ذکر فرما دیا ورنہ اصل مقصود اس آیت مبارکہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر فرمانا ہے اس لئے اس کو مقدم فرمایا۔تو امت کو بھی چاہیے کہ اس آیت میں جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔

اب آیت میں بظاہر تو خطاب اولین مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے۔اب یہاں ذرا ہم اور آپ اپنی حالت پر بھی غور کرلیں۔

اہل کتاب کو دعوت ایمان

آیت کے اخیر میں جو یہ فرمایا کہ اگر یہ اہل کتاب اس آخری نبیؐ آخری کتاب اور آخری شریعت پر ایمان لے آئیں اور اس نبی برحق کی تصدیق کرلیں جس کو توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں تو بلاشبہ یہ بھی خیر الامم میں شامل ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے سوائے چند کے جیسے یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں نجاشی شاہ حبشہ اور عدی بن حاتم وغیرہ جنہوں نے حق کو قبول کیا اور خیر الامم میں داخل ہوئے باقی اپنے تمرد اور عناد پر قائم رہے اور اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔اور ہر وقت مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں۔اس طرح اہل کتاب کو اس دین اسلام قبول کرنے کی ترغیب بھی ہے۔اب چونکہ کفر پر قائم رہنے والے اہل کتاب مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے اس لئے آگے مسلمانوں کی تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاتا ہے اور ان بدخواہ یہود کو ذلت و رسوائی کی وعید سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ جب آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا ہونے کی سعادت نصیب فرمائی تو اے اللہ آپ ہی ہم کو اس خیر امت کا فرد ہونے کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما۔اے اللہ ہم کو دنیا میں نیکیوں کا کرنے والا اور پھیلانے والا بنا کر زندہ رکھئے۔اور برائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔اے اللہ اس امت مسلمہ کی جو خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تھی وہ ہم سے چھوٹ گئی۔اے اللہ ہم کو پھر اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔اور یا اللہ اس خیر الامم کو جس مقصد کے لئے آپ نے دنیا میں بھیجا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہمیں بھی توفیق مرحمت فرما دے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

وہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت اور اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائینگے پھر کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی

لَنْ	يَّضُرُّوْكُمْ	اِلَّآ	اَذًى	وَاِنْ	يُّقَاتِلُوْكُمْ	يُوَلُّوْكُمُ	الْاَدْبَارَ	ثُمَّ	لَا يُنْصَرُوْنَ
ہرگز	نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا	سوائے	ستانا	اور اگر	وہ تم سے لڑیں گے	وہ تمہیں پیٹھ دکھائیں گے	پیٹھ (جمع)	پھر	ان کی مدد نہ ہوگی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ

جمادی گئی اُن پر بے قدری جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے

ضُرِبَتْ	عَلَيْهِمُ	الذِّلَّةُ	اَيْنَ مَا	ثُقِفُوْٓا	اِلَّا	بِحَبْلٍ	مِّنَ اللّٰهِ	وَحَبْلٍ
چسپاں کردی گئی	اُن پر	ذلت	جہاں کہیں	وہ پائے جائیں	سوائے	اس (عہد)	اللہ سے	اور اس (عہد)

مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ

اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہوگئے غضب الٰہی کے اور جمادی گئی اُن پر پستی یہ اس وجہ سے ہوا

مِّنَ النَّاسِ	وَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ	مِّنَ اللّٰهِ	وَضُرِبَتْ	عَلَيْهِمُ	الْمَسْكَنَةُ
لوگوں سے	وہ لوٹے	غضب کے ساتھ	اللہ سے (کے)	اور چسپاں کردی گئی	ان پر	محتاجی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ

کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کردیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانُوْا	يَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَيَقْتُلُوْنَ	الْاَنْۢبِيَآءَ	بِغَيْرِ حَقٍّ
یہ	اس لئے کہ وہ	تھے	انکار کرتے	آیتیں	اللہ	اور قتل کرتے تھے	نبی (جمع)	ناحق

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ۬

یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے!

ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوْا	وَّكَانُوْا	يَعْتَدُوْنَ
یہ	اس لئے	انہوں نے نافرمانی کی	اور تھے	حد سے بڑھ جاتے

مسلمانوں کو تسلی کہ یہود تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اے مسلمانو! تم اطمینان رکھو یہ یہود مدینہ اگر چہ تمہارے کیسے ہی سخت مخالف ہیں اور یہ کتنی ہی کوشش تمہیں نقصان پہنچانے کی کریں مگر یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور کسی قسم کا تم کو ہرگز گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ سوائے اس کے کہ زبان درازی کر کے تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈہ کرتے رہیں۔ اگر وہ زبان درازی سے زیادہ کچھ ہمت کر کے کبھی جنگ کے لئے تمہارے مقابلہ میں آنے کی جرأت کریں گے بھی تو شکست کھا کر پیٹھ پھرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اور کہیں سے بھی ان کی مدد نہ ہوگی۔ اور انہیں کبھی قوت وشوکت اور غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے۔

''وہ اہل کتاب یعنی یہود مدینہ تم کو اے مسلمانو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ مگر ذرا خفیف سی اذیت یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دل دکھانا اور اگر وہ اس سے زیادہ کی ہمت کریں اور تم سے مقابل ہو کر مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ کسی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جائے گی''۔

چنانچہ الحمد للہ یہ قرآنی پیشین گوئی حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی کہ اہل کتاب زمانہ نبوت میں کسی موقع پر بھی صحابہ کرامؓ پر جو کہ بقرینہ مقام اس آیت کے خاص مخاطب ہیں غالب نہ آ سکے اور جب کبھی یہود اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی یہود پشت پھیر کر بھاگے اور انجام کار مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوئے۔ بعض پر جزیہ لگایا گیا بعض مقتول ہوئے اور بعض جلاوطن کئے گئے۔

یہودیوں پر ذلت

اس پیشین گوئی کے بعد اس یہود قوم کے بارہ میں آگے بتلایا گیا کہ اس قوم پر بے قدری ذلت اور رسوائی مسلط کر دی گئی ہے اور ہر جگہ ان کا مال اور جان بے وقعت ہیں مگر ہاں دو ذریعوں سے ان کو امن میسر ہو جاتا ہے ایک تو حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ کے ذریعہ اور دوسرے حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ذریعہ (اس کی تشریح آگے کی گئی ہے) اور یہ لوگ اللہ کے غصہ کے مستحق ہو گئے۔ اور ذلت وخواری ان پر لازم کر دی گئی اور یہ لوگ خدا کے غضب اور ذلت ومسکنت کے اس لئے مستحق بنے کہ وہ احکام الٰہیہ کے منکر ہو جاتے تھے اور جان بوجھ کر ناحق نبیوں کو قتل کیا کرتے تھے اور یہ ذلت اور غضب اس وجہ سے بھی ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ اطاعت سے نکل نکل جاتے تھے۔ چنانچہ یہاں دوسری آیت میں اسی کا بیان ہے۔

یہودیوں کے لئے امن کے دو راستے

یہاں آیت میں دو ذریعوں سے یہود کو امن وپناہ ملنا بتایا گیا ہے۔ ایک تو حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ کے ذریعہ۔ اور دوسرے حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ذریعہ۔ ان الفاظ سے مفسرین نے مختلف مرادیں لی ہیں۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ کے ذریعہ پناہ وامن ملنے سے مراد بعض مفسرین نے یہ لی ہے کہ کوئی کتابی غیر مسلم خواہ یہودی ہو یا نصرانی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنے ہی طریق پر ایسا مشغول ومصروف ہو کہ مسلمانوں سے لڑتا بھڑتا نہ ہو اس کو جہاد میں قتل نہیں کیا جاتا۔ اگر چہ اس کی کافرانہ عبادت آخرت میں اس کے کام نہ آئے گی۔ اسی طرح اللہ کی طرف کے ذریعہ میں یہ بھی آ گیا کہ کتابی عورت ہو یا نابالغ بچہ کیونکہ شریعت اسلام کی رو سے ان کو بھی جہاد میں قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ تو گویا من جانب اللہ یہ دستاویز ان کے لئے موجب امن ہے۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ سے بعض نے مراد اسلام لیا ہے یعنی مسلمان ہو کر وہ مامون ہو سکتے ہیں۔ اور حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے معاہدہ صلح وغیرہ کا کر کے ان کی پشت پناہی میں آ جائیں تو مامون رہ سکتے ہیں اور چونکہ یہاں حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ فرمایا ہے یعنی لوگوں

سے معاہدہ صلح کی بناء پر تو لفظ ناس مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں سے معاہدہ صلح کر کے بے فکر ہو جائیں اور یہ بھی داخل ہے کہ دوسری غیر مسلم طاقتوں سے معاہدہ صلح کر کے امن میں ہو جائیں۔

اسرائیل کی حیثیت

آج کل فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے کی بناء پر بہت سے مسلمانوں کو یہ شبہات پیش آتے ہیں کہ قرآن کے قطعی ارشادات سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہودیوں کی حکومت کبھی قائم نہ ہو گی اور واقعہ یہ پایا جاتا ہے کہ فلسطین میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ تو جواب واضح ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کی موجودہ حکومت کی حقیقت سے جو لوگ باخبر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ حکومت دراصل اسرائیل کی نہیں ہے بلکہ امریکہ اور برطانیہ کی ایک پارٹی سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں یہ اپنی ذاتی طاقت سے ایک مہینہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ یورپین (اور اسلام دشمن) طاقتوں نے اسلامی بلاک کو کمزور کرنے کے لئے ان کے بیچ میں اسرائیل کا نام دے کر ایک چھاؤنی بنائی ہوئی ہے اور اسرائیل ان کی نظروں میں بھی ان کا فرمانبردار غلام سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ صرف قرآن کریم کے ارشاد بِحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ کے سہارے ان کا اپنا وجود قائم ہے وہ بھی ذلت کے ساتھ۔ اس لئے اسرائیلی موجودہ حکومت سے قرآن کریم کے کسی ارشاد پر ادنیٰ شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہود۔ نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب سے پہلے یہود ہیں ان کی شریعت ان کی تہذیب سب سے پہلی ہے۔ اگر پوری دنیا میں فلسطین کے ایک چھوٹے سے حصہ پر ان کا تسلط کسی طرح ہو بھی گیا پوری دنیا کے نقشہ میں یہ حصہ ایک نقطہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے بالمقابل نصاریٰ کی سلطنتیں اور مسلمانوں کے دور تنزل کے باوجود ان کی سلطنتیں بت پرستوں کی سلطنتیں لامذہبوں کی حکومتیں جو جگہ جگہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں ان کے مقابلہ میں فلسطین وہ بھی آدھا اور اس پر بھی امریکہ و برطانیہ کے زیر سایہ کوئی تسلط یہودیوں کا ہو جائے تو کیا اس سے پوری قوم یہود پر خدا تعالیٰ کی طرف سے لگائی ہوئی دائمی ذلت کا کوئی جواب بن سکتا ہے" (معارف القرآن)

غضب الٰہی کے اسباب

یہاں آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس قوم یہود نے جو اللہ کا غصہ و غضب کمایا اس کی چار وجوہات یہاں آیت میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

(۱) وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ یعنی احکام خداوندی کو جھٹلاتے تھے۔ (۲) اللہ کے پیغمبر اور رسولوں کو انہوں نے ناحق قتل کیا۔ (۳) انہوں نے عصیان اور نافرمانی کو اپنا قومی شعار بنالیا۔ (۴) انہوں نے عدوان اختیار کیا یعنی حدود الٰہی کو توڑا اور قوانین خداوندی کی پابندی اختیار نہ کی۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا قوانین خداوندی کی پابندی نہ کرنا۔ احکام الٰہیہ کے دائرہ اور حدود سے نکل جانا اور ان کا انکار کرنا یہ وہ مسلمہ جرم ہیں کہ جو غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں اور قومی تباہی کا باعث بن کر رہتے ہیں۔

دعا کیجئے: کہ ان مغضوب قوموں کے واقعات و حالات سے اللہ تعالیٰ ہم کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے نبی پاک ﷺ کے اتباع کی پوری پوری توفیق عطا فرما اور اسلام و ایمان کی برکت سے ہمارے دشمنوں کو مغلوب فرما۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ جو اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ و مامون فرما۔ آمین　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ

یہ اہل کتاب سب برابر نہیں ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہیں حق پر اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں

لَيْسُوْا	سَوَآءً ۭ	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اُمَّةٌ	قَآئِمَةٌ	يَّتْلُوْنَ	اٰيٰتِ اللّٰهِ	اٰنَآءَ الَّيْلِ
نہیں	برابر	سے (میں)	اہل کتاب	ایک جماعت	قائم	وہ پڑھتے ہیں	اللہ کی آیات	اوقات - رات

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں

وَهُمْ	يَسْجُدُوْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ
اور وہ	سجدہ کرتے ہیں	ایمان رکھتے ہیں	اللہ پر	اور	دن - آخرت	اور حکم کرتے ہیں	اچھی بات کا

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں۔ اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔

وَيَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	يُسَارِعُوْنَ	فِي	الْخَيْرٰتِ	وَاُولٰٓئِكَ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
اور منع کرتے ہیں	سے	برے کام	اور	وہ دوڑتے ہیں	میں	نیک کام	اور یہی لوگ	سے	نیکوکار (جمع)

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کیے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔

وَمَا	يَفْعَلُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِالْمُتَّقِيْنَ
اور جو	وہ کریں گے	سے (کوئی)	نیکی	تو ہرگز ناقدری نہ ہوگی اسکی	اور اللہ	جاننے والا	پرہیزگاروں کو

اہل کتاب میں بعض صالح افراد

یہ بات اپنی جگہ ضرور ہے کہ کسی قوم کی اچھائی اور برائی کا معیار قوم کی اکثریت ہوتی ہے اور کسی جماعت یا قوم کی نسبت رائے قائم کرنے میں اکثریت کی حالت دیکھی جایا کرتی ہے نہ کہ خال خال افراد کا حال چنانچہ قوم یہود کے باب میں رائے قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی یہی اصول پیش نظر رہا ہے اور پوری قوم کو مغضوب بتلایا گیا تاہم سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ اچھے افراد مغلوب اور برے غالب ہی سہی تاہم ان اشقیا کے اندر چند سعید روحیں بھی تھیں۔ ان اہل کتاب میں کچھ اچھے افراد بھی تھے اگرچہ وہ آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں یہود میں سے عبداللہ بن سلام ان کے بھائی اور دیگر احباب و رفقاء اور عیسائیوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اس کے ارکان دولت

اور نجران کے بعض نصاریٰ اور حبش و روم کے بعض عیسائی ان لوگوں نے جب اسلام کے انوار کی تجلی دیکھی تو بصدق دل اس کو قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے اور آپ کا اتباع قبول کر لیا۔ ان آیات میں انہی حضرات کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

کہ سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ اتنے بروں میں کچھ اچھے بھی ہیں کہ جنہوں نے حق کو قبول کیا اور اسلام کی آغوش میں آ گئے اور دین حق پر ایسے مستقیم ہو گئے کہ اب کوئی دنیا کی طاقت انہیں ہلا نہیں سکتی۔ دین کے ذوق وشوق میں وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نیند اور نرم بستر ے چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے مالک کو عاجزی سے سجدے کرتے ہیں اور دیر تک جبین نیاز زمین پر رکھتے ہیں۔ تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو اور نماز میں کلام پاک پڑھتے ہیں تاکہ کلام خداوندی کے پڑھنے سے مناجات کی لذت حاصل ہو اور ان کا اوقات شب میں اس طرح عبادت کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کی توحید ان کے دلوں میں راسخ ہو گئی۔ نیز قیامت و آخرت کا تصور ان کے نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا اس لئے وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ ان کے انوار و برکات ان کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے ممانعت کرتے ہیں جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے تو دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں بلاشبہ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نیک بختی صلاح و رشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے اور ایسے اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوگنا اجر ملے گا۔ جیسا کہ سورہ قصص بیسویں پارہ میں ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ اور احادیث نبویہ ﷺ میں صراحۃً آیا ہے کہ جو اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے ان کو دو اجر ملیں گے۔ اس لئے جب یہود کی برائیوں کا ذکر آتا ہے تو حق تعالیٰ ان پرہیزگاروں کو مستثنیٰ فرما دیتے ہیں اور ان کی پرہیزگاری کے موافق دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائے گا۔

صالحین کے اوصاف

یہاں امت قائمہ کے صفات بیان فرما کر یہ جو فرمایا

وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں) تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم جنہیں صالح قرار دیتا ہے ان کے اوصاف یہ ہیں۔

(۱) ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت رکھنا۔

(۲) شب میں تلاوت قرآن کرنا اور نماز تہجد پڑھنا۔

(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا۔

(۴) يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ یعنی نیکیوں کی طرف شوق و رغبت سے بڑھنا۔

دعا کیجیے: یا اللہ جن صفات حمیدہ کا ذکر آپ نے ان آیات میں فرمایا ہے ہم کو بھی وہ نصیب فرمائیں اور اپنے صالح بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو بھی نیک بختی اور صلاح و رشد کا وہ حصہ عطا فرما جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یا اللہ ایمان و یقین کی دولت کامل عطا فرما اور اعمال صالحہ کی ہم کو توفیق عطا فرما اور اپنے کرم سے ان اعمال کی قبولیت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ط

جو لوگ کافر رہے ہرگز اُن کے کام نہ آویں گے اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	لَن تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	أَمْوَالُهُمْ	وَلَا	أَوْلَادُهُم	مِّنَ اللَّهِ	شَيْئًا
بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا	ہرگز کام نہ آئے گا	اُن سے (کے)	اُن کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	اللہ سے (آگے)	کچھ

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ج هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي

اوروہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں

وَأُولَٰئِكَ	أَصْحَابُ النَّارِ ج	هُمْ	فِيهَا	خَالِدُونَ	مَثَلُ	مَا	يُنفِقُونَ	فِي
اور یہی لوگ	آگ (دوزخ) والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	مثال	جو	خرچ کرتے ہیں	میں

هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ

اِس دنیوی زندگی میں اس کی حالت اس حالت کی مثل ہے کہ ایک ہوا ہو جس میں تیز سردی ہو وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو

هَٰذِهِ	الْحَيَاةِ	الدُّنْيَا	كَمَثَلِ	رِيحٍ	فِيهَا	صِرٌّ	أَصَابَتْ	حَرْثَ	قَوْمٍ
اس	زندگی	دُنیا	ایسی۔ جیسے	ہوا	اس میں	پالا	وہ جا لگے	کھیتی	قوم

ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ط وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

جنہوں نے اپنا نقصان کررکھا ہو پس وہ اُس کو برباد کرڈالے اوراللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچارہے تھے۔

ظَلَمُوا	أَنفُسَهُمْ	فَأَهْلَكَتْهُ	وَمَا ظَلَمَهُمُ	اللَّهُ	وَلَٰكِنْ	أَنفُسَهُمْ	يَظْلِمُونَ
اُنہوں نے ظلم کیا	جانیں اپنی	پھر اسکو ہلاک کردے	اور ظلم نہیں کیا ان پر	اللہ	بلکہ	اپنی جانیں	وہ ظلم کرتے ہیں

کافروں کا انجام:

گذشتہ آیات میں مدح تھی اُن اہل کتاب کی جنہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ کا اتباع اختیار کرلیا تھا۔ اب آگے اُن کے مقابل میں ان آیات میں اُن اہل کتاب کی مذمت ہے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور کفر پر قائم رہے اوران کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ کافر جو کچھ دنیا میں مال دولت خرچ کرے اور خواہ اپنے نزدیک بڑی خیر خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو لیکن آخرت میں اس کی کوئی قدر قیمت اور پرسش نہیں کیوں کہ ایمان کی روح نہ ہونے سے اس کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے۔ عمل کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز ایمان واسلام ہی ہے۔ ان کے بدون عمل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا اور اس کو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

چندروز اس کی سرسبزی اور شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا اور بہت کچھ امیدیں باندھتا رہا کہ یکا یک ایسی سرد ہوا چلی اور برف و پالا اس قدر گرا کہ ایک دم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی۔ اور نتیجہ میں وہ اپنی کلی تباہی و بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا۔ نہ اُمیدیں پوری ہوئیں۔ نہ ضرورت کے وقت اس کی پیداوار

سے فائدہ اٹھا سکا۔ بعینہ یہ مثال ان کفار کی ہے جو کفر وشرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں کیسا ہی دنیا میں صدقہ خیرات اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگا کر اجر آخرت کے امیدوار ہوں کہ انہیں اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو اس کا اجر وثواب ملے گا تو وہ سمجھ لیں اور اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ کفر وشرک کی وجہ سے اُن کے تمام اعمال باطل ورائیگاں ہیں اور مال یا اولاد کوئی چیز آخرت میں کفر وشرک پر ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی سے انہیں نہیں بچا سکتی۔ اور اس پر یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی آخرت میں قبول نہیں کی جاتی تو اُس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ ہرگز نہیں۔ یہ ظلم تو خود انہوں نے اپنی جانوں پر اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ نہ کفر اختیار کرتے نہ یہ انجام بد دیکھنا پڑتا۔ یہ اُن کی اپنی ہی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کیوں کہ انہوں نے ایمان وتوحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات ودیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک و طغیان اور کفر وعصیان کی راہ اختیار کی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔

کافروں کے نیک اعمال

اب اس پر کسی کے دل میں یہ شبہ گزر سکتا تھا کہ بعض اوقات کافر اپنے مال سے محتاجوں اور یتیموں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پل اور سرائے اور کنواں بنواتے ہیں تو کیا اس قسم کے صدقات ونفقات سے کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع پہنچ سکتا ہے تو اس کے متعلق بھی مثال دے کر صاف فرما دیا گیا کہ اس قسم کے نفقات سے بھی کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی فانی اور زائل ہونے والی جزاء اس دار فانی میں مل جائے لیکن قیامت کے دن اس سے کچھ بھی نفع نہ ہو گا۔ اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی تو اس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ نہیں یہ ظلم تو اس کافر نے خود اپنی جان پر اپنے ہاتھوں سے کیا ہے کہ کفر وشرک کے پالے سے آخرت کی کھیتی خراب کی۔ نہ دنیا میں کفر کرتے نہ یہ انجام آخرت میں دیکھتے۔ اور اس کی مثال دنیا میں بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ جب دنیا میں ایک سرکش وباغی کی بڑی سے بڑی خدمات اسے بغاوت کی جرم کی سزا سے نہیں بچا سکتیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں منکرین حق کیسے سزا سے بچ سکتے ہیں اور یہ ظلم کیوں ہوا؟

اب یہاں آیت میں کافروں کے بارہ میں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جو فرمایا یعنی یہ کافر جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور قرآن پاک میں یہ مضمون متعدد جگہ آیا ہے تو اس پر کفار وغیر مسلم اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ کفر کی سزا دائمی عذاب جہنم کیوں ہے؟ حالانکہ سزا جرم کے مناسبت سے ہونی چاہئے اور یہاں جرم متناہی ہے کیونکہ عمر کافر کی متناہی ہے تو سزا بھی متناہی ہونی چاہئے نہ یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک کے لئے جہنم میں غیر متناہی سزا بھگتنا رہے؟ تو اس کا عقلی جواب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے معترضین کو خطاب کر کے خوب جواب دیا ہے کہ تمہارا یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ سزا جرم کے مناسب ہونا چاہئے۔ مگر کیا مناسب کے معنی یہ ہیں کہ جرم وسزا دونوں کا زمانہ بھی مناسب ہو۔ اگر یہی بات ہے تو چاہئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ تک ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہو کر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دیدے۔ اگر حاکم ایسا کرے تو کیا تم اس کو انصاف مانو گے؟ اور سزا کو جرم کے مناسب مانو گے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سزا اور جرم میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ اسلام نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں؟ اور یہ مجرم شدید ہے یا نہیں؟ شاید تم کہو کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ اس کی سزا ابدالآباد جہنم ہو۔ تو میں کہوں گا کہ یہ خیال تم کو اس لئے پیدا ہوا کہ تم نے فعل کی صرف ظاہری صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا وجزا کا مدار اس کی ظاہری صورت پر نہیں بلکہ نیت کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصل مدار نیت ہی پر ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص دھوکہ سے شراب پی لے تو اس کو گناہ نہیں گو صورت گناہ موجود ہے کیونکہ نیت نہ تھی۔ اور اگر ایک شخص شراب پینے کے لئے شراب خانہ پر جائے اور دکاندار بجائے شراب کے کوئی شربت اس کو دیدے جسے یہ شراب سمجھ کر پیے تو اس کو گناہ ہو گا کیونکہ اس کی نیت تو شراب پینے ہی کی تھی۔ تو اب سمجھو کہ گویا ظاہر میں کفر کافر متناہی ہے۔ مگر اس کی نیت یہ تھی کہ اگر زندہ رہا تو میں ابدالآباد اسی حالت پر رہوں گا۔ اس لئے اپنی نیت کے موافق ابدالآباد جہنم کا عذاب ہو گا اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اس کے لئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو اسلام حقیقی نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ ہمارے اموال واولاد کو ہماری آخرت کے لئے سودمند بنا اور ہم سے دنیا میں جو اعمال صالحہ کا ذخیرہ آپ ہی کی توفیق وعنایت سے جمع ہو جائے اس کو قیامت میں ہمارے لئے باعث اجر وثواب بنا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ

اے ایمان والو اپنے لوگوں کے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	بِطَانَةً	مِّنْ	دُوْنِكُمْ	لَا يَأْلُوْنَكُمْ	خَبَالًا ؕ
اے	جوایمان لائے (ایمان والو)	نہ بناؤ	دوست (رازدار)	سے	سوائے۔اپنے	وہ کمی نہیں کرتے	خرابی

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ

کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھتے تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں واقعی بغض اُن کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر اُن کے دلوں میں ہے

وَدُّوْا	مَا	عَنِتُّمْ ۚ	قَدْ بَدَتِ	الْبَغْضَآءُ	مِنْ	اَفْوَاهِهِمْ ۖ ۚ	وَمَا	تُخْفِيْ	صُدُوْرُهُمْ
وہ چاہتے ہیں	کہ	تم تکلیف پاؤ	البتہ ظاہر ہو چکی	دشمنی	سے	اُن کے منہ	اور جو	چھپا ہوا	اُن کے سینے

اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ

وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو ایسے ہو

اَكْبَرُ ؕ	قَدْ بَيَّنَّا	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْقِلُوْنَ	هٰٓاَنْتُمْ
بڑا	ہم نے کھول کر بیان کر دیا	تمہارے لئے	آیات	اگر	تم ہو	عقل رکھتے	سُن لو۔تم

اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

کہ اُن لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلا محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے

اُولَآءِ	تُحِبُّوْنَهُمْ	وَلَا	يُحِبُّوْنَكُمْ	وَتُؤْمِنُوْنَ	بِالْكِتٰبِ	كُلِّهٖ ۚ	وَاِذَا	لَقُوْكُمْ
وہ لوگ	تم دوست رکھتے ہو اُنکو	اور نہیں	وہ دوست رکھتے تمہیں	اور تم ایمان رکھتے ہو	کتاب پر	سب	اور جب	وہ تم سے ملتے ہیں

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ

ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ کے تم کہہ دو کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں

قَالُوْٓا	اٰمَنَّا ۖ ۚ	وَاِذَا	خَلَوْا	عَضُّوْا	عَلَيْكُمُ	الْاَنَامِلَ	مِنَ	الْغَيْظِ	قُلْ	مُوْتُوْا	بِغَيْظِكُمْ ؕ
کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں	وہ کاٹتے ہیں	تم پر	انگلیاں	سے	غصہ	کہہ دیجئے	تم مر جاؤ	اپنے غصہ میں

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ز وَ اِنْ
بیشک خداتعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو اُن کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر

اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	اِنْ	تَمْسَسْكُمْ	حَسَنَةٌ	تَسُؤْهُمْ ز	وَ	اِنْ
بیشک	اللہ	جاننے والا	سینے والی (دل کی باتیں)	اگر	پہنچے تمہیں	کوئی بھلائی	انہیں بری لگتی ہے	اور	اگر

تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ
تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اُس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی

تُصِبْكُمْ	سَيِّئَةٌ	يَّفْرَحُوْا	بِهَا ط	وَ اِنْ	تَصْبِرُوْا	وَ تَتَّقُوْا	لَا يَضُرُّكُمْ	كَيْدُهُمْ	
تمہیں پہنچے	کوئی برائی	وہ خوش ہوتے ہیں	اس سے	اور اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	نہ بگاڑ سکے گا تمہارا	ان کا فریب	

شَيْـًٔا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾	شَيْـًٔا ط	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ	
بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۔	کچھ	بیشک	اللہ	جو کچھ	وہ کرتے ہیں	گھیرے ہوئے ہے	

شانِ نزول:

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہود اور منافقین دونوں جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہود کے بارہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اسلام سے قبل جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائیگی وغیرہ کی بناء پر دوستانہ تعلقات تھے وہ اسلام کے بعد بھی قائم تھے۔ ان یہود کی دوستی پر اعتماد کر کے انہیں مسلمان بعض رازدارانہ باتیں بھی بتا دیتے تھے۔ منافقین کے بارہ میں یہ روایت ہے کہ مسلمان عام طور پر انہیں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے اور اپنی بعض خفیہ باتیں ان کو بتا دیتے۔ اس طرح ان سے نقصان کا اندیشہ تھا اہل ایمان کو یہود و منافقین کے شر سے بچانے کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کسی اور کو اپنا رازداں نہ بنائیں اور دوسرے مذہب والوں میں سے کسی کو برتاؤ میں صاحب خصوصیت نہ بنائیں کیونکہ یہودی ہوں یا عیسائی منافقین ہوں یا مشرکین کوئی جماعت مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ دینی اور دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں ان کی خوشی اسی میں ہے کہ مسلمان تکلیف اور مصیبت میں رہیں اور کسی نہ کسی تدبیر سے مسلمانوں کو ضرر پہنچ جائے اور جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت و دشمنی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہے۔ پس عقلمند مسلمان کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا رازدار بنائے۔

کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ:

اگرچہ شان نزول ان آیات کا خاص ہے مگر عموم الفاظ سے حکم عام ہے اس طرح گویا تمام مسلمانوں کو غیر مذہب والوں سے خصوصی دوستانہ اور محبت کے تعلقات کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو اپنا ہم راز نہ بنایا جائے۔ نہ ان کو اپنے قومی ملکی اور ملی انتظامات میں دخیل بنایا جائے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک نصرانی کے لیاقت کی آپ سے بہت تعریف کی گئی اور کہا گیا کہ آپ اس کو اپنا

میر منشی بنالیں تو بہتر ہو تو آپ نے انہیں آیات کی بناء پر انکار فرمادیا اور فرمایا اس کو میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت والے کو راز دار بنالوں گا جو نص قرآن کے خلاف ہے۔

اہل کتاب کی مسلمانوں سے دلی عداوت

آگے ان دشمنان دین کا حسد اور ان کی دلی عداوت کا حال بیان فرمایا ہے۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ لوگ تمہاری دشمنی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں پھر تم ان سے محبت اور خصوصی دوستی کیوں کرتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"ہاں سمجھو تم ایسے ہو ان لوگوں سے محبت کا برتاؤ رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے نہ دل سے نہ برتاؤ سے حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اس میں ان کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ مگر وہ تو باوجود اس تمہارے ایمان کے بھی تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم باوجود ان کے اس عدم ایمان کے بھی ان سے محبت رکھتے ہو اور تم ان کے ظاہری دعویٰ ایمان سے شبہ مت کرنا کہ وہ بھی تو ہماری کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں صرف تمہارے دکھانے کو منافقانہ طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب تم سے علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ و غضب کے۔ تم ان سے کہہ دو کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں مراد یہ ہے کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری مراد پوری نہ ہوگی۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اسی لئے ان لوگوں کے دلوں میں جو رنج و غبار و عداوت تمہاری طرف سے بھری ہیں سب بتلا دی اور ان کا یہ حال ہے کہ اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہو جاتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے بڑے خوش ہوتے ہیں تو جب ان کے یہ دلی حالات ہیں تو وہ اس قابل کب ہیں کہ ان سے دوستی کی جائے۔"

کافروں کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا نسخہ

اب یہ احکام سن کر ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ جب ہم ان سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ اور زیادہ غیظ و غضب میں آ کر ہمارے خلاف تدبیریں کریں گے اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے میں کوئی کسر نہ رکھیں گے اور بیش از بیش نقصان پہنچانا چاہیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو دشمنان دین اسلام سے محفوظ رہنے اور ان کے مکر و فریب اور سازش کارگر نہ ہونے کا حتمی نسخہ بھی بتلا دیا۔ اور وہ دو چیزیں ہیں۔ ایک تو صبر دوسرے تقویٰ۔ مسلمانوں کا ان دو چیزوں کے اختیار کرنے پر وعدہ ہے۔

لایضرکم کیدھم شیئًا یعنی دشمنان دین کے فریب اور چالاکیوں سے مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑے گا اب دیکھئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ کوئی داؤ پیچ یا مکر و فریب نہ کرسکیں گے بلکہ یہ وعدہ فرمایا کہ ان کے داؤ پیچ اور مکر و فریب کارگر نہ ہوسکیں گے۔ بشرطیکہ مسلمان صبر و تقویٰ پر مستقیم رہیں۔ اب صبر و تقویٰ کی تفصیل تو بہت ہے مختصراً یوں سمجھ لیا جائے کہ استقامت علی الدین۔ عزم صمیم۔ استقلال۔ ثابت قدمی یہ سب صبر میں داخل ہیں۔ اور تقویٰ میں خوف خدا' پرہیزگاری' اللہ پر بھروسہ و توکل' نافرمانی سے بچنا' گناہوں سے پرہیز یہ سب آ گیا

دعا کیجئے: یا اللہ ہمارے دلوں میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی تمام باتوں سے بیزاری جمادے اور ان کے طور طریقے و معاشرت و تہذیب سے ہم کو نفرت عطا فرمادے۔ اے اللہ اس امت کو صبر و تقویٰ کا بھولا ہوا سبق پھر یاد دلا دے۔ اے اللہ ہم قرآن کی ہدایت کو چھوڑ کر خود بھی رسوا اور ذلیل ہوئے اور اسلام کے پاک نام کو بھی بدنام کیا۔ اے اللہ دشمنان دین کی چالوں کو انہیں پر الٹ دے جو ان کو ملیامیٹ کردیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط

اورجبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کے لئے مقامات پر جما رہے تھے

وَاِذْ	غَدَوْتَ	مِنْ	اَهْلِكَ	تُبَوِّئُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	مَقَاعِدَ	لِلْقِتَالِ ط
اور جب	آپ صبح سویرے	سے	اپنے گھر	بٹھانے لگے	مومن (جمع)	ٹھکانے	جنگ کے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط

اوراللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے جان رہے تھے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہاردیں اوراللہ تعالیٰ تو اُن دونوں جماعتوں کا مددگار تھا،

وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	اِذْ	هَمَّتْ	طَّآئِفَتٰنِ	مِنْكُمْ	اَنْ	تَفْشَلَا ۙ	وَاللّٰهُ	وَلِيُّهُمَا ط
اوراللہ	سننے والا	جاننے والا	جب	ارادہ کیا	دوگروہ	تم سے	کہ	ہمت ہاردیں	اوراللہ	ان کا مددگار

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور پس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہیے۔

وَ	عَلَى اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ
اور	اللہ پر	چاہیے بھروسہ کریں	مومن

غزوہ احد

اب ان آیات کی تشریح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے غزوہ احد کا مختصر حال سن لیا جائے۔ رمضان المبارک ۲ھ میں جب غزوہ بدر میں کفار قریش کو بری طرح شکست نصیب ہوئی جس میں کفار مکہ کے ۷۰ نامور سردار واشخاص قتل ہوئے اوراسی قدر گرفتار ہوئے تو اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے جو حقیقتاً کفار مکہ کے لئے عذاب الٰہی کی پہلی قسط تھی کفار قریش کا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا جو سردار قتل ہوئے تھے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے چنانچہ شوال ۳ھ میں بدلہ لینے کی غرض سے مشرکین مکہ دوسرے قبائل عرب کو ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے نکل پڑے حتیٰ کہ عورتیں ساتھ آئیں تا کہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر کفار اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح لیس ہو کر مدینہ طیبہ سے تین چار میل جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رائے مبارک تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کامیابی اور آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے یہ پہلا موقعہ تھا کہ عبداللہ بن ابی جو بظاہر مسلمانوں میں شامل تھا مگر درپردہ رئیس المنافقین بنا ہوا تھا اس سے بھی رائے لی گئی اس نے کہا کہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اندرون شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا گیا تو ناکام رہے۔ یارسول اللہ آپ مدینہ سے باہر نہ نکلئے خدا کی قسم ہم جب مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب کبھی ہم مدینہ میں رہے تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی۔ دشمن اگر مدینہ میں گھس آیا تو مردان کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں بھی چھتوں سے سنگباری کریں گے مگر بعض اکابر صحابہ اور پرجوش نوجوانوں نے جنہیں غزوہ بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوق شہادت سے بے چین تھے وہ مصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے تا کہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے۔ کثرت رائے اسی طرف تھی۔

28

آپ اس عرصہ میں مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر اور مسلح ہو کر باہر آئے تو اس وقت بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر مجبور کیا۔ یہ غلط ہوا اس لئے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ کا منشا نہ ہو تو یہیں مدینہ میں تشریف رکھیں اور آپ اپنی رائے پر عمل فرمائیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار بدن پر لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ اب اللہ کے نام پر چلو اور جو میں حکم دوں وہ کرو اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی فتح و نصرت تمہارے ہی لئے ہے۔ ۱۱ شوال ۳ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ ادھر کفار کے تین ہزار کے لشکر میں ۷۰۰ زرہ پوش اور ۲۰۰ گھوڑے اور ۳۰۰ اونٹ اور ۱۵ عورتیں ہمراہ تھیں۔ جو احد پہاڑ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ جب آپ مدینہ سے باہر احد کے قریب پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا اور دبا دبایا اسلامی لشکر کے ساتھ ہو لیا تھا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر میدان سے واپس ہونے لگا۔ بعض صحابہ نے سمجھایا بھی مگر وہ کہنے لگا کہ جب میری رائے نہیں مانی گئی تو بلاوجہ ہم کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ صرف ۷۰۰ صحابہ رہ گئے تھے۔ جن میں صرف ۱۰۰ زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف ۲ گھوڑے تھے۔ بنی سلمہ اور بنی حارثہ جو انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے۔ ان دونوں جماعتوں نے عبداللہ بن ابی منافق کی مثال دیکھ کر اپنے میں کچھ کمزوری اور کم ہمتی محسوس کی۔ اور واپسی کا وسوسہ انہیں پیدا ہوا لیکن اللہ کے فضل نے دستگیری کی اور اس وسوسہ کو وسوسہ کے درجہ سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ غرضکہ ۷۰۰ صحابہ کرام رہ گئے اور صبح کی نماز کے وقت میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور پھر آپ نے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ

ہو کر آپ لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور بنفس نفیس آپ نے فوجی قاعدہ سے مدینہ کو سامنے اور احد کو پشت پر رکھ کر صفیں ترتیب دیں۔ جو صفیں تھوڑی دیر پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم واجلال کے لئے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے ایک درہ پر مقرر فرمایا تا کہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں۔ اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ تم اپنی جگہ سے نہ سرکنا۔ قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے بھی اپنی صف آرائی کی۔ الغرض جنگ بڑے موقع سے شروع ہوئی۔ ابتداء مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ کفار قریش کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ مسلمان سمجھے کہ فتح ہو گئی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے ادھر جن تیر اندازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کی جانب حفاظت کے لئے پہاڑ پر بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو حضور ﷺ کا تاکیدی حکم یاد دلا کر روکا مگر چند حضرات کے سوا باقی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تو وقتی تھی۔ اب ہمیں سب کے ساتھ مل جانا چاہیے چنانچہ سوائے ۱۲ نفر کے سب اس جگہ سے جدا ہو کر کفار کے تعاقب میں چلے اور غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس موقع سے کفار نے بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر عقب کے درہ سے حملہ کر دیا۔ اب آگے بھی کفار اور پیچھے بھی کفار۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے قلیل ساتھیوں نے اس حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے اور یہ سیلاب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے۔ اب آگے سے اور پیچھے سے کفار نے تیروں اور پتھروں کی بارش مسلمانوں پر کر دی اور لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا۔ مسلمان اس غیر متوقع صورتحال سے سراسیمہ اور پراگندہ ہو گئے اسی حالت میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک بھی یعنی اس کا ایک ریزہ شہید ہو گیا۔ چہرہ انور میں زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں جن کو حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں حضرت ابوعبیدہؓ کے دو دانت شہید ہوئے۔ پھر کسی کافر نے پکار دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے۔ اس غلط افواہ اور ناگہانی حوادث سے اور بھی مسلمانوں پر مایوسی اور سراسیمگی پیدا ہوئی اور سوائے ایک مخصوص جماعت کے سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کفار قریش بے رحمی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر تلواریں برسا رہے تھے۔ مگر رحمۃ اللعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ چہرہ انور سے خون جاری تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا۔ اس غزوہ میں کفار کے ۲۲ یا ۲۳ آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں میں سے ۷۰ شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آیات مذکورہ میں احد کی یاددہانی کا مقصد

ان آیات میں اسی جنگ احد کی طرف اشارہ ہے۔ اس قصہ کی طرف اشارہ کر کے وہی مضمون یاد دلایا جا رہا ہے جو پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا۔ وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئاً اگر تم صبر و استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان دشمنان دین کی تدبیریں تم کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ جس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر صبر و تقویٰ کو ترک کیا یا ان دو میں سے کسی ایک کو ترک کیا تو پھر مخالفوں کا داؤ چل جائے گا اور نقصان اٹھاؤ گے۔

توکل

یہاں اخیر میں و علی اللہ فلیتوکل المومنون فرما کر کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھنا چاہیے۔ اس میں یہ بھی واضح کر دیا کہ کثرت عدد اور ساز و سامان پر مسلمانوں کو اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ بقدر استطاعت مادی سامان جمع کرنے کے بعد بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے بنو سلمہ اور بنو حارثہ کو کمزوری اور کم ہمتی کا جو وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ اسی مادی ضعف کی بناء پر تھا۔ اس لئے ان کے وسوسہ کا علاج توکل سے بتلایا گیا۔ اور توکل کے معنی یہ نہیں کہ تمام اسباب ظاہری سے بالکل قطع تعلق کر کے اللہ پر اعتماد کیا جائے بلکہ توکل یہ ہے کہ تمام اسباب ظاہری کو اپنی قدرت کے موافق جمع کرے اور اختیار کرے اور پھر نتائج اللہ کے سپرد کرے۔ ان ظاہری اسباب پر فخر و ناز نہ کرے بلکہ اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ صبر و تقویٰ کی دولت ہم کو بھی عطا فرمائیں اور اپنی ذات پاک پر بھروسہ کرنے والا ایمان و یقین نصیب عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
اے اللہ پہلے بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی آپ نے مدد فرمائی اے اللہ اب بھی مدد فرما دے۔ اور اسلام و ایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے سواللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکرگزار رہو۔

وَلَقَدْ	نَصَرَكُمُ	اللّٰهُ	بِبَدْرٍ	وَّاَنْتُمْ	اَذِلَّةٌ ۚ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ
اورالبتہ	مدد کرچکا تمہاری	اللہ	بدر میں	جب کہ تم	کمزور	تو ڈرو	اللہ	تاکہ تم	شکرگزار رہو

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

جبکہ آپ مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں

اِذْ تَقُوْلُ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ	اَنْ	يُّمِدَّكُمْ	رَبُّكُمْ	بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ
جب آپ کہنے لگے	مومنوں کو	کیا کافی نہیں تمہارے لئے	کہ	مدد کرے تمہاری	تمہارا رب	تین ہزار سے

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿١٢٤﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

کے ساتھ جو اتارے جاویں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہوگے اور متقی رہوگے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے

مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُنْزَلِيْنَ	بَلٰٓى	اِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	وَيَاْتُوْكُمْ	مِّنْ
سے	فرشتے	اُتارے ہوئے	کیوں نہیں	اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	اور تم پر آئیں	سے

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿١٢٥﴾

تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمادے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

فَوْرِهِمْ	هٰذَا	يُمْدِدْكُمْ	رَبُّكُمْ	بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ	مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُسَوِّمِيْنَ
فوراً۔وہ	یہ	مدد کرے گا تمہاری	تمہارا رب	پانچ ہزار	سے	فرشتے	نشان زدہ

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف

وَمَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰى	لَكُمْ	وَلِتَطْمَئِنَّ	قُلُوْبُكُمْ	بِهٖ	وَمَا	النَّصْرُ
اور نہیں	کیا۔یہ	اللہ	مگر (صرف)	خوشخبری	تمہارے لئے	اور اس لئے اطمینان ہو	تمہارے دل	اس سے	اور نہیں	مدد

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں حکیم ہیں۔ تاکہ کفار میں سے ایک گروہ کو ہلاک کردے

اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ	لِيَقْطَعَ	طَرَفًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ
مگر (سوائے)	سے	اللہ کے پاس	غالب	حکمت والا	تاکہ کاٹ ڈالے	گروہ	سے	وہ لوگ جو

كَفَرُوٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾
یا اُن کو ذلیل وخوار کردے پھر وہ ناکام لوٹ جاویں۔

كَفَرُوٓا	اَوْ يَكْبِتَهُمْ	فَيَنْقَلِبُوْا	خَآئِبِيْنَ
انہوں نے کفر کیا	یا انہیں ذلیل کرے	تو وہ لوٹ جائیں	نامراد

غزوہ بدر

گذشتہ آیات میں غزوہ احد کے واقعات کا بیان تھا اور یہ جتلانا مقصود تھا کہ جہاں اہل اسلام میں صبر اور تقویٰ میں کمی آ گئی یا کسی کو ترک کیا تو نقصان اٹھانا پڑا۔ ان آیات میں غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ جہاں صبر وتقویٰ پورا پورا اختیار کیا وہاں کفار کی تدبیریں کارگر نہ ہوسکیں۔

مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنویں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے۔ یہ عظیم الشان جہاد یعنی غزوہ بدر اسی سرزمین پر رمضان ۲ھ ہجری (۶۲۴ء) میں واقع ہوا۔ قریش کا مایہ ناز اور ان کی تمام تر قوت اور شوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو تیرہ صحابہ مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی قافلہ کے سردار کو اس کی اطلاع ہوگئی اس لئے وہ یہ راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارے کنارے قافلہ کو لے چلا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے۔ اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً ۹۵۰ نوجوانوں کا ایک لشکر جن میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے۔ آپ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے اپنی جان ومال کو پیش کر دیا۔ اسلام کے مجاہدین جوان بوڑھے چھوٹے بڑے ملا کر کل تین سو تیرہ تھے۔ جن میں تراسی مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ سب کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے اس پوری جمعیت میں صرف ستر اونٹ تھے اور دو گھوڑے۔ بعض کی تلواریں شکستہ اور نیزے ٹوٹے ہوئے تھے۔ چند ایک تو کھجور کے ڈنڈوں سے ہی جہاد کرنے چل پڑے تھے۔ بہرحال ۱۷ رمضان ۲ھ کو یہ پہلا معرکہ حق وباطل گرم ہوا۔ اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا کہ باپ بیٹے کی تلوار کی زد میں ہے بیٹا باپ کے مقابل ہے۔ چنانچہ جب صدیق اکبر کے بیٹے جواب تک کافر تھے۔ میدان میں آئے تو خود حضرت صدیق کی تلوار ان کی طرف بڑھی۔ عتبہ سامنے آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہ تلوار کھینچ کر سامنے آئے۔ حضرت عمرؓ کا ماموں میدان میں بڑھا تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا۔ ادھر میدان کارزار گرم تھا ادھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے ہوئے فتح ونصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا اگر یہ مسلمان مارے گئے اور ختم ہوئے تو دنیا میں توحید کی منادی کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ ادھر ظاہرا اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت آگے بڑھی ادھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی چنانچہ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ باقی کے پاؤں اکھڑ گئے

بھاگنا شروع کیا مسلمانوں نے تعاقب کیا بعض کو قتل اور بعض کو قید کر لیا۔ قریش کی طرف سے ستر مقتول اور ستر ہی گرفتار ہوئے اور قریش کے بڑے بڑے سردار ابو جہل، عتبہ وغیرہ سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔ ان میں سے گیارہ مارے گئے تین جو بچے وہ اسلام لے آئے اس طرح مکہ میں کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ ادھر اسلامی لشکر میں سے صرف چودہ صحابی شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔ اب اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا حال بھی سن لیجئے۔

جو لوگ کفار کے لشکر میں سے زندہ گرفتار ہوئے تھے جن کی تعداد بھی کم وبیش ستر تھی۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں۔ جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہؓ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوا دیئے۔ ان اسیران جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عباس رات کو قید کی تکلیف سے کراہتے تھے ان کی آواز آپ ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو نیند اڑ گئی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نیند کیوں نہیں آئی ارشاد ہوا کہ میں کیسے سو سکتا ہوں جبکہ میرے عم بزرگوار کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے۔ یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر عم بزرگوار کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا بلکہ عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زائد ہی لیا گیا کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور امراء سے کچھ زائد لیا گیا تھا۔ حضرت عباسؓ بھی غنی تھے ان کو بھی چار ہزار سے زائد دینا پڑا۔ انصار نے عرض بھی کیا کہ عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز قریب دوست دشمن سب برابر تھے۔ انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاص بھی اسیران جنگ میں آئے۔ ان کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ تھا۔ اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جو مکہ میں مقیم تھیں کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ ان کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ نے ان کے جہیز میں دیا تھا۔ وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ جب آپ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینبؓ کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے اس کو واپس کر دو۔ صحابہ نے بخوشی واپس کر دیا اور ابوالعاص سے کہہ دیا کہ زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیا۔ ابوالعاص ایک بڑے تاجر تھے۔ اتفاقاً دوسری مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے پکڑے گئے اور پھر اسی طرح چھوڑ دیئے گئے اس مرتبہ رہا ہو کر مکہ واپس آئے تو تمام شرکاء کا حساب بے باق کر کے مشرف باسلام ہوئے۔ اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں یہاں آ کر اس لئے مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو گیا یا بجبر واکراہ مسلمان کر لیا گیا۔

فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد

یہ غزوہ دراصل اول سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ آگے ان آیات میں اسی نصرت کی کسی قدر تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر نصرت خداوندی کی پوری تفصیل تو سورہ انفال نویں پارہ میں ذکر فرمائی گئی ہے جو ان شاء اللہ اپنے وقت اور موقع پر بیان ہوگی۔

سورہ انفال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی دعا اور استغاثہ پر پہلے حق تعالیٰ نے ایک ہزار ملائکہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا پھر اور زیادہ تقویت قلب کے لئے تین ہزار کا وعدہ فرمایا پھر اس عدد پر بھی زیادتی کا وعدہ ایک خاص شرط کے ساتھ فرمایا گیا اور وہ یہ کہ اگر مقابلہ کے وقت مستقل رہو گے اور متقی بنے رہو گے یعنی کوئی امر خلاف اطاعت نہ کرو گے اور کفار اگر تم پر ایک دم سے بھی آ پہنچیں گے تو جب بھی تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا۔ پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ وضع ملائکہ کی یوم بدر میں سفید عمامے تھے جن کا شملہ کمر پر پڑا تھا۔

فرشتوں کے ذریعہ مدد کا مقصد اور حکمت

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ میں موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کی امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے غلبہ کی بشارت ہو اور تمہارے دلوں کو تسکین ہو۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھیجنے میں درحقیقت ان سے کوئی میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہ تھا بلکہ مجاہدین مومنین کی تسلی اور تقویت قلب اور بشارت فتح دینا مقصود تھا۔ اور اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ملائکہ اپنے تصرف کے ذریعہ مومنین کے قلب کو مضبوط کردیں اور ان کے قلوب پریشان نہ ہونے دیں اور یہ بھی صورت ہوسکتی ہے کہ مومنین کو مختلف طریقوں سے یہ واضح کردیں کہ اللہ کے فرشتے ان کی مدد پر کھڑے ہیں۔ کبھی سامنے ظاہر ہوکر کبھی آواز سے کبھی کسی اور طریق سے جیسا کہ میدان بدر میں یہ سب طریقے استعمال کئے گئے جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے اور اسی میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ ملائکۃ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی نصرت کا یقین دلانے کے لئے کچھ کام ایسے بھی کئے کہ گویا وہ بھی قتال میں شریک ہیں۔ تو دراصل ملائکہ کا کام مسلمانوں کی تسلی اور تقویت قلب تھا۔ ملائکہ کے ذریعہ میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہیں تھا اور اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں جنگ و جہاد کے فرائض انسانوں پر عائد کئے گئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو فضائل و درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ فرشتوں کے لشکر سے ملک فتح کرائے جائیں تو دنیا میں کفر و کافر کا نام ہی نہ رہتا۔ کفار کی حکومت و سلطنت کی تو کیا گنجائش تھی مگر اس کارخانہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہی نہیں۔ یہاں تو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت دونوں ہی چلتے رہیں گے تاکہ انسانوں کا امتحان ہوتا رہے اور پھر ان کا نکھار اور جزا و سزا حشر کے دن ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ اصحاب بدر اور شہدائے بدر کے صبر و تقویٰ کے طفیل میں ہم کو بھی کسی درجہ میں صبر و تقویٰ کی دولت نصیب فرما دے۔

اے اللہ ہم نے تقویٰ اور صبر کو چھوڑ کر بہت کچھ ذلت و رسوائی دیکھ لی۔

اے اللہ اب اپنے کرم سے ہمارے بھی دن پھیر دے۔ اور اسلام و دین کی سچی محبت ہم کو عطا فرما دے اور اپنے کلمہ اور نام کو بلند کرنے کی توفیق اس ملک اور قوم کو مرحمت فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (۱۲۸)

آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اُن پر یا تو متوجہ ہو جاویں اور یا ان کو کوئی سزا دے دیں کیوں کہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

لَيْسَ لَكَ	مِنَ	الْاَمْرِ	شَيْءٌ	اَوْ يَتُوْبَ	عَلَيْهِمْ	اَوْ	يُعَذِّبَهُمْ	فَاِنَّهُمْ	ظٰلِمُوْنَ
نہیں۔ آپ کے لئے	سے	کام (دخل)	کچھ	خواہ توبہ قبول کرے	ان کی	یا	انہیں عذاب دے	کیونکہ وہ	ظالم (جمع)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کی مِلک ہے، جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، وہ جس کو چاہیں بخش دیں اور جس کو

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ ؕ	يَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيُعَذِّبُ
اور اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	وہ بخشدے	جس کو	چاہے	اور عذاب دے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۲۹)	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
چاہیں عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت کرنے والے ہیں!	جس	چاہے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

شانِ نزول:۔ مشرکوں پر بددعا سے ممانعت

ایک روایت یہ ہے جس کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ صبح کی نماز میں قومہ کے بعد دوسری رکعت میں یہ بددعا کرتے اے اللہ لعنت کر صفوان بن امیہ پر اور لعنت کر سہیل بن صمر پر اور لعنت کر حارث بن ہشام اور چند قریش کے سرداروں کے نام لے کر جنہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا تھا بددعا فرماتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب قبیلہ رعل اور کذوان نے ستر صحابہ کو شہید کر ڈالا جس کو واقعہ بیر معونہ کہتے ہیں جب آپ نے ان قبائل پر بددعا کی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

الغرض مشرکین کے شدائد و مظالم کو دیکھ کر آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تو ظاہر ہے کہ اگرچہ آپ بددعاء کرنے میں ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ آپ اپنے منصب جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں۔ جتنی بات کا آپ کو حکم ہے۔ مثلاً دعوت، تبلیغ، جہاد وغیرہ وہ انجام دیتے رہیں باقی انکا انجام خدا کے حوالہ کریں۔ اس کی جو حکمت ہوگی وہ کرے گا۔ لعنت اور رحمت، ہدایت و ضلالت، سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے کرے۔ یا تو ان کفار پر توجہ فرمائے اور ان کو توبہ کی توفیق دیدے اور جو لوگ آج آپ کے اور آپ کے دین کے دشمن ہیں وہ کل کو خدا کی قدرت اور مشیت سے آپ کے عاشق جان نثار اور دین اسلام کے محافظ و پاسبان بن جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں کہ وہ کفر ہی پر مریں اور جہنم کا ایندھن بنیں۔ لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پر بددعا نہ کریں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان مشرکین میں سے اکثر افراد آئندہ چل کر مشرف باسلام ہوں گے۔ اس لئے یہ آیات نازل ہوئیں اور پھر آپ نے بددعا کرنا چھوڑ دی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد

ان کو حق تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا اور انہی دشمنوں کو اسلام کا جانباز سپاہی اور آپ کا جانثار عاشق بنا دیا۔ جیسے حضرت خالدؓ بن ولید اور صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام جن کا ذکر اوپر بخاری شریف کی حدیث میں آیا یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرمادیا۔ بعض علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دو انتظام ہیں۔ ایک تشریعی اور ایک تکوینی۔ تشریعی انتظام کا تعلق انبیاء کرام سے ہے۔ اور تکوینی انتظام کا تعلق ملائکہ سے ہے۔ یعنی قضا و قدر کے حکم کے مطابق انتظام ہوتا ہے اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے انتظام کا تعلق بھی امور تکوینیہ سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض فرمایا وہ اسباب شرعیہ ہی کی بناء پر تھا۔ جس کا ذکر پندرہویں اور سولہویں پارہ سورہ کہف میں فرمایا گیا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاص دشمنان اسلام پر نام بنام بددعا کرنا اسباب شرعیہ کی بنا پر تھا کہ یہ دشمنان اسلام اسی قابل ہیں کہ ان پر بددعا کی جائے مگر چونکہ قضا و قدر میں یہ طے پا چکا تھا کہ ان لوگوں میں سے اکثر مشرف باسلام ہوں گے اس لئے حق تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تکوینی انتظام تھا۔

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت کاملہ اور علم محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہیں سو کریں۔ اگرچہ یہ کافر اس وقت دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ چاہے ان کو ہدایت اسلام کی دیدے یا چاہے عذاب کرے آپ اپنی طرف سے بددعا نہ کیجئے۔ آگے دوسری آیت میں اسی مضمون کی تاکید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے وہ جس کو چاہیں بخش دیں یعنی اسلام نصیب کر دیں جس سے مغفرت ہوتی ہے اور جس کو چاہیں عذاب دیں یعنی اسلام نصیب نہ ہو اور اس وجہ سے عذاب دائمی ہو اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے اور بڑے رحمت کرنے والے ہیں اس لئے آپ بددعا میں عجلت نہ کیجئے۔''

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ صبر و تقویٰ کی دولت سے ہم کو بھی نوازیں اور ہم سے اس میں جو کوتاہی اب تک ہوئی ہے اسے اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرمادیں۔

اے اللہ بیشک تمام زمین و آسمان کا اختیار آپ ہی کو ہے آپ جسے چاہیں ایمان کی دولت دے کر بخش دیں اور جسے نہ چاہیں نہ بخشیں۔

اے اللہ اپنی رحمت و مغفرت ہمارے حق میں مقدر فرما دے۔ اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنی رحمتوں سے ہم کو نواز دے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَاْكُلُوا	الرِّبٰوٓا	اَضْعَافًا	مُّضٰعَفَةً ص	وَّاتَّقُوا	اللّٰهَ
اے	جو ایمان لائے (ایمان والے)	نہ کھاؤ	سود	دوگنا	دوگنا ہوا () چوگنا	اور ڈرو	اللہ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٣٠ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝١٣١ وَاَطِيْعُوا

امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔ اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے! اور خوشی سے

لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ	وَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِيْٓ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ	وَاَطِيْعُوا
تاکہ تم	فلاح پاؤ	اور ڈرو	آگ	جو کہ	تیار کی گئی	کافروں کے لئے	اور حکم مانو تم

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝١٣٢ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کہنا مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے! اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہو

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ	وَسَارِعُوْٓا	اِلٰى	مَغْفِرَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
اللہ	اور رسول	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے	اور دوڑو	طرف	بخشش	سے	اپنا رب

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝١٣٣

اور طرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کیلئے!

وَجَنَّةٍ	عَرْضُهَا	السَّمٰوٰتُ	وَالْاَرْضُ ۙ	اُعِدَّتْ	لِلْمُتَّقِيْنَ	
اور جنت	اس کا عرض	آسمان (جمع)	اور زمین	تیار کی گئی	پرہیزگاروں کے لئے	

سود کی ممانعت

ان آیات میں مسلمانوں کو یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب سے مخاطب فرما کر چند اہم احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔

(۱) پہلی بات جو ان آیات میں فرمائی گئی ہے وہ یہ کہ سود دگنا چوگنا یا دونے پر دونا مت لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دگنا چوگنا تو نہ لو اور تھوڑا سود لے لیا کرو۔ بات یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا کہ سود بڑھاتے چلے جاتے تھے اور سینکڑوں کے ہزاروں وصول کرتے۔ اسی صورت کو اضعافا مضعفۃ یعنی چند در چند دونے پر دونا یا دوگنا چوگنا فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ سود تو مطلقاً حرام اور قبیح ہی ہے اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ شنیع اور قبیح ہے جیسے کوئی کہے کہ میاں مسجد میں گالیاں مت بکو تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ مسجد سے باہر گالیاں بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید برائی اور قباحت کے موقعہ پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں ہے لاتشتروا بایاتی ثمناً قلیلاً میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آیات قرآنیہ میں تحریف کر کے تھوڑی قیمت لینا تو ناجائز اور حرام ہے اور زیادہ قیمت لینا جائز

ہے۔ یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ آج کل بعض ہوا پرست اس آیت سے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ ممانعت تو دوگنا چوگنا سود لینے کی ہے۔ تو سود قلیل ہو یا کثیر سب حرام ہے۔ دوسری آیت میں مطلقاً بلا کسی قید کے حرام فرما دیا۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت حــــرم الربٰوا گزر چکی ہے پس جملہ قرآن وسنت کے احکام سے یہی معلوم ہوا کہ یہ صورت دگنا چوگنا لینے کی بھی حرام ہے اور دوسری صورتیں جو اس کے علاوہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔

سود میں سراسر نقصان ہے

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ گو بظاہر سود سے مال بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سود کھانے میں بھلا نہیں بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ اللہ سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔ ورنہ اس کی وعید و سزا بھی سنا دی گئی کہ سود خوار جہنم کے اس طبقہ میں رکھے جائیں گے جو خاص کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

کامیابی اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہے

تیسری بات مزید تاکید کے لئے اطیعوا اللہ و الرسول کا حکم دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم بخوشی مانو جس کا نتیجہ لعلکم ترحمون ہوگا۔ یعنی اللہ کی رحمت اور فلاح و کامیابی نصیب ہوگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت اللہ ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اللہ ہی نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانیں اور آپ کی پوری اطاعت کریں۔

مغفرت و جنت کی طرف دوڑو

چوتھی بات یہ بتلائی گئی کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو یعنی ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے پروردگار تمہاری مغفرت کر دیں اور تم کو جنت عنایت فرما دیں۔ اور ایسے نیک کام وہی ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ پھر جنت کی وسعت بیان کی گئی چونکہ انسان کے دماغ میں آسمان اور زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آ سکتی تھی اس لئے سمجھانے کو جنت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی۔

جنت کی وسعت

حضرت سعید بن جبیرؒ وسعت جنت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان برابر ایک دوسرے کے جوڑ دیئے جائیں جیسا ایک کپڑا دوسرے کے برابر جوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو جنت کی وسعت ان کے برابر ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے برابر جوڑ دی جائیں تو جنت کا عرض یعنی چوڑائی ان کے برابر ہوگی اور جس جنت کا عرض اتنا ہے تو اس کا طول یعنی لمبائی کا حال خدا جانے کیا ہوگا۔ تو ایسی وسیع جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی اس جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں آمین۔

اب آگے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ظاہر میں و باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما تاکہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہو۔

یا اللہ سود اور قمار اور شراب جیسی حرام چیزوں سے اس ملک کو پاک فرما دے اور تقویٰ و طہارت کی دولت ہم کو عطا فرما دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

ایسے لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے

الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	فِي السَّرَّآءِ	وَالضَّرَّآءِ	وَالْكٰظِمِيْنَ	الْغَيْظَ	وَالْعَافِيْنَ
جولوگ	خرچ کرتے ہیں	خوشی میں	اور تکلیف	اور پی جاتے ہیں	غصہ	اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

درگذر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے! اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں

عَنِ	النَّاسِ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	اِذَا	فَعَلُوْا	فَاحِشَةً
سے	جولوگ	اوراللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنیوالے	اور وہ لوگ جو	جب	وہ کریں	کوئی بے حیائی

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ

جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا

اَوْ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	ذَكَرُوا اللّٰهَ	فَاسْتَغْفَرُوْا	لِذُنُوْبِهِمْ	وَمَنْ	يَّغْفِرُ
یا	ظلم کریں	اپنے تئیں	وہ اللہ کو یاد کریں	پھر بخشش مانگیں	اپنے گناہوں کے لئے	اور کون	بخشتا ہے

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں!

الذُّنُوْبَ	اِلَّا اللّٰهُ	وَلَمْ	يُصِرُّوْا	عَلٰى	مَافَعَلُوْا	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ
گناہ	اللہ کے سوا	اور نہ	وہ اڑیں	پر	جوانہوں نے کیا	اور وہ	جانتے ہیں

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اُن لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی

اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَجَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
یہی لوگ	اُن کی جزا	بخشش	سے	ان کا رب	اور باغات	بہتی ہیں	سے	اس کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اُن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنیوالوں کا

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَنِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	اور کیسا اچھا	بدلہ	کام کرنے والے

محسنین کی پہلی صفت انفاق فی سبیل اللہ

یہاں اعلیٰ درجہ کے متقین کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ رنج وراحت امیری غریبی خوشی اور تکلیف تنگدستی اور فراخی ہر حال اور ہرصورت میں اپنی حیثیت کے موافق اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس میں فرائض وواجبات اور نوافل صدقات وخیرات سب آ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات فراخی ہی کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ تنگدستی اور غریبی میں بھی اپنی حیثیت کے موافق صدقات کرنا لازم ہے جب ہی تو یہ اعلیٰ صفت حاصل ہوسکتی ہے۔

دوسری صفت صبر وضبط

دوسری خاص صفت اعلیٰ درجہ کے متقین کی یہ فرمائی کہ وہ غصہ کو پینے والے اور ضبط کرنے والے ہوتے ہیں دیکھئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ غصہ ہی نہیں آتا کیونکہ ناگوار واقعہ پر دل میں رنج پیدا ہونا اور ناخوشگواری میں غصہ کا آجانا ایک طبعی اور فطری بات ہے۔امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو غصہ کی بات پر غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے۔اور جو راضی کرنے پر راضی نہ ہو وہ شیطان ہے۔لیکن کمال اور تقویٰ یہ ہے کہ متقین غصہ کو پی جاتے ہیں۔غصہ سے مغلوب ہو کر غیظ وغضب کا اظہار نہیں کرتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں اپنے غصہ کو پی لے کہ اس کو پورا کرنے پر قادر ہو تو حق تعالیٰ شانہ اس کو امن اور ایمان سے بھرپور کرتے ہیں یعنی مجبوری کا نام صبر تو ہر جگہ ہوتا ہے کمال یہ ہے کہ قدرت کے باوجود صبر وضبط کرے۔

تیسری صفت عفو ودرگزر

تیسری صفت اعلیٰ درجہ کے متقین کی یہ فرمائی گئی وَالْعَافِینَ عَنِ النَّاسِ یعنی لوگوں کو معاف کردینے والے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہیں۔کسی انسان کی غلطی اور کوتاہی کو نظرانداز کر دینا یہ متقین کی خوبیوں میں سے بہت بڑی خوبی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص طور سے بہت ترغیب امت کو دی ہے کہ اپنے مجرم اور قصوروار کو معاف کردیا جائے اور اس سے انتقام نہ لیا جائے۔اس لئے کسی خطاکار کی خطا معاف کرنا ان اخلاق اعلیٰ میں سے ہے جس کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے

یہاں ایک بات یہ ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ قصوروار کا قصور معاف کرنے کی فضیلت کا تعلق افراد واشخاص اور ان کے ذاتی اور نجی حقوق ومعاملات سے ہے لیکن جو جرائم اللہ تعالیٰ کے جرائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سزا مقرر ہے اس سزا کے معاف کر دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں سب سے رحمدل اور سب سے زیادہ لوگوں کے قصوروں کو معاف فرمانے والے تھے آپ کا طرزعمل بھی یہی تھا کہ اپنا قصور کرنے والوں کو معاف فرما دیتے تھے۔لیکن اللہ کی حدود کو توڑنے والوں کو اللہ کے حکم کے مطابق ضرور سزا دیتے تھے۔

متقین کی صفات

دوسری آیات میں متقین کی تعریف میں یہ نہیں فرمایا کہ ان سے کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوتا یا ان سے کبھی کوئی برائی ہی نہیں ہوتی۔بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ بمقتضائے بشریت جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا کوئی غلطی کر گزرتے ہیں تو خدا کی عظمت وجلال۔اس کی پکڑ اور اس کے عذاب اس کے حقوق واحکام اس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اس کی یاد شروع کر دیتے ہیں اور خوف زدہ اور مضطرب ہو کر اپنے رب کو پکارنے لگتے ہیں اس کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اس کے موافق بخشش اور معافی طلب کرتے ہیں۔مثلاً اگر حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ ہوا تو اہل

حقوق کے حقوق ادا کئے یا ان سے معاف کرائے اور پھر خدا کے سامنے بھی توبہ و استغفار کیا۔ یا اگر حقوق اللہ سے متعلق گناہ ہوا مثلاً فرض نماز نہیں پڑھی یا فرض روزہ نہیں رکھا تو اس کی قضا ادا کی گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنے کا عزم لے کر اس کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ تو حق تعالیٰ ایسے بندوں کی سچی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف فرما کر اپنی جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اور توبہ یا جو دوسرے نیک عمل کئے ہوں گے ان کا بہترین اجر و معاوضہ عطا فرمائیں گے۔ تو ایسے لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین ہیں جن کے لئے آخرت میں جنت تیار کی ہوئی موجود ہے۔

دوسری یہ کہ وہ اپنے کئے پر اڑتے نہیں۔ اس غلطی یا گناہ پر اصرار نہیں کرتے جونہی غلطی کا احساس ہوا یا اس کا علم ہوا فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں اور اس سے باز آ جاتے ہیں۔ اور یہی سچی توبہ کی بڑی شرط ہے کیونکہ کسی گناہ کو برابر دیدہ و دانستہ کرتے بھی رہنا اور اس سے توبہ کرنا یہ توبہ کی شرائط کے خلاف ہے اور وہ سچی توبہ نہیں بلکہ وہ تو توبہ کا مذاق کرنا ہے۔ گناہوں پر اصرار یعنی یہ معلوم ہو کر کہ یہ کام گناہ ہے پھر بھی اس کو کرتے رہنا یہ بڑی خطرناک بات ہے اور مومن کی شان کے خلاف ہے۔ مومن کی شان تو یہی ہے کہ جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی۔

مغفرت اور جنت کی بشارت

اور تیسری آیت میں ان گناہ گار بندوں کے لئے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے۔ جنہوں نے معصیت کو عادت اور پیشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں۔

دُعا کیجئے: متقین کی جن صفات کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم میں بھی یہ صفات پیدا فرما دیں۔ ہم کو بھی اپنے گناہوں اور خطاؤں پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دیں۔ اے اللہ توبہ کی توفیق عطا فرما کر اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما لے آئندہ ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کا عزم نصیب فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

بالتحقیق تم سے قبل مختلف طریقے گزر چکے ہیں تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ اخیر انجام

قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِكُمْ	سُنَنٌ	فَسِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
گزر چکی	تم سے پہلے	واقعات	تو چلو پھرو	زمین میں	پھر دیکھو	کیسا	ہوا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

تکذیب کرنے والوں کا کیسا ہوا! یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے

عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ	هٰذَا	بَيَانٌ	لِّلنَّاسِ	وَهُدًى	وَّمَوْعِظَةٌ
انجام	جھٹلانے والے	یہ	بیان	لوگوں کے لئے	اور ہدایت	اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ

خاص خدا سے ڈرنے والوں کیلئے۔ اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم

لِّلْمُتَّقِيْنَ	وَلَا تَهِنُوْا	وَلَا تَحْزَنُوْا	وَاَنْتُمُ	الْاَعْلَوْنَ	اِنْ كُنْتُمْ
پرہیزگاروں کے لئے	اور سست نہ پڑو	اور غم نہ کھاؤ	اور تم	غالب	اگر تم ہو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ

پورے مومن رہے اگر تم کو زخم پہنچا تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے

مُّؤْمِنِيْنَ	اِنْ	يَّمْسَسْكُمْ	قَرْحٌ	فَقَدْ	مَسَّ	الْقَوْمَ	قَرْحٌ	مِّثْلُهٗ
ایمان والے	اگر	تمہیں پہنچا	زخم	تو البتہ	پہنچا	قوم	زخم	اس جیسا

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ

اور ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیویں اور تم میں سے بعضوں کو

وَتِلْكَ	الْاَيَّامُ	نُدَاوِلُهَا	بَيْنَ النَّاسِ	وَلِيَعْلَمَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَيَتَّخِذَ
اور یہ	ایام	ہم باری باری بدلتے ہیں انکو	لوگوں کے درمیان	اور تا کہ معلوم کر لے	اللہ	جو لوگ	ایمان لائے	اور بنائے

مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔ ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو

مِنْكُمْ	شُهَدَاۗءَ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ	وَلِيُمَحِّصَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
تم سے	شہید (جمع)	اور اللہ	دوست نہیں رکھتا	ظالم (جمع)	اور تا کہ پاک صاف کر دے	اللہ	جو لوگ ایمان لائے

	وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾	وَيَمْحَقَ	الْكٰفِرِيْنَ	
	اور مٹا دیوے کافروں کو۔	اور مٹادے	کافر (جمع)	

احد کے حالات کے تناظر میں مسلمانوں کو تسلی

یہاں ان آیات میں ایک قانون الٰہی اور عادت اللہ یہ بیان کی گئی کہ گذشتہ قوموں اور ملتوں میں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا اور رسول کی اطاعت سے منہ پھیر کر ظلم و عصیان پر اصرار کرتے رہے ان کا انجام اس دنیا ہی میں بالآخر ہلاکت اور بربادی ہوا۔ اور اس امر کا یقین دلانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ دنیا میں چل پھر کر دیکھ لو کہ برباد شدہ قوموں کے آثار۔ اجڑی ہوئی آبادی کے کھنڈر۔ اور سربفلک محلوں کی شکستہ دیواریں زبان حال سے اپنا افسانہ غم و عبرت سنا رہی ہیں۔ تو اس مضمون میں غور کرنے سے معرکہ احد کے دونوں فریقوں کو سبق لینا چاہیے یعنی کفار و مشرکین جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لئے نکلے وہ اپنی اس جنگ احد میں تھوڑی سی عارضی کامیابی اور جیت پر مغرور نہ ہوں کہ ان کا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں اور مسلمان کفار کی سختیوں وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب اور منصور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سنت اللہ پوری ہوئی اور سرزمین عرب سے مشرکین و کفار کا پوری طرح ہمیشہ کے لئے استیصال ہوگیا۔

تو ایک طرح کی تسلی انجام کی کامیابی بتلا کر مسلمانوں کو دی گئی مزید تسلی وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں اس طرح دی گئی کہ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور ہو رہے تھے ان کے بڑے بڑے جانباز بہادروں کی لاشیں ان کے سامنے ناک کان کٹی ہوئی پڑی تھیں۔ ان کے پیغمبر الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیا نے زخمی اور مجروح کر دیا تھا۔ اور ظاہری طور پر مسلمانوں کی کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام امید و تسلی نازل فرمایا کہ اے مسلمانو! سختیوں سے گھبرا کر تم ناامید اور پست ہمت مت ہو جانا۔ دشمنان دین کے مقابلہ میں کمزوری نہ دکھلانا۔ آخری فتح و کامیابی تمہاری ہی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔ بشرطیکہ ایمان و یقین پر قائم رہے۔ اللہ کے وعدوں پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹانا۔ چنانچہ اس خدائی آواز نے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا۔ مجاہدین کے پژمردہ جسموں میں حیاۃ تازہ پیدا کر دی اور ان کے ارادوں میں ہمت و استقلال پیدا ہوگیا اور پھر اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی شرط کو خاطر خواہ بجالانے پر دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب میں اہل اسلام کو کفار پر کیسا غلبہ نصیب ہوا۔

غلبہ کی شرط

اس آیت سے ایک نہایت پرحکمت بات امت مسلمہ کے لئے یہ نکلتی ہے کہ مسلمانوں کو دشمنان حق اور اعدائے دین پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سب سے ضروری اور اہم شرط ایمان کی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد خواہ قلیل ہو۔ سامان جنگ تھوڑا ہی ہو۔ ظاہری اور مادی اسباب پوری طرح موافقت میں نہ ہوں۔ تب بھی وہ اللہ کی مدد سے کفار پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کا ایمان مضبوط اور مستحکم ہو۔ اللہ کی قدرت پر بھروسہ اور یقین ہو اور ہر امر میں اللہ اور رسول کی اطاعت پیش نظر ہو اور اللہ کا کلمہ اور دین بلند کرنے کے لئے جہاد کے لئے کھڑے ہوں یہ قرآنی وعدہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے تھا۔ اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔

کافروں کا بھی نقصان ہوا ہے

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ اگر تم کو احد میں زخم و صدمہ پہنچا ہے تو اس قوم کو بھی جو کہ تمہارے مقابل تھی یعنی کفار کو ایسا ہی زخم اور صدمہ پہنچ چکا ہے۔ یعنی اس میں شک نہیں کہ احد میں تمہارے ۷۰ آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن ایک سال پہلے جنگ بدر میں کافروں کے بھی ۷۰ بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے

تھے اور بیشتر زخمی ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ خود احد کی لڑائی میں پہلے پہل کافروں کے بہت سی آدمی قتل اور زخمی ہو گئے تھے پھر جنگ بدر میں ان کے ۷۰ آدمی قید ہوئے تھے۔ اور انہوں نے سخت ذلت اٹھائی تھی۔ جب کہ تمہارے ایک فرد کو بھی یہ قید کی ذلت بدر میں دیکھنی نہیں پڑی۔ بہر حال اگر تم اپنے اور ان کے نقصان کا موازنہ کرو تو غم وافسوس کا کوئی موقع نہیں۔

گردش ایام

ایک مضمون تسلی تو یہ ہوا آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اور ہمارا معمول ہے کہ ہم ان ایام کو یعنی غالب ومغلوب ہونے کے زمانہ کو۔ سختی نرمی یا دکھ سکھ اور تکلیف وراحت کے دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں۔ جس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں پھر جب کافروں نے دکھ درنج اٹھا کر کفر کی حمایت نہیں چھوڑی تو صاحب ایمان حق کی حمایت میں کیوں کر ہمت ہار سکتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اس تداول یعنی لوگوں اور قوموں کے درمیان زمانہ کے الٹ پھیر اور ادل بدل میں نہ معلوم قدرت کے کتنے راز اور مصالح ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک بڑی حکمت یہی ہے کہ اس عالم میں مکلف کا ابتلا اور امتحان باقی رہے اگر ہمیشہ اہل ایمان ہی غالب رہتے تو پھر ایمان لانا کچھ بھی کمال اور مبنی بر بصیرت نہ ہوتا اور اس کے خلاف میں بھی ضعفا فتنہ شدیدہ میں پڑ جاتے۔

تو ایک حکمت واقعہ احد کے سلسلہ میں لوگوں کے درمیان زمانہ کے ادلتے بدلتے رہنے کی بیان فرمائی گئی۔

آزمائش

دوسری حکمت آگے بیان ہوئی اور وہ یہ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہری طور پر بھی جان لیویں یعنی سچے ایمان والوں کو منافقوں سے الگ کر دے دونوں کا رنگ صاف صاف جدا نظر آنے لگے کیونکہ مصیبت کے وقت مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے مومن تو مصیبت اور تکلیف کے دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے صبر واستقلال سے کام لیتا ہے ایمان اور یقین پر ثابت قدم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امداد اور نصرت کا طلبگار رہتا ہے اس کے برعکس کافر اور منافق تکلیف اور دکھ کے زمانہ میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔

رفع درجات

آگے تیسری حکمت ارشاد ہوتی ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا۔ یعنی اللہ کی راہ میں مسلمانوں کو شہادت کا بلند مقام عطا کرنا تھا۔ بقیہ حکمتیں آگے آتی ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظلم یعنی کفر وشرک کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے پس اس کا احتمال نہ کیا جاوے کہ شاید ان کو محبوب ہونے کی وجہ سے غالب فرما دیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

تصفیہ وتزکیہ

اس کے بعد چوتھی حکمت ارشاد ہوتی ہے وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا کہ ایمان والوں کو گناہوں کے میل کچیل سے صاف کر دے کیونکہ مصیبت سے اخلاق واعمال کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ ایمان والوں کے اگر گناہ ہوں تو دور ہو جائیں ورنہ ان کے درجات بڑھیں۔

مہلت دشمن

پانچویں حکمت ارشاد ہوتی ہے وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ اور مٹا دیوے کافروں کو اور یہ دو طور پر ہے کہ غالب آنے سے کافروں کی جرأت بڑھے گی پھر مقابلہ میں آ دیں گے اور ہلاک ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوں گے۔ کیونکہ ہمیشہ سے حق کی یہ تاثیر ہے کہ جہاں کہیں اس کی جماعت کا خون بہا وہیں وہ ایک نیا رنگ لایا۔ غیرت الٰہی جوش میں آتی ہے پھر غیب سے وہ مار پڑتی ہے کہ اعداء کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی توفیق عطاء فرما۔ آمین

29

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ
ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو

اَمْ حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَ لَمَّا	يَعْلَمِ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	جٰهَدُوْا	مِنْكُمْ
کیا تم سمجھتے ہو	کہ	تم داخل ہو گے	جنت	اور ابھی نہیں	اللہ نے معلوم کیا	جو لوگ	جہاد کرنے والے	تم میں سے

وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ
اور نہ اُن کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ اور تم تو مرنے کی تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے

وَ يَعْلَمَ	الصّٰبِرِيْنَ	وَلَقَدْ	كُنْتُمْ	تَمَنَّوْنَ	الْمَوْتَ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَلْقَوْهُ	فَقَدْ
اور معلوم کیا	صبر کرنے والے	اور البتہ	تم	تمنا کرتے تھے	موت	سے	قبل	کہ	تم اس سے ملو	تو

رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾	رَاَيْتُمُوْهُ	وَاَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ	
پہلے سے سو اس کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا۔	اب تم نے اسے دیکھ لیا	اور تم	دیکھتے ہو	

مؤمنین مخلصین سے ایک شکایت

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان اور آزمائش لے کر یہ نہ دیکھیں گے کہ تم میں کتنے اس کی راہ میں لڑنے والے۔ ثابت قدم رہنے والے ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور برداشت کرنے والے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے والے ہیں؟ کیا محض مسلمان ہونے کی بناء پر بدون مشقت اٹھائے اور بدون مجاہدہ عظیم کے اور بغیر ریاضت تامہ کے جنت میں جا داخل ہو گے؟ اور صبر و جہاد اور مشقت کی کسوٹی پر نہ کسے جاؤ گے۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ "ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں خصوصیت کے ساتھ جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے خوب جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو جہاد میں ثابت قدم رہنے والے ہوں۔"

یہاں آیت میں خصوصیت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول ہی چلا جائے اور درجات عالیہ پر بھی پہنچ جائے سو یہ بدون مجاہدہ اور مشقت اور ریاضت کے نہیں ہوتا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ یعنی اس بات کی دعا کہ ہم پر سے مصائب ختم ہو جائیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنبھل کر بیٹھے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا "تم سے پہلے گذشتہ زمانہ میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کے کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا۔ سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے

کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کو ان کے دین سے نہ روکا اور ضرور بالضرور اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا تم لوگ دیکھو گے کہ ایک اکیلا سوار صنعاء یمن سے حضر موت تک سفر کرے گا اور سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے ڈر اور خوف و ہراس اس کے دل میں نہ ہوگا۔ لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔"

مومنین مخلصین کے لئے ایک نصیحت

تم خود یہ پہلے سے تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم کو بھی جنگ بدر کی طرح کوئی موقعہ ملے کہ اصحاب بدر کی طرح اللہ کی راہ میں مقتول اور شہید ہوں اور تم ہی نے شوق شہادت میں جنگ احد کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑنا چاہیے۔ پس جب یہ موقع سامنے آیا تو پھر کیوں گھبرا گئے اور کمزوری کیوں دکھائی اور وہ تمنا کہاں بھول گئے۔ یہ اشارہ ہے بنی سلمہ اور بنی حارثہ قبائل کے لوگوں کی طرف کہ جن میں غزوہ احد سے منافقین کے لوٹ جانے پر ان کے دلوں میں بھی کچھ کمزوری پیدا ہوئی تھی اور وسوسہ واپسی کا ہونے لگا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا چنانچہ یہاں دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ "اور تم تو شہید ہو کر مرنے کی بڑی تمنا کر رہے تھے۔ موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو تمنا کے بعد اس کے سامان کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا یعنی تمہاری تمنائے شہادت تمہارے سامنے آگئی اور تمہارا مطلوب تمہیں مل گیا تو اس سے بھاگنا اور کمزوری دکھانا نہ چاہیے تھا۔"

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار نہیں فرمایا کہ تمنائے شہادت کیوں کی تھی بلکہ اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنا کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ موت کی تمنا مطلق مذموم نہیں بلکہ جب وہ سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو یہ جائز اور محمود ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں۔ ہم کسی امتحان و آزمائش کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہمارے ساتھ اپنے کرم و رحم کا معاملہ فرمائیے اور ایسی سختیوں میں ہم کو نہ ڈالئے کہ جس کو ہم برداشت نہ کر سکیں۔

یا اللہ صحابہ کرامؓ کے ایمان و اسلام کے طفیل میں جنہوں نے کہ دین کے لئے ہر سختی کو برداشت کیا ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرمائیے اور کفار و مشرکین سے جہاد اور مقابلہ کی ہمت و طاقت عطا فرمائیے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کا کفار سے مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو غلبہ عطا فرما اور دشمنان دین کو پست اور ذلیل فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ

اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں سواگر آپ کا انتقال ہوجاوے

وَمَا	مُحَمَّدٌ	اِلَّا	رَسُوْلٌ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِهِ	الرُّسُلُ	اَفَاۡئِنْ	مَّاتَ
اور نہیں	محمد	مگر (تو)	ایک رسول	البتہ گزرے	ان سے پہلے	رسول (جمع)	کیا پھر اگر	وہ وفات پالیں

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ

یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اُلٹا پھر بھی جاوے گا تو خداتعالیٰ کا کوئی نقصان

اَوْ	قُتِلَ	انْقَلَبْتُمْ	عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ	وَ	مَنْ	يَّنْقَلِبْ	عَلٰى عَقِبَيْهِ	فَلَنْ يَّضُرَّ
یا	قتل ہوجائیں	تم پھر جاؤ گے	اپنی ایڑیوں پر	اور	جو	پھر جائے	اپنی ایڑیوں پر	تو ہرگز نہ بگاڑے گا

اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا

نہ کرے گا اور خداتعالیٰ جلدی ہی جزا دے گا حق شناس لوگوں کو اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بغیر حکم خدا کے

اللّٰهَ	شَيْـًٔا	وَ	سَيَجْزِى	اللّٰهُ	الشّٰكِرِيْنَ	وَمَا كَانَ	لِنَفْسٍ	اَنْ	تَمُوْتَ	اِلَّا
اللہ	کچھ بھی	اور	جلد جزا دے گا	اللہ	شکر کرنے والے	اور نہیں	کسی شخص کے لئے	کہ	وہ مرے	بغیر

بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے اور جو شخص دنیوی ثواب چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص

بِاِذْنِ	اللّٰهِ	كِتٰبًا	مُّؤَجَّلًا	وَمَنْ	يُّرِدْ	ثَوَابَ	الدُّنْيَا	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَمَنْ
حکم سے	اللہ	لکھا ہوا	مقررہ وقت	اور جو	چاہے گا	انعام	دنیا	ہم دیں گے اسکو	اس سے	اور جو

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اُخروی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو آخرت کا حصہ دیں گے اور بہت جلد عوض دیں گے حق شناسوں کو

يُّرِدْ	ثَوَابَ	الْاٰخِرَةِ	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَسَنَجْزِى	الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
چاہے گا	بدلہ	آخرت	ہم دیں گے اسکو	اس سے	اور ہم جلد جزا دیں گے	حق شناسوں کو

شانِ نزول

شوال ۳ھ میں جب غزوہ احد درپیش ہوا تو احد کے میدان میں جب افراتفری پھیلی اور مسلمان بکھر گئے تو ایک مشرک نے ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا جس سے چہرہ انور زخمی ہوا اور ایک دندان مبارک شہید ہوا زخم کی شدت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے۔ کسی کافر نے یہ آواز لگادی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کردیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش وحواس اڑ گئے اور پاؤں اکھڑ گئے اور بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ

رہے۔ بعض منافقین بولے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے تو ہمیں اپنا پہلا دین اختیار کر لینا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ اگر نبی ہوتے تو قتل کیوں ہوتے۔ بعض نے کہا کہ جب حضور ہی نہ رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ غرضیکہ افراتفری کا ایک عالم تھا کہ اسی اثناء میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعف سے کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے آواز دی۔ الی عباد اللہ . انا رسول اللہ اللہ کے بندو ادھر آؤ میں رسول اللہ ہوں۔ سب سے اول آپ کو حضرت کعب بن مالکؓ نے دیکھ کر پہچانا اور مسلمانوں کو للکار کر آواز دی۔ اے مسلمانو! بشارت حاصل کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں موجود ہیں۔ آواز کا سننا تھا کہ تمام صحابہ سمٹ کر آپ کے قریب ہو گئے۔ اور مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کیا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

انبیاء علیہم السلام کا مقام:

اس آیت میں اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ظاہر کی گئی۔ پہلی قوموں نے اپنے ہادی مصلح اور رسولوں کو یا تو خدا بنا دیا۔ یا اس کا بیٹا۔ یا انہیں انسانیت سے بلند اور جدا سمجھ بیٹھے۔ اسلام نے اپنے کلمہ شہادت میں "رسول" کا صحیح مقام عبدہ و رسولہ (اللہ کا بندہ اور رسول) کہہ کر متعین کیا اور یہی اس آیت میں اظہار فرمایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بتلایا جا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں جن کا کام لوگوں کو خدا کے احکام پہنچانا اور لوگوں کو خدا کا مطیع بنانا ہے۔ آپ خود تو معبود نہیں کہ آپ کی وفات سے دین ہی ختم ہو جائے اور آپ رسول بھی کچھ نئے نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں جن کے بعد ان کے متبعین نے دین کو سنبھالا اور جان مال فدا کر کے دین کو قائم رکھا۔ آپ کا اس دنیا سے گزرنا بھی کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اس وقت نہ سہی اگر کسی وقت آپ کی وفات ہو گئی یا بالفرض آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا اے مسلمانو تم دین کی خدمت اور حفاظت سے الٹے پیر پھر جاؤ گے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے۔ جیسے اس وقت محض خبر قتل سن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ کر بیٹھنے لگے تھے۔ یا منافقین کے مشورہ کے موافق۔ العیاذ باللہ کفر سے دین کو خیر باد کہہ دو گے۔ تم سے ایسی امید ہرگز نہیں اور یاد رکھو اگر کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں۔ بلکہ تم شکر کرو اگر اس نے اپنے دین کی خدمت میں تم کو لگا لیا اور اصل شکر یہی ہے کہ بیش از بیش دین میں مضبوط اور ثابت قدم رہو۔

موت کا وقت مقرر ہے

دوسری آیت میں بھی حوادث اور مصائب کے وقت ثابت قدم رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موت ہر ایک کی مقدر ہے لہٰذا اسباب موت کے جمع ہونے سے جہاد و قتال میں کوئی کمزوری اور پستی نہ آنی چاہیے اور نہ مایوس اور بددل ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے۔

اصلاح نیت

دوسری تعلیم یہاں یہ دی گئی کہ نیت تمام اعمال میں ثواب آخرت کی ہونی چاہیے۔ مفسرین نے لکھا ہے

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ میں اشارہ ہے اس طرف کہ مال غنیمت جمع کرنے کی فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ جگہ کو چھوڑ بیٹھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔ اور ان کے اس عمل کو دنیا طلبی سے تعبیر فرمایا گیا۔ مگر یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے مال غنیمت جمع کرنا بھی نری دنیا طلبی نہیں جو شرعاً مذموم ہو بلکہ مال غنیمت جمع کر کے محفوظ کرنا اور پھر اس کو اس کے مصرف میں صرف کرنا یہ بھی ایک جزو جہاد ہے اور عبادت ہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ بڑوں کی تھوڑی لغزش بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ ان کی اس خطا کو بڑا سخت جرم قرار دے کر عتاب و خطاب کیا گیا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ایک ایسی پاک باز جماعت بنانا چاہتے تھے جو دنیا کے لئے نمونہ عمل بنے اس لئے ان کی ادنیٰ لغزش بھی سخت قرار دی گئی اور صحابہ کرام کے معیار اخلاق کو بلند سے بلند کرنے کے لئے ان کے اس عمل کو بھی ارادہ دنیا سے تعبیر کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

دعاء کیجئے: اے اللہ! ہم کو اسلام کی سچی محبت نصیب فرما اور اس دین پر مضبوطی سے جمے رہنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا

اور بہت سے نبی ہوچکے ہیں جن کے ساتھ ہوکر اکثر اللہ والے لڑے ہیں سو نہ ہمت ہاری انہوں نے

وَ كَاَيِّنْ	مِّنْ نَّبِيٍّ	قٰتَلَ	مَعَهٗ	رِبِّيُّوْنَ	كَثِيْرٌ	فَمَا	وَهَنُوْا
اور بہت سے	نبی	لڑے	ان کے ساتھ	اللہ والے	بہت	پس نہ	سُست پڑے

لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ

اُن مصائب کی وجہ سے جو اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ اُن کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ

لِمَا	اَصَابَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَمَا	ضَعُفُوْا	وَمَا اسْتَكَانُوْا	وَاللّٰهُ
سبب، جو	اُنہیں پہنچے	میں	اللہ کی راہ	اور نہ	انہوں نے کمزوری کی	اور نہ دب گئے	اور اللہ

يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے۔ اور اُن کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار

يُحِبُّ	الصّٰبِرِيْنَ	وَمَا كَانَ	قَوْلَهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْا	رَبَّنَا
دوست رکھتا ہے	صبر کرنے والے	اور نہ تھا	اُن کا کہنا	سوائے	کہ	انہوں نے دُعا کی	اے ہمارے رب

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھئے

اغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَ اِسْرَافَنَا	فِيْٓ اَمْرِنَا	وَثَبِّتْ	اَقْدَامَنَا
بخش دے ہم کو	ہمارے گناہ	اور ہماری زیادتی	ہمارے کام میں	اور ثابت رکھ	ہمارے قدم

وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ

اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔ سو اُن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی

وَ انْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	فَاٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	ثَوَابَ
اور ہماری مدد فرما	پر	قوم	کافر (جمع)	تو انہیں دیا	اللہ	انعام

الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔

الدُّنْيَا	وَحُسْنَ	ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
دنیا	اور اچھا	انعام آخرت	اور اللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنے والے

حق و باطل کی کشمکش ہر دور میں رہی ہے

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دشمنان دین سے جنگ و جہاد کا کوئی نیا مطالبہ نہیں۔ اور نہ تمہاری اعانت دین کوئی نئی بات ہے۔ بلکہ پہلے زمانہ میں بھی انبیائے سابقین کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں اور حق پرستوں نے کافروں سے جنگ و جہاد اور قتل وقتال کیا اور امت کے سامنے ان کے نبی شہید بھی ہوئے لیکن وہ لوگ ثابت قدم رہے اور خوف زدہ اور سست نہیں ہوئے بلکہ جو مصائب بھی اللہ کی راہ میں ان پر پڑے ان سے نہ وہ گھبرائے اور نہ دب کر کمزور پڑے تو امت مسلمہ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اور تم تو خیر الامم ہو تم کو تو ان سے بڑھ کر صبر و استقامت کا ثبوت دینا چاہیے۔

سابقہ امتوں کے صالحین مجاہدین کی دعا

یہاں پچھلی امتوں کے حق پرستوں اور اللہ والوں کا حال یاد دلا کر امت مسلمہ کو تاکید منظور ہے کہ دیکھو وہ کیسے مستقل مزاج رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کی۔

یہاں سابق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جہاد میں شریک اللہ والوں کی دعا جو نقل فرمائی گئی اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چار درخواستیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ ہمارے پچھلے گناہ اور قصور معاف فرمادیجئے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس عمل جہاد میں ہم سے جو کوتاہی ہوگئی ہو اس کو معاف فرمادیجئے۔

(۳) تیسرے یہ کہ ہمیں ثابت قدمی پر قائم رکھئے۔

(۴) چوتھے یہ کہ ہماری مدد فرمایئے اور ہمیں دشمنوں پر غالب فرمایئے۔

اس دعا کو نقل فرمانے سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ ایسے موقع یعنی کفار سے مقابلہ اور جنگ و جہاد کے وقت تمہیں بھی اسی طرح دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔

یہاں اس دعا میں سب سے پہلے اپنے پچھلے گناہوں کی معافی کی درخواست کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جو رنج و غم یا کوئی تکلیف پیش آتی ہے وہ اکثر اس کے سابقہ گناہوں کا اثر ہوتا ہے جس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔

پھر اس دعا میں یہ بھی اشارۃً جتلا دیا گیا کہ حقیقت شناس مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کتنا ہی بڑا نیک کام اور کتنی ہی جد و جہد اللہ کی راہ میں کر رہا ہو اس کو یہ حق نہیں کہ اپنے عمل پر ناز و فخر کرے کیونکہ درحقیقت اس کا عمل بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے اس کی تائید اور توفیق کے بغیر نیک عمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

پھر اس کے علاوہ جو نیک عمل انسان کرتا ہے وہ کتنا ہی اعلیٰ اور صحیح اور درست کر کے کرے لیکن حق تعالیٰ کی شان عالی کے مطابق کر لینا اس کے بس میں نہیں اس کے ادائے حق میں کوتاہی ناگزیر ہے اس لئے حالت عمل میں بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی کسی کو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ جو نیک عمل وہ اس وقت کر رہا ہے آئندہ بھی اس سے ہوتا رہے گا۔ اس لئے موجودہ عمل میں کوتاہی پر ندامت اور آئندہ کے لئے اس پر قائم رہنے کی توفیق کی دعا بھی مومن کا وظیفہ ہونا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی مضبوطی کے ساتھ دین اسلام پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ دشمنان دین کے مقابلہ میں ہماری ہمتوں کو بلند فرما اور ان سے جہاد فی سبیل اللہ کا عزم عطا فرما۔

اے اللہ ہمیں قرآنی ہدایات کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔

اے اللہ ہم سے جواب تک ظاہری و باطنی چھوٹے و بڑے صغیرہ و کبیرہ جتنے گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ کی توفیق نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہماری مغفرت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو اُلٹا پھیر دیں گے پھر تم ناکام

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تُطِيْعُوا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	يَرُدُّوْكُمْ	عَلٰٓى	اَعْقَابِكُمْ
اے	لوگ جو ایمان لائے	اگر	تم کہا مانو گے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	وہ تمہیں پھیر دیں گے	پر	تمہاری ایڑیاں

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۱۴۹ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۱۵۰

ہو جاؤ گے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔

فَتَنْقَلِبُوْا	خٰسِرِيْنَ	بَلِ	اللّٰهُ	مَوْلٰىكُمْ	وَهُوَ	خَيْرُ	النّٰصِرِيْنَ
پھر تم پلٹ جاؤ گے	گھاٹے میں	بلکہ	اللہ	تمہارا مددگار	اور وہ	بہتر	مددگار (جمع)

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہیبت کافروں کے دلوں میں بہ سبب اس کے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھیرایا ہے

سَنُلْقِيْ	فِيْ	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	الرُّعْبَ	بِمَآ اَشْرَكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ
عنقریب ہم ڈالدینگے	میں	دل (جمع)	جنہوں نے کفر کیا (کافر)	ہیبت	اس لئے کہ انہوں نے شریک کیا	اللہ کا	جس	نہیں اُتاری

بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۱۵۱

جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی اور اُن کی جگہ جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے بے انصافوں کی

	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَمَاْوٰىهُمْ	النَّارُ	وَبِئْسَ	مَثْوٰى	الظّٰلِمِيْنَ	
	اس کی	کوئی سند	اور اُن کا ٹھکانہ	دوزخ	اور بُرا	ٹھکانہ	ظالم (جمع)	

کافروں اور منافقوں کی چالوں سے ہوشیار رہو

غزوہ احد میں مسلمانوں کے عارضی شکست کے باعث دل ٹوٹے ہوئے تھے اور جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا اس سے سخت شکستہ خاطر تھے۔ تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا مسلمانوں کو الزامات اور طعنے دینے لگے کہ دیکھو اگر تم سچے دین پر ہوتے تو تمہارے اتنے ساتھی نہ مارے جاتے۔ بعض منافقین خیر خواہی کے پردہ میں مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ کفار سے لڑنا دانشمندی نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں تمہیں سخت نقصان پہنچتا ہے۔ ہوسکتا تھا کہ بعض مسلمان ان کی چالبازیوں میں آجاتے اس لئے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار فرمادیا کہ ان بدباطن شریروں کے کہنے میں مسلمان نہ آجائیں اور سمجھا دیا کہ دشمن کا فریب مت کھانا اور اگر خدانخواستہ ان کے چکموں میں آگئے تو جس ظلمت سے خدا نے تمہیں نکالا ہے پھر الٹے پاؤں اسی ظلمت میں جا گرو گے اور دین حق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں ان کافروں و منافقوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو اُن کے دین سے ہٹانا اور اسلام سے بدگمان کرنا ہے۔ یہ کفار تمہارے دوست اور خیر خواہ ہرگز نہیں اگرچہ وہ کیسا ہی دوستی کا اظہار کریں۔

فقط اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرو

اللہ تعالیٰ ہی تمہارے حقیقی دوست ہیں اور وہی سب سے بہتر مدد

دینے والے ہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں۔ اسی کی مدد پر بھروسہ کریں۔ مخالفین اگر تمہاری نصرت اور امداد کی کچھ تدبیریں بھی بتائیں تو اللہ کے احکام کے خلاف ان پر ہرگز عمل نہ کرو اسی کو فرمایا بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ کفار اور منافقین کا کہنا ماننے کی بجائے اپنے مولیٰ کی مدد کے طلب گار بنو اور ظاہر ہے کہ جسے خدا کی مدد حاصل ہو تو اسے دشمنان خدا کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔

کافروں کے دلوں میں رعب

آگے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے مولیٰ اور ناصر ہونے کے ثبوت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ''ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں رعب و ہیبت کافروں کے دلوں میں''۔

یہاں کفار پر رعب و ہیبت طاری کرنے کا جو وعدہ ہے اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ قریش جب جنگ احد سے ناکام واپس ہوئے تو مدینہ سے چل کر مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام ناتمام رہا جب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی تو بہتر یہ ہے کہ پلٹ کر مدینہ پر دفعتہً حملہ کر دینا چاہیے۔ مسلمان اس وقت بالکل خستہ اور زخمی ہیں اور دم توڑ چکے ہیں اب مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے چلو پھر واپس ہو کر ان کا کام تمام کر دیں اور کسی راہ چلتے گاؤں والے سے کہہ دیا کہ ہم تجھے اتنا اتنا مال دیں گے تم مدینہ جا کر مسلمانوں کو ڈرا دو کہ قریش پھر لوٹ کر آ رہے ہیں۔ یہاں یہ سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال ؓ کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ مجاہدین خروج کے لئے تیار ہو جائیں اور فقط وہی لوگ ہمراہ چلیں کہ جو معرکہ احد میں شریک تھے۔ اور اس خروج سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔ تو باجودیکہ صحابہ خستہ اور نیم جان ہو چکے تھے اور ایک شب بھی آرام نہ کیا تھا کہ آپ کی ایک آواز پر پھر نکل کھڑے ہوئے۔ مدینہ سے چل کر آپ نے صحابہ کے ساتھ مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ مگر مشرکین ہیبت حق اور رعب اسلام کے اثر سے بھاگ چکے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر ایسا رعب ڈالا کہ مدینہ کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن وہاں قیام فرما کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

کافروں کی مرعوبیت کا سبب

آگے مشرکوں کے دلوں میں ہیبت اور رعب پڑنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا بسبب اس کے کہ انہوں نے یعنی مشرکین نے اللہ کا شریک ایک ایسی چیز کو ٹھہرایا جس کے قابل شرکت ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی یعنی یوں تو ہر جاہل اپنی کوئی دلیل پیش کیا ہی کرتا ہے مگر کوئی قابل اعتبار سند و دلیل مشرکین کے پاس شرک کی نہیں مطلب یہ ہے کہ مشرکین خواہ کتنا ہی زور لگالیں ان کا دل کمزور ہوتا ہے کیوں کہ وہ کمزور مخلوق کی عبادت کرتے ہیں اور ویسے بھی اصلی زور اور قوت توفی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تائید اور امداد سے ہے جس سے کفار و مشرکین یقیناً محروم ہیں۔ اسی لئے مسلمان جب تک صحیح مسلمان رہے۔ کفار اُن سے ہمیشہ خائف اور مرعوب رہے۔

الغرض یہ تو مشرکین کی دنیا کا حال بیان فرمایا کہ وہ شرک کے باعث چور ہیں اللہ کے اور چور کے دل میں ہمیشہ ڈر رہتا ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ آیت کے اخیر میں فرمایا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى اور ان کافروں کا آخرت میں ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے جو اللہ کا حق الوہیت دوسروں کے لئے سمجھیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا یا اللہ ہمیں اسلام سے سچی محبت اور تعلق نصیب فرما اور ہمیں ایمانی قوت عطا فرما یا اللہ آپ ہمارے حامی والی اور ناصر ہو جائیں اور آپ کی نصرت و امداد ہمارے شامل حال ہو جائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم اُن کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ

وَ	لَقَدْ صَدَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗٓ	اِذْ	تَحُسُّوْنَهُمْ	بِاِذْنِهٖ	حَتّٰٓى	اِذَا
اور	البتہ سچا کر دیا تم سے	اللہ	اپنا وعدہ	جب	تم قتل کرنے لگے انہیں	اس کے حکم سے	یہاں تک کہ	جب

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا

جب تم خود ہی کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دل خواہ بات دکھلا دی تھی

فَشِلْتُمْ	وَتَنَازَعْتُمْ	فِي الْاَمْرِ	وَعَصَيْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَآ اَرٰىكُمْ	مَا
تم نے بزدلی کی	اور جھگڑا کیا	کام میں	اور تم نے نافرمانی کی	اس کے بعد	جب تمہیں دکھایا	جو

تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ

تم میں سے بعضے تو وہ تھے جو دُنیا چاہتے تھے اور بعضے تم میں وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا

تُحِبُّوْنَ	مِنْكُمْ	مَّنْ يُّرِيْدُ	الدُّنْيَا	وَمِنْكُمْ	مَّنْ يُّرِيْدُ	الْاٰخِرَةَ	ثُمَّ	صَرَفَكُمْ
تم چاہتے تھے	تم سے	جو چاہتا تھا	دنیا	اور تم سے	جو چاہتا تھا	آخرت	پھر	تمہیں پھیر دیا

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۵۲

تا کہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش فرماوے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر

عَنْهُمْ	لِيَبْتَلِيَكُمْ	وَلَقَدْ	عَفَا	عَنْكُمْ	وَاللّٰهُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَلَي	الْمُؤْمِنِيْنَ
ان سے	تا کہ تمہیں آزمائے	اور تحقیق	معاف کیا	تم سے (تمہیں)	اور اللہ	فضل کرنے والا	پر	مومن (جمع)

غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

غزوہ احد میں ابتدا میں مسلمانوں کو غلبہ ہوا تھا اور اس کے باوجود بعد میں مغلوبیت ہوئی اور سخت نقصان اٹھایا۔ اس آیت میں غلبہ کے بعد مغلوب ہو جانے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے اور فتح کے بعد ہزیمت پیش آ جانے کی حکمت ظاہر فرمائی جاتی ہے۔ مقصود جس سے یہی ہے کہ آئندہ کے لئے ساری امت اسلامیہ اس سے سبق اور نصیحت حاصل کرے۔

چنانچہ یہاں اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ حسب وعدہ خداوندی ابتداء جنگ میں مسلمان کافروں پر غالب رہے۔ کفار بدحواس ہو کر بھاگنے لگے اور اہل اسلام فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے۔ اور اموال غنیمت ان کے سامنے پھیلے پڑے تھے کہ تیر اندازوں کی غلطی سے کفار نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل گیا کہ لشکر کفار جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہا تھا اب وہ اہل اسلام کے قتل میں مشغول ہو گیا۔ تو اس غزوہ احد میں اہل اسلام کے غلبہ کے بعد مغلوب ہونے کے تین اسباب بیان فرمائے گئے۔

(۱) پہلا سبب فرمایا اِذَا فَشِلْتُمْ یعنی جب تم کمزور ہو گئے۔ مفسرین نے یہاں رائے کی کمزوری مراد لی ہے وہ اس طرح کہ جو تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ پہاڑی درہ کے

مورچہ پر پچاس تیر انداز اور ان کے ایک امیر وہیں جمے رہیں اور وہاں سے نہ ہٹیں جب کفار ابتدائے جنگ میں بھاگنے لگے تو بعض مجاہدین تیر اندازوں نے اس کے خلاف رائے دی کہ اب ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہیے۔

(۲) دوسرا سبب وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا یعنی تم باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف کرنے لگے۔ جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ کفار بھاگنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنا بیکار اور غیر ضروری ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا منشاء پورا کر چکے ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے نہ چھوڑنے کی تاکید فرمائی ہے اس لئے یہیں جمع رہنا چاہیے۔ بالآخر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے صرف ۱۰ یا ۱۱ ساتھی وہیں رہے۔ باقی پہاڑ سے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے تو اس طرح باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف ہوا اور اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ جس کے نتیجہ میں مشرکین نے پلٹ کر اسی راستہ سے دفعۃً حملہ کر دیا۔ ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو دس گیارہ تیر انداز کہاں روک سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء نے پورا مقابلہ کیا اور سب شہید ہو گئے۔ اور مشرکین کا رسالہ ناگہاں مسلمانوں کے سروں پر عقب سے جا پہنچا۔

(۳) تیسرا سبب وَعَصَيْتُمْ فرمایا یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نہ چلے اور آپ کے حکم کی نافرمانی ہوئی تو نتیجہ ان اسباب کا یہ ہوا کہ غلبہ پا کر مسلمان مغلوب ہو گئے اور فتح شکست سے تبدیل ہو گئی بارگاہ خداوندی میں محبین مخلصین اور عاشقین صادقین کی ادنیٰ ادنیٰ بات پر گرفت ہوتی ہے۔ حق جل شانہ کو یہ ناپسند ہوا کہ اس کے محبین و مخلصین یعنی صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ذرہ برابر عدول کریں اگر چہ وہ عدول کسی غلط فہمی اور بھول چوک ہی سے کیوں نہ ہو۔

صحابہ کرام کے لئے معافی کا اعلان

ایک مرتبہ عفو کا اعلان اس آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور پھر اسی رکوع کے آخر میں صحابہ کرام کی مزید تسلی کے لئے دوبارہ عفو کا اعلان فرمایا اور ارشاد ہوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو بالکل معاف فرما دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے حلم والے ہیں۔ اس طرح حق تعالیٰ نے صحابہ کرام کی اس لغزش کو معاف کر دیا اور معافی کی اطلاع بھی دیدی تاکہ ملول اور رنجیدہ خاطر اور مایوس ہو کر نہ بیٹھ جائیں اور پھر یہ معافی کا اعلان ساری دنیا کو سنا دیا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق جل شانہ کی عنایات بے غایات کس طرح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبذول ہیں اور کس کس طرح ان کو چند در چند تسلیاں دی گئیں تاکہ قیامت تک کسی کو یہ مجال نہ ہو کہ صحابہ رسول اللہ کی شان میں لب کشائی کر سکے۔ جب حق تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے راضی ہو گیا تو پھر اب کون ہے کہ جو خداوند قدوس کے عفو اور رضا کے بعد ان پر گرفت کرے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے ان محبین و مخلصین صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہم پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائیں۔ اور ان کی مقبولیت و مغفرت کے طفیل میں ہمارے گناہوں سے بھی درگزر فرمائیں اور آپس کے اختلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی جیسے مہلک اسباب سے ہماری حفاظت فرمائیں اور تمام امت مسلمہ کو اس سے بچائیں۔ اور کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے اہل اسلام کو جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرمائیں۔ آمین وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ

وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے

اِذْ	تُصْعِدُوْنَ	وَلَا تَلْوٗنَ	عَلٰٓی اَحَدٍ	وَّ الرَّسُوْلُ	یَدْعُوْکُمْ	فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ
جب	تم چڑھتے تھے	اور مڑ کر نہ دیکھتے تھے	کسی کو	اور رسولؐ	تمہیں پکارتے تھے	تمہارے پیچھے سے

فَاَثَابَکُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ ؕ

سو خدا تعالٰی نے تم کو پاداش میں غم دیا بہ سبب غم دینے کے تاکہ تم مغموم نہ ہوا کرو نہ اُس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اُس پر جو تم پر مصیبت پڑے،

فَاَثَابَکُمْ	غَمًّاۢ بِغَمٍّ	لِّکَیْلَا	تَحْزَنُوْا	عَلٰی	مَا فَاتَکُمْ	وَلَا	مَآ	اَصَابَکُمْ
پھر تمہیں پہنچایا	غم کے عوض غم	تاکہ نہ	تم غم کرو	پر	جو تم سے نکل گیا	اور نہ	جو	تمہیں پیش آئے

وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً

اور اللہ تعالٰی سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی پھر اللہ تعالٰی نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجی یعنی اُونگھ کہ تم میں سے

وَاللّٰهُ	خَبِیْرٌۢ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ثُمَّ	اَنْزَلَ	عَلَیْکُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	الْغَمِّ	اَمَنَةً
اور اللہ	باخبر	اس سے جو تم کرتے ہو	پھر	اس نے اتارا	تم پر	بعد	غم	امن

نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ

ایک جماعت پر تو اُس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی کہ اُن کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی وہ لوگ

نُّعَاسًا	یَّغْشٰی	طَآئِفَةً	مِّنْکُمْ	وَطَآئِفَةٌ	قَدْ اَهَمَّتْهُمْ	اَنْفُسُهُمْ	یَظُنُّوْنَ
اُونگھ	ڈھانک لیا	ایک جماعت	تم میں سے	اور ایک جماعت	انہیں فکر پڑی تھی	اپنی جانیں	وہ گمان کرتے تھے

بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

اللہ تعالٰی کے ساتھ خلاف واقع خیالات کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے۔

بِاللّٰهِ	غَیْرَ الْحَقِّ	ظَنَّ	الْجَاهِلِیَّةِ	یَقُوْلُوْنَ	هَلْ	لَّنَا	مِنَ	الْاَمْرِ	مِنْ شَیْءٍ
اللہ کے بارے میں	بے حقیقت	گمان	جاہلیت	وہ کہتے تھے	کیا	ہمارے لئے	سے	کام	کچھ

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے

قُلْ	اِنَّ	الْاَمْرَ	کُلَّهٗ لِلّٰهِ	یُخْفُوْنَ	فِیْٓ	اَنْفُسِهِمْ	مَّا لَا	یُبْدُوْنَ	لَکَ
آپ کہہ دیں	کہ	کام	تمام۔ اللہ کے لئے	وہ چھپاتے ہیں	میں	اپنے دل	جو	وہ ظاہر نہیں کرتے	آپ کے لئے (پر)

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے

يَقُوْلُوْنَ	لَوْ كَانَ	لَنَا	مِنَ الْاَمْرِ	شَيْءٌ	مَّا قُتِلْنَا	هٰهُنَا	قُلْ	لَّوْ كُنْتُمْ	فِيْ	بُيُوْتِكُمْ
وہ کہتے ہیں	اگر ہوتا	ہمارے لئے	سے۔کام	کچھ	ہم نہ مارے جاتے	یہاں	آپ کہدیں	اگر تم ہوتے	میں	اپنے گھر (جمع)

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ

تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ اُن مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

لَبَرَزَ	الَّذِيْنَ	كُتِبَ	عَلَيْهِمُ	الْقَتْلُ	اِلٰى	مَضَاجِعِهِمْ	وَلِيَبْتَلِيَ	اللّٰهُ	مَا	فِيْ
ضرور نکل کھڑے ہوتے	وہ لوگ	لکھا تھا	ان پر	مارا جانا	طرف	اپنی قتل گاہ (جمع)	اور تا کہ آزمائے	اللہ	جو	تمہارے

صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

باطن کی بات کی آمائش کریا اور تا کہ تمہارے دلوں کی بات کو صاف کردے اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

صُدُوْرِكُمْ	وَلِيُمَحِّصَ	مَا	فِيْ قُلُوْبِكُمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
سینوں میں	اور تا کہ صاف کردے	جو	میں تمہارے دل	اور اللہ	جاننے والا	سینوں والے (دلوں کے بھید)

صحابہ کرامؓ کی آزمائش

جنگ احد میں تیراندازوں کی غلطی سے مشرکین نے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں پر نئے سرے سے حملہ کردیا جس سے لڑائی کی صورت بدل گئی۔ بہت سے صحابہ شہید ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ اور ایک دندان مبارک شہید ہوا۔ اور پھر مشرکین نے یہ خبر اڑادی کہ آپ ﷺ شہید ہوگئے جس سے کہ مسلمانوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہوگئے تھے۔ غرض کہ اس افراتفری اور گھبراہٹ کے عالم میں کچھ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے کچھ پہاڑ پر چڑھے چلے جا رہے تھے اسی موقع کی طرف یہاں پہلی آیت میں اشارہ ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کرکے بتلایا گیا کہ چونکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تنگ کیا اور آپ کو غم دیا اس کے بدلہ میں تم پر تنگی آئی اور غم پر غم پڑا۔ یعنی کئی طرح کے غموں میں تم مبتلا ہوئے۔ چنانچہ ایک غم تو ابتدائی فتح اور کامیابی کے فوت ہونے کا تھا۔ دوسرے اپنے ساتھیوں کے شہید اور زخمی ہونے کا۔ تیسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک زخمی ہوجانے اور دندان مبارک شہید ہونے کا تھا۔ چوتھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جھوٹی خبر کے مشہور ہونے کا تھا۔ ان غموں کی شدت میں آگے پیچھے کا ہوش نہ رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی نہ سنی۔ جیسا کہ ایک طرف ہمہ تن ملتفت ہونے کے وقت دوسری طرف سے غفلت پیش آجاتی ہے اب یہ غم پر غم صحابہ کو کیوں دیئے گئے۔ اس میں کیا مصلحت تھی یہ بھی ظاہر فرمادیا تا کہ اس مصیبت اور غم سے تم میں آئندہ کے لئے پختگی پیدا ہوجائے اور یہ بات دلوں میں بیٹھ جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کسی حال میں عدول حکمی نہ ہونا چاہیے اور اس لئے کہ صبر و برداشت کے اس درجہ عادی ہوجاؤ کہ پھر نہ کسی فوت شدہ منفعت پر غم کرو اور نہ کسی آنے والی مصیبت پر غم ہو۔ ہر حال میں مشیت الٰہی پر راضی رہا کرو۔

یہاں سے بھی حضرات صحابہؓ کے حال پر حق تعالیٰ کی عنایت ہونا ظاہر ہوتی ہے کہ ان غموں کے دینے سے مقصود تربیت تھی اخلاق کی تا کہ ایسے مصائب کے عادی ہوکر استقلال و ثبات پیدا ہو اور خاص بندوں پر جو مصائب آتے ہیں ان میں بھی یہی حکمتیں ہوتی ہیں۔

سکون کا نزول اور فتح کے آثار

آگے دوسری آیت میں ایک دوسرے واقعہ اور حال کی طرف اشارہ ہے کہ جو اس رنج و غم کے وقت اور عین پریشانی کی حالت میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ اس غزوہ احد میں جن کو شہید ہونا تھا وہ تو شہید ہو چکے تھے اور جن کو چلا جانا تھا وہ ادھر ادھر چلے گئے تھے۔ اب جو میدان قتال میں مخلص مومنین اور اہل یقین و توکل باقی رہ گئے تھے ان پر حق تعالیٰ نے یکدم غنودگی کی کیفیت طاری کر دی۔ ان حضرات کو کھڑے کھڑے نیند آنے لگی اور اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ تلوار میرے ہاتھ سے نیند میں چھوٹ کر زمین پر گری اور میں اس کو پھر اٹھا لیتا تھا۔ یہ اس باطنی سکون اور اطمینان قلبی کا ظاہری اثر تھا جو ایسے ہنگامہ خیز وقت میں بھی مخلصین مومنین صحابہ کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے وارد ہوا اس غنودگی کی کیفیت کے بعد ان کے دل سے دشمنوں کا خوف و ہراس یک لخت بالکل دور ہو گیا اور یہ کیفیت عین اس وقت پیش آئی جب کہ لشکر مجاہدین میں نظم و ضبط قائم نہ رہا تھا۔ بیسیوں لاشیں خاک اور خون میں تڑپ رہی تھیں۔ مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ نے رہے سہے ہوش و حواس بھی کھو دیئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین پر غنودگی کی کیفیت طاری کر کے ان کی ساری تکان اور تھکاوٹ دور کر دی گویا متنبہ فرما دیا کہ خوف و ہراس اور پریشانی کا وقت ختم ہوا اب پورے اطمینان و سکون سے اپنا فرض انجام دو چنانچہ مخلصین صحابہ کرام فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور لڑائی کے لئے محاذ قائم کر لیا اور تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن پھر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔

منافقوں کے طعنوں کا جواب

جب حضرت ﷺ نے غشی سی ہوشیار ہو کر سب کو جمع کر کے پھر لڑائی قائم کی تو منافق کہنے لگے کہ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ یعنی ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہے۔ بظاہر الفاظ یا تو یہ مطلب ہے کہ اس شکست کے بعد ہماری بات بنی رہے گی یا بالکل ہی ہیٹی ہو گئی؟ یا یہ معنی ہیں کہ اللہ نے جو چاہا سو کیا ہمارے بس کی کیا بات ہے اور نیت میں یہ معنی تھے کہ اگر ہمارے کہنے کے مطابق لڑتے تو اتنے نہ مرتے اور یہ شکست اٹھانی نہ پڑتی۔

اس آیت میں منافقین کے طعن تشنیع اور حسرت اور افسوس کا یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جو اجل موت کی جگہ سبب اور وقت لکھ دیا ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تب بھی جن کی قسمت میں احد کے قریب مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور ادھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے۔ یہ تو خدا کا انعام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے مگر اللہ کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادروں کی موت شہید ہوئے پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع۔ اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کے پوشیدہ بھید جانتا ہے اس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں تو مقصود اس جنگ سے یہی تھا کہ تم سب کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے تا کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل پڑے اور امتحان کی بھٹی میں کھرا کھوٹا الگ ہو جائے تا کہ مخلصین اپنے اخلاص کا صلہ پائیں اور منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور لوگ صاف طور پر ان کے خبث باطن کو سمجھنے لگیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو دین سے سچا تعلق نصیب فرما دے تا کہ دین و دنیا دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔
اے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ کرام کے طفیل میں ہمیں بھی ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرما دے اور نفاق اور شکوک کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو یکسر پاک فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ

یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیردی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ اُن کو شیطان نے لغزش دیدی

اِنَّ	الَّذِیْنَ	تَوَلَّوْا	مِنْكُمْ	یَوْمَ	الْتَقَى الْجَمْعٰنِ	اِنَّمَا	اسْتَزَلَّهُمُ	الشَّیْطٰنُ
بیشک	جولوگ	پیٹھ پھیریں گے	تم میں سے	دن	آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں	درحقیقت	ان کو پھسلا دیا	شیطان

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۵۵﴾

اُن کے بعض اعمال کے سبب سے، اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف فرمادیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔

بِبَعْضِ	مَا كَسَبُوْا	وَلَقَدْ عَفَا	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِیْمٌ
بعض کی وجہ سے	جوانہوں نے کمایا (اعمال)	اور البتہ معاف کردیا	اللہ	اُن سے	بیشک	اللہ	بخشنے والا	حلم والا

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

اے ایمان والو تم اُن لوگوں کی طرح مت ہوجانا جو کہ کافر ہیں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت

یٰٓاَیُّهَا	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا	وَقَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ
اے	ایمان والو	نہ ہوجاؤ	طرح جو کافر ہوئے	وہ کہتے ہیں	اپنے بھائیوں سے

اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

جبکہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے

اِذَا	ضَرَبُوْا	فِی الْاَرْضِ	اَوْ	كَانُوْا غُزًّى	لَّوْ كَانُوْا	عِنْدَنَا	مَا	مَاتُوْا
جب	وہ سفر کریں	زمین (راہ) میں	یا	جہاد میں ہوں	اگر وہ ہوتے	ہمارے پاس	نہ	وہ مرتے

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ

اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو اُن کے قلوب میں موجب حسرت کردیں اور مارنا جلانا تو اللہ ہی ہے

وَمَا قُتِلُوْا	لِیَجْعَلَ	اللّٰهُ	ذٰلِكَ	حَسْرَةً	فِیْ قُلُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ	یُحْیٖ	وَیُمِیْتُ
اور نہ مارے جاتے	تاکہ بنادے	اللہ	یہ۔اس	حسرت	میں ان کے دل	اور اللہ	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۵۶﴾

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِیْرٌ
اور اللہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

لغزش کے اسباب ونتائج

اسی غزوہ احد کے سلسلہ میں ان آیات میں پہلے مسلمانوں کی لغزش کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مخلصین سے بھی بعض

اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک نیکی سے دوسری نیکی اور ایک اطاعت سے دوسری اطاعت کی توفیق بڑھتی ہے اسی طرح ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۔ ان کو شیطان نے بہکا دیا یا لغزش دیدی ان کے بعض اعمال گذشتہ کے سبب سے تو اس پر علماء نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے جیسے ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے یعنی اعمال حسنہ اور سیۂ دونوں میں ایک قسم کی طاقت جذب ہے۔ جب انسان کوئی ایک نیک کام کرتا ہے تو تجربہ ہے کہ اس کے لئے دوسری کوئی نیکی آسان ہو جاتی ہے اور اس کی توفیق ہو جاتی ہے اس طرح اس کے دل میں نیک اعمال کی رغبت بڑھتی جاتی ہے اسی طرح انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ ایک گناہ دوسرے گناہوں کا راستہ ہموار کر دیتا ہے اور دل میں گناہ کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے لئے بخشش کا اعلان

دوسری بات جو وضاحت سے یہاں آیت میں فرمائی گئی وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے حلم والے ہیں اس وضاحت سے یہ بات سامنے آ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہے کہ اتنی بڑی خطاؤں اور لغزشوں کے باوجود بھی ان حضرات کے ساتھ معاملہ صرف عفو و درگزر ہی کا نہیں بلکہ لطف و کرم کا معاملہ فرمایا گیا۔ اول ظاہری احسان و انعام اونگھ اور نیند کا بھیج کر ان کی تکان و پریشانی اور تکلیف کو رفع کیا گیا۔ پھر یہ بتلایا گیا کہ جو مصائب اور غم مسلمانوں کو اس وقت پہنچا ہے وہ نری سزا اور عقوبت نہیں بلکہ اس میں بھی کچھ تربیت اور اصلاح کی حکمتیں پنہاں تھیں۔ پھر صاف لفظوں میں اس سے پہلے بھی معافی کا اعلان وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ میں فرمایا اور پھر اس جگہ ان حضرات کی تسلی کے لئے اس معافی کے اعلان کا اعادہ فرمایا۔ یہ معاملہ تو حق تعالیٰ کے لطف و کرم کا صحابہ کے ساتھ نصوص قرآنی سے ظاہر ہے۔

کفار و منافقین کی مشابہت سے پرہیز کا حکم

دوسری آیت میں اہل ایمان کو نصیحت اور تلقین فرمائی جاتی ہے کہ وہ اقوال واحوال میں کفار و منافقین کی مشابہت اور موافقت سے بچیں۔

اور سمجھایا گیا کہ زندگی اور موت تو خدا ہی دیتا ہے یعنی مارنا اور جلانا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ بہتیرے آدمی عمر بھر سفر کرتے اور لڑائیوں میں جاتے ہیں مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں لیکن آخر میں کوئی سبب ہو جاتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں تو بندے کی روک تھام سے یہ چیز بدلنے والی یا ٹلنے والی نہیں۔ حضرت خالد بن ولید جو اسی غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں سے لڑ رہے تھے لیکن جب بعد میں اسلام لے آئے تو پھر نہ معلوم کتنی جنگیں مسلمانوں کی طرف سے لڑیں۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ تلوار یا نیزہ کے زخم کے نشان سے خالی نہیں مگر میں آج ایک اونٹ کی طرح گھر میں مر رہا ہوں۔ خدا کرے کہ یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں۔

الغرض مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ منافقوں کے اس قول میں مشابہت اختیار نہ کریں کہ اگر لوگ ہمارے پاس رہتے اور سفر یا جہاد میں نہ جاتے۔ تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ غزوہ احد کے ان واقعات و حالات کو کتنی تفصیل سے مسلسل بیان کیا جا رہا ہے وجہ اس کی یہی ہے کہ ان واقعات و احوال سے بہت کچھ سبق و نصیحت حاصل کیا جا سکتا ہے ہر زمانہ اور ہر دور میں اس لئے کہ حق و باطل اور ایمان و کفر کا معرکہ و مقابلہ تو ہمیشہ موجود رہے گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اسلام اور ایمان کی ہم کو سچی محبت عطا فرما۔ اور کفر و شرک کی باتوں سے بیزاری اور نفرت عطا فرما۔

یا اللہ! ہم کو دین کا سچا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرما اور کفار و مشرکین کے تشبہ سے کامل طور پر بچنے کا عزم و ہمت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ

اوراگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ مرجاؤ تو بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے بہتر ہے

خَيْرٌ	وَرَحْمَةٌ	اللّٰهِ	مِّنَ	لَمَغْفِرَةٌ	اَوْ مُتُّمْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فِيْ	قُتِلْتُمْ	وَلَئِنْ
بہتر	اور رحمت	اللہ	سے	یقیناً بخشش	یاتم مرجاؤ	اللہ کی راہ	میں	تم مارے جاؤ	اورالبتہ اگر

مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا

جن کو یہ لوگ جمع کررہے ہیں۔ اوراگر تم مرگئے یا مارے گئے بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ بعد اس کے

فَبِمَا	تُحْشَرُوْنَ	لَاِلَى اللّٰهِ	اَوْ قُتِلْتُمْ	مُّتُّمْ	وَلَئِنْ	يَجْمَعُوْنَ	مِّمَّا
پس۔سے	تم اکٹھے کئے جاؤ گے	یقیناً اللہ کی طرف	یاتم ماردیئے گئے	تم مرگئے	اوراگر	وہ جمع کرتے ہیں	اس سے جو

رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اوراگر آپ تند خوسخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے

لَانْفَضُّوْا	غَلِيْظَ الْقَلْبِ	فَظًّا	وَلَوْ كُنْتَ	لَهُمْ	لِنْتَ	اللّٰهِ	مِّنَ	رَحْمَةٍ
تو وہ منتشر ہوجاتے	سخت دل	تندخو	اوراگر آپ ہوتے	ان کے لئے	نرم دل	اللہ	سے	رحمت

مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا

سب منتشر ہوجاتے سو آپ اُن کو معاف کردیجئے اور آپ اُن کے لئے استغفار کردیجئے اوراُن سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے

فَاِذَا	الْاَمْرِ	فِي	وَشَاوِرْهُمْ	لَهُمْ	وَاسْتَغْفِرْ	عَنْهُمْ	فَاعْفُ	حَوْلِكَ	مِنْ
پھرجب	کام	میں	اور مشورہ کریں اُن سے	ان کیلئے	اور بخشش مانگیں	اُن سے (انہیں)	پس آپ معاف کردیں	آپ کے پاس	سے

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

الْمُتَوَكِّلِيْنَ	يُحِبُّ	اِنَّ اللّٰهَ	عَلَى اللّٰهِ	فَتَوَكَّلْ	عَزَمْتَ
بھروسہ کرنیوالے	دوست رکھتا ہے	بیشک اللہ	اللہ پر	تو بھروسہ کریں	آپ ارادہ کرلیں

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

گذشتہ آیات میں منافقین کا یہ قول نقل فرمایا گیا تھا کہ اگر مسلمان ہمارے پاس ٹھہرے رہتے اور سفر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے۔

یہاں ان آیات میں مقصود مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہے اور یہ سمجھایا گیا کہ جہاد میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ زندگی کا فائدہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انسان زندہ رہ کر اپنی محنت و مشقت سے کچھ مال و متاع جمع کرے اور چند روزہ زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائے بخلاف راہ خدا میں مارے جانے یا مرجانے کے کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا صلہ ملتا ہے اور وہ تمام دنیا کے مال و متاع سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ دنیا

کی تمام لذتوں اور منفعتوں میں مضرتوں کی آمیزش ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس میں خالص نفع ہی ہو اور نقصان نہ ہو پھر یہ کہ فانی اور چند روزہ ہیں اور اگر کچھ دیرپا بھی ہوں تو ان کا جمع کرنے والا دنیا میں مہمان ہے ممکن ہے کہ جن چیزوں کو کمال محنت و جانفشانی سے جمع کیا ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور کل سے پہلے ہی مرجائے یا وہ مال و منال اس کے پاس سے جاتا رہے۔ پھر موت خواہ کبھی بھی آئے جانا خدا ہی کے پاس ہے تو پھر خدا کی راہ میں کیوں نہ مرو کہ وہ تمہیں اس کا ثواب دے اور تمہاری جان رائیگاں نہ جائے تو خلاصہ یہ کہ راہ خدا میں قتل ہو جانا یا مرجانا اللہ کی مغفرت و رحمت کا ذریعہ ہے اور یہ یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ یہ فانی ہے وہ باقی ہے۔

حضور ﷺ کے لئے صحابہ کرام سے نرمی اور مشورہ کرنے کی ہدایات

غزوہ احد میں بعض اہل ایمان سے لغزشیں ہوئیں جس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ ہوا تو اندیشہ تھا کہ آپ ان پر ملامت فرمائیں اور آئندہ سے ان سے مشورہ نہ لیا کریں تو حق تعالیٰ نے صحابہ کی سفارش فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں خطاب فرما کر ہدایت فرمائی کہ آپ ان کا قصور معاف فرما دیں اور ان کے ساتھ لطف و نرمی کا معاملہ فرمائیں اور حسب دستور ان سے معاملات میں مشورہ فرما لیا کریں چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد سے واپسی کے بعد صحابہ کے ساتھ نہایت نرمی کا معاملہ فرمایا اور ان کی لغزشوں پر کوئی ملامت نہیں کی۔ اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس عجیب و غریب پیرایہ سے حضرات صحابہ کی سفارش فرمائی جاتی ہے کہ جہاں تک ان کی کوتاہی کا تعلق آپ کے حقوق سے ہے ان کو معاف کر دیجئے اور گو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف کر چکے ہیں تاہم ان کی مزید دلجوئی کے لئے آپ بھی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے معافی طلب فرمائیں تاکہ یہ شکستہ دل آپ کی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن اور منشرح ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت کی حکمت

اب یہاں آیت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ صحابہ سے مشورہ لیں۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عقل، فراست اور دانائی عطا کی تھی کہ جو تمام عالم کی عقل سے بالا اور اعلیٰ تھی اور آپ کو کسی کے مشورہ کی حاجت نہ تھی اور پھر نزول وحی کے وجہ سے آپ بالکلیہ مشورے سے مستغنی تھے۔ پس یہاں جو حکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا یعنی آپ صحابہ سے مشورہ لیتے رہا کریں تو اس سے مقصود امت کی تعلیم ہے کہ امت میں مشورہ کا طریقہ جاری ہو کہ جو دینی یا دنیوی امر ایسا پیش آئے کہ جس کے بارہ میں کوئی حکم خداوندی منصوص نہ ہو تو اس کے بارہ میں ایسے لوگوں سے مشورہ کیا جائے جو مشورہ کے اہل ہوں اور جن کی رائے اور عقل قابل وثوق اور اعتماد ہو۔ جو لوگ مشورہ کے اہل ہیں اور جن سے مشورہ لیا جائے ان میں پانچ خصلتیں اور اوصاف ہونا ضروری ہیں:۔

(۱) عقل کامل کے ساتھ تجربہ بھی رکھتا ہو۔ (۲) مشیر دین دار متقی و پرہیزگار ہو اس لئے کہ جو شخص دین دار نہ ہو اس کے مشورہ کا کیا اعتبار۔ (۳) مشورہ دینے والا خیر خواہ و ہمدرد ہو اس کا دل حسد کینہ بغض و عداوت سے پاک ہو محبت اور ہمدردی ہی صحیح مشورہ کا باعث بن سکتی ہے۔ (۴) مشورہ دینے والا کسی فکر و پریشانی میں مبتلا نہ ہو اس لئے کہ جو شخص ہم و غم کا شکار ہو اور پریشانیوں میں مبتلا ہو اس کا دل و دماغ صحیح نہ ہوگا اس لئے وہ صحیح مشورہ نہیں دے سکتا۔ (۵) جس امر میں مشورہ لیا جا رہا ہے اس سے مشیر کی کوئی نفسانی خواہش اور غرض متعلق نہ ہو۔ خود غرض کا کوئی مشورہ قابل اعتبار نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ماں باپ کی شہادت اولاد کے حق میں اور میاں بیوی کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں اور غلام کی شہادت آقا کے حق میں معتبر نہیں مانی کیونکہ جب اغراض اور منافع باہم مشترک ہوں تو شہادت خود غرضی کے شائبہ سے خالی نہیں اس لئے معتبر نہیں۔

یہاں آیت کے اخیر میں فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ یعنی اللہ پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ اہم امور میں تدبیر اور مشورہ کے بعد بھی جب کام کرنے کا عزم کرو تو اپنی عقل و رائے اور تدبیروں پر بھروسہ نہ کرو۔ بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر کرو یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ توکل ترک اسباب اور ترک تدبیر کا نام نہیں بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء اور تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان و اسلام پر استقامت دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے جدوجہد کی توفیق عطاء فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ

اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے

اِنْ	يَّنْصُرْكُمُ	اللّٰهُ	فَلَا غَالِبَ	لَكُمْ	وَاِنْ	يَّخْذُلْكُمْ	فَمَنْ	ذَا	الَّذِىْ
اگر	وہ مدد کرے تمہاری	اللہ	تو نہیں غالب آنے والا	تم پر	اور اگر	وہ تمہیں چھوڑ دے	تو کون؟	وہ	جو کہ

يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

جو تمہارا ساتھ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔

يَنْصُرُكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِهٖ	وَعَلَى اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	
وہ تمہاری مدد کرے	اس کے بعد	اور اللہ پر	چاہیے کہ بھروسہ کریں	ایمان والے	

فتح کا دار و مدار نصرت الٰہی پر ہے

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جنگ احد میں بعض مسلمانوں سے جو خطا اور قصور ہو گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خود بھی معاف فرما دیا اور سفارش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مسلمانوں کو معافی دلوادی لیکن ان حضرات کو اس واقعہ مغلوبیت سے حسرت بہت تھی اس لئے ان کی حسرت مغلوبیت کو دل سے اتارنے کے لئے مسلمانوں کو ایک نہایت گراں قدر بیش بہا اور کارآمد بات بتلائی جاتی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ مقصود یہاں مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہے کہ اے مسلمانو! تم کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤ۔ کفار و منافقین کے چکموں میں نہ پھنسو غلط اور گمراہ کن خیالات ذہن میں نہ لاؤ جنگ میں فتح اور غلبہ کا انحصار نہ سپاہیوں کی تعداد پر ہے نہ لشکر کی زیادتی پر نہ سامان حرب کی کثرت پر بلکہ فتح اور غلبہ کا دار و مدار حق تعالیٰ کی مدد اور نصرت پر ہے۔ لہٰذا تم کو حق تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر کے اس کی مدد اور نصرت کو شریک حال بنانا چاہیے اور اس کی مخالفت اور نافرمانی کر کے اس کی مدد اور نصرت کو اپنے سے منقطع نہ کرنا چاہیے اور مسلمانوں کو صرف خدا کی ذات عالی پر بھروسہ کرنا چاہیے یعنی اپنے ضعف اور دشمن کی قوت پر نظر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر اعتماد ہونا چاہیے۔

قرآن پاک کی اس ایک ہی مختصر سی آیت کا مضمون اگر مسلمانوں کو مستحضر ہو جائے اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات رچ جائے کہ ہماری فتح مندی اور کامیابی خواہ وہ دین کی ہو یا دنیا کی محض حق تعالیٰ کی مدد و نصرت پر منحصر ہے اور حق تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل ہوتی ہے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے سے اور وہ منقطع ہو جاتی ہے ان کی مخالفت اور نافرمانی سے تو مسلمانوں کی زندگی بنانے کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ اس وقت مسلمان کا مذاق ایسا الٹا ہو گیا ہے کہ اسے چیزوں ہی سے کامیابی نظر آتی ہے۔ مادی قوت اور طاقت ہی پر فتح مندی کا مدار نظر آتا ہے اور نہیں خیال آتا اور بھلا رکھا ہے جس بات کو وہ یہی اعانت اور نصرت خداوندی کا حصول ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

خلاصہ یہ کہ اسلام اور قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کریں بلکہ ان سے کام لیں مگر اسباب کو مؤثر حقیقی نہ سمجھیں۔ مؤثر حقیقی قادر مطلق خداوند ذوالجلال والاکرام ہی کو سمجھیں اور نظر اسی پر رکھیں اور اسباب کو واسطہ سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو ہر کام میں اپنی اعانت اور نصرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اے اللہ اپنی تائید اور امداد ہر حال میں ہمارے شامل حال بنا دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کریں حالانکہ جو شخص خیانت کریگا وہ شخص اپنی اُس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن

وَمَا	كَانَ	لِنَبِيٍّ	اَنْ يَّغُلَّ	وَمَنْ	يَّغْلُلْ	يَاْتِ	بِمَا غَلَّ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور نہیں	تھا۔ ہے	نبی کے لئے	کہ چھپائے	اور جو	چھپائے گا	لائے گا	جو اس نے چھپایا	قیامت کے دن

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ

حاضر کرے گا پھر ہر شخص کو اُس کے کئے کا پورا عوض ملے گا اور اُن پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔ سوایسا شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو

ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ نَفْسٍ	مَا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ	اَفَمَنِ	اتَّبَعَ
پھر	پورا پائے گا	ہر شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	ظلم نہ کئے جائیں گے	تو کیا جس	پیروی کی

رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

کیا وہ اُس شخص کی مثل ہوجاوے گا جو کہ غضب الٰہی کا مستحق ہو اور اس ٹھکانہ دوزخ ہو اور وہ جانے کی

رِضْوَانَ	اللّٰهِ	كَمَنْ	بَآءَ	بِسَخَطٍ	مِّنَ اللّٰهِ	وَمَاْوٰىهُ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ
رضا (خوشنودی)	اللہ	مانند۔ جو	لوٹا	غصہ کے ساتھ	اللہ کے	اور اس کے ٹھکانہ	جہنم	اور برا

الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾

بُری جگہ ہے۔ یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں اُنکے اعمال کو

	الْمَصِيْرُ	هُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	
	ٹھکانہ	وہ۔ اُن	درجے	پاس۔ اللہ	اور اللہ	دیکھنے والا	جو	وہ کرتے ہیں	

انبیاء علیہم السلام کی عصمت وامانت

یہاں ان آیات زیر تفسیر کا پہلا جملہ ہے وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ کچھ چھپا رکھیں یا خیانت کریں۔ اس جملہ کا مطلب اور گذشتہ آیات اور مضمون سے تعلق و ربط بیان کرنے میں علمائے مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ایک ربط اور تعلق گذشتہ سے یہ ظاہر کیا ہے کہ اوپر غزوہ احد کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا مذموم اور موجب وبال ہونا بیان فرمایا تھا۔ اب یہاں اس جملہ میں آپ کا امین ہونا مذکور فرمایا تا کہ ثابت ہوجائے کہ آپ جو کچھ حکم فرماتے ہیں اس میں آپ کی نفسانی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور آپ اس سے بالکل مبرا ہیں۔ لہٰذا ایسے حکم کی مخالفت ضرور موجب وبال اور مذموم ہوگی۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں مسلمانوں کو سمجھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عصمت اور صفت امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں۔ اس لئے کہ نبی اپنی امت سے کچھ چھپایا نہیں کرتے خواہ اللہ کی وحی ہو۔ حق و صداقت کی باتیں ہوں مال غنیمت کی تقسیم ہو یا کچھ اور لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کبھی ایسا کوئی لغو خیال دل میں نہ لانا چاہیے۔ جیسا کہ ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن مال غنیمت میں سے ایک سرخ چادر گم ہوگئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو۔ یہ کہنے والے اگر

منافق تھے جیسا کہ بعض روایات میں منقول ہے تو کوئی بعید بات نہیں اور ممکن ہے کہ کسی مسلمان ہی نے کہا ہو تو یہ سمجھا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کا اختیار ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ بہرحال بتلانا یہ مقصود ہے کہ منصب نبوت کے ساتھ کسی قسم کی خیانت جمع نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ نبی ہونے کی وجہ سے امین کامل ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں امانت انبیاء کو بالدلیل ثابت فرمایا گیا ہے اور قرآن کریم نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کردی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہو سکتے تھے۔ مشرکین و منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف و فضل سے ناواقف اور بے خبر تھے۔ اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے خیال میں بھی نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی تھی اور وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی محرف کتابوں میں بعض جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کبیرہ گناہ منسوب کئے گئے ہیں (معاذ اللہ) یہاں انبیاء علیہم السلام کے متعلق تمام غلط خیالات کی تردید فرمادی گئی۔

خیانت کی سزا

یہاں جو یہ فرمایا گیا وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔ اس کی شرح حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا اور بولتا ہو۔ اور وہ شخص مجھ سے آکر طالب امداد ہو اور میں صاف جواب دیدوں کہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا میں حکم پہنچا چکا تھا اور ایسا ہی مضمون گھوڑے کپڑے اور روپیہ پیسہ کے بارہ میں فرمایا اس پر کسی نے حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے اشکال ظاہر کیا کہ اگر کسی نے سو اونٹ چرائے ہوں تو وہ ان سب کو کس طرح گردن پر لادے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ جس شخص کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی وہ اتنے اونٹوں کو بھی اٹھا سکے گا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جہنمیوں کے جسم بڑے لمبے چوڑے بنا دیئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے کہ بعض جہنمیوں کی کھال ۴۲ ہاتھ موٹی ہوگی۔ اور دانت پہاڑ کے مانند اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی مسافت کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے اور اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا کہ ایک تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت۔

الغرض یہاں مال غنیمت کی چوری کا مسئلہ بھی آ گیا کہ وہ گناہ عظیم ہے اور عام تعلیم امت کو یہ ہے کہ نہ مال میں خیانت کریں نہ راز داری میں نہ احکام الٰہی میں۔ نہ حاکم اور سردار کی اطاعت میں نہ کسی اور معاملہ اور حقوق میں۔

یہی حال مساجد، مدارس، خانقاہوں اور اوقاف کے اموال کا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا چندہ ہوتا ہے۔ اگر معاف بھی کرائے تو کس کس سے کرائے۔ اسی طرح بیت المال حکومت کے سرکاری خزانہ کا حکم ہے کیونکہ اس میں پورے ملک کے باشندوں کا حق ہے جو اس میں چوری کرے اس نے سب کی چوری کی مگر چونکہ یہی اموال عموماً ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا نگرانی کرنے والے بے پروائی کرتے ہیں۔ چوری کے مواقع بکثرت ہوتے ہیں اس لئے آج کل دنیا میں سب سے زیادہ چوری اور خیانت انہی اموال میں ہو رہی ہے اور لوگ اس کے انجام بد اور وبال عظیم سے غافل ہیں کہ اس جرم کی سزا علاوہ جہنم کے میدان حشر کی رسوائی بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی بھی۔ نعوذ باللہ منہ"

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر لمحہ میں امین بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور خیانت کے جرم سے ہر طرح بچنے کی توفیق نصیب فرما۔ اے اللہ میدان حشر کی رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھنا اور اس دنیا کی زندگی میں ہم کو اپنی خوشنودی کی راہ پر چلنا نصیب فرمانا۔ اور ان لوگوں کی راہ چلنے سے بچانا جنہوں نے آپ کا غصہ و غضب کمایا۔ ہمارا دائمی ٹھکانہ مخلصین مومنین کے ساتھ اپنی دائمی جنت میں بنانا اور اپنے غصہ اور غضب کی جگہ جہنم سے ہمیں بچانا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ اُن میں اُنہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں

لَقَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذْ بَعَثَ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِهٖ
البتہ بیشک	احسان کیا	اللہ	پر	ایمان والے (مومن)	جب بھیجا	ان میں	ایک رسول	سے	انکی جانیں (کے درمیان)	وہ پڑھتا ہے	ان پر	انکی آیتیں

وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

اور اُن لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔

وَ يُزَكِّيْهِمْ	وَ يُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَاِنْ	كَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ
اور انہیں پاک کرتا ہے	اور انہیں سکھاتا ہے	کتاب	اور حکمت	اور۔ بے شک	وہ تھے	اس سے قبل	البتہ۔ میں	گمراہی	کھلی

انسانیت پر احسان عظیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا ہی احسان کیا قرآن کریم میں یہ ایک واحد مثال ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر صراحۃً کوئی احسان جتلایا ہے یوں تو انسانوں پر حق تعالیٰ کے انعامات واحسانات بے شمار ولا تعداد ہیں مگر حق تعالیٰ نے کسی انعام واحسان پر یہ نہیں جتلایا کہ دیکھو ہم نے تم پر احسان کیا ہے سوائے اس احسان کے جو یہاں فرما کر بیان کیا جارہا ہے اب وہ کون سا عظیم الشان احسان ہے جو یہاں جتلایا جارہا ہے؟ وہ احسان یہ ہے اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک عظیم الشان پیغمبر کو بھیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔

احسان الٰہی سے نفع مند ہونے والے

قرآن کریم کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ اور پورے عالم کے لئے آپ کا وجود نعمت کبریٰ ہے اور احسان عظیم ہے اس جگہ اس احسان کو صرف مومنین کے لئے فرمایا۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود سارے عالم اور ہر کافر ومومن کے لئے نعمت کبریٰ اور احسان عظیم ہے جیسا کہ قرآن کریم سارے عالم کے لئے صحیفہ ہدایت ہے مگر چونکہ اس نعمت وہدایت کا نفع صرف مومنین ومتقین نے حاصل کیا۔ اس لئے کسی جگہ اس احسان کو مومنین کے ساتھ مخصوص کر کے بھی بیان کر دیا گیا۔

بعثت انبیاء اور انسانیت

انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اس لئے کہ وہ انسانی روح کی صحیح تربیت کر کے انسان کو حقیقی انسان بنائیں، تاکہ اس کے بدن سے جو اعمال وافعال صادر ہوں وہ انسانیت کے لئے مفید ثابت ہوں۔ وہ درندے اور زہریلے جانوروں کی طرح دوسرے انسانوں کو ایذا اور تکلیف دیتا نہ پھرے۔ اور خود اپنے بھی انجام کو سمجھ کر آخرت کی دائمی زندگی کا سامان مہیا کرے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے زمرہ انبیاء میں امامت وسیادت کا منصب حاصل ہے۔ انسان کو صحیح انسان بنانے میں بھی آپ کی شان تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہے۔ آپ نے اپنی تعلیمات وصحبت سے انسانوں کا ایک ایسا معاشرہ تیار کر دیا جس کا مقام فرشتوں کی صفوں سے آگے ہے آپ نے جو تعلیمات اور اسوہ حسنہ چھوڑے ہیں اس پر پورا عمل کرنے والے بھی انسانیت کے بلند مقام کو پا سکتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کا انسان ہونا بھی نعمت ہے:

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیئے جو ان ہی میں سے ہیں۔ یعنی ان ہی کی جنس اور قوم میں کا ایک انسان رسول بنا کر بھیجا جس کے پاس اٹھنا بیٹھنا بات چیت کرنا زبان سمجھنا اور ہر قسم کے فیض وبرکات اٹھانا آسان ہیں۔ اس کے احوال واخلاق سوانح زندگی امانت ودیانت خداترسی اور پاک بازی

سے وہ خوب واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے فرد سے جب معجزے ظاہر ہوتے ہیں تو ان پر ایمان لے آنا آسان ہے۔ اگر کوئی جن یا فرشتہ رسول بن کر آتا تو اس کے معجزہ دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنس انسانی سے جداگانہ مخلوق ہے اس لئے یہ معجزات و خوارق شاید اس جنس کی نوعیت میں سے ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی میں سے رسول بنا کر بھیجا جو باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے ان ہی کے مجمع میں نہایت خوش اخلاقی رحم دلی نرم خوئی اور شفقت وعنایت کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں اور جن سے وہ بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔

حضور ﷺ کی چار صفات

پہلی صفت: ''تلاوت آیات'' کی بتلائی گئی۔

تلاوت کے اصلی معنی اتباع اور پیروی کے ہیں لیکن اصطلاح قرآن وحدیث میں یہ لفظ قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کلام الٰہی کے سوا کسی دوسری کتاب یا کلام کے پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جا سکتا۔ تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے اور تلاوت الفاظ ہی کی ہوتی ہے تو یہاں ''تلاوت آیات'' کا ایک جداگانہ فرض قرار دے کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ قرآن کریم میں جس طرح اس کے معانی مقصود ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی مقصود ہیں۔

دوسری صفت: ''تزکیہ نفس'' فرمائی یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو شرک وکفر بت پرستی بدکاری اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں ان کی باطنی گندگیوں کو دور کر کے دل کو اعتقاد فاسدہ نیز تکبر بغض حسد ریا حب دنیا وغیرہ سے صاف کرتے ہیں یہاں تزکیہ نفس آپ کی جداگانہ خصوصیت قرار دیکر اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے میں کوئی فن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح علمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ کسی معلم ومربی کے زیر تربیت اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے محض آسمانی کتاب بھیجنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انسانوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے لئے رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا جو اپنی تعلیم وتربیت سے عام انسانوں کو آسمانی ہدایات سے روشناس کر کے ان کا خوگر بنائے۔

تیسری صفت ''تعلیم کتاب'' یعنی کتاب اللہ کی مراد بتلانا فرمائی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں اور جہاں اس کے سمجھنے میں اور حقیقی مراد معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش آئے وہاں شبہات دور کر کے صحیح مراد اور مطلب واضح فرماتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن فہمی کے لئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں بلکہ اور تعلیم رسول ہی کے ذریعہ قرآنی تعلیم کا صحیح علم حاصل ہو سکتا ہے۔

چوتھی چیز ''تعلیم حکمت'' حکمت سے مراد حدیث وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح مطلب ومعانی قرآن کا بتلانا وسکھلانا خصوصی صفت تھی اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول وآداب واحکام وہدایات جن کا نام سنت ہے اس کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل تھی۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔ یعنی آپ کی بعثت سے قبل یہ لوگ صریح جہالت شرک وکفر کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے آپ نے اللہ کی توفیق سے علم وعمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے جہل وگمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی تعلیم وصحبت سے وہی جاہل عرب قوم ساری دنیا کے لئے ہادی اور معلم بن گئی۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا اس دنیا پر یہ بڑا انعام واحسان ہے کہ جو آپ نے نبی کریم رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور دنیا والوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم عطا کر کے آپ کو بھیجا۔

یا اللہ قرآن کریم کی تلاوت ہمارے لئے محبوب مشغلہ بنا دے اور شب وروز اس کی تلاوت سے ہمارے قلوب کو انوار وبرکات نصیب فرما دے۔ اور ہمارے نفوس کا تزکیہ فرما دے اور ہمارے دلوں کی گندگیاں اور بیماریاں دور فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ

اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف

اَوَلَمَّآ	اَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَدْ اَصَبْتُمْ	مِّثْلَيْهَا	قُلْتُمْ	اَنّٰى هٰذَا	قُلْ	هُوَ	مِنْ
کیا جب	تمہیں پہنچی	کوئی مصیبت	البتہ تم نے پہنچائی	اس سے دو چند	تم کہتے ہو	کہاں سے یہ؟	آپ کہہ دیں	وہ	سے

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٦٥ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى

سے ہوئی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ دونوں گروہ

عِنْدِ	اَنْفُسِكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰي	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَمَآ	اَصَابَكُمْ	يَوْمَ	الْتَقَى
پاس	تمہاری جانیں (اپنے پاس)	بیشک	اللہ	پر	ہر	شے	قادر	اور جو	تمہیں پہنچا	دن	مڈبھیڑ ہوئی

الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٦٦ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ

باہم مقابل ہوئے سو خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی اور تا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو بھی دیکھ لیں۔اور اُن لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا۔

الْجَمْعٰنِ	فَبِاِذْنِ	اللّٰهِ	وَلِيَعْلَمَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَلِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ	نَافَقُوْا
دو جماعتیں	تو حکم سے	اللہ	اور تا کہ وہ معلوم کر لے	ایمان والے	اور تا کہ جان لے	وہ جو کہ	منافق ہوئے

تفسیر و تشریح: کافی اوپر سے جنگ احد کے واقعات کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے ان واقعات کی تفصیلات کے سلسلہ میں اس کوتاہی کا ذکر ہوا جو اس جنگ میں بعض اہل اسلام سے سرزد ہوئی۔ پھر عفو و درگزر کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان مسلمانوں کو معاف فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی دلوادی۔ اسی ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق یاد دلائے گئے اور آپ کے وجود کی برکتیں اور خصوصیات بیان ہوئیں اور مسلمانوں کو بتلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تم میں مبعوث ہونا اللہ کا تم پر ایک بہت بڑا انعام و احسان ہے۔ تم کو اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

واقعہ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست اور زخم و قتل کے مصائب کا غم کاری تھا اور اس حادثہ سے سخت کلفت تھی۔ اس لئے مزید تسلی کا مضمون ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ جتنی مصیبت اے مسلمانو تم پر اس غزوہ احد میں پڑی ہے تم اس سے دگنی مصیبت اپنے مخالف پر اس سے پہلے غزوہ بدر میں ڈال چکے ہو کیونکہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور غزوہ بدر میں مشرکین کے ستر سردار مارے گئے تھے اور ستر ہی گرفتار ہوئے تھے۔ سو اس بات کے یاد دلانے سے ایک مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی موجودہ تکلیف و پریشانی کا احساس گھٹ جائے کہ جب ہماری دگنی جیت ہو چکی ہے تو ایک دفعہ آدھی ہار و شکست بھی ہو جائے تو زیادہ غم اور تعجب نہیں ہونا چاہیے دوسری بات ان آیات میں یہ یاد دلائی جاتی ہے کہ یہ تکلیف و مصیبت درحقیقت دشمن کی قوت و کثرت کے سبب سے نہیں بلکہ تمہاری اپنی ہی بعض کوتاہی کے سبب سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں تم سے کوتاہی ہوئی۔ تیسری بات پھر یہ بتلائی گئی کہ یہ جو کچھ ہوا حق تعالیٰ کی مشیت سے ہوا جس میں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں جن میں سے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین کو بھی دیکھ لیں اور منافقین کو بھی یعنی مومنین کا اخلاص اور منافقین کی منافقت ایسی عیاں اور واضح ہو جائے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے۔

غزوہ احد میں آزمائش کا ایک سبب

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ : حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر

کے بعد جس میں مسلمانوں کو فتح کامل ہوئی جبرائیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوم کا کفار کو قیدی بنا کر پکڑ لینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا اب انہیں (یعنی مسلمانوں کو) دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا حکم دیجئے یا تو یہ کہ ان قیدیوں کو یہ قتل کر ڈالیں یا ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیں مگر پھر مسلمانوں میں سے اتنی ہی تعداد شہید ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے دونوں باتیں پیش کیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ ہمارے قبائل کے ہیں۔ ہمارے رشتہ دار بھائی ہیں۔ ہم کیوں ان سے فدیہ لے کر نہ چھوڑ دیں اور اس مال سے قوت و طاقت حاصل کر کے اپنے دوسرے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ اور پھر جو ہم میں سے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے تو اس میں ہماری کیا برائی ہے؟ چنانچہ فدیہ وصول کر کے ۷۰ قیدیوں کو جو بدر میں گرفتار ہوئے تھے چھوڑ دیا اور ٹھیک ۷۰ ہی کی تعداد مسلمانوں کی اس کے بعد غزوہ احد میں شہید ہوئی پس ایک مطلب کہ "یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے" اس کا یہ ہوا کہ تم نے بدر کے قیدیوں کو زندہ چھوڑنا اور ان سے فدیہ وصول کرنا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ تمہارے بھی اتنے ہی آدمی شہید ہوں۔

آزمائش کی ایک اور حکمت

وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا یعنی ثابت قدم غیر متزلزل ایمان والے صابر بندے بھی معلوم ہو جائیں اور منافقین کا حال بھی کھل جائے چنانچہ جنگ احد کا معاملہ ان منافقین کے لئے فیصلہ کن آزمائش تھی جو مسلمانوں کے ساتھ ریاکارانہ ملی جلی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا۔ اول سے آخر تک کوئی ایسا مرحلہ نہیں آیا جس میں یہ منافقین اپنی فتنہ پردازی سے باز رہے ہوں ان سے جب کہا گیا کہ شہر سے باہر نکل کر کفار سے مقابلہ کرو تو یہ کہہ کر لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا کہ باہر نکل کر لڑنا موت کے منہ میں جانا ہے اور جب کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تب بھی لگے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی شان

ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک اہم فائدہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے اور وہ یہ کہ جنگ احد کی شکست کے واقعہ میں عتاب کے بعد حضرات صحابہ کو جا بجا جو تسلی دی گئی ہے اس سے دوسرے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھاویں کہ ہم سے جو گناہ ہوتے ہیں ان میں بھی کوئی حکمت و مصلحت الٰہیہ ہوگی اس لئے غم کی کوئی بات نہیں تو حضرات صحابہ کے اس معاملہ پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں کئی وجہ سے۔ اول تو ان سے یہ غلطی اجتہاداً اور لغزش خطاء ہوئی تھی مخالفت یا نافرمانی کا جذبہ و داعیہ بالکل نہیں تھا دوسرے ان پر ندامت اور غم کا بے انتہا غلبہ تھا جو توبہ کا اعلیٰ درجہ ہے اس لئے ان کی تسلی کی گئی اور مختلف پیرایوں میں ان کے دل سنبھالنے کا سامان کیا گیا اور جو شخص دیدہ دانستہ ارادۃً گناہ کرے پھر اس پر دلیری اور جرأت بھی کرے وہ مستحق تسلی نہیں بلکہ وہ تو مستحق ملامت و عتاب و وعید ہونا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین اسلام پر استقامت و پختگی نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ مومنین مخلصین کی صفات ہم میں پیدا فرما دے اور منافقین کی بدخصلتوں سے ہم کو کامل طور پر بچا لے۔ یا اللہ آج ہم جن مصائب ذلت اور خواری میں گرفتار ہیں یہ سب ہماری بداعمالیوں کے نتائج ہیں یا اللہ ہم کو اور پوری امت مسلمہ کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت کو ہمارے شامل حال فرما اور ہمارے دنوں کو پھیر دے اور ہمارے احوال کو بدل دے یا اللہ دشمنان دین اور دشمنان اسلام کے تسلط سے ہم کو بچا لے۔ یا اللہ ہم آپ کی بارگاہ میں عجز و مسکنت و تذلل اور انکساری کے ساتھ رجوع ہوتے ہیں۔ یا اللہ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طفیل میں ہم پر رحم و کرم فرما دے اور ہم کو ایمان و اسلام پر جم جانے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

اُن سے یوں کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا یا دشمنوں کا دفعیہ بن جانا وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے

وَقِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	قَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	اَوِ	ادْفَعُوْا	قَالُوْا	لَوْ نَعْلَمُ	قِتَالًا
اور کہا گیا	انہیں	آؤ	لڑو	میں	اللہ کی راہ	یا	دفاع کرو	وہ بولے	اگر ہم جانتے	جنگ

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ

تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہو گئے بہ نسبت اُس حالت کے کہ وہ ایمان سے نزدیک تھے یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ	هُمْ	لِلْكُفْرِ	يَوْمَئِذٍ	اَقْرَبُ	مِنْهُمْ	لِلْاِيْمَانِ	يَقُوْلُوْنَ	بِاَفْوَاهِهِمْ
ضرور تمہارا ساتھ دیتے	وہ	کفر کیلئے (کفر سے)	اس دن	زیادہ قریب	اُن سے	بہ نسبت ایمان	وہ کہتے ہیں	اپنے منہ سے

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا

جواُن کے دل میں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے

مَا لَيْسَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَكْتُمُوْنَ	اَلَّذِيْنَ	قَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ	وَقَعَدُوْا
جو نہیں	انکے دلوں میں	اور اللہ	خوب جاننے والا	جو	وہ چھپاتے ہیں	وہ لوگ جو	انہوں نے کہا	اپنے بھائیوں کے بارہ میں	اور وہ بیٹھے رہے

لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو وہ لوگ جو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو۔

لَوْ اَطَاعُوْنَا	مَا قُتِلُوْا	قُلْ	فَادْرَءُوْا	عَنْ	اَنْفُسِكُمُ	الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
اگر وہ ہماری مانتے	وہ نہ مارے جاتے	کہہ دیجئے	تم ہٹادو	سے	اپنی جانیں	موت	اگر	تم ہو	سچے

غزوہ احد کے موقع پر منافقین کی غداری اوران کے پروپیگنڈہ کا جواب

ابھی کلام غزوہ احد ہی کے سلسلہ میں جاری ہے۔ یہ آیات عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔ منافقوں کا ذکر سورہ بقرہ پارہ الٓمّٓ کے شروع ہی میں آ چکا ہے۔ جب جنگ احد شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کے ساتھ احد کے قریب پہنچے تو یہ عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر میدان جنگ سے مدینہ کی طرف واپس جانے لگا کہ آپ نے میری رائے مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کرنے کی نہیں مانی تو ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ صحابہ میں سے بعض نے اس سے اس وقت کہا کہ عین موقعہ پر اب کہاں بھاگتے ہو۔ آؤ اگر دعوے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے اور روکنے ہی میں حصہ لو۔ اسلامی لشکر میں شریک رہو تا کہ ہماری فوج کی کثرت کا رعب دشمن کے دل پر پڑے۔ اور اگر خدا کی راہ میں دین اسلام کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت وطنی یا قومی یا اپنے مال و اولاد کی حفاظت ہی کے لئے دشمن کو روکنے میں مدد دو کیوں کہ دشمن اگر کامیاب ہو گیا تو وہ سب سے انتقام لے گا اور کسی کی تمیز نہ کرے گا۔ عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اٹھاؤ گے غرض ہر طرح پر ان کے مذاق کے موافق

ان کو سمجھانے کی صحابہ نے کوشش کی تو اس پر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے لیکن یہ کوئی لڑائی ہے کہ وہ لوگ تم سے تین چار حصہ زیادہ ہیں پھر ان کے پاس سامان جنگ بھی زیادہ۔ ادھر آدمی بھی کم اور بے سروسامانی زیادہ۔ ایسی حالت میں لڑنا محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یہ کوئی لڑائی ہے۔ چنانچہ منافقین نہ مانے اور عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ راستہ سے مدینہ لوٹ آیا اور مسلمان میدان جنگ کی طرف آگے بڑھ گئے۔ اسی کو یہاں ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ اور اسی زبانی اسلام کی بناء پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اس روز عین موقع پر پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے ان کے نفاق کی قلعی کھل گئی اور یہ ظاہر میں بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔ اور جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ صاف نہیں کہتے۔ دل میں تو یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔ انہی منافقوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہمارے بھائی انصار مدینہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو میدان جنگ میں اس طرح قتل نہ ہوتے۔ اس پر ان منافقوں سے کہا گیا کہ اگر گھر میں بیٹھے رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں تم گھر میں موت کو کس طرح نہ آنے دے سکتے ہو۔ گھر میں بیٹھ کر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑ سکتی تو پھر بہادروں کی طرح اللہ کی راہ میں عزت کی موت کیوں نہ مرا جائے۔

الغرض منافقین کے قول کا رد فرمایا گیا اور انہیں بتلایا گیا کہ گھر میں بیٹھ رہنے سے موت تو نہیں رک سکتی۔ ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کی بجائے حیاۃ جاودانی کہنا چاہیے۔ یعنی اللہ کے راستہ میں شہادت۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور ظاہر میں و باطن میں ہم کو اسلام کا سچا اور پکا متبع اور فرمانبردار بنا۔

یا اللہ دین و اسلام کے لئے اپنے راستہ میں ہمیں بھی جان و مال قربان کرنے کا عزم و جذبہ عطا فرما۔ اور جو کچھ ہمارا جان و مال دین کی خدمت میں آپ کی توفیق سے لگ جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما اور اپنی خوشنودی کا باعث بنا۔

یا اللہ اپنی راہ میں دین کے لئے ہم کو کفار اور اعدائے دین سے جہاد کا سچا جذبہ اور عزم نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے اُن کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں اُن کو رزق بھی ملتا ہے۔

وَلَا	تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	قُتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتًا	بَلْ	اَحْيَآءٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	يُرْزَقُوْنَ
اور نہ	ہرگز خیال کرو	جو لوگ	مارے گئے	میں	راستہ	اللہ	مردہ (جمع)	بلکہ	زندہ (جمع)	پاس	اپنا رب	وہ رزق دیئے جاتے ہیں

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

وہ خوش ہیں اُس چیز سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ اُن کے پاس نہیں پہنچے اُن سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کی بھی اس حالت پر

فَرِحِيْنَ	بِمَآ	اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	وَيَسْتَبْشِرُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	لَمْ يَلْحَقُوْا	بِهِمْ	مِنْ
خوش	سے - جو	انہیں دیا	اللہ	اپنے فضل سے	اور خوش وقت ہیں	ان کی طرف سے جو	نہیں ملے	ان سے	سے

خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

وہ خوش ہوتے ہیں کہ اُن پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے

خَلْفِهِمْ	اَلَّا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	يَسْتَبْشِرُوْنَ	بِنِعْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ
ان کے پیچھے	یہ کہ نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	وہ خوشیاں منا رہے ہیں	نعمت سے	سے	اللہ

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

وَفَضْلٍ	وَّاَنَّ	اللّٰهَ	لَا يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اور فضل	اور یہ کہ	اللہ	ضائع نہیں کرتا	اجر	ایمان والے

شہداء کا مقام

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ منافقین نے ان انصار مدینہ کے متعلق جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے یہ کہا تھا کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے اور گھروں میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے اور جس طرح ہم قتل سے محفوظ رہے وہ بھی قتل سے محفوظ رہتے۔ گویا وہ ان شہداء کی موت کو موجب ناکامی اور دنیوی زندگی اور اس کی لذات سے محرومی کا باعث بتلا کر مسلمانوں کو بھی بہکاتے اور ورغلاتے تھے۔ اس لئے ان آیات میں شہداء کے درجات و حالات بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ اگر وہ جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو گئے تو کسی نقصان اور خسارہ میں نہیں رہے۔ بلکہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں ان کی موت کو حیاۃ جاودانی کہنا چاہیے اس لئے کہ انہیں اس دنیا سے گزرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی نصیب ہوتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی۔ ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ شہداء کی ارواح جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں اس وقت شہدا بے حد مسرور اور بے انتہا خوش ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دنیا میں دولت شہادت عطا فرمائی کہ جس کے باعث دوسرے عالم میں اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا۔

حضرت ابن عباسؓ سے صحیح اسناد کے ساتھ ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب

واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ جاتے ہیں جو ان کے لئے عرش رحمان کے نیچے معلق ہیں۔ جب ان شہدا نے اپنی راحت وعیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتا ہے تا کہ وہ ہم پر غم نہ کریں اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچائے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

حیات شہداء

شہداء کی حیاۃ کے متعلق دوسرے پارہ سورہ بقرہ آیت ۱۵۴ میں بھی فرمایا گیا ہے

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات٥بل احیآء ولکن لا تشعرون ٥ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کئے جاتے ہیں ان کی ایسی فضیلت ہے کہ ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ معمولی مردے کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ حیاۃ شہداء کے متعلق بعض علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیاۃ دی جاتی ہے اس لئے سیکڑوں برس بعد بھی جب کبھی شہداء کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں تو ان کا جسم بھی تروتازہ پایا گیا ہے چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں لکھا ہے کہ احد کے پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اس نے زور کیا تو جنگ احد کے بعض شہداء کی لاشیں نکلیں جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں ہوا ہے لیکن جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ ان کو حیاۃ روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اب یوں تو ہر شخص کافر ہو یا مومن روح کسی کی نہیں مرتی بلکہ وہ قائم اور سالم رہتی ہے اور دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے لیکن جو کافر یا منافق یا گنہگار ہیں وہاں ان کی ارواح کو اپنے اعمال کے اس زنگ سے جو دنیا میں اس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہیں اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدہ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی ارواح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہیں عیش مناتی پھرتی ہیں۔ سو ابرار کا اس عالم مسرور میں جانا اصل زندگی ہے اسی لئے ان کو بالتخصیص زندہ کہہ سکتے ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ کو جو اپنی حیاۃ عارضی کو اللہ کی نذر کر دیتا ہے اس لئے اس کو حیاۃ ابدی اس کے عوض نصیب ہوتی ہے۔

شہداء کی چار فضیلتیں

الغرض یہاں شہدائے فی سبیل اللہ کے خاص فضائل کا بیان ہے اور ان آیات میں شہداء کی چار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی فضیلت یہ بیان کی گئی کہ وہ شہید ہو کر ممتاز دائمی حیات کے مالک ہو گئے۔

دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا رزق ملتا ہے اور رزق زندہ ہی کو ملا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لئے رزق جنت جاری ہو جاتا ہے۔

تیسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ وہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے ان نعمتوں میں جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہیں۔

چوتھی فضیلت یہ فرمائی کہ وہ اپنے جن متعلقین کو دنیا میں چھوڑ گئے تھے ان کے متعلق بھی ان کو یہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نیک عمل اور جہاد میں جو مصروف ہیں تو ان کو بھی یہاں آ کر یہی نعمتیں اور درجات عالیہ ملیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ان تمام شہدائے اسلام کو جنہوں نے دین کے لئے اپنی جانوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا قرب خاص عطا فرمائیں۔ اور ان کے درجات عالیہ میں اور اضافہ فرمائیں اور ان کی ارواح کو اور زیادہ مسرت باطنی عطا فرمائیں۔ یا اللہ دشمنان دین سے اپنے راستہ میں ہم کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کا عزم وجذبہ صادق عطا فرما۔ اے اللہ اپنے دین پر جینے اور اسی پر مرنے کی دولت ہم سب کو عطا فرما اور اپنے مخلص اور مومن بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرما اور ان ہی کے ساتھ ہمیں بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے اپنی رحمت سے سرفراز فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ

جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کرلیا بعد اس کے کہ اُن کو زخم لگا تھا اُن لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں

اَلَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِلّٰهِ	وَالرَّسُوْلِ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	اَصَابَهُمُ	الْقَرْحُ	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	مِنْهُمْ
جن لوگوں نے	قبول کیا	اللہ کا	اور رسول	بعد	کہ	پہنچا انہیں	زخم	انکے لئے جو	انہوں نے نیکی کی	ان میں سے

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

اُن کے لئے ثواب عظیم ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہیے

وَاتَّقَوْا	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ	اَلَّذِيْنَ	قَالَ	لَهُمُ	النَّاسُ	اِنَّ	النَّاسَ	قَدْ جَمَعُوْا	لَكُمْ	فَاخْشَوْهُمْ
اور پرہیزگاری کی	اجر	بڑا	وہ لوگ جو	کہا	انکے لئے	لوگ	کہ	لوگ	جمع کیا ہے	تمہارے لئے	پس ان سے ڈرو

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ

تو اُس نے اُن کے ایمان کو اور زیادہ کردیا اور کہدیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے

فَزَادَهُمْ	اِيْمَانًا	وَقَالُوْا	حَسْبُنَا	اللّٰهُ	وَنِعْمَ	الْوَكِيْلُ	فَانْقَلَبُوْا	بِنِعْمَةٍ	مِنَ	اللّٰهِ	وَفَضْلٍ
تو زیادہ ہوا انکا	ایمان	اور انہوں نے کہا	ہمارے لئے کافی	اللہ	اور کیسا اچھا	کارساز	پھر وہ لوٹے	نعمت کے ساتھ	سے	اللہ	اور فضل

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ

بھرے ہوئے واپس آئے کہ اُن کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں

لَمْ يَمْسَسْهُمْ	سُوْٓءٌ	وَاتَّبَعُوْا	رِضْوَانَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَظِيْمٍ	اِنَّمَا	ذٰلِكُمُ
انہیں نہیں پہنچی	کوئی برائی	اور انہوں نے پیروی کی	رضا	اللہ	اور اللہ	فضل والا	بڑا	اسکے سوا نہیں	یہ تمہیں

الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

کہ یہ مخبر شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

الشَّيْطٰنُ	يُخَوِّفُ	اَوْلِيَآءَهٗ	فَلَا	تَخَافُوْهُمْ	وَخَافُوْنِ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
شیطان	ڈراتا ہے	اپنے دوست	سو نہ	ان سے ڈرو	اور ڈرو مجھ سے	اگر	تم ہو	ایمان والے

غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ

ان آیات کا شان نزول کے متعلق علماء مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ آیات غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہیں جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب لشکر کفار احد سے مکہ کی طرف واپس ہوا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ ایسی کامیابی کے بعد مسلمانوں کو یوں ہی زندہ چھوڑ کر چلے آئے۔ بہتر تھا کہ انہیں ختم ہی کر دیا جاتا آپس میں ان کے مشورہ ہونے لگے کہ پھر مدینہ چل کر مسلمانوں کا کام تمام کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ کفار دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے مدینہ میں اعلان فرمادیا کہ جو لوگ جنگ احد میں ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک

تھے وہ دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے پھر تیار ہو جائیں۔ مسلمان مجاہدین باوجود یہ کہ جنگ احد میں شدید زخم کھائے ہوئے تھے۔ اور زخموں سے چور ہو رہے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کا ارادہ کر رہے تھے کہ آپ کا اعلان سنتے ہی زخموں کو بھول گئے اور آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مجاہدین کو لے کر مقام حمراء الاسد جو مدینہ سے آٹھ میل دور ہے پہنچے۔ کفار کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں تو منجانب اللہ ان کے دلوں میں سخت رعب اور دہشت طاری ہو گئی اور دوبارہ حملہ کا ارادہ فسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگے۔ اتفاق سے ایک تجارتی قافلہ مدینہ کو جا رہا تھا تو ابو سفیان نے جو اس وقت تک کفار مکہ اور لشکر کفار کے سردار تھے انہوں نے ان قافلہ والوں کو کچھ مال دے کر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں اڑا دیں کہ جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب اور خوف زدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان قافلہ والوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دل میں خوف و ہراس کی بجائے جوش ایمان بڑھ گیا اور کہنے لگے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔ الغرض تین روز ۱۷، ۱۸، ۱۹ شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے اس مقام پر ایک قافلہ تجار کا گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مال تجارت خرید فرما لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں نفع دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نفع ہمراہی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

دوسرا قول مفسرین کا ان آیات کے شان نزول کے متعلق یہ ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر صغریٰ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جنگ احد سے فارغ ہو کر جب ابوسفیان نے مکہ کی واپسی کا ارادہ کیا تو یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ چاہیں تو ہماری اور تمہاری آئندہ سال بدر میں پھر لڑائی ہو۔ ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ مقام بدر میں ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے اب آئندہ سال اسی مقام بدر پر دوبارہ جنگ ہو اور ہم احد کی طرح وہاں بھی مسلمانوں کے بڑے بڑے سرداروں کو ماریں تا کہ بدر کا بدلہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ منظور ہے چنانچہ جب سال پورا ہو گیا تو ابوسفیان دو ہزار کفار قریش کے ساتھ مکہ سے جنگ کے ارادہ سے نکلا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ صحابہ فوراً رفاقت کو تیار ہو گئے۔ ابوسفیان ابھی مکہ سے نکل کر مر الظہران تک پہنچا تھا کہ یکا یک مسلمانوں کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو گیا اور وہ کوئی بہانہ سوچنے لگا تا کہ لڑائی سے بچ جاؤں اور لشکر کو لے کر مکہ واپس ہو جاؤں۔ قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ واپس جائے لیکن کوئی ایسی صورت کی جائے کہ الزام مسلمانوں پر ہی رہے۔ اتفاق سے ایک شخص مدینہ کی طرف جا رہا تھا اس کو کچھ لالچ دیا اور کہا کہ مدینہ جا کر ایسی خبریں مشہور کر دے کہ جن کو سن کر مسلمان خوف کھا جائیں اور جنگ کو نہ نکلیں۔ وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے۔ ان کے خلاف لڑنا مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جوش جہاد بھر رکھا تھا۔ انہوں نے یہی کہا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اور حسب وعدہ مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پر پہنچ گئے کفار مکہ تو پھر راستہ سے خشک سالی کے بہانہ لوٹ گئے تھے۔ مسلمانوں نے بدر میں تین روز قیام کیا وہاں بڑا بازار لگتا تھا تین روز تجارت کر کے نفع کمایا اور مدینہ واپس آ گئے کیونکہ کفار لڑائی کے لئے نہیں پہنچے تھے۔ اس وقت جن جن صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی اور جنگ کے لئے تیار ہو کر نکل پڑے ان کا ان آیات میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ امام فخر الدین رازی کا قول یہ ہے کہ ان آیات میں پہلی آیت تو غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے بقیہ تین آیات غزوہ بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

الغرض یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی

تعریف فرمائی کہ جو غزوہ احد میں زخم خوردہ ہونے کے باوجود جب ان کو دوسرے جہاد کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔

یہاں ان آیات میں جن مسلمانوں کی تعریف بیان کی جا رہی ہے ان کے تین وصف بیان کئے گئے:۔

ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے اگر چہ ان کو احد میں زخم پہنچ چکے تھے۔ اور ان کے ستر ساتھی شہید ہو چکے تھے۔

دوسرے یہ کہ یہ لوگ عملی جدوجہد اور جان نثاری کے ساتھ احسان اور تقویٰ کی صفات کمال سے بھی آراستہ ہیں۔

تیسرے یہ کہ جب مخبر نے ڈرایا کہ کفار سے جنگ نہ کرو انہوں نے بڑا سامان تمہارے خلاف اکٹھا کیا ہے تو اس خبر نے ان کا جوش ایمان اور بڑھا دیا۔

صبر وتقویٰ کے انعامات

اس پر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو تین ہی نعمتیں عطا فرمائیں۔

پہلی نعمت تو یہ کہ کافروں کے قلوب میں رعب و ہیبت ڈال دی اور وہ لوگ بھاگ گئے اور یہ حضرات قتل وقتال سے محفوظ رہے۔

دوسری نعمت اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ ان حضرات کو تجارت کا موقع ملا اس مال سے منافع حاصل ہوا اس کو لفظ فضل سے تعبیر فرمایا۔

تیسری نعمت جو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے وہ رضائے الٰہی کا حصول ہے جس کا اعلان وَاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ کہہ کر فرمایا گیا۔

کافروں کے پروپیگنڈہ سے مرعوب نہ ہوں

اخیر میں مسلمانوں کو ہدایت اور تعلیم دی گئی کہ مشرکوں کی طرف سے جو مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے خبریں اڑائی جاتی ہیں ایسی خبروں سے مسلمانوں کو ہرگز نہ ڈرنا چاہیے اور کفار کا کوئی خوف دل میں نہ لانا چاہیے البتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ضروری ہے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مرضی کے خلاف نہ اٹھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یہاں ان آیات میں جو جملہ حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ آیا ہے اس کے ورد اور پڑھنے کے فوائد بزرگان دین و مشائخ طریقت نے بہت کچھ بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت اور بلاء میں مبتلا ہو تو اس کا ورد کثرت سے کرے۔ ان شاء اللہ اس کی مصیبت جاتی رہے گی۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والا بنا دیں۔ یا اللہ ان صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے احسان اور تقویٰ کی ان آیات میں تعریف فرمائی گئی ہم کو بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت عطا فرما دے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنے ذات عالی پر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور دل وزبان سے دشمنوں کے مقابلہ میں حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ کے ورد کی توفیق مرحمت فرما دے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنی مرضیات کا تابع بن کر جینا اور مرنا نصیب فرما دے۔ اے اللہ دشمنان دین کا خوف ہمارے دلوں سے نکال دے اور ان سے جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرما دے۔ اور اپنی نصرت و مدد کو ہمارے شامل حال فرما دے۔ اے اللہ جیسی آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد ابتدا میں فرمائی اب بھی اپنے کرم سے اہل اسلام کی ایسی ہی امداد فرما دے انہیں صبر واستقلال اور تقویٰ کی دولت عطا فرما دے اور دین کو بلند کرنے کا جذبہ عطا فرما دے۔ اور دشمنان دین کے دلوں میں ان کا رعب اور خوف ڈال دے۔ یا اللہ صحابہ کرام عاشقان صادق و مجاہدین فی سبیل اللہ کے طفیل میں ہم کو بھی ہر حال میں دین کو مقدم رکھنے اور آپ کی اطاعت اور مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ

اورآپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جوجلدی سے کفر میں جاپڑتے ہیں یقیناوہ لوگ اللہ تعالیٰ کوذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچاسکتے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ

وَلَا	يَحْزُنْكَ	الَّذِيْنَ	يُسَارِعُوْنَ	فِي الْكُفْرِ	اِنَّهُمْ	لَنْ يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْـًٔا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَلَّا	يَجْعَلَ
اور نہ	آپکو غمگین کریں	جولوگ	جلدی کرتے ہیں	کفر میں	یقیناوہ	ہرگز نہ بگاڑ سکیں گے	اللہ	کچھ	چاہتا ہے	اللہ	کہ نہ	دے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

آخرت میں سے ان کو کوئی فائدہ نہ دے اوراُن لوگوں کو سزائے عظیم ہوگی۔یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان کی جگہ کفر کو اختیار کررکھا ہے

لَهُمْ	حَظًّا	فِي	الْاٰخِرَةِ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْكُفْرَ	بِالْاِيْمَانِ
ان کو	کوئی حصہ	میں	آخرت	اوران کیلئے	عذاب	بڑا	بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے مول لیا	کفر	ایمان کے بدلے

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٧﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کوذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچاسکتے اورانکو دردناک سزا ہوگی۔اور جولوگ کفر کررہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا اُن کو مہلت دینا

لَنْ	يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْـًٔا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَلَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّمَا	نُمْلِيْ	لَهُمْ
ہرگزنہیں	بگاڑسکتے	اللہ	کچھ	اوران کیلئے	دردناک	عذاب	اور نہ	ہرگز گمان کریں	جن لوگوں نے	کفر کیا	یہ کہ	ہم ڈھیل دیتے ہیں	انہیں

خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۗ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٧٨﴾

اُن کے لئے بہتر ہے ہم اُن کو صرف اسلئے مہلت دے رہے ہیں جس میں جرم میں اُنکواورترقی ہوجاوے اوراُن کوتوہین آمیز سزا ہوگی۔

	خَيْرٌ	لِّاَنْفُسِهِمْ	اِنَّمَا	نُمْلِيْ	لَهُمْ	لِيَزْدَادُوْٓا	اِثْمًا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ	
	بہتر	ان کے لئے	درحقیقت	ہم ڈھیل دیتے ہیں	انہیں	تاکہ وہ بڑھ جائیں	گناہ	اوران کیلئے	عذاب	ذلیل کرنیوالا	

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ کافروں کی ظاہری خوشحالی رضائے الٰہی کی دلیل نہیں ہے

ان آیات میں حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ ان کافروں اور منافقین کی حرکات سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کا اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ لوگ جو کفر کی حمایت اور اعانت میں دوڑتے پھرتے ہیں اور آپ سے لڑنے کے لئے لشکر فراہم کرتے پھرتے ہیں اور اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور نہ ان کی کارروائیوں سے غمگین ہوجئے۔ جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو مول لے لیا اور جنہوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کیا اور اپنے نفع ونقصان کو نہ سمجھا ایسے نادان کفر کرکے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں یہ لوگ خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ لہذا آپ ان کی حرکات سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں اور یہ کافر جو اپنی عیش وعشرت پر نازاں ہیں اور جو یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ جب ہم یہاں دنیا میں آرام وآسائش میں ہیں تو معلوم ہوا کہ خدا ہم سے ناخوش نہیں۔ اگر ہم مغضوب ومردود ہوتے تو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دی جاتی اور ایسی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے۔ پس اگر آخرت کوئی چیز ہے تو

31 ہم وہاں بھی آرام سے رہیں گے جیسے دنیا میں مزے سے ہیں۔ کفار کے اس خیال باطل کا رد فرماتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو یہ لوگ کفر کر رہے ہیں اور ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے تو وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہمارا ان کو عذاب سے مہلت دینا یہ کچھ ان کے لئے بہتر اور مفید ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ ان کو جرم کفر میں اور ترقی ہو جائے اور گناہوں میں خوب ترقی اور زیادتی کرتے چلے جائیں اور خوب جی بھر کر دل کے ارمان نکال لیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ان کے لئے تیار ہے اور تاکہ یکبارگی ان کو پوری سزا ملے۔ اور اگر دنیا میں سزا نہ ہوئی تو کیا ہے آخرت میں تو ضرور ان کو ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ملے گا۔ تو کافر سوچ لیں کہ یہ مہلت دینا خدا کا ان جیسوں کے حق میں بھلا ہے یا برا۔ ان کی مثال تو ایسی سمجھو جیسے کوئی شخص حکومت سے باغی ہو جاوے اور باوجود بار بار نصیحت اور سمجھانے کے وہ مقابلہ سے باز نہ آئے تو حکومت اس کو مہلت اور ڈھیل دیتی ہے تاکہ دل کھول کر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرے اور جو کچھ کر سکتا ہے اور کر سکتا ہے وہ کر گزرے پھر یکبارگی اس کو پکڑا جائے اور کوئی صورت اس کی برأت اور رہائی کی نہ رہے اور جب اس کے جرم وسرکشی کا پیمانہ لبریز ہو جائے تو اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور یہ نادان اس مہلت اور ڈھیل کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ حکومت میری اس بغاوت سے راضی ہے اسی طرح بارگاہ خداوندی سے کافروں اور مجرموں کو مہلت ملنا اس لئے ہے کہ فرد جرم ان پر پوری طرح عائد ہو جائے اور پھر ایسی سخت پکڑ ہو کہ کوئی مفر باقی نہ رہے۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

انہی جیسی آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ کافروں فاسقوں کی ظاہری نعمتوں کو دیکھ کر ان کے حال کو اچھا سمجھنا اور ویسی ہی کیفیت کی تمنا کرنا اہل ایمان کے لئے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان واسلام کی سچی محبت عطا فرمائے اور کفر وفسق سے نفرت عطا فرمائے۔

الغرض یہاں اس شبہ کو دور فرمایا گیا کہ جب کفار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور مردود ہیں تو دنیا میں ان کو مال وجائیداد اور سامان عیش وعشرت کے کیوں حاصل ہیں؟

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرمائیں اور دنیا میں جو کچھ ہم کو عطا فرمائیں اس کو آخرت کی بہتری کا ذریعہ بنائیں۔ یا اللہ ہمارے اموال واولاد ہمارے لئے باعث فتنہ نہ ہوں۔ اے اللہ ہمیں ایمان واسلام سے سچی محبت عطا فرما اور کفر وفسق وعصیان سے نفرت قلبی عطا فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے ممتاز نہ فرما دے اور

مَا كَانَ	اللّٰهُ	لِيَذَرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلٰى	مَا	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	حَتّٰى	يَمِيْزَ	الْخَبِيْثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ	وَمَا كَانَ
نہیں ہے	اللہ	کہ چھوڑے	ایمان والے	پر	جو	تم	اس پر	یہاں تک کہ	جدا کر دے	ناپاک	سے	پاک	اور نہیں ہے

اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

اللہ تعالیٰ ایسے اُمورِ غیب پر تم کو مطلع نہیں کرتے لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اُن کو منتخب فرماتے ہیں پس اب اللہ پر

اللّٰهُ	لِيُطْلِعَكُمْ	عَلَى	الْغَيْبِ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَجْتَبِيْ	مِنْ	رُّسُلِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
اللہ	کہ تمہیں خبر دے	پر	غیب	اور لیکن	اللہ	چن لیتا ہے	سے	اپنے رسول	جس کو	وہ چاہے	تو تم ایمان لاؤ	اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

اور اُس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز رکھو تو پھر تم کو اجرِ عظیم ملے۔

	وَرُسُلِهٖ	وَاِنْ	تُؤْمِنُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَلَكُمْ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ
	اور اسکے رسول	اور اگر	تم ایمان لاؤ	اور پرہیزگاری کرو	تو تمہارے لئے	اجر	بڑا

مومنین پر مصائب آنے کی حکمتیں

بعض مرتبہ مومنین مخلصین پر مصائب وشدائد کے آنے سے جیسا کہ احد میں مسلمانوں کو پیش آیا تو یہ وسوسہ ہوسکتا تھا کہ یہ لوگ اگر خدا تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندے ہوتے تو ان پر یہ مصائب اور حوادث نہ آتے۔ اس لئے اس آیت میں اہل ایمان پر مصائب اور شدائد آنے کی حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر فرمائی جاتی ہیں تا کہ یہ وسوسہ دور ہو جائے اور بتلایا جاتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں۔ یعنی بہت سے کافر ازراہ نفاق کلمہ پڑھ کر اور ظاہری اسلامی اعمال بجا کر دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا لفظ کہنا مشکل تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ایسے واقعات وحالات بروئے کار لائے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کر دیں۔

اس لئے واقعات وشدائد کا نازل ہونا اس وقت تک ضرور ہے جب تک کہ ناپاک یعنی منافق کو پاک یعنی مومن مخلص سے جدا اور متمیز نہ فرما دے اور یہ تمیز شدائد سے خوب ظاہر ہو جاتی ہے۔

بغیر امتحان کے منافقوں کے نام کیوں نہیں بتلائے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ بمقتضائے حکمت ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع کرنا نہیں چاہتے ولیکن ہاں جس کو اس طرح مطلع کرنا خود چاہیں اور ایسے حضرات وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو اس طرح مطلع کرنے کے لئے منتخب فرما لیتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے نام اور حال سے مطلع کر دیا گیا تھا مگر عام مسلمانوں کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تھی البتہ واقعات ایسے نازل فرمائے گئے جن کے ذریعہ سے بطور استدلال کے یہ تمیز ظاہر ہو جاوے کہ مومن مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔

اور گو یہ امتیاز یوں بھی ہوسکتا تھا کہ مسلمانوں کو بذریعہ وحی منافقین کے نام بتلا دیئے جاتے مگر بمقتضائے حکمت ایسا نہیں کیا گیا جس کی پوری حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں مگر ایک ظاہر حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر عام مسلمانوں کو بذریعہ وحی بتلا دیا جاتا کہ فلاں

منافق ہے تو مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق اور معاملات میں احتیاط کے لئے کوئی ایسی واضح حجت نہ ہوتی کہ جس کو منافق بھی تسلیم کر لیں۔ وہ کہتے کہ تم غلط کہتے ہو ہم تو پکے سچے مسلمان ہیں۔ بخلاف اس کے عملی امتیاز کہ جو مصائب کے ابتلاء کے ذریعہ ہوا مثلاً منافق جہاد سے بھاگ کھڑے ہوئے یا جان چرا کر بیٹھ رہے تو اس طرح عملی طور پر ان کا نفاق کھل گیا اب خود ان کا یہ منہ نہیں رہا کہ مخلص ہونے کا دعویٰ کریں اور اس طرح نفاق کھل جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ ظاہری اختلاط بھی قطع ہوا ورنہ دل میں اختلاف کے باوجود ظاہری اختلاط رہتا تو وہ بھی مضر ہی ہوتا۔

اہل باطل کو ایمان کی ترغیب

اب جب کفار پر دنیا میں فوری عذاب نازل نہ ہونے کی اور مومنین پر بعض شدائد نازل ہونے کی حکمت بتلا دی گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ امور مقبولیت اور غیر مقبولیت کی دلیل نہیں تو اب آگے اہل باطل کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ یعنی ایمان کے پسندیدہ اور کفر کے ناپسندیدہ ہونے میں اے اہل باطل کوئی شبہ مت کرو اور اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ اور بے چون و چرا ان کی باتوں کو مانو۔ اس طرح اگر تم ایمان لے آؤ اور کفر و نفاق و معاصی سے پرہیز رکھو تو پھر تم کو بجائے عذاب عظیم والیم کے جس کی وعید کافروں کو گذشتہ آیات میں سنائی جا چکی ہے ایمان و تقویٰ کی بدولت آخرت میں اجر عظیم ملے۔

انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خصائص علم میں شریک نہیں

اس آیت سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی بھی شرکت ہو گئی۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی دو خصوصیتیں ہیں۔ ایک اس کا علم غیب ذاتی ہے۔ دوسرے محیط بالکل ہے یہاں آیت میں رسولوں کے لئے جس علم کا اثبات ہے وہ ذاتی تو اس لئے نہیں کہ بذریعہ وحی ہے یعنی علم عطائی ہے۔ اللہ کے بتلانے سے رسولوں کو علم ہوا اور چونکہ بعض خاص امور کا علم مراد ہے اس لئے علم کلی محیط بھی نہیں۔ حق تعالیٰ جو بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو امور غیبیہ بتلاتے ہیں وہ حقیقۃً علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کرام کو جس وقت اور جس قدر ضروری سمجھی جاتی ہیں دی جاتی ہیں۔ تو ایسا علم غیب جو کلی ہو اور تمام کائنات اور ممکنات کو محیط ہو سو وہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے ممکن بھی نہیں جیسے قدرت کاملہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے ایسا ہی علم محیط بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرمائیں اور تادم آخر اسی پر قائم رہنا نصیب فرمائیں۔ اے اللہ ہم کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرما اور اخلاص کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہم کو پاک فرما۔ اے اللہ آپ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنی مرضیات پر قائم رکھیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ جو مصائب اور شدائد اہل ایمان پر آتے ہیں وہ آپ کی حکمت اور مصلحت سے آتے ہیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے اور صبر و شکر سے آپ کو راضی رکھنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ ہر طرح کے عذاب و سختی سے ہم کو دنیا میں بھی اپنی پناہ میں رکھئے اور امن و امان اور اسلام و ایمان پر استقامت نصیب فرمایئے اور ایمان و اسلام کی برکت سے آخرت میں بھی عذاب سے بچایئے۔ یا اللہ ہم اسلام کی برکت سے آپ پر اور آپ کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ یا اللہ ہمارے ایمان کو قبول فرما اور ہم کو آخرت کا اجر عظیم عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات اُن کے لئے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز

وَلَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِينَ	يَبْخَلُونَ	بِمَآ	اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	هُوَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	بَلْ	هُوَ	شَرٌّ	لَّهُمْ	سَيُطَوَّقُوْنَ
اور نہ	ہرگز خیال کریں	جو لوگ	بخل کرتے ہیں	میں۔ جو	انہیں دیا	اللہ	اپنے فضل سے	وہ	بہتر	ان کیلئے	بلکہ	وہ	برا	انکے لئے	عنقریب طوق پہنایا جائیگا

مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

طوق پہنا دیئے جاویں گے اُس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔ اور اخیر میں آسمان وزمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

مَا	بَخِلُوْا	بِهٖ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَلِلّٰهِ	مِيْرَاثُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ	
جو	انہوں نے بخل کیا	اس میں	دن	قیامت	اور اللہ کیلئے	وارث	آسمانوں	اور زمین	اور اللہ	جو تم کرتے ہو	باخبر	

بخل کی مذمت

بخل کے معنی شریعت میں یہ ہیں کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کسی پر واجب ہو اس کو خرچ نہ کرے اسی لئے بخل حرام ہے اور اس پر جہنم کی وعید شدید ہے۔ اور جن مواقع پر خرچ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اس بخل حرام میں داخل نہیں البتہ عام معنی کے اعتبار سے اس کو بھی بخل کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا بخل حرام نہیں۔ اور یہاں جو وعید ہے وہ ترک واجب ہی پر ہے۔ اور ترک واجبات کئی قسم کے ہیں اول اپنے اوپر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ دوسرے زکوٰۃ جو فرض ہے اور صدقات واجبہ جیسے صدقہ فطر وغیرہ تیسرے جس وقت مسلمانوں پر کفار کا ہجوم ہو کہ وہ ان کے جان و مال کو ہلاک کرنا چاہتے ہوں تو اس وقت سب مالداروں پر حسب ضرورت خرچ کرنا واجب ہے۔ جس سے مدافعت کرنے والوں کی مدد ہو کہ یہ دراصل اپنی ہی جان مال میں خرچ ہے۔ چوتھے مضطر پر خرچ کرنا جس سے اس کی جان کا خطرہ زائل ہو جائے یہ اخراجات واجب ہیں۔

بخل کی سزا

بخل کی سزا جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہے کہ قیامت کے روز جس چیز کے دینے میں بخل کیا ہوگا اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اس طرح فرمائی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مال عطا فرمایا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز یہ مال ایک سخت زہریلا سانپ بنا کر اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔ وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا سرمایہ خزانہ ہوں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ (پوری آیۃ)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو ذی رحم اپنے قریبی رشتہ دار سے اس کی ضرورت سے بچے ہوئے مال سے مدد مانگے اور وہ مدد نہ کرے اور بخل کرے تو وہ مال قیامت کے دن سانپ بنا کر اس کو طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ جائے تو وہ خزانہ ایک گنجا دو نقطوں والا سانپ بن کر قیامت کے دن اس شخص کے پیچھے لگ جائے گا۔ وہ شخص گھبرا کر کہے گا تو کیا بلا ہے وہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں جس کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ سانپ اول اس کے ہاتھ کو کھا لے گا۔ پھر سارے بدن کو قیامت کے عذابوں میں کثرت سے یہ بات ہے کہ جو شخص کسی عذاب کی وجہ سے ریزہ ریزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا پھر عذاب کے مسلط ہونے کے واسطے اپنی اصلی حالت پر عود کر کے دوبارہ عذاب کا محل بنے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس چند روزہ زندگی میں ہمیں اپنے عطا کئے ہوئے مال سے آخرت کو کمانے اور آخرت کا اجر و ثواب ذخیرہ کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ جو مالی حقوق آپ نے ہمارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کو اخلاص کے ساتھ آپ کی مرضیات پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیۡرٌ وَّنَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ ۘ سَنَكۡتُبُ مَا قَالُوۡا

بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اُن لوگوں کا قول جنھوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ ہم اُن کے کہے ہوئے کو لکھ رکھیں گے

لَقَدۡ سَمِعَ	اللّٰهُ	قَوۡلَ	الَّذِیۡنَ	قَالُوۡۤا	اِنَّ اللّٰهَ	فَقِیۡرٌ	وَنَحۡنُ	اَغۡنِیَآءُ	سَنَكۡتُبُ	مَا قَالُوۡا
البتہ سن لیا	اللہ	قول (بات)	جن لوگوں نے	کہا	کہ اللہ	فقیر	اور ہم	مالدار	اب ہم لکھ رکھیں گے	جو انہوں نے کہا

وَقَتۡلَهُمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ۝۱۸۱ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ

اور اُن کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ اُن اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے

وَقَتۡلَهُمُ	الۡاَنۡۢبِيَآءَ	بِغَيۡرِ حَقٍّ	وَنَقُوۡلُ	ذُوۡقُوۡا	عَذَابَ	الۡحَرِيۡقِ	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتۡ
اور اُن کا قتل کرنا	نبی (جمع)	ناحق	اور ہم کہیں گے	تم چکھو	عذاب	جلانے والا	یہ	بدلہ۔ جو	آگے بھیجا

اَيۡدِيۡكُمۡ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ۝۱۸۲ ۚ

ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔

اَيۡدِيۡكُمۡ	وَ اَنَّ	اللّٰهَ	لَيۡسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلۡعَبِيۡدِ
تمہارے ہاتھ	اور یہ کہ	اللہ	نہیں	ظلم کرنیوالا	بندوں پر

شان نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق دو روایات ہیں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا تو یہود یہ کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا پروردگار فقیر ہو گیا ہے جو اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے تو اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

دوسری محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ یہود کے مدرسہ میں گئے جہاں یہودیوں کا ایک بڑا عالم درس دے رہا تھا اور اس کے پاس یہودیوں کا ہجوم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس یہودی عالم سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر۔ خدا کی قسم تجھ کو اس امر کا علم یقینی ہے اور قطعی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی طرف سے حق کو لے کر آئے ہیں اور تم آپ کے اوصاف کو تورات وغیرہ میں لکھا ہوا پاتے ہو پس تم کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور خدا کو قرض حسنہ دو یعنی اس کی راہ میں صدقہ وخیرات کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور دوچند ثواب دے گا۔ اس پر وہ یہودی عالم بولا اے ابوبکر تمہارا یہ گمان ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے قرض مانگتا ہے حالانکہ قرض تو فقیر غنی سے لیا کرتا ہے۔ اگر خدا فقیر نہ ہوتا تو قرض نہ مانگتا۔ پس اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو بلاشبہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) اس پر حضرت ابوبکرؓ کو سخت غصہ آیا اور زور سے ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا اور کہا کہ اے دشمن خدا اگر ہمارے اور تیرے درمیان عہد نہ ہوتا تو بخدا میں تیری گردن مار دیتا۔ اس پر اس یہودی عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر حضرت ابوبکر صدیق کی شکایت کی اور کہا کہ آپ کے رفیق نے میرے ساتھ یہ بری حرکت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دشمن خدا نے بڑی سخت بات کہی۔ اس نے کہا کہ اللہ فقیر ہے ہم مالدار ہیں اس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ اس یہودی عالم نے کہا کہ میں نے یہ قول نہیں کہا تھا۔ اپنے کہے سے مکر گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ

نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق کے لئے اور اس عالم یہودی کی تردید اور تکذیب کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں کہ واقعی اس کذاب یہودی نے یہ ہرزہ سرائی کی تھی۔

حضور علیہ ﷺ کے دور کے یہودیوں کو ان کے اجداد کے جرائم کا الزام دینے کی وجہ

اب یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اوپر جو قول یہود کا مذکور ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کا تھا اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کا واقعہ یہود مدینہ سے بہت پہلے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کے زمانہ کا ہے۔ تو قتل انبیاء کے مرتکب تو یہود مدینہ کے بڑے ہوئے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود پر کیوں ملامت کی جا رہی ہے؟ اور قتل انبیاء کا جرم ان مخاطبین یہود مدینہ کی طرف کیسے منسوب کیا گیا؟ تو علمائے مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ یہود مدینہ بھی اپنے ان آباء اور سابق یہود کے فعل سے راضی اور خوش تھے اس لئے یہ خود بھی قاتلین کے حکم میں شمار کئے گئے کیونکہ کسی کے فعل سے راضی ہونا اس فعل کے کرنے کے برابر ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر اور معصیت میں داخل ہے۔ رسول کریم علیہ ﷺ کا ایک ارشاد اس کی مزید توضیح کرتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین کے معاملہ میں ہر طرح کی گستاخی اور بے باکی سے محفوظ فرمائیں۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما۔ اور ملعون و مغضوب اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی بد خصلتوں سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ

وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے

اَلَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	عَهِدَ	اِلَيْنَآ	اَلَّا	نُؤْمِنَ	لِرَسُوْلٍ	حَتّٰى	يَاْتِيَنَا	بِقُرْبَانٍ	تَاْكُلُهُ
جن لوگوں نے	کہا	کہ	اللہ	عہد کیا	ہم سے	کہ نہ	ہم ایمان لائیں	کسی رسول پر	یہاں تک	وہ لائے ہمارے پاس	قربانی	جسے کھالے

النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

کہ اس کو آگ کھا جاوے، آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے اُن کو کیوں قتل کیا تھا

النَّارُ	قُلْ	قَدْ جَآءَكُمْ	رُسُلٌ	مِنْ قَبْلِىْ	بِالْبَيِّنٰتِ	وَبِالَّذِىْ	قُلْتُمْ	فَلِمَ	قَتَلْتُمُوْهُمْ
آگ	آپ کہدیں	البتہ تمہارے پاس آئے	بہت سے رسول	مجھ سے پہلے	نشانیوں کے ساتھ	اور اسکے ساتھ جو	تم کہتے ہو	پھر کیوں	تم نے انہیں قتل کیا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ

اگر تم سچے ہو۔ سو اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو بہت سے پیغمبروں کو جو آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے جو معجزے لے کر آئے تھے

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقَدْ	كُذِّبَ	رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِكَ	جَآءُوْ	بِالْبَيِّنٰتِ
اگر	تم ہو	سچے	پھر اگر	وہ جھٹلائیں آپ کو	تو البتہ	جھٹلائے گئے	بہت سے رسول	آپ سے پہلے	وہ آئے	کھلی نشانیوں کے ساتھ

وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝

اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر

وَالزُّبُرِ	وَالْكِتٰبِ	الْمُنِيْرِ	
اور صحیفے	اور کتاب	روشن	

یہودیوں کا ایک حیلہ گناہ

ان آیات میں یہود کا ایک اور افتراء اور بہتان ذکر کیا جاتا ہے کہ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے لئے گھڑا تھا اور آپ پر ایمان نہ لانے کے لئے ایک حیلہ یہ پیش کیا تھا کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی وہ یا ان کی امت کے لوگ کوئی قربانی یا اور کوئی چیز اللہ کے نام کی نذر کر دیتے تو اس کو میدان یا پہاڑ پر رکھ دیتے۔ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس کو جلا دیتی تو یہ سمجھا جاتا کہ قربانی یا نذر نیاز خدا کی جناب میں قبول ہو گئی اور اگر اس کے جلانے کے لئے آسمان سے آگ نہ آتی تو سمجھا جاتا کہ خدا کے ہاں وہ قربانی یا نذر نیاز قبول نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بعض انبیاء بنی اسرائیل کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ ان کی قربانی یا کوئی چیز اللہ کے نام نذر و نیاز کی ہوتی تو آسمان سے آگ آ کر اس کو کھا جاتی اور یہ اس قربانی اور نذر کے قبول ہونے کی علامت ہوتی۔ اب یہود نے یہ بہانہ پکڑا کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ آسمان سے آگ آئے اور اس کی قربانی کو کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ کی نبوت پر طعن کرنا تھا کہ چونکہ آپ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ نیز یہود کہتے کہ پہلے پیغمبر تو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے لیکن یہ قربانی کا گوشت کھاتے ہیں اور پہلے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے یہ کس طرح رسول ہو سکتے ہیں۔ اس پر مزید یہ جرأت کی کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں جس سے یہ معجزہ آسمانی آگ کے آنے اور قربانی اور نذر و نیاز کے مال کو جلانے کا صادر نہ ہو۔ یہ یہود کے محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم ان کی کتابوں میں موجود نہ تھا۔

نہ آج موجود ہے۔ اور نہ ہر نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اس کو یہ معجزہ ملا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض انبیاء سے یہ معجزہ ضرور ظاہر ہوا تھا لیکن ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اوقات واحوال کے مناسب معجزات دیئے ہیں لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو یہ خاص امتیاز عطا فرمایا تھا کہ اموال وصدقات آسمانی آگ کی نذر کرنے کی بجائے مسلمان فقراء وغربا کو دیئے جائیں اور اپنی قربانیوں کا گوشت کھایا جائے۔ الغرض یہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا محض جھوٹا بہانہ تھا۔ اور گذشتہ کسی آسمانی کتاب میں اس قسم کا کوئی حکم موجود نہ تھا اور چونکہ یہود کا یہ دعویٰ بالکل بے دلیل اور باطل تھا کہ اللہ نے ان سے یہ عہد لیا ہے اس لئے اس کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی البتہ ان کو انہی کے مسلمہ اصول اور قول سے مغلوب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ ان کو یہ جواب دیں کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو اور تم کسی پیغمبر پر اس وقت تک ایمان نہیں لاتے جب تک کہ اس میں یہ خاص معجزہ نہ دیکھ لو تو پھر بتاؤ کہ تم نے ان قدیم پیغمبروں کو جو مجھ سے پہلے اپنی صداقت کے دلائل و معجزات لے کر آئے اور ان کے پاس یہ خاص معجزہ بھی موجود تھا۔ اس کے باوجود تم نے ان رسولوں کو نہ مانا بلکہ ان میں سے کئی ایک کو تمہارے باپ دادا نے قتل بھی کر دیا جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام اور تم اپنے اسلاف کے اس فعل سے آج تک راضی ہو۔ تو کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ بازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہ معجزہ آسمانی آگ سے نذر کے کھا جانے کا نہ دکھلائے ہم اس کو رسول نہ مانیں گے۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر چہ یہود کا یہ دعویٰ اور مطالبہ قطعاً غلط تھا لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا تو شاید وہ ایمان لے آتے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ محض عناد اور ہٹ دھرمی سے یہ باتیں کہہ رہے ہیں اگر ان کے کہنے کے مطابق معجزہ ظاہر ہو بھی جاتا جب بھی یہ ایمان نہ لاتے اور پھر کوئی بہانہ اور کھڑا کر دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

چونکہ یہود کے ان اقوال سے جس سے ان کا مقصود تکذیب کرنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا۔ نیز اور کفار بھی اس تکذیب میں شریک تھے جس سے اور رنج بڑھتا تھا لہذا آخری آیت میں حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان ملعون یہود کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے ملول اور دلگیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذبین کی پروا کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور باوجود یہ کہ وہ صاف نشانیاں معجزات صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ تو انبیاء سابقین کی تکذیب معاندین کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے آپ کو یہ کچھ انوکھی بات پیش نہیں آ رہی ہے اس لئے اس پر غم نہ کیجئے کیونکہ یہ معاملہ تو سبھی انبیاء کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اے اللہ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ کفار ومشرکین نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں مغموم کیا اے اللہ ہم کو آپ کا امتی ہو کر آپ کو رنجیدہ کرنے سے بچا اور اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ یہ ملعون قوم یہود جو اسلام اور اہل اسلام کی ہمیشہ سے دشمن رہی ہے اور جس نے آپ کی اور آپ کے رسولوں کی شان میں بہت گستاخیاں کی ہیں اس کی پکڑ اور گرفت کا وقت نزدیک فرما دے اور دنیا سے ان کے مٹ جانے کا زمانہ قریب کر دے۔ یا اللہ ان ملعون یہود کے مقابلہ میں اہل اسلام کی تائید ونصرت فرما دے اور جیسے ابتداء میں اہل اسلام کے ہاتھوں اس ملعون قوم کو ذلیل وخوار فرمایا تھا اب پھر اہل اسلام کو قوت وطاقت عطا فرما دے اور اسلام وایمان کی برکت سے اس ملعون قوم پر غلبہ عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا

كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ	وَاِنَّمَا	تُوَفَّوْنَ	اُجُوْرَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فَمَنْ	زُحْزِحَ	عَنِ	النَّارِ
ہر	جان	مزا چکھنا	موت	اور بیشک	پورے پورے ملیں گے	تمہارے اجر	قیامت کے دن	پھر جو	دُور کیا گیا	سے	دوزخ

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ

سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔ البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں

وَاُدْخِلَ	الْجَنَّةَ	فَقَدْ فَازَ	وَمَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ	اِلَّآ	مَتَاعُ	الْغُرُوْرِ	لَتُبْلَوُنَّ	فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ
اور داخل کیا گیا	جنت	پس مراد کو پہنچا	اور نہیں	زندگی	دنیا	سوائے	سودا	دھوکہ	تم ضرور آزمائے جاؤ گے میں	اپنے مال

وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى

اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دلآزاری کی اُن لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور اُن لوگوں سے جو مشرک ہیں

وَاَنْفُسِكُمْ	وَلَتَسْمَعُنَّ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا	اَذًى
اور اپنی جانیں	اور ضرور سنو گے	سے	وہ لوگ جنہیں	کتاب دی گئی	تم سے پہلے	اور ۔ سے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	دُکھ دینے والی

كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے

كَثِيْرًا	وَاِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ	ذٰلِكَ	مِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ
بہت	اور اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک	یہ	سے	ہمت	کام (جمع)

مومنین کے لئے بشارت اور کافروں کے لئے وعید

ہر ذی روح اور متنفس کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ جو مخلوق ایک مرتبہ دنیا میں پیدا ہوئی ہے اسے فنا ضرور ہے۔ پھر یہ نہیں کہ مرنے کے بعد معاملہ ختم ہو گیا بلکہ ہر جھوٹے اور سچے۔ مصدق اور مکذب کو اپنے اپنے کئے کا قیامت میں پورا بدلہ مل کر رہے گا۔ یعنی موت کے گھاٹ اترنے کے بعد ایک وقت وہ آئے گا جب اللہ تعالیٰ قیامت وآخرت قائم کریں گے اور مخلوق کو ان کے کل اعمال چھوٹے بڑے چھپے کھلے سب کی جزا وسزا ملے گی۔ اگر اچھے اعمال ہوئے تو اچھا بدلہ ملے گا اور برے اعمال ہوئے تو برا بدلہ ملے گا۔ تو مکذبین کو اس طرح جتلا دیا گیا کہ اگر دنیا میں سزا نہ ہو تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم سزا سے بچ گئے۔ قیامت میں مکذبین کو ضرور بالضرور پوری پوری سزا ملے گی۔ اور یہاں یہ جو فرمایا کہ قیامت میں پورا پورا بدلہ ہر ایک کو مل کر رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا بدلہ ممکن ہے دنیا میں مرنے کے بعد عالم برزخ میں قیامت سے پہلے بھی مل جائے۔ تاہم اگر دنیا میں یا عالم قبر میں سزا ملتی ہے تو وہ اعمال دنیا کا پورا بدلہ نہیں۔ وہ تو سزا یا جزا کا محض ایک نمونہ ہے۔ پس قیامت میں جو شخص جہنم سے محفوظ کر دیا گیا جو تمام تکلیفوں مصیبتوں اور رنج وغم اور دکھ ودرد کا معدن ومنبع اور دائمی ٹھکانہ ہے اور جنت میں داخل کر دیا گیا جو تمام راحتوں اور نعمتوں اور لذتوں اور خوشیوں اور مسرتوں کا معدن اور مخزن اور ابدی ٹھکانہ ہے تو ایسا شخص پورا کامیاب اور بامراد انسان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو جنت سے جدا رہا اور جہنم میں داخل کیا گیا وہ پورا ناکام اور نامراد انسان رہا اگرچہ وہ

دنیاوی زندگی میں کیسے ہی عیش وعشرت کے ساتھ رہا ہو۔ تو یہاں یہ جتلایا گیا کہ اے انسانو تم کو وہی کام کرنے چاہئیں جو قیامت و آخرت میں جہنم سے دور اور جنت میں داخل کرنے والے ہوں اور محض دنیا کی زندگی اور اس کے عیش وآرام اور مال دولت ہی کو اصل مراد نہ سمجھ لینا چاہیے کیونکہ یہ سب چیزیں عالم خواب و خیال ہو جائیں گی۔ پھر اس بے بنیاد چیز کے نشہ میں آخرت سے غافل ہونا گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ جو دھوکہ میں آ کر اسے خرید لیتا ہے تو دھوکہ زائل ہونے کے بعد پچھتاتا ہے۔ پس اگر ایسے وقت دھوکہ دور ہوا جب کہ تلافی کا وقت باقی ہے تب تو خیریت ہے ورنہ پھر بجز حسرت ویاس کے اور کچھ نتیجہ نہیں۔

دوزخ سے بچالینے کا مطلب

یہاں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا مراد اس سے عام ہے خواہ ابتداءً بچالیا جائے جیسے اولیاء صلحاء وغیرہ یا بعد سزا کے جیسے گنہگار مسلمان۔ اس میں سب مسلمان آ گئے اور ان کے پورے کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی نعمتیں پاویں گے پس اس بناء پر اس کے مقابلہ میں جو جنت سے جدا رہا اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے جدا رہا پس یہ خاص ہوگا کفار کے ساتھ اور اس کا ناکام ہونا اس لئے ہے کہ کبھی تکلیف سے نجات نہ ہوگی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا کہ دنیوی زندگی تو کچھ نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ دنیوی زندگی سب کے لئے مضر ہے۔ مطلب تشبیہ سے صرف یہ ہے کہ یہ اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں بلکہ اگر کوئی کریم قصداً یہ سودا عمدہ داموں کو خریدنے لگے تو اس سودے سے محبت نہ کرے بلکہ غنیمت سمجھ کر بیچ ڈالے چنانچہ اہل حق اس حیاۃ اور اس کے تمتعات ولذات کے عوض اللہ تعالیٰ سے اعمال صالحہ اور جنات عالیہ لے لیتے ہیں۔

مومنین کو صبر کی تلقین

اب یہ آخرت کی کامیابی اور ناکامی اور دائمی جزا وسزا کا حال سنا کر آگے مسلمانوں کو خطاب ہے اور صبر وتقویٰ کی تعلیم دی جاتی ہے اور آگاہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانو ابھی جان و مال دونوں ہی سے تمہاری آزمائش ہوگی اور خدا کی راہ میں تمہارے مال بھی طلب کئے جائیں گے اور جانیں بھی اور جس طرح اب تک تمہیں جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑی ہیں اور تمہاری آزمائشیں ہوتی رہی ہیں اسی طرح آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور قربانیاں دینی پڑیں گی۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ کفار سے جہاد اور جنگ وقتال کا حکم اس کے بعد نازل ہوا تاہم صبر وتقویٰ کا حکم جو اس آیت میں دیا گیا ہے وہ قتال اور جنگ کے باوجود بھی باقی ہے اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ مسلمان ان کفار اور منافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش نہ کھائیں اور صبر واستقلال سے انکا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ ایک روایت اس آیت کے شان نزول کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی شان میں ہجو کے اشعار کہا کرتا تھا تو مسلمانوں کو تعلیم صبر کے ساتھ یہ خبر دی گئی کہ ابھی آئندہ بہت کچھ سننا پڑے گا لہذا تحمل اور صبر وتقویٰ سے کام لو اور چونکہ یہود کے ساتھ ایذا مسلمین میں مشرکین بھی شریک تھے اس لئے یہود یعنی اہل کتاب کے ساتھ مشرکین کا بھی ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ صبر وتقویٰ کا یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کرو یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لو یا مواقع قتال میں قتال نہ کرو بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو اور اس کا مقابلہ سہار اور استقلال سے کیا جاوے اور تقویٰ یہ کہ خلاف شرع امور سے بچا جائے گو تدبیر بھی کی جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہم سے اپنی مرضیات کے وہ عمل کرا لیجئے کہ جو قیامت میں جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ کا سبب بن جائیں۔ اے اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو آخرت کی بھلائی اور پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔
اے اللہ صبر وتقویٰ کی دولت سے ہم کو دنیا میں سرفراز فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ فَنَبَذُوۡهُ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اُس کتاب کو عام لوگوں کے رُوبرو ظاہر کردینا اور اُس کو پوشیدہ مت کرنا سو اُن لوگوں نے

وَاِذۡ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيۡثَاقَ	الَّذِيۡنَ	اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ	لَتُبَيِّنُنَّهٗ	لِلنَّاسِ	وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ	فَنَبَذُوۡهُ
اور جب	لیا	اللہ	عہد	وہ لوگ جنہیں	کتاب دی گئی	اسے ضرور بیان کردینا	لوگوں کیلئے	اور نہ چھپانا اسے	تو انہوں نے پھینک دیا

وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَبِئۡسَ مَا يَشۡتَرُوۡنَ ۝۱۸۷ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ

اُس کو اپنی پس پشت پھینک دیا اور اُس کے مقابلہ میں کم حیثیت معاوضہ لے لیا سو بُری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں تو انہوں نے اسے پھینک دیا جو لوگ ایسے ہیں

وَرَآءَ	ظُهُوۡرِهِمۡ	وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ	ثَمَنًا	قَلِيۡلًا	فَبِئۡسَ مَا	يَشۡتَرُوۡنَ	لَا تَحۡسَبَنَّ	الَّذِيۡنَ
پیچھے	اپنی پیٹھ (جمع)	حاصل کی اسکے بدلے	قیمت	تھوڑی	تو کتنا بُرا ہے جو	وہ خریدتے ہیں	آپ ہرگز نہ سمجھیں گے	جو لوگ

يَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوۡا وَّيُحِبُّوۡنَ اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا فَلَا تَحۡسَبَنَّهُمۡ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الۡعَذَابِ ۚ

کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام نہیں کیا اُس پر چاہتے ہیں کہ اُن کی تعریف ہو سو ایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے۔

يَفۡرَحُوۡنَ	بِمَاۤ اَتَوۡا	وَ	يُحِبُّوۡنَ	اَنۡ	يُّحۡمَدُوۡا	بِمَا	لَمۡ يَفۡعَلُوۡا	فَلَا	تَحۡسَبَنَّهُمۡ	بِمَفَازَةٍ	مِّنَ	الۡعَذَابِ
خوش ہوتے ہیں	اس پر جو انہوں نے کیا	اور	وہ چاہتے ہیں	کہ	انکی تعریف کیجائے	اس پر جو	انہوں نے نہیں کیا	پس نہ	سمجھیں آپ انہیں	رہا شدہ	سے	عذاب

وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝۱۸۸ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۱۸۹

اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

وَلَهُمۡ	عَذَابٌ	اَلِيۡمٌ	وَلِلّٰهِ	مُلۡكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالۡاَرۡضِ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ
اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور اللہ کے لئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین	اور اللہ	پر	ہر شے	قادر

اہل کتاب اور منافقین کی بدعہدی اور دین فروشی

اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ علمائے اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ یعنی تورات و انجیل میں ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات چھپائیں گے نہیں اور نہ ہیر پھیر کر کے ان کے معنی بدلیں گے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی ذرہ برابر پروانہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام الٰہیہ بدل ڈالے۔ آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزمان کی بشارت اور آپ پر ایمان لانے کا حکم اسی کو سب سے زیادہ چھپایا اور دنیا کے مال و متاع کی محبت میں پھنس کر نہایت حقیر اور ذلیل نفع کی خاطر اپنے عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ چنانچہ علمائے یہود رشوتیں کھاتے اور غلط مسئلے بتاتے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے اور پھر اس پر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں گے کہ بڑے عالم حق پرست ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب علمائے یہود سے کوئی بات دریافت فرماتے تو وہ اصل بات کو تو چھپا لیتے اور خلاف واقع بات بیان کر کے چلے جاتے پھر اپنے اس چھپانے پر دل میں خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ اس پر ان اہل کتاب کو وعید سنائی گئی کہ وہ ان باتوں سے دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے

چھوٹ نہیں سکتے اور اپنی چالاکیوں پر خوش نہ ہوں۔ تم نے جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو بھلایا اور حق گوئی کو ترک کیا اور دین فروشی کو اختیار کیا تو اس کی سزا تم کو ملنی ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تو اللہ ہی کے لئے ہے اس کے اقتدار اور قدرت سے کوئی باہر نہیں جو کسی تدبیر اور حیلہ سے اس کی سزا سے بچ جائے۔ تو اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیات یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ایک روایت کی بنا پر بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اپنی چالاکیوں پر خوش ہونے اور تعریف چاہنے کی مذمت جو یہاں بیان فرمائی گئی ہے وہ منافقین کے بارے میں ہے۔ جو زیادہ تر یہود میں سے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تشریف لے جاتے تو منافقین اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے۔ پھر اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی اور ہم لڑائی سے بچ گئے۔ جب آنحضرت ﷺ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو یہ باتیں بناتے۔ غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کرتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے معذور ہونے کا آپ کو یقین دلاتے اور چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں اس پر یہ آیت لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّيُحِبُّوۡنَ اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا فَلَا تَحۡسَبَنَّهُمۡ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الۡعَذَابِ‌ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ نازل ہوئی اور ان سب کو جتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔ اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو آخرت میں تو کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اور چھوٹ کیسے سکتے ہیں۔

یہود کے دو جرم

یہاں ان آیات میں علمائے اہل کتاب کے دو جرم بیان فرمائے گئے اور ان کی سزا ظاہر فرمائی گئی۔ جرم تو یہ تھے کہ اول ان کو حکم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو احکام آئے ہیں ان کو کھول کر بے کم و کاست سب کے سامنے بیان کریں گے اور کسی حکم کو چھپائیں گے نہیں مگر انہوں نے اپنی دنیوی اغراض اور طمع نفسانی کی خاطر اس عہد کی پروا نہ کی اور بہت سے احکام الٰہیہ لوگوں سے چھپاتے دوسرے یہ کہ نیک عمل کرتے تو ہیں نہیں اور چاہتے ہیں کہ بغیر عمل کے ان کی تعریف کی جائے۔ قرآن کریم نے ان دونوں باتوں پر ان کی مذمت فرمائی اور عذاب الیم کی وعید سنائی تو اگرچہ شان نزول آیات کا خاص ہے مگر بوجہ عموم الفاظ کے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی حرکات کرے۔

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی معصیت یا بدکرداری پر فرحت اور خوشی مذموم ہے۔ اور کوئی نیک عمل کرنے کے بعد بھی اس پر لوگوں کی مدح و ثنا کا انتظار و اہتمام کرے تو عمل کرنے کے باوجود بھی قواعد شرعیہ کی رو سے یہ مذموم ہے اور نہ کرنے کی صورت میں تو اور بھی زیادہ مذموم ہے۔

اب یہاں ان آیات کے خاتمہ پر وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ فرما کر جہاں یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ بادشاہت آسمانوں اور زمین کی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے پس ایسے قادر مطلق کے عذاب اور سزا سے چھٹکارا پانے کی کوئی سبیل نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ سے جو عہد ہم نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کیا ہے اللہ ہم کو اس عہد کی پابندی نصیب فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں اے اللہ دین کے جو احکام ہم کو معلوم ہوں ان میں حق گوئی کی توفیق ہمیں عطا ہو اور اللہ و رسول کے احکام کو چھپانے اور اس میں اپنی نفسانی اغراض کو پنہاں رکھنے کی بدعملی سے ہم کو کامل طور پر بچایئے۔ اے اللہ حب جاہ اور اپنی تعریف کی خواہش اور تمنا سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمایئے اور ان منافقانہ خصلتوں سے ہمیں کامل طور پر بچایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے۔ جن کی حالت

اِنَّ	فِیْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافِ	الَّیْلِ	وَالنَّهَارِ	لَاٰیٰتٍ	لِّاُولِی الْاَلْبَابِ	الَّذِیْنَ
بیشک	میں	پیدائش	آسمان (جمع)	اور زمین	اور آنا جانا	رات	اور دن	نشانیاں ہیں	عقل والوں کیلئے	جو لوگ

یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

یَذْکُرُوْنَ	اللّٰهَ	قِیٰمًا	وَّقُعُوْدًا	وَّعَلٰی	جُنُوْبِهِمْ	وَیَتَفَکَّرُوْنَ	فِیْ خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
یاد کرتے ہیں	اللہ	کھڑے	اور بیٹھے	اور پر	اپنی کروٹیں	اور غور کرتے ہیں	پیدائش میں	آسمانوں	اور زمین

توحید الٰہی کے دلائل

گذشتہ آیات کو وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ختم فرمایا تھا چونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہت اور کمال قدرت کو ظاہر فرما کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بھی ظاہر فرمائی گئی تھی اس لئے آگے ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت اور کمال قدرت اور کمال حکمت یعنی توحید خداوندی کے دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں اور اہل عقل اور اہل دانش کی مدح فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے مخلوقات خداوندی کو دیکھکر خالق کا پتہ چلا لیا اور مصنوعات کو دیکھ کر صانع حقیقی کو پہچان لیا۔ جو دن رات ہمہ وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر میں سرشار رہتے ہیں اور اس کی تسبیح اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔

شان نزول

حضرت عطا ابن ابی رباحؒ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سے جو سب سے زیادہ عجیب چیز آپ نے دیکھی ہے وہ مجھے بتلایئے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا آپ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ آپ کی تو ہر شان عجیب ہی تھی۔ ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اجازت دو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں۔ چنانچہ آپ نے وضو فرمایا اور پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے۔ پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روتے رہے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ بلال آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیرات معاف فرما دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور شکریہ میں گریہ وزاری کیوں نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کے بعد آپ نے فرمایا بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

عقل مند کون ہیں

یہاں آیت میں اور قرآن کریم کی اصطلاح میں اولوالالباب یعنی عاقل کامل انہی کو فرمایا کہ جو کائنات عالم آسمان زمین اور ان میں سمائی ہوئی تمام مخلوقات اور مصنوعات میں غور و فکر کر کے خالق اور صانع حقیقی کی صحیح معرفت تک پہنچ گئے اور خدا کی یاد اور آخرت کی فکر میں لگ گئے۔ اور سمجھ گئے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کے بعد ایک اور عالم کی طرف کوچ ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم انہی کو اہل عقل کہتا ہے کہ جو اہل ذکر اور اہل فکر ہیں۔ اور مخلوقات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور قدرت و حکمت کو پہچان لیتے ہیں۔ اور خدا کی طرف عاجزی اور گریہ زاری اور آخرت کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔

آسمان جیسی بلند اور وسعت والی مخلوق اور زمین جیسی پست وسخت اور لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمان میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چاند وسورج اور چلنے پھرنے والے سیارے اور اپنی جگہ ٹھہرنے والے ستارے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ وجنگل درخت اور گھاس اور کھیتیاں اور میوے اور پھل وپھول اور مختلف قسم کے جاندار اور الگ الگ ذائقہ اور خوشبو اور رنگ وخواص کے میوے اور پھل کیا یہ سب نشانیاں ایک سمجھدار انسان کی رہبری خداوند قدوس کی ذات عالی کی طرف نہیں کرتیں؟

پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم وزیادہ ہونا پھر برابر ہونا پھر کبھی سردی کبھی گرمی کبھی خزاں کبھی بہار کیا انسان کو ان سب میں غور وفکر کرنے سے اس کی قدرت اور کمال کی بڑی بڑی نشانیاں اور دلائل نہیں معلوم ہوتے؟ مگر ہاں عقلمندوں کے لئے جو پاکیزہ نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظریں ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔

جانور بھی پہچانتا ہے کہ مجھے گھاس دانہ کون دیتا ہے اور جب مالک سامنے آتا ہے تو یہ جانور گردن جھکا دیتا ہے مگر ایک نیچری فلسفی اور دہریہ سائنس دان کی گردن خدا کے سامنے نہیں جھکتی۔ فکر آخرت سے غافل اور حق تعالیٰ کا منکر وباغی بنا رہتا ہے ایسے ہی پڑھے لکھے جاہل اور احمقوں کے بارہ میں قرآن پاک میں نویں پارہ سورہ اعراف میں فرمایا گیا ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سوچتے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر بے راہ ہیں یہی لوگ تو غافل ہیں۔

عقل مندوں کی صفت

قرآن کریم نے عقل والوں کی یہ صفت اور علامت بتلائی اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ یعنی عقل والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کریں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے یعنی ہر حال میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں دل سے اور زبان سے مشغول رہتے ہیں یعنی کسی حال میں خدا سے غافل نہیں رہتے۔

یہاں سے ذکر اللہ کی بھی فضیلت ثابت ہوئی علماء نے لکھا ہے کہ شریعت میں ذکر کے علاوہ کسی اور عبادت کی کثرت کا حکم نہیں دیا گیا لیکن ذکر کے متعلق قرآن پاک میں کئی جگہ کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی فضیلت اور حکم آیا ہے۔ اور ۲۲ویں پارہ سورہ احزاب میں تو صریح حکم ایمان والوں کو ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا اے ایمان والو تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو۔ ذکر کے علاوہ تمام عبادات کے لئے کچھ شرائط وقواعد ہیں جن کے بغیر وہ عبادات ادا نہیں ہوتیں بخلاف ذکر کے کہ اس کو کھڑے بیٹھے لیٹے باوضو ہو بے وضو ہو پاک ہو ناپاک ہو رات ہو یا دن ہو جنگل میں ہو دریا میں ہو۔ سفر میں ہو حضر میں ہو۔ فقر میں ہو تونگری میں ہو۔ بیماری میں ہو صحت میں ہو آہستہ ہو یا پکار کر ہو۔ دل سے ہو یا زبان سے ہو ہر حال میں ہر وقت انجام دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کی ہم کو بھی ہر حال میں توفیق عطا فرمائیں۔

عقل مندوں کی دوسری صفت

آگے یہاں آیت میں عقل والوں کی ایک دوسری علامت اور صفت بتلائی گئی وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں اپنی قوت عقلیہ سے غور وفکر کرتے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے اسی طرح اس کی مخلوقات میں غور وفکر بھی ایک عبادت ہے۔ حضرت امام بصریؒ کا قول ہے کہ ایک ساعت آیات قدرت میں غور وفکر کرنا ساری رات کے قیام سے افضل ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ غور وفکر معرفت الٰہیہ کا سبب ہونے کی وجہ سے بڑی عبادت ہے۔ مگر ایک بات یہاں سمجھ لینے کی ہے وہ یہ کہ ذکر تو اللہ جل شانہ کی ذات وصفات کا مطلوب ہے اور غور وفکر اللہ کی مخلوقات میں مقصود ہے۔ اسی وجہ سے اکابر اہل معرفت کی وصیت ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں میں غور وفکر کرو مگر خود اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو کہ وہ تمہاری رسائی سے بالاتر ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو بھی اپنے فضل سے دین کی عقل وفہم عطا فرما دے۔ اور اپنے اولوالالباب بندوں میں شامل فرما لے۔ اے اللہ ہم کو بھی اپنی مخلوق میں غور وفکر کرنے والا بنا دے اور اس کے نتیجہ میں اپنے ذکر وفکر کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

اے ہمارے پروردگار آپ نے اس مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا آپ کی ذات پاک ہے سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بلاشبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں

رَبَّنَا	مَا	خَلَقْتَ	هٰذَا	بَاطِلًا	سُبْحٰنَكَ	فَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ	رَبَّنَا	اِنَّكَ	مَنْ	تُدْخِلِ	النَّارَ
اے ہمارے رب	نہیں	تونے پیدا کیا	یہ	بے فائدہ	تو پاک ہے	تو ہمیں بچا لے	عذاب	آگ (دوزخ)	اے ہمارے رب	بیشک تو	جو۔ جس	داخل کیا	آگ (دوزخ)

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

اُس کو واقعی رُسوا ہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سُنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں

فَقَدْ	اَخْزَيْتَهٗ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ	رَبَّنَا	اِنَّنَا	سَمِعْنَا	مُنَادِيًا	يُّنَادِيْ	لِلْاِيْمَانِ
تو ضرور	تونے اس کو رُسوا کیا	اور نہیں	ظالموں کے لئے	کوئی	مددگار	اے ہمارے رب	بیشک ہم نے	سُنا	پکارنے والا	پکارتا ہے	ایمان کیلئے

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا

کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار

اَنْ اٰمِنُوْا	بِرَبِّكُمْ	فَاٰمَنَّا	رَبَّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَكَفِّرْ عَنَّا	سَيِّاٰتِنَا	وَتَوَفَّنَا	مَعَ الْاَبْرَارِ	رَبَّنَا
کہ ایمان لے آؤ	اپنے رب پر	سو ہم ایمان لائے	اے ہمارے رب	تو بخشدے ہمیں	ہمارے گناہ	اور دور کردے ہم سے	ہماری برائیاں	اور ہمیں موت دے	نیکوں کیساتھ	اے ہمارے رب

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے روز رُسوا نہ کیجئے، یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

وَاٰتِنَا	مَا	وَعَدْتَّنَا	عَلٰي	رُسُلِكَ	وَلَا تُخْزِنَا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اِنَّكَ	لَا تُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ
اور ہمیں دے	جو	تونے ہم سے وعدہ کیا	پر (ذریعہ)	اپنے رسول (جمع)	اور نہ رسوا کر ہمیں	قیامت کے دن	بیشک تو	نہیں خلاف کرتا	وعدہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل معرفت کی معروضات

گذشتہ آیات میں اولوالالباب یعنی دانشمند اور عقلمند لوگوں کا ذکر تھا کہ جو ہر حال میں دل سے اور زبان سے اللہ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش اور اللہ کی دوسری مخلوقات میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس غور و فکر کے نتیجہ میں وہ معرفت الٰہیہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے مالک حقیقی و پروردگار سے عرض معروض کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔

پہلی عرض :۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ تمام کائنات اور یہ کارخانہ عالم بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا اور اس مخلوق کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ عالم کا ہر ہر جز اور ہر ہر چیز صدہا مصلحتوں اور حکمتوں سے لبریز ہے۔ اے پروردگار آپ کی ذات عبث اور بے کار کام کرنے سے منزہ اور پاک ہے۔ یقیناً ان عجیب و غریب اور پر حکمت انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم نتیجہ پر جا کر ختم ہوگا۔ یہاں سے انکا ذہن آخرت کی طرف جاتا ہے جو موجودہ زندگی کا آخری قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے۔ اور کہتے ہیں فقنا عذاب النار یعنی اے پروردگار ہم کو آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچانا۔

دوسری معروض: رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم اس لئے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں کہ بلاشبہ آپ جس کو جہنم میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور جس سے زیادہ اور کوئی رسوائی و ذلت نہیں اور ایسے ظالموں کو جو خدا کی صفات

مخلوق میں ثابت کریں اور اس کی خالقیت اور مالکیت کو نہ پہچانیں ان کا کوئی بھی مددگار اور ساتھ دینے والا نہیں جو ان کو خدا کے عذاب سے بچالے۔

تیسری معروض: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا یعنی یہ عقل مند اور اہل دانش یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری ہدایت کا سبب یہی نہیں کہ ہم نے عالم کے احوال اور مخلوقات ومصنوعات میں غور وفکر کر کے اپنے رب کو پہچان لیا بلکہ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک حق کی طرف پکارنے والے کو مراد اس سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ اے لوگو تم اپنے پروردگار کی ذات وصفات پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے ہیں یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہی اور دل وجان سے اللہ کی ذات وصفات پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ایمان لے آئے۔

چوتھی درخواست:۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اے ہمارے پروردگار ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری چھوٹی بدیوں کو بھی ہم سے معاف کر کے زائل کر دیجئے تا کہ قیامت میں ان کا اظہار نہ ہو اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل رکھ کر موت دیجئے یعنی نیکی اور ایمان پر خاتمہ ہو اور جب دنیا سے اٹھانا ہو تو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر کے دنیا سے اٹھا لینا یعنی یہ اہل دانش مومن اپنے عجز وناتوانی کے مقر ہوتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان تو لے آئے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمر بستہ بھی ہو گئے مگر ہم عاجز وناتوان ہیں۔ کما حقہ اطاعت ہم سے بہت مشکل ہے ہمارا کوئی عمل بھی تقصیر سے خالی نہیں اس لئے ہماری تقصیرات کو معاف فرما دیجئے اور نیک بختوں کے طریقہ پر ہم کو موت دیجئے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے طریقہ مذہب اور اعتقاد پر ہم کو موت دیجئے۔

پانچویں معروض: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اے ہمارے پروردگار ہمارا ایمان اور عمل تو آخرت کی رسوائی سے بچانے کے لئے کافی نہیں لیکن ہم نابکار آپ کے نام لیوا آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہم کو وہ انعامات عطا فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی وعدہ فرمایا ہے کہ ایمان لانے والوں کو یہ یہ نعمتیں ملیں گی اور ہم آپ سے یہ درخواست کسی استحقاق کی بناء پر نہیں کرتے بلکہ آپ کے کریمانہ وعدہ کے ایفاء کی فقیرانہ اور گدایانہ اور شرمسارانہ درخواست کرتے ہیں کہ بیشک ہمارا ایمان اور ہمارا عمل تو اس قابل نہیں کہ اس پر انعام دیا جا سکے لیکن آپ کریم مطلق ہیں محض اپنے کرم سے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔ بلاشبہ آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ آپ کی بارگاہ تو وعدہ خلافی سے پاک اور منزہ ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس کارخانہ عالم کو آپ نے بے کار نہیں پیدا فرمایا۔ اے اللہ اس دنیا میں ہمیں آخرت کی فکر نصیب فرما اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ آپ اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے بچالیجئے اور اے اللہ قیامت کے دن کی رسوائیوں سے ہم سب کو محفوظ فرمائیے۔ اے اللہ ہم نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہی اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر آپ پر اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اے اللہ ہمارا ٹوٹے پھوٹے ایمان کو قبول فرمالے اور ایمان ہی پر ہم کو خاتمہ نصیب فرما دے۔ اے اللہ اپنی رحمت سے ہمارے صغیرہ وکبیرہ ظاہر وباطن تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما دے اور ان کے ساتھ ہمیں اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرما دے۔ یا اللہ آپ کی ذات عالی بلاشبہ عبث اور بے کار کام سے پاک اور منزہ ہے آپ نے یہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنی دنیوی زندگی کا مقصد سمجھنے کی توفیق وفہم عطا فرما اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کو بنانے اور سنوارنے کی فکر نصیب فرما۔ یا اللہ آپ جب تک ہمیں دنیا میں زندہ رکھیں ایمان اعمال صالحہ اور اپنی مرضیات کی توفیق بخشیں غفلت اور عصیان ونافرمانی سے بچائیں۔ یا اللہ اپنے مقبول بندوں یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیے اور ان حضرات کا کفش بردار ہو کر اپنی جنت میں بے حساب داخلہ نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ 32

سو منظور کیا اُن کی درخواست کو اُن کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو

فَاسْتَجَابَ	لَهُمْ	رَبُّهُمْ	اَنِّیْ	لَآ اُضِیْعُ	عَمَلَ	عَامِلٍ	مِّنْكُمْ	مِّنْ ذَكَرٍ	اَوْ اُنْثٰی	بَعْضُكُمْ	مِّنْ
پس قبول کی	ان کیلئے	انکا رب	کہ میں	ضائع نہیں کرتا	محنت	کوئی محنت کرنیوالا	تم میں سے	مرد سے	یا عورت	تم میں سے	سے

بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا

سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے

بَعْضٍ	فَالَّذِیْنَ	هَاجَرُوْا	وَاُخْرِجُوْا	مِنْ	دِیَارِهِمْ	وَاُوْذُوْا	فِیْ سَبِیْلِیْ	وَقٰتَلُوْا	وَقُتِلُوْا
بعض (آپس میں)	سو لوگ	انہوں نے ہجرت کی	اور نکالے گئے	سے	اپنے شہروں	اور ستائے گئے	میری راہ میں	اور لڑے	اور مارے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

ضرور اُن لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا

لَاُكَفِّرَنَّ	عَنْهُمْ	سَیِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاُدْخِلَنَّهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	ثَوَابًا	مِّنْ	عِنْدِ اللّٰهِ
میں ضرور دور کروں گا	اُن سے	اُن کی برائیاں	اور	ضرور انہیں داخل کرونگا	باغات	بہتی ہیں	سے	اسکے نیچے	نہریں	ثواب	سے	اللہ کے پاس (طرف)

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ ۝ مَتَاعٌ

اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔ (اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے۔ چند روزہ بہار ہے

وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ	الثَّوَابِ	لَا یَغُرَّنَّكَ	تَقَلُّبُ	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	فِی	الْبِلَادِ	مَتَاعٌ
اور اللہ	اُسکے پاس	اچھا	ثواب	نہ دھوکہ دے آپ ﷺ کو	چلنا پھرنا	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	میں	شہر (جمع)	فائدہ

قَلِیْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ

پھر اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی آرام گاہ ہے۔ لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں اُن کے لئے باغات ہیں

قَلِیْلٌ	ثُمَّ	مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ	الْمِهَادُ	لٰكِنِ	الَّذِیْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ
تھوڑا	پھر	ان کا ٹھکانہ	دوزخ	اور کتنا برا	بچھونا (آرام کرنا)	لیکن	جو لوگ	ڈرتے رہے	اپنا رب	انکے لئے	باغات

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔

تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِیْنَ	فِیْهَا	نُزُلًا	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	وَمَا	عِنْدَ اللّٰهِ	خَیْرٌ	لِّلْاَبْرَارِ
بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	مہمانی	سے اللہ کے پاس	اور جو	اللہ کے پاس	بہتر	نیک لوگوں کیلئے

مومنین کی معروضات کی مقبولیت

ان آیات میں اہل دانش مومنین کی دعاؤں اور درخواستوں کی قبولیت کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس آیت کو (ف) حرف عطف سے شروع فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب عقل اور صاحب ایمان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں جن کا ذکر پچھلی آیات میں تھا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بھی ان کی منہ مانگی مرادان کو عطا فرمائی۔ اور تمام دعاؤں اور درخواستوں کو قبول کیا اور ان دعاؤں کی قبولیت کی علت بھی بتلا دی گئی کہ قانون الٰہیہ ہے کہ مومن خواہ مرد ہو یا عورت اور خواہ غریب ہو یا امیر اور خواہ شریف ہو یا رذیل جو جو کام یعنی عمل صالح کرے گا اس کا پھل پائے گا۔ روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمال حسنہ کا بالتخصیص ذکر نہیں آتا۔ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا اور بالتخصیص فرمایا گیا کہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے یکساں قانون ہے کیونکہ سب انسان ایک نسل سے ہیں اور بلحاظ انسانیت یکساں ہیں۔ مراتب میں عنداللہ جو فرق ہے تو وہ ان کے ایمان اور اعمال کے سبب سے ہے۔ چنانچہ بعض اعمال حسنہ کی یہاں فضیلت اور برتری اس طرح ثابت فرمائی گئی کہ جب کسی عمل کرنے والے کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹے سے چھوٹا عمل صالح بھی ضائع نہیں ہوتا تو پھر ان مردان خدا کے مراتب و اجر و ثواب کا کیا کہنا جنہوں نے کہ کفر و عصیان چھوڑنے کے ساتھ دارالکفر بھی چھوڑ دیا۔ وطن عزیز و اقارب اہل عیال مال و منال سب کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی اور دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے کفار نے ان پر ظلم و ستم توڑے کہ اپنے گھروں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔ اور وطن چھوڑنے اور گھر بار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔ طرح طرح کی ایذائیں اہل ایمان کو پہنچاتے رہے اور یہ سب کچھ محض اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کا نام لیتے تھے۔ اللہ کے دین کے سبب ان کو یہ سب پیش آیا جس کو انہوں نے برداشت کیا اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ دشمنان دین سے جنگ کی حتیٰ کہ اس میں بہت سے شہید بھی ہو گئے اور اپنی جان تک دے دی۔ تو ایسے بلند پایہ اعمال حسنہ والوں سے کھلا ہوا صاف وعدہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تمام خطائیں معاف فرما دیں گے اور ان کو اپنی رضا کے مقام بہشت کے باغات میں داخل فرمائیں گے کہ جہاں ہر نعمت حسب خواہش ان کو عطا کی جائے گی۔

کافر چندروزہ عیش پر خوش نہ ہوں

ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت میں یہ بھی ہے کہ کفار مشرکین اپنے دنیاوی عیش و آرام پر نازاں ہو کر فقرائے مہاجرین و انصار سے جن پر ابتداء تنگ دستی اور پریشان حالی محیط تھی طعن کے طور پر کہا کرتے تھے کہ تمہاری خدا پرستی اور پرہیزگاری دیکھ لی۔ تم سے تو ہر حال میں ہم بہتر ہیں۔ عیش و آرام میں بلاقید حلال و حرام ہر طرح کے مزے اڑاتے ہیں۔ نہ روزے نماز کی تکلیف نہ راتوں کو جاگنے اور دعا مانگنے کا جھگڑا جب تم کو یہیں کچھ نہ ملا تو وہاں کیا ملے گا۔ صرف توہمات اور خیالی باتوں پر شادماں ہونا اور مصائب اٹھانا تم ہی جیسے (نعوذ باللہ) کم عقلوں کا کام ہے۔ جن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جادو سے دیوانہ کر دیا ہے۔ کفار و مشرکین کے ان اقوال اور خیال باطل کا یہاں رد فرمایا جاتا ہے اور طالب حق کے لئے حقیقت حال کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ایک طالب حق کو ان کافروں کے عیش و عشرت ناز و نعم راحت و آرام ان کی خوشحالی اور فارغ البالی کی طرف نظر نہ ڈالنی چاہیے کہ یہ سب عنقریب زائل ہو جائے گا اور صرف ان کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں ان پر باقی رہ جائیں گی۔ تو کفار کی یہ حالت کہ جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں اہل حق کو چاہیے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائیں۔ یہ محض چند روز کی بہار ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص کو کچھ دن پلاؤ قورمے کھلا کر پھانسی کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا۔ خوش عیش تو وہ ہے کہ جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت و آسائش کا سامان مہیا کرے۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کی توفیق سے جو ہم سے ٹوٹے پھوٹے عمل ہو جاتے ہیں ان کو اپنے فضل سے قبول فرما لے اور ان پر اپنی رحمت سے ہم کو اجر و ثواب آخرت عطا فرما دے۔ اور ہماری تقصیرات کو اپنے کرم سے معاف فرما دے۔ یا اللہ ہمارا آخری ٹھکانہ اپنے رضا کے مقام جنت میں عطا فرما دے۔ اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہم کو بھی اپنے جنت کی مہمانی نصیب فرمائیے۔ آمین واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی

وَاِنَّ	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَمَنْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ
اور بیشک	سے	اہل کتاب	بعض وہ جو	ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	ان کی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

جو انکے پاس بھیجی گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا اُن کے پروردگار کے پاس

خٰشِعِيْنَ	لِلّٰهِ	لَا يَشْتَرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
عاجزی کرتے ہیں	اللہ کے آگے	مول نہیں لیتے	آیتوں کا	اللہ	مول	تھوڑا	یہی لوگ	ان کیلئے	ان کا اجر	پاس	ان کا رب

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ	
بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب کردیں گے۔	بیشک	اللہ	جلد	حساب	

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت یہ ہے کہ یہ آیت اصحم نجاشی شاہ حبشہ کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے ملک حبشہ میں انتقال کی اطلاع حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارا بھائی حبشہ میں انتقال کرگیا ہے۔ اس کے جنازہ کی نماز ادا کرو اور میدان میں جاکر اور بعض روایت میں ہے کہ بقیع میں تشریف لاکر صحابہ کی صفیں مرتب کر کے آپ نے ان کے جنازہ کی نماز چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی اور ان کے لئے استغفار فرمایا۔ بعض منافقین نے اس پر طعن کیا کہ دیکھو حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی گویا نجاشی شاہ حبشہ کے مسلمان ہونے کی شہادت قرآن کریم نے بھی دی۔ یہ وہی نجاشی شاہ حبشہ ہیں جن کی طرف مسلمانوں نے ۵ نبوی میں مکہ سے ہجرت کی۔ یہ حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے نیز کتب احادیث و تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی شاہ حبشہ کے نام ایک تبلیغی نامہ مبارک بھی مدینہ منورہ سے روانہ کیا تھا اور شاہ حبشہ نے اس کا جواب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ موقع کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا ترجمہ اور شاہ حبشہ کا جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے بھی شاہ حبشہ کے ایمان صادق اور اسلام کامل کا حال ظاہر ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک بنام نجاشیؓ

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ محمد اللہ کے رسول کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف۔ سلام ہو تجھ پر۔ امابعد میں حمد وثنا کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ تمام عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور اس کے کلمہ ہیں جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف القاء کیا۔ پس حاملہ ہوئیں عیسیٰ علیہ السلام سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص روح اور نفخ سے پیدا کیا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بلا ماں باپ کے پیدا کیا۔ میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن) بلاتا ہوں اس پر ایمان لا بالتحقیق میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور نصیحت کی۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ (سیرت المصطفیٰ از حضرت کاندھلوی") حضرت عمرو بن امیہؓ یہ خط شاہ حبشہ کے پاس لے کر گئے۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ

کا والا نامہ کو آنکھوں سے لگایا اور تخت شاہی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے اسی طرح راکب الجمل سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ کی نبوت ورسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا اور آپ کے والا نامہ کا حسب ذیل جواب لکھوایا۔

نجاشی کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ محمد رسول اللہ کی جانب نجاشی اصحم بن ابجر کی جانب سے۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کی آپ پر۔ میں تعریف کرتا ہوں اس ایک خدا کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور توفیق مرحمت فرمائی۔ یا رسول اللہ آپ کا والا نامہ پہنچا عیسیٰ علیہ السلام کی بابت جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں بلاشبہ ان کی شان وہی ہے جو آپ نے ذکر کی۔ جو دین دے کر آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں ہم نے اس کو پہچان لیا اور آپ کے ابن عم اور ان کے رفقاء کی مہمانی کی پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے صادق اور مصدق رسول ہیں۔ میں نے آپ سے اور آپ کے ابن عم سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا۔ آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیجتا ہوں۔ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اگر اشارہ ہو تو میں خود خدمت میں حاضر ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل حق ہے۔ والسلام علیک یا رسول اللہ (سیرۃ المصطفیٰ از حضرت کاندھلویؒ)

روایات میں لکھا ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن وہ کشتی راستہ میں سمندر میں غرق ہو گئی۔ یہی شاہ نجاشی ہیں کہ جب رجب ۹ھ میں انہوں نے حبشہ میں وفات پائی تو جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کے وفات کی خبر دی اور میدان میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی کے انتقال کے بعد ہم یہی سنتے رہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انہیں اسلام وایمان کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔

غائبانہ نماز جنازہ

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک میت کا سامنے موجود ہونا شرائط نماز جنازہ میں سے ہے اگر جنازہ سامنے موجود نہ ہو تو نماز جنازہ درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نجاشی کے لئے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہے اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدیون کی یعنی جس پر قرض ہو جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ تو کیا دوسرے کو بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے؟

دوسرا نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دیا گیا تھا چنانچہ صحیح ابن حبان میں ایک حدیث موجود ہے جس سے یہ جواب قوی ہو گیا۔

جلدی حساب کا مطلب

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب کر دیں گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام مقبولین ومحبوبین کا حساب ضروری ہوگا کیونکہ بہت سے مقبولین کا بلا حساب جنت میں جانا احادیث میں آیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جلدی حساب کر دیتا ہے وہ جلدی ہی مزدوری بھی دے دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حساب جلدی کر دیں گے یعنی ایمان وعمل صالحہ کا بدلہ جلد ہی دے دیں گے۔ اب اس سورہ آل عمران کی صرف ایک خاتمہ کی آیت باقی رہ گئی ہے جس میں مسلمانوں کو ایک نہایت جامع نصیحت فرمائی گئی ہے جو ساری سورۃ کا ماحصل ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما دے کہ جو ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے اور دنیا کے مقابلہ میں دین کی وقعت ہمارے قلوب میں پیدا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اصْبِرُوْا	وَصَابِرُوْا	وَرَابِطُوْا	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	ایمان والو	تم صبر کرو	اور مقابلہ میں مضبوط رہو	اور جنگ کی تیاری کرو	اور ڈرو	اللہ	تاکہ تم	مراد کو پہنچو

صبر، ثبات، ربط اور تقویٰ کا حکم

یہاں اس آیت میں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے چار باتوں کا حکم فرمایا:۔
ایک اصْبِرُوْا۔ دوسرے صَابِرُوْا، تیسرے رَابِطُوْا
چوتھے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اب ان میں سے ہر ایک کی تشریح سنئے:۔

پہلی بات اصبروا فرمائی یعنی صبر کرو۔ صبر کے لفظی معنیٰ روکنے اور باندھنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نفس کو خلاف طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک صبر علی الطاعات، یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے ان کی پابندی اور بجا آوری میں جو کچھ مشقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کرنا اور اپنے نفس کو ان طاعات پر جمائے رکھنا مثلاً روزہ میں بھوک پیاس جہاد میں گرمی میں چلنا اور دشمن سے لڑنا تبلیغ احکام میں وعظ پند کی مشقت اٹھانا وغیرہ وغیرہ

دوسرے صبر عن المعاصی۔ یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان سے نفس کو روکنا اگرچہ وہ نفس کے لئے کتنی ہی مرغوب ولذیذ ہوں۔ گویا تمام منہیات شرعیہ سے بچنا اور اس میں جو مشقت پیش آئے اس کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا۔

تیسرے صبر علی المصائب یعنی مصیبت وتکلیف مثل مرض، خوف، تنگدستی، قحط، موت وغیرہ پر صبر کرنا حد سے زائد پریشان نہ ہونا اور سب تکلیف وراحت کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا۔

دوسرا حکم صَابِرُوْا فرمایا یعنی دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ کفار سے مقابلہ ہو تو مضبوطی اور ثابت قدمی دکھلانا یعنی جب کافروں سے تمہارا مقابلہ آپڑے اور تکلیف میں تم اور وہ مشترک ہوں تو تم ان کے مقابلہ میں مضبوطی دکھلاؤ اور تمہارا صبر کافروں کے صبر پر غالب رہنا چاہیے۔

تیسرا حکم رَابِطُوْا فرمایا یہ ربط سے ہے۔ ربط کے معنیٰ ہیں باندھنے اور نکالنے کے خواہ دل کو محبت الٰہی سے باندھے یا جہاد کے لئے گھوڑے باندھے یا شب کو مخالفوں کے لئے پہرہ دینے پر دل باندھے۔ یا انتظار صلوٰۃ میں دل لگادے۔ یا عزیز وقریب سے واسطے قائم رکھے۔ اس لفظ میں ان سب معنوں کی گنجائش ہے اس لئے مفسرین نے ان میں سے ہر ایک معنیٰ اختیار کئے ہیں لیکن اصطلاح قرآن وحدیث میں یہ لفظ اکثر دو معنیٰ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اول اسلامی سرحدوں کی حفاظت جس کے لئے جنگی گھوڑے اور جنگی سامان کے ساتھ مسلح رہنا لازمی ہے تاکہ دشمن اسلام اسلامی سرحد کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ کرے۔ چونکہ نزول قرآن کے وقت جنگ، نیزہ، تیر تلوار گھوڑوں سے ہوتی تھی اس لئے اس وقت کے جنگی سامان یہی تھے۔ اسی حکم میں اس وقت کے جنگی سامان ہیں دوسرے نماز جماعت کی ایسی پابندی کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسری نماز کے انتظار میں رہے۔ یہ دونوں چیزیں اسلام میں بڑی عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ رباط یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت کا انتظام یا نماز جماعت کی پابندی اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار دونوں کو احادیث میں رباط فی سبیل اللہ فرمایا ہے اور دونوں کے بڑے فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمادیں اور تمہارے درجات بلند کریں۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔

وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجود یہ کہ سردی یا کسی زخم درد وغیرہ کے سبب اعضاء وضو کا دھونا مشکل نظر آ رہا ہو اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پھر فرمایا ذلکم الرباط (یعنی یہی رباط فی سبیل اللہ ہے۔)

چوتھا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس کی نافرمانی نہ ہو اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو ہر حال میں ہر وقت ہر معاملہ میں خوف خدا کیا کرو۔

سُوْرَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسَبْعٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُس جان سے اُس کا جوڑا

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ	وَّخَلَقَ	مِنْهَا
اے	لوگ	ڈرو	اپنا رب	وہ جس نے	تمھیں پیدا کیا	سے	جان	ایک	اور پیدا کیا	اس سے

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ

پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو

زَوْجَهَا	وَبَثَّ	مِنْهُمَا	رِجَالًا	كَثِيْرًا	وَّنِسَآءً	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِيْ	تَسَآءَلُوْنَ	بِهٖ	وَالْاَرْحَامَ
جوڑا اس کا	اور پھیلائے	دونوں سے	مرد (جمع)	بہت	اور عورتیں	اور ڈرو	اللہ	وہ جو	آپس میں مانگتے ہو	اس سے (اسکے نام پر)	اور رشتے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔

اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلَيْكُمْ	رَقِيْبًا
بیشک	اللہ	ہے	تم پر	نگہبان

وحدت انسانیت کے تقاضے اور تقویٰ

۲ھ میں بدر کی مشہور جنگ ہو چکی تھی۔ پھر ۳ھ میں جنگ احد واقع ہوئی جس کا بیان سورہ آل عمران میں آ چکا ہے۔ جنگ کے بعد یتیموں' بیواؤں اور لونڈی غلاموں کے سوالات سامنے آیا کرتے ہیں لہذا اس سورہ نسآء میں یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت کی نصیحت کی گئی اور چونکہ آگے انسانوں کے باہمی حقوق خصوصاً خاندانی نظام کی بہتری اور استواری کے لئے ضروری قوانین ارشاد فرمائے جانے والے تھے اس لئے اس تمہیدی آیت میں ایک طرف اللہ سے خوف اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی تاکید ہے اور دوسری طرف یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ تمام انسان ایک اصل سے ہیں۔ ایک ذات سے پیدا ہوئے ہیں تاکہ یہ بات دلوں میں جم جائے کہ ہم سب ایک ہی کی اولاد ہیں جس سے بے اختیار برادرانہ محبت دلوں میں جوش کرے گی اور ہر شخص یہ سمجھے گا کہ جب ہم ایک ہی کی نسل سے ہیں تو ہم میں ایک کا ایک پر حق ہے۔ اور باہمی حقوق اولاد' بیوی' شوہر' والدین' یتیم اور دوسرے اعزا و اقربا اور رشتہ داروں کے جو ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کا دارومدار ادب' احترام' دلداری' ہمدردی' شفقت اور قلبی خیر خواہی پر ہے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی ترازو اور کانٹے میں تولی ناپی نہیں جا سکتیں اور باہمی معاہدات کے ذریعہ بھی ان کا پورا تعین مشکل ہے لہٰذا ان کی خاطر خواہ ادائیگی کے لئے بجز خوف خداوندی اور خوف آخرت کے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں جس کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حقیقت میں یہ تقویٰ اور خوف خداوندی کی طاقت حکومت اور قانون کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس سورۃ کو تقویٰ کے حکم سے شروع فرمایا۔

ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو یہاں خطاب يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر کیا گیا ہے لفظ الناس مرد' عورت' بچے' بڑے' اچھے' برے' مسلمان' کافر' دانا' نادان سب کو شامل ہے۔ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ یا آئندہ قیامت

تک پیدا ہوں۔تو یہاں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اپنی ربوبیت کی یاد دلا کر ڈرنے کا حکم فرما رہے ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کا پالنے والا اور روزی دینے والا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے تو انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر بات میں ہر معاملہ میں ہر وقت اس کی مرضی اور اس کے حکموں کا خیال رکھیں اور اس کی ناراضگی اور مخالفت سے بچیں۔

اس شان ربوبیت کے ساتھ اپنی دوسری صفت خالقیت کا ذکر آگے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ جس نے اپنی حکمت و رحمت سے تم سب کو پیدا کیا۔یعنی تم سب کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھا تو ایسی ذات سے ڈرنا ضرور ہے۔ پھر انسان کو پیدا کرنے اور موجود کرنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی تھیں۔جس خاص صورت کو حق تعالیٰ نے اختیار فرمایا اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً یعنی اللہ نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ سب انسانوں کی اصل وہی ہیں اور ان ہی سے ان کا جوڑا یعنی ان کی زوجہ حضرت حوا کو پیدا کیا پھر ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلائیں۔

یہاں آیت میں پیدائش کی تین صورتوں کا بیان ہے ایک تو جاندار کا بے جان سے پیدا کرنا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے جاندار کا جاندار سے مگر عام پیدائش کے طریقہ کے خلاف کیونکہ حضرت حوا حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی تصریح آئی ہے اور تیسرے جاندار کا جاندار سے عام پیدائش کے طریقہ سے جیسا کہ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک عام عورت و مرد کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہے۔تو یہاں دو مضمونوں کی طرف اشارہ ہو گیا۔اول یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق اور موجد ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام انسانوں کے لئے سبب وجود ایک ہی جان یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا اصلی تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے اس کی اطاعت ہم پر لازم ہونی چاہیے کیونکہ وہی ہمارا خالق ہے اور پھر جب انسان ایک ہی نفس سے بنائے گئے ہیں تو ان کا رشتہ آپس میں بہت گہرا ہے اور سب اخوۃ و برادری کے ایک رشتہ میں بندھے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے اور اخوت کا تقاضا یہی ہے کہ باہمی ہمدردی و خیر خواہی کے حقوق پورے کئے جائیں۔ایک سے دوسرے کو کوئی نقصان بلا وجہ نہ پہنچے بلکہ آپس میں ہمدردی اور حسن سلوک لازم ہے۔

قرابت داری کے حقوق کی اہمیت

اسی انسانی رشتہ کو یاد دلا کر آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ یعنی تم سے مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو۔خصوصیت کے ساتھ قرابت کے حقوق ضائع کرنے سے بھی ڈرو یعنی خالق و رب ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کے وجوب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تم اس کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور فوائد طلب کرتے ہو یعنی اپنے باہمی معاملات میں بھی اسی کا ذریعہ پکڑتے ہو تو اس لئے اس کی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہو گیا۔

آیت کے اخیر میں فرمایا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کے حالات کی اطلاع رکھتے ہیں یعنی تمہارے تمام احوال اور اعمال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں۔ اس کے حکم کی اطاعت کرو گے تو ثواب پاؤ گے۔ ورنہ مستحق عذاب ہو گے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنا وہ خوف اور تقویٰ عطا فرما کہ جو ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اے اللہ آپ نے ہم کو وجود انسانی عطا فرما کر جو ہم پر احسان و انعام فرمایا ہم کو اس انعام کی قدر دانی کی توفیق عطا فرما اور اپنے احکام کی فرمانبرداری کی دولت نصیب فرما۔ اے اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کی ادائیگی کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیے۔ اور جملہ حقوق انسانیت اور خصوصاً اعزا و اقربا کے حقوق کو اپنی مرضیات کے موافق پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى

اور جن بچوں کا باپ مر جاوے اُن کے مال اُن ہی کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز سے بُری چیز کو مت بدلو اور اُن کے مال مت کھاؤ اپنے

اِلٰٓى	اَمْوَالَهُمْ	تَاْكُلُوْٓا	وَلَا	بِالطَّيِّبِ	الْخَبِيْثَ	تَتَبَدَّلُوا	وَلَا	اَمْوَالَهُمْ	الْيَتٰمٰٓى	وَاٰتُوا
طرف (ساتھ)	انکے مال	کھاؤ	اور نہ	پاک سے	ناپاک	بدلو	اور نہ	انکے مال	یتیم (جمع)	اور دو

اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

مالوں کے ساتھ ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے

	كَبِيْرًا	حُوْبًا	كَانَ	اِنَّهٗ	اَمْوَالِكُمْ
	بڑا	گناہ	ہے	بیشک	اپنے مال

یتیموں کے حقوق

ایام جاہلیت میں اسلام سے پہلے یتیموں کے حقوق بری طرح ضائع کئے جاتے تھے۔ اور یتیموں کو نقصان پہنچانے کے مختلف طریقے استعمال کرتے تھے۔ پھر یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بے چارگی کے باعث رعایت وحفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے مقدم یتیموں کے احکام کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں پہلا حکم یتیم کے مال کے بارہ میں دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ اور جن بچوں کا باپ مر جائے ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو یعنی یتیم بچہ کے والی اور سرپرست کو حکم ہو رہا ہے کہ یتیموں کا مال ان ہی کے خرچ میں لگاتے رہو یا جب یہ یتیم بچے بالغ اور ہوشیار ہو جاویں تو ان کا مال واسباب جو ان کے ولی یا سرپرست کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ یتیم بچوں کی ملکیت میں اگر کچھ مال ہے جو ان کو کسی نے دیا ہو یا کسی کی میراث میں ان کو پہنچ گیا ہو تو یتیم کے ساتھ اس کے مال کی حفاظت بھی اس شخص کے ذمہ ہے جو یتیم کا ولی ہے اور یتیم کا مال اس کے بالغ اور سمجھ دار ہونے سے پہلے اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے۔ کیونکہ وہ نا سمجھ بچہ ہے۔ مال ضائع کر دے گا جیسا کہ اسی سورۃ میں آگے پانچویں آیت میں تصریح فرما دی گئی ہے۔ الغرض والی یتیم کی ذمہ داری صرف اتنی ہی نہیں کہ یتیم کے مال کو خود نہ کھائے یا خود ضائع نہ کرے بلکہ اس کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرے تاکہ بالغ سمجھ دار ہونے کے بعد اس کو مل سکے۔

یتیم کے مال میں تبدیلی نہ کرو

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ اور تم اچھی چیز کو بری چیز سے مت بدلو یعنی جب تک یتیم کا مال تمہارے قبضہ میں ہے تم ایسا مت کرو کہ ان کی اچھی چیز تو نکال لی جائے اور بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں ملا دی جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب گھر میں یتیم کا مال سپردگی کے لئے رکھا گیا تو اگرچہ اس مال کی فہرست بھی ہو مگر اسی قسم کا دوسرا اسباب بدل کر ولی رکھ سکتا ہے۔ مثلاً یتیم کے مال میں ایک تلوار بھی سپردگی میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ ہے۔ بوقت واپسی ولی نے اس کی جگہ دوسری معمولی تلوار رکھ دی اس طرح یتیم کے مال کی تعداد تو محفوظ رہتی ہے مگر جو اچھی چیز نظر آئی وہ خود لے لی اور اس کی جگہ اپنی خراب اور گھٹیا چیز رکھ دی۔ یہ بھی چونکہ مال یتیم میں خیانت ہے اس لئے قرآن کریم نے صراحۃً اس کی ممانعت فرما دی۔ اس ممانعت میں جس طرح یہ داخل ہے کہ خود اپنی خراب چیز دے کر اچھی چیز لے لیں اسی طرح یہ بھی داخل ہے کہ کسی دوسرے شخص سے تبادلہ کا ایسا معاملہ کریں جس میں یتیم بچہ کا نقصان ہو۔

یتیم کا مال نہ کھاؤ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اور نہ کھاؤ ان

کے مال اپنے مالوں کے ساتھ۔ یہاں یتیم کے مال کو ناجائز طور پر کھا جانے کی ممانعت ہے خواہ اپنے مال میں ملا کر کھایا جائے یا علیحدہ رکھ کر کھایا جائے لیکن عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل رکھا اس میں سے خود بھی کھایا اور یتیم کو بھی کھلا دیا۔ مثلاً یتیم کے لئے اس کے مال سے کھانا پکانا اور اسی میں کسی قدر اپنا کھانا ملا کر اس قدر زیادہ پکانا کہ اپنے تمام کنبہ کو کافی ہو اس لئے خاص طور پر اپنے اموال کے ساتھ یتیم کا مال ملا کر کھانے کی حرمت کا ذکر فرما کر اس پر تنبیہ فرما دی کہ یا تو یتیم کے مال کو بالکل علیحدہ رکھو اور علیحدہ خرچ کرو جس میں یتیم کے مال کے استعمال میں کسی زیادتی کا خطرہ ہی نہ رہے۔ یا اگر اس میں ولی کو دشواری وقت اور پریشانی ہو اور ملا کر رکھنے ہی کی نوبت آئے تو ایسا حساب رکھو جس میں یہ یقین ہو کہ یتیم کا مال تمہارے ذاتی خرچ میں نہیں آیا۔ اس کی اجازت کہ مال ملا کر بھی رکھا جا سکتا ہے۔

یتیم کا حق ضائع کرنا سخت گناہ ہے

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ایسی کارروائی کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ یعنی مال یتیم میں کسی قسم کا ناجائز تصرف خواہ حفاظت کی کمی سے ہو یا اچھی چیز کو مال یتیم سے لے کر خراب چیز سے بدل دینے میں ہو یا اپنے مال کے ساتھ ملا کر اس کا مال کھانے سے ہو۔ یہ سب بہرحال بہت بڑے گناہ ہیں۔ اور یتیم کے مال کو کھانے کی وعید اسی رکوع کے آخیر میں آ رہی ہے۔ جہاں فرمایا گیا کہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں یا برتتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں اور عنقریب ہی وہ جہنم کی جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ عظیم سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات گناہ بہت سخت ہیں جو آدمی کو ہلاک کر کے چھوڑتے ہیں۔ (۱) یتیم کا مال کھا جانا۔ (۲) شرک کرنا۔ (۳) جادو کرنا۔ (۴) کسی کو ناحق قتل کرنا (۵) جہاد سے بھاگنا۔ (۶) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۷) سود کھانا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائیں۔ آمین

اب آگے بعض مزید احکام یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بارہ میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ حقوق قرآنی احکام کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً یتیمی کے حقوق میں ہر طرح کی کوتاہی سے بچائیں۔ یا اللہ ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق مرحمت فرما خصوصاً ان تمام بڑے گناہوں سے بچنا نصیب فرما جن پر وعید شدید فرمائی گئی ہے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ

اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے

وَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تُقْسِطُوْا	فِی	الْیَتٰمٰی	فَانْکِحُوْا	مَا	طَابَ	لَکُمْ	مِّنَ	النِّسَآءِ	مَثْنٰی	وَثُلٰثَ
اور اگر	تم ڈرو	کہ نہ	انصاف کر سکو گے	میں	یتیموں	تو نکاح کر لو	جو	پسند ہو	تمہیں	سے	عورتیں	دو، دو	اور تین، تین

وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾

پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری مِلک میں ہو وہی سہی۔ یہ حکم اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ تم بے انصافی نہ کرو

وَرُبٰعَ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تَعْدِلُوْا	فَوَاحِدَةً	اَوْ مَا	مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ	ذٰلِکَ	اَدْنٰٓی	اَلَّا	تَعُوْلُوْا
اور چار، چار	پھر اگر	تمہیں اندیشہ ہو	کہ نہ	انصاف کر سکو گے	تو ایک ہی	یا جو	لونڈی جس کے تم مالک ہو	یہ	قریب تر	کہ نہ	جھک پڑو

یتیم لڑکیوں کے ازدواجی حقوق کی نگہداشت

عرب میں جاہلیت میں دستور تھا کہ جن لوگوں کی ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں اور جو شکل وصورت سے اچھی سمجھی جاتیں یا ان کی ملکیت میں کوئی مال جائیداد ہوتی تو وہ اولیاء اس یتیم لڑکی کو اپنے ہی پاس روک لیتے تھے۔ اس طرح کہ خود ان سے نکاح کر لیتے یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کر دیتے اور جو چاہا کم سے کم مہر مقرر کر دیا اور جس طرح چاہا ان کو رکھا کیونکہ ولی ہی ان کا نگراں اور سرپرست ہوتا تھا۔ اس طرح ایک ایک ولی کے پاس دس دس لڑکیاں جمع ہو جاتی تھیں جس سے ان کی حق تلفی ہوتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیم لڑکیوں کے ازدواجی حقوق کی پوری نگہداشت کا حکم بیان فرمایا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی اور اس کا ایک باغ تھا جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی۔ اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خود اپنا نکاح کر لیا اور بجائے اس کے کہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دیتا اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ لوگ مال یتامیٰ کے بارہ میں تو محتاط ہو گئے تھے۔ مگر تکثیر نساء اور تعداد ازواج کے بارہ میں بے روک ٹوک تھے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بیویوں کی کوئی روک ٹوک اور تعداد مقرر نہ تھی۔ ایک ایک کے پاس آٹھ آٹھ اور دس دس عورتیں ہوا کرتی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کے لئے اس کی حد مقرر کر دی کہ چار عورتوں سے زیادہ بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتیں چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد روایات میں ہے کہ ایک شخص غیلان بن اسلمہ ثقفی مسلمان ہوئے اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کر لیں باقی کو طلاق دے کر آزاد کر دیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل میں انہوں نے چار عورتیں رکھ کر باقی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ (ترمذی وابن ماجہ) حضرت قیس بن الحارث اسدیؓ فرماتے ہیں کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی کو طلاق دے کر علیحدہ ہو جاؤ (ابوداؤد) اسی طرح کے اور بھی واقعات احادیث میں مذکور ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد مبارک میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ امت مسلمہ میں چار

سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام اور قطعی ممنوع ہے۔

غرضیکہ قرآن کریم کی اس آیت نے صراحتہً بتلا دیا کہ مال یتیم پر قبضہ کرنے کا ہر حیلہ اور بہانہ ناجائز ہے۔ اور اولیاء کا فرض ہے کہ وہ دیانتداری سے ان کے حقوق کی نگہداشت کریں۔

اگر انصاف نہ کرسکو تو یتیم لڑکی سے نکاح نہ کرو

اس آیت میں پہلا حکم تو یہ ہوا کہ اگر تمہیں احتمال اور اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف کی رعایت نہ کرسکو گے تو ان سے نکاح بھی مت کرو۔ تو یہ حکم ممانعت کا محض احتمال اور اندیشہ کی حالت میں ہے اور اگر یقین ہو کہ انصاف نہ ہوسکے گا تب تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوا کہ یتیم لڑکیوں سے شادی کا خیال چھوڑ دو اور دوسری حلال عورتیں بہت ہیں ان سے نکاح کرلیا جائے۔

بیک وقت چار عورتوں سے نکاح جائز ہے

دوسرا حکم یہ ہوا اگر دوسری حلال آزاد عورتوں سے بھی نکاح کیا جائے تو بیک وقت چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ اس طرح اسلام نے عام مسلمانوں پر تعدد ازواج پر ضروری پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا۔

متعدد بیویوں کے مابین انصاف ضروری ہے

تیسرا حکم یہ دیا کہ چار تک جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح میں ہوں ان میں عدل اور مساوات حقوق واجبہ کا قائم رکھنا واجب اور لازم ہے۔ اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے۔ گویا تعلیم یہاں یہ دی گئی کہ جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب بیبیوں کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے۔ جس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بی بی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

اگر عدل نہ ہوسکے تو ایک ہی بیوی رکھو

چوتھا حکم یہاں یہ دیا گیا کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بی بی رکھو یا شرعی لونڈی سے گزارہ کرلو جو تمہاری ملک میں ہو۔ شرعی غلام یا باندی کے متعلق یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ جس مملوک باندی یا کنیز یا لونڈی کا ذکر آیت میں ہے اس کی خاص شرائط ہیں جو عموماً آج کل مفقود ہیں۔ اس لئے اس زمانہ میں کسی کو مملوک شرعی کنیز کہہ کر بے نکاح رکھ لینا جائز نہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی سچی وقعت اور عظمت نصیب فرمائیں۔ اور اس دین کی صحیح قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت اسلامیہ کے قوانین واحکام کے مطابق ہم کو ظاہراً و باطناً اپنی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اے اللہ آپ کے اس پسندیدہ دین اسلام کی اتباع میں ہم سے بہت کوتاہیاں ہو رہی ہیں یہودیت اور نصرانیت کا اتباع ہم میں بڑھتا جا رہا ہے۔ اے اللہ ہمارے اصلاح کی غیب سے صورتیں ظاہر فرما اور ہم کو دین اسلام کی سچی محبت اور عظمت عطا فرما اور اس کے اتباع کی توفیق کامل نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④

اور تم لوگ بیبیوں کو اُن کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اُس مہر میں سے کچھ تو تم اُس کو کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر

وَاٰتُوا	النِّسَآءَ	صَدُقٰتِهِنَّ	نِحْلَةً	فَاِنْ	طِبْنَ	لَكُمْ	عَنْ شَيْءٍ	مِّنْهُ	نَفْسًا	فَكُلُوْهُ	هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا
اور دے دو	عورتیں	ان کے مہر	خوشی سے	پھر اگر	خوشی سے چھوڑ دیں	تم کو	کچھ	اس سے	دل سے	تو اسے کھاؤ	مزیدار خوشگوار

عورتوں کے حق مہر کا تحفظ

مہر کے متعلق عرب میں کئی قسم کے ظلم ہوتے تھے ایک یہ کہ مہر جو عورت کا حق ہے اس کو نہ دیا جاتا تھا بلکہ عورت کا ولی شوہر سے مہر وصول کر لیتا تھا۔ جو سراسر ظلم تھا۔ دوسرا ظلم یہ بھی تھا کہ اگر کبھی کسی کو مہر دینا بھی پڑ گیا تو بہت ناگواری کے ساتھ بادل نخواستہ تاوان سمجھ کر دیتے تھے۔ تیسرا ظلم مہر کے بارے میں یہ بھی ہوتا تھا کہ بہت سے شوہر یہ سمجھ کر کہ بیوی ان کے قبضہ میں ہے اور ان سے مجبور ہے۔ مخالفت کر نہیں سکتی دباؤ ڈال کر بیوی سے مہر معاف کرا لیتے تھے اور یہ سمجھ کر کہ مہر معاف ہو گیا پھر ادائیگی سے بے فکر ہو جاتے۔

یہ جملہ مظالم زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہوتے تھے جس کا انسداد قرآن کریم نے اس آیت میں فرمایا اور یہ تعلیم فرمائی کہ عورتوں کا مہر ایک حق واجب ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے اور جس طرح تمام حقوق واجبہ کو خوش دلی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح اس مہر کی ادائیگی بھی نہایت خوشی خوشی ہونا چاہیے۔ ہاں اگر عورتیں خوش دلی کے ساتھ اپنے مہر کا کوئی حصہ بالکل معاف کر دیں تو بیشک اتنا حصہ بالکل معاف ہو جائے گا لیکن یہ معافی جبرٌ دباؤ یا اکراہ کے ذریعہ حاصل نہ ہو۔ اس سے کچھ معاف نہیں ہوتا عورت اگر اپنے اختیار اور رضامندی اور نفس کی خوشی سے جزو یا کل مہر معاف کر دے تو وہ درست ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ واٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ اور تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ اس میں عورتوں کے شوہر بھی مخاطب ہیں اور لڑکیوں کے ولی بھی شوہروں کو یہ حکم ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوش دلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کر دو خواہ ان کا کوئی حامی تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ اور لڑکیوں کے اولیاء بھی مخاطب ہیں کہ اگر لڑکیوں کے مہر ان کو وصول ہو جائیں تو یہ لڑکیوں ہی کو دے دیں اور ان کی اجازت کے بغیر اپنے تصرف میں نہ لائیں تو اس آیت میں ایک حکم مردوں کو یہ ہوا کہ از خود عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو۔

آگے دوسرا حکم اور مسئلہ ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا پھر اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں سے کوئی جزو (اور یہی حکم کل کا بھی ہے) تو اس حالت میں تم اس کو کھاؤ برتو مزہ دار خوشگوار سمجھ کر یعنی عورت اپنی خوشی سے اپنے مہر میں سے کوئی مقدار شوہر کو معاف کر دے اور یہی حکم پورے مہر کا بھی ہے۔ یا عورت مہر لے کر پھر شوہر کو ہبہ کر دے تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ شوہر کو اجازت ہے کہ اس کو خوشی سے کھا لے۔

ایسے مہر کے لئے جو عورت خوشی سے معاف کر دے یہاں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک هَنِيْٓـًٔا دوسرے مَّرِيْٓـًٔا۔ هَنِيْٓـًٔا اس کھانے کو کہتے ہیں جو لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کرے اور جو کھانا ہضم ہو کر بخوبی جزو بدن اور موجب صحت ہو وہ مَّرِيْٓـًٔا ہے تو خوشی سے معاف کئے ہوئے مہر کو ایسا بتلایا گیا جیسا کہ وہ کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ بھی ہو۔ طبیعت کو پسند بھی ہو اور پھر بخوبی ہضم ہو کر باعث صحت وقوت بھی ہو۔ اسی سے اس کا برعکس بھی سمجھا جا سکتا ہے یعنی جو

مہر عورت بخوشی معاف نہ کرے یا کسی جبر و دباؤ سے معاف کرے اس کا کھانا ایسا ہوگا جیسا کہ بدذائقہ اور مضر کھانا جو صحت و تندرستی کو تباہ برباد کردے۔ لہذا اگر شوہر نے کچھ زور اور دباؤ ڈال کر یا دھمکا کر یا دق کر کے عورت سے مہر معاف کرالیا تو ایسے معاف کرانے سے معاف نہیں ہوگا اور وہ عنداللہ اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

مہر کی مقدار

اس آیت سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب مردوں کو خوش دلی اور بطیب خاطر مہر ادا کرنے کا حکم ہے تو پھر مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیے جو شوہر خوش دلی اور طیب خاطر سے ادا کر سکے۔ نہ یہ کہ محض کہنے سننے کے لئے ہزاروں لاکھوں کے مقرر کر لئے جائیں کہ دینا لینا تو ہے نہیں تو پھر مہر کی کتنی ہی بڑی مقدار مقرر کر لینے میں کیا حرج ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھہراؤ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی تو دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اور بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ آئے ہیں جو ہمارے سکہ کے حساب سے ۱۵۰ روپے کے اندر اندر ہی رقم ہوتی ہے۔

اب جہاں تک مہر کے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ ہونے کا سوال ہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک مہر پیسہ دو پیسہ یعنی بہت کم قیمت چیز بھی ہوسکتی ہے مگر ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہر کا کم از کم درجہ دس درہم ہیں جس کو علماء نے لکھا ہے کہ تقریباً ساڑھے ۳ روپیہ کے ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جتنا بھی مقرر کر لیا جائے گا اس کا ادا کرنا ضروری اور واجب ہوگا سوائے اس صورت کے کہ جو آیت میں ارشاد ہوئی یعنی عورت بخوشی طیب نفس سے خود اپنا سارا یا تھوڑا بہت جتنا معاف کردے تو اس کی ادائیگی مرد پر لازم نہ رہے گی اور نہ عورت اس کے پانے کی مستحق رہے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے حقوق کی پوری ادائیگی کا عزم ہر حال میں عطا فرمائیں۔ خصوصاً عورتوں کے حقوق میں کوتاہی سے ہم کو بچائیں۔ یا اللہ شریعت مطہرہ نے جو حقوق بیویوں کے شوہروں پر اور جو حقوق شوہروں کے بیویوں پر مقرر فرمائے ہیں ہم کو اخلاص کے ساتھ ان کے ادا کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ عورتوں کے مہر کے معاملہ میں جو حقوق آپ نے عائد کئے ہیں اس میں کوتاہی سے ہمیں بچائیے۔ یا اللہ مسلمانوں میں جو ناجائز رسوم خلاف شرع آ گئی ہیں ان سے ہمیں اجتناب کی توفیق عطا ہو اور موت و حیات کے ہر معاملہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی اور اتباع نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا

اورتم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جنکو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگی بنایا ہے اور اُن مالوں میں اُن کو کھلاتے رہو

وَلَا	تُؤْتُوا	السُّفَهَآءَ	اَمْوَالَكُمُ	الَّتِىْ	جَعَلَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	قِيٰمًا	وَّارْزُقُوْهُمْ	فِيْهَا
اور نہ	دو	بے عقل (جمع)	اپنے مال	جو	بنایا	اللہ	تمہارے لئے	سہارا	اور انہیں کھلاتے رہو	اس سے

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ

پہناتے رہو اور اُن سے معقول بات کہتے رہو۔ اور تم یتیموں کو آزما لیا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جاویں پھر اگر اُن میں

وَاكْسُوْهُمْ	وَ قُوْلُوْا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا	وَابْتَلُوا	الْيَتٰمٰى	حَتّٰى	اِذَا	بَلَغُوا	النِّكَاحَ	فَاِنْ
اور انہیں پہناتے رہو	اور کہو	ان سے	بات	معقول	اور آزماتے رہو	یتیم (جمع)	یہاں تک	جب	وہ پہنچیں	نکاح	پھر اگر

اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ

ایک گونہ تمیز دیکھو تو اُن کے اموال اُنکے حوالہ کردو اور اُن اموال کو ضرورت سے زائد اُٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہوجاویں گے

اٰنَسْتُمْ	مِّنْهُمْ	رُشْدًا	فَادْفَعُوْا	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَاْكُلُوْهَا	اِسْرَافًا	وَّبِدَارًا	اَنْ
تم پاؤ	ان میں	صلاحیت	تو حوالے کردو	ان کے	ان کے مال	اور نہ	وہ کھاؤ	ضرورت سے زیادہ	اور جلدی جلدی	کہ

يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

جلدی جلدی اُڑا کر مت کھا ڈالو۔ اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے

يَّكْبَرُوْا	وَمَنْ	كَانَ	غَنِيًّا	فَلْيَسْتَعْفِفْ	وَمَنْ	كَانَ	فَقِيْرًا	فَلْيَاْكُلْ	بِالْمَعْرُوْفِ
وہ بڑے ہوجائینگے	اور جو	ہو	غنی	بچتا رہے	اور جو	ہو	حاجت مند	تو کھائے	دستور کے مطابق

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

پھر جب اُن کے اموال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بھی کرلیا کرو اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

فَاِذَا	دَفَعْتُمْ	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ	فَاَشْهِدُوْا	عَلَيْهِمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا	
پھر جب	حوالے کرو	ان کے	ان کے مال	تو گواہ کرلو	ان پر	اور کافی	اللہ	حساب لینے والا	

یتیم کے مال کے حوالہ سے تین حکم

یہاں اس آیت میں یتیم بچوں کے والیوں کو تین حکم دیئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ اگر یتیم سفیہ یعنی کم عقل ہو اس کو مال کی حفاظت وغیرہ کا طریقہ نہ آتا ہو اور اس کے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ مال کو کم عقلی کی وجہ سے ضائع کردے گا تو اس کا مال اس کے حوالہ نہ کرو جو تمہاری سپردگی میں ہے۔

دوسرا حکم ولی کو یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال اس کے سپرد نہ کیا جائے تو اس مال میں سے یا اس کے نفع میں سے یتیم کو کھانا کپڑا دینا چاہیے۔

تیسرا حکم ولی کو یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال اس کے سپرد نہ کیا

جائے تو یتیم کو اس کا مال نہ دینے سے ممکن ہے کہ رنج ہو تو اس سے تسلی اور دلاسے کی باتیں کرتے رہو کہ تمہارا ہی مال ہے۔ ہم تو نگہبان ہیں ۔ یہ تم ہی کو آخر مل جائے گا تمہارے ہی فائدہ اور خیر خواہی کے لئے ابھی تمہارے حوالے نہیں کیا ہے اسی طرح کی تسلی آمیز باتیں۔

مال کی اہمیت

اس آیت میں مال کی اہمیت اور انسانی معاش میں اس کا بڑا دخل ہونا بھی بتلایا گیا۔ اس لئے مال کی حفاظت بھی ضروری امر ہے۔ اور اس کو ضائع کرنا گناہ ہے کیونکہ اللہ نے مال کو انسانوں کے لئے گزران اور قیام معیشت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور دینی و دنیوی مصلحتوں اور ضرورتوں کا بقاء مال پر رکھا گیا ہے۔ حج و جہاد وغیرہ سب مال پر موقوف ہیں۔

یتیم کا مال کب اس کے سپرد کیا جائے

آگے دوسری آیت میں مزید احکامات مذکور ہیں یعنی جب ان کو اتنا سلیقہ آ گیا کہ اپنے مال کی حفاظت و رعایت مصالح کر سکیں تو پھر بلا تاخیر ان کے مال ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس آیت کے حکم کے تحت حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ۲۵ سال کی عمر تک کا انتظار کرو اس درمیان میں اگر اس کو سمجھ آ جائے تو مال اس کے حوالہ کر دو ورنہ جب ۲۵ سال کی عمر ہو جائے تو ہر حال میں اس کا مال اس کو دے دینا چاہیے ورنہ کیا ساری عمر ہی نابالغ رہے گا اور کیا بوڑھا ہو کر بھی پیر نابالغ ہی کہلائے گا۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ مرد کی عقل ۲۵ سال میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

یتیم کے مال میں اسراف نہ کرو

آگے یتیم کے ولی کو ایک مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ یتیم کے مال میں اسراف اور فضول خرچی سے ممانعت کر دی کہ ایسا ہرگز نہ کرو۔ اب یتیم کا ولی اور کارکن یا تو غریب حاجت مند ہو گا یا غنی ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق مزید حکم دیا جا رہا ہے۔

یتیم کا جو ولی حاجت مند شخص نہ ہو اور اپنی ضرورت کا تکفل کر سکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ یتیم کے مال میں سے حق الخدمت نہ لیا کرے کیونکہ یہ خدمت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں اور جو یتیم کا ولی فقیر اور محتاج ہو اور دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو وہ یتیم کے مال میں سے ایک مناسب مقدار کھا سکتا ہے۔ جس سے اپنی حاجات ضروریہ پوری ہو جائیں۔

یتیم کو اس کا مال سپرد کرتے ہوئے گواہ ضرور بنا لو

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یعنی جب آزمائش اور بلوغ کے بعد یتیموں کے اموال ان کے سپرد کرنے لگو تو چند ثقہ اور نیک لوگوں کو گواہ بنا لیا کرو تا کہ آئندہ کسی وقت کچھ اختلاف واقع ہو تو بسہولت گواہوں کی مدد سے طے ہو سکے اور کسی نزاع اور جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو۔ اسی وجہ سے یتیم کا مال لیتے اور دیتے وقت لکھ لینا اور گواہ کر لینا مستحب ہے۔ یتیم کو گواہوں کے سامنے مال سپرد کرنا مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یعنی گواہ کرنا اولیٰ اور افضل ہے واجب نہیں۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے یعنی اگر ولی نے یا گواہوں نے کسی قسم کی خیانت کی تو اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سے خبردار ہے وہ ان سے حساب لے لے گا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ جو مال ہم کو آپ نے دنیا میں عطا فرمایا ہے اور جو ہماری گزران معاش کا ذریعہ ہے اس کو آخرت کے کمانے اور دین کے سنوارنے میں مددگار بنائیے اور مال و دولت کے فتنہ اور شر سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو اُن کے ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو اُن کے ماں باپ اور بہت نزدیک کے

لِلرِّجَالِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدٰنِ	وَالْاَقْرَبُوْنَ	وَلِلنِّسَآءِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدٰنِ
مردوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ	اور قرابت دار	اور عورتوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى

قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی طور پر مقرر ہے۔ اور جب میراث تقسیم ہونے کے وقت آ موجود ہوں

وَالْاَقْرَبُوْنَ	مِمَّا	قَلَّ	مِنْهُ	اَوْ كَثُرَ	نَصِيْبًا	مَّفْرُوْضًا	وَ اِذَا	حَضَرَ	الْقِسْمَةَ	اُولُوا الْقُرْبٰى
اور قرابت دار	اس میں سے	تھوڑا	اس سے	یا زیادہ	حصہ	مقرر کیا ہوا	اور جب	حاضر ہوں	تقسیم کے وقت	رشتہ دار

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ

رشتہ دار اور یتیم اور غریب لوگ تو اُن کو بھی اُس میں سے کچھ دے دو اور اُن کے ساتھ خوبی سے بات کرو۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے

وَالْيَتٰمٰى	وَالْمَسٰكِيْنُ	فَارْزُقُوْهُمْ	مِّنْهُ	وَقُوْلُوْا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا	وَلْيَخْشَ	الَّذِيْنَ
اور یتیم	اور مسکین	تو انہیں کھلادو (دیدو)	اس سے	اور کہو	ان سے	بات	اچھی	اور چاہیے کہ ڈریں	وہ لوگ

لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا

کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو اُن کی اُن کو فکر ہو سو اُن لوگوں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور موقع کی

لَوْ تَرَكُوْا	مِنْ	خَلْفِهِمْ	ذُرِّيَّةً	ضِعٰفًا	خَافُوْا	عَلَيْهِمْ	فَلْيَتَّقُوا	اللّٰهَ	وَلْيَقُوْلُوْا	قَوْلًا
اگر چھوڑ جائیں	سے	اپنے پیچھے	اولاد	ناتواں	انہیں فکر ہو	ان کا	پس چاہیے کہ وہ ڈریں	اللہ	اور چاہیے کہ کہیں	بات

سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ

بات کہیں۔ بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں

سَدِيْدًا	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَاْكُلُوْنَ	اَمْوَالَ	الْيَتٰمٰى	ظُلْمًا	اِنَّمَا	يَاْكُلُوْنَ	فِيْ	بُطُوْنِهِمْ	نَارًا
سیدھی	بیشک	جو لوگ	کھاتے ہیں	مال	یتیموں	ظلم سے	اسکے سوا کچھ نہیں	وہ بھر رہے ہیں	میں	اپنے پیٹ	آگ

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾	وَسَيَصْلَوْنَ	سَعِيْرًا	
اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔	اور عنقریب داخل ہونگے	آگ (دوزخ)	

تفسیر وتشریح

اس سورۃ میں شروع ہی سے حقوق کا بیان چل رہا ہے گذشتہ آیات میں یتیموں کے بعض حقوق بتلا کر ان کے متعلق ان کے اولیاء کو احکام دیئے گئے تھے۔ان آیات میں بھی یتیموں کے اور عورتوں کے

33 خاص حقوق متعلقہ وراثت کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں یہ دستور اور رواج تھا کہ بیٹیاں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں پاتی تھیں۔ اور نابالغ بیٹوں کو بھی میراث میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ صرف وہی بیٹے جو بڑے اور جوان ہوتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ لڑنے میں کام آتے تھے۔ ترکہ کے وارث سمجھے جاتے تھے اس وجہ سے یتیم بچوں کو میراث میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت کے اس دستور کو باطل کی اصلاح کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

شانِ نزول: وراثت میں یتیموں اور خواتین کے حقوق کا تحفظ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت اوس بن ثابتؓ کا انتقال ہوا اور انہوں نے ایک بیوی ایک نابالغ لڑکا اور دو بڑی لڑکیاں اپنے پیچھے چھوڑیں۔ عرب کے قدیم دستور کے موافق ان کے دو چچا زاد بھائیوں نے آ کر مرحوم کے پورے مال پر قبضہ کر لیا اور اولاد اور بیوی میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا کیونکہ ان کے نزدیک عورت تو مطلقاً مستحق وراثت نہ سمجھی جاتی تھی اس لئے بیوہ اور دونوں لڑکیاں تو یوں محروم ہو گئیں اور یتیم لڑکا بوجہ نابالغ ہونے کے محروم کر دیا گیا۔ اس طرح ترکہ کے پورے مال کے وارث دو چچا زاد بھائی ہو گئے۔ حضرت اوس بن ثابتؓ کی بیوہ نے یہ بھی چاہا کہ یہ چچا زاد بھائی جو پورے ترکہ پر قبضہ کر رہے ہیں تو ان دونوں لڑکیوں سے شادی بھی کر لیں تا کہ ان کی فکر سے فراغت ہو مگر انہوں نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ تب حضرت اوس بن ثابتؓ کی بیوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی اور اپنے بچوں کی بے کسی اور محرومی کی شکایت کی۔ اس وقت تک چونکہ قرآن کریم میں آیت میراث نازل نہ ہوئی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے میں توقف فرمایا۔ آپ کو اطمینان تھا کہ وحی الٰہی کے ذریعہ اس ظالمانہ دستور کو ضرور بدلا جائے گا چنانچہ اسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

یہاں تصریح کر دی گئی کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مال متروکہ میں سے بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان ان کا حصہ ملے گا اور بیٹیوں کو بھی خواہ بالغ ہوں یا نابالغ ان کا حصہ ملے گا اور نَصِيبًا مَّفْرُوضًا فرما کر یہ تاکید فرما دی کہ یہ حصے قطعی طور پر مقرر کیے ہوئے ہیں جن کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت۔ اس طرح جاہلیت کی ایک قبیح رسم کا خاتمہ کر دیا گیا اور یتیموں اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت کر کے ان کی حق تلفی کو روک دیا گیا۔

وراثت میں حق نہ رکھنے والے رشتہ داروں کی دلجوئی

اب میت کے رشتہ داروں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ضابطہ شرعی کے ماتحت اس کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا لیکن فرائض کی تفصیلات کا علم ہر شخص کو نہیں ہوتا عام طور پر ہر رشتہ دار خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے۔ اس لئے وہ رشتہ دار جو شرعی ضابطہ کے میراث کے تحت محروم قرار دیا جائے تو تقسیم میراث کے وقت ان کا دل افسردہ اور رنجیدہ ہو سکتا ہے اور بالخصوص جبکہ ان میں کچھ یتیم، مسکین اور حاجت مند بھی ہوں ایسی حالت میں جبکہ دوسرے رشتہ دار اپنا اپنا حصہ لے جا رہے ہوں اور یہ کھڑے دیکھ رہے ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کے دل میں حسرت و یاس پیدا ہو کر دل شکنی کا باعث ہوگی۔ چنانچہ قرآنی تعلیم کی خوبی اور کمال دیکھئے کہ ان میراث سے محروم رہنے والوں کی دل شکنی بھی گوارا نہیں کی جاتی اور اس کے متعلق ہدایت دی جاتی ہے کہ جو دور کے رشتہ دار اور یتیم و مسکین میراث میں حصہ پانے سے محروم ہو رہے ہوں۔ ان کے متعلق ہدایت یہ دی گئی کہ میراث پانے والوں کا اخلاقی فرض ہے کہ اس مال میں سے باختیار خود کچھ ان محرومین کو بھی دیدیں جو ان کے لئے ایک قسم کا صدقہ اور موجب ثواب عمل ہوگا۔ اور ایسے وقت میں جبکہ ایک مال بغیر کسی سعی اور عمل کے محض اللہ تعالیٰ کی دین سے انہیں مل رہا ہو تو صدقہ و خیرات فی سبیل اللہ کا خود بھی داعیہ دل میں ہونا چاہیے اور اس موقع پر اس طرح کچھ نہ کچھ دے دینے سے دور کے رشتہ داروں کی دل شکنی اور حسرت کا ازالہ ہو جائے گا۔ مزید برآں

اس پر بھی کوئی بات ان سے ایسی نہ کہی جائے کہ جس سے ان کی دل شکنی ہو۔ یہاں اس آیت میں یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر ابتداء میں واجب ہوا بھی ہو تو وجوب منسوخ ہے کیونکہ بعد میں وارثوں کے تفصیلی حصوں کا تقرر و تعین ہو گیا یہاں یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ ایسے دور کے رشتہ داروں اور یتیم و مسکین قرابت دار کو جو کچھ تبرعاً دیا جائے گا وہ مجموعی مال میں سے نہیں بلکہ صرف بالغین ورثا میں سے جو حاضر ہوں وہ اپنے حصہ میں سے دیں۔ نابالغ اور غائب کے حصہ میں سے دینا درست نہیں کیونکہ نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں اور جو بالغ وارث غیر حاضر ہوں ان کے حصہ میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔

یتیموں کو کسی قسم کا جانی اور مالی ضرر نہ پہنچاؤ

آگے اسی اصل مضمون کی تائید کے لئے ایک واقعہ دنیویہ فرض کرتے ہیں جس سے یتیموں کی ہمدردی پیدا ہو اور ایک واقعہ آخرت کا یقین دلایا جاتا ہے تا کہ خوف پیدا ہو۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور یتامیٰ کے معاملہ میں ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاویں تو ان بچوں کی ان لوگوں کو فکر ہو کہ دیکھئے ان کو کوئی آزار نہ دے تو ایسا ہی دوسرے کے بچوں کے لئے بھی خیال چاہیے کہ ہم ان کو آزار نہ دیں سو اس بات کو سوچ کر ان لوگوں کو چاہیے کہ یتامیٰ کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ڈریں۔''

یعنی فعلاً آزار و ضرر نہ پہنچائیں اور قولاً بھی ان سے موقع کی بات کہیں۔ اس میں تسلی اور دلجوئی کی بات بھی آ گئی اور تعلیم و تادیب کی بات بھی آ گئی۔ غرض ان کے جان و مال دونوں کی اصلاح کریں۔

آگے آخری آیت میں ارشاد ہے:۔

''بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں (یعنی انجام یتیم کے مال کھانے کا یہ ہونے والا ہے اور اس انجام کے مرتب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں) کیونکہ عنقریب ہی دوزخ کی جلتی آگ میں داخل ہوں گے وہاں یہ انجام نظر آ جائے گا۔'' **العیاذ باللہ تعالیٰ**

یہ وعید شدید یتیم کے بلا استحقاق مال کھانے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلائے عظیم سے محفوظ فرمائیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ امور میں قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حقوق ہم پر مقرر کئے ہیں خصوصاً عورتوں اور یتیم بچوں کے ان کو اپنی مرضی کے موافق پورا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو میراث کے مسائل و احکام معلوم کرنے اور جاننے کی توفیق عطا فرما اور شریعت اسلامیہ کے قوانین کے موافق ان پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے میراث کے جو حصے مقرر فرما دیئے ہیں وہ قطعی اور اٹل ہیں اور اسلام کا یہ قانون وراثت جو بے مثال ہے اس کی ہم کو پوری پابندی نصیب فرمایئے اور اس کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچایئے۔ یا اللہ ہم کو یتامیٰ کی ہمدردی و خیر خواہی کا پورا پورا جذبہ صادقہ عطا فرما اور یتامیٰ کے مال میں غیر شرعی تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ یتامیٰ کے مال ظلماً کھانے کی جو وعید شدید قرآن و حدیث میں سنائی گئی ہے ہم اس ظلم عظیم سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں یا اللہ آخرت کے عذاب سے ہمیں بچایئے گا اور نار دوزخ سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھئے گا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے

يُوْصِيْكُمُ	اللّٰهُ	فِيْٓ	اَوْلَادِكُمْ	لِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ	الْاُنْثَيَيْنِ	فَاِنْ	كُنَّ	نِسَآءً	فَوْقَ
تمہیں وصیت کرتا ہے	اللہ	میں	تمہاری اولاد	مرد کو	مانند (برابر)	حصہ	دو عورتیں	پھر اگر	ہوں۔	عورتیں	زیادہ

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

زیادہ ہوں تو اُن لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اُس مال کو جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کو نصف ملے گا اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں

اثْنَتَيْنِ	فَلَهُنَّ	ثُلُثَا	مَا تَرَكَ	وَاِنْ	كَانَتْ	وَاحِدَةً	فَلَهَا	النِّصْفُ	وَلِاَبَوَيْهِ	لِكُلِّ وَاحِدٍ
دو	تو ان کیلئے	دو تہائی	جو چھوڑا (ترکہ)	اور اگر	ہو	ایک	تو اس کے لئے	نصف	اور ماں باپ کیلئے	ہر ایک کیلئے

مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ

میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو۔ اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں

مِّنْهُمَا	السُّدُسُ	مِمَّا	تَرَكَ	اِنْ كَانَ	لَهٗ وَلَدٌ	فَاِنْ	لَّمْ يَكُنْ	لَّهٗ وَلَدٌ	وَّوَرِثَهٗٓ	اَبَوٰهُ
ان دونوں میں سے	چھٹا حصہ	اس سے جو	چھوڑا (ترکہ)	اگر ہو	اس کی اولاد	پھر اگر	نہ ہو	اسکی اولاد	اور اسکے وارث ہوں	ماں باپ

فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ

تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے (باقی دو تہائی باپ کا) اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اُس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو)

فَلِاُمِّهِ	الثُّلُثُ	فَاِنْ	كَانَ لَهٗ	اِخْوَةٌ	فَلِاُمِّهِ	السُّدُسُ	مِنْۢ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	يُّوْصِيْ بِهَآ
تو اسکی ماں کا	تہائی	پھر اگر	اسکے ہوں	کئی بہن بھائی	تو اسکی ماں کا	چھٹا	سے۔ بعد	وصیت	اسکی وصیت کی ہو

اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ

وصیت نکالنے کے بعد کہ میت اسکی وصیت کر جاوے یا دین کے بعد تمہارے باپ دادا اور بیٹوں پوتوں میں تم پورے طور پر نہیں جان سکتے کہ اُن میں کا کونسا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے

اَوْ دَيْنٍ	اٰبَآؤُكُمْ	وَاَبْنَآؤُكُمْ	لَا تَدْرُوْنَ	اَيُّهُمْ	اَقْرَبُ لَكُمْ	نَفْعًا	فَرِيْضَةً	مِّنَ اللّٰهِ
یا قرض	تمہارے باپ	اور تمہارے بیٹے	تم کو نہیں معلوم	ان میں سے کون	نزدیک تر تمہارے لئے	نفع	حصہ مقرر کیا ہوا	اللہ کا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۱۱)

یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا۔ بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا
بیشک اللہ	ہے	جاننے والا	حکمت والا

شانِ نزول

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے یہ روایت ہے کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میری بیمار پرسی کے لئے بنوسلمہ کے محلّہ میں پیادہ

پا تشریف لائے۔ میں اس وقت بیہوش تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر وضو کے پانی کا چھینٹا مجھے دیا جس سے مجھے ہوش آیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان آیات میراث کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ بھی احادیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سعد کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے والد آپ کے ساتھ جنگ احد میں شریک تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ ان کے چچا نے ان کا کل مال لے لیا ہے۔ ان لڑکیوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کا نکاح بغیر مال کے نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے چنانچہ یہ آیات میراث نازل ہوئیں آپ نے ان کے چچا کے پاس آدمی بھیج کر بلایا اور حکم دیا کہ دو تہائیاں تو ان دونوں لڑکیوں کو دو اور آٹھواں حصہ بیوہ یعنی ان کی ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا ترکہ ہے جو اسلام میں تقسیم کیا گیا۔

میراث میں اولاد کا حصہ

"اللہ تعالیٰ تم کو وصیت کرتے ہیں یعنی تاکیدی حکم دیتے ہیں تمہاری اولاد کے میراث پانے کے بارہ میں وہ یہ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ (مثلاً اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور نصف دونوں بیٹیوں کا ہوگا اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی تو دو تہائی بیٹے اور ایک تہائی بیٹی کا گویا ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دوہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا) آگے ایک دوسری صورت کا حکم ارشاد ہوتا ہے:

"اور اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں دو سے زائد تو ان لڑکیوں کو اس مال کا دو تہائی ملے گا جو کہ مورث چھوڑ کر مرا ہے" (یعنی اگر میت کے اولاد ذکور نہ ہو نری لڑکیاں ہی ہوں اور ہوں دو سے زیادہ تو اس صورت میں ان کا حق اس ترکہ میں سے کل مال کا دو تہائی ہے باقی ایک تہائی دوسرے وارثوں کا حق ہے) آگے تیسری صورت کا حکم بیان ہوتا ہے۔

"اور اگر میت کے ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا" (یعنی اس صورت میں نصف بچا ہوا دوسرے خاص خاص اقارب کا ہوگا۔ یا پھر اگر کوئی نہ ہو تو اسی کو دے دیا جائے گا جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے) یہ تو اولاد کے حصوں کا بیان ہوا۔

ماں باپ کا حصہ

"اور میت کے ماں باپ کے لئے ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہے خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں اور اگر میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس صورت میں پورے مال میں سے اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے اور باقی دو تہائی باپ کا اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس صورت میں اس کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی باپ کو ملے گا" یعنی ماں باپ کی میراث میں حق تعالیٰ نے تین صورتیں بیان فرمائیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر ماں باپ کے ساتھ میت کی اولاد بیٹا یا بیٹی ہو تو اس صورت میں میت کے ماں باپ کو ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ میت کے اولاد کوئی نہ ہو۔ بھائی بہن بھی نہ ہوں اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اولاد تو نہ ہو مگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس صورت میں ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ

ملے گا اور باقی سب اس کے باپ کو ملے گا بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

تقسیم میراث پر مقدم حقوق

یہ سب حصے بعد ادائے وصیت کہ جو میت نے کی ہے اور بعد ادائے قرض وارثوں کو دیئے جائیں گے" یعنی ترکہ میں پہلا حق میت کے کفن دفن کے اخراجات ہیں۔اس کے بعد میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے اگر قرضے اتنے ہی ہوں جتنا اس کا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ تو نہ کسی کو میراث ملے گی اور نہ کوئی وصیت نافذ ہوگی اور اگر قرضے ادا کرنے کے بعد مال بچ جائے یا قرضے بالکل ہی نہ ہوں تو اگر مرنے والے نے کوئی وصیت کی ہو اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اگر کوئی شخص سارے مال کی وصیت کر دے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہو گی اس لئے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا مناسب بھی نہیں اور اگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو گناہ بھی ہوگا۔

تقسیم میراث کی حکمت

آگے ورثاء میں میراث کے تقسیم کی حکمت بتلائی جاتی ہے کہ میراث کا حصہ میت کی رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ خود حق تعالیٰ نے اس کے قواعد مقرر فرما دیئے۔

یہاں احکام میراث کی حکمت و مصلحت کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر انسان اپنی رائے پر مدار تقسیم رکھتا تو اس کا معیار دینی یا دنیوی نفع رسانی کو بناتا یعنی جس سے زیادہ نفع پہنچنے کی امید ہوتی اسی کو زیادہ حصہ دیتا مگر چونکہ انسان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ اپنی تجویز کے صحیح ہونے کا نہیں اس لئے اس کی تجویز غلط ہوسکتی ہے ہاں اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ یقینی واقعی اور صحیح ہے اس لئے اس کا فرمودہ طریق بھی واقع کے مطابق ہوگا۔غرضیکہ احکام میراث اور تقسیم ترکہ کا مسئلہ اللہ نے انسانوں کی تجویز پر نہیں چھوڑا بلکہ اللہ جل شانہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا تاکہ مال کی تقسیم میں عدل وانصاف کی پوری پوری رعایت ہو اور میت کا سرمایہ منصفانہ طریقہ سے مختلف مستحقین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

قرآن کریم کی اس آیت نے بتلا دیا کہ میراث کے جو حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں وہ اس کا طے شدہ حکم ہے اس میں کسی کو رائے زنی یا کمی بیشی کا حق نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کا داعیہ عطا فرمائیں۔خصوصاً میراث کے معاملہ میں شرعی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ علیم وحکیم ہیں۔آپ نے ہماری صلاح وفلاح کے لئے جو قوانین اپنی حکمت سے مقرر فرمائے ہیں بیشک انہی میں ہماری بھلائی اور بہتری ہے۔ہم کو اپنے احکام کی کامل پابندی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما۔

یا اللہ میراث کے احکام اور تقسیم ترکہ کے حصص جو آپ کے مقرر کردہ ہیں ان کی پوری بجا آوری کی توفیق ہم کو نصیب ہو اور اس معاملہ میں ہر طرح کی کوتاہی سے ہمیں بچائیے۔

یا اللہ میراث کے مسائل ہم کو موقع پڑنے پر جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب ہو تاکہ حق العباد کے مواخذہ میں ہماری گرفت نہ ہو یا اللہ تقسیم میراث کے مسائل میں اس وقت جو کوتاہیاں عام ہو رہی ہیں ان سے ہمیں بچائیے اور میراث کے مسائل کی اہمیت ہمارے دلوں میں پوری طرح بٹھا دیجئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر انکے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو تم کو

وَلَكُمْ	نِصْفُ	مَا تَرَكَ	أَزْوَاجُكُمْ	إِنْ	لَّمْ يَكُنْ	لَّهُنَّ	وَلَدٌ	فَإِنْ	كَانَ	لَهُنَّ وَلَدٌ	فَلَكُمُ
اور تمہارے لئے	آدھا	جو چھوڑ مریں	تمہاری بیبیاں	اگر	نہ ہو	ان کی	کچھ اولاد	پھر اگر	ہو	ان کی اولاد	تو تمہارے لئے

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

انکے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اسکی وصیت کر جاویں یا دَین کے بعد اور اُن بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم

الرُّبُعُ	مِمَّا تَرَكْنَ	مِنْ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	يُّوصِينَ	بِهَا	أَوْ دَيْنٍ	وَلَهُنَّ	الرُّبُعُ	مِمَّا	تَرَكْتُمْ
چوتھائی	اسمیں سے جو وہ چھوڑیں	بعد	وصیت	وہ وصیت کر جائیں	اس کی	یا قرض	اور ان کیلئے	چوتھائی	اسمیں سے جو	تم چھوڑ جاؤ

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ

چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد

إِنْ	لَّمْ يَكُنْ	لَّكُمْ وَلَدٌ	فَإِنْ	كَانَ لَكُمْ	وَلَدٌ	فَلَهُنَّ	الثُّمُنُ	مِمَّا تَرَكْتُمْ	مِنْ بَعْدِ
اگر	نہ ہو	تمہاری اولاد	پھر اگر	ہو تمہاری	اولاد	تو انکے لئے	آٹھواں	اس سے جو تم چھوڑ جاؤ	سے۔ بعد

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ

کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دَین کے بعد

وَصِيَّةٍ	تُوصُونَ	بِهَا	أَوْ	دَيْنٍ	وَإِنْ	كَانَ	
وصیت	تم وصیت کرو	اس کی	یا	قرض	اور اگر	ہو	

میت کے ترکہ میں شوہر اور بیوی کا حصہ

یہاں شوہر اور بیوی کے حصوں کا تعین کیا گیا ہے۔ پہلے شوہر کا حصہ بتایا گیا اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرنے والی بیوی نے اگر کوئی اولاد نہ چھوڑی ہو نہ لڑکا نہ لڑکی تو شوہر کو مرحومہ بیوی کے کل ترکہ کا نصف ملے گا بعد ادائے دین اور نفاذ وصیت کے اگر کی گئی ہو اور باقی نصف میں دوسرے ورثاء مثلاً مرحومہ کے والدین بھائی بہن حسب قاعدہ حصہ پائیں گے۔ ایک صورت تو شوہر کے میراث پانے کی یہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مرنے والی نے اولاد چھوڑی ہو ایک ہو یا دو ہوں یا اس سے زائد ہوں لڑکا ہو یا لڑکی ہو اس شوہر سے ہوں جس کو چھوڑ کر وفات پائی ہے یا اس سے پہلے کسی اور شوہر سے ہوں تو اس صورت میں موجودہ شوہر کو مرحومہ بیوی کے مال سے بعد ادائے دین اگر ہو اور بعد وصیت کے اگر کی گئی ہو کل مال کا چوتھائی ملے گا۔ اور بقیہ تین چوتھائی دوسرے ورثاء کو ملیں گے۔ یہ دو صورتیں تو شوہر کے حصہ کی بتلائی گئیں۔ اس کے بعد دو ہی صورتیں شوہر کی وفات پر بیوہ کو میراث ملنے کی بتلائی گئیں۔

اول صورت یہ ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو ادائے دین اور وصیت کے بقدر مال علیحدہ کرنے کے بعد بیوی کو مرنے والے شوہر کے ترکہ کا چوتھائی ملے گا۔ اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ دو ہوں' تین ہوں یا چار ہوں تو وہی چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا اور جو کچھ ترکہ بچے گا وہ دوسرے ورثاء میں

تقسیم کردیا جاوے گا۔

دوسری صورت بیوہ کو میراث ملنے کی یہ ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی اولاد چھوڑی ہے خواہ اولاد اس بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے تو اس صورت میں بعد ادائے دین اور وصیت کے بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر مرنے والے شوہر کے دو بیویاں ہوں یا تین ہوں یا چار ہوں تو اس آٹھواں حصہ میں سب برابر کی شریک ہوں گی اور باقی ترکہ جو بچے گا وہ دوسرے ورثاء میں تقسیم ہو جائے گا۔

میراث کے یہ احکام مرنے والے کے مال کی ہر قسم میں جاری ہوں گے خواہ نقد ہو۔ یا جنس زیور ہو یا مکان جائیداد باغ وغیرہ یہ سب ترکہ میں شمار ہوگا۔ حتیٰ کہ میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں۔

متوفی شوہر کے ترکہ کے تقسیم کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بیوی کا مہر ادا ہو گیا ہے یا نہیں۔ اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ بیوی نے معاف کیا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح اولاً کل مال سے دین مہر ادا ہوگا اس کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا اور مہر لینے کے بعد بیوہ اپنی میراث کا حصہ بھی میراث میں حصہ دار ہونے کی وجہ سے وصول کرے گی اور اگر میت کا مال صرف اتنا ہے کہ مہر ادا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا تو بھی دوسرے قرضوں کی طرح پورا مال دین مہر میں عورت کو دیدیا جائے گا اور کسی وارث کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ دین مہر کی ادائیگی کی کتنی اہمیت ہے۔

میت کا قرضہ اور وصیت

یہاں اور گذشتہ آیت میں بھی پہلے وصیت کا لفظ آیا ہے اور پھر دین کا مگر از روئے شریعت پہلے دین مقدم ہے وصیت سے تو اس لفظ وصیت کو پہلے لانے میں نکتہ یہ کہا گیا ہے کہ دین کے تو مطالبہ کرنے والے آدمی زندہ ہوں گے وہ خود ہی وصول کرلیں گے اس میں کوتاہی کا احتمال کم ہے۔ البتہ وصیت جو اصل میں میت کے بعد ایک طرح کا احسان ہے اس لئے اس میں کوتاہی کا احتمال زیادہ ہے۔ اس لئے اہتمام اور تاکید کی غرض سے پہلے وصیت کا لفظ آیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اس جگہ ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ وارث کے حق میں وصیت کرنا باطل ہے مثلاً کسی مرنے والے نے اپنے لڑکے، لڑکی، شوہر یا بیوی کے لئے وصیت کی یا کسی اور ایسے شخص کے لئے وصیت کی جس کو میراث میں حصہ ملنے والا ہے تو اس وصیت کا کچھ اعتبار نہیں۔ وارثوں کو صرف میراث کا حصہ ملے گا۔ اس سے زیادہ کے وہ مستحق نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے پس کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت معتبر نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو جملہ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً میراث کے مسائل میں شرعی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو حقوق العباد میں اور خصوصاً میراث و ترکہ کے مال میں کوتاہی سے بچائیے گا یا اللہ دین اور قرض کے بارے ہم سب کو بچائیے گا اور اگر کسی پر یہ بار ہو تو موت سے پہلے اس کی ادائیگی نصیب فرمائیے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ باپ دادا ہوں نہ بیٹے پوتے اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اُن دونوں میں سے

وَإِنْ	كَانَ	رَجُلٌ	يُّوْرَثُ	كَلٰلَةً	أَوِ امْرَأَةٌ	وَّلَهٗ	أَخٌ	أَوْ أُخْتٌ	فَلِكُلِّ	وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
اور اگر	ہو	ایسا مرد	میراث ہو	جس کا باپ بیٹا نہ ہو	یا عورت	اور اس	بھائی	یا بہن	تو تمام کیلئے	ان میں سے ہر ایک

السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کردی

السُّدُسُ	فَإِنْ	كَانُوٓا	أَكْثَرَ	مِنْ ذٰلِكَ	فَهُمْ	شُرَكَآءُ	فِي الثُّلُثِ	مِنْۢ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ
چھٹا	پھر اگر	ہوں	زیادہ	اس سے (ایک سے)	تو وہ سب	شریک	تہائی میں	اس کے بعد	وصیت

يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿١٢﴾

جاوے یا دین کے بعد بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچاوے یہ حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں حلیم ہیں۔

يُّوْصٰى	بِهَآ	أَوْ دَيْنٍ	غَيْرَ مُضَآرٍّ	وَصِيَّةً	مِّنَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَلِيْمٌ	
جسکی وصیت کیجائے	اس کی	یا قرض	نقصان نہ پہنچانا	حکم	اللہ سے	اور اللہ	جاننے والا	حلم والا	

کلالہ کی میراث

یہاں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے کہ جس کے وارثوں میں نہ باپ دادا ہوں نہ اولاد پوتے وغیرہ ہوں۔ صرف اس کے ماں شریک بھائی بہن ہوں۔ اب یہاں آیت کی تشریح سمجھنے کیلئے جاننا چاہیے کہ بھائی اور بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک سگے: جن کے ماں باپ دونوں ایک ہوں یعنی حقیقی بھائی بہن

(۲) دوسرے سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں یعنی باپ تو ایک ہو اور ماں دو ہوں ان کو علاتی یعنی باپ شریک بھائی بہن کہتے ہیں۔

(۳) تیسرے سوتیلے کہ جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ دو ہوں ان کو اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہن کہتے ہیں۔ تو اس جگہ آخری قسم یعنی اخیافی یا ماں شریک بھائی بہن کا حصہ بتلایا گیا ہے اور حقیقی بھائی بہن اور باپ شریک بہن بھائی کے حصہ کا بیان اس سورت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے۔

الحاصل یہاں بتلایا گیا کہ اگر کوئی شخص ایسا مرد یا عورت وفات پا جائے کہ جس کے نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ اولاد نہ اولاد کی اولاد اور اس نے صرف ایک بھائی یا ایک بہن ماں شریک چھوڑے ہوں تو ان میں سے اگر صرف بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر صرف بہن ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ماں شریک بھائی بہن ہوں مثلاً دو ہوں یا تین ہوں یا اور زائد تو یہ سب مرنے والے کے تہائی حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور بقیہ میراث دوسرے ورثاء کو ملے گی اگر موجود ہوں اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر انہی کو دے دی جائے گی۔

اپنی وصیت سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے

یہاں کلالہ کی میراث کے خاتمہ پر یہ بتانے کے بعد کہ یہ میراث وصیت اور دین کے بعد نافذ ہوگی۔ غَيْرَ مُضَآرٍّ فرمایا یعنی بشرطیکہ وصیت کرنے والا کسی وارث کو ضرر نہ پہنچاوے۔ تو یہ قید اگرچہ صرف اسی جگہ مذکور ہے لیکن اس سے پہلے بھی دو جگہ جو وصیت اور دین کا ذکر آیا ہے وہاں بھی اس کا اطلاق ہوگا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے

والے کے لئے وصیت یا دین کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔ اب دین اور وصیت کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرض کا جھوٹا اقرار کرلے۔ کسی دوست وغیرہ کو رقم دلانے کے لئے یا اپنے مخصوص مال کو جو اس کا اپنا ذاتی ہے یہ ظاہر کرے کہ یہ فلاں شخص کی امانت ہے تاکہ اس میں میراث نہ چلے یا ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کرے یا کسی شخص پر اپنا قرضہ ہو اور وہ وصول نہ ہوا ہو لیکن یہ جھوٹ کہہ دے کہ قرضہ وصول ہوگیا تاکہ وارثوں کو نہ مل سکے یا مرض الموت میں ایک تہائی سے زیادہ کسی کو خود ہبہ کردے۔ یہ سب صورتیں وارثوں کو ضرر پہنچانے کی ہیں جس پر عمل کرنا سخت ممنوع اور گناہ کبیرہ ہے۔ ہر مورث جو دنیا سے جا رہا ہو اسے زندگی کے آخری لمحات میں اس طرح کی باتوں سے بچنے کا نہایت اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ احکام میراث بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم وصیت اور مہتم بالشان حکم ہے۔ جس پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

عمل کرنیوالے اور نہ کرنیوالے کو اللہ خوب جانتے ہیں

اخیر میں وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ فرما کر یہ جتلا دیا گیا اور مزید تنبیہ فرمادی گئی کہ اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو احکام مذکورہ پر عمل کرے گا اس کا اجر پائے گا اور جو خلاف ورزی کرے گا اس کی یہ بدکرداری بھی اللہ کے علم میں آئے گی جس کی پاداش اور سزا اسے بھگتنی ہوگی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے والے کو دنیا میں فوراً سزا نہ دیں اس لئے کہ وہ حلیم ہیں لہٰذا خلاف ورزی کرنے والوں کو یہ دھوکہ نہ لگنا چاہیے کہ میں بچ گیا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں۔ خصوصاً میراث وترکہ کے احکام کی پوری پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ زندہ رکھنا اور مرنے سے پہلے اس بار عظیم سے ہم کو سبکدوش ہونا نصیب فرمانا۔

یا اللہ شریعت مطہرہ کی ہم کو ظاہراً و باطناً ہر حال میں پابندی عطا فرما اور اپنے جملہ احکام کی اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ جینا و مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کردیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

تِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	وَمَنْ	يُّطِعِ اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	يُدْخِلْهُ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
یہ	حدیں اللہ	اور جو	اللہ کی اطاعت کرے	اور اس کا رسول	وہ اس داخل کرے گا	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اُس کے ضابطوں سے نکل جاویگا

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ	وَمَنْ	يَّعْصِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَيَتَعَدَّ	حُدُوْدَهٗ
ہمیشہ رہیں گے	ان میں	اور یہ	کامیابی	بڑی	اور جو	نافرمانی کرے	اللہ	اور اس کا رسول	اور بڑھ جائے	اس کی حدیں

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٤﴾

اُس کو آگ میں داخل کریں گے اِس طور سے کہ وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اور اُس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

يُدْخِلْهُ	نَارًا	خَالِدًا	فِيْهَا	وَلَهٗ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ
وہ اسے داخل کریگا	آگ	ہمیشہ رہے گا	اس میں	اور اسکے لئے	عذاب	ذلیل کرنے والا

قانون میراث کی اہمیت اور ان پر عمل کی فضیلت

احکام میراث بیان فرما کر یہاں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فرمانے میں تاکید وتنبیہ ہے کہ یہ سب احکام مذکورہ متعلقہ میراث خداوندی ضابطہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر حدیں ہیں۔حد کسی چیز کے ختم ہوجانے کی جگہ کو کہتے ہیں یعنی آخری کنارہ اور وہ لکیر جس کے آگے نہیں جا سکتے۔ مراد حدود اللہ سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے وہ اصول اور ضوابط اور وہ پابندیاں ہیں جنہیں توڑنے اور جن سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔تو احکام میراث بیان فرما کر اخیر میں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک بادشاہ وقت اپنے ملک یا شہر میں کوئی اعلان کرے اور تاکیداً اخیر میں کہے کہ یہ شاہی فرمان ہے۔مقصود جس سے یہی ہوتا ہے کہ اس اعلان کی مخالفت کی کوئی ہمت نہ کرے۔تو ان احکام میراث کی تاکید میں حق تعالیٰ کا اتنا فرما دینا تلک حدود اللہ ہی کافی تھا۔ مگر آگے ان ضابطوں اور احکام کی پابندی کرنے والوں کی فضیلت بھی بیان کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ قرآن کریم میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے جنت میں داخل ہوجانے کو کہیں فَوْزُ الْعَظِيْمُ فرمایا ہے اور کہیں فَوْزُ الْكَبِيْرُ فرمایا ہے۔فوز کے معنی ہیں کامیاب ہونا۔فتح پانا' مصیبت سے نجات پانا' اپنا انتہائی مقصد پالینا۔حصول سلامتی کے ساتھ خیر کو پالینا یہ سب مفہوم لفظ فوز میں شامل ہیں۔تو جنت میں اس طرح پہنچ جانا کہ نہ اولاً کوئی سزا ہو نہ رسوائی اور ذلت ہو تو یہ انتہائی کامیابی اور مقصد اور مراد کو حاصل کرلینا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ اعلیٰ کامیابی ہم سب کو نصیب فرمادیں آمین۔

قانون میراث کی خلاف ورزی کرنے والے

آگے ان ضابطوں کے نہ ماننے اور ان کے خلاف کرنے والوں

کا حال بیان ہوتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ یعنی جو ان کی پابندی کو ضروری نہ سمجھے گا اور ان احکام کو رد کر دے گا اور اس کے خلاف عمل کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے۔ اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو ایسا عذاب ہوگا کہ جس میں رسوائی اور ذلت اور اہانت بھی خوب ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو اس رسوائی اور ذلت سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اس سے ہم سب کو محفوظ فرما دیں۔ آمین

یہاں ان آیات میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ ایک تو مطیع کامل۔ اور دوسرا عاصی کامل۔ مطیع کامل تو فوراً جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور عاصی کامل جس کا دوسرا نام کفر ہے اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان دو قسموں کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہے جو یہاں ذکر نہیں کی گئی اور وہ تیسری قسم یہ ہے کہ اعتقاداً تو مطیع ہو اور عملاً تقصیروار ہو۔ اس کا حکم دوسری آیتوں میں موجود ہے کہ مستحق سزا ہے لیکن اخیر میں نجات ہے اور خود یہاں بھی غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب اس کی حالت بین بین ہے تو جزا بھی بین بین ہوگی یعنی کچھ عذاب اور کچھ ثواب۔

قانون میراث کی اہمیت احادیث کے تناظر میں

اس مضمون کے سلسلہ میں یعنی میراث کی اہمیت اور اس سے متعلق قائم کردہ حدود و ضوابط کی پابندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی سن لیجئے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک شخص ستر سال تک نیک عمل کرتا رہتا ہے۔ پھر وصیت کے وقت ظلم کرتا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے۔ اور وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا اچھا ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان آیات کو پڑھو تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک جن کا یہاں بیان ہوا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ساٹھ سال تک لگے رہتے ہیں لیکن خاتمہ کے وقت وصیت میں ضرر و نقصان پہنچا جاتے ہیں تو جہنم ان کے لئے واجب ہو جاتی ہے یعنی بعض عزیز و اقارب کو ان کے شرعی حصہ سے زیادہ اور بعض کو ان کے واجبی حصہ سے کم دینے کی وصیت کرتے ہیں اور اس طرح کسی کو نفع اور کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور نتیجہ میں حدود اللہ کے خلاف عمل کر کے سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔ اور اپنی ہی اطاعت پر مرنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر لحہ میں اپنے احکام کی اطاعت کی فکر نصیب فرما اور اپنے مرضیات والی زندگی گزارنا نصیب فرما۔ اے اللہ ہر طرح کی اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی اور بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔ خصوصاً حقوق العباد اور میراث و ترکہ کی کوتاہیوں سے ہم کو بچنا نصیب فرما اور ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی اور صلاح و فلاح نصیب فرما اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا

اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے سو تم لوگ اُن عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کرلو سو اگر وہ گواہی دیدیں

وَالّٰتِیْ	یَاْتِیْنَ	الْفَاحِشَةَ	مِنْ نِّسَآىٕكُمْ	فَاسْتَشْهِدُوْا	عَلَیْهِنَّ	اَرْبَعَةً	مِّنْكُمْ	فَاِنْ	شَهِدُوْا
اور جو عورتیں	مرتکب ہوں	بدکاری	سے تمہاری عورتیں	تو گواہ لاؤ	ان پر	چار	اپنوں میں سے	پھر اگر	وہ گواہی دیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝۱۵ وَالَّذٰنِ

تو تم انکو گھروں کے اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا خاتمہ کردے یا اللہ اُن کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں۔ اور جو ان سے

فَاَمْسِكُوْهُنَّ	فِی الْبُیُوْتِ	حَتّٰی	یَتَوَفّٰهُنَّ	الْمَوْتُ	اَوْ یَجْعَلَ	اللّٰهُ	لَهُنَّ	سَبِیْلًا	وَالَّذٰنِ
انہیں بند رکھو	گھروں میں	یہاں تک کہ	انہیں اٹھالے	موت	یا کردے	اللہ	انکے لئے	کوئی سبیل	اور جو دو مرد

یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝۱۶

دو شخص بھی وہ بے حیائی کا کام کریں تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔

یَاْتِیٰنِهَا	مِنْكُمْ	فَاٰذُوْهُمَا	فَاِنْ تَابَا	وَاَصْلَحَا	فَاَعْرِضُوْا	عَنْهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	تَوَّابًا	رَّحِیْمًا
مرتکب ہوں	تم میں سے	تو انہیں ایذا دو	پھر اگر وہ توبہ کریں	اور اصلاح کرلیں	تو پیچھا چھوڑ دو	ان کا	بیشک	اللہ	ہے	توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان

زنا کی مرتکب خاتون کی سزا

عرب میں جاہلیت کے دور میں عورتوں کے معاملہ میں بھی طرح طرح کی رسوم قبیحہ اور بے عنوانیاں رائج تھیں۔ مثلاً ان کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاتے تھے۔ ان کو تنگ کرتے تھے جن سے نکاح حرام ہے ان سے نکاح کرلیا کرتے تھے۔ وعلیٰ ہذا۔ اس لئے آگے ان معاملات کی اصلاح فرمائی جاتی ہے اور جو خطا اور قصور شرعاً معتبر ہو اس پر تادیب وسزا کی اجازت دی جاتی ہے۔

ابتدائے اسلام میں ایسے مردوں اور عورتوں سے جن سے فاحشہ یعنی زنا کا صدور ہوجائے ان کی سزا کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

یہاں خاص طور سے عورتوں کے لئے حکم بیان فرمایا گیا کہ جن سے زنا سرزد ہوجائے اور چار مردوں کی سچی گواہی سے عورت کی سیاہ کاری ثابت ہوجائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے اور گھر ہی میں قید کردیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مرجائے یا اس کی زندگی ہی میں کوئی حکم ثانی اللہ تعالیٰ تجویز فرمادیں تو پھر اسی کو نافذ کردیا جائے گا

چنانچہ بعد میں حکم ثانی نازل ہوا اور اس آیت کا حکم منسوخ ہوا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سبیل (جس کا اس آیت زیر تفسیر میں ذکر ہے) ارشاد فرمادی ہے تو تم لوگ سمجھ لو یاد کرلو کہ غیر شادی شدہ کے لئے سو درے اور شادی شدہ کے لئے سنگساری یعنی پتھروں سے اتنا مارا جائے کہ وہ مرجائے۔

ثبوت زنا کے لئے چار گواہ

زنا کے ثبوت کے لئے جو چار مردوں کی گواہی کا حکم یہاں آیت میں ہے یہی سورۃ نور میں بھی قائم رہا چنانچہ اب بھی ثبوت زنا کے لئے چار گواہ وہ بھی مرد ہونا ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ زنا کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے جس سے عزت اور عفت مجروح ہوتی ہے اور خاندان کے ننگ وعار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے اس لئے شریعت نے زنا کے گواہوں میں دو طرح سے سختی کی ہے۔ اول تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دوسرے چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت

سخت ہے۔جس کا وقوع میں آنا شاذ و نادر ہی ہوسکتا ہے اور یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی ماں، بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں یا دوسرے بدخواہ محض دشمنی کی بناء پر الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کرسکیں کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نامعتبر ہے۔ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جائیں گے اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر "حد قذف" یعنی اسی کوڑوں کی سزا جاری کردی جائے گی جیسا سورہ نور میں حکم ہے بعض علمائے مفسرین نے چار گواہوں کی ضرورت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زنا کا معاملہ سنگین اور نازک ہے اور اس معاملہ میں دو افراد ملوث ہوتے ہیں ایک مرد اور ایک عورت تو گویا یہ ایک معاملہ دو معاملوں میں ہے اور ہر ایک معاملہ دو گواہوں کا تقاضا کرتا ہے لہذا اس کے لئے چار گواہ ضروری ہوں گے۔دو بلحاظ مرد کے اور دو بلحاظ عورت کے۔

مرتکب زنا مرد کی سزا

آگے بدکار مردوں کی سزا کا بیان ہے اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اور سزائے زنا کچھ زن منکوحہ کی تخصیص نہیں بلکہ جونسے دو شخص بھی بے حیائی کا کام یعنی زنا کریں تم میں سے یعنی بالغ عاقل مسلمانوں میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر بعد اذیت پہنچانے کے اگر وہ دونوں گذشتہ سے توبہ کرلیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں یعنی پھر ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہو تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔رحمت والے ہیں"

سزا کے احکام میں تدریج

مفسرین نے لکھا ہے کہ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی ان دو آیات زیر تفسیر کی ترتیب یہ ہے کہ شروع میں تو ان کو یعنی جن سے زنا کا ارتکاب ہوجائے ایذا دینے کا حکم نازل ہوا اس کے بعد خاص طور سے زنا کار عورتوں کے لئے گھروں میں قید کرنے کا حکم بیان کیا گیا۔اور یہاں آزار اور تکلیف پہنچانے کا بھی کوئی خاص طریقہ نہیں بتلایا گیا بلکہ معاملہ حاکم اور قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں ایذا دینے کے معنی یہ ہیں کہ ان کو زبان سے عار دلائی جائے اور شرمندہ کیا جائے اور ہاتھ سے بھی جوتے وغیرہ کے ذریعہ ان کی مرمت کی جائے۔بہرحال ابتدا میں یہی حکم تھا کہ زنا کی سزا میں حاکم اور قاضی زجر و عبرت کے لئے جو اور جتنی سزا مناسب سمجھے وہ دیدے۔الغرض ایذا دینے کا حکم اور عورتوں کو گھروں میں قید کرنے کا حکم یہ زنا کی ابتدائے اسلام میں سزا تھی جو بعد میں شرعی حد نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی اور اب حد زنا سو درے غیر شادی شدہ کے لئے اور رجم یعنی سنگساری شادی شدہ کے لئے ہے۔

توبہ کے بعد کوئی ملامت نہیں

آیت کے اخیر میں جو یہ فرمایا کہ اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض مت کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کے بعد اگر انہوں نے توبہ کرلی تو پھر انہیں ملامت مت کرو اور مزید سزا مت دو اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ توبہ سے سزا بھی معاف ہوگئی اس لئے کہ یہ توبہ سزا کے بعد مذکور ہے۔اب چونکہ یہاں توبہ کا ذکر آ گیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر طرح کی بے حیائی اور برے کاموں سے بچائیں اور اپنی مرضیات کی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہراً و باطناً ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہوچکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔یا اللہ ہمارے اہل و عیال اور متعلقین کو بھی پاک صاف اسلامی اور ایمانی زندگی نصیب فرما اور ہر طرح کی بے حیائی سے ان کی حفاظت فرما۔یا اللہ اس ملک اور قوم سے بھی بے حیائی اور برے کاموں کو دور فرما۔خصوصاً زنا کی سیہ کاریوں کو ملیامیٹ فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو اُن ہی کی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں سو ایسوں پر تو

اِنَّمَا	التَّوْبَةُ	عَلَى اللّٰهِ	لِلَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	السُّوْٓءَ	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	يَتُوْبُوْنَ	مِنْ قَرِيْبٍ	فَاُولٰٓئِكَ	يَتُوْبُ
اسکے سوانہیں	توبہ قبول کرنا	اللہ پر (اللہ کے ذمے)	ان لوگوں کیلئے	وہ کرتے ہیں	بُرائی	نادانی سے	پھر	توبہ کرتے ہیں	جلدی سے	پس یہی لوگ ہیں	توبہ قبول کرتا ہے

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ

خدا تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں حکمت والے ہیں اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے سامنے

اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	وَلَيْسَتِ	التَّوْبَةُ	لِلَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	السَّيِّاٰتِ	حَتّٰٓى	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَهُمُ
اللہ	اُن کی	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور نہیں	توبہ	ان کیلئے (انکی)	وہ کرتے ہیں	برائیاں	یہاں تک	جب	سامنے آجائے	ان میں سے کسی کو

الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

موت ہی آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن لوگوں کی جن کو حالت کفر پر موت آجاتی ہے اُن لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

الْمَوْتُ	قَالَ	اِنِّىْ	تُبْتُ	الْـٰٔنَ	وَلَا	الَّذِيْنَ	يَمُوْتُوْنَ	وَهُمْ	كُفَّارٌ	اُولٰٓئِكَ	اَعْتَدْنَا	لَھُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا
موت	کہے	کہ میں	توبہ کرتا ہوں	اب	اور نہ	وہ لوگ جو	مرجاتے ہیں	اور وہ	کافر	یہی لوگ	ہم نے تیار کیا	انکے لئے	عذاب	دردناک

توبہ کیا ہے

آیات کی تشریح سننے سے پہلے لفظ ''توبہ'' کی تحقیق سن لیجئے۔ توبہ کے لفظی معنی ہیں واپس آنا' لوٹنا' جس جگہ کو چھوڑا تھا وہاں پھر پلٹ کر آجانا۔ انسان جب کوئی گناہ خطا یا قصور کرتا ہے تو اللہ کے حضور سے ہٹ جاتا ہے تو اس کو چاہیے کہ پھر اللہ کے سامنے واپس آئے اور اس کی صورت یہی ہے کہ اپنی خطا کا اقرار کرے اپنے کئے پر پچھتائے اور نادم ہو اور دل سے وعدہ کرے کہ پھر ایسی خطا نہ کروں گا یہ ہے توبہ کی حقیقت فقط زبان سے لفظ توبہ توبہ کہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا تو شریعت کی اصطلاح میں توبہ نام ہے چار چیزوں کے جمع کرنے کا (۱) گناہ کو برا سمجھ کر چھوڑ دینا (۲) جو کچھ غلطی ہوگئی ہو اس پر نادم ہونا۔ (۳) اس غلطی کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا (۴) جن اعمال کا تدارک ہو سکتا ہو ان کا جہاں تک ممکن ہو تدارک کرنا یعنی غلطی حق العبد سے متعلق ہے تو اس کو ادا کرنا اور اگر حق اللہ ہے اور قضا مشروع ہے تو قضا کرنا جیسے چھوڑی ہوئی نماز ہے تو روزہ وغیرہ جب یہ چاروں باتیں جمع ہوں گی تب توبہ کی شرائط پوری ہوں گی۔

توبہ کی قبولیت کی شرائط

پہلی آیت میں توبہ کی قبولیت پر دو شرطیں لگائی گئی ہیں اول یہ کہ گناہ نادانی' حماقت اور جہالت کی بناء پر سرزد ہوا ہو دوسرے یہ کہ توبہ کی طرف جلد ہی رجوع کیا گیا ہو تو اس سے ظاہر ہوا کہ جو شخص نادانی کی بناء پر گناہ کرے اور تنبیہ کے بعد فوراً اس سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کی توبہ ضرور مقبول ہوتی ہے اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ جس نے دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرات کی اور گناہ پر آگاہ ہونے کے بعد بھی جلدی سے توبہ نہ کی بلکہ اس میں تاخیر کرتا رہا اور توبہ کو ٹالتا رہا اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا تو عدل اور انصاف کے قاعدہ کے موافق اس کی خطا معافی کے قابل نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مولائے کریم اپنے خاص فضل

سے کام لے کر معافی فرمادے تو یہ اس کا احسان ہے مگر وعدہ اور ذمہ داری صرف پہلی ہی صورت میں ہے باقی میں نہیں۔ تو اس قبولیت توبہ کی بشارت سن لینے کے بعد ہم پر لازم ہوتا ہے کہ جب کبھی ہم سے گناہ سرزد ہو جائے تو ہم فوراً متنبہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ آئندہ سے اسے نہ کرنے کا عہد کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا گناہ بخشوالیں اور معافی کے مستحق بن جائیں۔

کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

آگے دوسری آیت میں جس میں توبہ کے قبول نہ ہونے کا بیان ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے۔

اس میں یہ بتلایا گیا کہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے۔ نہ انہیں گناہ پر ندامت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی کی تنبیہ سے متنبہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگتی ہے اور روح نکل کر حلق میں آجاتی ہے تو پھر کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول۔

اس آیت میں حضور موت یعنی موت کا سامنے آ کھڑا ہونے کی تحقیق محققین نے یہی کی ہے کہ موت کے قریب ہونے کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہو جاوے دوا دارو علاج معالجہ کی تدابیر سے عاجز ہو کر سمجھ لے کہ اب موت آنے والی ہے مگر اب تک دوسرے عالم کے احوال اور فرشتہ اور عذاب نظر نہیں آئے۔ اس حالت میں تو کافر کا ایمان لانا اور گنہگار کا توبہ کرنا دونوں مقبول ہیں اور دوسری حالت یہ ہے کہ عالم برزخ کے احوال نظر آنے لگیں۔ روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے غرغرہ کی حالت شروع ہو جائے اور فرشتوں کو دیکھ لے عذاب نظر آنے لگے تو ایسی حالت میں نہ کفر سے ایمان کا اقرار کرنا مقبول ہوتا ہے اور نہ گناہوں کی توبہ۔

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ گناہوں پر اقدام کے تین درجے ہیں

پہلا یہ کہ گناہ کا کبھی ارتکاب ہی نہ ہو۔ یہ تو فرشتوں کی خصلت ہے یا انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

دوسرے یہ کہ گناہوں پر اقدام کرے اور پھر ان پر اصرار جاری رہے کبھی ان پر ندامت اور ترک کا خیال نہ آئے یہ درجہ شیاطین کا ہے۔

تیسرا اور درمیانی درجہ مقام بنی آدم کا ہے کہ گناہ سرزد ہو تو فوراً اس پر ندامت ہو اور آئندہ اس کے ترک کا پختہ عزم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ نہ کرنا اور اس پر اصرار جاری رکھنا یہ خالص شیاطین کا کام ہے۔ اسی لئے باجماع امت توبہ فرض ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توبہ کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنی تقصیرات اور گناہوں پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ

اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ اور اُن عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ جو کچھ تم لوگوں نے

يَآيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا يَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ تَرِثُوا	النِّسَآءَ	كَرْهًا	وَلَا	تَعْضُلُوْهُنَّ	لِتَذْهَبُوْا	بِبَعْضِ
اے	جو لوگ ایمان لائے	حلال نہیں	تمہارے لئے	کہ وارث بن جاؤ	عورتیں	زبردستی	اور نہ	انہیں روکے رکھو	کہ لے لو	کچھ

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ

اُن کو دیا ہے اُس میں کا کوئی حصہ وصول کرلو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں اور اُن عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں

مَا	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيْنَ	بِفَاحِشَةٍ	مُّبَيِّنَةٍ	وَعَاشِرُوْهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	فَاِنْ	كَرِهْتُمُوْهُنَّ
جو	انکو دیا ہو	مگر	یہ کہ	مرتکب ہوں	بے حیائی	کھلی ہوئی	اور ان سے گزران کرو	دستور کے مطابق	پھر اگر	وہ ناپسند ہوں

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اُس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھدے۔

فَعَسٰٓى	اَنْ تَكْرَهُوْا	شَيْـــًٔا	وَّيَجْعَلَ	اللّٰهُ	فِيْهِ	خَيْرًا	كَثِيْرًا
تو ممکن ہے	کہ تم کو ناپسند ہو	ایک چیز	اور رکھے	اللہ	اس میں	بھلائی	بہت

زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہونے والے مظالم کا انسداد

ایام جاہلیت، میں منجملہ اور رسوم قبیحہ کے جو عورتوں کے باب میں رائج تھیں ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا وارث جس طرح اس کا مال لیتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملک سمجھتا۔ اگر دل چاہتا اس سے خود جبراً نکاح بغیر مہر کے کر لیتا اور اگر چاہتا تو دوسرے سے نکاح کر دیتا اور اس کا مہر خود لے لیتا۔ اور کبھی بے رغبتی کے سبب نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے اس لئے نکاح کرنے دیتا کہ اپنا مال دولت اپنے ساتھ لے جائے گی۔ غرض اس کو یونہی مجبور اور محبوس رکھتا اس پر یا تو وہ بیوی اس کو اپنا مال و متاع دے دیتی تب اس کی جان چھوٹتی یا وہ اس کے گھر مرجاتی تو اس کے مرنے پر اس کی چیز پر قبضہ کرتا اور میت کے مال میں سے بھی عورت کو کوئی حصہ نہ دیتے۔ یہ کارروائی تو وارث کیا کرتے اور کبھی خود شوہر بلاقصور اپنی عورت کے ساتھ بے عنوانی کرتا اور محض اس لئے بیوی کو تنگ کیا جاتا کہ وہ خلع کرنے پر مجبور ہو جائے اور جو مال شوہر اس کو مہر میں دے چکا ہے وہ خلع کے بہانے سے پھر واپس لے لے۔ غرض یہ کہ اس طرح ایام جاہلیت میں طرح طرح کے مظالم ان عورتوں پر روا رکھتے۔ اسلام نے اس آیت اور آئندہ آیات میں ان تمام رسوم قبیحہ کی ممانعت فرما دی چنانچہ اس آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جان یا مال کے جبراً مالک ہو جاؤ۔

مال کا مالک ہونا تین طرح ہے ایک یہ کہ اس عورت کا جو حق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جائے اور بیوہ کو نہ دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجاوے پھر اس کا مال لے لیں۔ تیسرے یہ کہ خاوند اس کو بے وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑے اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مرنے والے کی عورت کو مثل مال مردہ کے اپنی میراث سمجھتے تو اس ایک جملہ میں ان سب امور کی ممانعت آ گئی۔

34 آگے دوسرے جملہ میں ارشاد ہے وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ بھی ان سے وصول کرلو۔

اس میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ میت کا وارث اس میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تاکہ ہم کو یہ کچھ دے دوسرے یہ کہ خاوند اس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے تب چھوڑوں۔ تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدون کچھ لئے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا۔ ان سب امور کی اس جملہ میں ممانعت ہوگئی مگر بعض صورتوں میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز بتلایا گیا وہ یہ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں۔

اس میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ ناشائستہ حرکت نافرمانی شوہر کی اور بدخلقی ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ عورت کو بدوں مال لئے ہوئے جو مہر سے زیادہ نہ ہو اس کو نہ چھوڑے دوسرے یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا خاوند کو جائز تھا کہ بطور سزا عورت کو گھر میں مقید رکھے مگر پھر زنا کی حد نازل ہونے پر یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔ تیسری صورت یہ بھی ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا تھی کہ خاوند کو جائز تھا کہ عورت سے اگر حرکت زنا ثابت ہو تو اس جرمانہ میں اس سے اپنا دیا ہوا مال واپس کرلے اور اس کو نکال دے۔ اب یہ حکم بھی منسوخ ہے زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

شوہروں کو حکم کہ بیویوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ

آگے خاص شوہروں کو حکم ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو یعنی خوش اخلاقی اور نان نفقہ کی خبرگیری کے ساتھ اور بمقتضائے طبیعت کوئی بات ناگوار ہو تو اس کے برداشت کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے۔ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت دنیوی یا دینی رکھ دے۔ اس میں یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو اور تحمل سے کام لو شاید اللہ تعالیٰ اسی میں تمہارے لئے کوئی نفع کی بات رکھ دے۔ مثلاً وہ تمہاری خدمت گذار۔ خیرخواہ اور ہمدرد ہو۔ یا ایسی ناپسند عورتوں سے تم کو اولاد صالح عطا فرمادے یا کوئی اولاد بچپن میں پیدا ہو کر مرجاوے اور وہ ذخیرہ آخرت ہو جاوے ورنہ کم از کم ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے

اسلام نے جو احسانات عورتوں پر کئے ہیں اس کی قدردانی اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو نصیب فرمائے اور اسلام کی پوری پابندی کی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ اسلام نے جو حقوق عورتوں کے ہم مردوں کے ذمہ واجب کئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو ان حقوق کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہماری عورتوں اور مردوں سب کو اسلام اور ایمان کی زندگی گزارنا نصیب فرما اور سب کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ

اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اُس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی مت لو

وَاِنْ	اَرَدْتُّمُ	اسْتِبْدَالَ	زَوْجٍ	مَّكَانَ	زَوْجٍ	وَّاٰتَيْتُمْ	اِحْدٰىهُنَّ	قِنْطَارًا	فَلَا تَاْخُذُوْا	مِنْهُ	شَيْـًٔا
اور اگر	تم چاہو	بدل لینا	ایک بی بی	جگہ (بدلے)	دوسری بی بی	اور تم نے دیا ہے	ان میں سے ایک کو	خزانہ	تو نہ (واپس) لو	اس سے	کچھ

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (۲۰) وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ

کیا تم اُس کو لیتے ہو بُہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اُسکو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں

اَتَاْخُذُوْنَهٗ	بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا	وَكَيْفَ	تَاْخُذُوْنَهٗ	وَقَدْ	اَفْضٰى	بَعْضُكُمْ	اِلٰى بَعْضٍ	وَّاَخَذْنَ
کیا تم وہ لیتے ہو	بہتان	اور گناہ	صریح (کھلا)	اور کیسے	تم اسے لوگے	اور البتہ	پہنچ چکا	تم میں ایک	دوسرے تک	اور انہوں نے لیا

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (۲۱)

تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔

مِنْكُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا
تم سے	عہد	پختہ

زمانۂ جاہلیت کے ایک اور ظلم کا انسداد

زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناخوش ہوتا اور اسے چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا تو پہلی عورت پر جھوٹ موٹ کوئی تہمت لگاتا اور اس پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم کرتا تاکہ وہ عورت مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور طلاق لے لے اور اس طرح یہ مال دوسرے نکاح کرنے میں استعمال کرے۔ ان آیات میں اس کی ممانعت کر دی گئی اور حکم دیا گیا کہ جب عورت کی طرف سے کوئی سرکشی اور بے حیائی کا کام سرزد نہ ہو اور شوہر محض اپنی طبعی خواہش اور خوشی کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں اگر وہ ڈھیروں مال اور خزانہ بھی بیوی کو دے چکا ہے مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ اور عطیہ کے تو اس کے لئے جائز اور روا نہیں کہ اسے دیئے ہوئے مال کا کوئی حصہ طلاق کے معاوضہ میں واپس لے یا واجب الادا مہر کو معاف کرائے۔ یہاں عورت کو دیئے ہوئے مال یا رقم کی واپسی کے ظلم و گناہ ہونے کو تین دلائل سے منع فرمایا گیا۔

اول یہ کہ ایسا کرنا ایک صورت تہمت اور بہتان کی ہے جس کا کھلا گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک دوسرے سے خلوت اور تنہائی میں مل چکے ہو جس سے عورت کا پورا مہر مرد کے ذمہ واجب ہو چکا ہے تو اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں۔

تیسرے یہ کہ ان عورتوں نے تم سے پختہ اور مضبوط عہد لے لیا ہے اس سے مراد عقد نکاح کا عہد ہے جو اللہ کے نام کے ساتھ مجمع کے سامنے کیا جاتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت اور اس کا ایک ایک جملہ انسانیت کے لئے کتنی رحمت کا باعث ہے۔ اسلام سے پہلے نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم میں عورتوں کے معاملہ میں نہایت افراط و تفریط کا معاملہ تھا۔ اسلام کی برکت سے عورتوں کو دنیا میں صحیح مقام نصیب ہوا اور صدیوں کے مظالم اور قبیح رسموں کا ایک ایک قرآنی آیت نے بالکل خاتمہ کر دیا۔

حق مہر کی مقدار:

ان آیات میں لفظ قنطار سے جس کے معنی ڈھیروں انبار اور کثیر مال کے ہیں آئمہ دین نے عورتوں کے مہر کی زیادہ مقدار کا بھی جائز

ہونا ثابت فرمایا ہے مگر یہ جواز صرف بمعنی صحت اور نفاذ ہے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تقلیل اور تھوڑے اور ہلکے مہر کی تاکید آئی ہے وہ اپنی جگہ فضیلت اور برکت کا باعث ہے۔ یہاں صرف زیادہ مہر کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان آیات کے متعلق ایک واقعہ کتب احادیث میں یہ آتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھلی چیز ہوتی یا خدا کے نزدیک یہ تقویٰ کی بات ہوتی تو اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر ۱۲ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا (جسکے تقریباً ۱۵۰ روپیہ ہمارے موجودہ سکے کے ہوتے ہیں) انسان لمبا مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اس کو بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے تو میرے کندھوں پر مشک لٹکوا دی۔ ایک قریشیہ عورت آپ کے سامنے آئیں اور کہنے لگیں یا امیر المومنین کیا آپ نے چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے لوگوں کو منع فرمادیا ہے آپ نے فرمایا تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے اللہ کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے نہیں سنا؟ آپ نے کہا وہ کیا وہ کیا؟ تو ان خاتون نے کہا کہ سنئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا یعنی تم اس ایک بیوی کو انبار انبار کا مال بھی دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا اللہ مجھے معاف فرما عمر سے تو ہر شخص ------- ہے پھر آپ واپس گئے اور اُسی وقت ممبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ مہر سے روک دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے مال میں سے جتنا چاہے مہر میں دے۔ اپنی خوشی سے جتنا مہر میں مقرر کرنا چاہے کرے میں نہیں روکتا علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اس واقعہ میں زیادہ مہر کا جواز مان لینا اس لئے تھا کہ لوگ اس کو ناجائز اور حرام سمجھنے لگیں۔

اب آگے ایام جاہلیت کی ایک دوسری رسم قبیحہ کے خاتمہ میں اُن عورتوں کی تفصیل بتائی جاتی ہے جن عورتوں سے مردوں کو نکاح حرام و ناجائز ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام کے موافق اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً ہمیں ازدواجی رشتہ کے حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اے اللہ ہم جو ایک دوسرے کے حقوق سے غافل ہیں اور جس کی وجہ سے نئے نئے فتنہ پیدا ہو رہے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اس غفلت سے بچایئے اور شریعت اسلامیہ نے جو حقوق ہم پر جس جس کے عائد کئے ہیں ان کو ادا کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے میں ہماری مدد فرمایئے۔

اے اللہ ہر طرح کی ظلم وزیادتی سے ہمیں بچنا نصیب فرمایئے اور ہر حال میں ہم کو دین پر مستقیم رہنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ

اور تم اُن عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر گئی گزر گئی بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت

وَلَا	تَنْكِحُوْا	مَا نَكَحَ	اٰبَآؤُكُمْ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا قَدْ سَلَفَ	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً	وَ مَقْتًا	وَسَآءَ
اور نہ	نکاح کرو	جس سے نکاح کیا	تمہارے باپ	سے	عورتیں	مگر	جو گزر چکا	بیشک وہ	تھا	بے حیائی	اور غضب کی بات	اور برا

سَبِيْلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ

بڑا طریقہ ہے۔ تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں

سَبِيْلًا	حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمْ	اُمَّهٰتُكُمْ	وَبَنٰتُكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	وَعَمّٰتُكُمْ	وَخٰلٰتُكُمْ	وَبَنٰتُ الْاَخِ	وَبَنٰتُ	الْاُخْتِ
راستہ (طریقہ)	حرام کی گئیں	تم پر	تمہاری مائیں	اور تمہاری بیٹیاں	اور تمہاری بہنیں	اور تمہاری پھوپھیاں	اور تمہاری خالائیں	اور بھتیجیاں	اور بیٹیاں	بہن

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں

وَاُمَّهٰتُكُمْ	الّٰتِيْ	اَرْضَعْنَكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	مِنَ	الرَّضَاعَةِ	وَ	اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ	وَرَبَآئِبُكُمْ	الّٰتِيْ	فِيْ حُجُوْرِكُمْ
اور تمہاری مائیں	وہ جنھوں نے	تمھیں دودھ پلایا	اور تمہاری بہنیں	سے	دودھ شریک	اور	تمہاری عورتوں کی مائیں	اور تمہاری بیٹیاں	جو کہ	تمہاری پرورش میں

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآئِلُ

اُن بیبیوں سے کہ جن کے ساتھ تم نے قربت کی ہو اور اگر تم نے اُن بیبیوں سے قربت نہ کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں

مِنْ	نِسَآئِكُمْ	الّٰتِيْ	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَاِنْ	لَمْ تَكُوْنُوْا	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	وَحَلَآئِلُ
سے	تمہاری بیبیاں	جن سے	تم نے صحبت کی	ان سے	پس اگر	تم نے نہیں کی	صحبت	ان سے	تو نہیں گناہ	تم پر	اور بیویاں

اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

کی بیٹیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا

اَبْنَآئِكُمْ	الَّذِيْنَ	مِنْ	اَصْلَابِكُمْ	وَاَنْ	تَجْمَعُوْا	بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ	اِلَّا مَا	قَدْ سَلَفَ
تمہارے بیٹے	جو	سے	تمہاری پشت	اور یہ کہ	تم جمع کرو	دو بہنوں کو	مگر جو	پہلے گزر چکا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٣﴾	اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَحِيْمًا	
بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔	بیشک اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہونا:

سوتیلی ماں سے ایام جاہلیت کی ایک رسم نکاح سے متعلق جو رائج تھی کہ بعضے حرام عورتوں سے نکاح کرلیا کرتے تھے مثلاً اپنی سوتیلی ماں سے۔

یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے اور بعضے حلال عورتوں کو حرام سمجھتے تھے۔ جیسے متبنیٰ کی بیوی تو ان آیات میں اس رسم قبیحہ کی ممانعت میں ان عورتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن سے نکاح ناجائز اور حرام ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت اور ممانعت کو بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ پہلی آیت میں اسی کا بیان ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے سے جاہلیت کے زمانہ کی اس ناجائز رسم کا خاتمہ ہوگیا جو سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کرلیا جاتا تھا۔ یہاں باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت و ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے تین لفظ فرمائے ایک فَاحِشَةً دوسرا مَقْتًا اور تیسرا سَآءَ سَبِيلًا فَاحِشَةً یعنی سخت بے حیائی سے قبیح عقلی مراد ہے کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا گویا اپنی ماں سے نکاح کرنے کے مشابہ ہے اور اس بے شرمی اور بے حیائی کا کیا کہنا کہ جس کو ایک عرصہ تک بھی ماں کہتے رہے اس کو باپ کی موت کے بعد بیوی بنا کر رکھ لیا۔ مَقْتًا یعنی طبعاً بھی نہایت نفرت کی بات ہے اہل مروت اور سلیم طبیعت رکھنے والوں کی نظر میں یہ کام نہایت ہی معیوب اور غایت درجہ قبیح اور سخت قابل نفرت ہے۔ سَآءَ سَبِيلًا یعنی شرعاً بھی نہایت برا طریقہ اور بری عادت ہے کہ باپ کی حرمت اور آبرو کو بھی ملحوظ نہ رکھا اور اس کی منکوحہ کو نکاح میں لے آیا۔ غرض کہ اس نکاح میں قبیح کے تمام مراتب جمع ہیں لہٰذا یہ غایت درجہ قبیح ہوا اور ایسا شخص مستحق قتل ہوا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ میرے ماموں میرے پاس سے گزرے اور ان کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کہاں جارہے ہیں تو یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر اتار لاؤں۔ (مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی وغیرہ)

تین قسم کی محرّمات

آگے ان دوسری عورتوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جن سے نکاح حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسمیں ہیں۔ یہاں اس آیت میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی گئیں۔

پہلی قسم: محرمات نسبیہ: یعنی جو عورتیں نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں ان کو بیان کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں۔ لفظ أُمَّهَاتُكُمْ کے عموم میں ماؤں کے علاوہ دادیاں نانیاں سب داخل ہیں کہ ان سب سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۲) وَبَنَاتُكُمْ یعنی اپنی حقیقی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور لڑکی کی لڑکی سے بھی اور بیٹے کی لڑکی سے بھی یعنی بیٹی' پوتی' پڑپوتی' نواسی' پرنواسی' ان سب سے نکاح حرام ہے البتہ سوتیلی لڑکی جو دوسرے شوہر کی ہو اور بیوی ساتھ لائی ہو اس سے نکاح کرنے اور نہ کرنے میں تفصیل ہے جو آگے محرمات کی تیسری قسم میں بیان فرمائی گئی ہے۔ اور جو لڑکا یا لڑکی حقیقی نہ ہو بلکہ گود لے کر پال لیا ہو جس کو متبنیٰ یا لے پالک بھی کہتے ہیں ان سے اور ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ کسی دوسرے طریقہ سے حرمت نہ آئی ہو۔ اسی طرح مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس نطفہ سے جو لڑکی پیدا ہو وہ بھی بیٹی کے حکم میں ہے اور اس سے بھی نکاح درست نہیں۔

(۳) وَأَخَوَاتُكُمْ یعنی حقیقی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اس بہن سے بھی جو باپ شریک ہو یعنی سوتیلی بہن کہ جو باپ میں شریک ہو یعنی باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں اور اسی طرح اس بہن سے بھی نکاح حرام ہے جو ماں شریک ہو یعنی وہ سوتیلی بہن کہ جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ دو ہوں۔ غرض کہ تینوں قسمیں حرام ہیں خواہ وہ حقیقی بہن ہو ماں شریک ہو یا باپ شریک ہو۔

(۴) وَعَمَّاتُكُمْ یعنی اپنے باپ کی بہن جس کو پھوپھی کہتے ہیں اس میں خواہ باپ کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی ماں شریک ہو یا سوتیلی باپ شریک۔ بہن ہو تینوں طرح کی پھوپھیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۵) وَخَالَاتُكُمْ یعنی اپنے ماں کی بہن خواہ حقیقی ہو یا سوتیلی باپ شریک یا ماں شریک تینوں طرح کی خالاؤں سے نکاح حرام ہے۔

(۶) وَبَنَاتُ الْأَخِ یعنی بھائی کی لڑکیاں جن کو بھتیجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی ماں شریک ہوں یا سوتیلی باپ شریک ہوں تینوں طرح کے بھائیوں کی لڑکیوں یعنی بھتیجیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۷) وَبَنَاتُ الْأُخْتِ یعنی بہن کی لڑکیاں جن کو بھانجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی ماں شریک یا سوتیلی باپ شریک تینوں

طرح کی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے۔

یہ سات قسمیں محرمات نسبیہ کی ہیں۔ جو آدمی پر اس کے نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں اور ان کی حرمت ابدی ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان سے نکاح حرام ہے۔

دوسری قسم: محرمات رضاعیہ ہیں:

اس قسم میں حق تعالیٰ نے آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا ذکر فرمایا ہے یعنی تمہاری وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ رضاعی بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے بہن ہیں حرام کی گئی ہیں تو یہاں اگرچہ صرف رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں ہی کی حرمت کا ذکر فرمایا گیا لیکن ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں جن کی تفصیل اوپر قسم اول میں آئی وہی ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں یعنی رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی پھوپھی رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی، رضاعی بھانجی، بھی حرام ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمادی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ جب کسی لڑکی یا لڑکے نے ایام رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لیا تو وہ عورت ان کی رضاعی ماں بن گئی اور اس عورت کا شوہر ان کا رضاعی باپ بن گیا اور اس عورت کی نسبی اولاد اس کے بہن بھائی بن گئے۔ اور اس عورت کی بہنیں ان کی خالائیں بن گئیں اور اس عورت کا جیٹھ دیور ان بچوں کے رضاعی چچا بن گئے اور اس عورت کے شوہر کی بہنیں ان بچوں کی رضاعی پھوپھیاں بن گئیں اور باہم ان سب میں حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور نسب کے رشتے سے جو نکاح آپس میں حرام ہے رضاع کے رشتے سے بھی حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اب یہاں ایک بات یہ بھی جان لینا اور یاد رکھنا ضروری ہے کہ حرمت رضاعت اسی زمانہ میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے جو بچپن میں دودھ پینے کا زمانہ ہوتا ہے اور تھوڑا سا دودھ پیا ہو یا زیادہ ایک دفعہ پیا ہو یا متعدد دفعہ ہر صورت میں یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے امام ابوحنیفہ نص قرآنی کو مطلق قرار دے کر ایک گھونٹ دودھ کو بھی جو بچہ کے شکم میں اتر جائے باعث حرمت نکاح فرماتے ہیں اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

تیسری قسم: محرمات صہریہ:

یعنی جن عورتوں سے نکاح کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔ اس قسم میں پہلے۔

(۱) اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ بتلائی گئیں بیویوں کی مائیں یعنی ساسیں بھی شوہروں پر حرام ہیں یہاں بھی امہات میں تفصیل ہے اور اس میں بیویوں کی نانیاں دادیاں نسبی ہوں یا رضاعی سب داخل ہیں اور جس طرح منکوحہ بیوی کی ماں حرام ہے اسی طرح اس عورت کی ماں بھی حرام ہے جس کے ساتھ زنا کیا ہو یا اس کو شہوت سے چھوا ہو۔

(۲) رَبَآئِبُكُمْ یعنی تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو دوسرے شوہر سے ہوں اور جو اب تمہاری پرورش میں ہوں مگر اس میں ایک قید ہے وہ یہ کہ وہ لڑکیاں دوسرے شوہر کی ان بیبیوں سے ہوں کہ جن کے ساتھ تم نے نکاح کے بعد قربت یعنی ہم بستری بھی کی ہو۔

(۳) حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمْ یعنی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے اور بیٹے کے عموم میں پوتا، نواسا بھی داخل ہے لہذا ان کی بیویوں سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ مگر یہاں اَصْلَابِكُمْ کی قید ہے یعنی ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری نسل سے ہوں۔

(۴) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ وہ حقیقی اور سگی بہنیں ہوں یا سوتیلی باپ شریک یا سوتیلی ماں شریک بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں یہ حکم سب کو شامل ہے البتہ ایک بہن کے انتقال کے بعد دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔

آیت کے اخیر میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ فرما کر بتلا دیا گیا کہ ایام جاہلیت میں جو کچھ تم سے صادر ہو چکا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا یا اب اسلام لانے کے بعد ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے جو ہو چکا سو معاف ہے آئندہ ممنوعہ نکاح سے پرہیز کیا جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ آپ نے جو ہمارے لئے حدود مقرر فرمائی ہیں انکے اندر ہمیں رہنا نصیب فرمائیں اور ان سے تجاوز کرنے سے بچائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

وَالْمُحْصَنٰتُ

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ

اور حرام کی گئیں وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوک ہو جاویں اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے (اور ان عورتوں کے

وَ	الْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	كِتٰبَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَاُحِلَّ	لَكُمْ
اور	خاوندوالی عورتیں	سے	عورتیں	مگر	جو۔جس	مالک ہو جائیں	تمہارے داہنے ہاتھ	اللہ کا حکم ہے	تم پر	اور حلال کی گئیں	تمہارے لئے

مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ

سوا اور عورتیں) تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یوں کہ تم اُن کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے نکاح میں لاؤ اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف

مَا وَرَآءَ	ذٰلِكُمْ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	بِاَمْوَالِكُمْ	مُّحْصِنِيْنَ	غَيْرَ	مُسٰفِحِيْنَ	فَمَا	اسْتَمْتَعْتُمْ
سوا	اِن کے	کہ	تم چاہو	اپنے مالوں سے	قید (نکاح) میں لانے کو	نہ	ہوس رانی کو	پس جو	تم نفع (لذت) حاصل کرو

بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

مستی ہی نکالنا نہ ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے متمتع ہوئے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور مقرر ہوئے بعد بھی

بِهٖ	مِنْهُنَّ	فَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	تَرٰضَيْتُمْ	بِهٖ
اس سے	ان میں سے	تو ان کو دو	ان کے مہر مقرر کئے ہوئے	اور نہیں	گناہ	تم پر	اس میں جو	تم باہم رضامند ہو جاؤ	اس سے

مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ اُس میں تم پر کوئی گناہ نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

مِنْ بَعْدِ	الْفَرِيْضَةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	
اس کے بعد	مقرر کیا ہوا	بیشک	اللہ	ہے	جاننے والا	حکمت والا	

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے

گذشتہ آیت میں ان عورتوں کی جن سے نکاح ممنوع ہے کی تین قسمیں بیان ہوئی تھیں۔

اب آگے اس آیت میں ایک چوتھی قسم بیان فرمائی گئی یعنی جو عورتیں کسی کے نکاح میں ہیں اوران کے خاوند موجود ہیں تو ان سے نکاح حرام ہے جب تک کہ ان کے خاوند نہ مریں یا طلاق نہ دیں اور وفات یا طلاق کی عدت نہ گزر جائے تو دوسروں کو ان سے نکاح درست نہیں۔

دارالحرب سے غنیمت میں آئی ہوئی کافروں کی منکوحہ کا حکم

مگر اس قسم میں سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہیں جو کہ شرعاً مسلمانوں کے قبضہ میں مملوکہ باندی ہو کر آجائیں جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں نے دارالحرب کے کافروں سے جہاد کیا اور وہاں سے کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے اور ان کے شوہر وہیں دارالحرب میں رہ گئے تو وہ عورت جس مسلمان کو غنیمت میں ملے گی وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اگرچہ اس کا شوہر دارالحرب میں زندہ موجود ہو اور اس نے طلاق بھی نہ دی ہو کیونکہ وہ عورتیں غنیمت میں تقسیم ہو جانے کے بعد جب مسلمانوں کی مملوکہ بن گئیں تو ان کا سابق نکاح ختم ہو گیا اور اب وہ غیر منکوحہ ہو گئیں۔ اور مجاہدین کے ملک میں داخل ہو جانے کی وجہ سے پہلا ازدواجی تعلق بالکل ختم ہو گیا البتہ ایسی کافرہ عورت جو دارالحرب سے پکڑی ہوئی آئے اس کے حلال ہونے کے لئے یہ

ضروری ہے کہ ایک حیض گزر جائے اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔اس سے پہلے ان سے قربت روا نہیں۔

جن سے نکاح حلال ہے ان سے نکاح کی شرائط

دوسرا حکم یہ ہوا کہ جن محرمات کا ذکر ہوا' ان کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے۔اور ان احکام کو اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے جس کی پابندی لازم ہے۔

تیسرا حکم یہ ہوا کہ جو محرمات اب تک مذکور ہوئیں ان کے علاوہ دوسری عورتیں حلال ہیں۔ اور ان سے نکاح جائز ہے۔اس میں چچا کی لڑکی' خالہ کی لڑکی پھوپھی زاد ماموں زاد بہن' ماموں اور چچا کی بیوی ان کی وفات یا طلاق دینے کے بعد' منہ بولے بیٹے کی بیوی جب وہ طلاق دے دے یا وفات پا جائے۔ بیوی مرجائے تو اس کی بہن وغیرہ وغیرہ سب جائز صورتیں ہیں۔اور یہ سب حلال کی گئی ہیں مگر مطلقاً نہیں بلکہ بعض شرائط کے ساتھ مثلاً مرد اپنا مال خرچ کر کے ان کو نکاح میں لائے یعنی مہر ہونا نکاح میں ضروری ہے۔اور بیوی بنا کر رکھنا مقصود ہوتا کہ عفت وعصمت حاصل ہو محض مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے کہ وہ صحیح غرض اور نیک مقصد سے خالی ہوتا ہے۔نہ وہاں اولاد حاصل کرنا' نہ نسل اور نسب محفوظ رکھنا نہ اپنے نفس کو حرام سے بچانا کوئی بات ان میں سے مدنظر نہیں ہوتی جبکہ یہ امور نکاح کے اور بیوی بنانے کے اہم مقاصد ہیں۔

چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ نکاح ہو جانے کے بعد جب تم عورتوں سے نفع اٹھا چکے اور خلوت ہو چکی تو اب ان کا پورا مہر دینا لازم ہے۔ بدون عورت کے معاف کئے ہوئے کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔

پانچواں حکم یہ دیا گیا کہ اگر زوجین یعنی میاں بیوی مہر مقرر کر لینے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لیں تو یہ جائز ہے اور اس میں کسی کو گناہ نہیں مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ معاف کر دے یا مرد اپنی خوشی سے مہر مقررہ سے کچھ زیادہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

شریعت کے عائلی قوانین کی اہمیت وفضیلت

میاں بیوی کا چونکہ ایک اہم رشتہ ہے۔انسانی نسل کی بقا اور اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کا مدار ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلق اور تعاون سے وابستہ ہے لہٰذا ان کے بارہ میں جو قوانین اور احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان کئے ہیں ان کا جاننا اور سمجھنا اور عمل میں لانا اشد ضروری ہے۔ازدواجی تعلقات کی مضبوطی اور فلاح و بہبود کا باعث اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے اور احکام ہی ہو سکتے ہیں خواہ ان احکام کی علت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ان کو ہر حال میں ماننا لازم ہے۔اس دور کے بہت سے پڑھے لکھے جاہل احکام خداوندی کی علتیں تلاش کرتے ہیں اگر کوئی علت ان کی سمجھ میں نہ آئی تو معاذ اللہ حکم ربی کو نامناسب یا دور حاضر کے تقاضوں کے خلاف کہہ کر ٹال دیتے ہیں ان تمام احکام کے بعد اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا' فرمایا کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کر دیا گیا اور جتلا دیا گیا کہ تم نادان ہو' اللہ جل شانہ دانا ہیں تم ناسمجھ ہو' اللہ تبارک وتعالیٰ حکیم ہیں۔اس لئے جو احکام اللہ تعالیٰ نے مشروع فرما دئے اسی کی متابعت میں تمہارے لئے خیر و برکت ہے اور اس کی مخالفت میں سراسر خسران وحرمان ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے خصوصاً ازدواجی زندگی میں جملہ حقوق اور قوانین الٰہیہ کی پابندی نصیب فرمائیں اور ہماری ازدواجی زندگی کو صلاح وفلاح دارین کا ذریعہ بنائیں۔اے اللہ آپ کے احکام وقوانین جو سراسر حکمت ومصلحت پر مبنی ہیں ان کا ہمیں اتباع نصیب فرما' اور خلاف ورزی سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔یا اللہ آپ نے ازدواجی زندگی کا جو مقصد رکھا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہم کو توفیق کاملہ نصیب فرما۔یا اللہ آپ نے مہر کی جو اہمیت رکھی ہے اور اس کے جو احکام وقوانین مقرر فرمائے ہیں ان کی ہم کو کامل پابندی نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور جو شخص تم میں پوری مقدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے

وَمَنْ	لَّمْ يَسْتَطِعْ	مِنْكُمْ	طَوْلًا	اَنْ يَّنْكِحَ	الْمُحْصَنٰتِ	الْمُؤْمِنٰتِ	فَمِنْ	مَا	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
اور جو	نہ طاقت رکھے	تم میں سے	مقدور	کہ نکاح کرے	بیبیاں	مومن (جمع)	تو۔ سے	جو	تمہارے ہاتھ مالک ہو جائیں

مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ

جو کہ تم لوگوں کی مملوکہ ہیں نکاح کر لے اور تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو

مِنْ	فَتَيٰتِكُمْ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِاِيْمَانِكُمْ	بَعْضُكُمْ	مِنْ	بَعْضٍ	فَانْكِحُوْهُنَّ	بِاِذْنِ
سے	تمہاری کنیزیں	مومن۔ مسلمان	اور اللہ	خوب جانتا ہے	تمہارے ایمان کو	تمہارے بعض	سے	بعض	سو ان سے نکاح کرو تم	اجازت سے

اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ

سو اُن سے نکاح کر لیا کرو اُن کے مالکوں کی اجازت سے اور اُن کو اُن کے مہر قاعدہ کے موافق دے دیا کرو اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جاویں

اَهْلِهِنَّ	وَاٰتُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	مُحْصَنٰتٍ	غَيْرَ	مُسٰفِحٰتٍ	وَلَا	مُتَّخِذٰتِ
ان کے مالک	اور ان کو دو	ان کے مہر	دستور کے مطابق	قید (نکاح میں آنے والیاں)	نہ کہ	مستی نکالنے والیاں	اور نہ	آشنائی کرنے والیاں

اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ

نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنالی جاویں، پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام کریں تو

اَخْدَانٍ	فَاِذَا	اُحْصِنَّ	فَاِنْ	اَتَيْنَ	بِفَاحِشَةٍ	فَعَلَيْهِنَّ	نِصْفُ	مَا	عَلَى	الْمُحْصَنٰتِ
چوری چھپے	پس جب	نکاح میں آجائیں	پھر اگر	وہ کریں	بے حیائی	تو ان پر	نصف	جو	پر	آزاد عورتیں

مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

اُن پر اُس سزا سے نصف سزا ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے یہ اس شخص کے لئے ہے جو تم میں زنا کا اندیشہ رکھتا ہو اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں

مِنَ	الْعَذَابِ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	خَشِيَ	الْعَنَتَ	مِنْكُمْ	وَاَنْ	تَصْبِرُوْا	خَيْرٌ	لَكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَحِيْمٌ
سے	عذاب (سزا)	یہ	اس کے لئے جو	ڈرا	تکلیف (زنا)	تم میں سے	اور اگر	تم صبر کرو	بہتر	تمہارے لئے	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

گذشتہ آیات سے آزاد عورتوں سے نکاح کے متعلق احکام بیان ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اور چونکہ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مصارف زیادہ ہوتے ہیں۔ اور مہر بھی زائد دینا پڑتا ہے اس لئے ہر شخص کے واسطے آزاد عورتوں سے نکاح کرنا آسان نہیں اور مجرد رہنا بھی مصلحت کے خلاف ہے۔ خطرہ سے خالی نہیں بنابریں اس آیت میں پاکدامن مسلمان شرعی باندیوں سے نکاح کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے۔

غلام یا باندی کی تعریف

یہاں آیات میں جو لونڈی، باندی یا کنیز کا ذکر آیا ہے ان سے شرعی غلام و کنیز مراد ہیں جو بوقت نزول قرآن عرب اور دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود تھے۔ یا جو اسلامی جہاد کے موقع پر کافر مرد و عورت قید کر لئے

جاتے تھے اور امیر المومنین ان کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیتے تھے۔ قیدی غلام باندی بن جاتے تھے ان میں بعض تو اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیتے اور بعض اپنے قدیم دین پر قائم رہتے۔ لیکن اب تمام دنیا سے شرعی غلام و باندی معدوم ہو گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں گھروں میں نوکر چاکر اور کام کرنے والی نوکرانیاں غلام باندی نہیں ہیں بلکہ یہ سب آزاد ہیں۔ بعض علاقوں میں جو بچوں کو اغوا کر کے لے بھاگتے ہیں اور ان کو لے جا کر کہیں بیچ دیتے ہیں اور غلام یا نوکر بنا لیتے ہیں یہ سراسر حرام ہے اور ایسا کرنے سے وہ شرعی غلام و باندی نہیں بن جاتے۔

باندی سے نکاح کی اجازت اور شرائط

یہاں اس آیت میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ جن کو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو یا اس کا سامان میسر نہ ہو تو وہ مومن باندیوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو آزاد عورت ہی سے نکاح کرنا چاہئے اور اگر مجبوراً کرنا ہی ہو تو مومن باندی سے کریں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ باندی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ اس شخص کی غلام ہوتی ہے جو اس باندی کا مالک اور آقا ہے تو اولاد کو غلامی سے بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بچوں کی ماں آزاد ہو' مگر زنا کا اندیشہ اور اس کا گناہ سخت ہے اس لئے جس کو مجرد رہنے کی بناء پر زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے بہتر ہے کہ باندی ہی سے نکاح کر لے اور اس نکاح کو قابل نفرت اور حقارت نہ سمجھے۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ بوجہ فضیلت ایمان' اسلام اور اعمال صالحہ پر ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ کنیز ایمان اور اعمال صالحہ میں آزاد مرد اور عورت سے بڑھ کر ہو دوسرے یہ کہ حسب نسب کی ظاہری کمتری پر بھی نظر نہ ہونی چاہئے کہ آزاد اور غلام سب ایک ہی جنس بنی آدم سے تعلق رکھتے ہیں اور سب ایک ہی نفس سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی ذریت ہیں۔ پھر ایسے نکاح کی شرائط بتلائی گئیں کہ باندیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو' اگر وہ اجازت نہ دیں تو باندیوں کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ باندی کو خود اپنے نفس پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ آزاد عورت کو اپنے نکاح کا اختیار رہتا ہے۔ پھر دوسری شرط یہ فرمائی کہ باندیوں سے نکاح میں بھی جو مہر رکھو وہ خوبی کے ساتھ باندی کے مالک کو پورا ادا کرو' یہ نہیں کہ باندی سمجھ کر ٹال مٹول کر دو یا پورا ادا نہ کرو' پھر تیسری شرط یہ فرمائی کہ ایسا نکاح اسی لونڈی اور باندی سے کرو جو عفیفہ اور پاک دامن ہو اور بدکار اور زنا کار یا خفیہ کسی سے آشنائی رکھنے والی نہ ہو'

شادی شدہ باندی سے اگر زنا سرزد ہو تو اس کی سزا

جب ایسی باندی سے نکاح ہو جائے اور اس کے پاک دامن رہنے کا انتظام ہو گیا تو اب اگر وہ زنا کر بیٹھے تو پھر اس کو اس سزا سے آدھی سزا ملے گی جو آزاد عورتوں کے لئے مقرر ہے۔ اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں مراد ہیں کہ جن کی سزا اگر ان سے زنا کا صدور ہو جائے تو سو درے ہیں یعنی اگر باندی سے ایسی حرکت زنا کی سرزد ہو جائے تو پھر اس کو نصف سزا یعنی ۵۰ درے مارے جانے کی سزا دی جائے گی۔

باندی سے نکاح کی اجازت کس کیلئے ہے

اخیر میں یہ بتلایا گیا کہ یہ باندیوں سے نکاح کی اجازت اسی شخص کے لئے ہے کہ جس کو یہ خطرہ اور ڈر ہو کہ اگر میں نکاح نہیں کروں گا تو زنا میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی ضبط وصبر کر کے نفس پر قابو رکھے تو باندیوں کے نکاح سے بچا رہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس طرح باندی سے جو اولاد ہوگی وہ آزاد نہ ہوگی بلکہ دوسرے کی غلام اور مملوکہ ہوگی اور بیوی کنیز ہونے کی وجہ سے مستقلاً تمہاری خدمت میں نہیں رہ سکتی بلکہ مالک کی حکم برداری بھی کرے گی لہذا بہتر یہی ہے کہ باندیوں کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے لیکن اگر بدرجہ مجبوری باندی سے نکاح کر لیا گیا تو مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں کہ بدرجہ مجبوری تم کو باندیوں سے نکاح کی اجازت دی اور تمہاری کوتاہی کو تاہی سے درگزر فرمایا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت کا نصیب فرمائیں۔ اور ان کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچائیں۔

اے اللہ ہمیں دین کی وہ سچی محبت اور عظمت عطا فرما دے کہ جو ہمارے دلوں میں غیروں کی تقلید سے نفرت بیٹھ جائے اور ہر معاملہ میں ہم کو شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب ہو جائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے تمھاری مصلحت کے احکام بیان کردے اور تم سے پہلے لوگوں کے احوال تم کو بتلادے اور تم پر توجہ فرمادے اور اللہ تعالیٰ

يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيُبَيِّنَ	لَكُمْ	وَيَهْدِيَكُمْ	سُنَنَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَيَتُوْبَ	عَلَيْكُمْ	وَاللّٰهُ
چاہتا ہے	اللہ	تاکہ بیان کردے	تمہارے لئے	اور تمہیں ہدایت دے	طریقے	وہ جو کہ	تم سے پہلے	اور توجہ کرے	تم پر	اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ

بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو تمھارے حال پر توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم

عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ	وَاللّٰهُ	يُرِيْدُ	اَنْ	يَّتُوْبَ	عَلَيْكُمْ	وَيُرِيْدُ	الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ	الشَّهَوٰتِ
جاننے والے	حکمت والا	اور اللہ	چاہتا ہے	کہ	توجہ کرے	تم پر	اور چاہتے ہیں	جو لوگ پیروی کرتے ہیں	خواہشات

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

بڑی بھاری کجی میں پڑجاؤ اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے

اَنْ	تَمِيْلُوْا	مَيْلًا	عَظِيْمًا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّخَفِّفَ	عَنْكُمْ	وَخُلِقَ	الْاِنْسَانُ	ضَعِيْفًا
کہ	پھر جاؤ	پھر جانا	بہت عظیم	چاہتا ہے	اللہ	کہ	ہلکا کردے	تم سے	اور پیدا کیا گیا	انسان	کمزور

انسانی نفس کی کمزوری

انسان زندگی کے ایک نہایت اہم باب یعنی رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات و رکوعات میں مختلف احکام انسانوں کی ہدایات کے لئے ارشاد فرمائے۔

انسان کو اپنی بعض کمزوریوں اور نفسانی خواہشات واغراض کے باعث ان احکام الٰہیہ کی اطاعت اور پابندی ناگوار ہوتی ہے اور ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان آیات میں جملہ مذکورہ احکام وقوانین الٰہیہ کی پابندی پر اور زیادہ زور دیا گیا اور تنبیہہ وتاکید کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی گئی اور ان کی مخالفت سے روکا گیا اور سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بندوں کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ اس میں بڑی مصلحت وحکمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسی ہی باتوں کا حکم دیتے ہیں جو انسانوں کے لئے سراسر نافع ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے تمام حالات کا پورا علم ہے اس لئے اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت توجہ اور مغفرت بندہ کو نصیب ہو اور اگر اس کے احکامات کی اطاعت نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ گمراہی ہدایت سے محرومی اور سراسر نقصان وخسارہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی واضح فرما دیا کہ انسان کی کمزوریوں کو وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کہاں تک اپنی خواہشات مرغوبات اور شہوات سے صبر کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام احکام میں انسان کے ضعف کو ملحوظ رکھا اور شریعت میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں فرمائی اور سخت اور دشوار احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا اور اس کو طبعی خواہش پوری کرنے کے جائز طریقے بتلادئے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت

چنانچہ اس وقت جو تین آیات تلاوت کی گئی ہیں ان میں پہلی آیات میں ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جو انبیاء اور صالحین تم سے پہلے گزرے ہیں تم ان کی راہ پر چلو اور ان کی تقلید کرو اور تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر خاص عنایت ورحمت مبذول فرمائے اور وہ عنایت ورحمت یہی ہے کہ تم کو تمہارے حال پر نہ چھوڑے بلکہ

تمہارے لئے ایسے احکام بیان فرمادے جن میں تمہارے لئے دین ودنیا کی مصلحتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہیں وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس میں حکمت ومصلحت ہے۔ آگے دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

شہوت پرستوں سے بچو

اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم پر متوجہ ہوں۔ اور ان شہوت پرستوں کی خواہش یہ ہے کہ تم راہ حق سے بہت دور ہٹ جاؤ اور ان ہی کے ہم رنگ بن جاؤ یعنی تم شہوت پرستوں کی طرف التفات نہ کرنا اور احکام خداوندی پر چلنا اسی میں تمہارا نفع ہے۔

مفسرین نے یہاں تک آیات میں شہوت پرستوں سے مختلف مراد لی ہے بعض نے یہود ونصاریٰ مراد لئے ہیں بعض نے فساق فجار زانی مراد لئے ہیں بعض نے مجوس مشرکین مراد لئے ہیں مجوسیوں کے نزدیک بہنوں اور بھتیجوں سے نکاح حلال ہے۔ یہود اپنی سوتیلی بہنوں اور بھتیجوں بھانجیوں کو حلال جانتے ہیں غرضیکہ اس آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ یہ اصحاب مذاہب باطلہ اور متبع شہوات کہ جن کے نزدیک حرام حلال کوئی چیز نہیں اور جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع اور پیرو ہیں وہ تم کو بھی راہ حق سے ہٹا کر اپنے باطل خیالات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تم ان سے ہوشیار رہنا تم خدا کے حکموں پر چلو اور ان کی بات کی طرف التفات نہ کرو' آگے تیسری آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام احکام میں انسان کے ضعف کو ملحوظ رکھا ہے اور سخت اور دشوار احکام کا اس کو مکلف نہیں بنایا۔

احکام الٰہی میں انسانی طبیعت کی رعایت

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ انسان اپنی مرغوبات اور خواہشات میں کہاں تک صبر کرسکتا ہے اس لئے اس کی خواہش پورا کرنے کے لئے اس کو جائز طریقے بتلا دئے۔ یہ نہیں کہ اس کو اقتضائے شہوت سے بالکل ہی روک دیا گیا ہو اگر آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو شرعی باندیوں سے ضرورۃً نکاح کی اجازت دیدی مہر کے بارہ میں طرفین کو باہمی رضامندی سے طے کرنے کا اختیار دیا اور باہمی مقرر شدہ مہر میں کمی بیشی اگر طرفین بخوشی منظور کر لیں تو اس کی بھی اجازت دی ضرورت کے وقت ایک سے زائد عورت سے بھی نکاح کی اجازت دی گئی بشرطیکہ عدل وانصاف ہاتھ سے نہ چھوٹے' الغرض نکاح اور عورتوں کے بارہ میں جس قدر احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئے گئے ہیں ان میں کوئی دشواری اور تنگی نہیں اور ان کی پابندی نہایت ضروری اور مفید ہے اور ان کے خلاف میں سرتاپا خرابی ہی خرابی ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں اور خصوصاً ازدواجی مسائل کی جو حدود وقیود شریعت اسلامیہ نے رکھی ہیں ان کی کامل اطاعت ہم کو نصیب فرمائیں۔ اے اللہ آپ نے جو احکام ہر بندوں کو عطا فرمائے ہیں بے شک اسی کی اتباع میں ہمارے دین ودنیا کی صلاح وفلاح ہے۔ اے اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کا کامل اتباع نصیب فرما۔ اور اے اللہ ہماری بشری کمزوریوں سے ہم سے جو تقصیرات سرزد ہوگئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما' اور صراط مستقیم پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔ یا اللہ آپ کے صالحین ومقبولین جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی تقلید اور پیروی ہم کو نصیب فرما۔ یا اللہ یہود ونصاریٰ' مجوس مشرک اور فساق فجار جو اپنی نفسانی خواہشات کے تابع اور پیرو ہیں ان کی طرف التفات کرنے سے ہمیں بچانا' یا اللہ آپ نے ہمارے فطری ضعف اور کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے لئے جو احکام اور قوانین مقرر فرمائے ہیں یہ آپ کا کرم ورحم ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنے احکام کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَاْكُلُوْۤا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ	بِالْبَاطِلِ	اِلَّاۤ	اَنْ تَكُوْنَ	تِجَارَةً
اے	جولوگ ایمان لائے (مومن)	نہ کھاؤ	اپنے مال	آپس میں	ناحق	مگر	یہ کہ ہو	کوئی تجارت

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ

جو باہمی رضامندی سے ہو تو کوئی مضایقہ نہیں اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں اور جو شخص ایسا فعل کرے گا

عَنْ تَرَاضٍ	مِّنْكُمْ	وَلَا تَقْتُلُوْۤا	اَنْفُسَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِكُمْ	رَحِيْمًا	وَمَنْ	يَّفْعَلْ
آپس کی خوشی سے	تم سے	اور نہ قتل کرو	اپنے نفس (ایک دوسرے)	بیشک	اللہ	ہے	تم پر	بہت مہربان	اور جو	کرے گا

ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اس طور پر کہ حد گذر جاوے اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اُس کو آگ میں داخل کرینگے اور یہ امر خدا تعالیٰ کو آسان ہے جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے

ذٰلِكَ	عُدْوَانًا	وَّظُلْمًا	فَسَوْفَ	نُصْلِيْهِ	نَارًا	وَكَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا
یہ	سرکشی (زور)	اور ظلم سے	پس عنقریب	اس کو ڈالیں گے	آگ	اور ہے	یہ	پر	اللہ	آسان

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اُن میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم اُن سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دینگے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کردیں گے

اِنْ	تَجْتَنِبُوْا	كَبَآئِرَ	مَا تُنْهَوْنَ	عَنْهُ	نُكَفِّرْ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَنُدْخِلْكُمْ	مُّدْخَلًا	كَرِيْمًا
اگر	تم بچتے رہو	بڑے گناہ	جو منع کئے گئے	اس سے	ہم دور کریں گے	تم سے	تمہارے چھوٹے گناہ	اور ہم تمہیں داخل کردیں گے	مقام	عزت

ناجائز طریقہ سے کسی کا مال نہ لو

"اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ"

یعنی ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کا مال کھالینا یا ناحق طور پر کسی دوسرے کے مال میں تصرف کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

اب اس میں چوری' جھوٹ' فریب دغابازی' خیانت' رشوت' سود خوری' لوٹ مار' لاٹری' سٹہ وغیرہ وغیرہ ناجائز امور آ گئے اور ان سب طریقوں سے مال حاصل کرنے کی ممانعت ہوگئی۔ اور کسی کے مال میں ناحق وناجائز طریقوں سے تصرف کرنا حرام قرار دیا گیا لیکن جائز طریقوں کو اس حرمت سے مستثنیٰ فرمادیا اور ارشاد فرمایا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ یعنی دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو بذریعہ تجارت باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو یعنی اگر باہمی رضامندی سے خرید وفروخت سوداگری یا تجارت کرو کسی کاروبار میں شامل ہو کر مال حاصل کرو تو اس مال کا حاصل کرنا ناجائز نہیں' اب یہ باہمی رضامندی خواہ قول ہو یا فعل یا رواجی' غرضیکہ ناجائز ذرائع سے پرایا مال حاصل نہ کرنے کا حکم اور فریقین کی رضامندی سے تجارت سوداگری اور خرید وفروخت کرنے کی اجازت دی گئی لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ یہ اجازت تجارت اور خرید وفروخت کی صرف انہی صورتوں کو جائز ٹھہراتی ہے جن کا جواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے اور جو تجارت اور بیع وشرا کی شرعاً جائز

صورتیں ہیں وہی اس اجازت میں داخل ہیں۔اور جہاں تجارت کے نام پر جوا' سٹہ ریس' قمار اور سود کا معاملہ ہو وہ حقیقت کے لحاظ سے تجارت ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے اور اس طرح تجارت اور بیع و شرا کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں سب اس اجازت سے خارج ہیں۔

انسانی زندگی کا تحفظ

اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو یعنی کسی مسلمان کا خون ناحق بہانا اور بلاوجہ قتل کرنا ممنوع اور حرام ہے۔اس جملہ میں جانی حقوق کی حفاظت کا حکم آ گیا حاصل مطلب یہ نکلا کہ نہ کسی کا مال دھوکہ فریب جبر ظلم سے حاصل کرو نہ کسی کی بلاقصور جان لینے کی کوشش کرو بلکہ ایک کا مال دوسرے کی نظر میں ویسا ہی محترم ہونا چاہئے جس طرح اپنا مال ہوتا ہے اور دوسرے کی جان بھی ایسی ہی پیاری ہونی چاہئے۔ جیسے اپنی ہوتی ہے۔آگے ان اللہ کان بکم رحیما' فرمایا کہ جتلا دیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں کہ جان مال کا احترام تم پر واجب کر دیا اور بلاوجہ کسی کے مال و جان میں تصرف کرنے سے منع فرما دیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیر ہی خیر ہے۔

کسی کے مال و جان میں ظلم کرنے والے کا انجام

اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اس طور پر کہ حد شرع سے گزر جائے اور اس طور پر کہ قصداً ظلم کرے تو ہم عنقریب یعنی بعد الموت اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

یعنی جو شخص کسی کے مال اور جان پر چیرہ دستی کرے گا اور ناحق کسی کا مال مارے گا یا جان لے گا تو اس کو اس کی سزا میں جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہاں کسی کی دولت ناجائز جمع کیا ہوا مال اور ناجائز حاصل کی ہوئی وجاہت و حکومت کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا' یہ بات اللہ تعالیٰ کو بالکل آسان ہے یعنی جہنم میں داخل کرنا اور بداعمالیوں کی سزا دینا کچھ دشوار نہیں' اللہ تعالیٰ کو اس میں کچھ اہتمام کی حاجت نہیں' جس میں اس احتمال کی گنجائش ہو کہ شاید کسی وقت اہتمام اور سامان جمع نہ ہوا تو سزا ٹل جائے گی۔

احکام الٰہی کی خلاف ورزی سے بچنے والوں کیلئے انعام

آخری آیت سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں کچھ کبیرہ یعنی بڑے گناہ کچھ صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ تو یہاں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمت کر کے کبیرہ گناہوں سے دور رہے تو اس کے صغیرہ گناہوں کو وہ خود معاف فرما دیں گے اور کبیرہ گناہوں سے بچنے میں یہ بھی داخل ہے کہ تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے کیونکہ فرض و واجب کو ترک کرنا خود ایک کبیرہ گناہ ہے تو یہاں جو یہ فرمایا گیا کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے پر خفیف برائیاں یعنی چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول حالت جو اس آیات میں مراد ہے وہ یہ ہے کہ گناہ صغیرہ تو سرزد ہو گیا لیکن ساتھ ہی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا اور پابندی سے طاعات ضروریہ بھی بجالاتا رہا تو اس صورت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ صغائر معاف کر دئے جائیں گے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ طاعت ضروریہ کا تو پابند ہو مگر کبیرہ گناہ سے نہیں بچتا'

تیسری حالت یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے تو بچتا ہے مگر طاعات واجبہ بجا نہیں لاتا تو ان دونوں صورت میں ایک ایک شرط کی کمی ہے۔ اس لئے دوسری اور تیسری صورت میں تکفیر صغائر کا وعدہ نہیں اور یوں فضل و کرم کی بات دوسری ہے وہ خود کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہو سکتی ہے اور چونکہ ان صورتوں میں وعدہ معافی نہیں اس لئے آخرت میں احتمال مواخذہ رہے گا۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ

یہاں آیات میں کبائر کا لفظ آیا ہے اس لئے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کبیرہ کسے کہتے ہیں اور اس کے مقابل صغیرہ گناہ کی کیا تعریف ہے کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح اور جامع قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ وہ ہے کہ جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حدیث میں کوئی شرعی حد یعنی سزا

دنیا میں مقرر کی ہے یا اس کے مرتکب پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا آخرت میں جس پر جہنم اور عذاب عظیم کی وعید آئی ہے وہ سب کبیرہ ہیں اور صغیرہ وہ ہے کہ جس سے منع تو فرمایا گیا مگر اس پر غضب ولعنت وغیرہ امور کو نہیں فرمایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے گناہوں کے ارتکاب میں غفلت یا سستی برتی جائے اور انکو معمول سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ بلکہ صغیرہ گناہ کو بے پرواہی اور بے باکی کے ساتھ کیا جائے یا اس پر مداومت کی جائے تو وہ بھی کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

کبیرہ گناہ تو بغیر سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور صغیرہ گناہوں کا کفارہ اعمال صالحہ سے ہوتا رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو ہر عضو کے دھونے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا کفارہ ہو گیا چہرہ دھویا تو آنکھ' کان' ناک کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا کلی کر لی تو زبان کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا پاؤں دھوئے تو پاؤں کے گناہ دھل گئے پھر جب وہ مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر ہر قدم پر گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہوں کی فہرست

قرآن وحدیث کی رو سے فقہانے جو گناہ کبیرہ جمع کئے ہیں بعض بڑے بڑے ان میں سے یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' ناحق خون کرنا' زنا کرنا' یتیموں کا مال کھانا ماں باپ کو ستانا لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا' کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا ظلم کرنا' امانت میں خیانت کرنا' خدا کی رحمت سے ناامید ہونا' خدا کا مقرر کردہ کوئی فرض مثل نماز روزہ حج زکوۃ چھوڑ دینا' قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا' جھوٹ بولنا خصوصاً جھوٹی قسم کھانا اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا سود لینا جوا کھیلنا راگ باجا سننا' ناچ دیکھنا' کافروں کی رسمیں پسند کرنا' ہجرت کے بعد کفرستان میں آ کر بسنا' اناج کی گرانی سے خوش ہونا' جہاد سے بھاگنا' وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا جادو کرنا' اپنی ضرورت سے زائد پانی کو حاجت مندوں سے روک رکھنا جھوٹی گواہی دینا چھوٹے گناہوں پر اصرار اور ان کو چھوڑنے کی بجائے برابر کرتے رہنا' شراب پینا' چوری کرنا' غصب' تہمت' قطع رحمی' ناپ تول میں خیانت کرنا' رشوت لینا' میاں بیوی میں ناچاقی کرا دینا' سور کا گوشت کھانا مردار کھانا' یہ سب گناہ احادیث میں تصریحاً گناہ کبیرہ فرمائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں الغرض جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بھول چوک سے چھوٹے گناہوں کی نوبت آ جاتی ہے تو کبائر سے بچنے پر صغائر کی معافی کا وعدہ ہے بلکہ مزید بشارت ہے کہ وَّنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ہم تم کو ایک معزز جگہ یعنی بہشت میں داخل کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس معزز جگہ داخل ہونا ہم سب کو بھی نصیب فرمائیں۔ آمین'

دعا کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کے گناہ سے بچائیں۔ اور جائز اور مشروع طریقوں سے ہم کو اکل حلال نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دوسروں کے جان مال کے حقوق کی پابندی اور ان کا احترام ہم کو نصیب فرما اور ہم کو کسی کے جان مال میں بے جا تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔

اے اللہ ہمیں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور جو گذشتہ میں ہم سے گناہ سرزد ہو گئے ان پر ہم کو سچی توبہ کی توفیق رحمت فرما اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور ہم کو اپنے عزت والے گھر میں ہمیشہ کے لئے داخلہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ

اورتم کسی ایسے امر کی تمنامت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ ثابت ہے

وَلَا	تَتَمَنَّوْا	مَا فَضَّلَ	اللّٰهُ	بِهٖ	بَعْضَكُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	لِلرِّجَالِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبُوْا
اور نہ	آرزو کرو	جو بڑائی	اللہ	اس سے	تم میں سے بعض	پر	بعض	مردوں کے لئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا

وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اورعورتوں کے لئے اُن کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کی درخواست کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

وَلِلنِّسَاۗءِ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	اكْتَسَبْنَ	وَسْـَٔـلُوا	اللّٰهَ	مِنْ فَضْلِهٖ	اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ
اورعورتوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور سوال کرو	اللہ	اس کے فضل سے	بیشک اللہ	ہے	ہر	چیز

عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کردیئے ہیں، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں

عَلِيْمًا	وَلِكُلٍّ	جَعَلْنَا	مَوَالِيَ	مِمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدٰنِ	وَالْاَقْرَبُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	عَقَدَتْ	اَيْمَانُكُمْ
جاننے والا	اور ہر ایک کیلئے	ہم نے مقرر کئے	وارث	اس سے جو	چھوڑ مریں	والدین	اور قرابت دار	اور وہ جو کہ	بندھ چکا	تمہارا عہد

فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

اُن کو اُن کا حصہ دے دو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں

	فَاٰتُوْهُمْ	نَصِيْبَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰي	كُلِّ شَيْءٍ	شَهِيْدًا	
	توان کو دے دو	ان کا حصہ	بیشک	اللہ	ہے	اوپر	ہر چیز	گواہ (مطلع)	

شانِ نزول: ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے ایک بار حضرت ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور اظہار تمنا عرض کیا کہ کاش ہم مرد ہوتے تو ہمیں بھی مردوں کی طرح دگنا حصہ ملتا اور دوسرے احکام میں بھی ان کے دوش بدوش ہوتے کہ فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہے۔ دوسری روایت میں سبب نزول یہ بھی ہے کہ ایک صحابیہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد کو میراث میں دوہرا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے آدھی ہے کیا اسی طرح اور عبادات اور اعمال میں ہم کو ثواب بھی نصف ہی ملے گا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں دونوں کا جواب ہے یعنی حضرت ام سلمہؓ کے قول کا اور ان صحابیہ کے بھی سوال کا چنانچہ پہلے ارشاد ہوا وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو مثلاً (مردوں کو) بعضوں پر مثلاً (عورتوں پر) فوقیت بخشی ہے جیسے میراث میں مردوں کا دوہرا حصہ ہونا یا ان کی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ ذالک مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کسی امر میں فضیلت اور برتری عطا فرمائے اور اسے اس میں ممتاز کردے تو اس کی ہوس دوسرا نہ کرے کیونکہ اس سے پھر حرص اور باہمی حسد و بغض پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت کی مخالفت بھی ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

دوسروں کا مال و متاع دیکھ کر حرص نہ کرو

اس جملہ میں سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بہ تقاضائے حکمت و مصلحت جو کمالات و فضائل لوگوں میں تقسیم فرمائے ہیں کسی کو کوئی وصف دیدیا، کسی کو کوئی، کسی کو کم کسی کو زیادہ، اس میں ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی ہو خوش رہنا چاہئے دوسرے کے فضائل و کمالات کی تمنا میں نہ پڑنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ اپنے لئے رنج و غم اور حسد کے گناہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا جس کو حق تعالیٰ نے مرد بنا دیا وہ اس پر شکر ادا کرے جس کو عورت بنا دیا وہ اس پر راضی رہے اور سمجھے کہ اگر میں مرد ہو جاتی تو شاید مردوں کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکتی اور گناہ گار ہو جاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب صورت پیدا کیا وہ اس پر شکر گزار ہو کہ اس کو یہ نعمت ملی اور جو بد صورت ہے وہ بھی رنجیدہ نہ ہو اور سمجھے کہ میرے لئے اسی میں کوئی خیر مقدر ہو گی اگر مجھے حسن و جمال ملتا تو شاید کسی فتنہ اور خرابی میں مبتلا ہو جاتا اسی طرح جو شخص نسب کے اعتبار سے سید ہیں وہ اس پر شکر کرے کہ یہ نسبت اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے اور جس کو یہ نسبت حاصل نہیں وہ اس فکر میں نہ پڑے اور اس کی تمنا بھی نہ کرے کیونکہ یہ چیز غیر اختیاری ہے اپنی کسی کوشش سے حاصل ہونے والی نہیں تو اس کی تمنا سے بجز رنج و غم کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ بجائے نسب پر افسوس کرنے کے اعمال کی فکر میں زیادہ پڑے ایسا کرنے سے وہ بڑے نسب والوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

علمی و اخلاقی کمال میں مسابقت و جدوجہد

بعض آیات قرآنی اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسابقت فی الخیرات یعنی نیک کاموں میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش و سعی کا حکم یا دوسروں کے فضائل و کمالات کو دیکھ کر ان کی تحصیل کے لئے سعی و عمل اور جدوجہد کی ترغیب آئی ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ وہ ترغیب ان اعمال و افعال سے متعلق ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں اور کسب و جدوجہد سے حاصل ہو سکتے ہیں مثلاً علمی فضائل اور عملی اخلاقی کمالات کسی کے دیکھ کر ان کے حاصل کرنے کی جدوجہد یہ تو مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے۔ یعنی جو کچھ اعمال صالحہ وغیرہ مردوں نے کسب و عمل کے ذریعہ حاصل کیا ان کو اس کا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا۔ اور جو عورتوں نے سعی اور عمل کے ذریعہ اعمال خیر حاصل کئے ان کو اس کا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا۔ مطلب یہ کہ خواہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ اور اجر و ثواب آخرت میں ملے گا۔

میراث کے حصول میں تغیر و تبدل کی خواہش نہ کرو

آگے دوسری آیات میں جیسا کہ شان نزول میں بیان کیا گیا کہ میراث کے متعلق بھی بعض عورتوں نے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ ہم اگر مرد ہوتے تو ہمیں بھی دوہرا حصہ ملتا تو اسی کی مناسبت سے اس دوسری آیات میں میراث کے قانون کا اعادہ اس نوع سے فرمایا گیا کہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ' اور ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور دوسرے رشتہ دار اپنے مرنے کے بعد چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہر ایک کا حصہ اپنے علم و حکمت سے مقرر کر دیا ہے اس میں تغیر و تبدل کی تمنا اور خواہش نہیں کرنا چاہئے۔

قانون میراث سے پہلے کے عہد و پیمان

آگے ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا۔

یہاں آیات میں عہد و پیمان کی بناء پر جو حصہ دینا مذکور ہے یہ ابتدائی اسلام میں تھا شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے دو دو اصحاب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا وہی ایک دوسرے کے مرنے پر مال کے وارث ہوتے بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ حکم نازل ہوا کہ میراث تو اقارب اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے رہے منہ بولے بھائی تو ان کے لئے میراث نہیں ہاں زندگی میں ان کے ساتھ سلوک کرو اور مرتے وقت ان کے لئے کچھ وصیت کر دو تو یہ مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ آپ نے جو قوانین و احکام ہم بندوں کے لئے اتارے ہیں انہی میں سراسر ہماری مصلحت ہے ہم کو دل و جان سے اپنے احکام کی اطاعت نصیب فرمائیے۔ اور ان کی خلاف ورزی سے بچائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں،

اَلرِّجَالُ	قَوّٰمُوْنَ	عَلَى	النِّسَآءِ	بِمَا	فَضَّلَ	اللّٰهُ	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	وَبِمَا	اَنْفَقُوْا	مِنْ
مرد	حاکم۔نگران	پر	عورتیں	اس لئے کہ	فضیلت دی	اللہ	ان میں سے بعض	پر	بعض	اور اس لئے کہ	انہوں نے خرچ کئے	سے

اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو اُن کی بد دماغی کا احتمال ہو

اَمْوَالِهِمْ	فَالصّٰلِحٰتُ	قٰنِتٰتٌ	حٰفِظٰتٌ	لِّلْغَيْبِ	بِمَا	حَفِظَ	اللّٰهُ	وَالّٰتِىْ	تَخَافُوْنَ	نُشُوْزَهُنَّ
اپنے مال	پس نیکوکار عورتیں	تابع فرمان	نگہبانی کرنے والیاں	پیٹھ پیچھے	اس سے جو	حفاظت کی	اللہ	اور وہ جو	تم ڈرتے ہو	ان کی بدخوئی

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ

تو اُن کو زبانی نصیحت کرو اور اُن کو اُن کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو اور اُن کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو

فَعِظُوْهُنَّ	وَاهْجُرُوْهُنَّ	فِى الْمَضَاجِعِ	وَاضْرِبُوْهُنَّ	فَاِنْ	اَطَعْنَكُمْ	فَلَا تَبْغُوْا	عَلَيْهِنَّ	سَبِيْلًا
پس اُن کو سمجھاؤ	اور ان کو تنہا چھوڑ دو	خواب گاہوں میں	اور ان کو مارو	پھر اگر	وہ تمہارا کہا مانیں،	تو نہ تلاش کرو	ان پر	کوئی راہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اُوپر والوں کو اُن دونوں میاں بی بی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے

اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيًّا	كَبِيْرًا	وَاِنْ	خِفْتُمْ	شِقَاقَ	بَيْنِهِمَا	فَابْعَثُوْا	حَكَمًا	مِنْ	اَهْلِهٖ	وَحَكَمًا
بیشک	اللہ	ہے	سب سے اعلیٰ	سب سے بڑا	اور اگر	تم ڈرو	ضد (کشمکش)	ان کے درمیان	تو مقرر کر دو	ایک منصف	سے	مرد کا خاندان	اور ایک منصف

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿٣٥﴾

اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ اُن میاں بیوی میں اتفاق فرما دیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں

مِنْ	اَهْلِهَا	اِنْ	يُّرِيْدَا	اِصْلَاحًا	يُّوَفِّقِ	اللّٰهُ	بَيْنَهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	خَبِيْرًا
سے	عورت کا خاندان	اگر	دونوں چاہیں گے	صلح کرانا	موافقت کر دے گا	اللہ	ان دونوں میں	بیشک	اللہ	ہے	بڑا جاننے والا	بہت باخبر

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک صحابی اپنی بیوی پر کسی بات پر ناراض ہوئے اور ان کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ صحابیہ نے اپنے والد سے شکایت کی تو والد ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے حکم دیدیا کہ عورت خاوند سے بدلہ لے لے مگر اسی وقت یہ آیات نازل ہو گئیں جن میں آخری درجہ میں مرد کے لئے عورت کی مار پیٹ کو بھی جائز قرار دیا گیا اور اس پر مرد سے قصاص یا انتقام لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حق تعالیٰ کا حکم سنایا اور انتقام لے لینے کا پہلا فیصلہ منسوخ کر دیا۔

مرد عائلی نظام کا سربراہ ہے

ان آیات میں پہلے ارشاد فرمایا گیا اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر''

یہاں مردوں کے لئے لفظ قوام آیا ہے۔ قوام عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور سنبھالنے والا چلانے والا ہو۔ اس لئے اردو میں قوام کا ترجمہ حاکم سے کیا گیا یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر یعنی جس طرح ملکی، سلطنتی اور ریاستی نظام میں کسی سربراہ یا امیر یا حاکم کا ہونا ضروری ہے اسی طرح عائلی نظام جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک سربراہ، امیر یا حاکم کی ضرورت ہے۔ تو گھر کے عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لئے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا۔

مردوں کی فوقیت کے اسباب

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ پہلی وجہ یعنی مردوں کی قدرتی اور خداداد فضیلت شریعت میں بالکل ظاہر وباہر ہے حق تعالیٰ نے بہ نسبت عورتوں کے مردوں کو عقل اور علم اور فہم اور حسن تدبر اور قوت نظریہ اور قوت عملیہ اور قوت جسمانیہ وغیرہ کہیں زائد عطا کی ہے اور نبوت و امامت اور خلافت اور وجوب جہاد اور جمعہ اور عیدین اور اذان اور خطبہ اور جماعت اور میراث میں حصہ کی زیادتی اور نکاح کی مالکیت اور تعدد ازواج اور طلاق کا اختیار اور بلا نقصان کے نماز روزہ کا پورا کرنا اور حیض و نفاس اور ولادت اولاد سے محفوظ رہنا یہ سب فضائل حق تعالیٰ نے مردوں ہی کو عنایت کیئے ہیں۔

دوسری فوقیت اور فضیلت کسبی ہے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنے مالوں میں سے بہت کچھ خرچ کیا کہ عورتوں کا مہر دیا۔ ان کا نفقہ اور خرچ اپنے ذمہ لیا تو مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو حکومت کا حق ہے۔ اس وجہ سے بھی قدرت نے عورتوں کو مردوں کے تابع اور محکوم بنایا۔

نیک خواتین کی خصوصیات

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو مرد کی حاکمیت کو تسلیم کر کے ان کی اطاعت کرتی ہیں اور خاوند کے پیٹھ پیچھے بھی اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور اپنے نفس و ناموس میں اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کی تفسیر کے طور پر ارشاد فرمایا کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو حکم دو تو اطاعت کرے اور جب غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

نافرمان خواتین اور ان کی تادیب

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

اور جن عورتوں کی بد دماغی اور بد خوئی کا تم کو قوی احتمال ہو جس کی علامت یہ ہے کہ عورت شوہر کی بات کا سختی سے جواب دے اور جب وہ اس کو اپنے پاس بلائے تو اس کے بلانے کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ وہ شوہر کے سر چڑھنے لگی پس جن عورتوں کے متعلق یہ محسوس ہو تو ان کی تادیب و تنبیہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کو نصیحت اور فہمائش کرو۔ ان کو نرمی سے سمجھاؤ۔ اگر تمہارے سمجھانے اور نصیحت کرنے سے بھی باز نہ آئیں تو پھر تادیب و تنبیہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کو بستروں اور خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو تا کہ وہ تمہاری اس بے التفاتی سے متاثر ہو کر اپنے فعل پر نادم ہو جائیں اور اپنی حالت درست کرلیں۔ اگر وہ اس شریفانہ سزا اور تنبیہ سے بھی متاثر نہ ہوں تو پھر ان کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر مار ایسی ہو کہ عورت کے بدن پر نشان نہ پڑے۔ ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے کی نوبت نہ آئے اور چہرہ پر مارنے کو مطلقاً منع فرما دیا گیا۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مسواک وغیرہ سے مارے جس سے کہ مار کا اثر و زخم نہ ہو۔ مگر اس تیسرے درجہ کی سزا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا کہ شریف اور بھلے لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مارنا گو مباح اور جائز ہے مگر نہ مارنا افضل ہے۔ بہر حال اگر اس معمولی مار پیٹ

سے بھی معاملہ درست ہو گیا تو مقصد حل ہو گیا۔

اگر تادیب سے درست ہو جائیں تو پھر بہانے تلاش نہ کرو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقعہ مت ڈھونڈو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور بڑی عظمت والے ہیں اور وہ اس بات پر قادر ہیں کہ ظالم مردوں سے مظلوم عورتوں کا بدلہ لیں اور تمہیں اپنی عورتوں پر وہ قدرت نہیں کہ جو اس علیا کبیرا کو تمام عالم پر حاصل ہے پس جب وہ باوجود اپنی رفعت اور کبریائی اور علوشان کے تم سے نرمی کا معاملہ فرماتا ہے تو تم بھی اپنی عورتوں سے نرمی کا معاملہ کرو اور خوب جان لو کہ جس قدر تم اپنے ماتحتوں پر قدرت رکھتے ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قدرت رکھتے ہیں تم زیادتی کرو گے تو اسکی سزا بھگتو گے۔

اگر میاں بیوی کا جھگڑا طول پکڑے تو مصالحت کا اصول

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا.

اور اے مسلمانو اگر قرائن سے تم کو ان دونوں میاں بی بی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسا ہی تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کے رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھا دیں اگر ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی منظور ہو گی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی میں بشرطیکہ وہ دونوں کی رائے پر عمل کریں اتفاق فرما دیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ تصفیہ کرنے والے پنچ کس راہ پر جا رہے ہیں اور ان کی کیا نیت ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو سب کو قرآنی ہدایات پر چلنا نصیب فرمائیں اور ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی نیک بخت اور اطاعت گزار بنائیں اور صالحت کے زمرہ میں انہیں شامل فرمائیں اور ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہیوں سے ہم سب کو بچائیں۔

یا اللہ ہماری خانگی اور عائلی زندگی کو خوشگوار اور مصالحت آمیز بنا اور ایک دوسرے سے حسن سلوک کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ جن گھروں میں بدمزگی پیدا ہو گئی ہو ان کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرما اور ان کے درمیان انس، محبت اور اتفاق و اتحاد پیدا فرما اور سب کو قرآنی احکام کے ماتحت امن، چین و سکون کی حیاۃ طیبہ نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

اورتم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی

وَاعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَلَا تُشْرِكُوْا	بِهٖ	شَيْئًا	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا	وَ	بِذِي الْقُرْبٰى	وَالْيَتٰمٰى
اورتم عبادت کرو	اللہ	اور نہ شریک کرو	اس کے ساتھ	کچھ۔ کسی کو	اور	ماں باپ سے	اچھا سلوک	اور	قرابت داروں سے	اور یتیم (جمع)

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دُور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور اُن کے ساتھ بھی

وَالْمَسٰكِيْنِ	وَالْجَارِ	ذِي الْقُرْبٰى	وَالْجَارِ	الْجُنُبِ	وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ	وَ	ابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا
اور محتاج (جمع)	اور ہمسایہ	قرابت والے	اور ہمسایہ	اجنبی	اور پاس بیٹھنے والے + ہم مجلس	اور	مسافر	اور جو

اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے ہیں جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَنْ	كَانَ	مُخْتَالًا	فَخُوْرَا	
تمہاری مِلک (کنیز۔غلام)	بیشک اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو	ہو	اترانے والا	بڑ مارنے والا	

حقوق اللہ کی تاکید

شروع سورۃ سے زیادہ تر حقوق ہی کا بیان ہوا تھا جس میں یتامیٰ عورتوں اور ورثاء کے حقوق کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب آگے اس آیت میں والدین دوسرے قرابت اور رشتہ داروں، فقرا و مساکین پڑوسیوں اور دوسرے تعلق داروں کے حقوق اور ان کے ساتھ معاملہ اور معاشرت کا طریق بیان فرمایا جاتا ہے۔

یہاں انسانوں کے حقوق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اور توحید کو ذکر فرمایا گیا یعنی سب سے پہلے اور سب سے مقدم حق اللہ کا ہے اس لئے حکم ہوا کہ تم اللہ کی عبادت اور اطاعت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو یعنی خدائے قدوس کو وحدہ لاشریک سمجھو اور اس کی توحید پر ایمان لاؤ اس کی ذات، اس کی صفات اس کی عبادت اور اس کی حدود و عظمت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ اور شرک کا جرم ایسا سخت و سنگین ہے کہ اگر اس سے سچی توبہ نہ کی جائے تو آخرت میں یہ جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں صاف صاف اس کی تصریح فرما دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری توحید کو بھی کامل فرمائیں اور اپنی اطاعت و بندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

والدین کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنے حق کے متصل سب سے پہلے والدین میں ماں باپ کے حقوق کو بیان فرمایا اور والدین سے سلوک و احسان کرنے کا حکم دیا۔ قرآن کریم کی اور بھی دوسری آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ہی والدین سے احسان وسلوک کا حکم فرمایا ہے اور احسان میں یہ سب امور داخل اور شامل ہیں۔

۱-ضرورت کے موافق ان کی جسمانی خدمت گزاری۔

۲- والدین کو ضرورت ہو تو ان کی حوائج اور معاشی ضروریات پورا کرنا۔

۳-نرم کلامی سے بات کرنا، تندخوئی اور درشت مزاجی سے پیش نہ آنا کہ جس سے انکی بے ادبی ہو یا دل شکنی ہو۔

۴- والدین کے دوستوں اور تعلق والوں سے بھی کوئی ایسا سلوک نہ کرنا جس سے والدین کی دل آزاری ہو۔

۵- امر شرعی کے موافق والدین جو کچھ حکم دیں اس کی تعمیل کرنا۔ یہاں تک کہ اگر ماں باپ نے اولاد کے حقوق میں کوتاہی بھی کی ہو جب بھی اولاد کے لئے والدین سے بدسلوکی کرنے کا موقع نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس وصیتیں فرمائی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل وعیال کو چھوڑ دو (مسند احمد)

رشتہ داروں سے حسن سلوک

آیت میں والدین کے بعد عام ذوی القربی یعنی تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا فرمایا گیا۔ قرآن کریم کی ایک جامع اور مشہور آیت میں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے خطبات کے آخر میں تلاوت فرمایا کرتے تھے یعنی اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اس میں بھی اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں سب کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کا اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا جس میں رشتہ داروں کی حسب استطاعت مالی اور جانی خدمت بھی داخل ہے اور ان سے ملاقات اور ان کی خبر گیری۔ ان سے قطع تعلق نہ کرنا۔ اکھڑ پن اور غرور وتکبر سے پیش نہ آنا۔ غریب رشتہ داروں کو ذلیل وحقیر نہ جاننا یہ سب شامل ہے۔

یتیموں، مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک

تیسرے نمبر پر یتامیٰ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ یتامیٰ کے بعض حقوق شروع سورت میں پہلے بھی آ چکے ہیں مگر اسکی یاددہانی پھر فرمائی جاتی ہے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک میں ان کی پاسداری ودل گیری تسلی وتشفی ان کی خبر گیری، پرورش وتربیت، نرمی اور خوش اخلاقی یہ سب حسن سلوک میں آ گیا۔

اس کے بعد مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا گیا۔ یعنی غریب غربا کی پرورش، ان کی امداد جہاں تک ممکن ہو کرنا ان کی دل شکنی نہ کرنا اور ہر قسم کی امکانی امداد سے انکو محروم نہ کرنا یہ مساکین کے ساتھ حسن سلوک میں سب داخل ہے۔

دور ونزدیک کے پڑوسی اور ہمنشیں کے ساتھ حسن سلوک

اس کے بعد جار ذی القربی یعنی پاس والے پڑوسی، قریبی ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔ یعنی قریبی ہمسایہ کی خبر گیری رکھو، بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو۔ اگر ضرورت مند ہو تو مالی امداد کرو۔ کبھی کدھار ہدیہ اور تحفہ دیتے رہا کرو۔ کوئی بات اور کام اس کو تکلیف دینے والی نہ کرو۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پڑوسی خواہ قریب ہو یا بعید۔ عزیز رشتہ دار ہو یا غیر۔ مسلم ہو یا غیر مسلم بہرحال اس کا حق ہے۔ بقدر استطاعت اس کی امداد واعانت اور خبر گیری لازم ہے البتہ جس پڑوسی کا حق علاوہ پڑوس کے دوسرا بھی ہے وہ دوسرے پڑوسیوں سے درجہ میں مقدم ہے جیسا کہ ایک حدیث میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ بعض پڑوسی وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے بعض وہ ہیں جن کے دو حق ہیں بعض وہ جن کے تین حق ہیں۔ ایک حق والا پڑوسی وہ غیر مسلم ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں۔ دو حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہے۔ تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہے۔

اس کے بعد جار الجنب یعنی دور کے پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اس میں سب اہل محلہ آ گئے۔ پڑوس کا حکم کہاں تک ہے اس میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ بعض علماء نے ہمسائیگی کا حکم چالیس گھر چاروں طرف تک لیا ہے بعض نے اہل محلہ کو ہمسائیگی کے حکم میں داخل کیا ہے۔

اس کے بعد صاحب بالجنب یعنی ساتھی اور ہم مجلس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اب یہ ساتھی خواہ سفر میں ہو یا کسی صنعت وحرفت وتجارت میں شریک ہو یا شاگرد ومرید ہو۔ یا مجلس میں پاس بیٹھنے والا ساتھی ہو۔ اس میں ریل، جہاز، بس وگاڑی وغیرہ

میں ساتھ بیٹھنے والا بھی شامل ہے غرض کہ جہاں شریعت اسلامیہ نے دور اور نزدیک کے مستقل اور دائمی پڑوسی کے حقوق واجب فرمائے اسی طرح اس شخص کا بھی حق صحبت لازم کردیا جو تھوڑی دیر کے لئے کسی مجلس یا سفر میں برابر بیٹھا ہو۔ جس میں مسلم، غیر مسلم، رشتہ دار غیر رشتہ دار سب برابر ہیں۔ اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی ہدایت فرمائی کہ تمہارے کسی قول وفعل سے اس تھوڑی دیر کے ساتھی اور ہم مجلس کو بھی ایذا نہ پہنچے۔

مسافر وغلام سے حسن سلوک

آگے وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی راہ گیر، مسافر، مہمان ان سب سے حسن سلوک کا حکم دیا کہ بقدر وسعت واستطاعت ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کریں۔

آخر میں وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ اس میں تمام مملوک، ماتحت، زیردست، غلام، باندی، خادم، نوکر چاکر، خدمت گار اور اپنے قبضہ میں جو جانور ہیں وہ بھی وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ میں داخل ہیں ان کے بھی کھانے پینے کی نگرانی رکھنا، طاقت سے زائد کام نہ لینا، ان کی گرمی، سردی کا لحاظ وخیال رکھنا۔ مقررہ وقت پر نوکروں کو تنخواہ وغیرہ دینا غرضیکہ ان سب سے خوش معاملگی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا جس کی تفصیل شریعت نے بتلادی ہے۔

تکبر کی مذمت

آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو دل میں اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور زبان سے شیخی اور بڑائی کی باتیں کرتے ہیں۔ گویا اس ارشاد سے یہ جتلایا گیا کہ جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے اس میں کوتاہی وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر، فخر، غرور ہے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔

یہ تکبر ایسی سخت اور بری چیز ہے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جہنم میں ہمیشہ کے لئے نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اور جنت میں ایسا کوئی شخص نہیں جاسکے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے مقدار تکبر ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ غرضیکہ جو لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتے اس کے کئی سبب بتلائے گئے ایک سبب تو بتلایا گیا کہ ان کے مزاج میں تکبر ہے اور اس بنا پر وہ حقوق کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے اسباب جن کی بنا پر لوگ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اگلی آیات میں بیان کئے گئے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمکو اپنے فضل سے توحید کاملہ نصیب فرمائیں اور اپنی طاعت وبندگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے جو حقوق ہم پر عائد کئے ہیں ان کو ادا کرنے کی توفیق وہمت بھی ہم کو عطا فرمائیے۔ اور اپنی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق نصیب فرمائیے خصوصاً ہم میں سے جن کے والدین موجود ہوں ان کو اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے کی پوری پوری ہمت اور توفیق مرحمت فرمائیے اور اس میں جو کوتاہیاں ہم سے ہوگئی ہوں ان کے تدارک کی توفیق نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کے آگے ہمیں گردن جھکانے کی توفیق ہو اور تکبر وغرور سے ہمارے دلوں کو پاک فرمائیے۔

یا اللہ صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی جانی ومالی خدمت کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ یتامیٰ، مساکین اور غرباء وفقراء کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خاطر خواہ خبر گیری اور دلگیری کی توفیق ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ آپ نے پڑوسیوں کے جو حقوق عائد فرمائے ہیں ان کی پوری پوری رعایت کرنے کی توفیق ہم کو عطا فرما۔

یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جس جس کے حقوق ہم پر لازم کئے ہیں ان کو خاطر خواہ طریقہ پر ادا کرنے کی فکر ہم کو نصیب ہو اور اس میں جو کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوئی ہوں ان کے تدارک کی توفیق عنایت ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دی ہے

الَّذِينَ	يَبْخَلُونَ	وَيَأْمُرُونَ	النَّاسَ	بِالْبُخْلِ	وَ	يَكْتُمُونَ	مَا	آتَاهُمُ	اللَّهُ	مِنْ	فَضْلِهِ
جولوگ	بخل کرتے ہیں	اور حکم کرتے (سکھاتے ہیں)	لوگ (جمع)	بخل	اور	چھپاتے ہیں	جو	انہیں دیا	اللہ	سے	اپنا فضل

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ

اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لئے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو دکھلانے کے لئے خرچ کرتے ہیں

وَأَعْتَدْنَا	لِلْكَافِرِينَ	عَذَابًا	مُهِينًا	وَالَّذِينَ	يُنْفِقُونَ	أَمْوَالَهُمْ	رِئَاءَ	النَّاسِ
اور ہم نے تیار کر رکھا ہے	کافروں کے لئے	عذاب	ذلت والا	اور جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	دکھاوے کو	لوگ

وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿٣٨﴾

اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر اعتقاد نہیں رکھتے اور شیطان جس کا ساتھی ہو اُس کا بُرا ساتھی ہے

وَ	لَا يُؤْمِنُونَ	بِاللَّهِ	وَلَا	بِالْيَوْمِ الْآخِرِ	وَمَنْ	يَكُنِ	الشَّيْطَانُ	لَهُ	قَرِينًا	فَسَاءَ	قَرِينًا
اور	نہیں ایمان لاتے	اللہ پر	اور نہ	آخرت کے دن پر	اور جو۔جس	ہو	شیطان	اس کا	ساتھی	تو برا	ساتھی

حقوق ادا نہ کرنے والے

گذشتہ آیات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ حقوق ادا نہ کرنے والے یا تو متکبر ہوتے ہیں جیسا اوپر بیان ہوا اور یا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں بخل اور کنجوسی غالب ہے کہ کسی کو دینے دلانے میں جان نکلتی ہے اور یا ان کو اللہ کے رسول کے ساتھ اعتقاد نہیں کہ آپؐ کے احکام کی اور ادائے حقوق کے ثواب کے وعدوں کو اور حقوق کے تلف کرنے کے عذاب کی وعیدوں کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ کفر ہے اور یا ان کی عادت نمائش اور نام ونمود کی ہے اس لئے جہاں نام ونمود کا موقعہ ہو وہاں دیتے دلاتے ہیں گو حق نہ ہو اور جہاں نمود نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی گو حق ہو اور یا ان کو سرے سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ عقیدہ نہیں یا وہ قیامت کے قائل نہیں کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور ثواب اخروی ان کو مقصود ہو اور یہ بھی کفر ہے اور ایسے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور بات یہ ہے کہ شیطان جس کا ساتھی ہوا جیسے ان مذکور لوگوں کا ہوا تو وہ تو برا ساتھی ہے وہ تو ایسا ہی مشورہ دیتا ہے اور ایسی ہی سجھاتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر اور نقصان ہو

یہود کی خصلت

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یہود مدینہ کے حق میں نازل ہوئی تھی جو بہت زیادہ مغرور تھے اور انتہا درجہ کے کنجوس تھے۔ مال خرچ کرنے میں بھی بخل کرتے تھے اور اس علم کو بھی چھپاتے تھے جو انہیں اپنی کتابوں سے حاصل ہوا تھا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت تھی اور آپ کی علامات کا بھی ذکر تھا لیکن یہود نے یہ سب جان لینے کے بعد بھی بخل سے کام لیا نہ خود اس پر عمل کیا نہ دوسروں کو بتلایا کہ وہ عمل کرتے۔

ان ہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے مال دولت میں بھی بخل کرتے ہیں اور علم وایمان کے معاملہ

میں بھی بخیل ہیں ایسے ہی لوگ نعمت خداوندی کے ناشکرے ہیں۔ اور ان کے لئے اہانت آمیز عذاب آخرت میں تیار کرلیا گیا ہے۔

بخل کی مذمت:

بہرحال ان آیات میں ایک تو بخل کی مذمت فرمائی گئی ہے بخل اور کنجوسی یعنی دوسروں پر خرچ نہ کرنا اور دوسروں کے کام نہ آنا بے رحمی اور سخت دلی کی ایک خاص صورت ہے اور یہ ایک بڑا مہلک مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں تنبیہ اور اہتمام کی وجہ سے بخل یعنی مال کو روک کر رکھنے پر بہت سی تنبیہیں ارشاد فرمائی ہیں اور اس مہلک مرض پر خصوصی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ گذشتہ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۰ میں بھی بخل کی مذمت کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کردیا

ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سخی آدمی اللہ کے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے۔ لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے کرم سے ہم کو ایمان و اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمائیں اور بخل و تکبر اور ریا جیسی مہلک بیماریوں سے ہمارے ایمان و اسلام کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو جو کچھ آپ نے عطا فرمایا ہے اور اس میں جو حقوق ہم پر عائد کئے ہیں یا اللہ ان کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہر عمل سے اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ ہمیں جو کچھ تھوڑا بہت آپ نے عطا فرمایا ہے اس میں سے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرما اور اس کو ہمارے لئے باعث اجر و ثواب آخرت بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اُن پر کیا مصیبت نازل ہو جاویگی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لے آویں اور اللہ نے جو اُن کو دیا ہے اُس میں سے کچھ خرچ کرتے رہا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ

وَمَاذَا	عَلَيْهِمْ	لَوْ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَاَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور کیا	اُن پر	اگر وہ ایمان لاتے	اللہ پر	اور یوم	آخرت	اور وہ خرچ کرتے	اس سے جو	انہیں دیا	اللہ	اور ہے	اللہ

بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ

ان کو خوب جانتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اُس کو کئی گنا کر دینگے اور اپنے پاس سے

بِهِمْ	عَلِيْمًا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَظْلِمُ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ	وَاِنْ	تَكُ	حَسَنَةً	يُّضٰعِفْهَا	وَيُؤْتِ
ان کو	خوب جاننے والا	بیشک	اللہ	ظلم نہیں کرتا	برابر	ذرہ	اور اگر	ہو	کوئی نیکی	اس کو کئی گنا کرتا ہے	اور دیتا ہے

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى

اور اجر عظیم دیں گے سو اُس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو اُن لوگوں پر گواہی دینے کے لئے

مِنْ لَّدُنْهُ	اَجْرًا	عَظِيْمًا	فَكَيْفَ	اِذَا	جِئْنَا	مِنْ	كُلِّ اُمَّةٍ	بِشَهِيْدٍ	وَّجِئْنَا	بِكَ	عَلٰى
اپنے پاس سے	ثواب	بڑا	پھر کیسا۔ کیا	جب	ہم بلائیں گے	سے	ہر امت	ایک گواہ	اور بلائیں گے	آپ کو	پر

هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ

حاضر لاویں گے اُس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہو جاویں

هٰٓؤُلَآءِ	شَهِيْدًا	يَوْمَئِذٍ	يَّوَدُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَعَصَوُا	الرَّسُوْلَ	لَوْ تُسَوّٰى	بِهِمُ	الْاَرْضُ
ان کے	گواہ	اس دن	آرزو کریں گے	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	اور نافرمانی کی	رسول	کاش برابر کر دی جائے	ان پر	زمین

	وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾	وَلَا	يَكْتُمُوْنَ	اللّٰهَ	حَدِيْثًا	
	اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے	اور نہ	چھپائیں گے	اللہ	کوئی بات	

یہود کو بخل چھوڑنے کی ترغیب

چونکہ یہود خود انتہا درجہ کے بخیل اور کنجوس تھے۔ دوسروں کو بھی اپنے قول و فعل سے اس بری صفت کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ انہی یہود کی طرف اشارہ کر کے پہلے ارشاد ہوتا ہے:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا
مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا

یعنی یہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح طور سے ایمان لے آتے اور خدا کے عذاب و ثواب اور روز قیامت کے حساب کتاب کو صحیح مان لیتے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت اور مال دولت میں سے کچھ راہ خدا میں بخلوص نیت صرف کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا۔ جب ایمان اور سخاوت میں کوئی خرابی نہیں بلکہ ثواب ہی کی امید ہے تو پھر مال سے ناجائز محبت کرنی اور نافرمان بن کر آخرت کی تباہی مول لینی کسی عقلمند انسان کا کام نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال و افعال اور عقائد اور دلی کیفیت

سب سے بخوبی واقف ہیں۔ کوئی ذرہ ان سے مخفی نہیں ہر نیک و بد کو خوب جانتے ہیں۔ پس کسی کا کوئی فعل و عمل بیکار نہیں جاسکتا ہر شخص کو اس کے کردار کی پوری جزاوسزا ملے گی۔

نیکیوں کا اجر

اسی مضمون کی تائید میں آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا

یعنی اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال حسنہ کا ثواب اور جزائے خیر میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں فرماتے بلکہ اپنی طرف سے اس میں اور اضافہ فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے علاوہ مختلف بہانوں سے اضافہ در اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بعض روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب ۲۰ لاکھ گنا تک زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی ذات تو کریم ذات ہے وہ اپنی بے پایاں رحمت سے اتنا بڑھا کر دیتے ہیں کہ حساب وشمار میں بھی نہیں آتا اور اس اجر عظیم کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے اور اس کی مقدار اور عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو بارگاہ رب العزت سے ملتا ہے۔

کافروں نافرمانوں کا انجام

اب آگے اس ترغیب کے بعد ترہیب کا پہلو اختیار کیا گیا اور جن امور کی ترغیب دی گئی ان کے نہ کرنے پر تنبیہ و وعید سنائی جاتی ہے چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اصل واقعہ اس طرح ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بدکردار کفر شعار اور سرکش و نافرمانوں کو جمع کر کے فرمائیں گے کہ تم نے یہ سرتابی انکار توحید اور اعمال صالحہ سے اعراض کیوں کیا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم سے یہ تمام کفر و شرک اور نافرمانیاں نادانی سے سرزد ہوئیں۔ ہم کو آپ کا اصلی فرمان اور حقیقی قانون معلوم نہ ہوا تھا۔ خیر و شر اور حق و باطل میں امتیاز کا کوئی روشن اور واضح معیار ہمارے پاس موجود نہ تھا۔ اس وقت ان منکرین حق کو قائل کرنے کے لئے ہر امت کے پیغمبر کو طلب کیا جائے گا اور پیغمبر علی الاعلان اظہار حقیقت کر دیں گے اور بیان کریں گے کہ ہم نے ان کو پیام الٰہی پہنچا دیا تھا۔ مکمل قانون الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی مگر انہوں نے نہ مانا اور سرکشی کی۔ اب نادانی اور جہالت کا عذر پیش کرتے ہیں اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئے گی تو اس امت کے کافر مشرک گنہگار بداطوار طبقہ کے اعمال کی توضیح ہوگی اور تمام بدافعالیوں کی باز پرس ہوگی تو یہ لوگ بھی تبلیغ احکام سے انکار کر دیں گے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا جائے گا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے کہ میں نے تمام احکام الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی۔ پورا قانون شریعت ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور سرکشی کی ہر چند ان کو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی نصیحت کی مگر سوائے عناد اور انکار کے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ بہرحال قرآن پاک کی اس آیت اور دیگر آیات میں یہ بتلایا گیا کہ قیامت میں انبیاء علیہم السلام کو بطور گواہ کے پیش کیا جائے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس پوری امت پر کس طرح گواہی دیں گے کیونکہ گواہی تو صرف دیکھی ہوئی چیز پر ہوسکتی ہے۔ تو اس بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ روزانہ صبح و شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امت کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ اور اسی علم کے موافق آپ قیامت میں گواہی دیں گے۔

دوسرا یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بالمشاہدہ تمام امت کا عطا فرما دیں۔

آخرت میں کافروں کی بدحالی

آگے چوتھی آیت میں میدان آخرت میں کافروں کی بدحالی کا

ذکر ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا

یعنی قیامت کے دن جب پیغمبروں کی شہادت ہو جائے گی اور انبیاء گواہی دے دیں گے اور اعمال ناموں میں سب کچھ موجود ہوگا اور پھر ان کے ہاتھ پیر خود اقرار کریں گے تو گنہگار نافرمان جھوٹے قرار پائیں گے اور جرم ثابت ہو جائے گا اور عذاب سے رہائی کی کوئی شکل ممکن نہ ہوگی تو اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم خاک کے ساتھ خاک ہو جاتے۔کاش ہم زمین کا پیوند بن گئے ہوتے کہ اس وقت کی پوچھ کچھ اور حساب کتاب اور عذاب سے نجات پا جاتے۔

اخیر میں لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا فرما کر بتلا دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے یعنی کفار و مشرکین اگرچہ شروع میں ثبوت جرم سے انکار کریں گے مگر بالآخر خدا تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے ان کے اعضاء خود ان کے گناہوں کے شاہد بن جائیں گے۔اور مجبوراً ان کو اپنے جرائم کا اقرار کرنا پڑے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان اور اسلام سے نوازا۔

یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرما۔اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیئے گا اور وہاں کی کامیابی اور کامرانی نصیب فرمایئے گا۔

یا اللہ ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل نصیب فرما اور میدان حشر میں آپ کی شفاعت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما دے جو ہم سے آپ کو اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش اور راضی رکھیں۔اور دنیا و آخرت دونوں جہاں میں آپ کی اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی سے بچ جائیں۔

یا اللہ قیامت کے روز اپنے عصیان و نافرمانی کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔یا اللہ ہم کو اس دنیا ہی میں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دے۔

یا اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حق تبلیغ پورا فرما دیا اور آپ نے شریعت کے احکام مکمل طور پر امت کو پہنچا دیئے۔یا اللہ میدان حشر میں ہم کو شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ندامت اور شرمندگی سے بچا لیجئے اور آپ کے متبعین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا

اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقْرَبُوْا	الصَّلٰوةَ	وَاَنْتُمْ	سُكٰرٰى	حَتّٰى	تَعْلَمُوْا	مَا	تَقُوْلُوْنَ	وَلَا
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ نزدیک جاؤ	نماز	جبکہ تم	نشہ	یہاں تک کہ	سمجھنے لگو	جو	تم کہتے ہو	اور نہ

جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ط

حالت جنابت میں بھی باستثنا تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کرلو

جُنُبًا	اِلَّا	عَابِرِيْ سَبِيْلٍ	حَتّٰى	تَغْتَسِلُوْا
غسل کی حاجت میں	سوائے	حالتِ سفر	یہاں تک کہ	تم غسل کرلو

شانِ نزول

ابتدائے اسلام میں جبکہ شراب حرام نہ ہوئی تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دعوت کی اور دعوت میں مہمانوں نے شراب بھی پی۔ اسی میں نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو امام بنایا انہوں نے مدہوشی میں سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی جگہ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ دیا لفظ لَآ چھوڑ دیا جس سے معنٰی بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اور بلا ارادہ خلاف توحید شرکیہ الفاظ ادا ہو گئے۔ بعد میں تنبیہ ہونے پر ندامت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض حال کیا گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حالت سکر میں نماز پڑھنے کو اور حقیقت میں نماز کے وقت شراب کے استعمال کو منع فرما دیا گیا۔

نماز اور اس کے آداب کی تاکید

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس خاص موقعہ پر نماز کی تاکید کے ارشاد فرمانے سے دو نفع معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ احکام کثیرہ مذکورہ بالا میں جن میں حقوق و معاملات باہمی اور عبادات جانی و مالی کا ذکر تھا ان سب کو بجالانے کے ساتھ بخل اور ریا اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقعہ ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے یعنی نماز کو اس کی شرائط اور آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرو گے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورہ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہو جائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات اور احادیث میں مذکور ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ احکام سابقہ کثیرہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دے اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کے شرائط و آداب بہت کچھ ہیں اس لئے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی نماز کا اہتمام اور التزام رکھے گا اس کو دیگر احکام جانی اور مالی میں بھی سہولت ہو گی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پروائی کرتا ہے اس سے اقامت صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں اس غرض سے اس خاص موقعہ پر نماز کے متعلق تاکید اور بعض ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنے کا حکم اس وقت تھا جب تک شراب کی حرمت اور قطعی ممانعت نازل نہ ہوئی تھی بعد میں جب شراب حرام ہوگئی تو نشہ نہ نماز کے اوقات میں درست رہا اور نہ غیر نماز کے اوقات میں پس آیت کا یہ حکم تو اب منسوخ ہے۔

شراب نوشی عرب کی پرانی عادت تھی اور پوری قوم اس عادت میں مبتلا تھی۔ بجز چند مخصوص حضرات کے جن کی طبیعت ہی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیم بنا دیا تھا کہ وہ اس خبیث چیز کے پاس کبھی نہیں گئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبوت سے پہلے بھی آپ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شراب نوشی اور نشہ کرنا حرام تھا اور اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو اس سے بچانا مطلوب اور مقصود تھا مگر

یکا یک اس کو حرام کر دیا جاتا تو لوگوں پر اس حکم کی تعمیل سخت مشکل ہو جاتی۔ اس لئے ابتداءً اس پر جزوی پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے خراب اثرات پر تنبیہ کر کے ذہنوں کو اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیا گیا چنانچہ ابتداءً اس آیت میں صرف یہ حکم ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ جس کا حاصل یہ تھا کہ نماز کے وقت نماز کا ادا کرنا تو فرض ہے اس لئے اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کی جاوے جس سے مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ ایسی خراب چیز ہے جو انسان کے لئے نماز سے مانع ہے۔ بہت سے حضرات نے تو اسی وقت سے اس کے چھوڑنے کا اہتمام کر لیا اور دوسرے مسلمان بھی اس کی خرابی اور برائی کو سوچنے لگے۔ آخر سورۂ مآئدہ کی آیت میں شراب کے ناپاک اور حرام ہونے کا قطعی حکم آ گیا اور ہر حال میں شراب پینا حرام ہو گیا۔

اور یہاں جو یہ حکم دیا گیا کہ حالت جنابت میں بھی جبکہ غسل فرض ہو نماز مت پڑھو جب تک کہ غسل نہ کر لو تو یہ حکم اس حالت کا ہے جبکہ کوئی عذر غسل کرنے سے مانع نہ ہو اور اگر عذر کی حالت ہو اور پانی کے استعمال سے معذوری اور مجبوری ہو تو اس کا حکم آیت کے اگلے حصہ میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی تیمم کی اجازت دی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور اس کو آداب ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور ان نمازوں کی برکت سے جملہ اوامر و احکام کی ادائیگی کی رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت ہمارے قلوب میں پیدا فرما دے۔

یا اللہ ہماری نمازیں ایسی ہوں کہ جو ہم سے جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرانے والی ہوں اور تمام برائیوں اور غیر شرع کاموں سے بچانے والی ہوں۔

یا اللہ ہمیں ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرما دے کہ جو ہمارے دلوں میں اہل اسلام کی طرف سے الفت و محبت کا جذبہ پیدا ہو اور ہمارے دلوں کی تمام کدورتیں دور ہو جائیں آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو اور باہمی نفرت و عداوت دور ہو جائے۔

یا اللہ شراب جیسی خبیث ناپاک اور حرام شے سے اس ملک پاکستان کو پاک فرما دے اور شراب نوشی کی لعنت کو اس ملک سے یکسر مٹا دے۔ شراب نوشی کی تباہی و بربادی سے اہل پاکستان کو بچا لے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

وَاِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	اَوْجَآءَ	اَحَدٌ	مِّنْكُمْ	مِّنَ	الْغَآئِطِ	اَوْ	لٰمَسْتُمُ	النِّسَآءَ
اوراگر	تم ہو	مریض	یا	پر-میں	سفر	یاآئے	کوئی	تم میں	سے	جائے ضرور	یا	تم پاس گئے	عورتیں

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر (ہاتھ) پھیر لیا کرو بلاشبہ

فَلَمْ تَجِدُوْا	مَآءً	فَتَيَمَّمُوْا	صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَ	اَيْدِيْكُمْ	اِنَّ
پھرتم نے نہ پایا	پانی	تو تیمم کرو	مٹی	پاک	مسح کرلو	اپنے منہ	اور	اپنے ہاتھ	بیشک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴۳)	اللّٰهَ	كَانَ	عَفُوًّا	غَفُوْرًا	
اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں	اللہ	ہے	معاف کرنیوالا	بخشنے والا	

پانی کے استعمال سے معذوری ہوتو کیا کرے

آیت کے اس حصہ میں پانی سے معذوری کی تین صورتیں بتلائی گئیں۔ایک بیماری کہ پانی اس میں ضرر کرتا ہے۔دوسری صورت یہ کہ سفر درپیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کر لے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا۔تیسری صورت یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں۔اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کی ضروری ہونے کی بیان فرمائیں۔ایک یہ کوئی استنجے سے فارغ ہو کر آیا۔اس کو وضو کی حاجت ہے۔یا بیوی سے قربت کی ہو اور غسل کی حاجت ہو تو ان دونوں میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم دیا گیا۔

شان نزول

بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں تھے اور اس سفر میں جانے سے پہلے حضرت عائشہؓ نے اپنی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ سے ایک گلے کا ہار واپس کر دینے کے وعدہ پر مستعار لیا تھا۔وہ ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا جس کے ڈھونڈنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع قافلہ ٹھہر گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اب نہ تو ہمارے پاس پانی تھا نہ وہاں اس میدان میں کہیں پانی تھا۔لوگ میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس میری شکایتیں کرنے لگے کہ دیکھو ہم ان کی وجہ سے کیسی مصیبت میں پڑ گئے۔چنانچہ میرے والد صاحب میرے پاس آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تھے۔آتے ہی کہنے لگے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے لوگوں کو روک دیا۔اب نہ تو ان کے پاس پانی ہے اور نہ یہاں پانی کہیں نظر آتا ہے۔الغرض مجھے خوب ڈانٹا ڈپٹا۔غرض ساری رات گزر گئی صبح کو لوگ جاگے لیکن پانی نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور سب نے تیمم کیا۔ اب جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہی ہار مل گیا۔پہلے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ پر غصہ ہو کر گئے تھے۔لیکن تیمم کی رخصت کے حکم کو سن کر خوشی خوشی اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم بڑی مبارک ہو۔مسلمانوں کو اتنی بڑی رخصت ملی۔

تیمم کس طرح کرنا چاہیے

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے سے پہلے نیت یعنی دل میں ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لئے تیمم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں۔ تیمم میں نیت فرض ہے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اگر گرد زیادہ لگ جائے تو اسے جھاڑ دیں اور ہاتھوں کو تمام منہ پر پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے پھر اسی طرح دوبارہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر ماریں اور دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح پھیریں کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ جہاں ہاتھ نہ پہنچا ہو اگر بال برابر ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمم نہ ہوگا۔ اس لئے اگر انگوٹھی یا چھلہ پہن رکھا ہے تو اسے اتار کر تیمم کرنا چاہیے تاکہ کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے چھوٹ نہ جاوے۔ جو چیز کہ زمین کی جنس سے ہو اس سے تیمم کر سکتے ہیں۔ مثلاً مٹی ریت پتھر گچ' چونہ' ہڑتال' سرمہ' مردہ سنگ' گندھک' گیرو' پکی اینٹ' مٹی کے برتن خواہ اس میں پانی بھرا ہو یا خالی ہو۔ کھریا مٹی' نمک جو کان سے نکلتا ہے وغیرہ راکھ پر تیمم درست نہیں۔ اسی طرح سونا چاندی فولاد پیتل تانبہ لکڑی گھاس وغیرہ پر تیمم درست نہیں۔ تکیہ' گدا' کپڑے پر بھی تیمم درست نہیں ہاں اگر ان پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے گرد اڑتی ہے تو ان پر تیمم کر سکتا ہے تیمم وضو اور غسل کا ایک ہی طرح ہے صرف نیت الگ الگ ہے کہ اس میں وضو کے قائم مقام ہونے کا خیال کرے اور اس میں غسل کے قائم مقام ہونے کا۔ اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ اس صورت میں جب وضو ٹوٹ جائے گا تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے جس عذر کے سبب سے تیمم کیا گیا اس عذر کے زائل ہو جانے سے تیمم جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر جب پانی مل گیا تو وہ تیمم جاتا رہا۔ اور جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی باتوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور تفصیلی مسائل تیمم سے متعلق فقہ کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ وہاں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو حضر سفر' بیماری تندرستی' ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان کی برکتوں سے نوازیں۔

یا اللہ ہمیں اسلام و ایمان کی وہ محبت و عظمت عطا فرما کہ جو ہم زندگی کے ہر لمحہ میں آپ کے احکام کا خیال رکھیں اور ان کے اتباع میں اپنی سعادت سمجھیں۔

یا اللہ ہمیں ظاہری و باطنی کامل طہارت نصیب فرما اور آپ نے جو ہم کو شریعت مطاہرہ میں آسانیاں عطا کی ہیں ان کی قدر اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ

اے مخاطب کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يَشْتَرُوْنَ	الضَّلٰلَةَ	وَيُرِيْدُوْنَ
کیاتم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	مول لیتے ہیں	گمراہی	اور وہ چاہتے ہیں

اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ

کہ تم راہ سے بے راہ ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کافی

اَنْ	تَضِلُّوا	السَّبِيْلَ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِاَعْدَآئِكُمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَلِيًّا	وَّكَفٰى	بِاللّٰهِ
کہ	بھٹک جاؤ	راستہ	اور اللہ	خوب جانتا ہے	تمہارے دشمنوں کو	اور کافی	اللہ	حمایتی	اور کافی	اللہ

نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا

حامی ہے یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں سَمِعْنَا

نَصِيْرًا	مِنَ	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	عَنْ	مَّوَاضِعِهٖ	وَيَقُوْلُوْنَ	سَمِعْنَا
مددگار	سے (بعض)	وہ لوگ جو	یہودی ہیں	تحریف کرتے ہیں (بدل دیتے ہیں)	کلمات	سے	اس کی جگہ	اور کہتے ہیں	ہم نے سنا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ

وعَصَيْنَا اور اِسْمَعْ غیر مُسْمَعْ اور رَاعِنَا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے اور اگر

وَعَصَيْنَا	وَ	اسْمَعْ	غَيْرَ	مُسْمَعٍ	وَّرَاعِنَا	لَيًّا	بِاَلْسِنَتِهِمْ	وَطَعْنًا	فِى الدِّيْنِ	وَلَوْ
اور ہم نے نافرمانی کی	اور	سنو	نہ	سنوایا جائے	اور راعنا	موڑ کر	اپنی زبانوں کو	طعنہ کی نیت سے	دین میں	اور اگر

اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ

یہ لوگ یہ کلمات کہتے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ بات اُن کے لئے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی مگر ان کو خدا تعالیٰ نے اُن کے

اَنَّهُمْ	قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَاَطَعْنَا	وَاسْمَعْ	وَانْظُرْنَا	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَاَقْوَمَ	وَلٰكِنْ
وہ	کہتے	ہم نے سُنا	اور ہم نے اطاعت کی	اور سنیے	اور ہم پر نظر کیجئے	تو ہوتا	بہتر	ان کے لئے	اور زیادہ درست	اور لیکن

لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی

لَّعَنَهُمُ	اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا يُؤْمِنُوْنَ	اِلَّا قَلِيْلًا
اُن پر لعنت کی	اللہ	انکے کفر کے سبب	پس ایمان نہیں لاتے	مگر تھوڑے

شان نزول

گذشتہ آیت میں جب تیمم کا حکم نازل ہوا تو یہودی علماء نے اپنے ہاں کے سخت احکام کے مقابلہ میں اس پر تمسخر اور طعن کیا اور کہنے لگے پانی سے نجاست کا دور ہونا تو ایک معقول بات تھی بھلا خاک پر ہاتھ مار کے ہاتھ منہ پر پھرانے سے کیا ہوتا ہے؟

بالخصوص یہود عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس جا کر اسلام کی ہجو کیا کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک ڈالا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کاردان آیات میں نازل فرمایا اور چونکہ ابتدائے سورۃ سے یہاں تک احکام بیان ہوئے تھے اس جگہ سے مخالفوں کے شکوک وشبہات کا رد شروع ہوتا ہے قرآن پاک کا طرز بیان یہی ہے کہ ایک علم کے بعد دوسرا علم بیان ہوتا رہتا ہے تاکہ ایک قسم کے کلام سے مخاطب کی طبیعت پر گرانی نہ پیدا ہو۔ پھر یہود مدینہ کا اوپر بھی ذکر ہوا تھا کہ جو نہایت کنجوس اور مغرور تھے۔

اور مال کے خرچ کرنے میں انتہائی بخل سے کام لیتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اپنے قول وفعل سے بخل کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لئے یہود کی مذمت فرمائی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے متنبہ کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں۔

آیات کا خلاصہ

ان آیات میں یہود کی کجروی اور گمراہی کا بیان ہوا اور اس امر کی صراحت کر دی گئی کہ کفار خصوصاً یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اس بات کی طرف بھی لطیف اشارہ کر دیا گیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان غیر مذاہب والوں سے دینی اختلاط نہ کریں اور ان کو اپنا اندرونی دشمن خیال کریں اور ان کی فتنہ پردازیوں کو گہری نظر سے دیکھیں اور ان سے بچیں۔

ان آیات سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدتہذیبی کرنی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی لفظ کہنا یا توہین کرنا کفر ہے۔ نیز یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی سے ذاتی خصومت نہیں بلکہ انسان کی گنہ گاریاں اور کفر شعاریاں لعنت الٰہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ نور ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا

یا اللہ ہم کو اسلام وایمان کی حقیقت نصیب فرما اور زندگی اس پر استقامت عطا فرما۔

یا اللہ ہر طرح کی ظاہری وباطنی گمراہی اور ضلالت سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ دین اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری نصرت وحمایت فرما اور شریعت مطاہرہ کے احکام کا ادب وعظمت اور ان کی توقیر واتباع ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ دشمنان دین اسلام خصوصاً یہود ملعون کی شرارتوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیے۔ اور دشمنوں کے عزائم کو ناکام بنا دیجئے۔

یا اللہ یہود ونصاریٰ جو دن رات اہل اسلام میں فتنہ ڈالنے کے کوشاں رہتے ہیں ان کی فتنہ پردازیوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ اور اسلام وایمان کی برکت سے اہل اسلام کو غلبہ اور شوکت نصیب فرمائیے اور دشمنان دین کو ذلت و خواری نصیب کیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ

اے وہ لوگو جو کتاب دیے گئے ہو تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے ایسی حالت پر کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اس

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	اٰمِنُوْا	بِمَا	نَزَّلْنَا	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَكُمْ	مِّنْ قَبْلِ	اَنْ	نَّطْمِسَ
اے	وہ لوگ جو	کتاب دیے گئے (اہل کتاب)	ایمان لاؤ	اس پر جو	ہم نے نازل کیا	تصدیق کرنے والا	جو	تمہارے پاس	اس سے پہلے	کہ	ہم مٹا دیں

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

سے پہلے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور اُن کو اُن کی اُلٹی جانب کی طرح بنا دیں یا اُن پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی

وُجُوْهًا	فَنَرُدَّهَا	عَلٰٓى	اَدْبَارِهَآ	اَوْ	نَلْعَنَهُمْ	كَمَا	لَعَنَّآ	اَصْحٰبَ السَّبْتِ	وَكَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا
چہرے	پھر اُلٹ دیں	پھر	اُن کی پیٹھ	یا	ہم ان پر لعنت کریں	جیسے	ہم نے لعنت کی	ہفتہ والے	اور ہے	حکم	اللہ	ہو کر (رہتا)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ

اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہی ہو کر رہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ اُن کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے

اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَغْفِرُ	اَنْ	يُّشْرَكَ بِهٖ	وَيَغْفِرُ	مَا	دُوْنَ ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَاۗءُ	وَمَنْ	يُّشْرِكْ
بیشک	اللہ	نہیں بخشتا	کہ	شریک ٹھہرائے اس کا	اور بخشتا ہے	جو	اس کے سوا	جس کو	وہ چاہے	اور جو۔ جس	شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

بِاللّٰهِ	فَقَدِ افْتَرٰٓى	اِثْمًا	عَظِيْمًا
اللہ کا	پس اس نے باندھا	گناہ	بڑا

لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

یہود کو ایمان کی دعوت

یہاں اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود مدینہ کو دعوت دی گئی کہ تم قرآن مجید کی تصدیق کرو اور اس پر ایمان لے آؤ اور بطور اتمام حجت یہ فرمایا گیا کہ یہ کتاب تمہاری کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے بنیادی اصول متحد ہیں تو گویا قرآن پر ایمان لانا کتب سابقہ پر ایمان لانا ہے اور اس کی تکذیب کتب سابقہ کی تکذیب ہے۔ اس لئے نصیحت کی گئی کہ تم اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے بچ جاؤ جو گذشتہ امتوں کو حق کے انکار کی وجہ سے ملی اور یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ یعنی ایمان نہ لانے والوں کو ڈرایا گیا کہ ہم تمہارے چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان کو ان کی الٹی جانب یعنی گدی کی طرف صفا

چٹ بنا دیں۔ تو بعض مفسرین نے اس سے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ جو عزت و حکومت اور اقبال تم کو حاصل تھا اس کو الٹ دیں گے۔ منہ کا بگاڑنا کنایہ عزت بگاڑنے سے ہے یعنی تم کو ذلت و خواری غلامی اور اسیری میں پھر مبتلا کر دیں گے چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق یہود کو صحابہ کی فتوحات سے یہ ماتحتی جو بمنزلہ غلامی اور اسیری کے ہے پیش آئی اور یہود مدینہ سے اور اطراف عرب سے جلا وطن ہو کر نکالے گئے اور یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ یا ان ایمان نہ لانے والوں پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت ان اصحاب السبت پر کی تھی۔ اصحاب السبت یعنی سنیچر کے دن والے۔ ان کا قصہ قرآن پاک میں سورہ اعراف میں مذکور ہے اور سورۂ بقرہ میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اجازت تھی کہ سنیچر کے دن کے

علاوہ باقی تمام دنوں میں مچھلی کا شکار کریں۔ سبت سنیچر کے دن کو کہتے ہیں تو بنی اسرائیل کو ان کی شریعت میں سنیچر کے دن شکار اور دنیوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس بعد بنی اسرائیل کی ایک بستی کے لوگوں نے جو کسی دریا کے کنارے بستے تھے ہفتہ کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا اور وہ اس حیلہ سے کہ دریا میں سے پانی کی نالیاں بنا دیں اور ہفتہ کے روز سے پہلے ان نالیوں کے منہ کھول دیتے چونکہ ان کی آزمائش اللہ تعالیٰ کو منظور تھی اس لئے دریا میں ہفتہ ہی کے روز خاص طور پر سے مچھلیاں بکثرت آتیں اور دنوں میں بہت کم آتیں۔ تو ہفتہ کے دن مچھلیاں دریا میں سے ان نالیوں میں آجاتیں اگلے دن اتوار کو وہ ان نالیوں میں سے مچھلیاں جمع کر لیتے ان کے دین دار اور سمجھ دار مذہبی پیشواؤں نے انہیں منع بھی کیا کہ اس حیلہ بازی کو ترک کر دو۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کی اس چالبازی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور ان کے چہرے بندروں جیسے ہو گئے اور بعد میں وہ سب مر گئے۔ تو یہود کو اللہ تعالیٰ کی اس لعنت سے ڈرایا گیا جو بنی اسرائیل میں اصحاب سبت پر پڑ چکی تھی بوجہ ان کی نافرمانی کے۔

سب سے بڑا گناہ جو بخشا نہ جائے گا

آگے دوسری آیت میں تمام بنی نوع انسان کو عموماً اور اہل کتاب کو خصوصاً سب سے بڑے گناہ کفر و شرک کے متعلق آگاہ کیا گیا۔ یہ عظیم ترین گناہ جو اگر توبہ نہ کی گئی تو کسی صورت میں بخشا نہ جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہ خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ وہ سب قابل مغفرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بغیر توبہ کے بھی اس کے کبیرہ و صغیرہ بخش دیں خواہ تھوڑا بہت عذاب دے کر یا بلا عذاب لیکن مشرک کبھی نہیں بخشا جائے گا۔

قرآن و حدیث اور اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔ یعنی کفر و شرک سے اگر توبہ نہ کی گئی تو یہ قابل مغفرت اور معافی نہیں بلکہ ان کی سزا دائمی عذاب اور جہنم ہے اور بلا توبہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر و شرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں جو قانون الٰہیہ بتلایا گیا ہے وہ کفر و شرک کا بلا توبہ کے قابل مغفرت نہ ہونا ہے۔

دین اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے انکا اقرار کرنا یہ ایمان ہے اور ان بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کے انکار کا نام کفر ہے پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمان قلب اور زبان سے مان لئے جائیں اور کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لئے سب سے بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی ذات۔ اس کی صفات' اس کی عبادت' اس کی حدود عظمت' یا اس کے احکام میں کسی اور شریک بنا لینا۔ گویا شرک توحید کے برعکس اور منافی بات ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان سے نوازا۔ اے اللہ ہم کو اس نعمت اسلام کی قدر دانی نصیب فرما اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احکام کا فرمانبردار بنا کر زندہ رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔ یا اللہ ہم سے جو اب تک گناہ اور خطائیں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت سے ہم سب کو دین و دنیا میں نواز دے۔ یا اللہ آپ کا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت میں شامل ہونا نصیب فرمایا۔ اور اپنے تمام انبیاء اور کتب پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو ایمان حقیقی نصیب فرما اور اپنی ذات پاک کی صفات کی معرفت کاملہ عطا فرما اور اس امر کا یقین کامل نصیب فرما کہ بیشک آپ کا جو حکم ہوتا ہے وہ صادر ہو کر رہتا ہے آپ کے فیصلہ کو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے۔ یا اللہ ہمارے حق میں ہدایت اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا فیصلہ اور حکم فرما دے اور ہمارے لئے دائمی ٹھکانا اپنی رضا کے مقام جنت عالیہ میں مقدر فرما دے اور جہنم کے آزار جو کفار و مشرکین کے لئے مقدر ہو چکے ان سے ہمیں بچا لے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٤٩﴾

اے مخاطب کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں اور اُن پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

اَلَمْ تَرَ	اِلَی	الَّذِيْنَ	يُزَكُّوْنَ	اَنْفُسَهُمْ	بَلِ	اللهُ	يُزَكِّيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَلَا يُظْلَمُوْنَ	فَتِيْلًا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ جو کہ	پاک۔ مقدس کہتے ہیں	اپنے آپ کو	بلکہ	اللہ	مقدس بناتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور ان پر ظلم نہ ہوگا	دھاگے برابر

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٠﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

دیکھو تو یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے اے مخاطب کیا تو اُن لوگوں کو نہیں دیکھا

اُنْظُرْ	كَيْفَ	يَفْتَرُوْنَ	عَلَى اللهِ	الْكَذِبَ	وَكَفٰى	بِهٖٓ	اِثْمًا	مُّبِيْنًا	اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ
دیکھو	کیسا	باندھتے ہیں	اللہ پر	جھوٹ	اور کافی ہے	یہی	گناہ	صریح	کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ لوگ جو

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں

اُوْتُوْا	نَصِيْبًا	مِّنَ	الْكِتٰبِ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْجِبْتِ	وَالطَّاغُوْتِ	وَيَقُوْلُوْنَ	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
دیا گیا	ایک حصہ	سے	کتاب	وہ مانتے ہیں	بُت (جمع)	اور سرکش (شیطان)	اور کہتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)

هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ ۖ وَمَنْ

کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا تعالیٰ

هٰٓؤُلَآءِ	اَهْدٰى	مِنَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	سَبِيْلًا	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	لَعَنَهُمُ	اللهُ	وَمَنْ
یہ لوگ	راہِ راست پر	سے	جو لوگ ایمان لائے (مومن)	راہ	یہی لوگ	وہ لوگ جو	ان پر لعنت کی	اللہ	اور جس پر

يَّلْعَنِ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾	يَّلْعَنِ	اللهُ	فَلَنْ	تَجِدَ لَهٗ	نَصِيْرًا	
جس کو ملعون بنا دے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے	لعنت کرے	اللہ	تو ہرگز نہیں	تو پائے گا اس کا	کوئی مددگار	

یہودیوں کی خود فریبی کا جواب

جب یہود نے قرآن مجید کی گذشتہ درس میں بیان کی ہوئی آیت یعنی اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ سنی تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہیں ہیں بلکہ ہم تو مومن خالص اور خالص اللہ کے بندے اور پیغمبروں کی اولاد میں سے ہیں۔ پیغمبری ہماری میراث ہے۔ تقدس ہمارا نسلی حق ہے۔ ہم پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ ہمارے رات کے گناہ صبح تک خود بخود پاک ہو جاتے ہیں اور جو گناہ ہم دن میں کرتے ہیں وہ شام کو محو کر دیئے جاتے ہیں۔ ہم خدا کے بیٹے اور دوست ہیں۔ جنت میں ہمارے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔ ان کے ان تمام باطل خیالات کی تردید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ ان آیات زیر تفسیر میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''اے مخاطب کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا یعنی تعجب کے قابل ہیں جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں یعنی یہ لوگ خود بخود اپنی تعریفیں کرتے اور پاک دامن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ خود بخود پاکدامنی

کا دعویٰ کرنے سے معصومیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ ایک دوسرے کو پاکیزہ مقدس بنا سکتے ہیں۔ نہ ایک کے کہنے سے دوسرا پاکدامن ہوسکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں یعنی تزکیہ اور پاکی تو صرف خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو خدا تعالیٰ پاکدامنی اور پرہیزگاری کی توفیق عطا فرماتا ہے وہ حسب مشیت الٰہی پاکدامن ہو جاتا ہے ورنہ یہود کی طرح ایک کا دوسرے کو پاکدامن کہنا بے سود ہے پاک وہی ہے جس کو خدا پاک کرے اور پاک کہے"۔

اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومن کو مقدس بتلا چکے ہیں۔ جیسے تیسویں پارہ سورہ اعلیٰ میں اشقی یعنی کافر کے مقابلہ میں مومن کی نسبت فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى پس وہی مقدس ہوگا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود ہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

"ان یہود کو قیامت میں اس جھوٹے دعوے پر جس کا منشا کفر کو ایمان سمجھنا ہے، جو سزا ہوگی اس سزا میں ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایسے جرم پر ایسی ہی سزا لائق ہے۔"

آگے ارشاد ہوتا ہے "ذرا دیکھنے کی بات ہے کہ اپنے دعوے میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کس طرح جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور افترا پردازی اور بہتان تراشی کرتے ہیں کہیں اپنے کو اولاد خدا کہتے ہیں کہیں محبان خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور باوجود بدکار ہونے کے اپنے کو معصوم کہتے ہیں اور باوجود اس افترا بندی کے مقدس اور مقبول الٰہی ہونے کے مدعی ہیں ان کی یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے اس سے زیادہ واضح گناہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ ایک تو خدا پر اتہام لگائیں کفر و شرک کریں اور پھر اس سے انکار کریں اور تقدس کا دعویٰ کریں۔"

علم کے باوجود شرک کی حمایت کی سزا

روایات میں ہے کہ بدر کی شکست سے کعب بن اشرف جو مدینہ میں یہود کا سردار تھا بہت گھبرایا اس لئے ستر یہود کے ساتھ مشرکین مکہ کے پاس پہنچا تا کہ قریش کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرے۔ مکہ پہنچ کر کعب بن اشرف تو ابو سفیان کے گھر ٹھہرا اور باقی یہودی دیگر کفار قریش کے مکانوں میں ٹھہرے۔ جنگ کے بارہ میں باہمی تبادلہ خیالات ہوا۔ ابو سفیان نے کعب بن اشرف کے عزائم معلوم کئے جس کے جواب میں اس نے کہا کہ ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھی کتاب ہے ممکن ہے کہ تم ہم سے مکر کرتے ہو اس لئے جب تک تم ہمارے دونوں بتوں جبت اور طاغوت کو سجدہ نہ کرو اس وقت تک ہم تمہارے ساتھی نہ ہوں گے۔ چنانچہ کعب بن اشرف نے مشرکین کو خوش کرنے کے لئے اس شرک کا ارتکاب بھی کر لیا۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا کہ تم لکھے پڑھے ہو اور ہم ان پڑھ ہیں اچھا یہ بتلاؤ کہ ہم صحیح راستہ پر ہیں یا محمد؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ اپنے دین کی کچھ تفصیلات بیان کرو۔ اس پر ابو سفیان نے جواب دیا ہم خانہ کعبہ کے متولی اور خدمت گزار ہیں۔ ہم حجاج کے لئے قربانی کرتے ہیں ان کو پانی پلاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں نیز ہم اہل حرم ہیں۔ برخلاف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہ وہ اپنے آبائی مذہب اور حرم دونوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور رشتہ ناطہ توڑ کر قطع رحمی کے مرتکب ہیں ہمارا دین پرانا اور ان کا مذہب نیا ہے۔ اس پر کعب بن اشرف یہودی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی بہ نسبت تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو اسی کے متعلق آیت ۵۱-۵۲ میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے محض مشرکین کی خوشنودی کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔ ان کے اس طرح طریقۂ کفر کو طریقہ اسلام سے افضل و بہتر کہنے پر ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی اور خدائی پھٹکار کے اثرات اس قوم پر دنیا میں بھی ظاہر ہوئے اور آخرت میں بھی عذاب سے ہم کنار ہونا پڑے گا۔

دعا کیجئے: اے اللہ دشمنان اسلام جو اہل اسلام کے در پے آزار ہیں ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل فرما۔ اور ان پر دنیا و آخرت میں اپنی لعنت فرما۔ اے اللہ اپنی ناراضگی کے ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے ہمیں بچا لے اور ان تمام باتوں سے جن پر تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ ہم کو ان سے خصوصاً دور رکھئے اور کامل طور پر بچا لیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

ہاں کیا اُن کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے یا دوسرے آدمیوں سے اُن چیزوں پر جلتے ہیں

أَمْ	لَهُمْ	نَصِيبٌ	مِّنَ	الْمُلْكِ	فَإِذًا	لَّا يُؤْتُونَ	النَّاسَ	نَقِيرًا	أَمْ	يَحْسُدُونَ	النَّاسَ
کیا	ان کا	کوئی حصہ	سے	سلطنت	پھر اس وقت	نہ دیں	لوگ	تل برابر	یا	وہ حسد کرتے ہیں	لوگ

عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم

جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے انکو بڑی بھاری

عَلَىٰ	مَا آتَاهُمُ	اللَّهُ	مِن	فَضْلِهِ	فَقَدْ آتَيْنَا	آلَ إِبْرَاهِيمَ	الْكِتَابَ	وَالْحِكْمَةَ	وَآتَيْنَاهُم
پر	جو انہیں دیا	اللہ	سے	اپنا فضل	سو ہم نے دیا	آل ابراہیم	کتاب	اور حکمت	اور انہیں دیا

مُّلْكًا عَظِيمًا ۝ فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝

سلطنت بھی دی ہے سو اُن میں سے بعضے تو اُس پر ایمان لے آئے اور بعضے ایسے تھے کہ اُس سے رُوگردان ہی رہے اور دوزخ کی آتش سوزاں کافی ہے

مُّلْكًا	عَظِيمًا	فَمِنْهُم	مَّنْ آمَنَ	بِهِ	وَمِنْهُم	مَّن	صَدَّ	عَنْهُ	وَكَفَىٰ	بِجَهَنَّمَ	سَعِيرًا
ملک	بڑا	پھر اُن میں سے	کوئی ایمان لایا	اس پر	اور ان میں سے	کوئی	رُکا رہا	اس سے	اور کافی	جہنم	بھڑکتی ہوئی آگ

شانِ نزول

یہود مدینہ یہ سمجھتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور یہ ہر زمانہ میں ہمیں ہی ملنی چاہیے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عار سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم و فضل اور جاہ و جلال اور کمالات علمیہ اور عملیہ عطا فرمائے تھے اس پر یہود جلتے تھے اور کہتے تھے کہ حکومت و سلطنت ہمارا ہی حصہ ہے اور آخر کار ہمیں ہی مل کر رہے گی۔ یہود کے ان باطل خیالات کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اسی حسد اور بغض کی مذمت ہے اور ان کے حسد کو کئی وجوہ سے نامعقول قرار دیا گیا۔

یہودیوں کا حسد و بخل

یہاں ان آیات میں ایک بات تو یہ بتلائی گئی کہ کیا حکومت و سلطنت میں یہودیوں کا کچھ حصہ ہے کہ یہودی جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کی عزت گذشتہ واپس مل جائے اور جو حکومت و سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے وہ پھر قبضہ میں آ جائے تو یہ ان کا محض خیالی پلاؤ ہے اور بتلایا گیا کہ ان میں تو بخل اور کنجوسی کی صفت بد اس قدر جم گئی ہے کہ اگر ان کو حکومت و سلطنت کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے تو لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیں۔

پھر یہود کی اندرونی جلن اور حسد کو بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی روز افزوں شوکت و ترقی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کا بڑھتا ہوا زور دیکھ کر وہ لوگ جلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ نبوت و سلطنت تو ہمارا حصہ تھا۔ ہم اسرائیلی ہیں۔ ہمارے اسلاف ہی میں انبیاء و سلاطین گزرے ہیں۔ یہ اسماعیلی نسب سے نبی کیوں ہو گئے۔ اور ان کو یہ روز افزوں طاقت و عزت کیوں حاصل ہو گئی؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتلایا کہ در حقیقت نبوت و سلطنت و عزت خدا کا فضل ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے فضل سے نوازتے ہیں یہ خواہ مخواہ حسد سے جلے مرتے ہیں ایک وجہ تو یہود کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کے نامعقول ہونے کی یہ بتلائی گئی دوسری وجہ یہ بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے حضرت ابراہیمؑ کے خاندان والوں کو

کتاب آسمانی بھی دی ہے اور علم نبوت بھی دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی سلطنت بھی دی چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء گزرے جن میں بعض انبیاء سلاطین بھی ہوئے جیسے حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ تو اگر گذشتہ دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے گھرانہ کو بزرگی دی تو اب آپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اسی گھرانہ میں سے ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی تو اولاد میں سے ہیں۔ پس اگر اب آپ کو کتاب و نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اس میں تعجب اور حسد کی کیا بات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

یہاں ان آیات میں یہود کے اس حسد سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا اس پر تسلی بھی فرمائی گئی کہ اگر آپ کے زمانہ میں آپ کی رسالت اور آپ کی کتاب یعنی قرآن کریم پر کچھ لوگ ایمان نہ لاویں تو رنج کی کوئی بات نہیں یہ معاملہ تو گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بھی تسلی دی گئی کہ اگر ان کفار اور حاسدین کو دنیا میں سزا کم ہوئی یا نہ بھی ہوئی تو کیا ہوا ان کے لئے آخرت میں جہنم کی جلانے والی آگ کی کافی سزا ہے۔ اس آگ سے فرار اور بچاؤ ان کے لئے ناممکن ہے۔

حسد نہایت بری خصلت ہے

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسد ایک نہایت مذموم اور قبیح خصلت ہے جس کی حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی اور حسد کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے آدمی سے کسی نعمت کے زوال کی تمنا اور خواہش کرنا اور یہ حسد کرنا شریعت اسلامیہ میں حرام ہے اور اس کی بڑی سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''تم حسد سے بچو اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے''

''حسد کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کو فارغ البالی یا راحت و آرام میں دیکھ کر کلسے اور اُس نعمت کے جاتے رہنے کو پسند کرے''۔

حسد کا علاج

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حسد ایک قلبی مرض ہے اور اس کا علاج ایک علمی ہے اور ایک عملی ہے۔ علمی علاج تو یہ ہے کہ حاسد کو جاننا چاہیے کہ اس کا حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس محسود کا جس پر حسد کر رہا ہے کچھ بھی نہیں بگڑتا بلکہ اس کا تو اور نفع ہے کہ حاسد کی نیکیاں مفت میں اس کے ہاتھ آ رہی ہیں۔ برخلاف حاسد کے کہ اس کا دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔

اور عملی علاج حسد کا یہ ہے کہ حسد کا مقصود تو یہ ہے کہ تم محسود کی عیب جوئی کرو اور رنج و غم کے گھونٹ رات دن پیو لہٰذا تم نفس پر جبر کرو اور قصداً اس کے منشا کی مخالفت کر کے اس کی ضد پر عمل کرو۔ یعنی محسود کی تعریفیں بیان کرو اور اس کے سامنے تواضع اور اس نعمت پر خوشی و مسرت کا اظہار کرو جو اسے مرحمت ہوئی ہے جب چندروز بہ تکلف ایسا کرو گے تو محسود کے ساتھ تم کو محبت پیدا ہو جائے گی اور جب عداوت جاتی رہے گی تو حسد بھی نہ رہے گا اور اس رنج و غم اور کوفت سے تم کو نجات مل جائے گی جس میں حسد کی وجہ سے تم مبتلا ہو رہے تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور طفیل سے اہل اسلام کو جو عزت و شوکت حکومت و سلطنت عطا فرمائی تھی اس کو یا اللہ رہتی دنیا تک قائم رکھنا اور ہم کو اسلام کا سچا اتباع نصیب فرمانا۔ اور اپنے رسول پاک کا سچا اور پکا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمانا۔ اے اللہ دشمنان دین جو ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کے دشمن رہے ہیں ان سے ہماری حفاظت فرمانا۔ اے اللہ حسد و بغض جیسی ناپاک خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت اسلامیہ کی پابندی کی دولت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا

بلاشک جولوگ ہماری آیت کے منکر ہوئے ہم اُن کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے جب ایک دفعہ اُن کی کھال جل چکے گی تو ہم اُس پہلی کھال کی جگہ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِنَا	سَوْفَ	نُصْلِيْهِمْ	نَارًا	كُلَّمَا	نَضِجَتْ	جُلُوْدُهُمْ	بَدَّلْنٰهُمْ	جُلُوْدًا
بیشک	وہ لوگ	کفر کیا	ہماری آیتوں کا	عنقریب	ہم انہیں ڈالیں گے	آگ	جس وقت	پک جائینگی	ان کی کھالیں	ہم بدل دیں گے	کھالیں

غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

فوراً دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ عذاب ہی بھگتتے رہیں بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں اور جولوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

غَيْرَهَا	لِيَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
اس کے علاوہ	تاکہ وہ چکھیں	عذاب	بیشک	اللہ	ہے	غالب	حکمت والا	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	نیک

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ

ہم اُن کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اُن کے واسطے اُن میں پاک صاف بیبیاں ہوں گی

سَنُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	اَبَدًا	لَهُمْ	فِيْهَا	اَزْوَاجٌ
ہم عنقریب انہیں داخل کرینگے	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	ان کے لئے	اس میں	بیبیاں

مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾	مُّطَهَّرَةٌ	وَنُدْخِلُهُمْ	ظِلًّا	ظَلِيْلًا	
اور اُن کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کریں گے	پاک ستھری	اور ہم انہیں داخل کریں گے	چھاؤں	گھنی	

کافروں کی سزا

ان آیات میں مطلق مومن اور غیر مومن کی جزا و سزا بطور قاعدہ کلیہ کے بیان فرمائی جاتی ہے تاکہ کفر سے ترہیب کے ساتھ ایمان کی طرف ترغیب ہو جائے۔ پہلے منکرین اسلام و قرآن کا بیان ہوتا ہے جس میں تمام کفار آ گئے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا پارسی' تمام منکرین حق کے لئے آخرت کی سزا کی وعید شدید سنائی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''بلاشک جو لوگ ہماری آیات و احکامات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے۔ اور وہاں ان کی برابر یہ حالت رہے گی کہ جب ایک دفعہ ان کی کھال آگ سے جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری تازی کھال پیدا کر دیں گے تاکہ ہمیشہ عذاب ہی بھگتتے رہیں۔ بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں کہ وہ ایسی سزا دے سکتے ہیں اور حکمت والے ہیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے اپنی کتاب ''علامات قیامت'' میں لکھا ہے کہ اہل جہنم کے جسم بہت چوڑے چکلے بنا دیئے جائیں گے تاکہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے۔ مثلاً جلانا' کچلنا' سانپ بچھوؤں کا کاٹنا' کانٹوں کا چبھونا' کھال کا چیرنا' مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ اور بسبب شدت گرمی آگ کے ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے۔ یہاں تک کہ اس ایک ساعت میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے مگر جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا اور غم و حسرت و ناامیدی کی

تکلیفات علیحدہ بقدر جسامت برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھالیں بیالیس بیالیس گز موٹی ہوگی۔ ذاتت پہاڑوں کے مانند بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت کے برابر جگہ گھیریں گے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور جہنم کی آگ کی شدت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جائے کہ جو حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان چپلوں کے تسمے آگ کے ہوں گے ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا اور جوش مارے گا کہ جس طرح چولہے پر دیگچی کھولتی ہے اور اس میں جوش آتا ہے اور وہ اپنے ہی کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا حالانکہ وہ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا اور ایک حدیث میں ہے کہ اس دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

مومنوں کی جزاء

اوپر پہلی آیت میں کفار کے عذاب کا اظہار کیا گیا تھا اور کفر و نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا تھا اب دوسری آیت میں ان کے مقابلہ میں مومنوں کی نیکوکاریاں اور اطاعت شعاری کا ثواب اور جزاء بیان کیا جاتا ہے۔

یہاں اس آیت میں بھی اور قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات میں ہر جگہ امنوا کے ساتھ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بھی مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آخرت کی نعمتوں کی جو بشارات دی گئی ہیں ان کے حصول کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی شرط لگی ہوئی ہے۔ الغرض یہاں مومنین کا انجام بیان ہوا کہ وہ بہشت کے ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے کہ جس کے چپہ چپہ پر نہریں جاری ہوں گی کہ جہاں چاہیں انہیں لے جائیں۔ اپنے محلات میں باغات میں غرض جہاں جی چاہے وہیں وہ نہریں بہنے لگیں گی۔ پھر یہ تمام جنت کی نعمتیں ابدی اور پائیدار ہوں گی نہ انہیں زوال آئے گا نہ ان میں کمی ہوگی۔ نہ وہ واپس لی جائیں گی نہ کبھی فنا ہوں گی نہ سڑیں نہ بگڑیں نہ خراب ہوں نہ ختم ہوں۔

جنت کی حوریں اور گنجان سایہ

یہاں آیت میں اہل جنت کے لئے دو نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک ازواج مطہرہ اور دوسرے "ظِلًّا ظَلِيلًا" یعنی پاک صاف بیبیاں اور گنجان سایہ۔ ازواج مطہرہ کی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتیں پاک ہوں گی یعنی وہ حیض و نفاس کی گندگی اور پلیدی سے میل کچیل سے بو باس رذیل صفتوں اور برے اخلاق سے پاک صاف ہوں گی۔ دوسری نعمت اہل جنت کے لئے گنجان سایہ بتلایا گیا۔ یعنی جنت میں نہ گرمی ہو گی نہ سردی بلکہ ایسا آرام ملے گا جیسا سایہ میں بیٹھ کر ملتا ہے۔ ملک عرب چونکہ نہایت گرم ہے اس لئے وہاں کے لوگ سایہ کو غایت درجہ کی راحت و نعمت جانتے ہیں تو جنت کے سایہ کی صفات یہ ہوں گی کہ وہ بہت گھنے اور لمبے چوڑے سایہ ہوں گے جو بہت فرحت والے بڑے سرور والے۔ راحت افزا اور دل خوش کن ہوں گے۔

جنت میں چاند سورج کی روشنی نہ ہوگی بلکہ عرش کے نور کی روشنی ہوگی۔ اور روشنی اور دھوپ کے لئے خاص آفتاب کا وجود ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے نور اور تیز روشنی پیدا فرمادے۔ اخروی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ ہمیں ایمان کی حقیقت نصیب فرما اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ آپ نے اپنے نیک اور مومن بندوں کے لئے جن نعمتوں کے وعدے فرمائے ہیں اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان نعمتوں میں حصہ عطا فرمادے اور اپنی پاک جنت میں ہمارا بھی بے حساب داخلہ ہونا نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو اُن کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو

اِنَّ	اللّٰہَ	یَاْمُرُکُمْ	اَنْ	تُؤَدُّوا	الْاَمٰنٰتِ	اِلٰٓی	اَھْلِھَا	وَاِذَا	حَکَمْتُمْ	بَیْنَ	النَّاسِ	اَنْ	تَحْکُمُوْا
بیشک	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	کہ	پہنچاؤ	امانتیں	طرف (کو)	امانت والے	اور جب	تم فیصلہ کرنے لگو	درمیان	لوگ	تو	تم فیصلہ کرو

بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں

	بِالْعَدْلِ	اِنَّ	اللّٰہَ	نِعِمَّا	یَعِظُکُمْ	بِہٖ	اِنَّ اللّٰہَ	کَانَ	سَمِیْعًا	بَصِیْرًا	
	انصاف سے	بیشک	اللہ	اچھی	نصیحت کرتا ہے تمہیں	اس سے	بیشک اللہ	ہے	سننے والا	دیکھنے والا	

شانِ نزول

۲۰ رمضان یوم جمعہ ۸ھ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور آپ اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو عثمان بن طلحہ کو جو خانہ کعبہ کی کنجی رکھتے تھے اور زمانہ جاہلیت سے بیت اللہ کے کلید بردار تھے۔ ان کو بلایا اور ان سے بیت اللہ کی کنجی طلب کی۔ انہوں نے دینی چاہی اتنے میں حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ اب یہ کنجی مجھے سونپ دیجئے تا کہ میرے گھرانے میں حاجیوں کو زم زم پلانا اور کعبہ کی کنجی کا رکھنا دونوں باتیں جمع ہو جائیں یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کنجی طلب کی پھر وہی واقعہ ہوا۔ آپ نے سہ بار طلب کی اس پر عثمان بن طلحہ نے یہ کہہ کر دی کہ اللہ کی امانت کے ساتھ آپ کو دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا اندر تشریف لے گئے اور وہاں جو بت اور تصویریں تھیں سب اتروا کر باہر پھنکوایا ان تمام چیزوں کو مٹوا کر آپ باہر آئے اور خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں اس کی خدائی میں کوئی بھی ساجھی اور شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور کفر کی ساری فوجوں کو شکست دی۔ آج کفر کے سارے فخر و غرور خون کے سارے پرانے انتقام اور ایام جاہلیت کے کل جانی اور مالی دعوے و جھگڑے میرے پاؤں تلے کچل دیئے گئے اب صرف دو عہدے باقی رہیں گے ایک خانہ کعبہ کی خدمت اور کلید برداری اور دوسرے حاجیوں کو زم زم پلانے کا منصب۔ اس خطبہ کو آپ پورا فرما کر بیٹھے ہی تھے۔

حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضور کنجی مجھے عنایت فرمائی جائے تا کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو زم زم پلانے کا منصب دونوں یکجا میرے گھر میں جمع ہو جائیں لیکن آپ نے انہیں کنجی نہیں دی اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ ابھی دو پھیرے ہی ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارک کی تلاوت شروع کی۔ آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور ارشاد ہوا کہ لو عثمان ہمیشہ کے لئے یہ خدمت تمہارے سپرد ہے۔ آج کا دن وفا کا نیکی کا اور سلوک کا دن ہے۔ اس پر عثمان بن طلحہ کو بڑا تعجب ہوا لیکن جب حضرت علیؓ نے یہ آیت انہیں تلاوت کر کے سنائی تو بے ساختہ عثمان بن طلحہ مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی کے گھرانہ اور نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی رکھنے کا منصب چلا آ رہا

ہے۔ حضرت عثمان بن طلحہ کا خود اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کے روز بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ہجرت سے پہلے ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے تشریف لائے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھائی لیکن آپ نے بڑی بردباری کے ساتھ ان سخت کلمات کو برداشت کیا اور پھر فرمایا۔ عثمان! شاید تم ایک روز یہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے جبکہ مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں کنجی سپرد کردوں۔ اس وقت اس پر میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوگیا تو قریش ہلاک اور ذلیل ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے بیت اللہ میں تشریف لے گئے اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے۔ وہ سب کے سب مجھے سخت ملامت کرنے لگے اس لئے میں اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکا۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب کی جو میں نے پیش کردی۔ بیت اللہ میں داخلہ اور وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو پھر کنجی مجھ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس قیامت تک رہے گی۔ حضرت عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں نے کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا کیوں عثمان جو بات میں نے تم سے کبھی کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی کہ ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور مجھے اختیار ہوگا میں جس کو چاہوں دوں۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک آپ کا ارشاد پورا ہوا اور اس وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

امانت کی اہمیت

آیت کے پہلے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔

اس کا تشریحی اردو ترجمہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے یوں کیا ہے۔ اے اہل حکومت خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو یا بہتوں پر بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں پہنچادیا کرو" اور لفظی ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچادیا کرو۔ تو آیت کے اس جملہ کے مخاطب خاص امراء و حکام اور اہل حکومت بھی ہیں اور عام مسلمان میں ہر وہ شخص بھی مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔

امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں۔ چنانچہ آیت کے نزول کے واقعہ جو ابھی ذکر کیا گیا۔ خود اس میں بھی کوئی مالی امانت نہ تھی۔ بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا بلکہ یہ کنجی بیت اللہ کی خدمت کے ایک منصب اور عہدہ کی نشانی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں جس کے امین امراء حکام اور اہل حکومت ہوئے اور اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دیدیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ

نقل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (جمع الفوائد)

حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **المجالس بالامانة** یعنی مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونا چاہئیں مطلب یہ ہے کہ مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے۔ اہل مجلس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا پھیلانا جائز نہیں اور اگر اس کے خلاف کیا جائے تو یہ بھی ایک طرح امانت میں خیانت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے یعنی مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جان بوجھ کر خلاف اور غلط مشورہ دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہو گیا۔

قرآن پاک کے اس جملہ میں لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال کر کے ان سب امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اس لئے علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ امانت کی حقیقت یہ ہے کہ جس کسی کا جو حق تم پر واجب ہو اس کو طیب خاطر کے ساتھ ادا کر دینا کہ کسی امانت میں خیانت روا نہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ انسان کے معاملات کی کل تین قسمیں ہیں (ایک) یا تو انسان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (دوم) یا دوسرے لوگوں کے ساتھ ہے اور (تیسرے) یا اپنے نفس کے ساتھ ہے تینوں قسموں میں امانت کی رعایت ہر انسان پر فرض ہے۔

قرآن کریم میں جابجا امانت ادا کرنے کی تاکید آئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ادائے امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو **لا ایمان لمن لا امانة له، ولا دین لمن لا عهد له،** یعنی جس میں امانتداری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔

الغرض قرآن پاک کے اس ایک جملہ میں تمام اہل حقوق کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق انبیاء و صلحاء یا حقوق والدین واقربا یا حقوق زوجین واولاد۔ یا حقوق ہمسائیگان یا حقوق اہل محلہ یا حقوق اہل شہر و اہل وطن و اہل مذہب یا خود اپنے نفس کے حقوق ہوں۔ بہر صورت کسی کی حق تلفی نہ کرنے اور ہر ایک کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

عدل وانصاف

دوسرا حکم دوسرے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ یعنی جب تم لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے ساتھ کیا کرو۔

یہاں ظاہر یہی ہے کہ اس حکم کا خطاب حکام امراء اور اہل حکومت کو دیا گیا ہے کہ جو اختلافات' نزاعات اور مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ وانصاف کے ساتھ کریں یعنی کسی دباؤ یا لالچ یا شناسائی یا عزیز داری یا سفارش کے اثر سے کسی کی جانب داری نہ کریں بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق احکام جاری کریں اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ یہاں اس جملہ میں حق تعالیٰ نے بین الناس فرمایا ہے یعنی جب انسانوں' لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو۔ بین المسلمین یا بین المؤمنین نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہو گیا کہ اختلافات ونزاعات اور مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم دوست ہوں یا دشمن۔ اپنے ہوں یا بیگانہ ہم وطن ہم رنگ یا ہم زبان ہوں یا غیر ہوں۔ فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان سب تعلقات سے برتر و بالا ہو کر جو بھی حق وانصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں اور ذرہ برابر کسی کی رورعایت نہ کریں۔

دنیا کے اعتبار سے عدل وانصاف کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ

حکومت کا بقا اور استحکام عدل وانصاف پر موقوف ہے حکومت کفر کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے اور چل سکتی ہے مگر ظلم وزیادتی اور ناانصافی کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

اور دین وآخرت کے اعتبار سے عدل وانصاف کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ عدل وانصاف قیامت کے دن حق تعالیٰ کے قرب ورضا اور اعزاز واکرام کا ذریعہ ہے۔

حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکموں کو قیامت کے دن نور کے ممبروں پر بٹھایا جائے گا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات شخصوں کو عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے جبکہ سوائے عرش کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ منجملہ ان سات کے ایک عادل فرماں روا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک مظلوم کی دوسرے عادل فرماں رواں کی اور تیسرے روزہ دار کی۔

آگے ان احکام کی تاکید میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا بلاشک اللہ تعالیٰ سننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو جو لوگوں کی امانت وحقوق اور ان کے درمیان تصفیہ وفیصلہ کے متعلق تم سے صادر ہوتے ہیں خوب سنتے ہیں اور تمہارے افعال کو جو ان معاملات میں تم سے صادر ہوتے ہیں خوب دیکھتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حکم کے خلاف کرو گے یا کوتاہی کرو گے تو سزا کے مستحق ہوگے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی جملہ حقوق واجبہ کے خاطر خواہ ادا کرنے کی فکر اور توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اب تک ہم سے جو کوتاہیاں اس باب میں سرزد ہوئی ہوں ان کے تدارک کا عزم عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو قرآن پاک کے جملہ احکام پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم وہمت نصیب فرما اور ہمارے حاکم ومحکوم چھوٹے وبڑے سب کو شریعت اسلامیہ کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ

اے ایمان والوتم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اُولی الامر ہیں اُن کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف

يَٰٓأَيُّهَا	ٱلَّذِينَ	ءَامَنُوٓا۟	أَطِيعُوا۟	ٱللَّهَ	وَأَطِيعُوا۟	ٱلرَّسُولَ	وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ	مِنكُمْ	فَإِن	تَنَٰزَعْتُمْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے (ایمان والے)	اطاعت کرو	اللہ	اور اطاعت کرو	رسول	صاحب حکومت	تم میں سے	پھر اگر	تم جھگڑ پڑو

فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ

کرنے لگوتو اُس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ

فِى شَىْءٍ	فَرُدُّوهُ	إِلَى ٱللَّهِ	وَ	ٱلرَّسُولِ	إِن	كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ	بِٱللَّهِ	وَٱلْيَوْمِ	ٱلْءَاخِرِ	ذَٰلِكَ
کسی بات میں	تو اسکو رجوع کرو	اللہ کی طرف	اور	رسول	اگر	تم ایمان رکھتے ہو	اللہ پر	اور روز	آخرت	یہ

	خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝	خَيْرٌ	وَأَحْسَنُ	تَأْوِيلًا	
	امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے	بہتر	اور بہت اچھا	انجام	

شان نزول

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک دستہ حضرت خالد بن ولید کی قیادت اور سرداری میں جہاد پر روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے جب اسلامی لشکر منزل مقصود کے قریب پہنچا تو اخیر رات میں ایک پڑاؤ پر قیام کیا اور خیال کیا کہ علی الصباح کفار کی بستی پر حملہ کر دیں گے۔ کسی جاسوس سے کفار کو یہ اطلاع مل گئی اور وہ لوگ صبح ہونے سے قبل ہی بھاگ گئے اور تمام بستی ویران کر گئے۔ صرف ایک شخص وہاں باقی رہ گیا۔ اول اس نے تمام بستی کے بھاگے ہوئے لوگوں کا سامان اور اسباب جلوا دیا پھر رات کو ہی مسلمانوں کی فوج میں آ کر حضرت عمار بن یاسر سے ملا اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا کہ میری قوم کو جب تمہاری آمد کی خبر معلوم ہوئی تو سب لوگ بھاگ گئے۔ صرف میں باقی رہ گیا اور اس وقت حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اگر میرا یہ ایمان میرے لئے کل کو سودمند ہو سکتا ہے تو مجھے اطمینان دلا دیجئے ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھاگ جاؤں۔ حضرت عمار نے فرمایا ہاں تمہارا ایمان تمہارے لئے مفید ہوگا۔ تم اطمینان رکھو۔ بالآخر جب صبح ہوئی تو مسلمانوں کے سپہ سالار نے کافروں کی بستی پر یورش کی لیکن وہاں سوائے اسی ایک مرد کے اور کوئی موجود نہ تھا۔

حضرت خالد نے اسی کو گرفتار کرا لیا۔ حضرت عمار کو جب یہ خبر پہنچی تو حضرت خالد سے کہنے لگے اس شخص کو چھوڑ دو یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ اور میری امان میں ہے۔ حضرت خالد بولے تم امان دینے والے کون ہو۔ سپاہ سالار امیر لشکر میں ہوں الغرض آپس میں کچھ بات بڑھی اور معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار کی امان وہی کا حکم برقرار رکھا اور فرمایا پھر کبھی کسی امیر کے خلاف امان نہ دینا۔ حضرت خالد کی تیز کلامی پر حضورؐ نے فرمایا۔ اے خالد اپنی زبان روکو۔ یاد رکھو جو عمار کو برا بھلا کہے گا وہ خدا کا دشمن ہے اور جو عمار پر لعنت کرے گا وہ خود ملعون ہوگا۔ پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ حضرت عمار آگے آگے ہیں اور حضرت خالد ان کو منانے کے لئے خوشامد کر رہے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اسلام کے سیاسی نظام کی روح

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ یہاں اس آیت میں جو اسلام کے سیاسی اور ملکی نظام کی روح اور اصل الاصول کی کنجی ہے۔ تین باتوں کا حکم ہو رہا ہے:

(۱) اَطِيْعُوا اللّٰهَ یعنی اللہ کی اطاعت جو اس کے بھیجے ہوئے قانون اور احکام یعنی قرآن مجید کی اطاعت کرنے سے ہوگی جو چیز قرآن میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو چیز حرام ہے اس کو حرام جانو یعنی قرآن کو دستور العمل بنالو۔

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت) یہ آپ کے احکام کی تعمیل سے ہوگی آپ کا اتباع اور پیروی آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر چلنے اور اس کے موافق زندگی گزارنے سے نصیب ہوگی۔

وَاُولِي الْاَمْرِ کی اطاعت بعض کے نزدیک اس سے مراد مسلمان حکام وسلاطین مراد ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے اور جو شریعت اسلامیہ کے مطابق احکام نافذ کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر خود بھی عمل پیرا ہیں اور دوسروں کو بھی عامل بناتے ہیں۔ بعض کے نزدیک علمائے دین فقہاء، مفتی، وقاضی مراد ہیں جو خود بھی عادل ہوں اور شریعت کے موافق حکم دیتے ہوں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے۔ یعنی علماء وفقہاء کو بھی اور امراء وحکام کو بھی کیونکہ احکام امر ونہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تو ایسے علمائے دین یا عادل سلاطین کے احکام کی تعمیل بھی لازم ہے۔

باہمی اختلاف کا حل

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

یعنی کسی بات میں تمہارے درمیان کچھ اختلاف ہو جائے تو چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس کا فیصلہ تلاش کرو۔ اللہ کی کتاب اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے صحیح ہونے کا حکم دیں وہ صحیح ہے باقی غلط۔ پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عز وجل کا حکم ہو رہا ہے کہ مسلمان جس معاملہ میں آپس میں اختلاف کریں خواہ وہ اصول میں سے ہو یا فروع میں سے اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب اور سنت کو حاکم مان لیا جائے اور ان کا حکم قبول کرلیا جائے۔ اور اس امر کی تاکید کے لئے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی امور نزاعیہ میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا ایمان باللہ اور تصدیق قیامت کی علامت ہے جو شخص خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ اگر باہم کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر جانچ لے اور جو فیصلہ قرآن وحدیث رسول اللہ سے مل جائے اس کو قبول کرلے

آخر میں ارشاد ہوتا ہے ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا یہ امور جو مذکور ہوئے یعنی اطاعت اللہ کی۔ رسول کی اولی الامر کی اور حوالہ کرنا تنازعات کا کتاب اور سنت کی طرف یہ سب امور دنیا میں بھی بہتر ہیں اور آخرت میں بھی ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ دنیا میں امن راحت اور آخرت میں نجات وسعادت۔

دعا کیجئے:

اے اللہ ہمارے حاکموں کو عدل وانصاف کی صفت عطا فرما۔ اور ان کو صحیح معنیٰ میں اولی الامر بننے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو اپنے اختلافات قرآن وحدیث کے احکام کے ماتحت دور کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور ہر اختلافی اور نزاعی معاملہ میں ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع ہونے اور قرآن وسنت کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اُس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	يَزْعُمُوْنَ	اَنَّهُمْ	اٰمَنُوْا	بِمَآ اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَمَآ اُنْزِلَ	مِنْ قَبْلِكَ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف (کو)	وہ لوگ جو	دعوٰی کرتے ہیں	کہ وہ	ایمان لائے	اس پر جو نازل کیا گیا	آپ کی طرف	اور جو نازل کیا گیا	آپ سے پہلے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

نازل کی گئی حالاں کہ اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں باوجودیکہ اُنکو یہ حکم ہوا ہے کہ اُس کو نہ مانیں اور شیطان اُن کو بھٹکا کر

يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّتَحَاكَمُوْٓا	اِلَى	الطَّاغُوْتِ	وَقَدْ اُمِرُوْٓا	اَنْ	يَّكْفُرُوْا	بِهٖ	وَيُرِيْدُ	الشَّيْطٰنُ
وہ چاہتے ہیں	کہ	مقدمہ لے جائیں	طرف (پاس)	طاغوت (سرکش)	حالانکہ انہیں حکم ہو چکا	کہ	وہ نہ مانیں	اس کو	اور چاہتا ہے	شیطان

اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ

بہت دور لے جانا چاہتا ہے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ

اَنْ	يُّضِلَّهُمْ	ضَلٰلًۢا	بَعِيْدًا	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	اِلٰى	مَآ اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَاِلَى	الرَّسُوْلِ	رَاَيْتَ
کہ	انہیں بہکادے	گمراہی	دور	اور جب	کہا جاتا ہے	انہیں	آؤ	طرف	جو نازل کیا	اللہ	اور طرف	رسول	آپ دیکھیں گے

الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝۶۱ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ

منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب اُن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اُن کی اس حرکت کی

الْمُنٰفِقِيْنَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْكَ	صُدُوْدًا	فَكَيْفَ	اِذَآ	اَصَابَتْهُمْ	مُّصِيْبَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتْ
منافقین	ہٹتے ہیں	آپ سے	رُک کر	پھر کیسی	جب	انہیں پہنچے	کوئی مصیبت	اس کے سبب جو	آگے بھیجا

اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝۶۲ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے پھر آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا کچھ اور مقصود نہ تھا سوائے اسکے کہ کوئی بھلائی نکل آوے اور موافقت نکل آوے یہ وہ لوگ ہیں کہ

اَيْدِيْهِمْ	ثُمَّ جَآءُوْكَ	يَحْلِفُوْنَ	بِاللّٰهِ	اِنْ	اَرَدْنَآ	اِلَّآ	اِحْسَانًا	وَّتَوْفِيْقًا	اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ
ان کے ہاتھ	پھر وہ آئیں آپ کے پاس	قسم کھاتے ہوئے	اللہ کی	کہ	ہم نے چاہا	سوائے (صرف)	بھلائی	اور موافقت	یہ لوگ	وہ جو کہ

يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۝۶۳

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ اُنکے دلوں میں ہے سو آپ اُن سے تغافل کر جایا کیجئے اور اُنکو نصیحت فرماتے رہیے، اور اپنے سے خاص انکی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجے

يَعْلَمُ اللّٰهُ	مَا	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَعِظْهُمْ	وَقُلْ	لَّهُمْ	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	قَوْلًۢا بَلِيْغًا
اللہ جانتا ہے	جو	اُن کے دلوں میں	تو آپ تغافل کریں	ان سے	اور ان کو نصیحت کریں	اور کہیں	ان سے	ان کے حق میں	اثر کر جانے والی بات

شانِ نزول

واقعہ یہ تھا کہ مدینہ میں ایک مرتبہ ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملہ میں باہم جھگڑا ہوگیا۔ یہودی اس معاملہ میں حق پر تھا اس نے کہا کہ چلو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ان سے فیصلہ کرالیں۔ منافق جو بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا اس نے کہا کہ کعب بن اشرف جو مدینہ میں یہود کا سردار بنا ہوا تھا اس کے پاس چلو۔ اس معاملہ میں چونکہ یہودی حق پر تھا۔ اس نے جانا کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی کی رعایت نہ فرمائیں گے وہاں حق کے موافق فیصلہ ہوگا گو میں آپ سے مذہبی مخالفت رکھتا ہوں۔ منافق چونکہ باطل پر تھا اس نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تو میری بات چلے گی نہیں گو میں ظاہراً مسلمان ہوں مگر کعب بن اشرف خود کوئی حق پرست نہیں وہاں میرا مقدمہ سرسبز ہو جائے گا۔ مگر یہودی اس پر راضی نہ ہوا آخرکار وہ دونوں اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق وہاں سے باہر نکل کر یہودی سے کہنے لگا کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں اور میں اس سے راضی نہیں اور یہودی سے کہا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس وہ جو فیصلہ بھی کر دیں گے مجھے منظور ہوگا۔ منافق یہ سمجھا کہ حضرت عمرؓ کفار پر بہت سخت ہیں اور اس یہودی پر سختی فرمادیں گے اور میں کلمہ گو ہوں۔ اس لئے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے۔ یہودی اس پر راضی ہوگیا کیونکہ یہودی کو اطمینان تھا کہ گو عمرؓ سخت ہیں مگر وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے تو ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ ہی کو غالب رکھیں گے۔ اس لئے یہودی نے انکار نہیں کیا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے وہاں یہودی نے سارا قصہ بیان کر دیا کہ یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلاس سے فیصل ہو چکا ہے اور حضور یہ فیصلہ فرما چکے ہیں مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق سے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے۔ اس نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں اور واپس آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں سے ایک تلوار لے کر آئے اور اس منافق کو قتل کر دیا اور کہا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے۔ عام مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ پر دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس تو صرف اس لئے گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرادیں۔ اور اس منافق کے کفر قولی اور فعلی کی تاویل کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت ظاہر فرمادی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس پر فاروق کا لقب عطا ہوا۔ اور حضرت عمرؓ پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں کی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے والے کی برائی

اس شخص کی مذمت فرمائی گئی کہ جو اسلام کا تو مدعی تھا مگر اس کا یہ دعوئے اسلام محض زبانی تھا۔ دل میں وہی کفر بھرا ہوا تھا جس کا ظہور جھگڑے کے وقت اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ لینے میں کتراتا تھا۔ اور یہودی سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانے کی تجویز و خواہش پیش کی۔ اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح اور حق فیصلہ فرمادیا تو اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا۔ تو یہاں کعب بن اشرف کی طرف مقدمہ لے جانے کو شیطان کی طرف لے جانا قرار دیا یا تو اس وجہ سے کہ کعب بن اشرف یہودی خود ایک شیطان تھا اور یا اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لینے کو چھوڑ کر کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ لینا یہ شیطان ہی کی تعلیم ہو سکتی ہے اس لئے آیت کے اخیر میں ہدایت فرما

دی کہ جو شخص شیطان کی پیروی کرے گا تو شیطان اس کو دور دراز کی گمراہی میں مبتلا کر دے گا۔

حضورؐ کا فیصلہ نہ ماننا مسلمان کا کام نہیں

دوسری آیت میں بتلا دیا کہ باہمی اختلاف اور نزاع کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی فیصلہ سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ ایسا کام کرنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے اور جب اس منافق کا کفر عملاً اس طرح کھل گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو اب وہ منافق نہیں رہا بلکہ کھلا کافر ہو گیا اور اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق کا اس کو قتل کرنا صحیح ہو گیا۔

جھوٹی حیلہ سازی

آگے تیسری آیت میں ان تاویلات باطلہ کا غلط ہونا واضح کیا گیا ہے جو شرعی فیصلہ کو چھوڑ کر غیر شرعی فیصلہ کی طرف رجوع ہونے والوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ یہاں اس واقعہ میں جب وہ منافق حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس منافق کے ساتھی قسمیں کھا کر تاویلیں کرنے لگے کہ مقتول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو ناحق سمجھ کر نہیں چھوڑا تھا بلکہ مقدمہ دوسری جگہ اس لئے لے گیا تھا کہ دونوں فریق کے لئے کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے اور دونوں میں مصالحت ہو جائے لیکن حق تعالیٰ نے اس آیت میں واضح فرما دیا کہ یہ اپنی قسموں اور تاویلوں میں جھوٹے ہیں۔ مقتول نے جو کچھ کیا کفر و نفاق کی وجہ سے کیا۔

منافقوں کی نصیحت

آگے چوتھی آیت میں واضح فرما دیا گیا کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں جو کفر و نفاق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہیں اور باخبر ہیں۔ اور ان کی تاویلیں اور قسمیں جھوٹی ہیں اس لئے حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا رد کر دیا گیا اور حضرت عمرؓ پر اس منافق کو قتل کر دینے پر کوئی قصاص دیت واجب نہیں کی گئی اور منافقین کو بہرحال خیر خواہانہ نصیحت کر دینے اور اسلام کو مخلصانہ طور پر قبول کرنے کی دعوت جاری رکھنے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں سے چشم پوشی کی اور ایسے حکیمانہ انداز بیان میں نصیحت فرمائی کہ بہت سے منافق خود نفاق چھوڑ کر پکے خالص اور سچے مسلمان بن گئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو نفس و شیطان کی خباثتوں سے محفوظ فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ! ہم کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر دل و جان سے راضی رہنے کی سعادت نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

اے اللہ! آج بھی اسلام کے زبانی دعوے کے باوجود قرآن کریم کے اتباع سے انحراف ہے۔ یا اللہ ایسے منافقین کو ہدایت نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو یکساں بنا دے۔ اور ہمیں اسلام و ایمان سے سچی محبت نصیب فرما دے۔ اور ظاہر میں اور باطن میں ہمیں شریعت اسلامیہ کا پابند ہونا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی اُن کی اطاعت کی جاوے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اُس وقت وہ لوگ آپ کی خدمت

وَمَا	اَرْسَلْنَا	مِنْ رَّسُوْلٍ	اِلَّا	لِيُطَاعَ	بِاِذْنِ اللّٰهِ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اِذْ ظَّلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	جَاۗءُوْكَ
اور نہیں	ہم نے بھیجا	کوئی رسول	مگر	تاکہ اطاعت کی جائے	اللہ کے حکم سے	اور اگر	یہ لوگ	جب انہوں نے ظلم کیا	اپنی جانوں پر	وہ آتے آپکے پاس

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسُول بھی اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پائے

فَاسْتَغْفَرُوا	اللّٰهَ	وَاسْتَغْفَرَ	لَهُمُ	الرَّسُوْلُ	لَوَجَدُوا	اللّٰهَ	تَوَّابًا	رَّحِيْمًا
پھر بخشش چاہتے وہ	اللہ	اور مغفرت چاہتا	ان کے لئے	رسول	تو وہ ضرور پاتے	اللہ	توبہ قبول کرنیوالا	مہربان

اللہ کے رسول کی اطاعت ضروری ہے

یہاں اس آیت میں اول ایک عام ضابطہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو رسول بھی بھیجا وہ اسی لئے بھیجا کہ سب لوگ فرمان خداوندی کے موافق اس کے کہنے کو مانیں اور اس کی اطاعت کریں تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے رسول کی تابعداری اس کی امت پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہوتی ہے مگر یہاں ایک بڑے کام کی بات سن لیجئے کہ رسول کی اطاعت میں بھی باذن اللہ کی قید لگا دی ہے۔ یعنی اللہ کے فرمان کے مطابق رسول کا حکم مانا جائے یہ نہیں کہ اپنے خودساختہ عقیدہ کی بناء پر کسی چیز کو اطاعت رسول سمجھ لیا جائے اور وہ حقیقت میں اللہ کے فرمان کے مطابق نہ ہو مثلاً کوئی اطاعت رسول سمجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے لگے آپؐ کی قبر مبارک کو سجدہ کرنے لگے تو اس کی اجازت نہیں دی جا رہی آگے بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ رسول کو بھیجتے ہی اس غرض سے ہیں کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے رسول کی اطاعت کریں۔

غلطی ہو جائے تو توبہ کرنی چاہیے

منافقین کو چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے ہی سے دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور ارشاد کو بلا تامل تسلیم کر لیتے لیکن اگر شامت نفس سے غلطی اور حماقت ہو ہی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف کیا تو اگر بعد میں بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے اپنی اس غلطی کی معافی چاہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی معافی کی دعا کر دیتے تو پھر بھی حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لیتے مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف کیا پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے تو پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیونکر ہو۔

یہاں اس آیت میں منافقین کی توبہ کی قبولیت کے لئے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ کی بھی شرط لگائی گئی ہے یعنی ان کی قبول توبہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ لعی ہوسلم کا دعائے مغفرت فرمانا بھی شرط ہے اور وہ غالباً اسی لئے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت پر ایک طرح حملہ کیا کہ آپ کے فیصلہ کو نظر انداز کیا اور آپ کے حکم سے انحراف کر کے آپ کو ایذا پہنچائی اس لئے ان کے جرم کی توبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کو شرط کر دیا گیا۔

اس آیت کا شان نزول اگر چہ خاص ان منافقین کے متعلق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھے مگر آپؐ کے اس دنیا سے بظاہر پردہ فرمالینے کے بعد بھی امت کے عاصیوں اور خطا کاروں کے لئے ایک تریاق موجود ہے اور آیت کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ کی طرف اشارہ وہدایت ہوتی ہے کہ عاصیوں اور خطا کاروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ہمارے لئے معافی کی دعا فرما دیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا استغفار فرمادیں تو ایسا کرنے پر بشارت اور وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسی آپ کی دنیوی حیاۃ مبارکہ کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے جیسا کہ صحابہ اور سلف صالحین کے عمل سے ظاہر ہے۔

ایک دیہاتی کا واقعہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک اعرابی یعنی گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا ہم نے سن لیا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ بھی ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(یعنی اللہ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب میں آپ کی خدمت میں استغفار کی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ بھی میرے لئے استغفار فرما دیجئے۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں قبر مبارک سے آواز آئی قد غفر لک یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنا کر زندہ رکھیں اور ہر چھوٹی بڑی منافقانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اور ہماری اولادوں اور نسلوں کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت حاصل کرنے کا موقع عطا فرما اور ہم میں سے ہر ایک کو مرنے سے پہلے یہ سعادت نصیب فرما اور ہماری مغفرت وبخشش کا سامان اپنی رحمت سے فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اُس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں

فَلَا وَرَبِّكَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	حَتّٰى	يُحَكِّمُوْكَ	فِيْمَا	شَجَرَ	بَيْنَهُمْ	ثُمَّ	لَا يَجِدُوْا
پس قسم ہے آپ کے رب کی	وہ مومن نہ ہوں گے	جب تک	آپ کو منصف بنائیں	اس میں جو	جھگڑا اٹھے	انکے درمیان	پھر	وہ نہ پائیں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾

پھر اُس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	حَرَجًا	مِّمَّا	قَضَيْتَ	وَيُسَلِّمُوْا	تَسْلِيْمًا
اپنے دلوں میں	کوئی تنگی	اس سے جو	آپ فیصلہ کریں	اور تسلیم کرلیں	خوشی سے

ایمان کے لئے تین شرطیں

پہلی شرط ہے حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل مانیں جب آپس میں کسی اختلاف کی نوبت آئے تو آپ کو حکم بنا کر اس قضیہ یا اختلاف کا فیصلہ کرائیں۔

دوسری شرط ہے لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا یعنی آپ کے فیصلہ سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں۔

تیسری شرط ہے وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی اس فیصلہ کو دل و جان سے خوشی سے قبول کریں۔ آپکے فیصلہ کے خلاف زبان یا دل میں کوئی گلہ یا حرف شکایت نہ لائیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ محض زبانی اقرار سے مومن نہیں بنتا جب تک کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل اور حکم نہ مانے اور آپ کا فیصلہ دل سے قبول نہ کرے اور فیصلہ اپنے خلاف ہونے کی صورت میں کبیدہ خاطر نہ ہوا اور نہ زبان پر حرف شکایت لائیں۔ حضرات مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت قرآنی پر عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ آپ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں تو خود بلا واسطہ آپ سے رجوع کیا جائے اور آپ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے اور پھر یہاں آیت میں جو فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ فرمایا گیا یعنی آپس کے جھگڑوں میں تو صرف معاملات اور حقوق کے جھگڑوں سے متعلق نہیں بلکہ عقائد کے نظریات کے اور دوسرے تمام اختلافی اور نزاعی مسائل کو بھی حاوی ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے تو باہم جھگڑتے رہنے کے بجائے دونوں فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ یعنی آپ کی شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کر کے مسئلہ کا حل تلاش کریں اور شریعت سے فیصلہ چاہیں اور اس کو بخوشی تسلیم کرلیں۔ خواہ کسی کے خلاف ہو یا موافق ہو۔

پھر اس آیت کا مضمون اتنا تاکیدی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بزرگ اور مقدس ذات کی قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں فلا وربک قسم ہے آپ کے رب کی قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ پاک نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنے مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے جس میں ایک مقام آج کی آیت میں ہے۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے اور کسی کو ادنیٰ شک وشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہ رہے۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں اس حدیث کی شرح میں حضرت علامہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ متابعت شریعت میں وہ لطف و لذت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں محسوس ہوتا ہے نماز کے وقت نماز اور ماہ رمضان میں روزہ اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی وہ خواہش ہو جو سردی میں گرم کپڑے اور گرمی میں ٹھنڈک حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جبکہ نفس اپنی سرشت چھوڑ کر شریعت کے تابع ہو جائے۔ اسی کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نفس میں یہ ذوق پیدا ہو جائے گا تو بلا کلفت شریعت پر دائمی عمل میسر آ جائے گا اور اس وقت وہ ایمان حاصل ہوگا جو بڑی حد تک زوال کے خطرہ سے مامون ہوگا۔ شریعت میں اس کو ایمان کامل کہا جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی مومن نہیں ہے جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کامل اور اسلام حقیقی نصیب فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اے اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت اور اتباع بھی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ

اور ہم اگر اُن لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کر دیا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی

وَلَوْ	اَنَّا كَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	اَنِ	اقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ	اَوِ اخْرُجُوْا	مِنْ	دِيَارِكُمْ	مَا فَعَلُوْهُ
اور اگر	ہم لکھ دیتے (حکم کرتے)	اُن پر	کہ	قتل کرو تم	اپنے آپ	یا نکل جاؤ	سے	اپنے گھر	وہ نہ کرتے

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۗ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾

نہ بجالاتا اور اگر یہ لوگ جو کچھ انکو نصیحت کی جاتی ہے اُس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا

اِلَّا	قَلِيْلٌ	مِّنْهُمْ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	فَعَلُوْا	مَا	يُوْعَظُوْنَ	بِهٖ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَاَشَدَّ	تَثْبِيْتًا
سوائے	چند ایک	اُن سے	اور اگر	یہ لوگ	کرتے	جو	نصیحت کی جاتی ہے	اس کی	البتہ ہوتا	بہتر	ان کیلئے	اور زیادہ	ثابت رکھنے والا

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ

اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو سیدھا راستہ بتلا دیتے اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا

وَاِذًا	لَاٰتَيْنٰهُمْ	مِنْ لَّدُنَّا	اَجْرًا	عَظِيْمًا	وَ	لَهَدَيْنٰهُمْ	صِرَاطًا	مُسْتَقِيْمًا	وَمَنْ	يُطِعِ
اور اس صورت میں	ہم انہیں دیتے	اپنے پاس سے	اجر	بڑا عظیم	اور	ہم انہیں ہدایت دیتے	راستہ	سیدھا	اور جو	اطاعت کرے

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	فَاُولٰٓئِكَ	مَعَ الَّذِيْنَ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِنَ	النَّبِيّٖنَ	وَالصِّدِّيْقِيْنَ
اللہ	اور رسول	تو یہی لوگ	ان لوگوں کے ساتھ	انعام کیا	اللہ	اُن پر	سے (یعنی)	انبیاء	اور صدیق

وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

اور شہدا اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں

وَالشُّهَدَآءِ	وَالصّٰلِحِيْنَ	وَحَسُنَ	اُولٰٓئِكَ	رَفِيْقًا	ذٰلِكَ	الْفَضْلُ	مِنَ اللّٰهِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	عَلِيْمًا
اور شہداء	اور صالحین	اور اچھے	یہ لوگ	ساتھی	یہ	فضل	اللہ سے	اور کافی	اللہ	جاننے والا

اطاعت رسول میں ہمارا ہی فائدہ ہے

آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منافقین کو جو اطاعت رسول بدل وجان بجالانے کا حکم دیا جاتا ہے یہ محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی میں ہے اور یہ کوئی ایسی سخت اور دشوار بات بھی نہیں کہ جو یہ منافقین بجانہ لاسکیں۔ اللہ تعالیٰ اگر بنی اسرائیل کی طرح ان کو ایسے سخت احکام دیتے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اپنے وطن سے نکل جاؤ تو انکو یہ کیا ہی بجا لاتے اور ان پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ ان کو تو اللہ کا مشکور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلص مومن ہونے کے لئے کوئی سخت حکم نہیں دیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے چون وچرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا تو حکم دیا اور وہ بھی محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی میں کہ ایسا کرنے

پر دین و دنیا ان کے دونوں درست ہو جاتے ہیں۔ ایمان مضبوط اور مستحکم ہو جاتا۔ اسلام پر ثابت قدم ہو جاتے۔ اخلاص اور اتباع حق سے قلب میں قوت آتی اور نفاق و بزدلی سے نجات پا جاتے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے پاس سے آخرت میں اجر عظیم حاصل کرنے والے ہوتے اور جنت میں کاملین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت و مرافقت نصیب ہوتی۔

اطاعت رسول پر چار انعامات

اس جگہ اطاعت رسول بدل و جان پر چار فائدے بتلائے گئے۔

ایک لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے اللہ اور رسول کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اطاعت کرنے والے ہی کا دین و دنیا کا فائدہ ہے۔

دوسرا فائدہ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا فرمایا یعنی انکا ایمان خوب پختہ اور محقق ہو جاتا کیونکہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے ایمان و یقین کو ترقی ہوتی ہے۔

تیسرا فائدہ مِنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا فرمایا یعنی آخرت میں حق تعالیٰ خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے۔

چوتھا فائدہ وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا فرمایا یعنی راہ ہدایت دکھا دیتے۔ صراط مستقیم پر چلاتے جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ ہے اور جنت کا سیدھا راستہ بتلا دیتے جو ہمیشہ کے راحت و آرام اور نعمتوں کا مقام ہے۔

اللہ اور رسول کے فرمانبرداروں کیلئے خاص بشارت

آخری دو آیات میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ایک خاص بشارت اور خاص وعدہ مطیعین کے لئے ذکر فرمایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ ضروری احکام میں خدا اور رسول کے مطیع ہوں اور فرمانبرداری کریں یہ لوگ اگرچہ فضائل و کمالات میں مرتبۂ کمال کو نہ پہنچے ہوں مگر بسبب اطاعت خدا اور رسول ان کو جنت میں کاملین یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی معیت اور مرافقت نصیب ہوگی اور باوجود اپنے کمتر درجہ کے جنت میں ان کاملین کی ملاقات اور زیارت سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

شان نزول

ایک مرتبہ چند صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں ہماری جانوں اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ جب بھی آپ گھر میں یاد آ جاتے ہیں تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور جب تک آپ کو آ کر دیکھ نہیں لیتے صبر نہیں آتا۔ خیر یہاں تو حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت کر لیتے ہیں اور دل کو چین و سکون حاصل ہو جاتا ہے لیکن جب آخرت کا خیال آتا ہے تو یہ سوچ کر دل بے چین ہو جاتے ہیں کہ وہاں آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے اس لئے کہ آپ تو جنت کے درجات عالیہ میں ہوں گے وہاں تک ہماری پہنچ کہاں ہوگی اور ہم حضور کی زیارت کیسے کر سکیں گے۔ انہی صحابیوں میں سے ایک صحابی حضرت ثوبانؓ بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کا تو چہرہ اسی فکر میں زرد پڑ گیا تھا۔ جب حضورؐ نے ان کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو دریافت حال فرمایا۔ حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ تو مجھے کوئی مرض ہے نہ تکلیف مگر آپ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ جب حضور کے وصال کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ میرا اسوقت کیا حال ہوگا اور مجھ پر حضور کے بعد بغیر حضور کو دیکھے کیا گزرے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں جن میں فرمانبردار اور اطاعت شعار بندوں پر جو انعام اور فضل الٰہی ہوگا اس کو بیان فرمایا گیا اور صحابہ کرامؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے ان کو بشارت اور مژدہ سنایا گیا کہ مطیعین گو کثرت اطاعت سے کمال حاصل نہ کر سکیں تو بھی جنت میں ان حضرات مقبولین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے کامل اور خاص انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین انکی معیت و رفاقت نصیب ہوگی یعنی گو درجات اور مراتب کا تفاوت ہوگا مگر یہ فرق اور تفاوت زیارت اور ملاقات سے مانع نہ ہوگا جس طرح دنیا میں تفاوت درجات مانع ملاقات نہیں اسی طرح آخرت و جنت میں بھی مانع نہ ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہمارے پاس تو آپ کی اطاعت و بندگی کا کوئی ذخیرہ نہیں آپ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا حشر نشر اپنے مقبولین کے ساتھ فرمائیں اور ان حضرات کاملین کی معیت و رفاقت نصیب فرمائیں۔ اے اللہ دنیا میں بھی ہمیں اپنے اولیاء نیک اور صالح بندوں سے تعلق نصیب فرما اور آخرت میں بھی انکا ساتھ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝۷۱ وَاِنَّ مِنْكُمْ

اے ایمان والو اپنی تو احتیاط رکھو پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو اور تمہارے مجمع میں بعضا بعضا شخص ایسا ہے جو ہٹتا ہے

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	خُذُوْا	حِذْرَكُمْ	فَانْفِرُوْا	ثُبَاتٍ	اَوِ	انْفِرُوْا	جَمِيْعًا	وَاِنَّ	مِنْكُمْ
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے (ایمان والو)	لے لو	اپنے بچاؤ کا ہتھیار	پھر نکلو	جدا جدا	یا	نکلو (کوچ کرو)	سب	اور بیشک	تم میں

لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ

پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا تو کہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ

لَمَنْ	لَّيُبَطِّئَنَّ	فَاِنْ	اَصَابَتْكُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَالَ	قَدْ اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيَّ	اِذْ	لَمْ اَكُنْ
وہ ہے جو	ضرور دیر لگا دیگا	پھر اگر	تمہیں پہنچے	کوئی مصیبت	کہے	بیشک انعام کیا	اللہ	مجھ پر	جب	میں نہ تھا

مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝۷۲ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ

حاضر نہیں ہوا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجاتا ہے تو ایسے طور پر کہ گویا تم میں اور اُس میں کچھ تعلق ہی نہیں

مَّعَهُمْ	شَهِيْدًا	وَلَئِنْ	اَصَابَكُمْ	فَضْلٌ	مِّنَ اللّٰهِ	لَيَقُوْلَنَّ	كَاَنْ	لَّمْ تَكُنْ
ان کے ساتھ	حاضر۔موجود	اور اگر	تمہیں پہنچے	کوئی فضل	اللہ سے	تو ضرور کہے گا	گویا	نہ تھی

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۳ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ

کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی اُن لوگوں کا شریک حال ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی تو ہاں اُس شخص کو چاہیئے کہ اللہ کی راہ

بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهٗ	مَوَدَّةٌ	يّٰلَيْتَنِيْ	كُنْتُ	مَعَهُمْ	فَاَفُوْزَ	فَوْزًا	عَظِيْمًا	فَلْيُقَاتِلْ	فِيْ
تمہارے درمیان	اور اس کے درمیان	کوئی دوستی	اے کاش میں	میں ہوتا	ان کے ساتھ	تو مراد پاتا	مراد	بڑی	سو چاہیئے کہ لڑیں	میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

میں اُن لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دُنیوی زندگی کو اختیار کیئے ہوئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا

سَبِيْلِ اللّٰهِ	الَّذِيْنَ	يَشْرُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ	وَ	مَنْ	يُّقَاتِلْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ
اللہ کا راستہ	وہ جو کہ	بیچتے ہیں	زندگی	دُنیا	آخرت کے بدلے	اور	جو	لڑے	میں	اللہ کا راستہ

فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۷۴

پھر خواہ جان سے مارا جاوے یا غالب آجاوے ہم اُس کو اجر عظیم دیں گے

فَيُقْتَلْ	اَوْ	يَغْلِبْ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا عَظِيْمًا	
پھر مارا جائے	یا	غالب آئے	عنقریب	ہم اسے دیں گے	بڑا اجر	

شان نزول

شروع اسلام میں اہل اسلام جب کہیں جہاد پر جاتے اور لشکر کی تیاری کر کے شریک جہاد ہوتے تو عبداللہ بن ابی جو مدینہ میں منافقوں کا سردار بنا ہوا تھا اور بعض دیگر منافقین حیلہ بہانہ کر کے اسلامی لشکر کے ساتھ جنگ پر نہ جاتے۔ اب اگر اسلامی لشکر کو اس جنگ میں کوئی حادثہ اور تکلیف پہنچتی تو وہ منافقین بہت خوش ہوتے اور کہتے کہ خدا نے ہم پر مہربانی فرمائی کہ ہم شریک جنگ نہ ہوئے اور اگر اسلامی لشکر فتح مند ہو کر کامیاب واپس آتا اور مال غنیمت باہم تقسیم ہوتا تو افسوس کے طور پر کہتے کہ کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو غنیمت میں شریک ہو کر نہال ہو جاتے یعنی ان منافقین کا مطمع نظر فقط دنیاوی نفع ہے اور بس مالی فائدہ کو وہ اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں خدا کی اطاعت و فرمانبرداری سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ تو منافقین کا یہ حال بتلا کر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ ان دنیا طلب لوگوں کی طرح دنیاوی نفع پر نظر نہ رکھیں بلکہ دنیاوی زندگی کو فروخت کر کے اس کے بدلے آخرت خرید لیں اور خدا کی راہ میں دشمنان دین سے محض خدا کے لئے جہاد و قتال کریں اور پھر خواہ قتل یعنی شہید ہو جائیں یا غالب آ کر دشمن پر کامیاب ہو جائیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کا وہ اجر عظیم عطا فرمائیں گے کہ جس کے سامنے دنیاوی منافع اور مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

جہاد کی تیاری

یہاں ان آیات کے پہلے حصہ میں جو اسلحہ کی فراہمی کا حکم دیا گیا یعنی یہ جو فرمایا کہ تم اپنی احتیاط اور بچاؤ کو پوری طرح ملحوظ رکھو اور ہتھیاروں اور سامان جنگ اور تدبیر و عقل سے درست ہو کر دشمن کے داؤ گھات سے ہوشیار اور باخبر ہو کر دشمن کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے گھر سے نکلو۔ اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی اور جس کو قرآن پاک میں متعدد جگہ اور واضح کیا گیا ہے کہ ظاہری اسباب جنگ اسلحہ و ہتھیار وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

پھر یہاں جہاد کے لئے نکلنے کا نظم بتلایا گیا کہ اگر تم جہاد کے لئے نکلو تو اکیلے اور تنہا نہ نکلو بلکہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں نکلو یا ایک کثیر لشکر کی صورت میں جاؤ۔ یہ تعلیم تو جہاد کے موقعہ کے لئے مسلمانوں کو دی گئی لیکن عام حالات میں بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ اکیلے اور تنہا سفر نہ کیا جائے چنانچہ ایک حدیث میں تنہا مسافر کو ایک شیطان کہا گیا اور دو مسافروں کو دو شیطان اور تین کو جماعت فرمایا گیا اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین فوجی دستہ چار سو کا ہے اور بہترین لشکر چالیس ہزار کا ہے۔

منافقین کا طریقہ

خلاصہ یہ کہ یہاں جہاد کے حکم کے ساتھ اپنی حفاظت اور اسلحہ وغیرہ سے تیاری کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا کہ اے مسلمانو تمہاری جماعت میں بعض ایسے لوگ بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں مگر جہاد سے کتراتے ہیں اور جہاد میں جانے والوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ ان پر کیا گزری۔ اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ یا نقصان پہنچ گیا تو یہ منافقانہ خصلت رکھنے والے خوش ہوتے ہیں کہ ہم خوب بچے اور اگر مسلمانوں کو فتح، غلبہ اور مال غنیمت حاصل ہو گیا تو پچھتاتے ہیں اور غلبہ حسد سے کہتے ہیں کہ ہم بھی شریک ہو جاتے تو لوٹ کا مال خوب ہاتھ لگتا۔ اس لئے محض خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ منافقوں کی طرح دنیاوی لالچ اور مال و دولت کے گرویدہ نہ بننا بلکہ محض خوشنودیٔ خدا، اشاعت دین اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے جہاد کرنا پھر اس جنگ جہاد کا نتیجہ جو بھی ہو خواہ شہادت یا فتحمندی ہر حال میں اللہ تعالیٰ آخرت کا اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی سچا اور پکا ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی منافقانہ خصلتوں سے ہمارے ایمان کو محفوظ فرمائیں اور ہمیں دین کے ہر چھوٹے بڑے حکم کو دل و جان سے ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں خصوصاً ہم میں حقیقی جذبۂ جہاد پیدا فرمائیں۔ اے اللہ اپنے راستہ میں اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں بھی اپنی جان و مال لگانے کی ہمت اور توفیق نصیب فرما اور دشمنان دین سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے ہر طرح کی تیاری سے مستعد رہنے کی قوت و طاقت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

اور تمھارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں

وَمَا	لَكُمْ	لَا تُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَ	الْمُسْتَضْعَفِيْنَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَالنِّسَآءِ
اور کیا	تمھیں	تم نہیں لڑتے	میں	اللہ کا راستہ	اور	کمزور (بے بس)	سے	مرد (جمع)	اور عورتیں

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا

اور کچھ بچے ہیں دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے

وَالْوِلْدَانِ	الَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	مِنْ	هٰذِهِ	الْقَرْيَةِ	الظَّالِمِ	اَهْلُهَا	وَاجْعَلْ	لَّنَا
اور بچے	جو	کہتے ہیں (دعا)	اے ہمارے رب	ہمیں نکال	سے	اس	بستی	ظالم	اسکے رہنے والے	اور بنادے	ہمارے لئے

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۭ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ

کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے جو لوگ کے ایماندار ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں

مِنْ	لَّدُنْكَ	وَلِيًّا	وَاجْعَلْ	لَّنَا	مِنْ	لَّدُنْكَ	نَصِيْرًا	اَلَّذِيْنَ + اٰمَنُوْا	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ
سے	اپنے پاس	دوست (حامی)	اور بنادے	ہمارے لئے	سے	اپنے پاس	مددگار	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	وہ لڑتے ہیں	میں	اللہ کا راستہ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو واقع میں شیطانی تدبیر

وَالَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	الطَّاغُوْتِ	فَقَاتِلُوْٓا	اَوْلِيَآءَ	الشَّيْطٰنِ	اِنَّ	كَيْدَ	الشَّيْطٰنِ
وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	وہ لڑتے ہیں	میں	راستہ	طاغوت (سرکش)	سو تم لڑو	دوست (ساتھی)	شیطان	بیشک	فریب	شیطان

كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

لچر ہوتی ہے

كَانَ	ضَعِيْفًا
ہے	کمزور (بودا)

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیات سے جہاد کا مضمون شروع ہوا تھا اور جہاد کی ترغیب میں یہ قانون خداوندی بتلایا گیا تھا کہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ وہ دشمن سے مغلوب ہو جائے حتیٰ کہ جان ہی سے مارا جائے یعنی شہید ہو جائے یا دشمن کو مار دے اور اس پر غالب اور فتحمند ہو جائے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ اب آگے ان آیات میں ایک دوسرے داعیہ اور ضرورت کی بنا پر کفار سے جہاد کرنا ضروری بتلا کر دشمنان دین سے جنگ وقتال کا حکم دیا جاتا ہے۔

مظلوموں کی فریاد رسی

مکی زندگی میں جب مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے متبعین اہل اسلام پر بے حد ظلم وستم کرنے شروع کر دیئے مسلمانوں سے خرید وفروخت' لین دین بھی بند کر دیئے۔ حضرت بلال' حضرت صہیب اور حضرت خباب جیسے مسلمانوں کو گرم ریت پر لٹا کر کوڑے مارے جانے لگے۔ مسکین مسلمان عورتوں اور بچوں پر طرح طرح کے ظلم

ہونے لگے حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے منصوبے باندھے جانے لگے تو ترک وطن یعنی گھر بار مکہ میں چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دوسرے صحابہ مکہ کو چھوڑ کر اور گھر بار سے منہ موڑ کر ہجرت کر کے مدینہ آ گئے لیکن مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے جو جسمانی ضعف' کمزوری اور بیماری اور کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے جن میں مسلمان باندی اور غلام بھی تھے جو کافروں کی قید میں تھے اور جب مسلمانوں کے ترک وطن کرنے سے مشرکوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ بھی فرار نہ ہو جائیں اس لئے ان ستم رسیدہ مظلوم مسلمانوں کی قید میں اور بھی سختی کرنے لگے اور طرح طرح کی سخت اذیتیں دینے لگے تا کہ وہ تکلیف پا کر گھبرا اٹھیں اور اسلام کو چھوڑ کر پھر کفر اختیار کر لیں۔ ایسے بیچارے مظلوم مسلمان سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی رہائی کے لئے دعا کریں اور کیا کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی نجات و رہائی کا یہ سامان فرمایا کہ مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا کہ خدا کی راہ میں کفار سے لڑو اور اپنے بے بس مظلوم بھائیوں کو کفار کے ظلم وستم سے بچاؤ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو تمام ایسے مظلوم آزاد ہو گئے اور سب کو امن وعزت مل گئی۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرما کر جہاد کی تاکید کی جاتی ہے۔

ان آیات میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی درخواست کی تھی ایک یہ کہ ہم کو اس قریہ سے یعنی مکہ سے نکالیں دوسری یہ ہے کہ ہمارے لئے کوئی حمایتی' ناصر اور مددگار بھیجدے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں درخواستیں قبول فرمائیں۔

بعض کو تو مکہ سے نکل جانے کے مواقع میسر کئے اور بعض جو فتح مکہ تک رہے تو فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسیدؓ کو ان کا متولی مقرر کیا جنہوں نے مظلومین کو ظالمین سے نجات دلائی۔

ان آیات میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا تمام مصائب کا بہترین علاج ہے اور مظلوم کی دادرسی اور فریاد رسی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔

جہاد کا مقصد

ان آیات میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جنگ وقتال تو سب کرتے ہیں مگر اس سے مومن اور کافر کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ مومنین اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کی راہ میں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومن کی جدوجہد اور جنگ وقتال کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا حکم بلند ہو۔ اللہ کا قانون جاری ہو جو خالص عدل وانصاف پر مبنی ہے تا کہ انصاف کی حکومت قائم ہو اور جب انصاف کی حکومت قائم ہوگی تو امن قائم رہے گا۔ لہٰذا مومن جب جنگ کرتا ہے تو اس کے سامنے یہی مقصد ہوتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کفار کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کفر کی ترویج ہو اور کفر کا غلبہ ہو اور دنیا میں کفر و شرک چمکے اور چونکہ کفر وشرک شیطان کی راہیں ہیں اس لئے کفار شیطان کے کام میں اس کی مدد کرتے ہیں مگر یہاں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ شیطانی تدابیر لچر اور کمزور ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ مومنین کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں ان کا مددگار اللہ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں سے یعنی کافروں سے لڑنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے اور اللہ کی مدد پر نظر اور بھروسہ ہونا چاہیے مگر یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس جگہ جو شیطان کی تدبیر کو ضعیف کہا گیا ہے تو اسی آیت سے دو شرائط بھی مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ جس کے مقابلہ میں شیطان تدبیر کر رہا ہے وہ مومن ہو یعنی **الذین آمنوا** پہلی شرط ہے دوسری شرط **یقاتلون فی سبیل اللہ** ہے۔ یعنی اس کی جنگ وقتال محض اللہ ہی کے راستہ میں اللہ ہی کے لئے ہو کوئی دنیوی یا نفسانی غرض نہ ہو۔ تو ان دو شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان کی تدبیر کمزور' ضعیف اور لچر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی فوت ہو جائے یا دونوں ہی نہ پائی جائیں تو پھر ضروری نہیں کہ تدبیر ضعیف' کمزور اور لچر ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے مکر وفریب اور تدابیر سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جہاد کا حقیقی جذبہ عطا فرمائیں اور اپنے رستہ میں اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں بھی اپنے جان ومال کی قربانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اسوقت روئے زمین پر جہاں بھی اہل اسلام کمزور اور بے بس ہیں اور کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں یا اللہ ان کی غیب سے حمایت ونصرت فرما اور ظالموں کے ظلم سے ان کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ آپ ہماری حامی اور مددگار بن جائیں اور دشمنان دین کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اسلام وایمان کی برکت سے دشمنانِ دین پر ہم کو غلبہ اور فتح ونصرت عطا فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر اُن پر

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	قِيْلَ	لَهُمْ	كُفُّوْٓا	اَيْدِيَكُمْ	وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	فَلَمَّا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	کہا گیا	ان کو	روک لو	اپنے ہاتھ	اور	قائم کرو	نماز	اور ادا کرو	زکوٰۃ	پھر جب

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو اُن میں سے بعض بعض آدمی لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اُس سے بھی زیادہ ڈرنا

كُتِبَ عَلَيْهِمُ	الْقِتَالُ	اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَخْشَوْنَ	النَّاسَ	كَخَشْيَةِ	اللّٰهِ	اَوْ	اَشَدَّ	خَشْيَةً
ان پر فرض ہوا	لڑنا (جہاد)	ناگہاں (تو)	ایک فریق	ان میں سے	ڈرتے ہیں	لوگ	جیسے ڈر	اللہ	یا	زیادہ	ڈر

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

اور یوں کہنے لگے کہ اے خدا آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دے دی ہوتی آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع محض

وَقَالُوْا	رَبَّنَا	لِمَ كَتَبْتَ	عَلَيْنَا	الْقِتَالَ	لَوْ	لَآ اَخَّرْتَنَا	اِلٰى	اَجَلٍ	قَرِيْبٍ	قُلْ	مَتَاعُ	الدُّنْيَا
اور وہ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو نے کیوں لکھا	ہم پر	لڑنا (جہاد)	کیوں	نہ ہمیں ڈھیل دی	تک	مدت	تھوڑی	کہدیں	فائدہ	دنیا

قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ

چندروزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تمکو

قَلِيْلٌ	وَالْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّمَنِ اتَّقٰى	وَ	لَا تُظْلَمُوْنَ	فَتِيْلًا	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يُدْرِكْكُّمُ
تھوڑا	اور آخرت	بہتر	پرہیزگار	اور	نہ تم پر ظلم ہوگا	دھاگے برابر (بھی)	جہاں کہیں	تم ہوگے	تمہیں پالے گی

الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ

موت آجاوے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو

الْمَوْتُ	وَلَوْ كُنْتُمْ	فِيْ بُرُوْجٍ	مُّشَيَّدَةٍ
موت	اگرچہ تم ہو	بُرجوں میں	مضبوط

شانِ نزول: ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمان مکہ معظمہ میں تھے کمزور تھے، کم تعداد میں تھے۔ حرمت والے شہر میں تھے۔ کفار کا غلبہ تھا یہ انہی کے شہر میں تھے وہ بکثرت تھے۔ جنگی اسباب میں ہر طرح فوقیت رکھتے تھے۔ اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد اور قتال کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان کو یہی حکم تھا کہ کافروں کی شرارتوں پر خاموش رہیں۔ انکی مخالفت برداشت کریں۔ ان کے ظلم وستم سہہ لیا کریں۔ جو احکام خداوندی نازل ہو چکے ہیں ان پر عامل رہیں۔ نمازیں ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہا کریں گو ان میں عموماً مال کی اس وقت زیادتی بھی نہ تھی، تاہم مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنے اور ان کی ہمدردی کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ مصلحت خداوندی کا اقتضا یہ تھا کہ سردست کفار سے نہ لڑیں بلکہ صبر وتحمل سے کام لیں۔ ادھر کافر بڑی دلیری سے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت ایذائیں دے رہے تھے۔ مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لئے ان کے دل میں رہ رہ کر جوش اٹھتا تھا اور زبان سے الفاظ نکل جاتے تھے کہ ان روزمرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ دل کی بھڑاس نکل جائے۔ دو دو ہاتھ میدان میں ہو لیں۔

کاش کہ ہمیں لڑنے اور مرنے مارنے کا حکم مل جائے لیکن اب تک حکم قتال کا نہ ہوا تھا جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی مسلمان اپنی زمین، زر، گھر بار رشتہ کنبہ خدا پر قربان کر کے اپنے دین کے لئے مکہ سے رخصت ہو گئے اور مدینہ پہنچے۔ یہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سہولت دی۔ امن کی جگہ دی۔ امداد کے لئے انصار مدینہ مل گئے۔ تعداد میں کثرت ہو گئی۔ قوت طاقت قدرے بڑھ گئی تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملی کہ اب اپنے لڑنے والوں سے لڑو۔ جہاد کا حکم اترنے پر بعض کچے مسلمان اور منافق جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے سٹ پٹائے۔ خوف زدہ ہوئے جہاد کا تصور کر کے میدان میں قتل کئے جانے کا منظر، عورتوں کی بیوگی کا خیال، بچوں کی یتیمی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ گھبراہٹ میں کہہ اٹھے کہ خدایا ابھی سے جہاد کیوں فرض کر دیا ابھی تھوڑی مدت اور قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔ اس پر یہ آیات اور اگلی چند آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ جب تک جہاد کا حکم نازل نہ ہوا تھا تو تمنا اور آرزو کرتے تھے کہ کاش ہمیں ان کافروں سے لڑنے اور مرنے کا حکم مل جائے اب جب جہاد کا حکم نازل ہوا اور کفار سے جنگ و قتال کی اجازت ملی تو تم ڈرنے لگے۔ تم کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری درخواست قبول فرمائی اور تمہاری دلی تمنا پوری ہوئی۔ اس پر آئندہ کے لئے نصیحت فرمائی گئی کہ دنیا تو چند روزہ ہے اس کے آرام و تکلیف کا خیال نہ کرو۔ آخرت جس کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ جہاد ہے اس دنیائے فانی سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہے اور اگر موت کے خوف سے جہاد نہ کیا تو کیا موت سے بچ جاؤ گے۔ موت تو اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم چاہے کہیں بھی اور کیسے ہی مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔ غرض جب موت اپنے وقت پر آئے گی اور مر کر دنیا چھوڑ جانا ہی پڑے گا تو پھر جہاد سے کیا گھبرانا اور موت سے کیا ڈرنا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا تعلق مومنین مخلصین سے نہیں بلکہ منافقین سے ہے۔

آیات کی عام تعلیمات و ہدایات:

(۱) تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کو بیان فرمایا جو اصلاح نفس کا سبب ہیں اور اسکے بعد جہاد کا حکم دیا جو اصلاح ملک کا سبب ہے یعنی اس کے ذریعہ سے ظلم وستم کا استیصال کیا جاتا ہے اور ملک میں امن و امان قائم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے چنانچہ درجہ کے اعتبار سے بھی قسم اول کا حکم فرض عین ہے اور ثانی کا حکم فرض کفایہ ہے۔ جس سے اصلاح نفس کی اہمیت اور اس کا مقدم ہونا ظاہر ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصلاح ملک سے اصلاح نفس مقدم ہے۔

(۲) آیت میں دنیا کی نعمتوں کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کو افضل و بہتر کہا گیا ہے اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱- دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں اور آخرت کی نعمتیں کثیر ہیں

۲- دنیا کی نعمتیں فانی اور ختم ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

۳- دنیا کی نعمتوں کے ساتھ طرح طرح کی پریشانیاں بھی ہیں اور آخرت کی نعمتیں ہر طرح کدورتوں اور پریشانیوں سے پاک ہیں۔

۴- دنیا کی نعمتوں کا حصول یقینی نہیں اور آخرت کی نعمتیں ہر متقی کو یقیناً ملیں گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جہاد سے رکنے والوں کے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر موت سے بھی بچ سکتے ہیں اس لئے فرما دیا کہ موت تو مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم جہاں کہیں بھی ہو موت وہیں آ دبوچے گی۔ اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو جہاں کوئی قاتل نہ پہنچ سکے لیکن موت کا فرشتہ تو ضرور پہنچ جاتا ہے لہٰذا موت کے ڈر سے جہاد سے جی چرانا نادانی اور اسلام میں کمزوری کی دلیل ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ امت مسلمہ کو حقیقی جذبہ جہاد پھر عنایت فرمائیں اور دشمنان دین سے ہمکو مقابلہ و مقاتلہ کی قوت و طاقت عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور آخرت کے مقابلہ میں ہم دنیا کو ہیچ سمجھیں۔ اور ہر حال میں ہم آخرت کو ترجیح دینے والے ہوں۔ اے اللہ موت کا خوف ہمارے دلوں سے دور فرما دے اور موت کے بعد والی زندگی کا یقین کامل ہم کو عطا فرما دے تاکہ ہم اس دائمی زندگی کا سامان اس عارضی دنیا میں کر لیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا

اور اگر اُن کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ ہوگئی اور اگر اُن کو کوئی بُری حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں

وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	حَسَنَةٌ	يَقُوْلُوْا	هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَقُوْلُوْا
اور اگر	انہیں پہنچے	کوئی بھلائی	وہ کہتے ہیں	یہ	سے	اللہ کے پاس (طرف)	اور اگر	انہیں پہنچے	کچھ بُرائی	وہ کہتے ہیں

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

کہ یہ آپ کے سبب سے ہے آپ فرمادیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی طرف سے ہے تو اُن لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے

هٰذِهٖ	مِنْ	عِنْدِكَ	قُلْ	كُلٌّ	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	فَمَالِ	هٰٓؤُلَاۗءِ	الْقَوْمِ	لَا يَكَادُوْنَ
یہ	سے	آپ کی طرف سے	کہدیں	سب	سے	اللہ کے پاس (طرف)	تو کیا ہوا	اس	قوم	نہیں لگتے

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ

پاس کو بھی نہیں نکلتے اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی

يَفْقَهُوْنَ	حَدِيْثًا	مَا	اَصَابَكَ	مِنْ حَسَنَةٍ	فَمِنَ اللّٰهِ	وَمَا	اَصَابَكَ	مِنْ سَيِّئَةٍ
کہ سمجھیں	بات	جو	تجھے پہنچے	کوئی بھلائی	سو اللہ سے	اور جو	تجھے پہنچے	کوئی برائی

فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

سبب سے ہے اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی

فَمِنْ + نَفْسِكَ	وَاَرْسَلْنٰكَ	لِلنَّاسِ	رَسُوْلًا	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	مَنْ	يُطِعِ	الرَّسُوْلَ
تو تیرے نفس سے	اور ہم نے تمہیں بھیجا	لوگوں کے لئے	رسول	اور کافی ہے	اللہ	گواہ	جو۔جس	اطاعت کی	رسول

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ؕ

اور جو شخص رُوگردانی کرے سو ہم نے آپ کو اُن کا نگراں کر کے نہیں بھیجا

فَقَدْ اَطَاعَ	اللّٰهَ	وَمَنْ	تَوَلّٰى	فَمَا	اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا
پس تحقیق اطاعت کی	اللہ	اور جو جس	روگردانی کی	تو نہیں	ہم نے آپ کو بھیجا	ان پر	نگہبان

شان نزول

گزشتہ آیات میں ترغیب جہاد میں یہ مذکور ہوا تھا کہ وقت پر موت توٹلتی نہیں اگر جہاد نہ بھی کیا تو بھی موت کے منہ سے نہیں بچ سکتے۔منافقوں کا یہ حال تھا کہ جہاد میں اگر کبھی شکست و موت کا وقوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر الزام لگاتے اور کہتے کہ ہم آپ کے کہنے سے جہاد میں آئے اور مفت میں موت کا شکار بنے اور اگر جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوتی اور غنیمت ان کے ہاتھ آتی تو منافق کہتے کہ یہ بات محض اتفاقی منجانب اللہ

ہے۔غرض کہ ان کی نظروں میں کام بگڑتا تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام اور سنورتا تو اتفاقی بات۔منافقین کے ان باطل اقوال کے رد میں ان آیات کا نزول ہوا۔

بعض مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان ایام میں مدینہ میں غلہ اور پھلوں کی افراط تھی اور ہر چیز کا نرخ ارزاں تھا پھر جب منافقوں نے اپنے نفاق کا اور یہودیوں نے اپنے عناد کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں کسی قدر تنگی پیدا کر دی۔ پیداوار کم ہوئی اور گرانی زیادہ ہوگئی اس پر یہودیوں اور منافقوں نے کہا کہ جب سے یہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شہر میں آئے ہیں اس وقت سے ہمارے پھلوں اور کھیتوں میں نقصان ہونے لگا۔

اسی کو ان آیات میں فرمایا گیا وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ اتفاقاً ہوگئی۔اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔یعنی فتح وشکست اور قتل اور غنیمت اور قحط وارزانی سب خدا ہی کی طرف سے ہے۔

منافقوں کی کم عقلی

آگے منافقین کی کم عقلی اور بدفہمی کو ظاہر کیا جاتا ہے فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا یعنی ان حماقت شعار لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔یعنی ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ بھلائی و برائی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ہر راحت اور مصیبت کا خالق اور موجد حق تعالیٰ ہی ہے۔ارزانی وگرانی اور فتح وشکست سب اللہ ہی کی قضا و قدر سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔ یہ تو منافقین کے الزام کا اجمالی جواب ہوا آگے اس کی تفصیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ مطلب یہ کہ انسان کو جو نعمت وراحت پہنچتی ہے وہ محض اللہ کا فضل واحسان ہے اور جو تکلیف اسے پہنچتی ہے وہ اس کے اعمال کی شامت سے پہنچتی ہے۔

رسول بھیجنے کا مقصد

حق تعالیٰ شانہ منافقین کے الزام کو دور کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا. اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کے گواہ کافی ہیں۔یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے نفع وہدایت کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ہر خیر کی طرف دعوت دیں اور ہر شر سے ڈرائیں۔آپ کی ذات بابرکت تو ہر خیر اور رحمت کا سرچشمہ ہے وہ معاذ اللہ نحوست کا سبب کیسے بن سکتی ہے جیسا کہ منافقین کا الزام ہے بلکہ نحوست کا منبع تو خود ان کا نفس امارہ ہے اور یہود و منافقین جس برائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ تو ان کے ہی اعمال کی شامت ہے۔اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے بیہودہ الزام کی پرواہ نہ کیجئے اور غمگین اور رنجیدہ نہ ہو جئے اور اپنا کار رسالت کئے جایئے۔اس کے انکار سے نفی نبوت کی کب ہوسکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کے کافی گواہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جو معجزات آپ کو عطا کئے ہیں وہ سب من جانب اللہ آپ کی نبوت ورسالت کے گواہ ہیں۔

اللہ کی اطاعت کیلئے اطاعتِ رسول ضروری ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت عقلاً بھی واجب ہے۔ پس آپ کی اطاعت بھی واجب ہوئی اور جو شخص آپ کی اطاعت سے روگردانی کرے سو آپ کچھ غم نہ کیجئے ہم نے آپ کو بطور ذمہ داری کے ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو کفر نہ کرنے دیں بلکہ محض پیغام پہنچا کر آپ سبکدوش ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی گئی کہ جو شخص آپ کی اطاعت سے روگردانی کرے تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے لوگوں پر نگران اور نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ جبراً وقہراً ان کو اطاعت گزار بنا ہی دیں بلکہ آپ تو پیغام الٰہی پہنچا کر سبکدوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے خود نمٹ لیں گے۔

الغرض یہاں اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک ہمیشہ کے لئے ایک قاعدہ مقرر فرما دیا کہ جو ہمارا فرمانبردار بننا چاہتا ہے وہ ہمارے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اگر رسول کی فرمانبرداری نہ کرے گا تو ہمارا نافرمان ہے۔ اس طرح یہاں ایک راستہ کی طرف دعوت ورغبت بھی ہے۔ اور ساتھ ہی ایک وعید بھی ہے۔ دعوت تو یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات مانو گے تو تمہاری دنیا وآخرت کی زندگی بن جائے گی کیونکہ اطاعت رسول سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ گے اور اگر نہ مانو گے اور اطاعت رسول سے انحراف کرو گے تو گویا دونوں جہان کی خیر وبرکت سے روگردانی کرنا ہے۔ رسول کا یہ کام نہیں کہ وہ زبردستی تمہیں سیدھے راستہ پر اور اپنی اطاعت پر چلائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنے فضل وکرم سے ہماری تمام گزشتہ بداعمالیوں اور تمام صغیرہ کبیرہ اور ظاہری وباطنی گناہوں سے درگزر فرمایئے اور ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ ظاہر میں اور باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے موافق گزارنے میں ہماری مدد فرمایئے اور ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے کامل طور پر بچایئے۔

یا اللہ ہر راحت اور مصیبت کے خالق آپ ہی ہیں فتح وشکست۔ ارزانی وگرانی۔ خوشحالی وبدحالی سب آپ کے قضا وقدر ومشیت سے ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں۔

یا اللہ آپ نے اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ہماری صلاح وفلاح اور خیر وہدایت کے لئے تمام احکامات پہنچا دیئے اور بتلا دیئے۔ اب یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ جو ہم قرآن وسنت سے انحراف کر کے دونوں جہان کی خیر وبرکت سے محروم ہوتے رہے۔ یا اللہ ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ کی اطاعت کاملہ کی توفیق بخش دے۔

یا اللہ اس منافقانہ خصلت سے کہ نام ہم اسلام کا لیتے رہیں اور کام بے دینی کے کرتے رہیں اب ہمیں پاک فرما دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا وفادار امتی بن کر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے۔ پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت مشورے کرتی ہے اُن میں کی ایک جماعت برخلاف اس کے جو کچھ کہ

وَيَقُوْلُوْنَ	طَاعَةٌ	فَاِذَا	بَرَزُوْا	مِنْ	عِنْدِكَ	بَيَّتَ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	غَيْرَ الَّذِيْ	تَقُوْلُ	وَاللّٰهُ
اور وہ کہتے ہیں	(ہم نے) حکم مانا	پھر جب	باہر جاتے ہیں	سے	آپ کے پاس	رات کو مشورہ کرتا ہے	ایک گروہ	اُن سے	اس کے خلاف جو	کہتے ہیں	اور اللہ

يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

يَكْتُبُ	مَا يُبَيِّتُوْنَ	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ
لکھ لیتا ہے	جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں	منہ پھیر لیں	اُن سے	اور بھروسہ کریں	اللہ پر	اور کافی ہے	اللہ	کارساز	پھر کیا وہ غور نہیں کرتے؟

الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾

کیا پھر قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلافات پاتے

الْقُرْاٰنَ	وَلَوْ كَانَ	مِنْ	عِنْدِ	غَيْرِ اللّٰهِ	لَوَجَدُوْا	فِيْهِ	اخْتِلَافًا	كَثِيْرًا
قرآن	اور اگر ہوتا	سے	پاس	اللہ کے سوا	ضرور پاتے	اس میں	اختلاف	بہت

منافقوں کی دورنگی

آج کی آیات میں منافقوں کی مکاری اور دورنگی کو بیان کیا جاتا ہے کہ ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور آپ کے روبرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا شیوہ تو آپ کی فرمانبرداری ہے پھر جب مجلس نبوی سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو رات کو سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور آپ کے فرمودہ اور حکم کے خلاف مشورہ کرتے ہیں تو منافقین کے اس طرز عمل کی مذمت کی گئی جو دورخی پالیسی رکھتے ہیں کہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں منافقین کی ''اطاعت رسول'' کا حال بتلایا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سن کر آپ کے سامنے تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں سب حکم دل و جان سے قبول ہیں لیکن اس کے برخلاف رات کی تنہائی میں بیٹھ کر آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور طے کرتے ہیں کہ ہم ان کا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ماننے والے نہیں تو گویا سامنے کچھ کہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے کچھ۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ منافقین کی اس دورخی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ آپ ان کی منافقانہ حرکتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ پورے کارساز ہیں۔ اس کی کارسازی کے آگے ان منافقوں کی کچھ نہیں چل سکتی اور یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

منافقت کا علاج

اب منافقین کی اس مکاری، دغابازی اور دورنگی کا اصل منشا اور سبب یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول دل سے تسلیم نہیں کرتے تھے اور نہ قرآن کریم کو کلام الٰہی جانتے تھے۔ اس لئے آگے ان کو یہ حکم دیا کہ تم قرآن میں غور و فکر کرو جو آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگر تم نے قرآن میں صدق دل سے غور کیا تو تم پر روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ چنانچہ تدبر قرآن کی دعوت دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ کیا قرآن میں غور نہیں کرتے تا کہ اس کا کلام الٰہی ہونا واضح ہو جائے اور یہ سمجھ جائیں کہ جس پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا ہے وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن کریم کی حقانیت

آگے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے کلام اللہ ہونے کی ایک واضح دلیل دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا اور اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کے مضامین میں بکثرت اختلافات وتفاوت پاتے۔ یعنی اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوتا یا کسی اور بشر کا کلام ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کہتے ہیں تو اس میں بہت سے اختلافات اور تناقض اور تفاوت موجود ہوتے۔ کوئی خبر اس کی صحیح ہوتی کوئی غلط' کوئی جملہ اس کا فصیح ہوتا تو کوئی غیر فصیح مگر اس میں کسی قسم کا اختلاف اور تناقض کا نام ونشان نہیں قرآن کریم میں جن جن احکام وعقائد اور عملیات کا بیان ہے اور گزشتہ واقعات کی جو خبریں ہیں اور آئندہ کے متعلق جو پیش گوئیاں ہیں ان میں باہم نہ کوئی اختلاف ہے نہ تضاد بلکہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ایسی بے نظیر ہے کہ جو طاقت بشری سے باہر ہے اس کے تمام احکام عین حکمت اور صواب ہیں۔ غیب کی اس میں خبریں ہیں اور ظاہر ہے کہ غیب کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ گزشتہ تاریخی واقعات کا حرف بحرف صحیح ہونا اور آئندہ پیش گوئیوں کو بالکل ٹھیک ٹھیک واقع کے مطابق اترنا یہ سب باتیں اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہیں۔ ان باتوں سے ہر شخص یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے کیونکہ بشر کے کلام میں یکسانیت کہاں۔ انسان جب کوئی طویل کلام کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں رہتا کیونکہ بشر پر مختلف احوال پیش آتے ہیں اور ہر حالت میں اسی حالت کے مطابق کلام کرتا ہے اور ماحول کا اس کی تقریر وتحریر پر اثر ہوتا ہے۔ اطمینان کے وقت کلام اور طرح کا ہوتا ہے۔ پریشانی کے وقت دوسری طرح کا مسرت کے وقت اور رنگ ہوتا ہے۔ رنج کے وقت دوسرا رنگ ہوتا ہے لیکن قرآن کریم اتنی بڑی کتاب ہے اور اس کا ان جملہ اختلافات سے پاک ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ خداوند ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے۔

دعا کیجئے

اللہ پاک ہم کو قرآن پاک پر حقیقی ایمان نصیب فرمائیں اور اس کا علم وفہم عطا فرمائیں۔ اس کے سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے احکام کا اتباع اور اطاعت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو جملہ منافقانہ خصلتوں سے پاک فرمایئے اور قرآنی انوار سے منور فرمایئے۔ اے اللہ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما اور آپؐ کے احکام سے آپ کا کلمہ پڑھ کر انحراف اور اعراض سے بچا۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت عطا فرما۔ اور آپ کی عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ

اور جب اُن لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اسکو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ رسول کے اور جو اُن میں ایسے اُمور کو سمجھتے ہیں

وَاِذَا	جَآءَهُمْ	اَمْرٌ	مِّنَ	الْاَمْنِ	اَوِ	الْخَوْفِ	اَذَاعُوْا	بِهٖ	وَلَوْ	رَدُّوْهُ	اِلَى الرَّسُوْلِ	وَ	اِلٰٓى	اُولِى الْاَمْرِ
اور جب	انکے پاس آتی ہے	کوئی خبر	سے (کی)	امن	یا	خوف	مشہور کردیتے ہیں	اُسے	اور اگر	اسے پہنچاتے	رسول کی طرف	اور	طرف	حاکم

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

اُن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اُسکو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اُن میں اُسکی تحقیق کرلیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا

مِنْهُمْ	لَعَلِمَهُ	الَّذِيْنَ	يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ	مِنْهُمْ	وَلَوْ	لَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ
اپنے میں سے	تو اس کو جان لیتے	جو لوگ	تحقیق کرلیا کرتے ہیں	ان سے	اور اگر	نہ	فضل	اللہ	تم پر	اور اسکی رحمت

لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۳ فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ

تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ پر سوائے اپنی جان کے کسی کی ذمہ داری نہیں

لَاتَّبَعْتُمُ	الشَّيْطٰنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا	فَقَاتِلْ	فِىْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	لَا تُكَلَّفُ	اِلَّا	نَفْسَكَ	وَحَرِّضِ
تم پیچھے لگ جاتے	شیطان	سوائے	چند ایک	پس لڑیں	میں	راستہ	اللہ	مُکلف نہیں	مگر	اپنی ذات	اور آمادہ کریں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝۸۴

اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ کافروں کے زورِ جنگ کو روک دینگے اور اللہ تعالیٰ زورِ جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں

الْمُؤْمِنِيْنَ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَّكُفَّ	بَاْسَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَاللّٰهُ	اَشَدُّ	بَاْسًا	وَ	اَشَدُّ	تَنْكِيْلًا
مومن (جمع)	قریب ہے	اللہ	کہ	روک دے	جنگ	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اور اللہ	سخت ترین	جنگ	اور	سب سے سخت	سزا دینا

تفسیر وتشریح

اوپر سے جہاد کے سلسلہ میں منافقوں کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے گزشتہ آیات میں منافقین کی یہ بدخلقی بیان کی گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو منافقین آپ کی اطاعت کا دم بھرتے اور آپ کے پاس سے جا کر آپ کی نافرمانی کے لئے مشورہ کرتے۔

شانِ نزول

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کسی گاؤں میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے لائیں۔ جب یہ صاحب مقررہ مقام پر پہنچے تو وہاں کے باشندے مل کر ان کے استقبال کی نیت سے آئے۔ انہوں نے سمجھا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں اور فوراً الٹے پھر آئے اور مدینہ میں اس کا تذکرہ کیا۔ ہنوز یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچی تھی کہ شہر میں اس کا شہرہ ہو گیا کہ فلاں گاؤں والے تو مرتد ہو گئے آخر جب آنحضرتؐ کے پاس یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے اسکی تحقیق کی اور خبر بالکل غلط نکلی۔ صحیح بخاری و مسلم میں آیت مذکورہ کے شان نزول میں ایک دوسری روایت بیان کی گئی ہے جس سے شان نزول کی تخصیص معلوم ہوتی ہے اگرچہ آیت کا حکم عام ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ اس وحشت ناک خبر کو سن کر میں اپنے گھر سے چل کر مسجد میں گیا۔ کچھ دیر وہاں توقف کیا تو کچھ لوگ وہاں بھی یہی باتیں کر رہے تھے یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ اس خبر کی تحقیق کرنی چاہیے۔ میں اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضور نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے تعجب سے کہا اللہ اکبر اور پھر مسجد کے دروازہ پر آ کر بلند آواز سے ندا کر دی کہ یہ خبر غلط ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی سلسلہ میں منافقین کی بری خصلت بیان کر کے مسلمانوں کو نصیحت و ہدایت فرمائی جاتی ہے۔ منافقوں کی یہ عادت تھی کہ وہ تشویش پھیلانے والی خبریں اڑایا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں میں پریشانی پھیلے۔ اگر کسی بھید اور اسرار کی بات کو سن پاتے تو جھٹ اس کو مشہور کر دیتے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کی فتح کی خبر سننا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا' یا کسی خوفناک خبر کا سن لینا جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہو جانا تو اسکو بلاتحقیق کے مشہور کرنے لگتے اور اس میں اکثر فساد اور نقصان پیش آ جاتا۔ منافقین تو ضرر رسانی کی غرض سے ایسا کرتے اور بعض سیدھے سادے مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو جاتے تو یہاں بغیر تحقیق یونہی سنی سنائی خبریں اور افواہیں پھیلانے کی ممانعت فرمائی گئی کہ اس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور خواہ مخواہ میں غلط فہمی پھیلتی ہے۔

بے تحقیق افواہیں اڑانا منع ہے

بہر حال آیت کا حکم عام ہے اور بے تحقیق افواہیں اڑانے اور خبریں پھیلانے کی ممانعت ہے۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ لوگوں کو لازم ہے کہ جب ان کو کوئی خبر پہنچے یا اطلاع ملے تو وہ کسی سے نہ کہیں۔ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا جو بات کو پرکھنے اور اس کی تحقیق کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں ان کے پاس جائیں اور سب سے پہلے ان کو وہ خبر پہنچائیں۔ جب وہ تحقیق اور چھان بین کر کے اس کی بات کہہ دیں کہ صحیح ہے تب اسے عوام میں مشہور کیا جائے

اس حکم و ہدایت کو سنانے کے بعد بطور احسان کے مسلمانوں کو ارشاد ہے:

''اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل و رحمت نہ ہوتی کہ تم کو قرآن دیا۔ تم نے اپنا پیغمبر بھیجا۔ یہ اگر نہ ہوتا تو تم سب کے سب ضرر دنیوی و اخروی اختیار کر کے شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے جو بدولت عقل سلیم خداداد کے کہ وہ بھی ایک خاص فضل و رحمت ہے اس سے محفوظ رہتے ورنہ زیادہ تباہی میں پڑتے پس تم ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور برخلاف منافقین کے پوری اطاعت اور تعمیل کرو''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہیے۔ بے تحقیق باتوں کا اڑانا گناہ اور باعث فتنہ ہے۔

آیت نمبر ۸۳ کا شان نزول

بعض مفسرین نے اس آیت کو خاص ایک قصہ پر محمول کیا ہے جس کا خلاصہ بروایت حضرت ابن عباسؓ یہ ہے کہ جب غزوۂ احد شوال میں ہو چکا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدہ کے موافق بدر میں مقابلہ کے لئے جانا چاہا اس وقت بعض لوگ تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہی خبروں کی وجہ سے قدرے تامل کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا گو میرے ساتھ کوئی نہ چلے مگر میں ضرور جاؤں گا۔

چنانچہ دوسری آیت میں اسی کا تذکرہ ہے۔ آیت کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں جہاد میں جاؤں گا خواہ مجھے تنہا ہی

جانا پڑے۔ چنانچہ ۷۰ صحابہ کے ساتھ آپؐ بدر کے میدان کی طرف حسب وعدہ تشریف لے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کے زور کو توڑ کر مسلمانوں کی ہیبت ان کے دلوں میں ایسی بٹھادی کہ کفار میدان میں نہ آ سکے۔ تو یہاں جہاد کی ترغیب کے ساتھ آیت میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے سبب کا ہونا بھی ضروری رکھا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کامل اور ایمان حقیقی نصیب فرمائیں اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں قرآن پاک کی جملہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا عزم و توفیق عطا فرما۔ اور نفس و شیطان اور کفار و مشرکین سے جہاد اور مقابلہ کی قوت عطا فرما۔

یا اللہ اپنے خاص فضل و کرم سے ہماری ہدایت کے سامان فرما اور تمام شیطان فتنوں سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ بے تحقیق افواہیں اڑانے اور سنی سنائی خبریں پھیلانے کی آپ نے جو ممانعت فرمائی ہے اس پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ یہ آپ کا خاص فضل و کرم اور انعام و احسان ہے جو ہم کو قرآن کریم جیسی کتاب اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم جیسے نبی عطا فرمائے۔ یا اللہ ان انعامات کی ہم کو قدردانی نصیب فرما اور ہم کو قرآن کریم کا اتباع کامل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کامل نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو صحیح اور سچا جذبہ جہاد فی سبیل اللہ عطا فرما۔

یا اللہ جیسے آپ نے ابتدا میں کفار و مشرکین کے زور اور قوت کو پاش پاش فرمادیا اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرمایا۔

یا اللہ اب بھی کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ جو دشمنان دین اسلام ہیں ان کی قوت کو توڑ دے اور ان کے غلبہ اور تسلط سے اہل اسلام کو بچالے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ

جو شخص اچھی سفارش کرے اُس کو اُس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بُری سفارش کرے اُس کو اُس کی وجہ سے

مَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	حَسَنَةً	يَّكُنْ لَّهٗ	نَصِيْبٌ	مِّنْهَا	وَمَنْ	يَّشْفَعْ	شَفَاعَةً	سَيِّئَةً	يَّكُنْ لَّهٗ
جو	سفارش کرے	سفارش	نیک بات	ہوگا اس کے لئے	حصہ	اس میں سے	اور جو	سفارش کرے	سفارش	بُری بات	ہوگا اسکے لئے

كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں

	كِفْلٌ	مِّنْهَا	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	مُّقِيْتًا	
	بوجھ (حصہ)	اس سے	اور ہے	اللہ	پر	ہر چیز	قدرت رکھنے والا	

کسی کی سفارش کا بدلہ:

اس آیت میں سفارش کے متعلق ایک عام قانون بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص کسی نیک کام کی اچھی سفارش کرے مثلاً لوگوں کو شرکت جہاد سے روکے اور ان کو جہاد میں جانے سے ڈرائے تو اس کو بھی گناہ میں سے حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے کسی دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ سفارش کرنے والا بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور اسی طرح جو کوئی مفسد فاسق یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ سفارش کرنے والا بھی فساد اور چوری کے گناہ میں شریک ہوگا تو گویا یہاں ایک عام قاعدہ بیان کیا گیا کہ حصول نیکی کی سفارش اور ذریعہ بھی نیک اور قابل ثواب ہوگا اور حصول ابدی کا ذریعہ اور سفارش بھی بدی ہوگی اور اس پر گناہ ہوگا۔

شان نزول

چنانچہ منافقین آپس میں ایک دوسرے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سفارش کیا کرتے تھے کہ آپ انہیں جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دیں اور مومنین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اگر کسی مسلمان کے پاس سامان جنگ نہ دیکھتے تو کسی دوسرے صاحب مقدرت مسلمانوں سے کہہ سن کر ان کو سامان جنگ دلوا دیتے تاکہ جہاد میں شریک ہو سکیں، اسی پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص اچھی یا بری جیسی سفارش کرے گا اس کی جزا و سزا اس کو بھی بھگتنی پڑے گی۔

اب یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ نیک کام کی سفارش میں طریق اور مقصود دونوں مشروع ہوں۔ جب وہ قابل ثواب ہوگا اور اگر طریق غیر مشروع ہوا یا مقصود غیر مشروع ہوا تو خواہ سفارش کیسے ہی نیک کام کی ہو قابل ثواب نہ ہوگی۔ مثلاً طریق کا غیر مشروع ہونا اس طرح ہے کہ کسی غریب کی امداد کے لئے کسی امیر سے کہا مگر اس طرح کہ اس کو مجبور کیا۔ اس پر گراں ہوا تو گو غرض بری نہیں مگر طریقہ برا ہے اس لئے کہ ایذائے مسلم معصیت اور گناہ اور مقصود غیر مشروع یہ ہے کہ کسی ظالم کی اعانت کے لئے کہا کہ غرض ہی ناجائز اور حرام ہے تو جو سفارش دونوں سے منزہ ہو وہ عبادت اور ثواب ہے اور اس کا درجہ کہیں واجب کا کہیں مستحب کا ہے۔ نیز علماء نے لکھا ہے کہ سفارش کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ سفارش کر کے آدمی فارغ ہو جائے اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے جیسا کہ ایک واقعہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آزاد کردہ کنیز بریرہؓ سے یہ سفارش فرمائی کہ اس نے جو اپنے شوہر مغیث سے طلاق حاصل کر لی ہے اور وہ اس کی محبت میں پریشان پھرتے ہیں دوبارہ ان ہی سے

نکاح کرلے۔ بریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر سفارش ہے تو میری طبیعت اس پر بالکل آمادہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم نہیں سفارش ہی ہے۔ حضرت بریرہؓ جانتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف اصول کوئی ناگواری نہ ہوگی۔ اس لئے صاف عرض کردیا تو پھر میں یہ سفارش قبول نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش دلی کے ساتھ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔ یہ ہے حقیقت "سفارش" کی جو شرعاً درست اور باعث اجر وثواب ہے کہ جس میں تعلق یا وجاہت کا کوئی اثر اور دباؤ نہ ڈالا جائے۔ اب آج کل تو کسی کی سفارش نہ مانی جائے تو وہ ناراض ہوجاتا ہے بلکہ دشمنی پر آمادہ ہوجاتا ہے حالانکہ کسی ایسے شخص پر ایسا دباؤ ڈالنا کہ وہ اپنی مرضی اور ضمیر کے خلاف کرنے پر مجبور ہوجائے تو یہ جبر واکراہ میں داخل ہے اور سخت گناہ ہے۔

کارساز حقیقی

آیت کے آخیر میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا لفظ مقیت کے معنیٰ قادر کے بھی ہیں۔ حاضر ونگران کے بھی ہیں اور روزی کے تقسیم کرنے والے کے بھی۔ اس جملہ میں تینوں معنیٰ مراد ہوسکتے ہیں۔ پہلے معنی یعنی قادر کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے عمل کرنے والے اور سفارش کرنے والے کی جزا وسزا اس کے لئے مشکل نہیں۔

دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران اور حاضر ہے اس کو سب معلوم ہے کہ کون کس نیت سے سفارش کررہا ہے۔ محض لوجہ اللہ کسی کی امداد کرنا مقصود ہے یا کوئی اپنی غرض بطور رشوت کے اس سے حاصل کرنا مقصود ہے اور تیسرے معنیٰ کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ رزق وروزی کی تقسیم کا تو اللہ تعالیٰ خود متکفل ہے جتنا اور جو جس کے لئے لکھ دیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ سفارش تقدیری امر میں تو تبدیلی نہیں آسکتی البتہ سفارش کرنے والے کو مفت میں ثواب مل جاتا ہے کہ وہ ایک طرح کمزور کی اعانت اور نیکی میں مدد ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہمیں ہر مسلمان کے حق میں نیکی اور خیر خواہی چاہنے کی توفیق عطا فرما اور نیکیوں اور نیک کاموں میں جائز طریقوں سے شفاعت حسنہ کرنے والا بنا۔ اے اللہ ہمیں ہر کام میں اخلاص نصیب فرما اور اپنی رضا کو حاصل کرنے کا ہر عمل سے ہمارا مقصود بنا۔ اے اللہ دین کے کاموں میں ہمیں ایک دوسرے کی اعانت اور سہارے کی توفیق عطا فرما اور بے دینی سے ہمیں بچنے اور ایک دوسرے کو بچانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اُس سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہدو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے

وَاِذَا	حُيِّيْتُمْ	بِتَحِيَّةٍ	فَحَيُّوْا	بِاَحْسَنَ	مِنْهَآ	اَوْ	رُدُّوْهَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	حَسِيْبًا
اور جب	تمہیں دعا دے	کسی دعا (سلام) سے	تو تم دعا دو	بہتر	اس سے	یا	وہی لوٹا دو (کہدو)	بیشک	اللہ	ہے	پر (کا)	ہر چیز	حساب کرنے والا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

اللہ ایسے ہیں کہ اُن کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن میں اس میں کوئی شبہ نہیں اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

اَللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	لَيَجْمَعَنَّكُمْ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	وَمَنْ	اَصْدَقُ	مِنَ اللّٰهِ	حَدِيْثًا
اللہ	نہیں	عبادت کے لائق	اس کے سوا	وہ تمہیں ضرور اکٹھا کرے گا	طرف	روزِ قیامت	نہیں شک	اس میں	اور کون؟	زیادہ سچا	اللہ سے	بات میں

سلام کا قانون

گزشتہ آیت میں شفاعت حسنہ کے متعلق بیان ہوا تھا یعنی جو کوئی کسی کی بہتری و بھلائی کی نیک سفارش کرے گا اسے خود بھی اس بہتری و نیکی کا حصہ ملے گا۔ اب آگے شفاعت حسنہ کی ایک خاص صورت کا ذکر فرمایا جاتا ہے یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش ہے لہٰذا تعلیم دی جاتی ہے کہ جو کوئی تمہاری بہتری چاہے تم پر لازم ہے کہ تم بھی اس کی بہتری چاہو۔ اگر کوئی مسلمان تم کو سلام اور دعا دے تو تم کو بھی اس کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ یا تو وہی کلمہ تم بھی اس کو کہو یا اس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے تم سے کہا السلام علیکم جس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر سلامتی ہو اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ تم ہر تکلیف رنج و مصیبت سے سلامت رہو تو تم بھی اُس کو یہی جواب دو اور جواب میں علیکم السلام کہو یعنی تم پر بھی دین دنیا کی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اگر سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمة الله کہے تو تم جواب میں اس سے بڑھ کر وعلیکم السلام ورحمة الله و بر کاته کہہ دو۔ یہاں پہلی آیت میں یہی تعلیم ہے کہ اگر احسان اور بھلائی کا بدلہ اصل سے زیادہ ہو تو بہتر ہے ورنہ کم از کم برابر برابر تو ہونا ہی چاہئے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا جب تم کو کوئی مشروع طور پر سلام کرے تو تم اس سلام سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا جواب میں ویسے ہی الفاظ کہہ دو یعنی تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں۔ ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ ضروری ہے لیکن اول صورت افضل ہے۔ تو اس جملہ میں بصیغۂ امر یہ حکم دیا گیا کہ جب کسی مسلمان کو سلام کیا جائے تو اس کے ذمہ جواب دینا تو واجب ہے اگر بغیر کسی عذر شرعی کے جواب نہ دیا تو گنہگار ہوگا البتہ جواب دینے میں دو باتوں کا اختیار ہے ایک یہ کہ جن الفاظ سے سلام کیا گیا ہے ان سے بہتر الفاظ میں جواب دیا جائے دوسرے یہ کہ بعینہ انہی الفاظ سے جواب دیدیا جائے اور اس کی تشریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی کہ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیکم یا رسول الله۔ آپ نے جواب میں کلمہ بڑھا کر فرمایا وعلیکم السلام ورحمة الله۔ پھر ایک دوسرے صاحب آئے انہوں نے کہا السلام علیکم یا رسول الله ورحمة الله۔ آپ نے جواب میں فرمایا وعلیکم السلام ورحمة الله و بر کاته۔ پھر

ایک تیسرے صاحب آئے اور انہوں نے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ نے جواب میں صرف ایک کلمہ وعلیک ارشاد فرمایا۔ اس پر ان تیسرے صاحب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ فلاں اور فلاں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب کچھ زیادتی کے ساتھ دیا جو مجھے نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ہمارے لئے کچھ کلمہ چھوڑا ہی نہیں کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تم پر سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا اسی کو لوٹا دو۔ تم نے سارے کلمات اپنے سلام ہی میں جمع کر دیئے اس لئے ہم نے تمہارے سلام کا جواب بالمثل دینے پر اکتفا کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے کلمات میں زیادتی صرف تین کلمات تک مسنون ہے اس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آخری صحابی کے جواب میں وہ لفظ فرما دیتے مگر جب انہوں نے اپنے ابتدائی سلام میں تین کلمے جمع کر دیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور زیادتی سے احتراز فرمایا۔

جن کو سلام کرنا مکروہ ہے

۱- نماز پڑھنے والے پر' اگر نمازی نے جواب دے دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔
۲- تلاوت قرآن کرنے والے پر۔
۳- وعظ و ذکر میں مشغول ہونے والے پر
۴- حدیث اور خطبہ پڑھنے والے پر۔
۵- ان چاروں کی طرف کان لگانے والے پر
۶- قاضی پر بوقت قضات یعنی جب قاضی حکم دینے کے لئے مسند قضا پر بیٹھا ہو تو مدعی اور مدعا علیہ اس کو سلام نہ کریں۔
۷- علم شرعی میں بحث کرنے والوں پر۔
۸- مؤذن پر بوقت اذان
۹- تکبیر کہنے والے پر۔
۱۰- علم شرعی سکھانے والے پر بروقت تعلیم
۱۱- اجنبی جوان عورتوں پر' اسی طرح اس شخص کو بھی سلام نہیں کیا جاوے گا جو اجنبی عورت کو دیکھتا ہو۔
۱۲- شطرنج' چوسر' گنجفہ کھیلنے والے پر اور جو لوگ انکی عادت کے مشابہ ہوں مثل جواری' شراب خور' غیبت کرنے والا' کبوتر اڑانے والا' گانے والا اور باجا بجانے والا۔ ان سب پر بھی سلام مکروہ ہے۔
۱۳- جو شخص اپنی بیوی سے بوس کنار میں مصروف ہو۔
۱۴- کافر پر
۱۵- برہنہ ننگے بدن والے پر
۱۶- پیشاب پاخانہ پھرنے والوں پر
۱۷- کھانا کھانے والے پر' مگر جس وقت سلام کرنے والا بھی بھوکا ہو اور وہ جانتا ہو کہ کھانے سے منع نہیں کرے گا تو سلام مکروہ نہیں اس لئے کہ اس سلام سے غرض کھانا کھانے کی ہے۔
۱۸- بوڑھے مسخرے پر
۱۹- جھوٹے پر
۲۰- لوگوں کی عیب جوئی میں مصروف رہنے والے پر
۲۱- گالی بکنے والے پر۔ یہ لوگ ہیں کہ جن پر سلام مکروہ ہے ان کے علاوہ سب پر سلام مسنون ہے۔

کون کس کو سلام کرے

مسنون ہے کہ جب مرد گھر جائے تو بیوی اور گھر والوں کو سلام کرے اسی طرح بیوی گھر میں آئے تو شوہر کو سلام کرے ہر قرابتدار محرم عورت کو سلام کرنا بھی مسنون ہے جو شخص سواری پر ہو اس کو چاہیے کہ پیدل چلنے والے کو سلام کرے جو چل رہا ہوں وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے تھوڑی جماعت زیادہ جماعت کو سلام کرے۔ سلام میں پہل کرنا افضل ہے۔ اگر کسی نے جماعت کو سلام کیا اور جماعت میں سے ایک نے بھی جواب دے دیا تو وہ جواب سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ مگر ثواب اسی کو ملے گا جس نے جواب دیا۔ اگر ایک شخص کو جماعت نے سلام کیا تو اس کو ایک جواب دینا کافی ہے۔ اگر کوئی کسی کا سلام تم کو پہنچائے تو جواب میں علیک وعلیہ السلام کہے یعنی تم کو اور اس کو دونوں کو سلام۔

اس قرآنی حکم یعنی جب کسی مسلمان کو مشروع طریقہ سے سلام کیا جائے تو جواب دینا واجب ہے اس کے بعد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قانون تو یہی ہے کہ ہر ہر عمل پر حساب لیں اور یوں اپنے فضل سے معاف کر دیں وہ اور بات ہے۔

دربار الٰہی کی عظمت

اب یہاں تک جو احکام مذکور ہوئے ان کی تاکید و اہتمام کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری اور حساب کے خوف سے احکام پر عمل کرنے میں اہتمام بڑھ جائے۔ اوپر یہ ارشاد ہوا تھا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والے ہیں۔ اس میں چونکہ دو دعوے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنے پر قدرت ہے دوسرا یہ کہ ایسا ہوگا لہٰذا اول دعوے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کو ضرور اس پر قدرت ہے کیونکہ اللہ کی یہ شان ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ جب وہی تمام مخلوق کا الٰہ مطلق ہے اور سزاوار الوہیت ہے تو لوازم الوہیت جیسے قدرت کاملہ اور اختیار کامل اور نفاذ حکم وغیرہ اس کے لئے ثابت ہوں گے اور دوسرے دعوے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ وقوع محاسبہ ضرور ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس وقوع کی خبر دی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون صادق القول ہوسکتا ہے چنانچہ جب وہ فرماتے ہیں کہ وہ تم کو قیامت میں بغرض محاسبہ ضرور جمع کریں گے تو پھر اس میں کوئی خلجان اور شبہ کی بات نہیں۔ اسی مضمون میں آج کی دوسری آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اللہ لا الٰہ الا ھو اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں یعنی خدائے قدوس معبود برحق ہے اس کا حکم اور فیصلہ ناطق ہے۔ وہی تمام مخلوق کا الٰہ مطلق ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔

لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَارَیْبَ فِیْهِ وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یعنی قیامت کا آنا حساب کتاب ہونا۔ جزا و سزا کا ملنا۔ سب وعدوں کا پورا ہونا یقینی ہے اس میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا اور خدائے تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی جب وہ خبر دے رہے ہیں تو بالکل ٹھیک ہی ہے۔

یہاں یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہوسکتا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جھوٹ کا منشا یا خوف ہے یا لالچ یا حماقت یا جہل یا عجز کیونکہ اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو دانستہ بولتا ہے یا نادانستہ پھر جو دانستہ بولتا ہے تو یا اس میں فائدہ مدنظر ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت میں حماقت ہے اور اگر پہلی صورت میں ہے تو اس سے یا کوئی اپنی غرض متعلق ہوتی ہے یا دوسرے کی اگر اپنی غرض متعلق ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس غرض کو دوسرے طریق سے حاصل نہیں کر سکتا تو یہ عجز کامل ہے یا دوسرے طریق سے حاصل کرنے میں کوئی اور خرابی ہوتی ہے۔ یہ عجز ناقص ہے اور حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ و مبرا ہیں اس لئے وہ کذب سے بھی منزہ اور پاک ہے اور دوسرے لوگ فی نفسہ ان باتوں سے منزہ نہیں پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ سچے ہیں۔

مقصود بیان اس آیت کا یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ معبود برحق ٹھہرا اور سب کا خالق اور الٰہ مطلق قرار پایا تو اس سے بڑھ کر کون صادق القول ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جب انہوں نے یہ فرما دیا کہ قیامت کا ہونا یقینی ہے اور ہم سب کو حساب اور جزا و سزا کے لئے جمع کریں گے تو تمام افراد انسانی پر واجب ہے کہ ان کی ہدایت اور ارشاد کو مانیں اور ان کے احکام اور تعلیم پر عمل کریں اور یقین جانیں کہ جو ان کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ قیامت کے دن سزا کا مستحق ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت کا یقین کامل عطا فرمائیں اور قیامت کے حساب کتاب کا خوف ہمارے دلوں میں جما دیں۔ یا اللہ اپنی اور اپنے احکام کی وہ عظمت ہمارے دلوں میں عطا فرما دے کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے حکم کی تعمیل کا اہتمام کرنے لگیں اور احکام کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچنے لگیں۔ اے اللہ ہمیں جملہ اسلامی احکام کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور ان پر مسنون طریقہ سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ

پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم دوگروہ ہوگئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو الٹا پھیر دیا اُن کے عمل کے سبب کیا تم لوگ اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو

فَمَا لَكُمْ	فِي الْمُنٰفِقِيْنَ	فِئَتَيْنِ	وَاللّٰهُ	اَرْكَسَهُمْ	بِمَا كَسَبُوْا	اَتُرِيْدُوْنَ	اَنْ تَهْدُوْا	مَنْ
سو کیا ہوا تمہیں؟	منافقین کے بارہ میں	دوفریق	اور اللہ	انہیں اُلٹ دیا (اوندھا کردیا)	اسکے سبب جو انہوں نے کمایا (کیا)	کیا تم چاہتے ہو؟	کہ راہ پر لاؤ	جو۔جس

اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (٨٨) وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے، وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں

اَضَلَّ	اللّٰهُ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَنْ تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا	وَدُّوْا	لَوْ تَكْفُرُوْنَ	كَمَا	كَفَرُوْا
گمراہ کیا	اللہ	اور جو۔جس	گمراہ کرے	اللہ	پس تم ہرگز نہ پاؤ گے	اسکے لئے	کوئی راہ	وہ چاہتے ہیں	کاش تم کافر ہو	جیسے	وہ کافر ہوئے

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تم بھی کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو اُن میں سے کسی کو دوست مت بنانا جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اگر وہ

فَتَكُوْنُوْنَ	سَوَآءً	فَلَا تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	اَوْلِيَآءَ	حَتّٰى	يُهَاجِرُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا
تو تم ہو جاؤ	برابر	پس تم نہ بناؤ	ان سے	دوست	یہانتک کہ	وہ ہجرت کریں	میں	اللہ کی راہ	پھر اگر تم	منہ موڑیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (٨٩)

اعراض کریں تو اُن کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ اُن کو پاؤ اور نہ اُن میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ۔

فَخُذُوْهُمْ	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	وَجَدْتُّمُوْهُمْ	وَلَا	تَتَّخِذُوْا	مِنْهُمْ	وَلِيًّا	وَّلَا	نَصِيْرًا
تو ان کو پکڑو	اور انہیں قتل کرو	جہاں کہیں	تم انہیں پاؤ	اور نہ	بناؤ	اُن سے	دوست	اور نہ	مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمھارے اور اُن کے درمیان عہد ہے یا خود تمھارے پاس اس حالت سے آویں کہ

اِلَّا	الَّذِيْنَ	يَصِلُوْنَ	اِلٰى	قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِّيْثَاقٌ	اَوْ	جَآءُوْكُمْ	حَصِرَتْ
مگر	جو لوگ	مل گئے ہیں (تعلق رکھتے ہیں)	طرف (سے)	قوم	تمہارے درمیان	اور انکے درمیان	عہد (معاہدہ)	یا	وہ تمہارے پاس آئیں	تنگ ہو گئے

صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ

اُن کا دل تمھارے ساتھ اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے

صُدُوْرُهُمْ	اَنْ	يُّقَاتِلُوْكُمْ	اَوْ	يُقَاتِلُوْا	قَوْمَهُمْ	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	لَسَلَّطَهُمْ	عَلَيْكُمْ	فَلَقٰتَلُوْكُمْ
ان کے سینے (ان کے دل)	کہ	وہ تم سے لڑیں	یا	لڑیں	اپنی قوم سے	اور اگر	چاہتا اللہ	انہیں مسلط کر دیتا	تم پر	تو وہ تم سے ضرور لڑتے

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن پر کوئی راہ نہیں دی۔

فَاِنِ	اعْتَزَلُوْكُمْ	فَلَمْ	يُقَاتِلُوْكُمْ	وَ	اَلْقَوْا	اِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	فَمَا جَعَلَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ	سَبِيْلًا
پھر اگر	تم سے کنارہ کش ہوں	پھر نہ	وہ تم سے لڑیں	اور	ڈالیں	تمہاری طرف	صلح	تو نہیں دی	اللہ	تمہارے لئے	ان پر	کوئی راہ

شانِ نزول

مشرکین عرب میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں کچھ دنوں مدینہ میں مقیم رہے۔ پھر مدینہ کی آب وہوا کے موافق نہ آنے کا عذر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو ہم جنگل میں جارہیں یہاں کی آب وہوا ہم کو موافق نہیں۔ آپ نے ان کو اجازت دیدی۔ یہ بہانہ کر کے جب مدینہ سے باہر نکل گئے تو منزل بمنزل کوچ کرتے اور کھسکتے رہے یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جاملے اور گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھوٹ موٹ خط لکھا کہ آپ ہماری طرف سے کچھ خیال نہ کریں ہم آپ ہی کے دین پر ہیں اور ہم مدینہ کی آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے اپنے وطن چلے آئے ہیں۔ یہ حال سن کر مسلمان ان کے ایمان وکفر میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض نے کہا یہ منافق ہیں ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہوتے تو مصائب پر صبر کرتے اور ہجرت کو ترک کر کے واپس نہ ہوتے اور بعض نے کہا کہ ایسا نہیں وہ مسلمان ہیں ہم کو ان سے بدگمانی نہ کرنی چاہیے جب تک ہم پر ان کا پورا حال نہ کھل جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور ان کا کفر ونفاق ظاہر کر دیا اور بتلا دیا کہ اے مسلمانو ان منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہ کیوں ہو گئے۔ یہ لوگ تو ایسے پکے کافر ہیں کہ تم کو بھی کافر اور گمراہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ جب ان کا کفر ونفاق واضح اور ظاہر ہو گیا تو پھر ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہجرت کا حکم اور کافروں کے دو گروہ

ابتدائے اسلام میں ہجرت دارالکفر سے تمام مسلمانوں پر فرض تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنے سے منع فرمایا جو اس فرض کے تارک ہوں پھر جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لاھجرۃ بعد الفتح** ۔ یعنی مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا تو اب وہاں سے ہجرت فرض نہ رہی یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ دارالکفر مکہ سے ہجرت شرط ایمان تھی۔ اس آدمی کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

الغرض یہاں کافروں کے فرقوں کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک وہ جو ہجرت کے شرط اسلام کے زمانہ میں باوجود قدرت کے ہجرت نہ کریں یا ہجرت کرنے کے بعد پھر دارالاسلام سے نکل کر دارالحرب میں چلے جائیں۔ ان کا حکم عام کفار کے مانند ہے۔

دوسرے وہ جو مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ خود کر لیں یا ایسا معاہدہ کرنے والوں سے معاہدہ کر لیں ایسے فریق قتل وقید اور پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ ہیں۔

آگے ایک تیسرے فریق کا ذکر فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرمائیں اور اسلام کی سچی متابعت نصیب فرمائیں۔ اہل اسلام سے صحیح تعلق اور اہل کفر سے بے تکلفی نصیب فرمائیں۔ اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ

بعض ایسے بھی تمکو ضرور ملیں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں جب کبھی انکو شرارت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے

سَتَجِدُوْنَ	اٰخَرِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ	وَ	يَاْمَنُوْا	قَوْمَهُمْ	كُلَّمَا	رُدُّوْٓا	اِلَى الْفِتْنَةِ
اب تم پاؤ گے	اور لوگ	وہ چاہتے ہیں	کہ تم سے امن میں رہیں	اور	امن میں رہیں	اپنی قوم	جب کبھی	لوٹائے (بلائے جاتے ہیں)	فتنہ کی طرف

اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ

تو وہ اسمیں جا گرتے ہیں سو وہ لوگ اگر تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو تم انکو پکڑو

اُرْكِسُوْا	فِيْهَا	فَاِنْ	لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ	وَيُلْقُوْا	اِلَيْكُمُ	السَّلَمَ	وَيَكُفُّوْٓا	اَيْدِيَهُمْ	فَخُذُوْهُمْ
پلٹ جاتے ہیں	اس میں	پس اگر	تم سے کنارہ کشی نہ کریں	اور (نہ) ڈالیں وہ	تمہاری طرف	صلح	اور روکیں	اپنے ہاتھ	تو انہیں پکڑو

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ ع

اور قتل کرو جہاں کہیں اُن کو پاؤ اور ہم نے تم کو اُن پر صاف حجت دی ہے ۔

	وَاقْتُلُوْهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوْهُمْ	وَاُولٰۗىِٕكُمْ	جَعَلْنَا	لَكُمْ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا	
	اور انہیں قتل کرو	جہاں کہیں	تم انہیں پاؤ	اور یہی لوگ	ہم نے دی	تمہارے لئے	اُن پر	سند (حجت)	کھلی	

تفسیر وتشریح

گزشتہ آیت میں دو قسم کے کفار کو قید یا قتل کرنے کی اجازت نہ ہونا بیان فرمایا گیا تھا ایک وہ جن سے مسلمانوں نے معاہدہ صلح وامن کر لیا ہو۔ دوسرے وہ جو بالکل الگ تھلگ غیر جانبدار رہیں۔ نہ کافروں کے طرف دار رہیں نہ مسلمانوں کے جانب دار اور اس طرح انکا غیر جانبدار رہنا ان کی امن پسندی کی دلیل ہے اس لئے مسلمانوں کو ان سے بھی جنگ وقتال جائز نہیں۔

کافروں کا تیسرا گروہ

یہاں اس آیت میں کفار کے ایک تیسرے گروہ کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر نہ مسلمانوں سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں نہ اپنی قوم سے اور مسلمانوں سے عہد کر لیتے ہیں کہ تم سے نہ لڑیں گے لیکن جب دیکھتے ہیں کہ اعدائے اسلام بڑھ رہے ہیں تو وہ اپنے عہد و پیمان کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اعدائے اسلام سے جا ملتے ہیں تو ایسے لوگ اگر عہد و صلح کو توڑ کر لڑنے کے لئے آ جائیں اور دست درازی شروع کر دیں تو پھر مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ ایسے لوگوں پر جہاں تک تمہارا قابو چلے قلع قمع کر دو۔

یعنی ایسے کفار کا حکم قتل وقید کا اللہ تعالیٰ نے خواہ مخواہ نہیں دیا اور نہ ان کی بنا ظلم ہے بلکہ ان کفار کے قتل وقید پر ایک روشن اور واضح دلیل مقرر کر دی ہے۔ دھوکہ بازی' نفاق اور جنگ کی ابتدا انہی کی طرف سے ہے وہی مسلمانوں کو ذلیل کرنا' ان کی بیخ کنی کرنا' ان کی جان مال اور دین برباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہی بات ان کے قتل وقید کے جواز کی واضح دلیل ہے۔

کافروں کی تین اقسام کا حکم

گزشتہ اور اس آیت سے واضح ہوا کہ معاہدات کی پابندی مسلمانوں پر فرض ولازمی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاہدہ کا احترام کرنا

لازم ہے۔ ہاں جو قوم تخریب اسلام کے درپے ہو اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہتی ہو ان سے جنگ و جہاد اور انکو قتل وقید کرنا واجب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گزشتہ آیات اور اس آیت میں تین فرقوں کا ذکر ہوا جن کے متعلق دو حکم مذکور ہوئے۔

ایک فرقہ جو ہجرت کے شرط اسلام کے زمانہ میں باوجود قدرت کے ہجرت نہ کرے یا ہجرت کرنے کے بعد دارالاسلام سے نکل کر پھر دارالکفر میں چلے جائیں۔ ان کا حکم عام کفار کی مانند ہے اور ان کی سزا قتل و قید ہے۔ یہ صورت قبل فتح مکہ کے تھی اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔

دوسرا فرقہ جو مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ خود کرلیں یا ایسا معاہدہ کرنے والوں سے معاہدہ کرلیں تو انکا حکم یہ ہے کہ یہ قتل و قید اور پکڑ دھکڑ سے مستثنیٰ ہیں اور اس حالت میں ان کے قتل و قید کی اجازت نہیں۔

تیسرا فرقہ جو محض دھوکہ دینے اور دفع الوقتی کی غرض سے مسلمانوں سے صلح کرلے لیکن جب مسلمانوں کے خلاف ان کو جنگ کی دعوت دی جائے تو اس میں شریک ہو جائیں اور اپنے عہد صلح پر قائم نہ رہیں۔ ان کا حکم بھی مثل پہلے فریق کے قتل و قید ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کے فتنوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں اور اپنی حمایت اور نصرت سے اہل اسلام کو غلبہ و شوکت عطا فرمائیں اور اعدائے دین کو مغلوب اور ذلیل و خوار نہ کریں۔

اے اللہ اپنے دین کی بلندی کے لئے ہمیں کفار سے جہاد کرنے کا صحیح جذبہ اور عزم نصیب فرما اور ہمیں اعدائے دین کے مقابلہ و مقاتلہ کی قوت و طاقت عطا فرما۔

یااللہ جب سے اہل اسلام کے جذبہ جہاد میں کمی آئی ان کا کفار و مشرکین پر رعب و ہیبت نہ رہا۔ بلکہ الٹا کفار کا ان پر غلبہ اور تسلط ہو گیا۔ یااللہ اپنے دین کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی پھر اہل اسلام کی توفیق عطا فرما اور اس بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کرنے کا عزم نصیب فرما۔

یااللہ ہم کو پھر قرآنی تعلیمات و ہدایات کا متبع بنا دے اور دین کے لئے جینے اور مرنے کا جذبۂ صادقہ عطا فرما۔

یااللہ ہمیں اپنے عہد و معاہدہ کا ایفا اور احترام ہر حال میں کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور وعدہ شکنی کے گناہ سے بچنے کا عزم نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی

وَمَا	كَانَ	لِمُؤْمِنٍ	اَنْ يَّقْتُلَ	مُؤْمِنًا	اِلَّا خَطَـًٔا	وَمَنْ	قَتَلَ	مُؤْمِنًا	خَطَـًٔا	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ
اور نہیں	ہے	کسی مسلمان کیلئے	کہ وہ قتل کرے	کسی مسلمان	مگر غلطی سے	اور جو	قتل کرے	کسی مسلمان	غلطی سے	تو آزاد کرے	ایک گردن (غلام)

مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

کا آزاد کرنا ہے اور خونبہا ہے جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کردی جاوے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کردیں اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں

مُؤْمِنَةٍ	وَدِيَةٌ	مُسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى اَهْلِهٖ	اِلَّا	اَنْ	يَصَّدَّقُوْا	فَاِنْ	كَانَ	مِنْ	قَوْمٍ عَدُوٍّ	لَكُمْ
مسلمان	اور خون بہا	حوالہ کرنا	اسکے وارثوں کو	مگر	یہ کہ	وہ معاف کردیں	پھر اگر	ہو	سے	دشمن قوم	تمہاری

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ

اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور اُن میں معاہدہ ہو تو خونبہا ہے

وَهُوَ	مُؤْمِنٌ	فَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُؤْمِنَةٍ	وَاِنْ	كَانَ	مِنْ قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِيْثَاقٌ
اور وہ	مسلمان	تو آزاد کردے	ایک گردن (غلام)	مسلمان	اور اگر	ہو	ایسی قوم سے	تمہارے درمیان	اور ان کے درمیان	عہد (معاہدہ)

فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

جو اُس کے خاندان والوں کو حوالہ کردی جاوے اور ایک لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا پھر جس شخص کو (غلام لونڈی) نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں

فَدِيَةٌ	مُسَلَّمَةٌ	اِلٰٓى اَهْلِهٖ	وَتَحْرِيْرُ	رَقَبَةٍ	مُؤْمِنَةٍ	فَمَنْ	لَمْ يَجِدْ	فَصِيَامُ	شَهْرَيْنِ
تو خون بہا	حوالہ کرنا	اس کے وارثوں کو	اور آزاد کرنا	ایک گردن (غلام)	مسلمان	سو جو	نہ پائے	تو روزے رکھے	دو ماہ

مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے حکمت والے ہیں اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے

مُتَتَابِعَيْنِ	تَوْبَةً	مِنَ اللّٰهِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا	وَمَنْ	يَقْتُلْ	مُؤْمِنًا	مُتَعَمِّدًا
لگاتار	توبہ	اللہ سے	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور جو کوئی	قتل کردے	کسی مسلمان کو	دانستہ (قصداً)

فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

تو اُس کی سزا جہنم ہے پڑا رہیگا اسی میں اور اُس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کرینگے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کرینگے

فَجَزَاؤُهٗ	جَهَنَّمُ	خٰلِدًا	فِيْهَا	وَغَضِبَ اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَلَعَنَهٗ	وَاَعَدَّ لَهٗ	عَذَابًا	عَظِيْمًا
تو اس کی سزا	جہنم	ہمیشہ رہے گا	اس میں	اور اللہ کا غضب	اس پر	اور اس کی لعنت	اور اسکے لیے تیار کر رکھا ہے	عذاب	بڑا

شان نزول

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عیاش بن ربیعہ جو ابوجہل کے ماں کی طرف سے بھائی تھے قبل از ہجرت مشرف باسلام ہوئے مگر گھر والوں کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ آ گئے تو حضرت عیاش بن ربیعہ بھی مدینہ آ گئے مگر اپنے بھائیوں سے ڈر کے مارے کسی قلعہ میں چھپ کر رہنے لگے۔ حضرت عیاش کی ماں کو جب اس کی خبر ملی تو اس کو سخت قلق ہوا اور اس نے کھانا پینا بند کر دیا اور اپنے دونوں بیٹے حارث اور ابوجہل کو عیاش کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا اور ماں نے قسم کھائی کہ جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لاؤ گے میں چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گی اور نہ دانہ پانی کا مزہ چکھوں گی۔ ماں کا یہ کلام سن کر دونوں بھائی عیاش کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ساتھ میں حارث بن زید کو لے کر تینوں مدینہ پہنچے۔ بالآخر پتہ لگا کر کہ عیاش قلعہ میں روپوش ہے ان تینوں نے باہر سے کہا کہ تم قلعہ سے نیچے اتر آؤ جب سے تم اپنی ماں سے جدا ہوئے ہو اس وقت سے تمہاری ماں چھت کے نیچے نہیں بیٹھی اور نہ اس نے دانہ پانی کا مزہ چکھا ہے اور اس نے قسم یہ کھائی ہے کہ جب تک تم اس کے پاس لوٹ کر نہیں جاؤ گے اس وقت تک دانہ پانی اس پر حرام ہے اور خدا کے درمیان میں ڈال کر تم سے عہد کرتے ہیں کہ تم کو کسی ایسی بات پر مجبور نہ کریں گے جو تمہارے دین کے خلاف ہو۔ حضرت عیاش نے جب ماں کی بے قراری اور بے چینی کا حال سنا تو دل بھر آیا اور قلعہ سے اتر کر ان کے پاس آ گئے اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد حضرت عیاش کو چمڑے کے تسموں سے باندھ لیا اور تینوں میں سے ہر ایک نے حضرت عیاش کے سو سو کوڑے لگائے اور اس طرح ماں کے پاس لے گئے۔ ماں نے دیکھ کر یہ کہا کہ میں تجھے اس وقت تک نہ کھولوں گی جب تک اس کا انکار نہ کرے جس پر تو ایمان لایا ہے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں ڈلوا دیا اور عرصہ تک ایسی تکالیف دیتے رہے۔ بالآخر حضرت عیاش نے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ جبراً قہراً جو انہوں نے کہلایا کہہ دیا۔ اس پر حارث بن زید نے جو اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ حضرت عیاش کو چھیڑا اور طعنہ دیا کہ اے عیاش جس دین پر تو تھا اگر وہ راہ ہدایت تھا تو تو نے ہدایت کو کیوں چھوڑا اور اگر وہ گمراہی پر تھا تو تو اتنے دنوں گمراہی پر رہا اس پر حضرت عیاش کو بڑا طیش آیا اور قسم کھائی کہ بخدا اگر تو مجھے کہیں تنہائی میں مل گیا تو میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عیاش پھر مدینہ آ گئے اور دوبارہ اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حارث بن زید کو بھی اسلام کی توفیق بخشی اور وہ بھی مسلمان ہونے کی نیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے مگر اتفاق سے اس دن حضرت عیاش مدینہ میں موجود نہ تھے۔ ان کو حارث بن زید کے مسلمان ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ ایک دن اتفاق سے قبا کے راستہ میں حضرت عیاش کو حارث مل گئے۔ انہوں نے پچھلی عداوت اور قسم کی بنا پر ان کو جان سے مار دیا۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو مسلمانوں نے حضرت عیاش کو ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا۔ حارث تو مسلمان ہو گیا تھا اور تم نے اپنے پچھلے کینہ کی وجہ سے ایک مسلمان کو جان سے مار دیا۔ حضرت عیاش یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے جو تکلیف اور مصائب حارث کی طرف سے پہنچی تھیں وہ حضورؐ پر ظاہر ہیں اور حارث کا اسلام لانا مجھ کو معلوم نہ تھا۔ میں نے اپنی گزشتہ قسم کی وجہ سے ان کو قتل کر دیا۔ میں لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں اور اپنے فعل پر نادم ہوں اب کیا کروں اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آیات حضرت ابودرداءؓ کے حق میں نازل ہوئیں جس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ابودرداءؓ کسی لشکر میں تھے اتفاقاً اپنے لشکر سے جدا ہو کر کسی ضرورت سے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں گئے وہاں ایک بدوی کو دیکھا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا حضرت ابودرداءؓ نے اس پر تلوار چلائی اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔ حضرت ابودرداء نے یہ سمجھا کہ محض اپنی جان بچانے کے لئے کہہ رہا ہے اس لئے اس کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر جب اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا یعنی تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ اس کے دل میں خالص نیت نہ تھی۔ اس پر حضرت ابودرداءؓ کو سخت ندامت ہوئی اور اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تیسری روایت یہ ہے کہ یہ آیات حضرت حذیفہ کے والد کے بارے میں نازل ہوئیں جو جنگ احد میں مسلمانوں کی غلطی سے

مارے گئے تھے۔ حضرت حذیفہ کے والد احد کی جنگ میں کافروں کی بھیڑ میں پھنس گئے تھے مسلمانوں نے جب کافروں پر یورش کی تو اس میں حضرت یمان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے غلط فہمی کی بنا پر شہید ہو گئے۔ جب یہ بات مسلمانوں کے علم میں آئی تو ان کو سخت ملال ہوا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

مومن کی جان کے تحفظ کا قانون

بہر حال ان آیات کا شان نزول جو بھی ہو ان کا حکم عام ہے اور ہر مسلمان کو شامل ہے اور سب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ مگر بھول چوک سے اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر یا کسی اور غلطی کی بنا پر قتل کر ڈالے تو وہ معذور ہے لیکن دیت یعنی خون بہا اور کفارہ واجب ہے۔

غلطی سے مومن کو قتل کرنے کا کفارہ

خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ یہاں قتل مومن اول یہ کہ جس مسلمان کو غلطی سے مارا گیا اس کے وارث مسلمان ہوں تو اس صورت میں دیت یعنی خون بہا اور کفارہ واجب ہوں گے۔ دوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے لوگ ہیں جو دار الحرب میں رہتے ہیں اور جن سے تمہاری دشمنی ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ واجب ہوگا اور دیت یعنی خون بہا لازم نہیں ہوگا اور سوم یہ کہ اس مسلمان مقتول کے وارث ایسے لوگ ہیں جن سے تمہارا کوئی عہد و پیمان ہے تو اس صورت میں بھی دیت اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

خون بہا یعنی دیت کی تفصیل حدیث میں ہے کہ سو اونٹ ہونا چاہیے پھر یہ اونٹ کس طرح کے یعنی کس کس قسم کے کتنے ہوں ان کی تفصیل ہے اگر دیت نقدی میں دی جائے تو حنفیہ کے نزدیک سونے کے سکہ سے ایک ہزار دینار یعنی اشرفی اور چاندی کے سکہ سے دس ہزار درہم۔ بہر حال ان مسائل اور احکام کی تفصیلات کتب فقہ میں فقہا نے قرآن حدیث کی روشنی میں جمع کر دی ہیں اور دیت کے بعض احکام سورۂ بقرہ آیت ۱۷۸ میں بیان ہو چکے ہیں۔

جان بوجھ کر مومن کو قتل کرنے کی سزا

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے یعنی اس کے قتل کا ارادہ بھی ہو اور ایسی چیز سے مارا ہو جس سے عموماً آدمی مر جاتا ہو نیز اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے مارا ہو تو اس کی وعید آگے آیت میں سنائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے

"اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو دنیاوی حکم تو اس کا قصاص ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (درس ۸۴) میں گذرا اور اخروی حکم اس کا یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ پڑا رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے جو دوسرے کبائر کے عذاب سے بہت بڑھ کر ہے"

یہاں اس آیت میں ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور عمداً مسلمان معلوم ہونے کے بعد قتل کرے گا تو آخرت میں اس کی سزا جہنم، اللہ کا غضب اور لعنت اور عذاب عظیم بیان فرمائی گئی۔ یہ آخرت کی سزا ہوگی باقی رہی دنیوی سزا تو وہ سورۂ بقرہ میں گزر چکی یعنی قانون قصاص، قتل کے بدلہ میں قتل۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے جب آپ نے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو ہر حال میں اسلام کے مطالبات اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بھی عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں شریعت کے احکام کے خلاف ورزی سے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب سے بچنے کی توفیق عطا فرما خصوصاً ہم کو اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو اپنے بھائی مسلمان کی جان مال عزت آبرو ایسی ہی پیاری ہو جیسی اپنی جان مال اور عزت آبرو پیاری ہے۔ اے اللہ ہم کو اکرام مسلم کی دولت عطا فرما اور احترام مسلم کا جذبہ نصیب فرما۔ اے اللہ ہم کو دین اسلام کے ذریعہ سے آپس میں محبت اور اتحاد اور اتفاق نصیب فرما اور ایک دوسرے سے مخالفت اور عناد اور نفرت سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	اِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فَتَبَيَّنُوْا	وَلَا	تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	اَلْقٰى	اِلَيْكُمُ	السَّلٰمَ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	جب	تم سفر کرو	میں	اللہ کی راہ	تو تحقیق کرلو	اور نہ	تم کہو	جو کوئی	ڈالے (کرے)	تمہاری طرف	سلام

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ

یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں پہلے تم بھی

لَسْتَ	مُؤْمِنًا	تَبْتَغُوْنَ	عَرَضَ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	فَعِنْدَ	اللّٰهِ	مَغَانِمُ	كَثِيْرَةٌ	كَذٰلِكَ	كُنْتُمْ
تو نہیں ہے	مسلمان	تم چاہتے ہو	اسباب (سامان)	دنیا کی زندگی	پھر پاس	اللہ	غنیمتیں	بہت	اسی طرح	تم تھے

مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي

ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

مِنْ قَبْلُ	فَمَنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْكُمْ	فَتَبَيَّنُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	لَا يَسْتَوِي
اس سے پہلے	تو احسان کیا	اللہ	تم پر	سو تحقیق کرلو	بیشک	اللہ	ہے	اس سے جو	تم کرتے ہو	خوب باخبر	برابر نہیں

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں

الْقٰعِدُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	غَيْرُ	اُولِي الضَّرَرِ	وَ	الْمُجٰهِدُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ
بیٹھ رہنے والے	سے	مومن (مسلمان)	بغیر	عذر والے (معذور)	اور	مجاہد (جمع)	میں	اللہ کی راہ	اپنے مالوں سے

وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ

اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے

وَاَنْفُسِهِمْ	فَضَّلَ اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَاَنْفُسِهِمْ	عَلَى	الْقٰعِدِيْنَ	دَرَجَةً
اور اپنی جانیں	اللہ نے فضیلت دی	جہاد کرنے والے	اپنے مالوں سے	اور اپنی جانیں	پر	بیٹھ رہنے والے	درجے

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰي ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ

اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے

وَكُلًّا	وَعَدَ	اللّٰهُ	الْحُسْنٰى	وَ	فَضَّلَ	اللّٰهُ	الْمُجٰهِدِيْنَ	عَلَى	الْقٰعِدِيْنَ	اَجْرًا عَظِيْمًا	دَرَجٰتٍ
اور ہر ایک کو	وعدہ دیا	اللہ	اچھا	اور	فضیلت دی	اللہ	مجاہدین	پر	بیٹھ رہنے والے	اجرِ عظیم	درجے

مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

جوخدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں

مِّنْهُ	وَمَغْفِرَةً	وَّرَحْمَةً	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا
اس کی طرف سے	اور بخشش	اور رحمت	اور ہے	اللہ	بخشنے والا	مہربان

شانِ نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا۔ اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مواشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا۔ مجاہدین نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اپنی جان اور مال بچانے کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے مواشی اور اسباب سب لے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تاکید و تنبیہ فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو اور بے سوچے سمجھے کام مت کرو اور جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو چنانچہ جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ سخت رنجیدہ ہوئے اور اس قتل کا خون بہا دلایا۔

بلاتحقیق کسی کو کافر نہ کہو

چنانچہ یہاں آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے "اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اسلام کی علامات ظاہر کرے جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا تو تم یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو دل سے مسلمان نہیں محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرو جیسا کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی نہ اس کو قتل کرو نہ اس کا مال لوٹو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارا مدعا یہ ہے کہ تم کو دنیوی مال و متاع حاصل ہو جائے اور تم مقتول کے مال اسباب پر قبضہ کر لو تو یہ خواہش دل سے نکال دو کیونکہ اللہ کے پاس یعنی ان کے علم اور قدرت میں تمہارے لئے بہت غنیمت کے مال ہیں جو تم کو بطریق مرضی حق حاصل ہوں گے۔ آگے اس حکم کو دل نشین کرنے کے لئے فرمایا جاتا ہے اور یاد تو کرو پہلے ایک زمانہ میں تم بھی ایسے ہی تھے کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ اور اظہار تھا اور اسی شہادت نے زبانی کی بدولت تمہارا جان و مال محفوظ سمجھا گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور معاملہ تفتیش باطن پر موقوف نہ رکھا۔ لہٰذا تم کو غور اور چھان بین کر لینی چاہیے کہ کوئی مسلمان تمہارے ہاتھ سے قتل نہ ہو جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری اعمال اور دلی اغراض سب پر مطلع ہیں تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق کرو۔

یہاں اس آیت کے پہلے جملہ میں ایک عام ہدایت اور تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کوئی کام بے تحقیق محض گمان و خیال پر نہ کریں۔ ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کریں محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور یہاں آیت میں جو سفر کی قید ذکر کی گئی ہے تو اس وجہ سے کہ عموماً ایسے واقعات سفر ہی میں پیش آتے ہیں ورنہ اصل حکم عام ہے خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں۔ اسی ہدایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے "سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے"

دوسری بات یہاں آیت میں یہ تعلیم فرمائی گئی کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اسکے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔

جہاد کی تاکید

اب اس حکم سے صاف باطن لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا کہ جہاد میں

چونکہ قتل مومن کا اندیشہ ہے ممکن ہے کوئی مسلمان بھی کفار کی بھیڑ میں یا اور کسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو جائے اس لئے بہتر یہی ہے کہ جہاد میں شرکت ہی نہ کی جائے۔ گھر بیٹھ کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا ہی بہتر ہے اس خیال کو دور کرنے اور مجاہدین کی فضیلت کا اظہار کرنے کے لئے اگلی آیات کا نزول ہوا جن میں بتلایا گیا کہ سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجہ ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے اور جہاد کے علاوہ دوسرے دینی ضرورتوں میں مشغول ہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر گناہ نہیں ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے

''برابر نہیں ثواب میں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں یعنی جہاد میں نہ جاویں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔ بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور یوں بوجہ فرض عین انہوں نے کے گناہ ان بیٹھنے والوں پر نہیں بلکہ بوجہ ایمان اور دوسرے فرائض عین بجالانے کے سب سے یعنی مجاہدین سے بھی اور قاعدین سے بھی اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا یعنی جنت کا آخرت میں وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے جس کی تفصیل اجمالی یہ ہے کہ اول تو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجاہدوں کو بہت سے درجات جنت میں حاصل ہوں گے۔ دوسرے مغفرۃ الٰہی ان کے شامل حال ہوگی۔ تیسرے یہ کہ رحمت الٰہی ان کو ڈھانک لے گی۔ اخیر میں ارشاد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی حق تعالیٰ غفور اور رحیم ہیں۔ جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر و مغفرت کے جو وعدے ہیں وہ ضروری پورے فرمائیں گے۔ یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہوگیا تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معاف فرمادے گا لہٰذا اس اندیشہ سے جہاد سے مت رکو۔

معذوروں کے لئے رخصت

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس آیت کے ابتدائی الفاظ نازل ہوئے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے مومن برابر نہیں آپ حضرات زید کو بلا کر اسے لکھوا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا صحابی تھے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں تو نابینا ہوں کس طرح شریک جہاد ہوسکتا ہوں؟ اس پر الفاظ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ نازل ہوئے یعنی مجاہدین کو جن بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے وہ وہ ہیں جو صحت اور تندرستی والے ہوں پس ابتداء تو مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر مطلقاً فضیلت تھی لیکن بعد میں جب ان الفاظ یعنی غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ کا اضافہ نازل ہوا تو اس نے ان لوگوں کو جو معذور ہوں عام قاعدین یعنی گھر بیٹھے رہنے والوں سے مستثنیٰ کر دیا جیسے اندھے، لنگڑے، لولے اور بیمار۔ یہ اپنی نیتوں اور ارادوں کے مطابق مجاہدین ہی کے درجہ میں ہیں پس مجاہدین کی جو فضیلت یہاں بیان ہوئی وہ ان لوگوں پر ہے جو بغیر کسی عذر کے جہاد میں شامل نہ ہوں۔

دُعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کا ہر کام سوچ سمجھ کر دین کے موافق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ ان مجاہدین اسلام کو جنہوں نے اپنی جان مال کو آپ کے راستہ میں لگا دیا درجات عالیہ عطا فرما اور ان کا نام لیوا ہونے کے طفیل میں ہماری بھی مغفرت فرما اور ان کی مقبولیت کے طفیل میں ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ

بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا تھا تو وہ اُن سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم

اِنَّ	الَّذِيْنَ	تَوَفّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	ظَالِمِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ	قَالُوْا	فِيْمَ	كُنْتُمْ	قَالُوْا كُنَّا	مُسْتَضْعَفِيْنَ
بیشک	وہ لوگ جو	ان کی جان نکالتے ہیں	فرشتے	ظلم کرتے تھے	اپنی جانیں	وہ کہتے ہیں	کس (حال) میں	تم تھے	وہ کہتے ہیں ہم تھے	بے بس

فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ

سرزمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے ہین کیا خدا تعالی کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کرکے اُس میں چلا جانا چاہئے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے

فِي	الْاَرْضِ	قَالُوْٓا	اَلَمْ تَكُنْ	اَرْضُ	اللّٰهِ	وَاسِعَةً	فَتُھَاجِرُوْا	فِيْهَا	فَاُولٰۗىِٕكَ	مَاْوٰىھُمْ	جَهَنَّمُ
میں	زمین (ملک)	وہ کہتے ہیں	کیا نہ تھی	زمین	اللہ	وسیع	پس تم ہجرت کر جاتے	اس میں	سو یہ لوگ	ان کا ٹھکانہ	جہنم

وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی

وَسَاۗءَتْ	مَصِيْرًا	اِلَّا	الْمُسْتَضْعَفِيْنَ	مِنَ	الرِّجَالِ	وَالنِّسَاۗءِ	وَالْوِلْدَانِ	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
اور برا ہے	پہنچنے کی جگہ	مگر	بے بس	سے	مرد (جمع)	اور عورتیں	اور بچے	نہیں کرسکتے

حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْھُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا

تدبیر کرسکتے ہوں اور نہ رستہ کے واقف ہیں سو انکے امید ہے کہ اللہ تعالی معاف کردیں اور اللہ تعالی بڑے معاف کرنے والے بڑے

حِيْلَةً	وَّلَا	يَهْتَدُوْنَ	سَبِيْلًا	فَاُولٰۗىِٕكَ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ يَّعْفُوَ	عَنْھُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَفُوًّا
کوئی تدبیر	اور نہ	پاتے ہیں	کوئی راستہ	سو ایسے لوگ ہیں	اُمید ہے	اللہ	کہ معاف فرمائے	ان سے (ان کو)	اور ہے	اللہ	معاف کرنےوالا

غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّھَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ

مغفرت کرنے والے ہیں اور جو شخص اللہ تعالی کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اسکو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش اور

غَفُوْرًا	وَمَنْ	يُّھَاجِرْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	يَجِدْ	فِي	الْاَرْضِ	مُرٰغَمًا كَثِيْرًا	وَّسَعَةً	وَمَنْ
بخشنے والا	اور جو	ہجرت کرے	میں	اللہ کا راستہ	وہ پائے گا	میں	زمین	بہت (وافر) جگہ	اور کشادگی	اور جو

يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُھَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ

جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اُس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہوگیا اللہ تعالی کے ذمہ، اور اللہ تعالی

يَّخْرُجْ	مِنْۢ	بَيْتِهٖ	مُھَاجِرًا	اِلَى اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	ثُمَّ	يُدْرِكْهُ	الْمَوْتُ	فَقَدْ وَقَعَ	اَجْرُهٗ	عَلَي اللّٰهِ
نکلے	سے	اپنا گھر	ہجرت کرکے	اللہ کی طرف	اور اس کا رسول	پھر	آ پکڑے اس کو	موت	تو ثابت ہوگیا	اس کا اجر	اللہ پر

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	
بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے رحمت کرنے والے ہیں	اور ہے	اللہ	بخشنے والا	مہربان	

شانِ نزول

ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور اس وقت ہجرت کا وہ حکم تھا جو اس وقت اقرار یا شہادتین کا ہے۔ فتح مکہ کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہوگئی تھی۔ اس پورے رکوع میں یہاں ہجرت ہی کا ذکر ہے اور اسی فرض کے ترک پر وعید اور سزا کا بیان ہے اور ہجرت کے فضائل و برکات و دیگر احکام کا بیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر باذن خداوندی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تا کہ آزادی سے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کی جا سکے تو کچھ لوگ مکہ میں ایسے تھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مکہ میں مشرکوں کے ساتھ رہے اور ہجرت نہ کی۔ ہجرت نہ کرنے والے مسلمانوں کے تین گروہ تھے۔ ایک تو وہ جن کا مال و متاع اور گھر کاروبار جائیداد وغیرہ مکہ میں تھی اس کو چھوڑ کر نہ جا سکے۔ دوسرا وہ گروہ تھا جو راستہ کے مصائب سے خوفزدہ تھے اور انکو یہ خطرہ تھا کہ کہیں دشمن راستہ میں حملہ کر کے مار نہ ڈالیں۔ تیسرا گروہ معذور لوگوں کا تھا' کچھ غلام تھے جو کفار کی قید میں تھے کچھ اور کمزور بچے اور عورتیں تھیں جو عدم استطاعت یا کفار کی بندش کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے تو اول اور دوم دونوں گروہوں نے صرف طمع اور خیالی کمزوری کی بنا پر باوجود طاقت اور استطاعت کے ہجرت نہ کی تھی اور مکہ میں رہ پڑے تھے حالانکہ دینی فرائض اور اسلامی احکام مکہ کے اندر بخوف کفار اچھی طرح آزادی سے ادا نہ کر سکتے تھے اور کافروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مشرکوں میں شامل ہونا پڑا تھا اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جانا پڑا چنانچہ جب غزوہ بدر کا واقعہ ہوا تو کفار مکہ نے اپنی جمعیت بڑھانے کی غرض سے ایسے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا چونکہ ان کا ایمان مخفی تھا یا کفار کا خوف تھا اس لئے بادل ناخواستہ انکو جانا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے جیسے حضرت عباسؓ اور کچھ اہل اسلام صحابہ کرام کے ہاتھوں مارے گئے۔ انہی مارے جانے والوں کے متعلق یہاں پہلی آیت نازل ہوئی۔

کن حالات میں ہجرت فرض تھی

یہاں آیت میں ان لوگوں پر عتاب ہے جو ایمان لانے کے بعد اپنے گھروں اور بال بچے اور مال اسباب اور کاروبار میں پڑے رہے جب کہ مخالفوں اور دین کے دشمنوں کے خوف سے ارکان اسلام نہیں بجا لا سکتے تھے اور جہاں ارکان اسلام بجالانے کی ممانعت ہو وہاں سے نکل جانا فرض ہے۔ ان کو آیت میں اپنے اوپر ظلم کرنے والا بتلایا گیا۔ ایسے لوگ جب مرنے لگتے ہیں تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف اور کمزوری کے اور مخالفین کے دباؤ کے دین کے کام نہ کر سکتے تھے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ تو آیت میں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم بتلایا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مسلمان جس ملک میں دینی آزادی کے ساتھ نہ رہ سکے وہاں چپ چاپ بیٹھ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہاں سے اس کو ہجرت کرنا ضروری ہے اور یہی آیت کی عام تعلیم ہے کہ ایسے لوگ جو دل میں تو ایمان لے آئے ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے نہ اسلامی باتوں کو مکمل کرا ادا کر سکتے ہیں نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں سو ان پر لازم ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں اور ان کو ایسی جگہ پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور و بے بس ہوں کہ وہ نہ ہجرت پر قادر ہوں نہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہوں۔ نہ ان کو کوئی ہجرت کا راستہ معلوم ہے ایسے بے بس اور بے کس لاچار اور معذوروں کے متعلق فرمایا کہ امید ہے انہیں اللہ معاف فرما دیں گے۔

فی سبیل اللہ ہجرت کرنے کی فضیلت

اب یہاں تک تو ترک ہجرت پر وعید تھی آگے آیت میں ہجرت کی ترغیب اور اس پر سعادت دارین کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے اور مہاجرین کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کرے گا اور دین کے لئے اپنا وطن چھوڑ دے گا اس کو رہنے کے لئے بہت جگہ ملے گی اور اسکو روزی اور معیشت میں فراخی نصیب ہو گی اس لئے ہجرت کرنے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ کہاں رہیں گے؟ اور کیا کھائیں گے؟ اس آیت کے شان نزول کے متعلق اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے متعلق پچھلی آیت جس میں ترک ہجرت پر وعید بیان کی گئی مکہ کے مسلمانوں کے پاس بھجوائی تو حضرت جندب بن ضمرہ نے اس کو سن کر اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ میں اگرچہ پیر ضعیف اور مریض ناتواں ہوں تاہم راستہ سے واقف اور حیلہ سے آگاہ ہوں اس لئے ان مشرکین کی زمین میں شام تک رہنا بھی پسند نہیں کرتا مبادا مجھ کو موت آ جائے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤں مجھ کو ابھی پلنگ پر لٹکا کر کندھوں پر رکھ کر مدینہ لے چلو۔ بیٹوں نے تعمیل کی اور بیمار ضعیف باپ کو چارپائی پر لے گئے۔ لیکن تنعیم جو کہ مکہ سے قریب ۳ میل دور ہے وہاں پہنچ کر اس کی حالت غیر ہو گئی اور وہیں انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرام کو اس کی اطلاع ہوئی تو افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ اگر مدینہ پہنچ کر وفات ہوتی تو بڑا اچھا ہوتا۔ ادھر مشرکین مکہ نے سنا تو وہ بھی طنزاً کہنے لگے کہ مطلب تک رسائی نہ ہو سکی اور ناکامی اٹھانی پڑی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی خوشنودی اور رضائے مولیٰ کے حصول کے لئے جو ہجرت اختیار کرے گا اس کے لئے حق تعالیٰ دو باتوں کا وعدہ فرما رہے ہیں ایک تو مُرٰغَمًا كَثِيْرًا اور دوسرے سعة. مراغما سے مراد ہے کہیں چلے جانے کا مقام، ہٹ جانے کی جگہ، ہجرت کا مقام، جائے گریز اور جائے فرار یعنی ہجرت کرنے والے کے لئے بہت سی قیام گاہیں اور ہجرت کی جگہیں ملیں گی۔ یعنی گھر اور وطن کو چھوڑنے پر یہ نہ گھبرائے کہ معلوم نہیں کہیں جگہ ملے یا نہ ملے۔ اس لئے مُرٰغَمًا كَثِيْرًا فرما کر بتلا دیا کہ ہجرت کرنے والے کو روئے زمین پر بہت سے ٹھکانے ملیں گے۔ دوسرا وعدہ سعة کا فرمایا جس کے معنی ہیں کشائش، فراخی، وسعت، طاقت، گنجائش تو کسی نے روزی اور رزق کی وسعت مراد لی ہے کسی نے جگہ کی وسعت مراد لی ہے اور کسی نے دین پر عمل کرنے کی طاقت و فراخی مراد لی ہے۔ بہرحال سعة کا استعمال، مقام کے لئے بھی حالت کے لئے بھی اور فعل کے لئے بھی تینوں معنی میں قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

اجر اللہ کے فضل سے ملتا ہے

آیت کے اخیر فقرہ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا سے اس بات کی بھی صراحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی لازمی حق نہیں اور نہ حق تعالیٰ پر کوئی چیز لازم اور واجب ہے بلکہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ کریم و رحیم ہے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اس لئے بندوں کے اطمینان اور تسلی کے لئے اپنے وعدہ کو وجوب سے تعبیر کیا ورنہ واقع میں اللہ تعالیٰ پر کسی کو ثواب دینا لازم اور واجب نہیں۔ ثواب تو اس کی رحمت اور فضل ہی سے ملتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اسلام کی سچی محبت عطا فرما اور دین اسلام کے تقاضوں کو ہر حال میں پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ روئے زمین پر جہاں بھی مسلمان بے بس اور بے کس رہیں اے اللہ ان کی اعانت و دستگیری فرما اور دشمنانِ دین کے تسلط سے ان کو نجات عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو

وَاِذَا	ضَرَبْتُمْ	فِي الْاَرْضِ	فَلَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَقْصُرُوْا	مِنَ	الصَّلٰوةِ	اِنْ	خِفْتُمْ
اور جب	تم سفر کرو	ملک میں	پس نہیں	تم پر	کوئی گناہ	کہ	قصر کرو	سے	نماز	اگر	تم کو ڈر ہو

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾

کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح دشمن ہیں

	اَنْ	يَّفْتِنَكُمُ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	اِنَّ	الْكٰفِرِيْنَ	كَانُوْا	لَكُمْ	عَدُوًّا مُّبِيْنًا	
	کہ	تمہیں ستائیں گے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	بیشک	کافر (جمع)	ہیں	تمہارے	دشمن کھلے	

تفسیر وتشریح

اوپر ہجرت کی فرضیت اوراس کی فضیلت کا ذکر تھا چونکہ غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں خصوصاً اس زمانہ میں کفار مخالفین کی طرف سے اندیشہ بھی اکثر ہوتا تھا اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے جو نماز میں بعض خاص سہولتیں اور تخفیف کی گئی ہے اس آیت میں اور اگلی آیات میں ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

شان نزول

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی نجار کے چند آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہم کو اکثر ہوتا رہتا ہے ہم ایسی حالت میں نماز کس طرح ادا کریں؟ اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

حالت سفر میں قصر نماز کا حکم

چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے

"اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ تم نماز کی رکعات کو کم کردو یعنی ظہر وعصر وعشاء کی چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھا کرو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تم کو پریشان کریں گے کیونکہ بلاشبہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں" یہاں اس آیت میں نماز قصر کرنے میں جو خوف کی قید ہے وہ بہ اعتبار حالت زمانہ نزول آیت کے ہے کہ وہ زمانہ کفار سے خوف کا تھا۔ پھر احادیث وسنت سے عموم ثابت ہو گیا اور سفر میں خواہ خوف ہو یا نہ ہو قصر بالاجماع مشروع ہے۔

حدیث میں ہے حضرت عمر فاروقؓ سے کسی نے پوچھا کہ نماز کی تخفیف کا حکم تو خوف کی حالت میں ہے اور اب تو امن ہے۔ حالت امن میں نماز قصر کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہی خیال مجھے ہوا تھا اور یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہم نے باوجود امن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے چار کے دو دو رکعتیں پڑھیں۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز قصر کر کے پڑھی اور اس وقت کسی طرح کا خوف نہ تھا۔

تو احادیث صحیحہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہؓ سے یہ ثابت ہے کہ مسافر کو امن کی حالت میں بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر میں قصر نماز واجب ہے اور جو اس آیت میں اس طرح فرمایا گیا کہ تم کو گناہ نہ ہوگا تو اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ قصر نہ کرنا بھی جائز ہے تو علماء نے لکھا ہے کہ پوری نماز کی جگہ نصف پڑھنے میں ظاہراً وسوسہ گناہ کا ہوتا تھا اس لئے آیت میں اس کی نفی فرمادی رہا اس کا وجوب وہ دوسری دلیلوں سے ثابت ہے۔

شرعی سفر کی مقدار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقدار خاص ہے جس کو سفر کہہ سکتے ہیں جس کے اندازہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے امام حضرت ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ کم از کم تین دن کی مسافت کا راستہ ہو یعنی کم از کم تین منزل کا سفر ہو تو قصر پڑھنا چاہیے اور جو سفر تین منزل سے کم ہو اس میں قصر پڑھنا ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور منزل وہ ہے جس میں پیدل آدمی یا اونٹ معمول رفتار سے ایک دن میں طے کرتا ہو۔ تو اگر ایک منزل یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا۔ جب کوئی تین منزل یعنی تین دن کی مسافت کے چلنے کا قصد کرے تو وہ شرعاً مسافر ہے۔ اگر معمولی میدان کا سفر ہو اور دریا پہاڑ نہ ہوں تو میلوں میں علماء نے ۴۸ میل کا اندازہ تین منزل کا لکھا ہے۔ جب سفر ختم کر کے منزل پر جا پہنچے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ حکم سفر میں ہے فرض نماز چارگانہ آدھی یعنی دو رکعت ظہر، عصر اور عشاء میں پڑھی جائے گی اور اسی کو قصر کہتے ہیں اور اگر پندرہ روز یا زیادہ کا قصد قیام ہو تو وہ وطن اقامت ہو جائے گا وہاں اور نیز وطن اصلی میں قصر نہیں۔ قصر صرف تین وقت کی فرض نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں ہے۔ مغرب اور فجر اور سنتوں اور وتر میں قصر نہیں اور عجلت ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں بھی چھوڑ دینا درست ہے اور اگر اطمینان ہو تو پھر سنتیں پوری ہی پڑھی جائیں گی۔

اب ایک بات یہاں قابل تنبیہ یہ ہے کہ قرآن کو بغیر حدیث اور سنت کے سمجھا ہی نہیں جا سکتا چنانچہ منکرین حدیث اور اہل ظاہر اس آیت کے ظاہری عموم واذا ضربتم فی الارض اور جب تم زمین میں سفر کرو اس سے استدلال کرتے ہیں کہ یہاں سفر کی کوئی مقدار یا حد معین نہیں اس لئے ہر سفر میں قصر جائز ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت یہاں تک کہ وہ تین میل کے سفر میں بھی قصر جائز کہتے ہیں کیونکہ آیت میں سفر کی کوئی حد بیان نہیں کی گئی حتیٰ کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک غیر مقلد صاحب جب اپنے کھیت پر جاتے تو نماز میں قصر کرتے۔ کسی نے سوال کیا کہ بندۂ خدا بدون مسافت قصر کے کیسے قصر کرتے ہو تو وہ غیر مقلد صاحب جواب دیتے ہیں کہ قصر کیلئے کسی خاص مسافت کا ہونا شرط نہیں اس لئے کہ آیت میں وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ آیا ہے جس کے معنی زمین میں چلنے کے ہیں اور یہ مفہوم کھیت پر جانے کی صورت میں بھی صادق آتا ہے۔ ایک حنفی عالم نے اس کا جواب ان کو خوب دیا کہ پھر تم کو ہمیشہ ہی قصر کرنا چاہیے اس لئے تم اپنے گھر سے مسجد جاتے ہو تو وَاِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اس پر بھی صادق آتا ہے۔ غیر مقلد صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں اور سفر ہو یا حضر ہر حال میں ہمیں اپنی نمازوں کی فکر اور اہتمام نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں نماز کے مسائل و احکام اور آداب ظاہری و باطنی سیکھنے کی توفیق نصیب ہو اور ہماری نمازیں ہمارے دین و دنیا کی صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوں۔ اے اللہ دین کے معاملہ میں ہمیں نفسانیت سے بچائیے اور ہر حال میں سنت کے اتباع کا عزم عطا فرمائیے۔ یا اللہ آپ نے ازراہ کرم و عنایت جو سہولتیں احکام شرعیہ اور اسلامی فرائض میں امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہیں ان کی ہم کو قدر دانی نصیب فرمائیے اور ان پر شکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو مسائل و احکام دینیہ مرتب فرمائے ہیں اس کی ہم کو قدر دانی نصیب فرمائیے اور اس کے اتباع کی توفیق مرحمت فرمائیے اور اغراض نفسانی و ہوا کے اتباع سے بچائیے۔ یا اللہ دین اسلام میں نماز کو جو اہمیت آپ نے عطا فرمائی ہے اس سے غفلت اور لاپرواہی سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچائیے اور اس فریضہ کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا

اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو یوں چاہیئے کہ اُن میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاویں

وَاِذَا	كُنْتَ	فِيْهِمْ	فَاَقَمْتَ	لَهُمُ	الصَّلٰوةَ	فَلْتَقُمْ	طَآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	مَّعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْٓا
اور جب	آپ ہوں	اُن میں	پھر قائم کریں	انکے لئے	نماز	تو چاہیے کہ کھڑی ہو	ایک جماعت	ان میں سے	آپ کے ساتھ	اور چاہیے کہ وہ لے لیں

اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا

اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ تمھارے پیچھے ہو جاویں اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آجاوے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں

اَسْلِحَتَهُمْ	فَاِذَا	سَجَدُوْا	فَلْيَكُوْنُوْا	مِنْ وَّرَآئِكُمْ	وَلْتَاْتِ	طَآئِفَةٌ	اُخْرٰى	لَمْ يُصَلُّوْا	فَلْيُصَلُّوْا
اپنے ہتھیار	پھر جب	وہ سجدہ کرلیں	تو ہو جائیں	تمہارے پیچھے	اور چاہیے کہ آئے	جماعت	دوسری	نماز نہیں پڑھی	پس وہ نماز پڑھیں

مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ

مَعَكَ	وَلْيَاْخُذُوْا	حِذْرَهُمْ	وَاَسْلِحَتَهُمْ	وَدَّ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	لَوْ تَغْفُلُوْنَ	عَنْ	اَسْلِحَتِكُمْ
آپ کے ساتھ	اور چاہیے کہ لیں	اپنا بچاؤ	اور اپنا اسلحہ	چاہتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	کہیں تم غافل ہو	سے	اپنے ہتھیار (جمع)

وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى

تو تم پر ایک بارگی حملہ کر بیٹھیں اور اگر تم کو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو

وَ	اَمْتِعَتِكُمْ	فَيَمِيْلُوْنَ	عَلَيْكُمْ	مَّيْلَةً	وَّاحِدَةً	وَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	كَانَ	بِكُمْ	اَذًى
اور	اپنے سامان	تو وہ جھک پڑیں (حملہ کریں)	تم پر	جھکنا	ایک بار (یکبارگی)	اور نہیں	گناہ	تم پر	اگر	ہو	تمہیں	تکلیف

مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

تو تم کو اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور اپنا بچاؤ لے لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے

مِّنْ مَّطَرٍ	اَوْ كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَنْ تَضَعُوْٓا	اَسْلِحَتَكُمْ	وَخُذُوْا	حِذْرَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	اَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ
بارش سے	یا تم ہو	بیمار	کہ اُتار رکھو	اپنا اسلحہ	اور لے لو	اپنا بچاؤ	بیشک	اللہ	تیار کیا	کافروں کے لئے

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾

سزا اہانت آمیز مہیا کر رکھی ہے

عَذَابًا	مُّهِيْنًا
عذاب	ذلت والا

شان نزول

لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول گزشتہ قصر والی آیت سے ایک سال بعد کو ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تھے اور ظہر کی نماز پڑھا چکے تھے۔ مشرکین کے سردار نے کہا کہ کیسا زرین موقع

ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اگر نماز کی حالت میں ہم حملہ کر دیتے تو مسلمانوں کا صفایا کر دیتے۔ پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ اب جب دوسری نماز کا وقت آئے اور جب اسلامی لشکر نماز میں مشغول ہو تو اس وقت ان پر حملہ کر دیا جائے۔ مشرکین اس مشورہ میں تھے کہ صلوٰۃ خوف کا حکم عصر کی نماز سے قبل نازل ہوگیا۔

نمازِ خوف

یہاں آیت میں جو **واذا کنت فیھم** فرمایا یعنی جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اب صلوٰۃ خوف کا حکم باقی نہیں رہا کیونکہ آپ کی ذات بابرکات تو اب ہم میں موجود نہیں۔ یہ شرط اس وقت کے اعتبار اور حالت سے بیان کی گئی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا بلا عذر کے امام نہیں بن سکتا۔ آپ کے بعد اب جو امام ہو وہی آپؐ کے قائم مقام ہے اور وہی صلوٰۃ خوف پڑھائے گا۔

چاروں ائمہ کے نزدیک صلوٰۃ خوف کا حکم آپؐ کے بعد اب بھی مشروع اور جاری ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ پھر جیسے دشمن قوم سے خوف کے وقت صلوٰۃ خوف پڑھنا جائز ہے ایسے ہی اگر کسی شیر یا اژدہے وغیرہ کا خوف ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو اس وقت بھی صلوٰۃ خوف جائز ہے۔

اب اس آیت میں جو طریقہ صلوٰۃ خوف کا بیان ہوا ہے یہ جب ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب لشکر والے نماز پڑھنا چاہیں ورنہ دونوں گروہ آگے پیچھے دو اماموں کے ساتھ پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ نیز اس آیت میں دونوں گروہوں کے ایک ایک رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے کا ذکر فرمایا گیا بقیہ نماز کا حکم بیان نہیں کیا کہ وہ کس طرح ادا کریں۔ اس کا طریقہ احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں گروہوں نے اپنی ایک ایک رکعت بطور خود پڑھ لی اور یہ صورت جب ہے کہ امام مسافر ہو جیسا کہ غزوات میں غالب صورت یہی ہوتی تھی ورنہ ہر گروہ کو دو دو رکعت امام پڑھا دے اور بعد فراغ امام دو دو اپنے طور پر پڑھ لیں۔ اس حالت میں نماز کے اندر آمد و رفت معاف ہے اور اگر مغرب کی نماز ہو کہ جس کے فرض میں تین رکعتیں ہوتی ہیں اور اس میں قصر نہیں تو اول جماعت امام کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور دوسری جماعت ایک رکعت اور اپنی بقیہ نماز بطور خود پوری کر لیں اور یہ صلوٰۃ خوف جماعت کے ساتھ جو بیان ہوئی یہ حکم اس وقت کے لئے ہے کہ جب نماز ممکن ہو اور اگر جماعت ممکن نہ ہو اور اسکا انتظام نہ ہو سکے تو پھر ہر شخص تنہا یا جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی اپنی نمازوں کی محافظت کرنے والا بنا دے۔ اے اللہ نماز اور جماعت کی طرف سے ہماری غفلت کو دور فرما دے اے اللہ ہمیں اس فریضۂ نماز سے سچی محبت عطا فرما دے اور اس کا وہ ذوق شوق عطا فرما دے کہ ہم کسی حال میں نماز کے ترک کے گناہ عظیم کے پاس بھی نہ جائیں۔ یا اللہ دشمنان دین سے مقابلہ کے لئے ہم کو قوت و طاقت عطا فرما دے اور ہمارے دلوں میں جہاد کا سچا جذبہ نصیب فرما دے اور ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دے۔

یا اللہ اعدائے دین کی قوتوں کو پاش پاش فرما دے اور ان کے لئے تباہی و بربادی مقدر فرما دے اور ان کو مٹا دے جو اسلام کو مٹانے کی فکر میں ہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا

پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدے کے موافق

فَإِذَا	قَضَيْتُمْ	الصَّلٰوةَ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	قِيَامًا	وَقُعُودًا	وَعَلٰى	جُنُوبِكُمْ	فَإِذَا	اطْمَأْنَنْتُمْ	فَأَقِيمُوا
پھر جب	تم ادا کر چکو	نماز	تو یاد کرو	اللہ	کھڑے	اور بیٹھے	اور پر	اپنی کروٹیں	پھر جب	تم مطمئن ہو جاؤ	تو قائم کرو

الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ

پڑھنے لگو یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں،

الصَّلٰوةَ	إِنَّ	الصَّلٰوةَ	كَانَتْ	عَلَى	الْمُؤْمِنِينَ	كِتٰبًا	مَّوْقُوتًا	وَلَا تَهِنُوا	فِي	ابْتِغَاءِ	الْقَوْمِ
نماز	بیشک	نماز	ہے	پر	مومن (جمع)	فرض	(مقررہ) اوقات میں	اور ہمت نہ ہارو	میں	پیچھا کرنے	قوم (کفار)

إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ

اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے

إِنْ	تَكُونُوا + تَأْلَمُونَ	فَإِنَّهُمْ	يَأْلَمُونَ	كَمَا تَأْلَمُونَ	وَتَرْجُونَ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا لَا	يَرْجُونَ
اگر	تمہیں دُکھ پہنچتا ہے	تو بیشک انہیں	دُکھ پہنچتا ہے	جیسے تمہیں دُکھ پہنچتا ہے	اور تم امید رکھتے ہو	سے	اللہ	جو نہیں	وہ امید رکھتے

	وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيمًا	حَكِيمًا	
	اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	

ہر وقت ذکر اللہ کرنے اور خوف نہ ہونے کی صورت میں اصلی طریقہ پر نماز پڑھنے کا حکم

یہاں اس آیت میں ایک حکم تو یہ دیا گیا ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت مطلوب ہے۔ ذکر اللہ کسی حالت میں بھی منقطع نہیں ہو سکتا حتی کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے اور احکام کی ادائیگی سے ذکر اللہ ہوتا رہتا ہے۔ نماز کی شرائط و قیود اور اس کی ہیئت میں اگرچہ تبدیلی کی اجازت خاص ہنگامی اور جنگی حالات میں دی گئی ہے اور ایک وقت شدت قتل و قتال میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نماز کو مؤخر ہی کر دیا جائے مگر ذکر اللہ کا ایسا وظیفہ بتلایا گیا کہ جس سے مسلمان کو کسی وقت بھی غفلت و سستی کی اجازت نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرائض کی ایک حد مقرر کر دی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔

کھڑے، بیٹھے، لیٹے، دن میں، رات میں، سفر میں، حضر میں، ترکا میں، بحر میں، بر میں، غنا میں اور فقر میں، علانیہ اور سر غرض ہر حال میں مطلوب ہے اس سے ذکر اللہ کی عظمت، اہمیت اور اس کی تاکید و ترغیب ظاہر ہے۔

الحاصل ایک ہدایت تو یہاں یہ دی گئی کہ ذکر اللہ ہر حال اور ہر وقت میں مطلوب ہے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو اصل قاعدے کے موافق ادا کرنے لگو۔ یعنی جب خوف و اندیشہ جنگ و قتال کا جاتا رہے اور خاطر جمع ہو جائے اور سفر بھی نہ رہے تو پھر نماز کو اطمینان اور تعدیل ارکان، و دیگر جملہ شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنے لگو تو خلاصہ یہ کہ اس آیت میں بتلایا گیا کہ مقصود اصلی تو ذکر الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک مخصوص طریقہ بصورت نماز مشروع فرمایا ہے۔ انتہائی ضرورت کے وقت نماز میں

قصر اور آمدورفت کی جو اجازت تھی وہ ایک عارض کی وجہ سے تھی۔ جب وہ عارض ختم ہو جائے تو نماز کو اپنے وقت معینہ سے نکالنا یا اس کی ہیئت میں کسی قسم کا تغیر کرنا جائز نہیں۔ جہاد جیسی عظیم عبادت کی وجہ سے عارضی طور پر نماز میں آمدورفت کی اجازت دی گئی تھی۔

آیت نمبر ۱۰۴ کا شان نزول جہاد میں سستی نہ دکھاؤ

اب آگے مجاہدین اسلام کو براہ راست خطاب ہوتا ہے اور ہمت دلائی جاتی ہے کہ جہاد میں کافروں کا تعاقب یعنی پیچھا کرنے میں سستی نہ آنا چاہیے اور زخموں کی تکلیف اور بے آرامی کا دل میں خیال لاکر جہاد میں ضعف اور کمزوری نہ دکھانا چاہیے اور شان نزول اس آیت کا یہ لکھا ہے کہ جنگ احد سے واپس تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لشکر کی خبر گیری کے لئے کچھ مجاہدین کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ تم جا کر کفار کی خبر لاؤ۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ان کی طرف سے مطمئن ہو کر ہتھیار کھول ڈالیں اور وہ دھوکہ کر کے واپس لوٹ پڑیں اور مسلمانوں پر پھر حملہ کر دیں۔ بعض مجاہدین نے جو زخموں سے چور اور جنگ احد کے مجروح تھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بہت زخمی اور مجروح ہو گئے ہیں اور اپنے زخموں کی درد کی شکایت کی۔ غرض کہ حکم نبوی کی تعمیل میں بعض مجاہدین نے کچھ سستی ظاہر کی کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت معقول استدلال آمیز طرز میں مجاہدین کو تعاقب کفار کی ترغیب دی گئی کہ دکھ درد اور بے آرامی میں تم اور وہ کفار مکہ برابر ہیں تم زخموں کی تکلیف سے دردمند اور بے آرام ہو تو وہ بھی زخم خوردہ، دردمند اور بے آرام ہیں۔ لیکن اس پر بھی تم میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تم کو اپنے اللہ سے ہر حال میں ایسی امیدیں ہیں جو کفار کو نصیب نہیں۔ تم اگر جئے تو غازی اور مر گئے تو شہید دونوں حالتوں میں آخرت کے عیش آرام کا پکا وعدہ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں اور کفار کو تو فقط دنیا کا چند روزہ فائدہ لڑنے پر اکسا رہا ہے اس لئے تم میں ہمت زیادہ ہونی چاہیے اور تمہاری طرف سے ان کے تعاقب میں ذرا سستی نہ ہونی چاہیے۔ اخیر میں **و کان اللہ علیما حکیما** فرما کر یہ تسلی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں یعنی تمہارے اعمال اور تمہارے مصالح کو خوب جانتے ہیں اس کا جو حکم ہے اس میں تمہارے لئے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین و دنیا دونوں کے لئے سو اس کے امتثال حکم کو بڑی نعمت سمجھو اور اللہ کی راہ میں ہر تکلیف کو خوشی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی اپنے ذکر کی دائمی توفیق وسعادت عطا فرما۔ یا اللہ ہم کو ذکر کی حقیقت نصیب فرما تا کہ ہم زندگی کے کسی لمحہ میں آپ کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اپنے ذکر و فکر کی عظمت اور اہمیت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے اور ہم کو اپنے ذاکر بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما دے تا کہ ہم ہمہ وقت اور ہر حال میں آپ کے امر و نہی سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ نماز جو آپ کے ذکر کی ایک خاص صورت ہے اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھا دے تا کہ ہم کو کسی حال میں نماز سے غفلت نہ ہو۔ یا اللہ نماز جیسے اہم فریضہ سے اس وقت جو غفلت ہمارے ملک اور قوم میں پائی جاتی ہے یا اللہ اس غفلت کو دور فرما دے اور ہمیں اس فریضہ کی سچی محبت و عظمت عطا فرما دے۔ یا اللہ ہم کو اسلامی جہاد کا سچا جذبہ عطا فرما دے اور کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے مقابلہ کی قوت و طاقت عطا فرما دے۔ یا اللہ ہم ہر آن آپ کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں اس لئے ہمارے ساتھ اپنے کرم و فضل کا معاملہ فرما اور ہمیں اپنی مرضیات کی زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تا کہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے اور آپ ان خائنوں

اِنَّآ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِتَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	بِمَآ اَرٰىكَ	اللّٰهُ	وَلَا	تَكُنْ	لِّلْخَآىِٕنِيْنَ
بیشک ہم	ہم نے نازل کیا	آپ کی طرف	کتاب	حق کے ساتھ (سچی)	تا کہ آپ فیصلہ کریں	درمیان	لوگ	جو دکھائے آپکو	اللہ	اور نہ	ہوں	خیانت کرنے والے (دغاباز) کیلئے

خَصِيْمًا ۝۱۰۵ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۶ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ

کی طرف داری کی بات نہ کیجئے اور آپ استغفار فرمائیے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنیوالے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی

خَصِيْمًا	وَّاسْتَغْفِرِ	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَلَا تُجَادِلْ	عَنِ	الَّذِيْنَ
جھگڑنے والا (طرفدار)	اور بخشش مانگیں	اللہ	بیشک	اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	اور نہ جھگڑیں	سے	جو لوگ

يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝۱۰۷ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ

جواب دہی کی بات نہ کیجئے جو کہ اپنا ہی نقصان کررہے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں

يَخْتَانُوْنَ	اَنْفُسَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَنْ كَانَ	خَوَّانًا	اَثِيْمًا	يَّسْتَخْفُوْنَ	مِنَ	النَّاسِ
خیانت کرتے ہیں	اپنے تئیں	بیشک	اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو ہو	خائن (دغاباز)	گنہگار	وہ چھپتے (شرماتے) ہیں	سے	لوگ

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ

سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس وقت انکے پاس جب کہ وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں

وَلَا	يَسْتَخْفُوْنَ	مِنَ	اللّٰهِ	وَهُوَ	مَعَهُمْ	اِذْ يُبَيِّتُوْنَ	مَا لَا	يَرْضٰى	مِنَ	الْقَوْلِ	وَكَانَ
اور نہیں	چھپتے (شرماتے)	سے	اللہ	حالانکہ وہ	ان کے ساتھ	جب راتوں کو مشورہ کرتے ہیں وہ	جو نہیں	پسند کرتا	سے	بات	اور ہے

اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝۱۰۸ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ

اور اللہ تعالیٰ انکے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جوابدہی کی باتیں کرلیں سو

اللّٰهُ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطًا	هٰٓاَنْتُمْ	هٰٓؤُلَاۗءِ	جٰدَلْتُمْ	عَنْهُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	فَمَنْ
اللہ	اسے جو	وہ کرتے ہیں	احاطہ کئے (گھیرے) ہوئے	ہاں تم	وہ	تم نے جھگڑا کیا	ان سے	میں	دنیوی زندگی	سو۔کون

يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝۱۰۹

خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز انکی طرف سے کون جوابدہی کریگا یا وہ کون شخص ہوگا جو انکا کام بنانے والا ہوگا

يُّجَادِلُ	اللّٰهَ	عَنْهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اَمْ	مَّنْ	يَّكُوْنُ	عَلَيْهِمْ	وَكِيْلًا
جھگڑے گا	اللہ	ان (کی طرف) سے	روز قیامت	یا	کون؟	ہوگا	ان پر (اُن کا)	وکیل

شان نزول

ان آیات اور اگلی آیات کا شان نزول ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں واقع ہوا اور جس سلسلہ میں پورے دو رکوع نازل ہوئے اس لئے ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آنا واقعہ کے جاننے پر موقوف ہے جس کا خلاصہ بروایات احادیث اس طرح ہے کہ مدینہ میں ایک خاندان بنو ابیرق کے نام سے آباد تھا ان میں سے ایک شخص بشیر نام کا منافق تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام طعمہ بتلایا گیا ہے۔ اور بظاہر یہ مسلمان بنا ہوا تھا مگر درحقیقت منافق تھا۔ اس نے ایک انصاری حضرت رفاعہؓ کے گھر میں نقب لگا کر چوری کر لی اور چوری کی صورت یہ ہوئی کہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں عام مسلمان فقر و فاقہ کے ساتھ تنگی سے بسر کرتے تھے اور ان کی عام خوراک جو کا آٹا تھا یا کھجوریں یا گیہوں کا آٹا جو اس وقت بہت کم میسر تھا اور مدینہ میں ملتا بھی نہ تھا۔ ملک شام سے جب آتا تو کچھ لوگ مہمانوں کے لئے یا خاص ضرورت کے لئے خرید لیا کرتے تھے۔ حضرت رفاعہؓ نے اسی طرح کچھ گیہوں کا آٹا خرید کر ایک بوری میں رکھ لیا اور اسی بوری میں کچھ اسلحہ وغیرہ رکھ کر گھر کی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں محفوظ کر دیا۔ بشیر نے اس کو کسی طرح بھانپ لیا اور نقب لگا کر یہ بوری نکال لی۔ حضرت رفاعہؓ نے جب صبح کو یہ ماجرا دیکھا تو اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کے پاس آئے اور واقعہ چوری کا ذکر کیا۔ انہوں نے مل کر محلہ میں تفتیش شروع کی۔ بعض قرائن تو یہ کی بنا پر بشیر پر شبہ رہا۔ بنو ابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی برأت کے لئے کسی اور کا نام لے دیا اور وہ چوری کیا ہوا سامان کسی یہودی کے ہاں رکھوا دیا۔ مزید تحقیق کے بعد وہ سامان یہودی کے گھر سے برآمد ہوا۔ یہودی نے قسم کھائی کہ یہ سامان اس کو بشیر نے دیا ہے۔ غرض حضرت رفاعہؓ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر اس واقعے کی اطلاع دی اور بسلسلہ تفتیش بنو ابیرق کے بشیر پر گمان غالب کا ذکر کر دیا۔ آپ نے وعدہ تحقیق کا فرمایا۔ بنو ابیرق کو یہ خبر ہوئی تو سب نے مشورہ کر کے اور جمع ہو کر مع بعض اہل محلہ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت رفاعہ اور حضرت قتادہ کی شکایت کی کہ بلا ثبوت شرعی اور بدون گواہوں کے ایک مسلمان گھرانے پر چوری کی تہمت لگا رہے ہیں حالانکہ مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا ہے۔ آپ ان کو روکئے کہ ہمارے نام نہ لگائیں اور یہودی پر دعویٰ کریں۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمہ میں ان کی طرف داری کریں اور یہودی کو مجرم گردانیں۔ ظاہری حالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا کہ یہ کام یہودی کا ہے۔ بنو ابیرق پر یہ الزام صحیح نہیں۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہو گیا کہ یہودی پر چوری کی سزا جاری کر دی جائے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ ادھر جب حضرت قتادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بغیر دلیل وثبوت کے بے سند ایک مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام لگا رہے ہو اس پر حضرت قتادہ اس معاملہ میں بہت رنجیدہ ہوئے اور افسوس کیا کہ کاش میں اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات نہ کرتا۔ انہوں نے آ کر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے اسی طرح کہا۔ حضرت رفاعہ کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد فرمایا تو انہوں نے بھی صبر کیا اور **واللہ المستعان** کہہ کر خاموش ہو گئے ابھی اس معاملہ میں کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کے پورے دو رکوع اس بارہ میں نازل ہو گئے جس کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی حقیقت منکشف کر دی گئی اور ایسے معاملات کے متعلق عام ہدایات دی گئیں۔ قرآن کریم نے بنو ابیرق کی چوری کھول دی اور یہودی کو بری کر دیا جو دراصل چور نہ تھا۔ مسروقہ مال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے وہ حضرت رفاعہ کو واپس دلا دیا اس طرح جب بنو ابیرق کے بشیر کی چوری کھل گئی تو وہ ناخوش ہو کر اور اس ڈر سے کہ اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے فوراً مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مشرکین کے ساتھ مل گیا تو اگر یہ پہلے سے منافق تھا تو اب کھلا کافر ہو گیا اور اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو

گیا۔ روایات میں ہے کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کے وبال نے اس کو مکہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا۔ پھر وہاں بھی اس نے کسی کے گھر میں نقب لگائی تو دیوار اس کے اوپر گر گئی اور یہ دب کر مر گیا۔

ہر حال میں انصاف ضروری ہے

کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ نیک ہوں یا بد حق و انصاف کیا جائے اور جب اصل حال معلوم ہو گیا یعنی بشیر سارق ہے اور بنوابیرق جو اس کے حامی ہیں کاذب ہیں تو آپ ان خائنوں کی طرف داری کی بات نہ کیجئے۔ یہاں اگر چہ ایک شخص خائن تھا مگر جمع کے صیغہ میں خائنین فرمایا اس لئے کہ خائن کی شرکت اور حمایت اور اعانت باوجود علم کے خیانت ہے اس لئے اس کے حامی اور طرفدار سب خائن ٹھہرے۔

بغیر تحقیق کسی پر کوئی حکم لگانا نامناسب ہے

آیت کے دو مطلب مفسرین نے لکھے ہیں۔ ایک مطلب یہ کہ چونکہ اس واقعہ میں ظاہری حال پر تحقیق سے پہلے چوری کے معاملہ میں اصل چور کو بری اور یہودی کی طرف چوری کا خیال کر لینا آپ کی عصمت اور عظمت شان کے مناسب نہیں اس لئے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ ان سے اتنی بات بھی حق تعالیٰ کو پسند نہیں اور ایسا خیال بھی قابل استغفار ہے۔

دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حسن ظن کی بنا پر بشیر اور بنوابیرق کو سچا اور بری سمجھ لیا تھا ان کے لئے استغفار کیجئے۔ اس میں ان مؤمنین مخلصین کے لئے تنبیہ ہوگئی کہ جو بوجہ حسن ظن یا اسلامی تعلق کی بنا پر بشیر کی برأت اور یہودی کو چور بنانے میں ساعی ہوئے۔

خیانت کرنے والوں سے علیحدگی کا حکم

آگے تیسری آیت میں پھر اس کی تاکید فرمائی کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے یعنی بنوابیرق کے گھرانے کی طرف سے آپ کوئی جواب دہی نہ کریں جیسا کہ وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے دغاباز گنہگار کو پسند نہیں کرتا کہ گناہ اور چوری تو خود کریں اور چالاکی سے دوسرے کے سر لگادیں۔

خیانت کرنے والوں کے برے حال اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی جیسے آدمیوں سے تو چوری کو چھپاتے اور شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت اور ہر لحہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ اس میں اشارہ ہے بنوابیرق کی طرف کہ جنہوں نے باہم مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ الزام چوری کا یہودی پر لگاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفاعہ اور قتادہ کی شکایت کرو کہ بلا وجہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں اور آپ سے اسکی درخواست کی کہ آپ یہودی کے مقابلہ میں ہماری حمایت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں چھپ سکتی

آگے پانچویں آیت میں بنوابیرق کی مدد کرنے اور حمایت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی کہ دنیا میں تو تم نے ان کی حمایت کرلی مگر معاملہ یہیں تو ختم نہیں ہو جاتا قیامت میں جب حق تعالیٰ سبحانہ کی عدالت میں معاملہ پیش ہوگا تو وہاں کون حمایت کرے گا۔ گویا اس آیت میں ان کو ملامت بھی ہے اور آخرت کا خوف دلا کر اپنے فعل سے توبہ کی ترغیب بھی ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق کا حامی اور حق کے موافق رکھیں اور ناحق کی طرفداری سے ہمیں بچائیں۔ یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی برکت سے ہر خیانت اور گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ہم کو وہ حیا اور شرم عطا فرما کہ جو ہم دین کے خلاف کوئی کام نہ کریں اور ہر حال میں انسانوں سے زیادہ آپ کا خوف دل میں رکھیں اور قیامت میں آپ کی عدالت میں پیشی سے ڈریں۔ یا اللہ ہماری عدالتوں میں مسلمان وکیل اور پلیڈر اور بیرسٹر سب کو اسلامی اور قرآنی احکام کے لحاظ اور پاس کی توفیق عطا فرما اور مجرموں کی حمایت اور طرفداری سے ان کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما اور اس طرح اپنی روزی کو حلال رکھنے کا عزم و ہمت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ

اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پاوے گا اور جو شخص کچھ

وَمَنۡ	يَّعۡمَلۡ	سُوۡٓءًا	اَوۡ يَظۡلِمۡ	نَفۡسَهٗ	ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ	اللّٰهَ	يَجِدِ	اللّٰهَ	غَفُوۡرًا	رَّحِيۡمًا	وَمَنۡ	يَّكۡسِبۡ
اور جو	کام کرے	برا کام	یا ظلم کرے	اپنی جان	پھر بخشش چاہے	اللہ	وہ پائے گا	اللہ	بخشنے والا	مہربان	اور جو	کمائے

اِثۡمًا فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ خَطِيۡٓــئَةً اَوۡ اِثۡمًا

گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا

اِثۡمًا	فَاِنَّمَا	يَكۡسِبُهٗ	عَلٰى نَفۡسِهٖ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيۡمًا	حَكِيۡمًا	وَمَنۡ	يَّكۡسِبۡ	خَطِيۡٓــئَةً	اَوۡ اِثۡمًا
گناہ	تو فقط	وہ کماتا ہے	اپنی جان پر	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور جو	کمائے	خطا	یا گناہ

ثُمَّ يَرۡمِ بِهٖ بَرِيۡٓــئًا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۱۲﴾

پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا

ثُمَّ	يَرۡمِ بِهٖ	بَرِيۡٓــئًا	فَقَدِ احۡتَمَلَ	بُهۡتَانًا	وَّاِثۡمًا	مُّبِيۡنًا
پھر	اس کی تہمت لگا دے	کسی بے گناہ	تو اس نے لادا	بھاری بہتان	اور گناہ	صریح (کھلا)

گناہوں کا تدارک

گزشتہ درس میں مدینہ کے ایک خاندان ابو ابیرق کے ایک شخص بشیر نامی منافق کے واقعہ کا خلاصہ بیان کیا جا چکا ہے۔ بشیر کے طرفداروں کو تنبیہ کی جا چکی ہے اور اب قرآن کریم کے عام اسلوب حکیمانہ کے مطابق مجرموں اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ گنہگار اعمال بد کی شامت سے بیجا طرفداریوں سے نہیں بچ سکتا۔ اس کے بچنے کے لئے صرف ایک راستہ ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ اپنے قصور کا اقرار کرے۔ اس پر نادم ہو اور حسب قاعدہ اس پر معافی چاہے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم پائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیں گے اور اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمائیں گے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''یہ خائنین اور بے جا حمایت و وکالت کرنے والے اگر اب بھی توبہ کر لیتے تو معافی ہو جاتی کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ جو شخص ایسا برا کام کرے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے جیسے چوری وغیرہ یا کسی پر تہمت لگانا یا صرف اپنی جان پر ظلم کرے یعنی ایسا برا کام کرے جس کا ضرر اس کی ذات تک محدود ہے پھر اس کے بعد حق تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا'' اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ بشیر اور اس کی قوم اور اہل خاندان کو سچی توبہ کر لینی چاہیے۔ اگر وہ دل سے توبہ کر لیں تو کچھ نہیں بگڑا اللہ تعالیٰ سب معاف فرما دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ خواہ متعدی ہو یا لازمی یعنی حقوق العباد سے متعلق ہو یا حقوق اللہ سے ہر قسم کا گناہ توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتا ہے البتہ توبہ و استغفار سچی ہو اور حسب قاعدہ شرعیہ ہو محض زبان سے توبہ و استغفار کافی نہیں۔

گناہ کا نقصان خود کرنے والے کو ہے

''اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنے ہی برے کے لئے کرتا ہے

کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں اور بڑی حکمت والے ہیں'' یعنی اے بندہ گنہگار تیرے اس گناہ سے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولؐ یا مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کا وبال خود تجھی پر ہے پھر معافی کیوں نہیں چاہتا۔ اگر تو دل میں نادم اور پشیمان ہوگا اور سچی توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں۔ معاف کر دینا ان کے علم و حکمت کا مقتضا ہے۔

دوسرے پر گناہ کی تہمت لگانا گناہ عظیم ہے

آگے تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

''جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر بجائے اس کے کہ خود ہی توبہ کر لینی چاہیے تھی اس نے یہ کام کیا کہ اس گناہ کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دی سو اس نے بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادلیا'' یعنی کوئی شخص اگر چھوٹا یا بڑا کوئی جرم کرے اور پھر اس کو دوسرے کے نام لگا دے جیسا کہ اس واقعہ مذکورہ میں چوری تو بنوابیرق کے بشیر نے کی اور نام یہودی کا لگا دیا تو اس نے اپنے اصلی جرم میں ایک اور جرم کا اضافہ کر لیا اس لئے اس کو دوہرا گناہ ہوگا ایک تو اس جرم کا جو اس نے کیا دوسرے اس تہمت کا جو اس نے بے گناہ کے سر لگائی اس لئے وہ دوہری سزا کا مستحق ٹھہرا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں ہر گناہ گار کو توبہ کی ترغیب دی گئی ہے بعد گناہ سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور سچی توبہ پر معافی کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما کر ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیں۔

یا اللہ ہم سے گزشتہ میں جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ہم اس پر نادم اور پشیمان ہیں اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما دیجئے اور آئندہ کے لئے ہمیں ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے بچنے کا عزم نصیب فرمایئے اور نفس و شیطان سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین.

رب اغفر وارحم و انت خیر الرحمین- آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ

اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتو اُن لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی ڈال دینے کا ارادہ کرلیا تھا اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن

وَلَوْ	لَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَيْكَ	وَرَحْمَتُهٗ	لَهَمَّتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	اَنْ يُّضِلُّوْكَ	وَمَا	يُضِلُّوْنَ	اِلَّآ
اور اگر	نہ	اللہ کا فضل	آپ پر	اور اس کی رحمت	تو قصد کیا ہی تھا	ایک جماعت	ان میں سے	کہ آپ کو بہکادیں	اور نہیں	بہکارہے ہیں	مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا

اپنی جانوں کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچاسکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے

اَنْفُسَهُمْ	وَمَا يَضُرُّوْنَكَ	مِنْ شَيْءٍ	وَاَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَعَلَّمَكَ	مَا
اپنے آپ	اور نہیں بگاڑ سکتے آپ کا	کچھ بھی	اور نازل کی	اللہ	آپ پر	کتاب	اور حکمت	اور آپ کو سکھایا	جو

لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا

اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں اکثر خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے

لَمْ تَكُنْ	تَعْلَمُ	وَكَانَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكَ	عَظِيْمًا	لَا خَيْرَ	فِيْ	كَثِيْرٍ	مِّنْ	نَّجْوٰىهُمْ	اِلَّا
نہیں تھے	تم جانتے	اور ہے	فضل	اللہ	آپ پر	بڑا	نہیں کوئی بھلائی	میں	اکثر	سے	اُنکے مشورے	مگر

مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ

ہیں کہ خیرات کی یا کسی اور نیک کام کی یا لوگوں میں باہم صلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے واسطے

مَنْ اَمَرَ	بِصَدَقَةٍ	اَوْ	مَعْرُوْفٍ	اَوْ اِصْلَاحٍ	بَيْنَ النَّاسِ	وَمَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	ابْتِغَآءَ
حکم دے	خیرات کا	یا	اچھی بات کا	یا اصلاح کراتا	لوگوں کے درمیان	اور جو	کرے	یہ	حاصل کرنا

مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

سو ہم اُس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اُس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر

مَرْضَاتِ اللّٰهِ	فَسَوْفَ	نُؤْتِيْهِ	اَجْرًا	عَظِيْمًا	وَمَنْ	يُّشَاقِقِ	الرَّسُوْلَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى
اللہ کی رضا	سو عنقریب	ہم اسے دیں گے	ثواب	بڑا	اور جو	مخالفت کرے	رسول	اس کے بعد	جب	ظاہر ہوچکی اسکے لئے ہدایت

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

دوسرے رستہ ہولیا تو ہم اُس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اُس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی

وَ	يَتَّبِعْ	غَيْرَ	سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ	نُوَلِّهٖ	مَا تَوَلّٰى	وَنُصْلِهٖ	جَهَنَّمَ	وَ	سَآءَتْ	مَصِيْرًا
اور	چلے	خلاف	مومنوں کا راستہ	ہم حوالہ کردیں گے	جو اس نے اختیار کیا	اور ہم اسے داخل کرینگے	جہنم	اور	بُری جگہ	پہنچنے (پلٹنے) کی جگہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وعصمت

اس رکوع میں تین آیات ہیں اور ان میں بھی اسی واقعہ کی طرف بطور تتمہ کے اشارہ ہے جس کا بیان گزشتہ رکوع کی آیات میں ہوا تھا۔ ان آیات میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہے اور اظہار ہے آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اس کا آپ کمال علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اول ہے سب سے فائق ہیں اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے انتہا فضل ہے اور اس کے بعد اس شخص کی سزا کا اعلان ہے کہ جس شخص کو حق بات واضح ہو چکے اور پھر بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی جدی راہ اختیار کرے چنانچہ یہاں پہلی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ

یعنی جب اللہ کا فضل وعنایت آپ کے ساتھ ہے تو پھر کس کا قابو آپ کو بہکانے میں چل سکتا ہے بنوابیرق کے خاندان والوں اور بشیر کی حمایت کرنے والوں نے آ کر بے قصور کو قصوروار اور قصوروار کو بے گناہ بنانے میں تو اپنی باتوں سے کوئی کمی نہیں کی تھی اور آپ کو اپنی رنگ آمیز باتوں سے دھوکہ دینا چاہتے تھے اور آپ سے خلاف حق فیصلہ کرانا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت آپ کے ساتھ تھا بذریعہ وحی آپ کو حقیقت بتلا دی گئی اور واقعہ سے مطلع کر دیا گیا اور آپ کی عصمت کو قائم رکھا اور آئندہ بھی کسی کا اس طرح سے آپ کو نقصان پہنچانا ناممکن اور محال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت کی باتیں اتاریں اور حکمت کی باتیں اتاریں اور بہت سی غیب کی خبروں پر آپ کو مطلع کیا تو جس پر اللہ کا فضل خاص ہو اور اس کو کون ضرر اور نقصان پہنچا سکتا ہے کہ کسی غلطی میں بتلا کر دے۔

خیر وشر کی سرگوشیاں اور مشورے

خاندان بنوابیرق نے بشیر منافق کی حمایت میں جمع ہو کر جو خفیہ مشورہ اور سرگوشی کی تھی اس میں کوئی خیر نہ تھی اس لئے آگے دوسری آیت میں مشوروں اور سرگوشیوں کے متعلق بیان فرمایا۔

اگرچہ یہ آیت بشیر کے خاندان والوں کے حق میں نازل ہوئی مگر حکم آیت کا عام ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو لوگ آپس میں چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی اور خیر سے خالی ہوتی ہیں کہ نہ ان میں مخلوق کا روحانی فائدہ ہوتا ہے نہ جسمانی، نہ کسی کو نفع رسانی کا مشورہ۔ نہ دفع ضرر کی ہدایت اس لئے لوگوں کی سرگوشیاں عام طور پر خیر پر مبنی نہیں ہوتیں۔ ہاں جو سرگوشیاں نیکیوں کے لئے ہوں اور مجالس شوریٰ میں اللہ کے نیک بندے کار خیر کا مشورہ کرتے ہیں کہ جس میں دوسروں کی ہمدردی ہو یا خیر خیرات کرنے کی ہدایت ہو۔ یا لوگوں سے حسن سلوک کا مشورہ ہو۔ یا شر وفساد اور فتنہ کے دور کرنے کی تدبیر ہو یا لوگوں میں اصلاح کرانے کے لئے صلاح مشورہ ہوں تو ایسی مجلس اور سرگوشیاں ضرور بہتری وبھلائی اور خیر پر مبنی ہے بشرطیکہ ان تمام کارہائے خیر میں بھی محض حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی مقصود ہو تو اس کے لئے اجر عظیم کی بشارت اور وعدہ ہے گویا اس آیت میں مجالس شر کے انعقاد کی ممانعت اور ایسی مجالس میں شرکت کی ممانعت کی طرف اشارہ فرما دیا اور مجلس شوریٰ منعقد کرنے اور ان میں نیک اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھنے کی صراحت فرما دی گئی اور اس کو باعث اجر وثواب بتلایا گیا۔

یہاں آیت میں نیک کاموں میں تخصیص کے ساتھ اصلاح بین الناس بھی فرمایا گیا ہے یعنی لوگوں میں باہم صلح کرانا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک بہت اہم اور خاص نیکی ہے چنانچہ لوگوں کی باہمی رنجشیں دور کرنے اور ان کے آپس میں مصالحت اور موافقت پیدا کرنے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نہایت اہم ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا انجام

آگے یہاں تیسری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مخالفت کا انجام بتلایا جاتا ہے۔

یہ شان نزول کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب منافق بشیر کی چوری ثابت ہوگئی اور مسروقہ مال برآمد کر کے اس کے مالک حضرت رفاعہؓ کو دلایا گیا تو بشیر ناخوش ہو کر مکہ کو بھاگ گیا اور مرتد ہو کر وہاں مشرکوں سے مل گیا تو اس تیسری آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اگرچہ شان نزول آیت کا خاص ہے مگر حکم عام ہے کہ جو شخص باوجود ظہور ہدایت اور نزول قرآن اور حقانیت اسلام کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور راہ اسلام چھوڑ کر دوسرا راستہ یعنی کفر و شرک کا راستہ اختیار کرے گا تو دنیا میں وہ جو کچھ کرتا ہے کر لے آخرت میں اس کو اپنے اس اعمال کی پاداش میں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ تو یہاں آیت میں دو باتوں کا جرم عظیم ہونا اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا گیا۔ ایک مخالفت رسولؐ اور دوسرے اتباع غیر سبیل المؤمنین یعنی جو شخص مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر کسی اور راہ کی پیروی کرے یعنی مسلمانوں کے مسلم اور متفق علیہ طریقہ کو چھوڑ کر جو شخص نیا طریقہ اختیار کرے اور جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر اس کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے تو مخالفت رسولؐ تو ظاہر ہے کہ کفر اور وبال عظیم ہے اور اس پر تو وعید جہنم ظاہری ہے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص غیر شرعی طریق پر چلے شرع ایک طرف ہو اور اس کی راہ ایک طرف ہو۔ فرمان رسول کچھ ہو اور اس کا منتہائے نظر کچھ ہو حالانکہ اس پر حق کھل چکا ہو تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہے اور دوسری چیز یعنی اتباع غیر سبیل المؤمنین کے متعلق علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اجماع اُمت بھی واجب ہے۔ اور حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اُس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے۔ گویا اجماع امت کا مخالف اور منکر بھی کافر ہے۔

دعا کیجئے

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع بھی نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ ہم کو مومنین مخلصین کی راہ پر چلنا نصیب فرما اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی توفیق ہمارے لئے مقدر فرما۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت وعظمت عطا فرما اور آپ کی عظمت ومحبت کے ساتھ آپ کے اتباع کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے مشورہ اور سرگوشیوں میں خیر وبرکت عطا فرما اور نیکی وبھلائی کے لئے ہم کو مشورہ کرنا نصیب فرما اور آپس میں مصالحت وموافقت پیدا کرنے کی ہم کو توفیق عطا فرما اور ان تمام باتوں سے ہمیں بچا جو آپس میں اختلاف افتراق اور رنجش پیدا کرنے والی ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ اُن کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جاوے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور

إِنَّ اللّٰهَ	لَا يَغْفِرُ	اَنْ يُّشْرَكَ	بِهٖ	وَيَغْفِرُ	مَا	دُوْنَ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَمَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ
بیشک اللہ	نہیں۔ بخشتا	کہ شریک ٹھہرایا جائے	اس کا	اور بخشے گا	جو	سوا	اس	جس کو	وہ چاہے	اور جس	شریک ٹھہرایا	اللہ کا

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١١٦﴾

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دُور کی گمراہی میں جا پڑا

فَقَدْ ضَلَّ	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا
سو گمراہ ہوا	گمراہی	دُور

ربط: گزشتہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے والے کی سزا بیان فرمائی گئی تھی۔

اب آگے سب سے بڑی مخالفت رسول اور مسلمانوں سے جدا راستہ ''شرک'' کا ہے اس لئے شرک اور اہل شرک کی مذمت کے ساتھ ان کا انجام اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

شانِ نزول

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک بوڑھا عربی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں گناہوں میں غرق ایک بوڑھا ہوں لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا بلکہ اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کے سوا کبھی کسی کو کارساز نہیں سمجھا اور نہ میں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے یہ خیال کیا کہ میں اللہ سے بچ کر کہیں بھاگ سکتا ہوں۔ اب فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

شرک ناقابل معافی جرم ہے

یہاں اس آیت میں صاف اور واضح طور پر فرما دیا گیا کہ شرک کے ساتھ اگر کوئی مرا ہے اور زندگی میں اس سے توبہ نہیں کی تو یہ جرم ناقابل مغفرت ہے اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں سے مغفرت ہوسکتی ہے بلا توبہ کے بھی مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہیں یہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ چاہیں تو بغیر کسی سزا کے بالکلیہ معاف فرماویں۔ چاہیں تو تھوڑی بہت سزا دیکر معاف کردیں مگر شرک و کفر کی سزا دائمی اور ابدی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ توحید عقلاً اور نقلاً واجب ہے اور شرک و کفر فی الحقیقت بغاوت اور صانع عالم کی اہانت ہے اس لئے دونوں ناقابل معافی جرم سمجھے گئے ہیں اور دوسرے تمام گناہ شرک و کفر سے کم درجہ سمجھے گئے ہیں اس لئے بغیر توبہ کے بھی قابل معافی ہیں اور بلا توبہ کی قید اس لئے لگائی کہ توبہ سے تو سو سال کا کفر و شرک بھی ایک منٹ میں معاف ہو جاتا ہے۔ یہاں مقصود بلا توبہ کے مغفرت کا مسئلہ بتلانا ہے کہ کفر و شرک سے نیچے درجہ کے جو گناہ ہیں صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ سب بلا توبہ کے قابل مغفرت ہیں مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ چاہے بغیر کسی سزا کے معاف کردیں چاہے سزا دیکر معاف کردیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری تمام گزشتہ تقصیرات اور گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ یا اللہ بیشک شرک ایسا جرم عظیم اور سخت گناہ ہے کہ جس سے اگر دنیا میں سچی اور خالص توبہ نہ کی گئی تو آخرت میں ہرگز قابل عفو و مغفرت نہ ہوگا اور جس کی دائمی اور ابدی سزا جہنم ہے۔ یا اللہ اہل اسلام کو شرک کی گندگی سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اسلام کو صحیح اور حقیقی معنی میں اپنانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ امت مسلمہ کے وہ افراد جو رسومات شرک جلی یا خفی میں گرفتار ہیں ان کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمایئے اور شرک کی گندگی سے نجات دنیا میں ہی عطا فرما دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللَّهُ

یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے

إِن يَدْعُونَ	مِن دُونِهِ	إِلَّا إِنَاثًا	وَإِن	يَدْعُونَ	إِلَّا	شَيْطَانًا	مَّرِيدًا	لَّعَنَهُ اللَّهُ
وہ نہیں پکارتے	اس کے سوا	مگر عورتیں	اور نہیں	پکارتے ہیں	مگر	شیطان	سرکش	اللہ نے اس پر لعنت کی

وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ

اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ لوں گا، اور میں انکو گمراہ کرونگا اور میں انکو ہوس دلاؤنگا

وَقَالَ	لَأَتَّخِذَنَّ	مِنْ	عِبَادِكَ	نَصِيبًا	مَّفْرُوضًا	وَلَأُضِلَّنَّهُمْ	وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ
اور اُس نے کہا	میں ضرور لوں گا	سے	تیرے بندے	حصہ	مقررہ	اور انہیں ضرور بہکاؤں گا	اور انہیں ضرور امیدیں دلاؤں گا

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ

اور میں انکو تعلیم دونگا جس سے وہ چار پاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں انکو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت کو بگاڑا کرینگے اور جو شخص خدا تعالیٰ

وَلَآمُرَنَّهُمْ	فَلَيُبَتِّكُنَّ	آذَانَ	الْأَنْعَامِ	وَلَآمُرَنَّهُمْ	فَلَيُغَيِّرُنَّ	خَلْقَ اللَّهِ	وَمَن	يَتَّخِذِ
اور انہیں سکھاؤں گا	تو وہ ضرور چیریں گے	کان	جانور (جمع)	اور انہیں سکھاؤں گا	تو وہ ضرور بدلیں گے	اللہ کی صورتیں	اور جو	پکڑے (بنائے)

الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ

کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور انکو ہوسیں دلاتا ہے

الشَّيْطَانَ	وَلِيًّا	مِّن	دُونِ اللَّهِ	فَقَدْ خَسِرَ	خُسْرَانًا	مُّبِينًا	يَعِدُهُمْ	وَيُمَنِّيهِمْ
شیطان	دوست	سے	اللہ کے سوا	تو وہ پڑا نقصان میں	نقصان	صریح	وہ ان کو وعدہ دیتا ہے	اور انہیں امید دلاتا ہے

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اُس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پاویں گے۔

وَمَا يَعِدُهُمُ	الشَّيْطَانُ	إِلَّا	غُرُورًا	أُولَٰئِكَ	مَأْوَاهُمْ	جَهَنَّمُ	وَلَا يَجِدُونَ	عَنْهَا	مَحِيصًا
اور انہیں وعدے نہیں دیتا	شیطان	مگر	صرف فریب	یہی لوگ	جن کا ٹھکانا	جہنم	اور وہ نہ پائیں گے	اس سے	بھاگنے کی جگہ

مشرکین کے عقائد و اعمال

یہاں مشرکین کی انتہا درجہ کی ضلالت و جہالت ظاہر فرمائی جاتی ہے کہ اول تو اللہ کے سوا کسی غیر کو معبود بنانا اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہوسکتی ہے پھر بنایا تو کس کو پتھروں کو جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور جنکا نام بھی رکھا تو عورتوں کا سا جیسے لات' منات' نائلہ' عزیٰ اور کس کے بتلانے سے؟ شیطان مردود و ملعون کے بہکانے سے۔ اس سے بڑھ کر جہالت اور ضلالت کیا ہوگی۔ آگے مردود ملعون شیطان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے اور سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و مردود ہوا تو اس وقت اس نے یوں کہا تھا میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر

حصہ لوں گا۔ یعنی شیطان جب ملعون و مردود کیا گیا تو اس نے تو اسی وقت کہا تھا کہ میں تو آدم کی وجہ سے غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولاد آدم میں سے اپنے لئے ایک مقدار معلوم اور بڑا حصہ لوں گا یعنی ان کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں گا جیسا کہ سورۂ حجر چودھویں پارہ میں اور سورۂ بنی اسرائیل پندرھویں پارہ میں مذکور ہے تو یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ مردود اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو جملہ بنی آدم کا روز اول سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے تو اب یہ احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث و گمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر خواہانہ نفع کی کوئی بات بتلا دے بلکہ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمن ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائے گا انکی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائے گا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرنا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔

شیطان کا ایجنڈا

ایک بات یہ کہی **ولاضلنھم** یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئیں گے میں ضرور ان کو طریق حق اور راہ راست سے گمراہ کرونگا یعنی ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر حق بات سے انکو پھیروں گا اور جو ان وسوسوں میں پڑ جائے گا وہ میرا تابع ہو جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دوسری بات یہ کہی **ولامنینھم** اور میں ضرور انہیں آرزوؤں اور ہوسوں میں الجھائے رکھوں گا یعنی طرح طرح کی امیدوں اور آرزوؤں میں مبتلا کروں گا تاکہ بے دھڑک ہو کر وہ تیری معصیتیں کریں حتیٰ کہ جزا و سزا کا ان کو خیال بھی نہ آئے مثلاً یہ سمجھاؤں گا کہ تم دنیا کے مزے اڑاؤ خدا جانے آخرت ہو یا نہ ہو اور اگر ہوئی بھی تو ابھی عمر بہت باقی ہے دنیا کے عیش کر لو پھر توبہ کر لینا۔

تیسری بات یہ کہی **ولامرنھم فلیبتکن اذان الانعام.** اور ضرور لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑا کریں یعنی میں انہیں ضرور اعمال کفریہ اور رسوم شرکیہ کا حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم سے بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹیں گے۔ مشرکین عرب کا یہ دستور تھا کہ جب اونٹنی پانچ بچے جن لیتی اور پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس کے کان چیر کر بتوں کے نام پر اسکو چھوڑ دیتے نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کی اون لیتے اور یہ سمجھتے کہ یہ فعل بتوں کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ یہاں اسی رسم کی طرف اشارہ ہے۔

چوتھی بات یہ کہی **ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ** اور میں انکو ضرور تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔ اس جملہ کے مطلب میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض مفسرین نے تو اس کو ظاہر معنےٰ پر محمول کر کے مراد لی ہے اور ایسے فسقیہ اعمال مراد لئے ہیں جیسے زندگی کی امید میں بچہ کے کان ناک چھید دینا' بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا' یا نیلے داغ دینا یا عورتوں کا دانتوں کو ریت کر باریک و مہین بنانا۔ یا مرد کو خصی کر کے خواجہ سرا بنانا یا بچوں کے سر پر کسی کے نام کی چوٹی رکھنا یا ایک مرض جو اب عام ہے یعنی داڑھی منڈانا اور بعض علماء نے فرمایا کہ مردوں کا سیاہ خضاب کرنا اور مردوں کا عورتوں کے مشابہ بننا اور عورتوں کا مردوں کے مشابہ اور ہم لباس بننا بھی تغیر خلق اللہ میں داخل ہے۔ مگر ایک بات یہاں سمجھ لینے کی ہے کہ اس جملہ میں اور اسکی ظاہر مراد میں ہر تغیر کی مذمت مقصود نہیں بلکہ جو تغیر باعث افساد ہو وہ مذموم ہے جیسے داڑھی منڈوانا ورنہ اگر عدم افساد ہو بلکہ اس کے ساتھ کچھ اصلاح بھی ہوتی ہو تو وہ مستحسن ہے جیسے ختنہ کرانا' ناخن ترشوانا اور جس تغیر میں نہ افساد ہو نہ اصلاح وہ جائز ہوگا جیسے جانوروں کا خصی کرانا' مقدار مسنونہ سے بڑھی ہوئی داڑھی ترشوانا' لیکن فساد یا اصلاح کے وجود و عدم کا اصل مدار شریعت پر ہوگا نہ کہ عرف پر کیونکہ اول تو عرف شرع کی برابر نہیں اور بعض مفسرین نے تغیر خلق اللہ سے یہ مراد لی ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی اصل فطرت میں راستی اور توحید قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے مگر پھر بھی شیطانی خیالات کی وجہ سے کفر و شرک اور گمراہی میں پڑ کر مخلوق الٰہی میں تغیر پیدا کرتا ہے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدلتا

ہے اور اسکے دین کو کفر سے حلال کو حرام سے تبدیل کرتا ہے۔ غرض کہ جو کوئی کسی طرح ان باتوں میں مبتلا ہو تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ وہ شیطان کے مقررہ حصہ میں وہ بھی نہ داخل ہو۔

شیطان کے دوست کا انجام

اب جب شیطان کی خباثت وشرارت اور اس کی کیفیت بیان ہو چکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرے گا اور شیطان کو اپنا دوست بنا کر اسکی پیروی کرے گا اور اس کے کہنے پر چلے گا اور اللہ ورسول کے فرمان کو نہ مانے گا تو اس کو کھلا ہوا نقصان اٹھانا پڑے گا اور آخرت میں تباہی نصیب ہوگی اور جنت کو چھوڑ کر جہنم کو خریدنا ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ وہ بے روک ٹوک دنیاوی خواہشوں کو پورا کرنے کو کہتا ہے اور جھوٹے اور فریب کے وعدوں میں پھنسائے رکھتا ہے اسلئے بنی نوع انسان کو اس امر سے آگاہ کیا جارہا ہے اور اس حقیقت حال کو اگلی آیت میں واضح کیا۔

اخیر میں ایسے لوگوں کا جو اللہ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرتے ہیں انجام بتلایا گیا اور یہاں اخیر آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''ایسے لوگوں کا جو کہ شیطان کی راہ چلتے ہیں ٹھکانہ جہنم ہے اور اس جہنم سے بچنے کی کہیں وہ جگہ نہ پاویں گے کہ وہاں جا کر پناہ لے لیں''

دعا کیجئے

مولائے کریم ہم کو اپنا بندہ بنالے اور شیطان کے فریب اور دھوکہ سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہمیں ظاہر میں وباطن میں اسلام حقیقی نصیب فرمادے اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک ؐ کے حکموں پر چلنے والا بنادے۔

یا اللہ ہمیں جب تک آپ زندہ رکھیں طریق حق پر قائم رکھیں اور آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور حرص وطول امل اور بے جا آرزوؤں اور ہوسوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

یا اللہ تمام ناپاک اور کفریہ اور شرکیہ اعمال واقوال سے ہمیں تا زیست دور رکھئے اور شیطان کے پھندے اور اس کے مقررہ حصہ میں شامل ہونے سے ہمیں بچالیئے۔

یا اللہ ابلیس شیطان جو ہمارا ازلی دشمن اور بدخواہ ہے اس کے فریب اور دھوکہ سے ہمیں بچنے کی ہمت عطا فرمادے اور ہم کو اپنا بندہ بن کر زندہ رہنے اور اس پر مرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔

یا اللہ مسلمانوں میں جو شرکیہ اعمال ورسوم جاری ہو گئے ہیں ان سے باز رہنے اور سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔

یا اللہ اس وقت اسلام کا نام لے کر جنھوں نے ملعون ومردود شیطان کو اپنا رفیق بنا رکھا ہے اور اس کی اطاعت اور پیروی میں لگے ہوئے ہیں ان کو ہدایت اور دین کی سمجھ عطا فرمادے اور شیطانی جال سے ان کو نکلنے کی توفیق عطا فرما اور آخرت کی تباہی وبربادی سے ان کو بچنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے ہم اُن کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ اُن کے نیچے نہریں جاری ہونگی

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	سَنُدْخِلُهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
اور جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیئے	اچھے	ہم عنقریب انہیں داخل کریں گے	باغات	بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝۱۲۲ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ

وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، اور سچا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	اَبَدًا	وَعْدَ اللّٰهِ	حَقًّا	وَمَنْ	اَصْدَقُ	مِنَ	اللّٰهِ	قِيْلًا	لَيْسَ	بِاَمَانِيِّكُمْ
ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ ہمیشہ	اللہ کا وعدہ	سچا	اور کون	سچا	سے	اللہ	بات میں	نہ	تمہاری آرزوؤں پر

وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی برا کام کریگا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جاوے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا

وَلَا	اَمَانِيِّ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	مَنْ يَّعْمَلْ	سُوْۗءًا	يُّجْزَ بِهٖ	وَلَا يَجِدْ	لَهٗ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيًّا
اور نہ	آرزوئیں	اہل کتاب	جو کرے گا	برائی	اسکی سزا پائے گا	اور نہ پائے گا	اپنے لئے	سے	اللہ کے سوا	کوئی دوست

وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۲۳ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ

نہ مددگار ملے گا اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ

وَلَا نَصِيْرًا	وَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ	الصّٰلِحٰتِ	مِنْ	ذَكَرٍ	اَوْ اُنْثٰى	وَهُوَ	مُؤْمِنٌ	فَاُولٰۗىِٕكَ
اور نہ مددگار	اور جو	کرے گا	سے	اچھے کام	سے	مرد	یا عورت	بشرطیکہ وہ	مومن	تو ایسے لوگ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝۱۲۴

جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا

يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	وَلَا	يُظْلَمُوْنَ	نَقِيْرًا
داخل ہوں گے	جنت	اور نہ	ان پر ظلم ہوگا	تل برابر

مومنین مخلصین کا انعام

گزشتہ آیات میں شیطان کی پیروی اور اتباع کرنے والوں کو وعید سنائی گئی تھی۔ اب آگے ان لوگوں کے مقابل مومنین مخلصین کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا جنہوں نے اللہ اور رسول کے احکامات کو دل سے مانا اور حکم شرع کے مطابق نیک اعمال کیئے وہ آخرت میں جنت کے باغات میں داخل کیئے جائیں گے اور ان کا داخل ہونا عارضی نہ ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ ابدالآباد وہیں رہیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا پکا اور سچا وعدہ فرما رہے ہیں تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ جب تم کو یہ معلوم ہو چکا تو تم کو چاہیئے کہ اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے ایمان کے ساتھ عمل صالح کرو اور شیطان کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے اس کے دھوکہ میں مت آؤ۔

آیت نمبر ۱۲۳ کا شان نزول

حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت تابعین نے ان آیات کا

ایک خاص شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار چند یہودی اور چند عیسائی اور چند مسلمان ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی بولے ہمارے نبی سب سے افضل تھے اور ہم انبیاء کی اولاد ہیں اس لئے صرف ہم ہی جنت میں جائیں گے عیسائی بولے جنت میں تو صرف ہم ہی جائیں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر عیسی علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو کر سولی پر چڑھ چکے جس سے ہمارے سب گناہ معاف کر دیئے گئے اب ہم گناہوں سے پاک ہیں ہم پر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ مسلمان کہنے لگے ہمارے نبی اور پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم الانبیاء اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اس لئے ہم ہی جنت میں جائیں گے کیونکہ ہم ان کے ماننے والے ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں بتلایا گیا کہ صرف زبانی دعویٰ کرنے سے صداقت وحقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایماندار وہ ہے جس کا دل صاف ہو اور عمل شاہد ہوں اور خدائی دلیل اس کے ہاتھوں میں ہو۔ نرے دعوے کوئی وقعت نہیں رکھتے خواہ وہ اہل اسلام کے ہوں یا یہود و نصاری کے نجات کا مدار صرف زبانی دعوؤں پر نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول کی تابعداری پر ہے۔ برائی کرنے والے محض کسی نسبت کی وجہ سے ناممکن ہے کہ اس برائی کے خمیازہ سے چھوٹ جائیں یعنی یہ تفاخر اور تعلق کسی کے لئے زیبا نہیں اور محض خیالات اور تمناؤں اور دعوؤں سے کوئی کسی پر افضل نہیں ہوتا۔ مدار اعمال واطاعت پر ہے۔ کسی کا نبی اور کتاب کتنی ہی افضل واشرف ہو اگر وہ عمل غلط کرے گا تو اس کی سزا پائے گا۔

طاقت کے مطابق عمل کرتے رہو

روایات میں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ سن کر یعنی جو کوئی کچھ برائی کرے گا اس کی سزا دی جائے گی۔ صحابہ کرامؓ بڑے متفکر ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یہ سن کر ہم سخت غم اور فکر اور رنج میں پڑ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس آیت نے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ ذرا سی بھی برائی ہوگی تو اس کی جزا ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فکر میں نہ پڑو۔ اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق عمل کرتے رہو کیونکہ تمہیں دنیا میں جو بھی کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آتی ہے یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ اور برائی کی جزا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا لگ جائے تو وہ بھی کفارہ گناہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کو دنیا میں جو بھی کوئی غم یا تکلیف یا بیماری یا فکر لاحق ہوتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کو بھی یہ ہدایت دی ہے کہ محض دعوؤں اور تمناؤں میں نہ لگیں بلکہ عمل کی فکر کریں بلکہ کامیابی صرف اس سے نہیں کہ تم فلاں نبی یا فلاں کتاب کے نام لینے والے ہو بلکہ اصل فلاح اس میں ہے کہ اس کتاب اور نبی پر صحیح ایمان اور اس کے مطابق اعمال صالحہ ہوں۔

نجات کا قانون

اخیر میں نجات اخروی اور دخول جنت کا قانون یہ فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔

تو اس میں اشارہ فرمادیا کہ اہل کتاب یہود ونصاری یا دوسرے غیر مسلم اگر ان کے اعمال نیک بھی ہوں تو چونکہ ان کا ایمان صحیح نہیں اس لئے آخرت میں وہ عمل مقبول نہیں اور اہل اسلام کا چونکہ ایمان بھی صحیح ہے اور عمل بھی نیک ہے اس لئے وہ کامیاب اور دوسروں سے افضل اور نجات اخروی کے مستحق ہیں تو شان نزول کا خیال کرتے ہوئے مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ میں جو مکالمہ ہوا تھا اس پر فیصلہ فرمایا گیا اور فریقین کو صحیح راہ ہدایت بتلائی گئی اور نجات اخروی اور جنت میں داخلہ کا قانون بتلایا گیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمارے دکھ درد امراض اور پریشانیوں کو باعث کفارہ سیئات بنا اور جو برائیاں اور گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی دنیا ہی میں معافی فرما کر آخرت میں پاک صاف کر کے اٹھا۔ یا اللہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار آپ کی اطاعت رضا و بندگی پر ہے نہ کہ خالی تمناؤں اور زبانی دعوؤں پر یا اللہ ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما کہ جو آپ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوں۔ یا اللہ ہم کو تو آپ نے بہترین دین دین اسلام اور بہترین کتاب قرآن مجید اور نبیوں میں سب سے اعلیٰ و افضل نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے مگر ہم نے ان انعامات کی خاطر خواہ قدردانی نہ کی۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو اور وہ ملتِ ابراہیم کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں

وَمَنْ	اَحْسَنُ	دِيْنًا	مِّمَّنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ	لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	وَّاتَّبَعَ	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا
اور کون۔ کس	زیادہ بہتر	دین	سے۔ جس	جھکا دیا	اپنا منہ	اللہ کیلئے	اور وہ	نیکوکار	اور اس نے پیروی کی	دین	ابراہیم	ایک کا ہو کر رہنے والا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی مِلک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ

وَاتَّخَذَ	اللّٰهُ	اِبْرٰهِيْمَ	خَلِيْلًا	وَلِلّٰهِ	مَا	فِى السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِى	الْاَرْضِ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور بنایا	اللہ	ابراہیم	دوست	اور اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	میں	زمین	اور ہے	اللہ

	بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾	بِكُلِّ	شَىْءٍ	مُّحِيْطًا	
	تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہیں	ہر	چیز	احاطہ کئے ہوئے	

ایمان وعمل کی مقبولیت کا معیار

گزشتہ آیات سے یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان اور نیک اعمال کا اعتبار ہے۔ خالی خولی زبانی باتوں اور نرے دعوؤں کا کوئی نتیجہ نہیں۔

اب آگے ان آیات میں اسی بات کو کھول کر بیان فرمایا جاتا ہے اور دین کی افضلیت اور مقبولیت کا معیار بتلایا جاتا ہے کہ جس سے اس بات کا صحیح فیصلہ ہو سکتا ہے کون عند اللہ مقبول ہے اور کون نہیں۔

اول یہ کہ ہر مذہب کی حقانیت اور الہامی ہونے کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ صحیح عقائد اور نیک اعمال اور یہ دونوں چیزیں سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں۔ دوسرے یہ مسلمہ امر ہے کہ دین ابراہیمی حق تھا چنانچہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں لہٰذا جو مذہب دین ابراہیمی کے موافق ہوگا وہی حق ہوگا۔

ملت حنفیہ اور اس کی خصوصیات

حنیف دراصل وہ ہے جو ہر باطل سے بے زار ہو کر ایک مولیٰ حقیقی کا رخ کر چکا ہو۔

اصطلاح میں صرف ملت ابراہیمی ملت حنیفیہ کہلاتی ہے۔ دین محمدی چونکہ ملت ابراہیمی کی خصوصیات کا سب سے نمایاں عنصر ہے اس لئے تمام دوسری ملتوں کی نسبت ملت محمدیہ ملت ابراہیم کے قریب تر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے چالیس احکام شمار کر کے ایسے تحریر کئے ہیں جو ان ہر دو ملتوں میں تقریباً مشترک ہیں۔

(۱) دشمنان خدا سے جہاد کرنا (۲) بت شکنی (۳) غیر اللہ کی منت نہ ماننا (۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر جانور ذبح نہ کرنا (۵) رزق۔ شفا اور موت کو صرف مسبب الاسباب کے قبضۂ قدرت میں تصور کرنا (۶) اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا (۷) کہانت کو باطل سمجھنا (۸) بدفالی کا قائل نہ ہونا (۹) کسی ساعت کو منحوس نہ سمجھنا (۱۰) کواکب پرستی کا انکار کرنا (۱۱) نجومیوں سے مستقبل کے واقعات دریافت نہ کرنا (۱۲) آداب قربانی (۱۳) خصال فطرت (۱۴) جمل افعال حج (۱۵) کعبہ کا قبلہ ہونا (۱۶) مصیبت پر صبر کرنا (۱۷) نوحہ وغیرہ نہ کرنا (۱۸) تصویر اور مصوری سے اجتناب کرنا (۱۹) ترک نکاح ترک لذائذ۔ ترک لباس اور گوشہ نشینی جیسے افعال اختیار نہ کرنا (۲۰) عبادت میں اتنی افراط سے

اجتناب کرنا جس سے حقوق العباد تلف ہوں (۲۱) کسب معاش۔ (۲۲) بلاضرورت سوال نہ کرنا۔ (۲۳) لباس صاف ستھرا رکھنا۔ (۲۴) لہو ولعب سے احتراز کرنا۔ (۲۵) والد کو اولاد اور اولاد کو والد کے جرم میں گرفتار نہ کرنا۔ (۲۶) حرمت زنا وغیرہ (۲۷) ستر عورت۔ (۲۸) ختنہ کرنا۔ (۲۹) عقیقہ کرنا۔ (۳۰) آداب ضیافت' (۳۱) پوشش ولباس کے احکام۔ (۳۲) عبادت کے وقت اچھی ہیئت کا خیال رکھنا۔ (۳۳) اشہر حرام کا احترام کرنا۔ (۳۴) محرمات نکاح' (۳۵) نکاح میں شاہدوں کا ہونا۔ (۳۶) زکوۃ۔ (۳۷) چاشت کی چار رکعتیں۔ (۳۸) تحریمہ میں رفع یدین کرنا۔ (۳۹) رکوع کا سجدہ پر مقدم ہونا (۴۰) نماز کی ہر نقل وحرکت میں تکبیر کہنا۔ (ترجمان السنہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ و ۵۲۷)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

اور یہاں آیت میں فرمایا گیا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا تو خلیل اللہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ فنا ہو چکا ہو کہ طبعی اور فطری طور پر اس کا ارادہ اور اختیار اور رغبت اللہ کے حکم کے تابع ہو جائے اور خلیل اللہ ہونا بارگاہ خداوندی میں تقرب کا ایک اعلیٰ مقام ہے اور یہ مقام ہمارے آقا وسردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھا جیسا کہ ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

سب اللہ تعالیٰ کی مِلک میں ہے اور سب اس کے علم میں ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا.

یعنی حقیقت یہ ہے کہ خدا ہی کی ملک ہیں سب چیزیں جو کچھ بھی آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے قابل پرستش وعبادت وہی ہے اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو اپنے علم میں احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ پس کوئی اہل عالم کے جملہ اعمال خیر وشر کی جزا وسزا میں تردد نہ کرے۔ یعنی یہود ونصاریٰ و مشرکین عرب سب شرک میں مبتلا ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اس لئے قیامت کے دن ضرور ان کو ان کے اعمال کی سزا دے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اسلام سے ہم کو سچی محبت عطا فرمائیں اور شریعت مطہرہ کی پوری پابندی اور اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کا شکر واحسان ہے کہ ہم کو اسلام عطا فرما کر ملت ابراہیمی کا اتباع نصیب فرمایا۔

یا اللہ ملت ابراہیمی کے اتباع کے ساتھ ہم کو صحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی نصیب فرما۔

یا اللہ یہودیت ونصرانیت جو امت مسلمہ میں مختلف راستوں سے اور طریقوں سے گھستی چلی آ رہی ہے اس سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمایئے اور ہمیں دین اسلام سے سچی محبت عطا فرمایئے۔

یا اللہ ملت ابراہیمی کی خصوصیات جو آپ نے امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہیں ان کا ظاہراً و باطناً ہم کو اتباع نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقامات خلت اور محبوبیت عطا فرمائے ہیں ان میں مزید ترقی عطا فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ کو بلند فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى

اورلوگ آپ سے عورتوں کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں تم کو حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو کہ قرآن کے اندر تم کو پڑھ کرسنائی جایا کرتی ہیں

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ	فِي النِّسَآءِ	قُلِ	اللّٰهُ	يُفْتِيْكُمْ	فِيْهِنَّ	وَمَا	يُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فِي الْكِتٰبِ	فِيْ	يَتٰمَى
اور وہ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں	عورتوں کے بارہ میں	آپ کہدیں	اللہ	تمہیں حکم دیتا ہے	اُن کے بارہ میں	اور جو	سُنایا جاتا ہے	تمہیں	کتاب (قرآن) میں	(بارہ) میں	یتیم

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

جو کہ ان یتیم عورتوں کے باب میں ہیں جن کو جو اُن کا حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کرنے سے (بوجہ خوش جمال نہ ہونے کے) نفرت کرتے ہو اور کمزور بچوں کے

النِّسَآءِ	الّٰتِيْ	لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ	مَا كُتِبَ	لَهُنَّ	وَتَرْغَبُوْنَ	اَنْ	تَنْكِحُوْهُنَّ	وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ
عورتیں	وہ جنہیں	تم انہیں نہیں دیتے	جو لکھا گیا (مقرر)	انکے لئے	اور نہیں چاہتے ہو	کہ	انکو نکاح میں لے لو	اور بے بس

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

باب میں اور اس باب میں کہ یتیموں کی کارگذاری انصاف کے ساتھ کرو اور جو نیک کام کروگے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ

مِنَ	الْوِلْدَانِ	وَاَنْ	تَقُوْمُوْا	لِلْيَتٰمٰى	بِالْقِسْطِ	وَمَا تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
سے (بارہ) میں	بچے	اور یہ کہ	قائم رہو	یتیموں کے بارہ میں	انصاف پر	اور جو تم کروگے	کوئی بھلائی	تو بیشک	اللہ

	كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾	كَانَ	بِهٖ	عَلِيْمًا	
	اُس کو خوب جانتے ہیں	ہے	اس کو	جاننے والا	

شانِ نزول

زمانہ جاہلیت سے عرب میں یہ دستور چلا آرہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میراث اسی کا حق ہے جو قبیلہ اور خاندان کی طرف سے دشمنوں سے لڑے اور اگر کوئی یتیم لڑکی اپنے باپ سے مال کی وارث ہوتی اور پھر وہ کسی کی تربیت و پرورش میں ہوتی تو اگر وہ خوبصورت ہوتی تو اس کا ولی خود اس سے نکاح کر لیتا مگر اس کا پورا مہر نہ دیتا اور اگر وہ لڑکی بدصورت ہوتی تو ولی نہ خود اس سے نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کرتا تاکہ اس لڑکی کا مال دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جائے اس پر اس سورۂ نساء کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی تھیں جس میں عورتوں اور یتیموں کے حقوق اور ان کی میراث کے احکام مفصل بیان کردیئے گئے۔ اس پر مختلف واقعات پیش آئے۔ بعض مسلمانوں کو تو یہ خیال ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو عارضی طور پر کسی مصلحت سے شریک میراث کیا جارہا ہے ورنہ فی نفسہ یہ اس کے اہل نہیں اس لئے بعض لوگ اس کی منسوخیت کے منتظر رہے اور جب منسوخ نہ ہوئے تو مشورہ ہوا کہ ہم کو خود جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہیے چنانچہ بعض نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لڑکی اور بہن کو بھی میراث میں سے حصہ دلاتے ہیں حالانکہ ہمارا پہلا دستور یہ رہا ہے کہ جنگ میں لڑنے والوں اور اس میں شریک ہونے والوں کو صرف میراث کا مستحق سمجھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کے سوالات کو اس آیت کا سبب نزول بتایا گیا ہے اور بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں

بدصورت یتیم لڑکی تھی۔ بدصورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے سے اس لئے نکاح کو ٹالا کہ مال بھی اس کے ساتھ جاوے گا اور اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور غالباً غرض سوال کی یہ ہوگی کہ کوئی اور حکم آ جائے اور بعض نے جب یہ حکم سنا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں مہر کم کرنا درست نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شاید احکام سابقہ میں کوئی ترمیم یا تنسیخ یا تخفیف ہو جائے غرض اس قسم کے سوالات پر ان آیات کا نزول ہوا۔

عورتوں اور یتیموں کے حقوق کا تحفظ

خلاصہ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ عورتوں اور یتیموں کے بارہ میں جو آیات پہلے نازل ہو چکی ہیں اب بھی وہی احکام بدستور باقی اور واجب العمل ہیں ان میں کوئی حکم تبدیل نہیں کیا جاتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم دیا جا رہا ہے سابقہ احکام ہی بحال رہیں گے۔ چنانچہ یتیم بچوں اور بچیوں پر رحم کرنے اور ان کے صحیح حقوق ادا کرنے اور عورتوں کے ساتھ ہر ممکن حسن سلوک کی ہدایات جو اسی سورۂ نساء میں پہلے نازل ہو چکی تھیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

آیت نمبر۲ میں ارشاد ہوا تھا: جن بچوں کا باپ مر جاوے ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو اور تم ان کی اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ۔

آیت نمبر۳ میں حکم ہوا تھا: اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو۔

آیت نمبر۴ میں ارشاد ہوا تھا: اور تم اپنی بیبیوں کو ان کے مہر دے دیا کرو۔

آیت نمبر۶ میں ارشاد ہوا تھا: اور ان اموال یتامیٰ کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے پھر ان کو مال حوالہ کرنا پڑے گا جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔

نیز اسی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ جب ان سے یعنی یتامیٰ کے مال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو۔

آیت نمبر۷ میں ارشاد ہوا تھا: ترکہ میں مردوں کے لئے بھی خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور اسی طرح عورتوں کے لئے بھی خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی حصہ مقرر ہے اس چیز میں سے جن کو ان کے ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر سب میں سے حصہ ملے گا۔

آیت نمبر۱۹ میں ایمان والوں کو خطاب کر کے حکم ہوا تھا۔ اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ۔ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کوئی حصہ وصول کر لو۔ نیز فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔

آیت نمبر۲۰ میں حکم فرمایا اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس ایک یعنی پہلی بیوی کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے جملہ احکام کی اطاعت و فرمانبرداری ہم کو نصیب فرمائیں خصوصاً عورتوں اور یتیموں کے متعلق قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی عورتوں کے ساتھ اس حسن وسلوک کی توفیق عطا فرما جس کا آپ نے قرآن میں حکم فرمایا ہے اور ہماری عورتوں کو بھی ان حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جس کا قرآن میں ان کو حکم ہوا ہے۔ اے اللہ ہم کو یتامیٰ کے حقوق میں کوتاہیوں سے اور غلطیوں سے بچائیے اور اس معاملہ میں پوری طرح قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال زیادتی یا بے پروائی کا ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں

وَاِنِ	امْرَاَةٌ	خَافَتْ	مِنْۢ بَعْلِهَا	نُشُوْزًا	اَوْ	اِعْرَاضًا	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْهِمَآ	اَنْ يُّصْلِحَا
اوراگر	کوئی عورت	ڈرے	اپنے خاوند سے	زیادتی	یا	بے رغبتی	تو نہیں گناہ	ان دونوں پر	کہ وہ صلح کرلیں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

باہم ایک خاص طور پر صلح کرلیں اور یہ صلح بہتر ہے اور طبیعتیں تو حرص و بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو

بَيْنَهُمَا	صُلْحًا	وَالصُّلْحُ	خَيْرٌ	وَاُحْضِرَتِ	الْاَنْفُسُ	الشُّحَّ	وَاِنْ	تُحْسِنُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ
آپس میں	صلح	اور صلح	بہتر	اور حاضر کیا گیا (موجود ہے)	طبیعتیں	بخل	اور اگر	تم نیکی کرو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	
بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں	اللہ	ہے	جو تم کرتے ہو	باخبر	

تفسیر و تشریح

عورتوں کے حقوق کا ذکر پہلے شروع سورۃ میں بھی آچکا ہے اور سورۃ بقرہ میں بھی بعض احکام آچکے ہیں اس آیت اور اگلی آیات میں بھی ازدواجی زندگی سے متعلق بعض صورتوں کا ذکر ہے اور ان کی بابت ہدایت ہے تاکہ میاں بیوی کے تعلقات آپس میں اچھے ہو جائیں۔ ازدواجی زندگی میں یہ تلخ پہلو بھی ہر جوڑے کو کبھی نہ کبھی پیش آ ہی جاتا ہے کہ باہمی رنجش اور کشیدگی آپس میں پیدا ہو جائے اور یہ ایسی چیز ہے کہ صحیح اصول کے ماتحت قابو پانے کی کوشش نہ کی جائے تو نہ صرف زوجین کے لئے دنیا جہنم بن جاتی ہے بلکہ بسا اوقات یہ گھریلو رنجش خاندانوں' قبیلوں کی باہمی جنگ اور قتل وقتال تک نوبت پہنچا دیتی ہے۔

ناموافق ازدواجی حالات میں عورت کے تحفظ کا ایک راستہ

قرآن کریم مرد و عورت دونوں کے تمام جذبات اور احساسات کو سامنے رکھ کر ہر فریق کو ایسا نظام زندگی بتلاتا ہے جس پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا گھر دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن جائے۔ گھریلو تلخیاں محبت و راحت میں تبدیل ہو جائیں اور اگر ناگزیر حالات میں علیحدگی کی نوبت بھی آ جائے تو وہ بھی خوشگوار طریقہ اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہو۔ عداوت' دشمنی اور ایذاء رسانی کے جذبات کے تحت نہ ہو چنانچہ یہ آیت ایسے حالات سے متعلق ہے جس میں غیر اختیاری طور پر میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں اور باہمی تلخی کی وجہ سے اس کا اندیشہ ہو جائے کہ باہمی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جاوے گی۔

جیسے ایک بیوی سے اس کے شوہر کا دل نہیں ملتا اور نہ ملنے کے اسباب دور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں۔ مثلاً عورت بدصورت یا سن رسیدہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں نہ عورت کا کچھ قصور ہے نہ مرد ہی کو کچھ مجرم کہا جاسکتا ہے۔ ایسے حالات میں مرد کے لئے تو ایک عام قانون قرآن نے یہ بتلا دیا ہے کہ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ کہ عورت کو رکھنا ہو تو دستور کے مطابق اس کے پورے حقوق ادا کر کے رکھو اور اگر اس پر قدرت نہیں تو اس کو خوش اسلوبی سے آزاد کر دو۔ اب اگر عورت بھی آزاد ہونے کیلئے تیار ہے اور وہ اپنی بہتری اسی میں سمجھتی ہے تو معاملہ صاف ہے کہ قطع تعلق بھی خوشگوار انداز میں ہو جائے گا لیکن اگر ایسے حالات میں عورت کسی وجہ سے آزادی نہیں چاہتی خواہ

اپنی اولاد کے مفاد کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس کا کوئی دوسرا سہارا نہیں تو یہاں آیت میں اس کا راستہ عورت کو یہ بتلایا گیا کہ شوہر کو کسی معاملہ پر راضی کیا جائے مثلاً عورت اپنے یا بعض حقوق کا مطالبہ چھوڑ دے مثلاً نان نفقہ معاف کر دے یا کم کر دے یا مہر معاف کر دے یا کم کر دے تو اس طرح بعض خاص شرائط پر دونوں میاں بیوی صلح کر لیں تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں کیونکہ زوجین میں مصالحت و موافقت بہت ہی اچھی بات ہے۔

یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی سخت گیری اور بدمزاجی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ ایسی عورت اپنے حقوق اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے اس سے مرد بدمزاج سخت گیر ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں جب عورت خاوند کا دل اپنے سے پھرا دیکھے تو خاوند کو خوش اور متوجہ کرنے کو اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ سے کچھ چھوڑ کر اس کو راضی کر لے تو ایسی مصالحت دونوں میاں بیوی کے لئے جائز بتلائی گئی اور عادۃً ایسی مصالحت ہو جانے کی وجہ بھی بتلائی گئی کہ انسان کی عام سرشت یہ ہے کہ انسانی طبائع میں لالچ اور حرص موجود ہوتی ہے تو ایسی مصالحت میں عورت کو تو یہ حرص ہے کہ مجھے آزاد کر دیا تو اولاد برباد ہو گی یا میری زندگی دوسری جگہ تلخ ہو گی اور شوہر کو یہ لالچ ہے کہ جب عورت نے اپنا کل یا بعض مہر معاف کر دیا اور دوسرے حقوق کا بھی مطالبہ چھوڑ دیا تو اب اس کو رکھنے میں میرے لئے کیا مشکل ہے اس لئے مصالحت باہمی آسان ہو جائے گی۔

صلح کیلئے حقوق چھوڑنا گناہ نہیں

یہاں آیت کے شروع میں میاں بیوی کے باہمی اختلاف کے وقت صلح کا صرف جائز ہونا بتلایا گیا کہ دونوں میں سے کسی کو گناہ نہیں ہو گا اگر آپس میں خاص شرائط پر صلح کر لیں اور گناہ نہ ہونے کے عنوان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ اس معاملہ کی صورت بظاہر رشوت کی سی ہے کہ عورت کی طرف سے شوہر کو مہر وغیرہ کی معافی کا لالچ دے کر ازدواجی زندگی کا تعلق باقی رکھا گیا ہے لیکن قرآن کریم کے اس ارشاد نے واضح کر دیا ہے کہ یہ رشوت میں داخل نہیں بلکہ مصلحت میں داخل ہے اور یہ جائز ہے۔

میاں بیوی کے معاملات میں تیسرے کی مداخلت پسندیدہ نہیں

پھر یہاں اس جگہ حق تعالیٰ نے اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَہُمَا صُلۡحًا فرمایا یعنی میاں بیوی دونوں آپس میں کسی مصالحت پر صلح کر لیں اس میں لفظ بینھما سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ میاں بیوی کے معاملات میں بہتر یہی ہے کہ کوئی تیسرا دخیل نہ ہو اور یہ دونوں خود ہی آپس میں کوئی بات طے کر لیں کیونکہ تیسرے کے دخل سے طرفین کے عیوب تیسرے آدمی کے سامنے بلاوجہ آتے ہیں جس سے بچنا دونوں کے لئے مصلحت ہے تو خلاصہ یہ کہ ایک طرف اپنی تکلیف دور کرنے اور اپنا حق وصول کرنے کا فریقین کو قانونی حق قرآن کریم نے دیا۔ دوسری طرف دونوں کو بلند اخلاقی اور اپنے حقوق کے ترک کرنے پر صبر کی تلقین فرما کر یہ ہدایت فرمائی کہ جہاں تک ممکن ہو اس تعلق کو قطع کرنے سے بچنا چاہیے اور کہ جانبین سے کچھ کچھ حقوق ترک کر کے کسی خاص صورت پر صلح کر لیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنی زندگی قرآنی ہدایات کے موافق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری عورتوں کو بھی موافقت کی صلاحیت و ہدایت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں قرآنی ہدایات سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر حال میں ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ ہماری ازدواجی زندگی بھی جنت کا نمونہ بنا دے اور گھریلو تلخیاں محبت و راحت اور چین و سکون میں تبدیل فرما دے۔ یا اللہ ہم میں سے ہر ایک کو باہمی حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ آپ نے جو ہدایات قرآن کریم میں دی ہیں ان پر ہم مردوں کو اور ہماری عورتوں کو عمل پیرا ہونے کی توفیق و صلاحیت عطا فرما۔ یا اللہ ازدواجی زندگی میں جو اسوۂ حسنہ آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے چھوڑا ہے اس کی پیروی اور اتباع ہم کو بھی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

اور تم سے یہ تو کبھی ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں بالکل برابری رکھو گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ

وَلَنْ	تَسْتَطِيْعُوْا	اَنْ	تَعْدِلُوْا	بَيْنَ النِّسَآءِ	وَلَوْ	حَرَصْتُمْ	فَلَا تَمِيْلُوْا	كُلَّ الْمَيْلِ
اور ہرگز نہ	کرسکو گے	کہ	برابری رکھو	عورتوں کے درمیان	اگرچہ	بہتیرا چاہو	پس نہ جھک پڑو	بالکل جھک جانا

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ

جس سے اسکو ایسا کر دو جیسے کوئی اَدھر میں لٹکی ہو اور اگر اصلاح کرلو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں اور اگر

فَتَذَرُوْهَا	كَالْمُعَلَّقَةِ	وَاِنْ	تُصْلِحُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا	وَاِنْ
کہ ایک کو ڈال رکھو	جیسے لٹکتی ہوئی	اور اگر	اصلاح کرتے رہو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک	اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان	اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

دونوں میاں بیوی جدا ہو جاویں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاج کر دیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے اور بڑے حکمت والے ہیں

	يَّتَفَرَّقَا	يُغْنِ اللّٰهُ	كُلًّا	مِّنْ	سَعَتِهٖ	وَكَانَ	اللّٰهُ	وَاسِعًا	حَكِيْمًا	
	دونوں جدا ہو جائیں	اللہ بے نیاز کر دے گا	ہر ایک کو	سے	اپنی کشائش سے	اور ہے	اللہ	کشائش والا	حکمت والا	

ایک سے زائد بیویوں میں عدل ومساوات کی حدود

اسی سورۂ نساء کے شروع میں یہ ہدایت فرمائی گئی تھی کہ اگر ایک مرد کے نکاح میں ایک سے زائد عورتیں ہوں تو اس مرد کے ذمہ سب بیویوں میں عدل ومساوات قائم رکھنا فرض ہے اور جن کو یہ اندیشہ ہو کہ میں اس فرض کو ادا نہ کرسکوں گا تو اس کو چاہیے کہ ایک سے زائد نہ کرے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے قول وعمل سے تمام بیویوں میں عدل اور براری کو نہایت تاکیدی حکم قرار دیا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سخت وعید ارشاد فرمائی گی ہے جیسا کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۳ کے ماتحت درس میں بیان ہو چکا ہے تو اس حکم کے ظاہری الفاظ فان خفتم الا تعدلو فواحدۃ یعنی چار بیویوں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دیکر فرمایا کہ اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔ اس سے مطلقاً عدل ومساوات اور برابری کا فرض ہونا تمام معاملات میں معلوم ہوتا ہے۔ جس میں قلبی محبت اور قلبی میلان بھی بظاہر داخل معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ معاملہ انسان کے اختیار میں نہیں۔

یہاں بتلایا گیا کہ اگر تم سب بیویوں میں کوشش بھی کرو تو قلبی میلان کے بارہ میں مساوات نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں مگر ایسا بھی نہ کرو کہ پورے ہی ایک طرف ڈھل جاؤ یعنی قلبی میلان جس طرف زائد ہو تو اختیاری معاملات میں بھی اس کو ترجیح دینے لگو جس کا نتیجہ یہ ہو جائے کہ دوسری عورت لٹکی ہی رہ جائے یعنی شوہر اس کے حقوق بھی ادا نہ کرے اور اس کو آزاد بھی نہ کرے۔ تو اس طرح یہ آیت سورۂ نساء کی پہلی آیت یعنی آیت نمبر ۳ کی تشریح ہوگئی کہ اس کے ظاہری الفاظ سے قلبی میلان میں بھی مساوات کا فرض ہونا معلوم ہو رہا تھا لیکن اس آیت نے کھول دیا کہ قلبی میلان بوجہ غیر اختیاری ہونے کے فرض نہیں بلکہ فرض امور اختیاریہ میں مساوات ہے مثلاً نان نفقہ میں خبر گیری، دیکھ بھال میں، شب باشی، طرز معاشرت وغیرہ۔

اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ کارساز ہے

اب آگے ایک دوسری حالت کے متعلق بیان ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور اصلاح و مصالحت کی سب کوشش ناکام ہو کر آخری درجہ میں زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور دونوں جدا ہو جاویں یعنی خلع یا طلاق ہو جاوے تو اسکی بھی گو اجازت دی گئی ہے تاہم حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے تو اگر نوبت اس کی ہی آ جائے اور ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑے تو بھی فریقین کو تسلی دی گئی کہ خدا پھر دونوں کا کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت قدرت سے دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے احتیاط کر دے گا اور ہر ایک کی مناسب سبیل نکال دے گا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اور اگر دونوں میاں بیوی میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور دونوں جدا ہو جاویں تو کوئی اُن میں سے مرد یا عورت یوں نہ سمجھے کہ بدوں میرے اس دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت وقدرت سے دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بے احتیاج کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے بڑے حکمت والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے اُس سے کسی کو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں اخیر میں وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا فرما کر اس بات کو اور پختہ کر دیا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی وسعت ہے اور اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ ممکن ہے کہ اس علیحدگی ہی میں حکمت و مصلحت ہو اور جدائی کے بعد دونوں کو ایسے جوڑے مل جائیں کہ دونوں کی زندگی سدھر جائے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ خصوصاً عورتوں کے حقوق کی کامل ادائی گی کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو صلاح و تقویٰ کا حامل بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو بھی صلاح و ہدایت عطا فرمائیں اور ان کو بھی اتباع قرآنی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ

اور اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں، اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جنکو تم سے پہلے کتاب ملی تھی

وَلِلّٰهِ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَلَقَدْ وَصَّیْنَا	الَّذِیْنَ	اُوْتُوا الْکِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِکُمْ
اور اللہ کے لئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور ہم نے تاکید کردی ہے	وہ لوگ	جنہیں کتاب دی گئی	سے	تم سے پہلے

وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَانَ

اور تمکو بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم ناسپاسی کروگے تو اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں، اور

وَاِیَّاکُمْ	اَنِ اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاِنْ	تَکْفُرُوْا	فَاِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَکَانَ
اور تمہیں	کہ ڈرتے رہو	اللہ	اور اگر	تم کفر کروگے	تو بیشک	اللہ کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور ہے

اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ﴿۱۳۲﴾

اللہ تعالیٰ کسی کے حاجت مند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

اللّٰهُ	غَنِیًّا	حَمِیْدًا	وَ	لِلّٰهِ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ	وَکَفٰی	بِاللّٰهِ	وَکِیْلًا
اللہ	بے نیاز	سب خوبیوں والا	اور	اللہ کے لئے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	زمین میں	اور کافی	اللہ	کارساز

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ

اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو! تم سب کو فنا کردیں اور دوسروں کو موجود کردیں اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں جو شخص دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو

اِنْ یَّشَاْ	یُذْهِبْکُمْ	اَیُّهَا النَّاسُ	وَیَاْتِ	بِاٰخَرِیْنَ	وَکَانَ	اللّٰهُ	عَلٰی ذٰلِکَ	قَدِیْرًا	مَنْ
اگر وہ چاہے	تمہیں لے جائے	اے لوگو	اور لے آئے	دوسروں کو	اور ہے	اللہ	اس پر	قادر	جو

کَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں

	کَانَ یُرِیْدُ	ثَوَابَ الدُّنْیَا	فَعِنْدَ اللّٰهِ	ثَوَابُ	الدُّنْیَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَکَانَ	اللّٰهُ	سَمِیْعًا	بَصِیْرًا	
	چاہتا ہے	دنیا کا ثواب	تو اللہ کے پاس	ثواب	دنیا	اور آخرت	اور ہے	اللہ	سننے والا	دیکھنے والا	

احکام الٰہی کی بجا آوری کی تاکید

گزشتہ آیت تک مختلف احکام یتیموں اور عورتوں کے متعلق بیان فرمائے گئے تھے اب آگے ان آیات میں ان جملہ احکام کی بجا آوری کی تاکید خاص اہتمام سے بیان فرمائی جاتی ہے اور قرآنی اسلوب وطرز بیان کے مطابق ترغیب وترہیب یعنی حکم خداوندی کی اطاعت اور اس کے احکام کی مخالفت سے بچنا اسکی پرزور ہدایت فرمائی جارہی ہے اور ان آیات میں پانچ مضمون بیان فرمائے گئے ہیں جن سے نہایت اہتمام کے ساتھ بجا آوری احکام کی تاکید ہوگئی۔

تمہید اور دلیل بنا کر اور اپنی عظمت اور کبریائی بتلا کر یہ سمجھایا گیا کہ کچھ تمہیں کو شریعت اور احکام الٰہیہ پر چلنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ تم کو اور جو تم سے پہلے اہل کتاب ہوئے ہیں ان کو بھی خدا سے ڈرنے اور

احکام الٰہی پر چلنے کا حکم بتاکید دیا گیا یعنی خدا ترسی اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا حکم تمام امتوں کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور سب آسمانی کتابوں میں اس کی تاکید فرمائی ہے تو اگر تم ناسپاسی کرو گے یعنی احکام الٰہیہ کی مخالفت کرو گے اور اللہ کی وصیت اور احکام کو نہ مانو گے تو خدا تعالیٰ کا کیا بگڑتا ہے۔ تمہارے تقویٰ اور اطاعت کی اسے ذرہ برابر احتیاج نہیں۔ نہ کسی کی نافرمانی سے اس کے شان وشوکت میں فرق آتا ہے کوئی اس کی حمد وثناء کرے یا نہ کرے وہ ہر حال میں حمید ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے روکنا اور آخرت کی ترغیب

آگے دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور جب وہ ایسے قادر اور مختار ہیں تو اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کارساز ہیں۔ پس ان کی کارسازی کے ہوتے ان کے فرمانبرداروں کو کون ضرر پہنچا سکتا ہے پس کسی سے ڈرنا نہ چاہیے''

یعنی غیر اللہ کا اندیشہ دل سے دور کیا گیا کہ بعض اوقات احکام میں کوتاہی کا وہ بھی سبب ہوتا ہے۔

پھر آگے تیسری آیت میں بتلایا کہ

یعنی جو اللہ اس پر قادر ہے کہ تمہیں ناپید کر کے تمہاری جگہ دوسرے لوگ مطیع اور فرمانبردار پیدا کر دے لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو یہ اسکی مہربانی ہے تو تم ایسے حلیم وکریم کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔ اس سے سرکشی کر کے اس کا کیا بگاڑو گے اپنا ہی نقصان کرو گے۔

آگے چوتھی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

''اور دیکھو دین کے کام کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے۔ دنیا میں نہ ملنے سے بددل نہ ہونا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس یعنی ان کی قدرت میں تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ موجود ہے جب ادنیٰ واعلیٰ دونوں پر انکی قدرت ہے تو اعلیٰ ہی چیز کیوں نہ مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہیں''۔

یعنی سب کے اقوال اور درخواستوں کو دنیا کی ہوں یا دین کی سنتے ہیں اور سب کی نیتوں کو دیکھتے ہیں پس طالبان آخرت کو ثواب دیں گے اور طالبان دنیا کو آخرت میں محروم رکھیں گے پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنا چاہیئے البتہ دنیا کی حاجات مستقل طور پر مانگنا مضائقہ نہیں لیکن عبادت میں یہ قصد نہ کرے۔

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے تین مرتبہ جملہ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ فرمایا اور ہر مرتبہ کا مقصود اور مفہوم جدا ہے۔ پہلی دفعہ اللہ کی وسعت جود وکرم اور کشائش کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں اور دوسری بار اپنی بے نیازی اور بے پرواہی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ کو کسی کی اطاعت اور تقویٰ سے نفع نہیں اور سارے عالم کے کفر اور فسق وفجور سے اسکا کوئی نقصان نہیں اور تیسری بار میں اپنی کارسازی کی دلیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو اللہ تمہارا کارساز ہے اس لئے کہ وہ زمین وآسمان کی سب چیزوں کا مالک ہے تو ایک ہی دلیل سے متعدد دعوؤں کا ثابت کرنا یہ قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف عطا فرمائے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ یا اللہ اپنے احکام کی اطاعت ہم کو نصیب فرما اور اپنے احکام کی مخالفت سے ہم کو بچا۔ یا اللہ دین کی جو توفیق ہم کو ہو جائے وہ ہمارے لئے باعث سعادت واجر وثواب ہو۔ اے اللہ آپ کی کارسازی پر ہمارا توکل اور بھروسہ ہو اور غیروں پر نظر کرنے اور ان سے خوف کھانے سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ اپنی عظمت اور بڑائی ہمارے دلوں میں اتار دے تاکہ آپ کے جملہ احکام کی پیروی ہمارے لئے آسان ہو جائے اور ان سے مخالفت کی جرأت نہ رہے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو! عدل و انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو اگرچہ اپنی ہی ذات پر ہو

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	بِالْقِسْطِ	شُهَدَآءَ لِلّٰهِ	وَلَوْ	عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	ہو جاؤ	قائم رہنے والے	انصاف پر	گواہ دینے والے اللہ کیلئے	اگرچہ	خود تمہارے اوپر (خلاف)

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا

یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کا اتباع

اَوِ	الْوَالِدَيْنِ	وَ	الْاَقْرَبِيْنَ	اِنْ يَّكُنْ	غَنِيًّا	اَوْ فَقِيْرًا	فَاللّٰهُ	اَوْلٰى	بِهِمَا	فَلَا	تَتَّبِعُوا
یا	ماں باپ	اور	قرابت دار	اگر (چاہے) ہو	کوئی مالدار	یا محتاج	پس اللہ	خیر خواہ	اُن کا	سو۔ نہ	پیروی کرو

الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٣٥﴾

مت کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

	الْهَوٰٓى	اَنْ تَعْدِلُوْا	وَاِنْ تَلْوٗٓا	اَوْ تُعْرِضُوْا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا	
	خواہش	کہ انصاف کرو	اور اگر تم زبان دباؤ گے	یا پہلو تہی کرو گے	تو بیشک	اللہ	ہے	جو	تم کرتے ہو	باخبر	

عدل وانصاف اور سچی گواہی پر قائم رہنے کا حکم

یہاں اس آیت میں تمام مسلمانوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی اور جو چیزیں قیام عدل یا سچی گواہی میں رکاوٹ ہو سکتی ہیں ان کو نہایت لطیف پیرایہ میں دور کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ انصاف قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا صرف حکومت وعدالت کا فریضہ نہیں جیسا کہ اکثر عوام کا خیال ہے بلکہ ہر مسلمان مرد عورت اس کا مکلف ومخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے۔ ہاں انصاف کا ایک درجہ حکومت وحکام کے ساتھ بھی مخصوص ہے اور وہ یہ کہ ظالم شریر وسرکش انسان جب انصاف کے خلاف اڑ جائیں نہ خود انصاف پر قائم رہیں نہ دوسروں کو عدل و انصاف کرنے دیں تو حاکمانہ تعزیر اور سزا کی ضرورت ہے اور یہ فریضہ اقامت عدل وانصاف کا ظاہر ہے کہ حکومت ہی کر سکتی ہے۔

الغرض یہاں آیت میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ یعنی عدل انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا اور عدل و انصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کا حق پورا ادا کیا جائے اس کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی نیز عدل وانصاف کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے۔ مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ وہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف اور یہ بھی داخل ہے کہ جن کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام سلطنت ہے جب دو فریق کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں۔ کسی کی رو رعایت نہ کریں اور فیصلہ میں پورے عدل وانصاف کا معاملہ کریں۔

اب غور کیجئے کہ قرآن کریم کے اسی ایک حکم پر دنیا اگر عامل ہو

جائے تو یہی خونخوار اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی دنیا کیسے صالح معاشرے میں تبدیل ہو جائے اور یہ کوئی محض فرضی خیال نہیں۔

یہ قرآن کریم کی خصوصیات میں سے ہے کہ قانون اور حکم کے بعد حکام و عوام امیر و غریب بڑے اور چھوٹے عالم و جاہل سب کو خدا تعالیٰ کی قدرت قاہرہ اور روز جزا کے حساب سے ڈرا کر قانون کا احترام اور اسپر للھیت اور خلوص سے عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے یہاں بھی آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ارشاد فرمایا یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں یعنی اقامت عدل اور ادائے شہادت حق کا جو حکم دیا گیا ہے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے جملہ اعمال کی پوری اطلاع ہے۔ اگر تم خواہش نفس کا اتباع کر کے حق سے ہٹ کر کج بیانی کرو گے اور غلط شہادت دو گے یا شہادت سے پہلو تہی کرو گے تو یہ سب اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے علم میں ہوگا جس پر سزا ملے گی اور اگر حکم کے مطابق عدل و انصاف کو قائم رکھو گے اور شہادت حق کو ادا کرو گے تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

قرآن کریم نہ صرف یہ کہ عدل و انصاف اور ادائے شہادت حق کو ہر ایک پر واجب کر کے عام کرنا چاہتا ہے بلکہ اس میں عبادت اور بندگی کا رنگ بھی بھرنا چاہتا ہے۔ معاملات میں جب نزاعی اور اختلافی پہلو سامنے آتے ہیں تو فیصلہ کے وقت اظہار حق اور ادائیگی شہادت اور عدل و انصاف کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اسلام اس سلسلہ میں پیشہ ورانہ عدالتی کارروائیوں، وکیلانہ فنی مہارتوں، کورٹ اور مجسٹریٹ اور جیوری کے چکروں کا قائل نہیں جس میں حق و انصاف کا تو اکثر خون ہی ہوتا ہے اور روپیہ اور وقت کی بیدریغ قربانی کر کے انسان ظلم و جور کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام عدل و انصاف کو مفت اور عام کرنا چاہتا ہے اور ایسا عدل و انصاف کہ اپنے نفس کے بھی خلاف کوئی بیان یا اظہار کرنا پڑے تو بھی حق و انصاف کے خلاف کچھ نہ بولے اگرچہ اس کا نقصان اس کی ذات ہی پر پڑتا ہو۔ کیونکہ یہ نقصان حقیر و قلیل اور عارضی ہے اور جھوٹ بول کر جان بچالی گئی تو قیامت کا شدید عذاب اپنی جان کے لئے خرید لیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس قرآنی حکم پر پورا پورا عامل ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہر معاملہ میں ہم کو عدل و انصاف کا قائم رکھنے والا اور اللہ کے واسطے سچی شہادت دینے والا بنائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور اُس کتاب کے ساتھ جو اُس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْ نَزَّلَ	عَلٰي رَسُوْلِهٖ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والو)	ایمان لاؤ	اللہ پر	اور اس کا رسول	اور کتاب	جو اس نے نازل کی	اپنے رسول پر

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

اور اُن کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلی نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا

وَالْكِتٰبِ	الَّذِيْٓ اَنْزَلَ	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِاللّٰهِ	وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ	وَرُسُلِهٖ
اور کتاب	جو اس نے نازل کی	اس سے قبل	اور جو	انکار کرے	اللہ کا	اور اس کے فرشتوں	اور اس کی کتابوں	اسکے رسولوں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ

اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے

وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	فَقَدْ ضَلَّ	ضَلٰلًۢا	بَعِيْدًا	اِنَّ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ثُمَّ كَفَرُوْا	ثُمَّ
اور روز	آخرت	تو وہ بھٹک گیا	گمراہی	دور	بیشک	جولوگ ایمان لائے	پھر کافر ہوئے وہ	پھر

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝

پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ اُن کو رستہ دکھائیں گے

	اٰمَنُوْا	ثُمَّ كَفَرُوْا	ثُمَّ	ازْدَادُوْا كُفْرًا	لَّمْ يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ	لَهُمْ	وَ	لَا لِيَهْدِيَهُمْ	سَبِيْلًا	
	ایمان لائے	پھر کافر ہوئے	پھر	بڑھتے رہے کفر میں	نہیں ہے	اللہ	کہ بخشدے	انہیں	اور	نہ دکھائے گا	راہ	

ایمان کی پختگی کی تاکید

یہاں اس آیت کے پہلے جزو میں حق تعالیٰ نے تین باتوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا ایک اللہ تعالیٰ پر' دوسرے اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسرے قرآن کریم پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں پر نازل فرمائی ہیں۔ ملائکہ یعنی فرشتے اور روز قیامت پر ایمان لانے کا ذکر اس سے پہلے جزو میں نہیں فرمایا اس لئے کہ انبیاء کرام اور کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ملائکہ اور آخرت پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ گویا یہ تین امور تمام عقائد اسلامیہ کا خلاصہ اور اجمال ہیں۔ آیت کے دوسرے جزو میں ملائکہ اور یوم آخرت یعنی روز جزا کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے اس طرح جو شخص اسلام میں داخل ہوا اس کے لئے ایمان کے ان ارکان خمسہ کی تصدیق ضروری ہے بغیر ان پر ایمان لائے مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اب پہلے تو لفظ ایمان کے معنیٰ اور دین میں اس کی حقیقت کو سمجھ لیجئے پھر اللہ پر ملائکہ پر اللہ کی کتابوں پر' اللہ کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب سنئے۔ ''ایمان'' کے اصل معنیٰ کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کی حدود سے باہر ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں۔ ایمان کے ساتھ ایمان بالغیب کی قید اسی لگے

لگائی جاتی ہے کہ شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب ہی سے ہوتا ہے جن کو ہم اپنے آلات احساس وادراک یعنی آنکھ ناک کان وغیرہ کے ذریعہ معلوم نہیں کر سکتے مثلاً اللہ اور اس کی صفات۔ اللہ کے رسولوں پر وحی کی آمد۔ حالات آخرت۔ حشر نشر۔ جنت وجہنم وغیرہ وغیرہ تو اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول نے بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں "ایمان" ہے اور پیغمبر کی اس قسم کی کسی بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے اب جو لوگ اللہ کے کسی پیغمبر کی حیات مقدسہ میں براہ راست ان کی زبان سے ان کی ہدایت اور تعلیمات سنیں ان کے لئے تو ان کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان ہے جو پیغمبر ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کریں۔ اگر وہ ان کی ایسی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے لیکن جب پیغمبر اس دنیا میں نہ رہیں تو پھر ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے جن کا ثبوت ان پیغمبر سے ایسے یقینی، قطعی اور بدیہی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی اسی تعلیمات کو خاص علمی اصطلاح میں "ضروریات دین" کہتے ہیں ان سب پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہ رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اب اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔

منافقین

آگے یہاں دوسری آیت میں اہل کفر کے ایک خاص فرقہ کا بیان ہے کہ جو محض ظاہری طور پر اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور کفر ونفاق ان کے دلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

"بلاشبہ جو لوگ پہلے تو مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہی نہ ہوئے بلکہ کفر میں بڑھتے چلے گئے یعنی کفر پر دم مرگ تک ثابت اور دائم رہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کی منزل مقصود یعنی جنت کا راستہ دکھائیں گے"

یہ آیت منافقین کے خاص گروہ کے بارہ میں اتری ہے کہ جو کبھی مسلمان ہوئے اور کبھی کافر۔ جب مسلمانوں کے پاس آئے تو مسلمان بن گئے اور کافروں کے پاس گئے تو کافر بن گئے۔ ایسے لوگ جو دین کو تماشہ بنالیتے ہیں عادۃً ان کا دل مسخ ہو جاتا ہے۔ پھر ان کو ایمان کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اس پر مغفرت مرتب ہو سکے اور اس آیت کا حکم عام ہے۔ ارتداد خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار یا تیسری بار سب کا ایک ہی حکم ہے کہ اس پر قائم رہنے سے جنت ومغفرت سے محرومی رہے گی۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق ہے کہ اول حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے۔ پھر توبہ کر کے مومن ہوئے پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں اور ترقی کر گئے الغرض یہاں اہل کفر مراد ہیں کہ جنہوں نے دین کو کھیل وتماشہ بنالیا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی مغفرت ورحمت سے محروم کر دیئے گئے اور ان کا دین ایمان غیر معتبر قرار دیا گیا اب آگے منافقین کی مذمت مذکور ہے جن کا ایمان بھی غیر معتبر قرار دیا گیا اور ان کو عذاب الیم کی وعید سنائی گی ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی ذات وصفات پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے ملائکہ اور آپ کی کتابوں اور آپ کے رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ہم یوم آخرت اور حشر نشر پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہم کو مرتے دم تک ایمان پر ثابت قدم رکھنا اور ایمان ہی پر ہم کو موت نصیب فرمانا۔ اے اللہ ہم کو اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے رسول پاک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرما اور تازیست اسی پر ہم کو استقامت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ اُن کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے۔ جن کی یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر

بَشِّرِ	الْمُنٰفِقِيْنَ	بِاَنَّ	لَهُمْ	عَذَابًا اَلِيْمًا	الَّذِيْنَ	يَتَّخِذُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ
خوشخبری دیں	منافق (جمع)	کہ	ان کے لئے	دردناک عذاب	جولوگ	پکڑتے ہیں (بناتے ہیں)	کافر (جمع)	دوست	سوائے (چھوڑ کر)

الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

کیا اُن کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ	اَيَبْتَغُوْنَ	عِنْدَهُمُ	الْعِزَّةَ	فَاِنَّ	الْعِزَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	
مومن (جمع)	کیا ڈھونڈتے ہیں؟	ان کے پاس	عزت	بیشک	عزت	اللہ کے لئے	ساری	

منافقین کیلئے دردناک عذاب

ان آیات میں منافقین کا ذکر ہے کہ جو لوگ محض ظاہری دکھاوے کا اسلام رکھتے تھے اور دنیا کے مقابلہ میں دین کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور در پردہ کفار و مشرکین اور یہود سے یارانہ جوڑتے تھے کہ اس سے ہم کو عزت و شوکت حاصل ہوگی چنانچہ انہیں منافقین کے متعلق یہاں پہلی آیت میں اشاد ہوتا ہے "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے آخرت میں بڑی دردناک سزا ہے" یہاں منافقین کے لئے درناک عذاب کی خبر دی گئی اور اس رنج وہ خبر کو منافقین کے لئے خوشخبری کہا گیا ہے اس لئے کہ درحقیقت وہ کسی خوشخبری کے قابل تو ہیں نہیں۔ یہی عذاب کی خبر ان کے لئے خوش خبری ہے۔

عزت اللہ کے لئے ہے

آگے دوسری آیت میں منافقین کی حالت بیان کی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے: "جن کی یہ حالت ہے کہ باوجود دعوے اسلام کے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس جا کر عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سو خوب سمجھ لو کہ عزت تو ساری خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے وہ جس کو چاہیں دیں یعنی اگر خدائے تعالیٰ ان منافقین کو یا جن سے یہ جا جا کر ملتے ہیں اور دوستی کرتے ہیں عزت نہ دیں تو یہ کہاں سے معزز بن جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلدی ہی حضرات صحابہ کے ہاتھوں منافقین و کفار سب کو ذلیل و خوار فرما دیا۔

منافقین کا ملنا کفار و یہود سے اس غرض سے تھا کہ انہیں اس درجہ خلاف امید انقلاب کی توقع ہرگز نہ تھی کہ مسلمان اس طرح غالب آ جائیں گے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ رہنا تو ہوگا ان مشرکین و یہود کے ساتھ اس لئے ان سے کیوں بگاڑ کیا جائے تو یہاں کفار و مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اور گھل مل کر رہنے کی ممانعت اور ایسا کرنے والوں کے لئے وعید مذکور ہوئی اور ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہونے کی اصل منشا اور سبب کو بیان کر کے اس کا لغو اور بیہودہ ہونا بھی بتلا دیا۔ یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور ان کے ساتھ ملنے کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ان کی ظاہری ترقی عزت و قوت سے متاثر ہو کر یوں خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے دوستی رکھی جائے تو ہمیں بھی ان سے عزت و قوت حاصل ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی یہاں تردید فرما دی کہ تم ان کے ذریعہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جن کے پاس خود عزت نہیں۔ عزت جس کے معنی ہیں غلبہ اور قوت کے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور اسی کے دست قدرت میں ہے۔ مخلوق میں سے جس کسی کو قوت و غلبہ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو ۲۸ ویں پارہ سورۃ منافقون میں قدرے اضافہ کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمایا ہے **وللہ العجزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون.** (یعنی عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے اور مؤمنین کے لئے لیکن منافقین اس بات کو نہیں جانتے) اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کے رسولؐ اور مومنین کا اضافہ کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ عزت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو چاہتا ہے عزت عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان پر ایمان لانے والے اور ان کی سچی اتباع کرنے والے چونکہ اللہ کے نزدیک محبوب و مقبول ہیں اس لئے ان کو بھی عزت و غلبہ دیا جاتا ہے۔

بقدر وفاداری اور بقدر اطاعت شعاری اس کو بارگاہ خداوندی سے عزت ملے گی اور جو خدا اور اس کے رسول کا منکر و باغی ہوگا وہ ذلیل و خوار ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو

وَقَدْ	نَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	فِي الْكِتٰبِ	اَنْ	اِذَا سَمِعْتُمْ	اٰيٰتِ اللّٰهِ	يُكْفَرُ	بِهَا	وَيُسْتَهْزَاُ	بِهَا
اور تحقیق	اُتار چکا	تم پر	کتاب میں	یہ کہ	جب تم سنو	اللہ کی آیتیں	انکار کیا جاتا ہے	اس کا	مذاق اُڑایا جاتا ہے	اس کا

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ

اُن لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی اُن ہی جیسے ہوجاؤ گے، یقیناً اللہ تعالیٰ

فَلَا تَقْعُدُوْا	مَعَهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ	حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖ	اِنَّكُمْ	اِذًا	مِّثْلُهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	جَامِعُ
تو نہ بیٹھو	ان کے ساتھ	یہاں تک کہ	وہ مشغول ہوں	میں	بات	اس کے سوا	یقیناً تم	اس صورت میں	ان جیسے	بیشک	اللہ	جمع کرنے والا

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝١٤٠ ۙ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ

منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہوگئی

الْمُنٰفِقِيْنَ	وَالْكٰفِرِيْنَ	فِيْ جَهَنَّمَ	جَمِيْعًا	الَّذِيْنَ	يَتَرَبَّصُوْنَ	بِكُمْ	فَاِنْ كَانَ	لَكُمْ	فَتْحٌ
منافق (جمع)	اور کافر (جمع)	جہنم میں	تمام	جو لوگ	تکتے رہتے ہیں	تمہیں	پھر اگر ہو	تم کو	فتح

مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ

تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے

مِنَ اللّٰهِ	قَالُوْا	اَلَمْ نَكُنْ	مَعَكُمْ	وَاِنْ	كَانَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	نَصِيْبٌ	قَالُوْا	اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ	عَلَيْكُمْ
اللہ (کی طرف) سے	کہتے ہیں	کیا تم نہ تھے؟	تمہارے ساتھ	اور اگر	ہو	کافروں کے لئے	حصہ	کہتے ہیں	کیا ہم غالب نہیں آئے تھے	تم پر

وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں فیصلہ فرماویں گے اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو

وَنَمْنَعْكُمْ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَلَنْ يَّجْعَلَ	اللّٰهُ	لِلْكٰفِرِيْنَ
اور ہم نے منع کیا تھا (بچایا تھا) تمہیں	سے	مسلمان (جمع)	سو اللہ	فیصلہ کرے	تمہارے درمیان	قیامت کے دن	اور ہرگز نہ دے گا	اللہ	کافروں کو

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝١٤١ ع

مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	سَبِيْلًا
مسلمانوں پر	راہ

شانِ نزول: ہجرت سے قبل جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں قرآن کا اور اسلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اگر کوئی مسلمان کسی ضرورت سے ان کی مجلس میں جاتا تو اس کو قرآن کریم کے متعلق نامناسب الفاظ سننے پڑتے اس پر اللہ تعالیٰ

نے سورۂ انعام میں جو مکہ میں نازل ہوئی تھی یہ حکم نازل فرمایا تھا۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۚ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

یعنی جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کرو یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تم کو شیطان تو مت بیٹھو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود مدینہ نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اپنی مجالس میں قرآن پاک کی تضحیک کیا کرتے تھے اور منافقین بطور خوشامد کے ان کے مذاق اور استہزا میں شریک ہوا کرتے تھے اس پر یہ آیت زیر تفسیر نازل ہوئی اور گزشتہ حکم یعنی سورۂ انعام میں نازل ہونے والی آیت کا حوالہ دیکر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ حکم بھیج دیا تھا کہ کفار و فجار کی مجلس میں مت بیٹھو۔

دشمنانِ اسلام کی مجلس سے پرہیز کا حکم

اس آیت سے اور سورۂ انعام کی مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مجلس میں اپنے دین و اسلام یا قرآن و حدیث پر عیب و طعنہ سنے اور پھر ان ہی میں بیٹھا سنا کرے اگر چہ آپ کچھ نہ کہے تو گناہ میں یہ کہنے والوں کے برابر ہوگا۔ ان ہی آیات سے اہل باطل کے ساتھ مجالست کے متعلق علمائے مفسرین نے یہ مسئلے نکالے ہیں۔

(۱) باطل پرست لوگوں کی مجالست اگر ان کی کفریات پر رضامندی کے ساتھ ہے تب تو کفر ہے کیونکہ کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔

(۲) اور اگر کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر ہے تو فسق ہے

(۳) اور مجالست کفار دنیاوی ضرورت کے تحت ہو تو مباح ہے

(۴) اور اضطرار اور مجبوری کے ساتھ ہو تو معذوری ہے۔

(۵) اور تبلیغ دین کے لئے ہو تو عبادت ہے۔

منافقوں کی مفاد پرستانہ پالیسی

آگے یہاں دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کا ایک اور حال بیان کرتے ہیں جس سے ان کی دورنگی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جدھر غلبہ دیکھا اسی طرف ہو گئے مسلمانوں کا غلبہ دیکھا تو مسلمانوں سے مل کر ان کی سی باتیں کرنے لگے اور کافروں کا غلبہ دیکھا تو کافروں میں مل کر ان کی سی باتیں کرنے لگے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

''وہ منافقین ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر اور آرزومند رہتے ہیں پھر ان کے اس انتظار کے بعد اگر تمہاری فتح من جانب اللہ ہو گئی تو تم سے آ کر باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ جہاد میں شریک نہ تھے کیونکہ نام چارہ کو تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو اور اگر کافروں کو کچھ غلبہ کا حصہ مل گیا یعنی اتفاق سے وہ غالب آئے تو ان سے جا کر باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے مگر ہم نے قصداً تمہارے غالب کرنے کے لئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی اور کیا ہم نے جب تم مغلوب ہونے لگے تھے تو تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا اس طرح کہ ان کی مدد نہ کی اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہم کو بھی کچھ دلواؤ۔ غرض دونوں طرف ہاتھ مارتے ہیں۔ سو دنیا میں گو اظہار اسلام کی برکت سے مسلمانوں میں مل کر زندگی گزار رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں عملی فیصلہ کر دیں گے اور اس فیصلہ میں ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرماویں گے بلکہ کفار مجرم قرار پا کر جہنم میں جاویں گے اور مسلمان اہل حق ثابت ہو کر جنت میں جاویں گے اور فیصلہ عملی یہی ہے۔

غلبۂ اسلام و مسلمین

اس آیت کے آخری جملہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر

غالب ہونے کی کوئی راہ ہرگز نہ دیگا تو اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے اس سے پہلے جملہ کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہوگا اور قیامت کے فیصلہ میں حق تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غلبہ کی کوئی راہ نہ دیں گے تو بعض مفسرین نے اس جملہ کا مطلب آخرت کے متعلق لیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ اس جملہ میں دنیا کے متعلق حکم مذکور ہے کہ دنیا میں کافروں کو یہ قدرت نہ ہوگی کہ مسلمانوں کا بالکل قلع قمع کر دیں اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیں اس لئے بعض مفسرین نے اس جملہ کے ظاہری معنیٰ مراد لئے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اب سے لے کر قیامت تک کوئی ایسا وقت لائے کہ کافر اس قدر غلبہ حاصل کر لیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے اور ان کا نام ونشان نہ رہے۔ باقی دنیاوی شوکت اور غلبہ کسی وقت یا کسی جگہ اگر کافروں پر تکوینی طور پر ہو جائے تو وہ اس کے منافی نہیں اور باعث اشکال نہیں۔ اس معنیٰ میں ایک لطافت یہ بھی ہے کہ منافقوں کو جو مسلمانوں کی (معاذ اللہ) ذلت اور ان کی بربادی کے آنے کے وقت کا انتظار تھا مایوس کر دیا گیا کہ کفار کو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اس طرح غالب نہ کریں گے کہ تم پھولے نہ سماؤ اور جس ڈر سے منافقین مسلمانوں کا کھلے طور پر ساتھ نہ دیتے تھے اس ڈر کو بھی زائل کر دیا کہ یہ نہ سمجھو کہ اب مسلمان کسی وقت بھی مٹ جائیں گے۔ آیت کے اس جملہ سے علماء نے اس امر پر بھی استدلال کیا ہے کہ قرآن اور اسلام نے ایک مسلمان کے مقابلہ میں کافر کا غلبہ پسند نہیں کیا حتیٰ کہ گواہی جو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے اس میں بھی غلبہ پسند نہیں کیا اور مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی کو معتبر نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح مسلمان غلام کو کافر کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں ایک کافر کو ایک مسلمان پر غالب کر دینا ہے اور اس میں ایک مسلم کی ذلت ہے جو قرآنی منشا کے خلاف ہے لیکن ساتھ ہی یہاں آیت میں وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ (اور اگر کافروں کو کچھ غلبہ کا حصہ مل گیا) اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی کبھی کسی مصلحت کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو بھی کسی قدر کامیابی اور غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن پاک نے دوسری جگہ یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ جب تک مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان رہیں گے کافروں کو ان پر غلبہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشاد ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۹)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں سے مسلمانوں کو بچائیں اور منافقوں کی شرارتوں سے اہل اسلام کی حفاظت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اسلام کا سچا اتباع نصیب فرما اور اسلام کی برکت سے اہل اسلام کو غلبہ وشوکت نصیب فرما۔ کفار ومشرکین اور اعدائے دین جو قیامت میں ذلیل وخوار ہوں گے یا اللہ ان کو دنیا میں بھی رسوا اور ذلیل وخوار فرما۔ یا اللہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت جہاں کہیں کفار کو اہل اسلام پر غلبہ مل گیا ہے کفار کے غلبہ کو دور فرما اور ہم کو سچائی کے ساتھ اسلام کو مضبوط پکڑنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ آپ کا وعدہ کہ تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پورے مومن رہے بالکل حق ہے۔ اس کی حقانیت کو دنیا دیکھ چکی ہے ہم ہی نے اسلام حقیقی کا دامن چھوڑ کر ذلت ورسوائی کو خریدا۔ یا اللہ امت مسلمہ پر رحم وکرم فرما اور ہم کو صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن اور سنت کو پھر وفاداری کے ساتھ اپنانے کی سعادت نصیب فرما۔ یہود ونصاریٰ کے اتباع کی لعنت سے نجات عطا فرما اور کفار ومشرکین اور باطل پرستوں سے بےتعلقی اور گریز نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

بلاشبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا اُن کو دینے والے ہیں اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ	وَهُوَ	خَادِعُهُمْ	وَاِذَا	قَامُوْٓا	اِلَى	الصَّلٰوةِ	قَامُوْا كُسَالٰى
بیشک منافق	دھوکہ دیتے ہیں	اللہ	اور وہ	انہیں دھوکہ دے گا	اور جب	کھڑے ہوں	طرف (کو)	نماز	کھڑے ہوں سستی سے

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۟ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ

کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت مختصر معلق ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان میں نہ

يُرَآءُوْنَ	النَّاسَ	وَلَا	يَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	اِلَّا قَلِيْلًا	مُّذَبْذَبِيْنَ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	لَآ
وہ دکھاتے ہیں	لوگ	اور نہیں	یاد کرتے	اللہ	مگر بہت کم	ادھر میں لٹکے ہوئے	درمیان	اس	نہ

اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

اِدھر نہ اُدھر اور جس کو خداتعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں ایسے شخص کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے

	اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	وَلَآ	اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ اللّٰهُ	فَلَنْ تَجِدَ	لَهٗ	سَبِيْلًا	
	ان کی طرف	اور نہ	اُن کی طرف	اور جو۔ جس	گمراہ کرے اللہ	تو ہرگز نہ پائے گا	اس کے لئے	کوئی راہ	

منافقین کی خودفریبی

منافقین کے متعلق یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ یہ منافق لوگ دعوے ایمان اور ظاہری اطاعت سے دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اس لئے کہ دعوے ایمان اور نماز وغیرہ ارکان اسلام سے ان کا مقصود لوگوں کو دکھلانا اور دنیوی فوائد حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی خوشنودی ان کو مقصود ہی نہیں لیکن ان بے عقلوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دہی کا کر رہے ہیں یعنی جس طرح وہ دوستی کے پردہ میں ان سے دشمنی کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوستی کے پردہ میں ان سے دشمنی ہو رہی ہے کہ بظاہر معاملہ دوستوں یعنی مسلمانوں کا سا ہو رہا ہے مگر مقدر یہ ہے کہ جب انکا پیمانہ لبریز ہو جائے اور اپنی شرارتیں دل کھول کر کر لیں تو پھر اکٹھی پکڑ ہو اور دائمی جیلخانہ میں ڈال دیا جائے۔

منافقین کی نماز

اب منافقین بظاہر چونکہ مسلمان بنے ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کو اپنا اسلام ظاہر کرنے کے لئے نماز روزہ اسلام کے ظاہری ارکان بھی بجالاتے تھے۔ مگر ان کی نماز کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ جب یہ منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انتہائی کاہلی اور بے دلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا مقصود نماز تو ہے نہیں۔ نہ آخرت کا ثواب اور نہ اللہ کی خوشنودی ان کو مقصود ہے ان کی غرض تو صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمان ہم کو نمازی سمجھیں۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ اگر منافقین کو لوگوں کا ڈر نہ ہوتا تو کبھی کوئی نماز نہ پڑھتے اور چونکہ نماز سے ذکر اللہ اور اللہ کی یاد ان کو مقصود نہیں اس لئے لوگوں کو دکھلانے کو نماز پڑھ لیتے ہیں مگر اس میں نہ تسبیح، تہلیل ہوتی ہے نہ خشوع خضوع صرف اٹھنا اور بیٹھنا ہوتا ہے اور جب تنہا ہوتے تو بالکل نہ پڑھتے تو یہاں منافقین کی نماز کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولیت اور دلچسپی سے ادا کرنی انہیں نصیب نہیں ہوتی کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان اور سچا یقین ان میں تھا ہی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہیے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے

ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین جانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں اس کی طلب پوری کرنے کو خدا تعالیٰ تیار ہیں۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سب سے گراں اور بوجھل منافقین پر عشاء و فجر کی نماز ہے اگر یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گو گھٹنوں چل کر آنا پڑے یہ ضرور آ جاتے۔ میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے اردگرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو اور ایک روایت میں ہے کہ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی سخت تنبیہ و وعید ہے کہ جو خصوصاً عشاء و فجر جماعت سے نہیں پڑھتے۔

بے یقینی کی کیفیت:

آگے انہی منافقین کے متعلق دوسری آیت میں بتلایا گیا کہ دین کے معاملہ میں یہ منافق متحیر، ششدر اور پریشان حال ہیں۔ ایمان و کفر کے درمیان کا دل ڈانواڈول ہو رہا ہے۔ نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں نہ بالکل کفار کے ساتھ۔ کبھی نور اسلام چمک اٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آ گئیں تو ایمان سے یکسو ہو گئے۔ حدیث میں مومن، کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی دی گئی جو ایک دریا پر گئے ایک شخص تو کنارے ہی پر کھڑا رہ گیا دوسرا اتر کر منزل مقصود تک پہنچ گیا تیسرا اترا اور چلا جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا۔ ادھر واپس چلا آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آ جاؤ نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ آدھا راستہ طے کر چکے ہو اب حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں اسی میں ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی۔ غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے کنارے پر کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور بیچ میں ڈوب کر مرنے والا منافق ہے۔

بدعملی کا انجام

آیت کے اخیر میں منافقین کے بارہ میں بتلایا گیا کہ ان منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستی سے دھکیل دیا گیا ہے اب نہ انہیں کوئی راہ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے۔ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کو پھر راستہ دکھلانے والا کون ہے۔

منافقین کی چار خصلتیں

خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیات میں منافقین کی چار ظاہری علامات اور خصلتیں بیان کی گئیں۔

۱- منافق اظہار ایمان میں چالبازی کرتے ہیں وہ اپنے خیال میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں۔

۲- نماز پڑھتے ہیں مگر انتہائی مرے دل سے سستی کے ساتھ۔

۳- ان کی نماز میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ محض دکھلاوا اور ریا ہوتا ہے۔ نماز میں یا ویسے بھی اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

۴- ایمان و کفر کے درمیان لٹکے رہتے ہیں نہ دل سے ایمان قبول کر کے مسلمانوں میں شامل ہوتے ہیں نہ کھل کر کفر کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ نفاق کسی شخص یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جس کے ایمان میں تردد اور تذبذب ہو اور ظاہر باطن کے خلاف ہو عقائد شرعی پر اس کو وثوق نہ ہو صرف مسلمانوں کی فہرست میں نام لکھوانے کے لئے مسلمان ہو بس ایسا ہی شخص منافق ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو منافقانہ عادتوں اور خصلتوں سے محفوظ و مامون فرمائیں اور ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت اسلامیہ کی کامل پابندی نصیب فرما۔ شرعی عقائد پر کامل وثوق اور یقین عطا فرما اور تردد اور تذبذب کے فتنہ سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ ہم کو محض نام کا مسلمان نہ رکھئے بلکہ کام کا مسلمان بنا دیجئے اور اسلام و ایمان کی سچی محبت ہمارے دلوں میں اتار دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

اے ایمان والو! تم مؤمنین کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوا	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَتُرِيْدُوْنَ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	نہ پکڑو (نہ بناؤ)	کافر (جمع)	دوست	سوائے	مسلمان (جمع)	کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ

اللہ تعالیٰ کی حجت صریح قائم کرلو بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاوینگے اور تو ہرگز انکا

اَنْ تَجْعَلُوْا	لِلّٰهِ	عَلَيْكُمْ	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا	اِنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ	فِي	الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ	مِنَ	النَّارِ
کہ تم کرو (لو)	اللہ کا	تم پر (اپنے اوپر)	الزام	صریح	بیشک	منافق (جمع)	میں	سب سے نیچے کا درجہ	سے	دوزخ

وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

کوئی مددگار نہ پاوے گا لیکن جولوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کیا کریں

وَلَنْ تَجِدَ	لَهُمْ	نَصِيْرًا	اِلَّا	الَّذِيْنَ تَابُوْا	وَاَصْلَحُوْا	وَاعْتَصَمُوْا	بِاللّٰهِ	وَاَخْلَصُوْا	دِيْنَهُمْ	لِلّٰهِ
اور ہرگز نہ پائے گا	ان کے لئے	کوئی مددگار	مگر	جنہوں نے توبہ کی	اور اصلاح کی	اور مضبوطی سے پکڑا	اللہ کو	اور خالص کرلیا	اپنا دین	اللہ کے لئے

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہونگے اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماویں گے اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے

فَاُولٰٓئِكَ	مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ	وَسَوْفَ	يُؤْتِ اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَجْرًا عَظِيْمًا	مَا يَفْعَلُ	اللّٰهُ
تو ایسے لوگ	مومنوں کے ساتھ	اور جلد	دے گا اللہ	مومن (جمع)	بڑا ثواب	کیا کرے گا	اللہ

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

اگر تم شکر گذاری کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑے قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں

	بِعَذَابِكُمْ	اِنْ شَكَرْتُمْ	وَاٰمَنْتُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ	شَاكِرًا	عَلِيْمًا	
	تمہارے عذاب سے	اگر تم شکر کروگے	اور ایمان لاؤگے	اور ہے	اللہ	قدردان	خوب جاننے والا	

کافروں سے محبت اور دوستی سے ممانعت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے دوستیاں کرنے ان سے دلی محبت رکھنے ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے ان کے ساتھ تعلقات قائم کرنے ان سب باتوں سے صاف روک دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے یعنی اگر تم نے مؤمنین کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کئے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے۔

منافقوں کی سزا

آگے دوسری آیت میں منافقین کی سزا اوران کا انجام بیان فرمایا جاتا ہےاورارشاد ہوتا ہے

''بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور اے مخاطب تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا جوان کو سزا سے بچاسکے''

دوزخ کے سات طبقہ ہیں اوپر نیچے جن کے نام یہ ہیں (۱) جحیم' (۲) جہنم' (۳) سعیر' (۴) سقر' (۵) لظیٰ' (۶) ہاویہ' (۷) حُطمہ۔اول طبقہ گناہ گار مسلمانوں اوران کفار کے لئے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین آتش پرست' دہریئے' یہود' نصاریٰ' اور منافقین کیلئے مقرر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منافقین کو آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ سب سے نیچے کے طبقہ میں ہونگے جہاں کہ نہایت وسعت اور قسم قسم کے سخت عذاب ہیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور وجہ اس کی کہ کفار سے بڑھ کر منافقین سب سے نچلے درجہ میں ہونگے۔ یہ ہے کہ کفار تو چونکہ ظاہر و باطن میں کھلے ہوئے منکر اور مخالف ہیں ان سے اس قدر اسلام اور مسلمانوں کو مضرت نہیں جتنا کہ منافقین ظاہر میں مسلمان بن کر اور اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو ضرر پہنچاتے ہیں۔

منافقین کو توبہ واصلاح کی دعوت

یہاں تیسری اس آیت میں منافقین کو بھی توبہ اور اصلاح کر لینے کی ترغیب دی جارہی ہے اوراس پر معافی کا وعدہ بھی فرمایا جارہا ہے۔ چار شرطوں کے ساتھ اول تا بو یعنی صدق دل سے نفاق وریا وغیرہ سے توبہ کرلیں دوسرے اصلحو یعنی جو کچھ ان کے علم و عمل میں فساد ہے اس کی اصلاح کرلیں تیسرے وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑ لیں یعنی اس کے دشمنوں اور دین کے مخالفوں کو چھوڑ کر اسی کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد کریں چوتھے وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ یعنی اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کریں۔یعنی خلوص اور صدق نیت پیدا کریں کیونکہ تمام چیزوں کا مدار اسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل مقبول ہے جوریا نمائش وغیرہ سے پاک محض اسی کی ذات کے لئے ہو اور اسی کی خوشنودی کے لئے ہو۔

گزشتہ درس میں منافقین کے چار اوصاف ذمیمہ بیان فرمائے گئے تھے انہی کے مقابلہ میں یہ چار اوصاف حمیدہ بیان فرمائے گئے ہیں کہ جو ان کو اختیار کرلے تو وہ خالص مومن ہے اور وہ دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو جو اجر عظیم آخرت میں ملنے والا ہے ان کے ساتھ ان کو بھی ملے گا جنہوں نے کہ نفاق سے سچی توبہ کرلی۔

عذاب بندے کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے

آخری آیت میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بندہ کو جو کچھ عذاب ہوگا وہ اسکے اعمال بد اور عقائد باطلہ کی وجہ سے ہوگا۔ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ ان کو خواہ مخواہ عذاب دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیک کاموں کے بڑے قدر دان ہیں جو شخص اس کے حکم کو ممنونیت اور شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو اطاعت واخلاص کے بڑے قدر دان ہیں اور اس پر تو رحمت ہی رحمت ہے۔ایسے شخص کو عذاب سے کیا واسطہ عذاب تو وہ سرکش اور نافرمانوں کو دیتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی مومنین صادقین کے گروہ میں شامل فرمائیں اور ایمان واخلاص کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔
یااللہ ہم سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات اب تک سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ یااللہ جملہ منافقانہ عادات و خصائل سے ہمارے نفوس کو پاک فرما اور ہم کو تمام معاملات وعبادات میں خلوص اور نیک نیتی نصیب فرما۔ ریا اور نمائش سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اے اللہ اپنی ذات عالیہ پر ہم کو اعتماد بھروسہ اور توکل والا یقین کامل عطا فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں ہم کو شامل رہنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ